

اگر تم علم نہیں رکھتے، تو اہل علم سے دریافت کرو (قرآن)

فتاویٰ بحر العلوم

مکتبہ المدینہ

بیت العلوم و تحقیق

حضرت علامہ مفتی عبدالملک اعظمی مدظلہ العالی



فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ

اگر تم علم نہیں رکھتے، تو اہل علم سے دریافت کرو

فتاویٰ بحر العلوم

تقریباً

بقیہ اساتذہ نجف بحر العلوم

حضرت علامہ محمد عبدالمطلب اعظمی مدظلہ العالی

زیبہ سنٹر ۴۴، اردو بازار لاہور

فون: 042-37246006

شبیر برادرز



شرف انتساب

میں اپنی اس حقیر کاوش کو علم و عمل کی دو عظیم شخصیتوں کے مبارک ناموں سے منسوب کر رہا ہوں جن کے علمی و روحانی فیضان نے مجھے علمی خدمات کے لائق بنایا
یعنی

مرشد اعظم احسن العلماء حضرت مولانا

الشاہ سید مصطفیٰ حیدر حسن برکاتی مارہروی

جلالۃ العلم حافظ ملت حضرت مولانا مفتی

الشاہ عبد العزیز صاحب محدث مراد آبادی

علیہما الرحمۃ والرضوان

ع گرجیول افتدز ہے عز و شرف

نیاز مند: عبد المنان اعظمی

شمس العلوم گھوسی

لا إله إلا الله محمد رسول الله

جمہد حقوقہ ملکیت بحق نامہ محفوظ ہے

فتاویٰ بحر العلوم

ترجمہ و تالیف: مولانا محمد حنیف خاں رشیدی رشتی صدر المدینہ اسلامیہ جامعہ دار العلوم دارالافتاء برکاتی مارہروی
ترجمہ و تالیف: مولانا محمد السلام رشیدی، مدرسہ دارالعلوم دیوبند، جامعہ دارالافتاء برکاتی مارہروی
مولانا محمد حنیف خاں رشیدی رشتی، مدرسہ دارالعلوم دیوبند، جامعہ دارالافتاء برکاتی مارہروی

با اہتمام ملک شیر حسین

کن شاعت اپریل 2010ء، اربعہ الثانی 1431ھ

طابع اشتیاق اے مشتاق پرنٹر لاہور

کپیٹنگ مولانا شمس الدین برکاتی
مولانا زاہد شاہیدی اور سامعی

سرورق اے ایف ایس الیڈو قائم رہو
0345-4653373

قیمت روپے



ضروری التماس

قارئین کرام! ہم نے اپنی بساط کے مطابق اس کتاب کے متن کی تصحیح میں پوری کوشش کی ہے، تاہم پھر بھی آپ اس میں کوئی غلطی پائیں تو ادارہ کو آگاہ ضرور کریں تاکہ وہ درست کر دی جائے۔ ادارہ آپ کا بے حد شکر گزار ہوگا۔

مکمل 6 جلدیں قیمت -/2800 روپے

- وضو کرنے کا مستنون طریقہ..... ۷۲
 مخرج بول سے عادتاً خارج ہونے والی رطوبتوں کا بیان..... ۷۳
 خروج مذی سے وضو ٹوٹ جاتا ہے..... ۷۳
 قطرہ کی بیماری کا شرعی حکم..... ۷۳

غسل کا بیان

- بالاشہوت خروج منی سے سوال؟..... ۷۴
 حالت غسل میں کوئی عضو دھلنے سے رہ گیا تو کیا حکم ہے؟..... ۷۵
 وضو یا غسل میں کوئی عضو دھلنے سے رہ گیا اور بعد میں یاد آیا تو اتنا ہی دھلنا کافی ہے..... ۷۵
 کپڑا میں نجاست لگی ہو تو پہلے نجاست دھل لینا چاہئے..... ۷۶

نجاست کا بیان

- شراب پینے والے پر غسل واجب ہے یا نہیں؟..... ۷۶
 نجاست جسم کے اندر سے باہر آئے تب غسل یا وضو واجب ہے۔ نجاست جسم کے اندر گئی تب نہیں..... ۷۶
 اس مسئلہ کی بالغ تفصیل..... ۷۶

حیض کا بیان

- عورت کے اندام سے باہر آنے والے خونوں کی تفصیل اور ان کا حکم..... ۷۸
 استحاضہ کا حکم حدیث سے..... ۷۸
 استحاضہ اور تکبیر..... ۷۹
 حالت حمل کا خون استحاضہ ہے..... ۷۹
 حالت حیض میں وطی کرنے کا سوال؟..... ۷۹
 حالت حیض میں وطی نص قطعی سے حرام..... ۸۰
 حالت حمل میں وطی جائز ہے..... ۸۰
 کنویں میں نجاست گرے تو کتنا پانی نکالنا چاہئے اقوال مختلفہ کی تفصیل..... ۸۱
 مختلف اقوال میں علامہ شامی کا محاکمہ..... ۸۲
 مسلسل ایک بار میں پانی نکالنا ضروری نہیں..... ۸۳
 مشترکہ کنویں کے پانی کی طہارت کا سوال؟..... ۸۳
 کنویں سے غسل جنابت کرتے وقت باریک چھینٹوں کے کنویں میں جانے سے کواں ناپاک نہ ہوگا..... ۸۴

- ماء مستعمل پاک پانی میں مل گیا تو کیا حکم ہے؟..... ۸۴
 نجس کنویں سے تھوڑا تھوڑا پانی کئی بار میں نکال لیا۔ اس طرح اگر کنویں کا کل پانی نکل گیا تو کواں پاک ہے..... ۸۴
 نماز کو کبھی بھی قصد ترک کرنا فسق ہے..... ۸۴
 پانی کے سانپ کا حکم..... ۸۶
 خشکی کے سانپ کا حکم..... ۸۶
 ایسے سانپ کے کنویں میں گرنے کا وقت نہ معلوم ہو تو کیا حکم ہے؟..... ۸۶
 نجس پانی میں آتا گوئدھا تو اس کو کتنے کو کھلا دو..... ۸۶
 زخمی کتابلی کنویں میں گر کر مر جائے تو کتنا پانی نکالا جائے..... ۸۷
 انگلی میں نجاست لگی ہو تو چائنا کیسا ہے؟..... ۸۷
 کتا، بلی کنویں میں گر کر مر گیا تو کل پانی نکالا جائے..... ۸۸
 آدمی کنویں میں گر کر مر گیا تو کیا حکم ہے؟..... ۹۰
 کنویں میں خنزیر کی غلاط پڑنے کا حکم..... ۹۰
 کتے کے جوٹھے سے سوال؟ (باب سور)..... ۹۰

کتاب الصلوٰۃ

نماز کا بیان

- مصور اور بے نمازی کے جوٹھے میں غلط تفریق..... ۹۳
 بدخلق اور بدکلام امام کی امامت سے مقتدیوں کے انکار سے سوال؟..... ۹۳
 تاریکین صلاۃ کی وعیدیں..... ۹۵
 مسئلہ دائرہ میں طرفین کی تفہیم..... ۹۵
 لوگوں سے انکی عقل کے موافق کلام کرو..... ۹۶
 فاسق کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے..... ۹۶
 ناحق کی غلط حمایت ناجائز ہے..... ۹۶
 غیبت کب جائز ہے اور افتراء ہے..... ۹۷
 قرآن عظیم کی توہین کفر ہے..... ۹۷
 سنت مؤکدہ اور غیر مؤکدہ کا بیان..... ۱۰۱
 نماز عشا کے بعد وقت مکروہ کے سلسلہ میں بظاہر دو متعارض عبارتوں میں تطبیق اور بالقصد ذکر..... ۱۰۲

- ۱۰۲..... خفی مسلک پر نماز عصر کی ابتداء معلوم کرنے کا طریقہ.....
 ۱۰۳..... ماہ مارچ میں مبارک پورا اور مقامات میں عصر کی ابتداء کا گھڑی سے قائم
 ۱۰۳..... وقت میں وسعت ہو تو جماعت قائم کرنے میں تاخیر کی جاسکتی ہے
 ۱۰۳..... جماعت کی تاخیر مصلیوں کا حق نہیں تاخیر کرنے والوں سے باز پرس کی جائے گی
 ۱۰۳..... واجب نماز پڑھنے والے کو نفل پڑھنے والے کی اقتداء ناجائز ہے

اذان کا بیان

- ۱۰۵..... اذان کہاں سے دی جائے.....
 ۱۰۵..... جاہلوں کو دینی مسائل میں جھگڑانا ناجائز ہے
 ۱۰۵..... خطبہ جمعہ کی اذان مسجد میں دینا مکروہ ہے
 ۱۰۵..... دوسرے اوقات کی اذان بھی مسجد سے باہر دی جائے
 ۱۰۶..... بعد دفن قبر پر اذان دینا ناجائز ہے
 ۱۰۶..... اذان خارج مسجد اور ایچاری کی کراہت سے سوال؟
 ۱۰۶..... امام اہل سنت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ نے اس کو مکروہ تحریمی ثابت کرتے ہیں
 ۱۰۷..... احتجاج مکروہ تحریمی
 ۱۰۷..... چین والی گھڑی باندھنا مکروہ تحریمی ہے
 ۱۰۷..... آستین آدمی کلائی موڑنا یا پانچامہ کہ آستین موڑنا یا اوپر گھس لینا مکروہ تحریمی ہے
 ۱۰۷..... پانچامہ ٹخنوں سے نیچے رکھنے کا حکم
 ۱۰۸..... نماز کے علاوہ ۱۲ مواقع پر اذان دینا مستحب ہے
 ۱۰۸..... امام یا عالم کو حق بات بیان کرنا چاہئے متولی یا کسی اور کی غلط تاکید ممنوع ہے
 ۱۰۸..... غلط بات کی حمایت کرنے والے امام کو امامت سے علیحدہ کر دیا جائے
 ۱۰۸..... جمعہ کا خطبہ عربی زبان کے علاوہ یا مختلف زبانوں کو تلوٹ کر کے سننا سنت کے خلاف ہے
 ۱۰۸..... حضرت بلال کے جشی ہونے کا سوال؟
 ۱۰۸..... کیا مؤذن رسول اللہ حضرت بلال کو اذان دینے سے روک دیا گیا تھا
 ۱۰۹..... کیا حضرت بلال رضی اللہ عنہ حضور کے اونٹ کی تکمیل تمام کر جنت میں پہلا قدم رکھیں گے
 ۱۰۹..... حضرت بلال کے جنت میں حضور سے آگے آگے چلنے کی حدیث
 ۱۰۹..... حضرت بلال کو ان کے عہدے سے کبھی معزول نہیں کیا گیا
 ۱۰۹..... حضرت بلال کو ان کے عہدے سے کبھی معزول نہیں کیا گیا

- ۱۰۹..... خارج مسجد اذان دینے اور جی علی الصلوٰۃ پر کھڑا ہونا کیا ثبوت ہے؟
 ۱۰۹..... مذکورہ بالا سوالات کے جوابات قرآن وحدیث سے
 ۱۱۰..... اذان خطبہ کے مسجد سے باہر ہونے کا تفصیلی بیان
 ۱۱۳..... کلمات اذان میں کمی اور زیادتی ممنوع ہے
 ۱۱۳..... مولود کے کان میں اذان کہنے کی روایت
 ۱۱۳..... فرش کے بعد مسجد کے دالان میں داخل ہونے کے لئے جو دروازے ہوتے ہیں وہ مسجد میں شامل ہیں
 ۱۱۳..... مسجد کا کوئی حصہ گھیرنا یا اس پر کچھ تعمیر کرنا منع ہے
 ۱۱۶..... اذان کے خارج مسجد ہونے کی روایت حضور ﷺ کے عہد اور خلفاء راشدین کے عہد مبارک میں
 ۱۱۶..... حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک اذان اور امامت کرنے کی روایت
 ۱۱۶..... مسئلہ کا ثبوت روایات ائمہ فقہ سے
 ۱۱۶..... رواج کے موافق عمل کرنے اور ترک کرنے کا بیان
 ۱۱۶..... بدعت کی تعریف (اصول فقہ)
 ۱۱۶..... فساد سے بچنا چاہئے
 ۱۱۷..... مسجد کا فرش عید گاہ میں بچانا منع ہے
 ۱۱۷..... بعد دفن قبر پر اذان دینا ناجائز ہے
 ۱۱۷..... قاسم کی تعظیم ناجائز ہے
 ۱۱۸..... اذان مسجد کے باہر مگر قریب اور اسی سے متعلق محن میں ہونا چاہئے
 ۱۱۸..... جن مساجد کے بانی سنی تھے ان میں سنیوں کو ہی نماز پڑھنا چاہئے
 ۱۱۸..... کسی دوسرے مذہب والے کو دینا ظلم ہے
 ۱۱۸..... فتنہ کی صورت میں عدالتی چارہ جوئی سے اپنا حق حاصل کیا جائے
 ۱۱۸..... اعلام بعد الاعلام یعنی عویب کا شرعی حکم
 ۱۱۸..... قبر پر اذان دینے کا مسئلہ
 ۱۲۵..... حدیث سائب بن یزید اور اقوال فقہاء میں تضاد سے سوال؟
 ۱۲۷..... ظاہری تضاد کا دفع
 ۱۲۸..... جناب شوق نیوی کی تنقید کا دفع
 ۱۲۹..... خارج مسجد اذان دینے کی ایک خاص صورت کا بیان
 ۱۲۹..... اذان ثانی اندرون مسجد ہونے پر ہندوستان کے عام تعامل سے استدلال

- تعال کا جواب..... ۱۳۰
- مسجد کی چھت پر اذان دینے کی وضاحت..... ۱۳۲
- نماز خمسہ اور اذان جمعہ کے علاوہ تمام اذانوں کے ممنوع ہونے پر امام ابن ہمام کی ایک عبارت سے مخالف..... ۱۳۳
- مخالط کا ازالہ..... ۱۳۴
- نماز کے علاوہ مقامات جن پر اذان دینے کا ثبوت شرع سے ہے..... ۱۳۵
- اذان بیرون مسجد کے حکم پر ۲ کتابوں کا حوالہ..... ۱۳۵
- اذان بیرون مسجد کی ایک نئی تاویل..... ۱۳۶
- تاویل کا ازالہ اور مسجد کی حدود کا بیان..... ۱۳۷
- مسجد کے اندر اذان کی نئی جگہ نکالنے کی ایک صورت..... ۱۳۷
- موذن کے خطیب کے سامنے ہونے کی ایک جائز صورت..... ۱۳۸
- چھین والی گھڑی لگا کر نماز پڑھنے سے سوال..... ۱۳۸
- اذان بیرون مسجد سے سوال؟..... ۱۳۹
- ایسی صورت میں نماز مکروہ ہے..... ۱۳۹
- جمعہ کی دوسری اذان کیلئے مسجد کے باہر ہونے کے ساتھ امام کا سامنا ہونا بھی ضروری ہے..... ۱۴۰
- اگر ہاتھ لگائے بغیر کوئی دو ایسا دی تو کوئی حرج نہیں..... ۱۴۰
- فاسق کی اذان دہرائنا چاہئے..... ۱۴۰
- اذان بیرون مسجد ہونا چاہئے..... ۱۴۲
- اذان بیرون مسجد کو مکروہ قرار دینے والے کو اس خیال سے توبہ کرنی چاہئے..... ۱۴۲
- ایذان الاجر میں جو حدیثیں اس کی تائید میں ضرور بر عمل ہیں..... ۱۴۲
- ٹائے قد کے آدمی کے تکبیر نہ کہنے اور صف میں نہ کھڑے ہونے سے سوال؟..... ۱۴۲
- اسی مسئلہ کی مزید غلط توضیح..... ۱۴۲
- سینٹ لگا کر نماز جائز ہے یا ناجائز؟..... ۱۴۳
- تکبیر میں جی علی الصلاح اور قلاح پر دائیں بائیں رخ نہ کرنے سے سوال؟..... ۱۴۳
- جس نے دائیں کا خط بنوایا پھر منڈا دیا اور کسی نے بے خط والی دائیں منڈائی دونوں میں کیا فرق ہے..... ۱۴۳
- دل کی سیاسی دور کرنے کی ترکیب بتائیں..... ۱۴۳
- موذن کا حق ہے کہ وہی تکبیر کہے۔ یا وہ جس کو اجازت دے..... ۱۴۳
- صف میں کھڑے ہونے کے لئے قد کا اعتبار نہیں بالغ ہو تو ضرور درمیان صف میں کھڑا ہو سکتا ہے..... ۱۴۳

- ٹائے آدمی کو صف سے ہٹانا ظلم ہے..... ۱۴۳
- سینٹ لگانے کا حکم..... ۱۴۳
- صلاح و قلاح کے وقت منہ دائیں اور بائیں موڑنا سنت ہے..... ۱۴۳
- دائیں خط والی ہو یا بے خط والی حد شرع سے کم کرنا گناہ ہے..... ۱۴۳
- اذان خطبہ کے دلائل کا سوال؟..... ۱۴۳
- جمعہ کی اذان ثانی کے جواز و عدم جواز سے سوال؟..... ۱۴۳
- اذان اول و ثانی کی تعیین سے سوال؟..... ۱۴۳
- ان دونوں اذانوں میں کون کس کی ایجاد ہے؟..... ۱۴۳
- مسائل شرع میں علمایا عوام، کن کی یا توں پر اعتبار ہوگا..... ۱۴۳
- مستحب فعل کو روکا جائے تو کیا وہ واجب ہو جاتا ہے..... ۱۴۳
- کسی مسئلہ کی صحت و عدم صحت میں کثرت رائے کا اعتبار تو نہیں؟..... ۱۴۳
- دین پر دنیا کو ترجیح دینا کیسا ہے؟..... ۱۴۳
- مردہ سنت زائدہ کرنے والوں کو کتنا ثواب ہوگا..... ۱۴۵
- امام منبر پر بیٹھے تو جواز ان دی جاتی ہے۔ وہ حضور کے زمانہ سے ہے..... ۱۴۵
- اور اس سے پہلے جواز ان دی جاتی ہے وہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے زیادہ فرمائی..... ۱۴۵
- حضرت سائب ابن یزید کی حدیث..... ۱۴۵
- دینی مسئلہ میں رائے کی قلت و کثرت کا کوئی اعتبار نہیں..... ۱۴۵
- خلاف شرع رسم و رواج پر اڑنا حرام..... ۱۴۵
- یہ مسئلہ بھی ہے اور یہ بھی ہے الفتنہ اشد من القتل..... ۱۴۵
- دینی مسئلہ کو دنیوی منافع کے لئے ترک کرنا حرام ہے۔ ہاں کوئی امر مستحب ہو تو اس میں کرنے والے کو اختیار ہوتا ہے..... ۱۴۶
- مردہ سنت کو زائدہ کرنے پر مشہیدوں کا ثواب ہے..... ۱۴۶
- اقامت میں کب کھڑا ہونا چاہئے؟..... ۱۴۶
- صلاح و قلاح پر کھڑے ہونے سے کیا اقامت صف میں خلل پڑتا ہے؟..... ۱۴۶
- ایک مسئلہ پر ایک حدیث سے اعتراض..... ۱۴۶
- تقبیل ابہامین سے سوال؟..... ۱۴۶
- نماز عمر و فجر کے بعد مصافحہ سے سوال؟..... ۱۴۶

- تسویہ مصنف کا حکم..... ۱۴۷
- رسول اللہ ﷺ میں درست کرواتے تھے..... ۱۴۷
- جب لوگوں کی عادت پڑ گئی تو یہ عمل تبدیل ہو گیا..... ۱۴۷
- حی علی الصلوٰۃ تک بیٹھے رہنے کے بعد قیام میں تسویہ مصنف ممکن نہ ہوتا ایک غلط تصور ہے..... ۱۴۷
- ائمہ حدیث نے اپنی مصنفات میں دونوں ہی حدیثیں ساتھ ساتھ نقل کیں..... ۱۴۸
- ابھی تو دونوں باتوں میں کوئی تضاد نظر نہیں آتا..... ۱۴۸
- ابوداؤد کا فرمان کہ نماز کی امامت ہو اور امام نہ آیا ہو تو پیٹھ پر ہاتھ رکھ کر امام کا انتظار کریں..... ۱۴۸
- بخاری شریف کی حدیث اقامت ہو رہی ہو تو تم کھڑے نہ ہو جب تک مجھے آمانہ دیکھ لو..... ۱۴۸
- حضور ﷺ کی حدیث کہ جب ہم مصنفیں برابر کر لیتے تو حضور بکیر تحریر یہ کہتے..... ۱۴۸
- مسائل کے ایک مغالطہ کا بیان..... ۱۴۹
- مسئلہ میں امام ابو حنیفہ اور امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا اختلاف..... ۱۴۹
- تقبیل ابہامین کی حدیث..... ۱۴۹
- نماز عصر و فجر کے بعد مصافحہ کرنے کی روایت..... ۱۵۰
- احتیاط الظہر کا سوال..... ۱۵۱
- تقبیل ابہامین سے سوال؟..... ۱۵۱
- درمیان خطبہ باؤد و شریف پڑھنے کا سوال..... ۱۵۱
- دیہات میں جمعہ کے دن ظہر کی نماز اذان و اقامت کے ساتھ پڑھنا چاہئے..... ۱۵۱
- اذان خطبہ کے جواب اور اس کے بعد دعا امام صاحب کا اختلاف ہے..... ۱۵۱
- غلط اذان دینے والے کی اذان کے بارے میں سوال؟..... ۱۵۲
- اذان غلط ہوئی تو نماز ہوگی یا نہیں؟..... ۱۵۲
- غلط اذان دینے والوں کو روکنا کیسا ہے؟..... ۱۵۲
- غلط اذان کو دہرایا جاسکتا ہے یا نہیں؟..... ۱۵۲
- مسائل کو مسئلہ سے غیر متعلق باتوں پر تنبیہ..... ۱۵۲
- جن لوگوں کی اذان دہرائی جائے ان کی تفصیل..... ۱۵۳
- ایک خاص اذان کا حکم..... ۱۵۳
- غلط اذان لوٹانی چاہئے..... ۱۵۳
- گرام سماج کی زمین پر مسجد بنانے کا سوال؟..... ۱۵۵

- مصلیٰ کی بے حرمتی حرام ہے..... ۱۵۵
- اور لاعلمی میں بھی اس سے پرہیز کرنا چاہئے..... ۱۵۵
- محراب سے ہٹ کر جماعت قائم کرنے کا سوال؟..... ۱۶۰
- مسجد صحنی اور شتائی کا ثواب برابر ہے..... ۱۶۰
- البتہ جماعت وسط مسجد میں قائم کرنی چاہئے۔ دائیں بائیں ہٹ کر قائم کرنا مکروہ ہے..... ۱۶۰
- مسجد کا پچھلا حصہ اگر مسجد چوکور ہو تو اندرونی اور باہری حصہ میں وہی محراب ہوگا..... ۱۶۱
- اور باہری حصہ اور اندرونی حصہ دونوں ایک برابر نہ ہوں تو ہر حصہ کی محراب اس کا وسط ہوگا..... ۱۶۱
- اذان کے بعد بلا ضرورت مسجد سے نکل جانا مکروہ تحریمی ہے..... ۱۶۳
- صحن مسجد کے مسجد ہونے پر اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ کے ایک رسالہ کا حوالہ..... ۱۶۳
- دونوں حصوں میں نماز کا ثواب برابر ہے البتہ صف کی دائیں طرف کھڑا ہونا افضل ہے..... ۱۶۳
- مسجد چوکور ہو اس کے بیچوں بیچ مغرب و مشرق زمین کو ٹھیک دو حصوں میں تقسیم کرو وہی محراب ہے چاہے وہاں محراب نشان ہو یا نہ ہو..... ۱۶۳
- اقامت امام کے پیچھے کھڑے ہو جائے..... ۱۶۳
- مسجد کے نیچے خانہ میں نماز پڑھنے کا سوال؟..... ۱۶۵
- سب سے نچلا حصہ اصل مسجد ہے جماعت وہیں قائم کی جائے..... ۱۶۵
- مصلیٰ نیچے نہ سانسکیں تو چھت پر جائیں..... ۱۶۵
- نماز پڑھنے کی جگہ سامان رکھ کر گھیرنا منع ہے..... ۱۶۵
- امام مسجد کے اندرون درجہ میں ہو اور مقتدی بیرون درجہ میں اقتداء صحیح ہوئی کہ نہیں..... ۱۷۲
- ایک بہن سے باپ اور دوسری بہن سے اس کا بیٹا نکاح کر سکتا ہے یا نہیں؟..... ۱۷۲
- چھوٹی مسجد میں اقتداء جائز ہے۔ مگر خلاف سنت..... ۱۷۲
- مسجد تعمیر کرنے والے کا نام مسجد پر کندہ کرانا..... ۱۷۳
- مسجد کر دینے سے قبل نیچے خانہ یا دوکان وغیرہ بنائی تو وہ مسجد میں شامل کی جاسکتی ہے..... ۱۷۳
- کون سی مسجد مسجد ضرار ہے..... ۱۷۴
- جب ایک مسجد دوسری مسجد کو نقصان پہونچانے کیلئے بنائی جائے تو وہ مسجد ضرار کے حکم میں ہے..... ۱۷۴
- مقرر کو تقریر کے وقت ریاخ خارج کرنا کیسا ہے؟..... ۱۷۶
- مسجد کی توسیع ضروری ہو تو جبراً بھی اس کی واجبی قیمت دیکر مسجد بنائی جاسکتی ہے..... ۱۷۷
- اگر بلا ضرورت جبراً زمین لی گئی تو جبر و ظلم ہوگا۔ اور وہ حصہ غصب ہوگا اور وہاں نماز مکروہ ہوگی..... ۱۷۷

- مسجد میں ریح خارج کرنا آداب مسجد کے خلاف اور بلا عذر ہوتو قباحت و بے شری ہے۔ ۱۷۷
- جدید تعمیر میں مصالح مسجد کے موافق ترمیم کا متولی کو اختیار ہے۔ ۱۷۸
- وقف کی آمدنی سے وقف ایسی ہی تعمیر کی جاسکتی ہے۔ جس سے وقف اسی حالت پر باقی رہے۔ جس پر وقف کیا گیا تھا۔ اس میں اضافہ ضروری نہیں۔ ۱۷۸
- آجکل اجازت میں مکمل مدت کا ذکر نہیں ہوتا۔ ۱۷۸
- دوکانداری میں فرق نہ پڑے تو دو ڈھائی فٹ کی کمی سے اجیر کو کوئی فرق نہ پڑے گا۔ اور اجارہ تو آنے کا حق بھی نہ ہوگا۔ ۱۷۹
- مسجد میں آنے سے کسی کو روکنے کا سوال؟ ۱۷۹
- ذاتی رنجش پر کسی کو مسجد سے نکالنا صریح ظلم ہے۔ ۱۷۹
- ظالم کو اپنی اس حرکت سے توبہ کرنی چاہئے اور مظلوم سے معافی مانگنی چاہئے۔ ۱۸۰
- ناجائز رقم مسجد میں صرف کرنا جائز نہیں ایسی رقم مسجد میں لگانا گناہ ہوا لیکن سامان اگر اسی روپیہ کو دکھا کر عقد کیا ہو کہ اس روپیہ کے بدلے یہ سامان دو اور سامان لیکروں یہ روپیہ ادا کیا گیا تو اس سامان کو مسجد میں لگانا بھی ناجائز تھا۔ ۱۸۱
- اور عقد و نقد دونوں اسی رقم پر نہ ہوا ہو تو سامان مسجد میں لگ سکتا ہے۔ ۱۸۲
- ولی اقرب کی اجازت کے بغیر جو نکاح ہوا موقوف ہوا اور والد نے انکار کر دیا تو نکاح ٹوٹ گیا۔ ۱۸۳
- مسجد کا مصلی عید گاہ میں لے جانا منع ہے۔ ۱۸۳
- پرانا سامان جو مسجد کی تعمیر میں لگنے کے لائق نہ ہو بیچا جاسکتا ہے۔ ۱۸۴
- روپیہ مسجد کی تعمیر میں صرف کرنا چاہئے۔ ۱۸۴
- خاص مسجد میں غیر مسلموں کا پیسہ نہیں لگ سکتا۔ ۱۸۴
- مسجد کی نئی تعمیر و منزلہ نیچے مسجد اور اوپر مدرسہ بنانا جائز نہیں۔ ۱۸۵
- نجس جو تا مسجد میں لے جانا ناجائز ہے۔ ۱۸۵
- جوتہ میں نجاست لگی ہو تو وہ رگڑ کر بھی پاک ہو سکتی ہے۔ ۱۸۵
- مٹی کے قیل میں بدبو کی وجہ سے مسجد میں اس کو جلانا منع ہے۔ ۱۸۸
- اس روشنی میں قرآن پڑھنے میں حرج نہیں۔ ۱۸۸
- حجر اسود کا جنتی پتھر ہونا حدیث سے ثابت۔ تاریخ میں یہ تحریر ہے کہ اس کو حضرت آدم علیہ السلام اپنے ساتھ لائے۔ ۱۸۸
- وضو کا غسل مسجد میں چپکے تو رومال نہ ہوتو تہینہ کو ہی کام میں لاسکتے ہیں۔ ۱۸۸

- امام کے مختلف عیوب سے سوال۔ ۱۸۸
- تقصیر ترک جماعت، فسق، منوعات شرعیہ کو جائز قرار دینا قریب کفر۔ ۱۸۹
- ایسے آدمی کے پیچھے نماز پڑھنا منع اور اس کو امامت سے علیحدہ کرنا واجب۔ ۱۸۹
- مجبوری کی صورت میں ایسے امام سے الگ جماعت کرنا جائز ہے۔ ۱۹۰
- امام کا صف کے وسط میں کھڑا ہونا سنت ہے۔ ۱۹۰
- اپنے کو مسجد میں سوال حرام و بی مقصد یا ضرورت مند کیلئے سوال کرنا جائز۔ ۱۹۰
- اجنبی عورت سے بے پردہ ملنا فسق ہے۔ ۱۹۰
- مصلی کے آگے سے گزرنا گناہ ہے۔ ۱۹۱
- مصلی سترہ نہیں ہو سکتا۔ ۱۹۱
- مسجد کبیر اور صغیر کا فرق۔ ۱۹۱
- وہابی کا چندہ مسجد میں نہ لگایا جائے۔ ۱۹۲
- وہابی دینے کا شرعی حکم۔ ۱۹۳
- کسی دینی مسئلہ میں فاروق اعظم پر تنقید کرنے والے کا کیا حکم ہے؟ ۱۹۳
- دینی مدرسہ میں لڑکوں اور لڑکیوں کا باری باری سے تعلیم حاصل کرنا کیسا ہے؟ ۱۹۳
- ایسا شخص بے ادب اور گستاخ ہے۔ ۱۹۳
- زمانہ کے بدلنے سے احکام میں بھی تغیر ہوتا ہے۔ ۱۹۳
- چند ایسے مسئلوں کی مثال جن میں زمانہ کے بدلنے سے حکم بدلا۔ ۱۹۳
- اصحاب رسول کی پیروی کا حکم۔ ۱۹۳
- خلفاء راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی پیروی کا حکم۔ ۱۹۳
- خاص ابو بکر اور عمر رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی پیروی کا حکم۔ ۱۹۵
- سنتوں کے بجائے گھر میں پڑھنے کا حکم۔ ۱۹۵
- غیر مقلد کے علم پر معارضہ۔ ۱۹۵
- بنو اہل کی مسجد میں رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو مسجد میں سنت پڑھنے سے روکا۔ ۱۹۶
- خاص عورتوں کے مسجد میں نماز کیلئے جانے سے بہتر گھر میں نماز پڑھنا ہے۔ ۱۹۶
- منصوص احکام کا حکم بدلنے کا شرعی اصول۔ ۱۹۷
- فعل عمر کی تائید قول ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے۔ ۱۹۸
- فتاویٰ رضویہ سے ثبوت۔ ۱۹۹

- الکثرک کی روشنی ہوتے ہوئے مسجد میں چراغ جلانا کیسا ہے؟ ۱۹۹.....
 مسجد کی زینت و احترام کی خاطر اپنے مال سے روشنی کرنے میں حرج نہیں ۲۰۰.....
 عالم کا کام حکم بتادینا ہے ۲۰۰.....
 فرش پر جہاں نماز پڑھی جاتی ہو، تل گاڑنا اور نہانا دھونا حرام ہے ۲۰۱.....
 اور جہاں سائبان و فرش کے علاوہ فاضل حصہ ہو تو وہاں تل غسل خانہ و وضو خانہ سب بنایا جاسکتا ہے ۲۰۱.....
 مسجد کو آلائش سے بچانا ضروری ہے۔ مسئلہ شرعی کے خلاف زبردستی کرنے والے کا بانگ لٹ کیا جاسکتا ہے ۲۰۱.....
 مسجد میں غیر مسلم کے چندہ سے سوال ۲۰۲.....
 خاص مسجد میں غیر مسلموں کا پیسہ نہ لگایا جائے ۲۰۲.....
 یہ خاص مسلمانوں کی ذمہ داری ہے ۲۰۲.....
 اور اس کی آمدنی کیلئے دوکان وغیرہ کیلئے ایسے چندوں سے بچا جائے۔ لیکن ایسی رقم لگ جائے تو اس کی آمدنی مؤذن اور امام کی تنخواہ میں صرف ہو سکتی ہے ۲۰۲.....
 کسی ایک مقصد شرعی کیلئے وقف کی زمین میں دوسری چیز کی تعمیر ناجائز ہے ۲۰۵.....
 عید گاہ میں مسجد جمعہ پڑھی جاسکتی ہے ۲۰۵.....
 تین آرائشی کو باری باری سے مسجد بنانے کا سوال؟ ۲۰۶.....
 وہ تینوں جگہ مسجد ہو گئی۔ اور سب کی آبادی بشرط استقامت مسلمانوں پر واجب ہے ۲۰۷.....
 بلیک کی سمٹ وغیرہ سے مسجد کی تعمیر ناجائز ہے ۲۰۷.....
 غصب کی چیز مسجد میں لگانا ناجائز نہیں ۲۰۷.....
 مسجد پر کوئی دوسری عمارت اور اس کی آمدنی سے سوال؟ ۲۰۸.....
 ایک مسجد کی آمدنی دوسری مسجد میں صرف کرنا کیسا ہے؟ ۲۰۸.....
 حرم قربانی کا مصرف کیا ہے؟ ۲۰۸.....
 زیادہ چھوٹے بچوں کو مسجد میں لانا منع ہے اور جتنے بڑے بچوں کو مسجد میں آنے کی اجازت ہے۔ ان کو بھی مردوں کی صف سے پیچھے بیٹھنے کا حکم ہے ۲۳۰.....

اقامت کا بیان

- اقامت بیٹھ کر سننا چاہیے کھڑے ہو کر سننا مکروہ ہے ۲۳۰.....
 اذان و اقامت کے بیچ میں دوبارہ اعلان تھوہیب ہے ۲۳۰.....
 یہ صلاۃ و سلام کے الفاظ سے بھی ہو سکتی ہے ۲۳۱.....
 ابتداء اقامت سے صف میں کھڑے رہنے کی ایک روایت ۲۳۱.....

- حی علی الفلاح پر قیام پرستی اور دیوبندی نزاع کی صورت حال کا بیان ۲۳۲.....
 وقت اقامت کھڑے ہونے میں مذاہب ائمہ کا بیان ۲۳۲.....
 مولوی غلیل احمد نے بھی مذاہب احناف کی تائید کی ۲۳۲.....
 عمل صحابہ اور قول رسول میں تضاد ہو تو عمل قول رسول پر ہے ۲۳۶.....
 مسئلہ پرفتنہ حنفی کی کتابوں کی تصریح ۲۳۶.....
 مذاہب احناف میں وقت اقامت کھڑے ہونے کی صورتیں ۲۳۷.....
 کھڑے ہو کر نماز کا انتظار مکروہ ۲۳۷.....
 تلاوت قرآن کریم کیلئے صحیح مجاز سے سوال؟ ۲۳۷.....
 قرآن کریم کو صحیح مجاز سے نہ پڑھنے والا امی ہے نہ اسکے پیچھے قاری کی نماز ہو۔ نہ قاری کی موجودگی میں خود اس کی نماز ہو ۲۳۸.....
 مالی جرمانہ ناجائز ہے۔ اور صحیح مسئلہ بتانے والوں کا پاپاکٹ ظلم گناہ ہے ۲۳۸.....
 ضاد کو قصد اخاء یا داول پڑھنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے ۲۳۹.....
 کسی آیت کو بعد والی آیت سے ملا کر پڑھنے سے معنی فاسد ہوں تو ملانا نہ چاہئے وقف کرنا چاہئے ۲۳۹.....
 صورت مسئلہ میں اعطینک کے کاف کو الکثر کے لام سے ملا کر پڑھنا ناجائز ہے ۲۳۹.....
 ضاد کی جگہ ظاء پڑھنے والے عقیدہ دیوبندی اور عملاً قاتحہ ایصال ثواب کرنے والے کی امامت کا سوال؟ ۲۳۹.....
 عورت کو معلق رکھ چھوڑنے والے سے چھٹکارے کی صورت سے سوال ۲۴۰.....
 قصد اخاء کو ظاء پڑھنے والے کی نماز باطل اور اس کی امامت ناجائز ہے ۲۴۰.....
 عقیدہ خراب ہو تو صحیح عمل کرنے سے کوئی شخص سنی نہیں ہو سکتا ۲۴۰.....
 شوہر سے چھٹکارے کی صورت ظلع یا طلاق ہے ۲۴۰.....
 قرأت میں ایسی غلطی ہوتا جس سے معنی فاسد ہو تو نماز باطل ہوتی ہے ۲۴۰.....
 غیبت، چٹلی مسلمانوں میں فساد ڈالنے والا فاسق ہے ایسے کو امام ٹھہرانا منع ہے ۲۴۰.....
 امامت کی ترجیحی خصوصیات سے سوال؟ ۲۴۲.....
 سب سے مقدم عالم پھر قاری۔ پھر متقی و پرہیزگار ۲۴۲.....
 غلط خوان جس سے معنی غلط ہوں قابل امامت نہیں ۲۴۲.....
 تارک جماعت فاسق اور معلن ہو تو اس کی امامت ممنوع ۲۴۲.....
 داڑھی کی مسنون مقدار قبضہ ہے ۲۴۲.....
 آیات قرآنیہ کو غیر ترتیب پڑھنے سے سوال؟ ۲۴۳.....

- قرأت میں آیات کی ترتیب کا لحاظ واجب ہے..... ۲۳۳
- قرآن میں قصد اضا کو دال پڑھنا مفید صلاۃ ہے..... ۲۳۳
- نماز میں کن کن رکعتوں میں قرأت ضروری ہے..... ۳۳۳
- جمعہ عید بقرعید و پنج وقتہ نماز میں گمراہوں کی اقتدا کیسی ہے..... ۳۳۳
- مرنے کے بعد مردوں کی روح گھر آتی ہے یا نہیں؟..... ۳۳۳
- فرض نماز کی دو رکعت میں قرأت فرض ہے ایک رکعت میں بھی قرأت چھوڑ دی تو نماز باطل..... ۳۳۳
- اگر سہوا پہلی دو رکعتوں میں سے کسی میں قرأت نہ کی تو تیسری میں کرنا چاہئے تھا..... ۳۳۳
- اور جبکہ سہو بھی واجب تھا..... ۲۳۵
- آس پاس میں مبنی امام ہوں تو وہاں چلے جائیں ورنہ اپنی نماز اکیلے پڑھیں..... ۲۳۵
- سیر ارواح کے قائل کی تجہیل..... ۲۳۵
- سیر ارواح کی روایتیں..... ۲۳۵
- منفرد کا جہری نماز میں قرأت بالجہر کا سوال؟..... ۲۳۶
- انکار قیام میلاد..... ۲۳۶
- جہری نماز میں جہر افضل ہے..... ۲۳۶
- دوران قرأت ثناء پڑھنے کا سوال؟..... ۲۳۷
- امام نماز میں قرأت شروع کر دے تو ثناء پڑھنا مقوف ہے..... ۲۳۸
- گھڑی و حات کی غی ہوئی ہے اس لئے ضرور اس کا پہننا جائز..... ۲۳۸
- ضاد مشابہ پڑھنے کا سوال؟..... ۲۳۸
- قصد اضا کو خطا پڑھنا نماز کو باطل کرتا ہے۔ اور معذور ہو تو جائز ہے..... ۲۳۹
- دیوبندیوں کی اقتداء جائز نہیں..... ۲۳۹
- وقت اختیاری و اضطراری کا بیان۔ اور قواعد نحو کے غلط اجراء کی تصحیح..... ۲۳۹
- قرأت میں قرآن عظیم کی ترتیب کا لحاظ ضروری ہے..... ۲۵۰

مسئلہ آئین پر تفصیلی بحث (۲۵۱)

رکوع کا بیان

رکوع میں الصاق کعبین کی تحقیق اور مسائل کی غلط فہمی کا ازالہ..... ۲۹۱

جدہ کا بیان

- جدہ میں ہجری کی ایک انگلی کا زمین پر جتنا فرض ہے..... ۲۹۳
- جدہ میں اصل مقصود انگلی کا پیٹ زمین پر لگنا ہے..... ۲۹۳
- جدہ سے اٹھتے ہوئے قدم کا آگے پیچھے کرنا مکروہ تنزیہی ہے..... ۲۹۵
- جدہ میں کم از کم تین انگلیوں کا پیٹ لگنا واجب ہے..... ۲۹۵
- اگر تین تصحیح کی مقدار تک انگلی اٹھتی لگتی تو نماز قابل اعادہ..... ۲۹۵
- حالت جدہ میں انگلیاں ادھر ادھر کرنا خلاف اولیٰ ہے..... ۲۹۶
- ترک جماعت کیلئے عذر شرعی ضروری ہے اور من نہ بھرتا شرعاً عذر نہیں..... ۲۹۶
- وہ ایک رکعت ہے یا تین؟..... ۲۹۶
- نسائی کی روایت، حضور ﷺ و ترکی تین رکعت ایک سلام سے پڑھتے تھے..... ۲۹۷
- تین رکعات و ترکی حدیث بخاری سے تصدیق..... ۲۹۷
- مسلمان عام طور پر تین رکعت و تر پڑھتے تھے..... ۲۹۸
- امام حسن بصری تین رکعت و تر پر مسلمانوں کا اجماع بیان کرتے ہیں..... ۲۹۸
- مسلمان لڑکیوں کے ساتھ نہا کرنے والے کا بایکاٹ کریں..... ۲۹۸
- و تر بھولنے والے کو حالت قیام کی طرف لوٹنا نہیں چاہئے۔ نہ عود ہرانی چاہئے..... ۲۹۸
- ایسا کرنا اساعت ہے مگر نماز ہو گئی..... ۲۹۹
- کسی معظم دینی کے انتظار میں تاخیر جماعت جائز ہے..... ۳۰۰
- کسی کیلئے جماعت کی تاخیر کا ثبوت بخاری سے..... ۳۰۰
- خطیب کے علاوہ کسی اور کا نماز پڑھنا خلاف اولیٰ ہے..... ۳۰۰
- سٹیوں کی مسجد پر غیر مقلدین کا قبضہ ہو گیا تو سنی اپنی جماعت علیحدہ قائم کر سکتے ہیں..... ۳۰۰
- اس کو مسجد ضرار کہنا زیادتی ہے..... ۳۰۱
- جماعت کا سوال؟..... ۳۰۱
- مسجد کی حاضری ضروری نہیں..... ۳۰۲
- بلا عذر ترک جماعت گناہ ہے۔ اور اور کئی روز ترک کرنا گناہ ہے..... ۳۰۲
- ایسی بیماری ترک جماعت کے لئے عذر ہے جس سے مسجد کی حاضری میں سخت مشقت ہو..... ۳۰۲
- قاسم کو امام بنانا گناہ ہے..... ۳۰۲
- عالم ہو یا جاہل بے عذر ترک جماعت گناہ ہے..... ۳۰۳

- تارک جماعت کی امامت سے سوال؟ ۳۰۴
- ذہول باجے کے ساتھ عید گاہ جانے والے امام کی اقتداء کا مسئلہ؟ ۳۰۴
- بلا عذر ترک جماعت فسق ہے ۳۰۴
- گھوڑے یا اور سواری پر بیٹھ کر عید گاہ جانا جائز ہے ۳۰۴
- ذہول تا شام بجانا حرام ۳۰۴
- صبح اور شرعی جماعت ہو رہی ہو تو الگ نماز پڑھنا سخت گناہ ہے ۳۰۵
- مسجد میں آدمی تنہا نماز پڑھ رہا تھا کہ جماعت شروع ہو گئی تو نیت توڑ کر جماعت میں شامل ہو جائے ۳۰۵
- ایک بچہ ہو تو اس کو مردوں کی صف میں ہی کھڑا کیا جائے ۳۰۵
- ایک عید گاہ میں متعدد بار نماز عید پڑھنے کا سوال؟ ۳۰۶
- ایک عید گاہ میں متعدد جماعتوں کے بارے میں اعلیٰ حضرت کی تحقیق ۳۰۶
- عید گاہ کی نماز کے امام کے تقرر کی شرعی صورتیں ۳۰۷
- مقرر امام کے علاوہ کسی دوسرے نے امامت کی تو عید کی نماز ہو گئی ۳۰۷
- محراب سے ادھر ادھر کھسک کر جماعت قائم کرنے کا مسئلہ صحیح وقتی نماز کیلئے ہے ۳۰۷
- نیز یہ مسئلہ مسجد محکمہ کیلئے ہے جس کا امام مقرر ہو کہ وہ جماعت کر لے تو اسی جگہ دوسری جماعت مکروہ ہے ۳۰۷
- در مختار سے مسئلہ کا حوالہ ۳۰۷

امامت کا بیان

- معدور کی امامت کی مختلف صورتوں کے احکام ۳۰۸
- آج کل کی مختلف گمراہ جماعتوں کے افراد کی امامت سے سوال؟ ۳۰۸
- سنی بننے والے دیوبندی کی امامت کا مسئلہ ۳۰۸
- فجر کی نماز کے قائم تک سونے والے کے کان میں شیطان کے پیشاب کرنے والی روایت کی نفی ۳۰۸
- گمراہوں کو امام بنانا ناجائز ہے ۳۰۹
- شرعی مجبوری کی حد کا بیان ۳۰۹
- سنی ہو کر دیوبندیوں کی تائید کرنے والے کی امامت مکروہ ہے تحریمی ہے ۳۱۰
- جماعت گھر میں بھی ہو جاتی ہے لیکن بلا عذر مسجد میں نہ جانا یا جماعت ترک کرنا منع ہے ۳۱۰
- ترک مسجد و جماعت کے اعذار ۳۱۰
- شیطان کے کان میں پیشاب کرنے والی حدیث کا بیان ۳۱۰
- دیوبندیوں کو نمبر پر کھڑا کرنا اور ان کا وعظ مننا منع ہے ۳۱۰

- سود والا پیسہ مسجد میں لگانا حرام ہے ۳۱۰
- ایسی ملازمت جائز نہیں کہ جس میں حرام کام کرنا پڑے۔ (اجارہ) ۳۱۱
- دہابیہ کی امامت سے سوال؟ ۳۱۱
- نسیبندی کرانے والے امام کی امامت سے سوال؟ ۳۱۲
- قیام و سلام و ایصال ثواب کے مسائل سے انکار و دہابیہ کا شعار ہے جن کے پیچھے کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ نماز مکروہ تحریمی ہوتی ہے ۳۱۲
- نسیبندی کرنا حرام ہے جو اس گناہ سے صدق دل سے توبہ کر لے تو اس کی امامت صحیح ہے اگر کوئی دوسری خرابی نہ ہو ۳۱۲
- توبہ کرنے والا گناہ سے پاک ہو جاتا ہے ۳۱۲
- امامت کا حقدار واداء کے بعد اس کا پوتا ہے یا کون ہے؟ ۳۱۲
- امامت میں وراثت نہیں جاری ہوتی ۳۱۳
- امام صاحب کا پوتا امامت کا اہل ہو تو مسلمانوں کو بھی اس کی امامت تسلیم کرنی چاہئے۔ ورنہ نہیں ۳۱۳
- غیر مسلم نقلی عمل کرنے والوں کے ساتھ جھاڑ پھونک کرنے والے میاں جی اور سود خوار کی دعوت کھانے والے کی امامت سے سوال؟ ۳۱۳
- غیر مسلم سود کھاؤں سے اتحاد عمل کرنے والا قطعاً فاسق معطن ہے جس کی امامت ناجائز ہے ۳۱۴
- ایسے شخص کے پیچھے نماز جنازہ بھی منع ہے ۳۱۴
- بالغ اجنبی لڑکوں کے ساتھ دن بھر جنگل میں گھومنے والی عورت پر زنا ثابت ہوا یا نہیں۔ اور اس کا شوہر سے رشتہ ٹوٹ گیا یا نہیں اس صورت میں عورت کے شوہر کی امامت جائز ہے یا نہیں؟ ۳۱۴
- صورت مسئلہ میں زنا کا ثبوت نہیں ۳۱۴
- عورت کا نکاح تو زنا کے ثبوت کی صورت میں بھی نہیں ٹوٹتا ۳۱۵
- البتہ عورت کا اجنبی کے ساتھ آوارہ گھومنا حرام ہے ۳۱۵
- شوہر پر لازم ہے کہ اس کو اس حرکت سے روکے اگر وہ اپنی عورت کو سختی سے نہ روکے یا اس کی اس حرکت سے راضی ہو تو وہ بھی فاسق و مجرم ہے ۳۱۵
- امام صاحب کو بھی روکنا اور منع کرنا ضروری ہے۔ اور وہ بھی اس سے راضی ہوں تو ان کو امامت سے روک دیا جائے ۳۱۵
- عامہ مسلمین کو ہدایت ۳۱۵
- داڑھی کٹانے والے اور سیاہ خضاب لگانے والے کی امامت سے سوال؟ ۳۱۵

- ۳۱۵..... غلط الزام لگانے والے کی امامت سے سوال؟
- ۳۱۵..... امامت کی شرائط سے سوال؟
- ۳۱۵..... سود خوار کی امامت سے سوال؟
- ۳۱۶..... سیاہ خضاب حرام اور داڑھی حد شرع سے کم رکھنا حرام
- ۳۱۶..... امور بالا کا مرتکب قاسق معطن اور اس کو امامت سے علیحدہ کرنا ضروری
- ۳۱۶..... ایک مبہم سوال کی تفتیح
- ۳۱۶..... صحت امامت کی چھ شرطیں ہیں۔ تفصیل مطولات میں ہے
- ۳۱۶..... سود لینا حرام سود خور کی امامت مکروہ تحریمی
- ۳۱۶..... بے پردہ عورت کا شوہر اس کی بے پردگی سے راضی اس کو نہیں روکتا تو اس کی امامت ممنوع
- ۳۱۶..... مسلمان کی قسم کا اعتبار کرنا چاہئے
- ۳۱۶..... دیوبندی کی امامت کا حکم
- ۳۱۶..... امامت کیلئے اسلام شرط ہے
- ۳۱۶..... دیوبندیوں پر عرب و عجم کے علماء نے کفر کا فتویٰ دیا
- ۳۱۸..... جس نے ایسویں کی امامت جائز ہونے کا فتویٰ دیا نہ عالم ہے نہ صوفی
- ۳۱۸..... مسافر کی امامت کا سوال؟
- ۳۱۸..... مسافر کی امامت جائز ہے
- ۳۱۸..... بدعتیہ کو امام بنانا گناہ ہے
- ۳۱۹..... دیوبندیوں کے پیچھے انہیں مسلمان سمجھ کر نماز پڑھنا کفر ہے
- ۳۱۹..... بھگوڑی عورت کے شوہر کی امامت سے سوال؟
- ۳۱۹..... زید عورت کے اس فعل سے راضی نہ ہو تو اس کی امامت میں کوئی خلل نہیں۔ اور زید پر اس کو طلاق دینا بھی واجب نہیں
- ۳۱۹..... دھوکہ سے کسی دوسرے کی جائداد پر قبضہ کرنے والے کی امامت سے سوال؟
- ۳۲۰..... قاسق کو امامت سے ہٹانا واجب ہے
- ۳۲۰..... محرم منانے کو حرام کہنے والے کی امامت سے سوال؟
- ۳۲۰..... نس بندی کرانے والے کی امامت سے سوال؟
- ۳۲۰..... مردیہ تعزیر داری ضرور حرام ہے اگر امام اس کو منع کیا تو صحیح کہا اور اس کی امامت میں اس سے کچھ حرج نہ واقع ہوا

- ۳۲۰..... نس بندی کرانے والا تو بہ کر لے تو اس کی امامت جائز ہے
- ۳۲۱..... آدم علیہ السلام کو گناہ گار کہنے والے کی امامت سے سوال؟
- ۳۲۱..... جس کو قرآن یا دینیں اور وہ جھوٹ بول کر امامت کرتا ہے اس کی امامت سے سوال؟
- ۳۲۱..... آدم علیہ السلام کی لغزش کو گناہ کہنے والا قاسق معطن ہے اس کی امامت منع ہے
- ۳۲۱..... تراویح کی امامت صحیح خواص حافظ کو کرنا چاہئے۔ غلط خواص کی اقتداء جائز نہیں
- ۳۲۲..... لاؤڈ اسپیکر پر بیچ وقت نماز کا سوال؟
- ۳۲۲..... لاؤڈ اسپیکر کی ایجاد کی تاریخ اور مسئلہ کے اختلافی ہونے کی تصریح۔ حضور حافظ ملت کا احتیاطی حکم
- ۳۲۲..... عدم ادائیگی نفقہ وجہ کی صورت شوہر امامت کا اہل ہے یا نہیں؟
- ۳۲۲..... ادائیگی نفقہ واجب ہے کہ عورت شوہر کے پاس رہے اس سے علیحدہ رہنے لگی تو نفقہ واجب نہیں
- ۳۲۲..... مسئلہ کی تفصیل
- ۳۲۲..... تارک نماز غیر محرم عورتوں سے خلاصہ کلام کرنے والے کی امامت سے سوال؟
- ۳۲۲..... ترک نماز گناہ کبیرہ ہے یونہی یا محرموں سے خلاصہ ملا بھی ایسے شخص کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے
- ۳۲۲..... غلطی سے لاؤڈ اسپیکر دوران نماز میں چالو رہنے کا سوال؟
- ۳۲۵..... لاؤڈ اسپیکر پر اقتداء صحیح ہونے نہ ہونے کا مسئلہ
- ۳۲۵..... علماء میں اختلاف ہے
- ۳۲۵..... مکمرین لاؤڈ اسپیکر دونوں کے استعمال کی صورت میں جن کی اقتداء امام کی آواز یا مکمرین کی آواز پر ہوئی نماز انکی نماز بالاتفاق صحیح ہوئی
- ۳۲۵..... اذان خطبہ وعظ تقریر لاؤڈ اسپیکر سے کرنا سب کے نزدیک جائز ہے
- ۳۲۵..... شافعی امام جس کی داڑھی ایک مشت سے کم ہو یا گھڑی دھات کی حالت نماز میں تو اس کی اقتداء سے سوال؟
- ۳۲۵..... خطبہ ثانی میں ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کا حکم؟
- ۳۲۵..... اذان ثانی اندرون مسجد جائز ہے یا نہیں؟
- ۳۲۵..... آلہ کے ذریعہ مادہ منویہ لاجبیہ رحم میں داخل کرنے کا سوال؟
- ۳۲۶..... غیر حنفی امام اگر ایسے مسائل میں حنفیوں کی رعایت کرتا جن کی رعایت حنفیوں کے نزدیک ضروری ہے۔ ایسے امام کی اقتداء جائز نہیں
- ۳۲۶..... مسئلہ مسئلہ کا تفصیلی بیان
- ۳۲۶..... یہ مسئلہ حنفیوں اور شافعیوں کے یہاں یکساں ہے

- جس امام کے بارے میں قوی علم ہو کہ یہ مخالف مذہب کی رعایت نہیں کرتا اس کی اقتداء مکروہ تحریمی ہے۔ ۳۲۷
- جس صورت میں مخالف فی الفرع اقتداء صحیح ہو اس میں بھی ایسے امر میں مخالف کی اتباع ضروری نہیں جو مقتدی کے مذہب کے خلاف ہو۔ ۳۲۷
- انتقال نطفہ اجنبی الی رحم العروۃ حرام۔ ۳۲۷
- امام کمپنی سے رخصت لیکر گھر گیا وہ اپنا قائم مقام دینا چاہتا تھا لیکن مقتدیوں نے اس کو منع کر دیا۔ ایسے امام کو امامت سے علیحدہ کرنے کا سوال؟ ۳۲۸
- امام کو بلا قصور امامت سے علیحدہ کرنا جائز نہیں۔ ۳۲۸
- جہاں امام و مقتدی سب فاسق ہوں وہاں قیام جماعت کی صورت سے سوال؟ ۳۲۸
- ایسی صورت میں تنہا تنہا نماز پڑھنے کا حکم ہے۔ ۳۲۹
- دیوبندیوں سے اخلاط رکھنے، شیخ وقتہ نمازوں کے تارک، ٹی وی دیکھنے اور تاش کھیلنے، اور سینما دیکھنے والے اور عورت بے پردہ گھومنے والی کے شوہر کی امامت کا سوال؟ ۳۲۹
- مذکور فی السؤال امور شیعہ کے مرتکب کو امام بنانا گناہ۔ ۳۳۰
- بشرط استطاعت اس کو امامت سے علیحدہ کرنا واجب۔ اور جتنی نمازیں اس کے پیچھے پڑھیں اس اعادہ ضروری۔ ۳۳۰
- سائل کو ایک نصیحت۔ ۳۳۰
- لاؤڈ اسپیکر پر نماز کے سلسلہ میں فتنہ و فساد سے پرہیز کی تلقین۔ ۳۳۰
- قرأت میں اصطلاحات قرأ کی رعایت نہ کرنے والے امام کی امامت سے سوال؟ ۳۳۱
- زیر، زیر تونین، یعنی اعرابی غلطی اگر ایسی ہو کہ اس سے معنی قرآن میں فساد پیدا ہو تو ایسے کی امامت ناجائز ہے۔ ۳۳۱
- حروف کلمات میں غلطی ہو تو اس کا بھی وہی حکم ہے۔ ۳۳۱
- مخارج حروف میں صحت و فساد کا بھی وہی حکم ہے۔ ۳۳۱
- اگر امام قرأت میں ایسی غلطی نہیں کرتا جس سے معنی میں فساد ہو صرف محسنات زائدہ کی رعایت نہیں کرتا تو امامت جائز ہے۔ ۳۳۱
- وضوء و طہارت میں بھی امور ضروریہ اور مستحبہ کی تفصیل ہے۔ ۳۳۲
- صحت امامت کیلئے سند یافتہ عالم و قاری ہونا ضروری نہیں۔ ۳۳۲
- مسائل ضروریہ جانتا ہو اور ان پر عامل ہو، امامت جائز۔ ۳۳۲
- ہاں جب امام کے تقرر کا مسئلہ درپیش ہو تو اوصاف مستحبہ اور مستحبہ کی رعایت کی جاسکتی ہے۔ ۳۳۲

- گمانے بجانے والی عورتوں کے شوہروں کی امامت سے سوال؟ ۳۳۳
- اگر امام اپنی عورتوں کو اسے کرنے سے راضی ہو انہیں منع نہ کرتا ہو تو اسکی امامت مکروہ تحریمی۔ ۳۳۳
- بضرورت امامت سے غیر حاضر رہنے والے کی امامت سے سوال؟ ۳۳۳
- جس کا تلفظ غلط ہو اس کی امامت سے سوال؟ ۳۳۳
- امام مسجد غیر مسطح ہو اور امام فی سبیل اللہ امامت کرتا ہے۔ مگر مدرسہ کے چندہ کی ضرورت سے غیر حاضر رہتا اس کی امامت سے سوال؟ ۳۳۳
- مسجد میں شور شرابہ سے سوال؟ ۳۳۳
- بضرورت غیر حاضری سے امامت پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔ ۳۳۳
- ایسے غلط خواں امام کی امامت جائز نہیں جس کی غلطی سے قرآن کے معنی بگڑ جاتے ہوں فی سبیل اللہ امامت کرنے والے پر غیر حاضری کا اعتراض غلط ہے۔ ۳۳۳
- مسجد میں دنیاوی بات کرنا اور جس سے دوسرے نمازیوں کی نماز میں خلل پڑے سخت منع ہے۔ ۳۳۳
- قیام جماعت کے متعین وقت پر بیچ میں کھڑے ہو کر سنت پڑھنا۔ ۳۳۵
- اجنبی عورت سے خلاہ ملار کھنے کا سوال؟ ۳۳۵
- ایسا شخص فاسق معطن اور اسکی امامت مکروہ تحریمی۔ ۳۳۵
- دہائی کو معاملات میں اپنا حکم بتانے والے کی امامت کا سوال؟ ۳۳۵
- گمراہوں کی تعظیم حرام ہے۔ ۳۳۶
- ایسے شخص کو امام نہ بنایا جائے۔ ۳۳۶
- ناجائز عمل کرنے والے عالم کی امامت سے سوال؟ ۳۳۶
- حزار کی زیارت کو جائز اور ناجائز روکنے والے کی امامت سے سوال؟ ۳۳۶
- مسلمان کے چہلم و فاتحہ کا کھانا ناجائز بتانے اور ہندو کی تیرہویں کا کھانا کھانے والے کی امامت سے سوال؟ ۳۳۶
- مذکورہ بالا امور کا مرتکب کم از کم فاسق معطن ہے۔ اس کی امامت ناجائز ہے۔ ۳۳۶
- دیوبندی کی اقتداء اور اس کے ساتھ سلام و کلام کا سوال؟ ۳۳۷
- آجکل کے دیوبندیوں کے پیچھے نماز باطل بھی ہو سکتی ہے۔ اور مکروہ تحریمی بھی۔ ۳۳۷
- ایسے شخص سے اسلامی معاملات منع ہیں۔ ۳۳۷
- شیعوں کے ساتھ دوستی رکھنے والے امام کا سوال؟ ۳۳۷
- ایسے شخص کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔ ۳۳۸

- ۳۳۸..... ولد الزنا کی امامت سے سوال؟
- ۳۳۸..... ولد الزنا کی امامت مکروہ ہے۔ اور علم و عمل میں وہ سب سے افضل ہو تو اسی کو امام بنایا جائے۔
- ۳۳۸..... جو امام سلام کے بعد قبلہ سے رخ بدل کر دعائے گائے اس کی امامت سے سوال؟
- ۳۳۹..... سلام کے بعد دائیں بائیں یا مصلیوں کی طرف مڑنا حضور ﷺ سے ثابت ہے۔
- ۳۳۹..... غیر مقلدوں کی اقتداء اور ان کے مدرسوں میں امداد سے اس پر دنیوی اور دینی تعلیم سے سوال؟
- ۳۳۹..... بارہ برس کی لڑکیوں کی بے پردگی سے سوال؟
- ۳۳۹..... جمعہ کی اذان ثانی بعد دعائے گائے سے سوال؟
- ۳۳۹..... غیر مقلدوں کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے۔
- ۳۳۹..... دینی تعلیم دنیاوی تعلیم پر مقدم بقدر ضرورت دونوں ہی تعلیم دلاتا ماں باپ کی ذمہ داری ہے۔
- ۳۳۹..... لڑکی قابل شہوت ہو گئی تو پردہ فرض اور بے پردگی حرام ہے۔
- ۳۳۹..... خطبہ کی اذان کے بعد دعائے گائے منع ہے۔
- ۳۳۱..... داڑھی منڈانے والے امام سے سوال؟
- ۳۳۱..... حج کے فرائض کا مسئلہ۔
- ۳۳۱..... داڑھی منڈانے والا فاسق امامت مکروہ۔
- ۳۳۱..... حج کے فرائض کا سوال۔ (کتاب الحج)
- ۳۳۱..... جھوٹی گواہی دینے والے امام کے بارے میں سوال؟
- ۳۳۱..... ایک جھوٹی روایت کے متعلق سوال؟
- ۳۳۲..... جھوٹی گواہی دینے والے کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔
- ۳۳۲..... جھوٹی حدیث بیان کرنے والے کا حکم۔
- ۳۳۲..... قسم توڑنے والے غیر مسلم کا چندہ مسجد میں لگانے والے اور رنڈی کے پیسے سے مولوی رکھنے والے سود خوار کے یہاں کھانا کھانے والے۔
- ۳۳۳..... جس کی غالب آمدنی سود کی ہے اس کے وہاں کھانے والے اور اپنی قسم توڑنے والے امام کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی۔
- ۳۳۳..... اپنے ان دونوں گناہوں سے توبہ کریں اور قسم کا کفارہ دیں تو اس کو امام بنایا جاسکتا ہے۔
- ۳۳۳..... ایک ایسے مکان کے مسکینوں سے سوال جہاں عورتوں کے لئے پردہ کا انتظام نہ ہو۔
- ۳۳۳..... جن لوگوں کی عورتیں بے پردہ ہوں اور ان کے سر پرست اور مالکان ان کی اس بے پردگی سے راضی ہوں ان کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔

- ۳۳۲..... دیوبندی کی نماز جنازہ پڑھنے والے کی امامت سے سوال؟
- ۳۳۲..... دیوبندیوں کے کفر پر مطلق ہوا اور انہیں مسلمان سمجھ کر نماز پڑھا دیا تو اسلام سے خارج۔ اور کافر جان کر تو گنہگار ہوا۔ ایسے شخص کی امامت مکروہ تحریمی۔
- ۳۳۵..... خیانت کرنے والے اور جھوٹ گواہی دینے والے کے بارے میں شرعی حکم کی دریافت۔
- ۳۳۵..... مسائل کے اپنے بیان بدلنے پر تنبیہ اور جھوٹی گواہی دینے والے کی امامت کا شرعی حکم۔
- ۳۳۶..... دھوکے سے رقم وصول کرنے والے۔ غیبت چغلی کرنے والے لوگوں کو باہم لڑانے والے امام کے بارے میں سوال؟
- ۳۳۶..... مذکورہ فی السؤال کی امامت کا حکم۔
- ۳۳۶..... ایک نامناسب حملہ کرنے والے۔ اور تازی پینے والے کے والد کی امامت کا سوال؟
- ۳۳۷..... اولاد کی محصیت پر راضی رہنے والے کی امامت مکروہ ہے۔
- ۳۳۷..... پابند شرع مقرر امام جمعہ اور فاسق مولوی کی امامت کے بارے میں سوال؟
- ۳۳۷..... فاسق معلن مولوی کیوں نہ ہو نہ امام جمعہ ہو سکتا ہے نہ امام شیخ وقت۔
- ۳۳۷..... امام صالح کو بلا کسی کوتاہی کے امامت سے علیحدہ کرنا درست نہیں۔
- ۳۳۸..... قرأت کی غلطی کرنے والے کی امامت کا سوال؟
- ۳۳۹..... اہل کی امامت کے احکام۔
- ۳۳۹..... نسبی ہی کرانے والے کی امامت کا سوال؟
- ۳۳۹..... بیٹھ پائپ میں پیشاب کرنے کا سوال؟
- ۳۳۹..... ہر گناہ سے توبہ ہو سکتی ہے۔ اس لئے فسق کو دائمی گناہ سمجھنا صحیح نہیں۔
- ۳۳۹..... آدمی میں کوئی ایسا عیب ہو جس سے لوگوں کو نفرت ہو ایسے آدمی کی امامت اولیٰ ہے نسبی کوئی ایسا عیب نہیں۔
- ۳۳۹..... بیٹھ پائپ کا پانی پاک کرنا کا طریقہ۔
- ۳۵۰..... چھین والی گھڑی استعمال کرنے والے کی امامت سے سوال؟
- ۳۵۰..... جمعہ کے خطبہ میں اردو اشعار پڑھنے کا سوال؟
- ۳۵۰..... دیوبندیوں سے خلاء ملا رکھنے والے کی امامت سے سوال؟
- ۳۵۰..... خطبہ میں غیر عربی زبان کا استعمال سنت متواترہ کے خلاف ہے۔
- ۳۵۱..... دیوبندیوں سے خلاء ملا رکھنے والے کے حکم کی تفصیل اور اس کی امامت کا حکم۔
- ۳۵۱..... اقراط و تفریط سے پرہیز کرنا چاہئے۔

- ۳۵۱..... گناہ سے توبہ کرنے والے کی امامت کا سوال
- ۳۵۱..... قرآن عظیم غلط پڑھنے والے کی امامت کا سوال
- ۳۵۱..... توبہ صادقہ کے بعد گناہ کے مرتکب کی امامت صحیح
- ۳۵۱..... غلط خواں کی امامت صحیح نہیں اور جماعت میں کوئی اور صحیح خواں نہ ہو تو غلط خواں اس کی اقتداء کرے اس کی تہا نماز بھی صحیح نہیں
- ۳۵۱..... مشترکہ نماز میں عورت کے مرد کے محاذی ہونے کے مسئلہ سے سوال
- ۳۵۱..... مسئلہ محاذات کی تفصیل
- ۳۵۱..... محاذات کے مسئلہ میں میاں بیوی کی کوئی خصوصیت نہیں
- ۳۵۱..... مطلقاً مشتبہ کی محاذات مفسد؟ خواہ اپنی بیوی ہو خواہ اجنبی
- ۳۵۱..... محاذات کی صورتیں اور اس میں اختلاف علماء
- ۳۵۱..... مسلمانوں کو منافق کہنے والے امام کی امامت سے سوال؟
- ۳۵۱..... مسئلہ دائرہ میں قول بعض وقول اصح
- ۳۵۲..... قطرہ آب کی پیاری والے کی امامت سے سوال؟
- ۳۵۲..... مسئلہ کا تفصیلی جواب
- ۳۵۲..... حد شرع سے کم دائرہ رکھنے والے کی امامت کا سوال و جواب
- ۳۵۳..... زنانی عورت کے خسر کی امامت سے سوال؟
- ۳۵۳..... استیاضہ حمل کرانے والے یا اس سے راضی رہنے والے کی امامت کا حکم
- ۳۵۳..... قومیت کی بنیاد پر امامت کے استحقاق سے سوال؟
- ۳۵۳..... امامت کا دار و مدار ذات برادری پر نہیں فضل و تقویٰ پر ہے برادری پر نہیں
- ۳۵۵..... جس کی ادائیگی قرأت غلط ہے وہ امامت کے لائق نہیں
- ۳۵۵..... گمراہوں کی اقتداء بھی ناجائز ہے
- ۳۵۵..... ذات برادری کی بنیاد پر کسی کی امامت کا انکار کرنے والے کے بارے میں سوال؟
- ۳۵۵..... صالح امامت کی امامت سے انکار کرنے والے کا وبال اسی کی ذات پر ہوگا
- ۳۵۶..... نسل بدلنے والے کی امامت سے سوال؟
- ۳۵۶..... نسب بدلنے والا فاسق ہے اس کی امامت مکروہ ہے
- ۳۵۷..... غنڈوں سے دوستی کرنے والے کی امامت سے سوال؟
- ۳۵۷..... غنڈوں کے خلاف شرع کام کی تائید امام سے شکایت ہو تو اس کی امامت جائز نہیں

- ۳۵۷..... مقرر امام کی جگہ دوسرے شخص کا از خود نماز پڑھانا ظلم ہے
- ۳۵۷..... امام کو امامت سے الگ کر دینے پر امام کے لوگوں کا مؤذن کو روک دینا مختلف قسم کی پیدا کرنے سے سوال؟
- ۳۵۹..... امام کو واقعی تصور کے بغیر معزول کرنا ناجائز ہے
- ۳۵۹..... اور واقعی تصور پر الگ کیا تو اس کا جہاد اور جماعت چھوڑنا گناہ
- ۳۵۹..... مؤذن کو اذان دینے سے منع کرنے والوں نے گناہ کیا
- ۳۵۹..... اپنے طنز احموت کہنا نازیبا بات ہے
- ۳۵۹..... بلا سبب کسی مسلمان کی غیبت اور عیب جوئی حرام ہے
- ۳۵۹..... صرف دعویٰ یا کافر کی گواہی سے مسلمان کے خلاف کوئی بات ثابت نہیں کر سکتے
- ۳۵۹..... مسلمان کو آپس میں لین دین سے منع کرنے والا غلط کار ہے اس کو اس سے توبہ کرنی چاہئے
- ۳۵۹..... تہدید کی کرانے والے کے احکام سے سوال۔ (۳۵۹)
- ۳۶۰..... صدق دل سے توبہ کر لے تو اس کی امامت صحیح ہے
- ۳۶۰..... اس کی نماز جنازہ پڑھنا فرض کفایہ ہے
- ۳۶۰..... یہ امر واقعہ ہے کہ تقریباً ہر زمانہ میں علماء سوء بھی رہے ہیں لیکن اگر یہی جملہ مطلقاً علماء کی تحقیر کے لئے استعمال کریں ناجائز ہے
- ۳۶۰..... مخرب اخلاق گانے وہ بھی ساز باز کے ساتھ سننا حرام ہے۔ ایسے شخص کی امامت مکروہ تحریمی ہے
- ۳۶۰..... کسی کو قتل کر دینے کیلئے حکم دینے والے زید جو اباد دوسرے کا اس کو مارنے اور یہ کہنے کہ وہ مجھے مارنے آیا تو سب اس کی دائرہ کاٹ لوں گا کہنے والے عمر کے بارے میں سوال؟
- ۳۶۰..... عمر کے توبہ کرنے کے بعد بھی زید کے فتنہ و فساد اور عمر کا بائیکاٹ کرانے کی ضد سے سوال؟
- ۳۶۱..... توبہ کے بعد بھی کسی کو غلط الزام لگانا۔ اور فساد پیدا کرنا جرم گناہ ہے
- ۳۶۱..... ایسے شخص کی امامت ناجائز ہے
- ۳۶۱..... لائری چلانے والے امام کی امامت سے سوال؟
- ۳۶۱..... لائری کا کاروبار ساڑھے چار ہزار مہران پچاس اینجنٹوں اور تماشائیوں کے سامنے کیا۔ اور سو آدمیوں کے سامنے تو کیا صحیح ہے یا نہیں؟
- ۳۶۲..... لائری کی آمدنی سے شیو خرید اور کاروبار کیا یہ حلال یا حرام
- ۳۶۲..... اپنے پیچھے نماز پڑھنے والوں اپنی غیر موجودگی میں امامت و ادائیگی کو سونپنا کیسا ہے؟
- ۳۶۲..... زبان سے توبہ کافی نہیں

- ۳۶۲..... جن لوگوں سے انہوں نے پیسہ لیا ان کو لوٹانا ضروری ہے۔
- ۳۶۲..... جب تک یہ نہ کریں ان کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔
- ۳۶۲..... دوران صلاۃ درج خارج ہونے سے سوال؟
- ۳۶۵..... حالت نماز میں وضو ٹوٹ جانے کی صورت میں اعادہ بھی جائز بلکہ افضل ہے۔
- ۳۶۵..... امام حدیث کرے تو مقتدیوں میں سے کسی صالح کو امامت کے لیے اپنی ہاتھ کر کھڑا کر دے کہ وہ نماز پوری کر دے اور خود وضو کرنے جائے۔
- ۳۶۵..... حرام مال سے خریداری کرنا حرام اور مالک کو وہ رقم واپس کرنا ضروری۔
- ۳۶۵..... پھر بھی اس سے عقد و نقد وہ مال حرام پر ہوا تو خریدی ہوئی بھی اس کے لئے حرام اور ایسا نہ ہو حلال۔
- ۳۶۵..... آتش بازی کی خرید و فروخت ناجائز ہے۔
- ۳۶۵..... حفاظت کی غرض سے حرام کاروبار حلال نہیں ہوگا۔
- ۳۶۵..... وہ مچھلی پکھنے کے بعد بھی اتنی بدبودار ہو کہ کھانے والے کا منہ بدبودار ہو جائے۔ تو اس کا خریدنا اور کھانا منع ہے ورنہ نہیں۔
- ۳۶۵..... جھینگا تازہ ہو یا خشک مکروہ ہے۔
- ۳۶۵..... ۷۸۶ کے ساتھ ۹۲ لکھنا جائز ہے۔
- ۳۶۵..... فرضی کاروائی کے ذریعہ گورنمنٹ کی رقم حاصل کرنا کیسا ہے۔ فرضی کاروائی سے گورنمنٹ کی رقم حاصل کرنا ضرور ناجائز ہے۔ ایسے شخص پر تو بہ اور رقم کی واپسی واجب۔
- ۳۶۵..... توبہ صادقہ کے بعد امامت جائز ہے۔
- ۳۶۵..... بے توبہ کے امامت پر اصرار کریں تو ان کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے۔
- ۳۶۷..... بدرجہ مجبوری جمعہ میں اقتداء کی جاسکتی ہے بیچ وقت میں نہیں۔
- ۳۶۷..... معمولی نکلنے اور ایک آنکھ اندھے امام کے متعلق سوال؟
- ۳۶۸..... نقلتے اور اندھے کی امامت جائز ہے۔
- ۳۶۸..... نماز کے بعد مصلیٰ کا کوتہ موڑنے سے سوال۔ مکمل طور پر پلیٹ دینا افضل ہے نہ لیٹا جائے یوں بھی کوئی حرج نہیں۔
- ۳۶۸..... کسی مقتدی کے لیے امامت کی نیت نہ کرتے۔ مقتدی کو جماعت میں شریک نہ کرنے عداوت میں کسی پر اغلام بازی کا الزام لگانے فتنہ و فساد برپا کرنے والے کی امامت کا سوال؟
- ۳۶۹..... امام کے لئے مقتدی کی امامت کرنا نیک نیت کرنا ضروری نہیں۔
- ۳۶۹..... جن امور کا الزام امام پر لگایا گیا اگر واقعہ یہ ہے تو اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔

- ۳۷۰..... امام و مقتدی میں ناجائز تعلقات سے سوال؟
- ۳۷۰..... شریعت میں کسی بھی جرم کیلئے شرعی شہادت ضروری ہے۔
- ۳۷۰..... دوسروں کا زوجین کی طرح ایک بستر میں سونا ضرور قابل اعتراض ہے۔
- ۳۷۱..... اگر امام صاحب نہ مانیں تو انہیں امامت سے الگ کر دیا جائے۔
- ۳۷۱..... عید گاہ کی نماز تراویح پڑھانے والے حافظ سے پڑھوانے کا سوال؟
- ۳۷۱..... کسی پر حرام کاری کا غلط الزام لگانے والے کے متعلق سوال؟
- ۳۷۱..... کسی عالم کو شیطان کہنے والے سے سوال؟
- ۳۷۱..... اپنی بیوی پر اپنے والد کے ساتھ حرام کاری کا الزام لگا کر طلاق دینے والے کا نکاح پڑھانے والے کے بارے میں سوال؟
- ۳۷۱..... شادی کے وقت ہاتھ میں نکلتے باندھنے سے سوال؟
- ۳۷۲..... عید کی نماز کیلئے امام مقرر ہونے کی صورت میں دوسرے شخص کی امامت جائز نہیں۔
- ۳۷۲..... تین طلاق والے کا نکاح دوبارہ بغیر حلالہ کے پڑھانے کا الزام صحیح نہیں ہے۔
- ۳۷۳..... تاج محمد و محمد عثمان کے مسئلہ میں مولوی اطہر کو رجوع کرنے کے بعد ان کو شیطان کہنا فقہاء کے نزدیک ایک کفر ہے اس لئے ان پر توبہ تجبید ایمان و نکاح ضروری ہے۔
- ۳۷۳..... برقع پہنکر لڑکیوں کے اسکول میں جانے والی عورت کے شوہر کی امامت سے سوال؟
- ۳۷۳..... ایسے شخص کی امامت جائز ہے۔
- ۳۷۳..... نابینا کی امامت سے سوال؟
- ۳۷۳..... اندھے کی امامت کا حکم۔
- ۳۷۳..... غیر معروف مدرسہ کے حافظ کی امامت سے سوال؟
- ۳۷۴..... امام رکھتے وقت پورا اطمینان کر لیا جائے کہ شخص سنی صحیح العقیدہ ہے۔
- ۳۷۴..... ایک امام کی موجودگی میں دوسرے کو امام بنانے کا سوال؟
- ۳۷۵..... مقررہ امام کی صورت میں کسی دوسرے کو امامت کا حق نہیں ہے۔
- ۳۷۵..... حجام برادری کے فرو کی امامت کا سوال؟
- ۳۷۵..... برادری کی وجہ سے کسی صالح انسان کی امامت ناجائز نہیں۔ البتہ ان کی وجہ سے جماعت میں ایسے آدمی کو لایا جائے جس میں جماعت کے سب لوگ شریک ہوں۔
- ۳۷۶..... کھینکھنے والے شخص سے سوال۔
- ۳۷۶..... کھینکھنے کی وجہ سے امامت میں کوئی فرق نہیں۔

- ۳۷۷ نماز میں لقمہ دینے کا سوال.....
- ۳۷۷ باواز بلند دعا مانگنے سے سوال.....
- ۳۷۷ دعائیں حضور کا وسیلہ دینے کا سوال.....
- ۳۷۷ ہر نماز میں لقمہ دیا جاسکتا ہے.....
- ۳۷۷ پست آواز سے دعا مانگنا افضل اور بلند آواز سے بھی حدیثوں سے ثابت ہے.....
- ۳۷۸ سجدے کے اندر انگلی کا پیٹ نہ لگنے والے اور جھوٹ بولنے والے کی امامت کا سوال؟.....
- ۳۷۸ ایسے امام کی اقتداء مکروہ تحریمی ہے.....
- ۳۷۹ مذکورہ واقعہ سے متعلق دوسرا سوال؟.....
- ۳۸۱ انگلیوں کا پیٹ زمین پر نہ لگانے اور مسئلہ غلط بتانے کی امامت مکروہ تحریمی ہے.....
- ۳۸۱ فقہ اور حدیث کا حوالہ.....
- ۳۸۱ جماعت چھوڑنا قریب واجب کا چھوڑنا ہے.....
- ۳۸۱ مسلمانوں کو مسجد سے روکنا منع ہے.....
- ۳۸۲ گورنمنٹ کے ملازم کی امامت کا سوال؟.....
- ۳۸۲ مسجد کا چندہ نہ دینے والے کا سماجی بائیکاٹ کیسا ہے؟.....
- ۳۸۲ ابوطالب کے کفر و ایمان کا مسئلہ.....
- ۳۸۲ مسلمانوں کے متفقہ فیصلہ کی کچھ دن بعد چند لوگ مخالفت کریں.....
- ۳۸۳ امامت کی چند ضروری شرائط کا بیان.....
- ۳۸۳ گورنمنٹ ملازم کیلئے جھوٹ بولنا ضروری نہیں.....
- ۳۸۳ چندہ نہ دینے والے کا بائیکاٹ شرعی ظلم ہے.....
- ۳۸۳ عالم صاحب کی بیان کی ہوئی روایت کی بخاری سے تائید.....
- ۳۸۳ مگر اس کا ذکر بلا ضرورت نہ کرنا چاہئے۔ کہ یہ امر حضور کیلئے باعث تکلیف ہے.....
- ۳۸۳ ابوطالب نام رکھنے میں حرج نہیں اسکے معنی میں کوئی خرابی نہیں.....
- ۳۸۳ فیصلہ شریعت کے مطابق ہو تو عمل جائز صحیح ورنہ اس پر عمل نہ کرنا چاہئے.....
- ۳۸۳ سنت مؤکدہ ادا کئے بغیر امامت کا سوال؟.....
- ۳۸۳ ایسا کرنا خلاف سنت ہے.....
- ۳۸۳ جماعت ہو رہی ہو تو مقتدی کا یہ ترک عذر کی وجہ سے ہے.....
- ۳۸۳ مرتد امام کی اقتداء کا مسئلہ.....

- ۳۸۵ نکاح پڑھائی اور پگڑی بندھائی لینے کا سوال؟.....
- ۳۸۵ حرام کمائی والوں کے یہاں اجرت لینے کا سوال؟.....
- ۳۸۵ زکوٰۃ کے روپے سے بنے ہوئے مکان میں جماعت سے نماز جائز ہونے کا سوال؟.....
- ۳۸۵ غیر محرم کو پڑھانے کا سوال؟.....
- ۳۸۵ غیر مسلم بینک سے سود لینے کا سوال؟.....
- ۳۸۵ بدعت ہوں کی جماعت میں شریک ہونے کی شرعاً کوئی مجبوری نہیں.....
- ۳۸۵ اس حیا سے شریک ہونا کہ لوگ کیا کہیں گے بدعت ہے.....
- ۳۸۶ نکاح میں دولہا کے نسبی بھائیوں سے پگڑی یا نکاح پڑھائی کی رسم بطور سوغات ہے.....
- اگر یہ معلوم ہو کہ مزدوری کی کمائی حرام کی کمائی ہے تو اس کو اجرت میں لینا حرام اور جس کی حرام و حلال دونوں کمائی ہو حلال اغلب ہوا اجرت لے سکتے ہیں.....
- ۳۸۶ زکوٰۃ کی رقم سے تیار مکان میں نماز پڑھنا جائز ہے.....
- ۳۸۶ ایک پرہیزگار مسلمان سے نفع تعلق حرام.....
- ۳۸۶ حربی کی ایسی رقم کو سود سمجھ کر لینا ناجائز ہے.....
- ۳۸۶ اور مباح رقم سمجھ کر جس کو وہ اپنی مرضی سے دیتا ہے جائز.....
- ۳۸۶ اندھے سے نامحرم کا تعلیم حاصل کرنا ضرورہ جائز ہے.....
- ۳۸۶ بیکاری کرنے والے کی امامت کے سلسلہ میں ایک غلط فہمی کے ازالہ کا سوال و جواب.....
- ۳۸۷ جماعت کی ان شرطوں کا بیان جس کے بغیر امامت صحیح ہی نہ ہو.....
- ۳۸۷ تقرر امام کے وقت ان اوصاف کی رعایت کا بیان جو دو صالح امامت شخصوں میں وجہ ترجیح ہوں.....
- ۳۸۷ صالح امامت شخص مقرر کیا اور مسجد میں کوئی اس سے افضل شخص آگیا تو امامت مقررہ امام کا ہی حق ہے.....
- ۳۸۸ جو شخص اس درجہ نچا کہ اس کی وجہ سے جماعت میں کی آئی ہو تو ایسے شخص کو امامت کرنا نہ چاہئے.....
- ۳۸۸ جہاں سب کے سب دیوبندی ہوں وہاں سنی کی نماز ان کے پیچھے ہوگی یا نہیں؟.....
- ۳۸۸ جہاں کوئی مسجد سنیوں کی نہیں وہاں سنی کو جمعہ پڑھنا چاہئے یا نہیں؟.....
- ۳۸۹ دیوبندیوں کے پیچھے اہل سنت کی نماز نہیں ہوتی.....
- مسجد میں تنہا پڑھنے میں فتنہ و فساد کا اندیشہ ہو تو گھر میں ہی پڑھا کیجئے۔ جمعہ کے بجائے ظہر پڑھئے اور عید معاف ہے.....
- ۳۸۹ خلاف شرع مجمع یا جلوس میں شریک ہونے والے عالم کی امامت سے سوال؟.....
- ۳۹۰ ایسے شخص کی امامت مکروہ تحریمی ہے.....

- جیسے مجمع میں گناہ کیا ایسے ہی مجمع میں توبہ ضروری ہے..... ۳۹۰
- فاسق سے تقریر کرانی بھی منع ہے..... ۳۹۰
- شرابیوں کے مارے ہوئے شکار کھانے والے امام۔ تصوف کے مشہور سلسلوں کو بیماری کہنے والے۔ اجنبی عورتوں سے خلط و ملط رکھنے والے۔ مجاہد و غر مسنون طریقت پر کرنے والے..... ۳۹۰
- میت قبر میں سمت کے خلاف رکھنے کو جائز کہنے والے۔ مسجد کے حجرہ میں ہنسی مذاق اور بیڑی پہنے والے..... ۳۹۰
- حدیث کو غیر حدیث اور غیر حدیث کو حدیث بتانے والے۔ حجرہ پاک کو حضور کی بہن قرار دینے والے..... ۳۹۱
- اور بے اجازت لوگوں کے گھر میں گھسنے والے ٹی وی دیکھنے والے، قبلہ کی طرف منہ کر کے تھوکنے والے کی امامت سے سوال؟..... ۳۹۱
- مسلمان شرابی کا ذبیحہ حلال ہے..... ۳۹۱
- ان طریقوں کو جو تصوف کے اماموں کی طرف منسوب گمراہی کہنے والے خود گمراہ ہیں..... ۳۹۱
- اجنبی عورت کو دیکھنا اور چھونا بلا ضرورت ہو تو حرام ہے..... ۳۹۱
- مجہد سے میں عورتوں کی طرح سناٹا مکروہ..... ۳۹۲
- میت کو سنت کے خلاف لٹانے کو جائز کہنا گناہ ہے..... ۳۹۲
- بیڑی اس طرح پینا کی دھواں مسجد میں جائے حرام ہے..... ۳۹۲
- بے اجازت کسی کے گھر جانا جبرحت منع اور فحش مناظر ہوں دیکھنا حرام..... ۳۹۲
- ایسے آلودہ معاصی امام کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی..... ۳۹۲
- طلاق دینے والے کی امامت کا سوال؟..... ۳۹۲
- شریعت میں بلا ضرورت طلاق ناپسند ہے گناہ نہیں۔ اس لئے ایسے شخص کی امامت جائز ہے..... ۳۹۲
- امام کے محراب میں کھڑے ہونے اور نہ ہونے کا سوال؟..... ۳۹۳
- بلا ضرورت امام کا محراب میں اکیلا کھڑا ہونا مکروہ ہے..... ۳۹۳
- امام باہر کھڑا ہوا مجہد محراب میں کیا یا امام کے ساتھ اور لوگ بھی محراب میں ہوں یا مسجد مصلیوں پر تنگ ہو امام تنہا بھی محراب میں ہو جائز ہے..... ۳۹۳
- در مختار اور عالمگیری کا حوالہ..... ۳۹۳
- امام کے محراب کے باہر کھڑے ہونے میں پورے قدم کا اعتبار ہے یا اکثر قدم یا بیڑی کا مسئلہ کی تحقیق..... ۳۹۳
- کہاں سے کہاں تک قدم شمار ہوتا ہے..... ۳۹۵
- قدم کی جامع تعریف..... ۳۹۵
- موزہ اتارنے کے مسئلہ میں قدم سے اکثر قدم مراد ہے..... ۳۹۵

- تسویہ صف میں ٹٹنے کی محاذات مرا ہے..... ۳۹۶
- امام مقتدی سے کتنا اونچا کھڑا ہو سکتا ہے..... ۳۹۷
- ممبر پر خطبہ دینا سنت ہے..... ۳۹۷
- ممبر کا محراب سے دائیں ہونا افضل ہے..... ۳۹۷
- مقصودہ کی تحقیق..... ۳۹۷
- خلاصہ ممبر محراب کے اندر بھی ہو سکتا ہے..... ۳۹۸
- لاؤڈ اسپیکر پر نماز کیلئے اعلیٰ حضرت کی کوئی تحریر نہیں..... ۳۹۹
- لاؤڈ اسپیکر پر نماز کا دوسرا سوال؟..... ۴۰۰
- مصلیوں کے ازدحام کی وجہ سے مصلیوں تک امام کی قرأت نہ ہو نچانے کیلئے لائوڈ اسپیکر کا استعمال کیا ہے؟..... ۴۰۱
- سب کو قرأت سنانا ضروری نہیں۔ بحیرہ کی آواز سنانے کیلئے مکمل رکھے جائیں..... ۴۰۱
- امامت فاسق کا بیان**
- داڑھی منڈے کی امامت سے سوال؟..... ۴۰۱
- کیا بے نمازی عورتوں کے گھر کھانا جائز ہے؟..... ۴۰۱
- داڑھی منڈے کی امامت مکروہ تحریمی ہے..... ۴۰۲
- فاسقوں سے تعلقات کے متعلق علماء کے دونوں قسم کے اقوال ہیں..... ۴۰۲
- ایک جملہ کے متعلق کفر کے ہونے کا سوال؟..... ۴۰۲
- امام حسین کا قاتل کون ہے۔ (تاریخ) قرض کی ادائیگی مال حرام سے کرنا کیسا ہے..... ۴۰۳
- متکبرانہ جملہ بولنے والے کی امامت مکروہ تحریمی ہے..... ۴۰۳
- قاتلین امام کے بارے میں سب روایتیں تاریخی ہیں..... ۴۰۳
- قرض لیکر چندہ دینا جائز ہے..... ۴۰۴
- قرض کی ادائیگی کے لیے مال حرام دینا منع ہے..... ۴۰۴
- اور لینے والے کو معلوم ہو تو کہنا بھی نہ چاہئے..... ۴۰۴
- غیر مقلدین و یوبندیوں جماعت اسلامی کے امامت کا سوال؟..... ۴۰۴
- مکروہ پڑھی گئی نماز کا اعادہ واجب ہے..... ۴۰۴
- دیوبندیوں کے کافر کہنے کی وجہ سے سوال؟..... ۴۰۵
- حاصل نہ ٹھہرنے کی دوا لگا کر یا کھلا کر کرنا جائز ہے یا ناجائز..... ۴۰۵

- ۳۰۵..... دیوبندیوں پر کفر کا فتویٰ ان مختلف کفری باتوں پر ہے۔
- ۳۰۵..... رسول اللہ ﷺ کی توہین، انکی ختم نبوت کا انکار، اللہ تعالیٰ کے جھوٹ بولنے وغیرہ اقوال پر ہے۔
- ۳۰۵..... کفر و شرک کی سزا ابدی جہنم ہے۔
- ۳۰۵..... مسلمان قتل کرنے والے کو زبردستی کے طور پر ابدی جہنمی کہا گیا۔
- ۳۰۵..... ایسی نوکری ہی جائز نہیں جس میں گناہ کرنا پڑے۔
- ۳۰۵..... غرض صحیح کے ساتھ کھانے یا لگانے کی دو استعمال کی جاسکتی ہے۔
- ۳۰۶..... حرمین شریفین کے وہابی اماموں کی اقتداء سے سوال؟
- ۳۰۶..... غفلت اور سستی سے جو دیوبندیت کا رجحان رکھے اس کا کیا حکم ہے؟
- ۳۰۶..... وہابی عقیدوں پر مطلق جوتے کے باوجود انہیں مسلمان سمجھ کر ان کے پیچھے نماز پڑھی یا دوسرے کو ترغیب دلائی تو یہ بھی خود کافر ہو گیا۔
- ۳۰۶..... گمراہوں سے بھی پرہیز کا شرع میں حکم ہے۔
- ۳۰۷..... شیلیو یزن دیکھنے والوں اور کیم بورڈ وغیرہ کھیلنے والوں کی امامت کا سوال؟
- ۳۰۷..... مسلمانوں کیلئے تین کھیل کے علاوہ جتنے کھیل ہیں حرام و ممنوع ہیں۔
- ۳۰۷..... حرام کام کرنے والے فاسق اور ان کی امامت مکروہ۔
- ۳۰۷..... دیوبندیت عقیدت رکھنے والے امام کا حکم۔
- ۳۰۸..... فواحش میں مبتلا امام کی امامت سے سوال و جواب۔
- ۳۱۱..... بکواس اور فحش باتیں بولنے والے امام کے متعلق سوال؟
- ۳۱۲..... اپنا نسب غلط بتانے والے۔
- ۳۱۲..... نماز جنازہ پڑھنے سے انکار کرنے والے، نکاح پڑھانے سے انکار کرنے والے، بے طلاق عورت کا نکاح پڑھانے والے کی امامت کا سوال؟
- ۳۱۲..... اپنے نسب کے علاوہ کی طرف اور کی طرف اپنا نسب تعلق بتانے والے جھوٹے اور فاسق ہیں۔
- ۳۱۳..... نماز جنازہ فرض کفایہ ہے جو جان کر نماز نہ پڑھے وہ گناہ گار ہے۔
- ۳۱۳..... برسر عام جھوٹی گواہی دینے والے نماز کی جماعت ترک کرنے اور دینی ادارے کی مخالفت کرنے والے امام کی اقتداء کا سوال؟
- ۳۱۳..... نابالغ لڑکے کے ساتھ تہائی میں شہوت انگیز حرکت کرنے والے اجنبی عورت سے معاشرت کرنے والے امام کے پا رے میں سوال؟
- ۳۱۳..... مسجد کے خادم پر اغلام بازی کا الزام لگانے والے کی امامت سے سوال و جواب۔

- ۳۱۴..... سو خوار اور تارک جماعت کی امامت کا سوال و جواب۔
- ۳۱۵..... قرآن شریف کے پاروں کو بچھکنے والے کی امامت کا سوال و جواب۔
- ۳۱۶..... داڑھی منڈے کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی۔
- ۳۱۶..... اور داڑھی رکھنے والے اور غیبت والے دونوں کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے۔
- ۳۱۶..... سنیت کا دعویٰ رکھنے والے دو اماموں کے بارے میں امامت کے متعلق سوال؟
- ۳۱۸..... اذان قبر کے بارے میں دونوں امام کا جواب۔
- ۳۱۹..... لوٹے یا زوہابی حافظ کی امامت سے سوال؟
- ۳۲۰..... وہابی کی امامت ناجائز ہے۔
- ۳۲۰..... زکاۃ و صدقات واجبہ سے معلم کی تنخواہ نہیں دے سکتے۔
- ۳۲۰..... وہابیت سے رشتہ منقطع ہو جاتا ہے۔ اور وراثت ختم ہو جاتی ہے۔
- ۳۲۱..... شرعی خامیوں میں مبتلا مدرس سے سوال؟
- ۳۲۱..... فاسق کی امامت کا حکم۔
- ۳۲۲..... عورت کی نسبندی کرانے والے کی امامت کیسی ہے؟
- ۳۲۲..... چند صورتیں یاد کر لینے والے کی امامت۔
- ۳۲۲..... تارک صلوٰۃ مولوی کی امامت کیسی ہے؟
- ۳۲۲..... آپریشن کے ذریعہ اپنی عورت کی نسبندی گناہ ہے۔ امامت مکروہ ہوگی۔
- ۳۲۲..... تارک صلوٰۃ کی امامت مکروہ ہے۔
- ۳۲۳..... حد شرع سے کم داڑھی رکھنے والے کی امامت کا سوال و جواب۔
- ۳۲۳..... تحریر سے کسی پر الزام قائم ہو سکتا ہے۔
- ۳۲۳..... جھوٹے کی امامت مکروہ ہے۔
- ۳۲۵..... نماز فجر یا واجب اور سنت موکدہ ترک کرنے والے کی امامت کا سوال و جواب۔
- ۳۲۵..... اپنا ویڈیو بنوانے والے مولوی امام کی امامت کا سوال و جواب۔
- ۳۲۶..... چند نقل نمازوں کو جگہ بدل کر پڑھنے کا سوال و جواب۔
- ۳۲۶..... ملازم وقت کی پابندی نہ کرے تو اس کی امامت کا سوال؟
- ۳۲۶..... جھوٹ بولنے والے کی امامت کا سوال؟
- ۳۲۶..... جھوٹ بولنے والے امام کی امامت مکروہ۔
- ۳۲۷..... جھوٹ اور چغلی کا فرق۔

- ۴۲۸..... فاسق غیر معطن اور فاسق معطن کی اقتداء کا حکم
 ۴۲۸..... وارثی کا لئے والے حجام کی امامت کا سوال؟
 ۴۲۹..... مالدار امام بھیک مانگے اس کی امامت کا حکم
 ۴۲۹..... اور مختلف کوٹا ہوں میں گرفتار امام کی امامت کا سوال؟
 ۴۳۰..... سنی و دیوبندی کو لڑانے والے؟
 ۴۳۰..... میلاد کو حرام کہنے والے کی امامت کا سوال؟
 ۴۳۱..... شہر میں دوسری مسجد بنا کر جمعہ قائم کرنا درست ہے یا نہیں؟
 ۴۳۱..... ایسے امام کے پیچھے نماز جائز نہیں
 ۴۳۱..... ایک شہر میں کئی جگہ جمعہ قائم ہو سکتا ہے
 ۴۳۱..... جمعہ قائم کرے امیر یا اس نے جس کو حکم دیا اور نہ ہونے کی صورت میں اعلم علماء البلد نماز قائم کر سکتا ہے

نوافل کا بیان

- ۴۳۲..... سنت مؤکدہ اور غیر مؤکدہ کے فرق سے سوال؟
 ۴۳۲..... وتر کی تیسری رکعت میں دعائے قنوت پڑھنے کے لئے تکبیر کہتے ہوئے ہاتھ اٹھانے کا سوال؟
 ۴۳۲..... دیہاتوں میں احتیاط الظہر پڑھنے کے طریقہ کا سوال؟
 ۴۳۲..... ندی ناقص وضو ہے یا ناقص غسل بھی ہے؟
 ۴۳۲..... وتر کی قضا میں بھی ہاتھ اٹھانا ہے جبکہ تنہائی میں نماز قضاء کرتا ہو
 ۴۳۲..... احتیاط الظہر کا حکم عوام کو نہیں ہے
 ۴۳۳..... خروج ندی سے صرف وضو و ثوبا ہے (نواقض وضو)
 ۴۳۳..... صف سنت پڑھنے کا ارادہ کرنے والے کو یہ بتانا کہ صف سے الگ پڑھے؟
 ۴۳۳..... یہ کہنے والے امام کی اقتداء سے سوال کہ ہم سنیوں میں ہوں تو کوئی دیوبندی نہیں کہہ سکتا۔ اور دیوبندیوں میں ہوں تو کوئی سنی نہیں کہہ سکتا
 ۴۳۳..... جماعت کھڑی ہونے والی ہو تو صف میں گھس کر سنت پڑھنا منع ہے
 ۴۳۳..... کسی کے کفر یا گمراہی یا فسق کی شہادت والوں کے سامنے وہ شخص ان امور سے انکار کرے تو یہ اس کی توبہ مانی جائے گی۔ اور جو سنیوں میں سنی اور دیوبندیوں میں دیوبندی کہتا پھرے تو پرہیز کرنا ضروری ہے
 ۴۳۳..... جماعت کے ساتھ نفل ادا کرنا صحیح یا نہیں؟
 ۴۳۳..... لاؤڈ اسپیکر پر نماز پڑھنا تصویر بنانا یا ہونا کیا ہے؟
 ۴۳۳..... نوافل کو باجماعت پڑھنا مکروہ ہے

- ۴۳۳..... ہاں اگر امام کے پیچھے صرف تین آدمی ہوں تو مکروہ نہیں
 ۴۳۳..... لاؤڈ اسپیکر پر اقتداء میں علماء کا اختلاف ہے۔ اور پرہیز میں احتیاط ہے
 ۴۳۳..... تصویر کھینچنے اور کھجوانے والوں پر سخت عذاب ہوگا۔ مسئلہ پر احادیث کریمہ کی شہادت
 ۴۳۵..... مجسمہ بنانے کی حرمت بھی حدیث سے ثابت ہے
 ۴۳۵..... اشراق کا وقت کب ہے؟
 ۴۳۵..... آیت کا صورت کی ترتیب اپنے سے سوال؟
 ۴۳۵..... چین والی گھڑی پہن کر نماز کی حالت میں چادر سر سے اوڑھنا ہے کہ کندھے سے بھی جائز ہے
 ۴۳۶..... بیہ کی رقم ملنے کے بعد زکوٰۃ یا مال کی زکوٰۃ ہے
 ۴۳۶..... طلوع آفتاب کے ۲۰ منٹ بعد نماز اشراق پڑھی جائے
 ۴۳۶..... بھول جانے پر تین تسبیح کے مقدار توقف کیا تو مجبور ہو واجب ہے۔ اسے مجبوراً جو یاد آجائے وہی پڑھ لے
 ۴۳۶..... گھڑی کی چین کسی بھی دھات کی باندھ کر نماز مکروہ ہے
 ۴۳۶..... نماز کی حالت میں چادر سر پر اوڑھنے کا حکم
 ۴۳۶..... جتنی رقم جمع کرتا رہا اس کی سال بسال زکوٰۃ دے

تہجد کا بیان

- ۴۳۶..... نماز تہجد حضور پر فرض تھی یا نہیں؟
 ۴۳۶..... نمازی کو مسجد سے روکنا کیا ہے؟
 ۴۳۶..... کیا حضور محفل میلاد میں تشریف لاتے ہیں؟
 ۴۳۶..... زید کا اپنی لڑکیوں کو اپنے ترکہ سے محروم کرنا کیا ہے؟
 ۴۳۶..... عازی میاں کی چوڑی کنواری بنانا ذمہ داری سے بچانا ایام محرم میں مرثیہ ماتم کرنا اور تعز یہ گھماتا کیا ہے؟
 ۴۳۶..... امام تقریر میں کہتے ہیں یہ سب پر فرض تھی پھر فرضیت منسوخ ہوگئی
 ۴۳۶..... ملا جیوں فرماتے ہیں کہ حضور پر فرض ہے اور امت پر نفل

مکروہات نماز کا بیان

- ۴۳۹..... امام کا محراب کے اندر کھڑا ہونا کیا ہے؟
 ۴۳۹..... اذان خطبہ بیرون مسجد کا کیا حکم ہے؟
 ۴۳۲..... سدل ثوب کرنے والے کی امامت سے سوال؟

- ۳۳۲..... سدل ثوب مکروہ تحریمی ہے.....
 ۳۳۲..... از راہ تکبر نہ ہو تو مکروہ تنزیہی ہے.....
 ۳۳۳..... دعات کی چیزیں باندھنے کا سوال؟.....
 ۳۳۳..... بکرے کی گردن میں گٹھی ہوئی ہو تو قربانی کا حکم ہے.....
 ۳۳۳..... ہندو کوارث دینے کا کیا حکم ہے؟.....
 ۳۳۳..... چمن والی گھڑی باندھ کر نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے.....
 ۳۳۳..... عیبی جانور کا عیب جاتا رہا تو قربانی جائز ہے.....
 ۳۳۳..... غلط نمائندے کو ووٹ دینا ناجائز اور صحیح نمائندے کو ووٹ دیا جائے جائز.....
 ۳۳۳..... اور ووٹ دینے کی بنیاد پر کسی کو کافر بتانا شدید گناہ.....
 ۳۳۳..... داڑھی منڈانے والے کی نماز.....
 ۳۳۳..... صحیح غلط مل سکتا ہے یا نہیں؟.....
 ۳۳۳..... داڑھی منڈانے والے کی نماز مکروہ تحریمی ہوتی ہے.....
 ۳۳۳..... بے داڑھی نماز کا مسئلہ.....
 ۳۳۳..... تصویر کھجوانے والے دعات کی چمن والی گھڑی پہننے والے اور سیاست میں مصروف آدمی کی امامت سے سوال؟.....
 ۳۳۵..... تہبند یا پانچامہ کتنا نیچا ہو.....
 ۳۳۵..... آدمی پنڈلی سے لیکر ٹخنے کے اوپر تک مسنون ہے.....
 ۳۳۵..... کرتہ، قمیص وغیرہ کے بٹن لگائے بغیر نماز پڑھنے سے سوال؟.....
 ۳۳۶..... گاؤں میں نماز جمعہ کی صحت سے سوال؟.....
 ۳۳۶..... نماز میں سینہ کھلا رہے نماز مکروہ.....
 ۳۳۶..... نصوص فقہ وحدیث سے استدلال.....
 ۳۳۶..... مسائل کی پیش کردہ حدیث سے عدم کراہت کا استدلال صحیح نہیں.....
 ۳۳۶..... گاؤں میں نماز جمعہ جائز نہیں.....
 ۳۳۷..... جہاں قدیم ایام سے ہو رہا ہو روکا نہ جائے اور نئی جگہ قائم نہ کیا جائے.....
 ۳۳۷..... رات بھر میں بذریعہ لاؤڈ اسپیکر پورا قرآن ختم کرنے کی مجلس قائم کرنا کیسا ہے؟.....
 ۳۳۷..... قرأت کے عدم استماع اور انصات سے کراہت پر استدلال.....
 ۳۳۷..... جس محفل میں یہ قبائح پائے جائیں اس کو مکروہ ہونا چاہئے۔ البتہ کراہت کا حکم مطلق نہیں.....

- ۳۳۸..... نماز میں سجدے اور قیام میں بار بار قدم اٹھانا اور ادھر ادھر کرنا مکروہ ہے.....
 ۳۳۸..... دعات کی چمن لگا کر نماز مکروہ ہے.....
 ۳۳۸..... مسئلہ کی تفصیل.....
 ۳۳۸..... مسئلہ میں کچھ صورتیں مستثنیٰ ہیں.....
 ۳۳۹..... امام کے پہلی صف میں کھڑے ہونے کا سوال؟.....
 ۳۳۹..... جگہ کی تنگی ہو تو امام کا صف میں کھڑا ہونا کیسا ہے؟.....
 ۳۳۹..... منبر قاطع صف ہے یا نہیں؟.....
 ۳۵۰..... امام مقتدیوں کی صف کے درمیان کتنا فاصلہ پر ہونا چاہئے.....
 ۳۵۰..... حدیث صلوا خلف کل ہرو فاجر کا مطلب کیا ہے؟.....
 ۳۵۰..... چار ماشہ سے زائد اور کئی گھینے والی انگوٹھی پہننے کا حکم.....
 ۳۵۰..... مختلف دعاتوں کے پہننے سے سوال؟.....
 ۳۵۰..... جگہ ہوتے ہوئے امام کا صف میں کھڑا ہونا مکروہ.....
 ۳۵۰..... فتح القدیر سے مسئلہ کا جزیئہ.....
 ۳۵۰..... تنگی کی صورت میں امام وسط صف میں کھڑا ہو سکتا ہے.....
 ۳۵۰..... تنگی میں امام کا محراب کے اندر اکیلے کھڑا ہونا بھی معاف ہے.....
 ۳۵۱..... منبر قاطع صف نہیں.....
 ۳۵۱..... مقتدی اور امام کے بیچ میں بقدر کفایت فاصلہ ہوتا کہ مقتدی بخوبی سجدہ کر لیں.....
 ۳۵۱..... حدیث خلف کل ہرو فاجر اس صورت پر محمول کہ سلاطین اسلام میں قاضین بھی ہوئے تو ان کے پیچھے نماز پڑھنے میں فقہ و فساد کا اغلب امکان ہے.....
 ۳۵۱..... اسلئے ان کی اقتداء کر سکتے ہیں.....
 ۳۵۱..... داڑھی کی شرعی مقدار ایک قبضہ ہے.....
 ۳۵۱..... مردوں کو انگوٹھی صرف چار ماشہ کی ایک گھینے والی جائز ہے.....
 ۳۵۱..... چمن کسی بھی دعات کی ہومرڈ کے لئے ناجائز ہے.....
 ۳۵۲..... چادر کا نہ سے تک اوڑھ کر نماز پڑھنے کا سوال؟.....
 ۳۵۲..... صدری کے بٹن کھلے رکھ کر نماز پڑھنے سے سوال؟.....
 ۳۵۲..... لمبے یا پانچامے کے پانچے کو نیچے موڑ کر یا گھونس کو پڑھنے سے سوال؟.....
 ۳۵۲..... امام کی من گڑھت یا غیبت کرنے والے کی اقتداء سے سوال؟.....

- حالت نماز میں ایک مقتدی کے امام کے اپنے کھڑا کرنے کی حدیث تکرار سے سوال؟ ۳۵۲.....
- کنہ سے میں چادر اوڑھ کر نماز مکروہ ہے۔ ۳۵۳.....
- بٹن لگانے کا رواج ہو تو بے بٹن لگائے مکروہ ورنہ صحیح ۳۵۳.....
- پانچامہ یا تہمتہ میں سدل اور کف بحالت نماز مکروہ ہے۔ ۳۵۳.....
- امام پر افتراء مقتدی کا قصور ہے اس امام کی امامت میں کوئی فرق نہیں۔ ۳۵۳.....
- حدیث مبارک کی تصدیق۔ ۳۵۳.....
- نماز میں چادر سے اوڑھنے کی حدیث کا سوال؟ ۳۵۳.....
- سر سے چادر اوڑھ کر نماز پڑھنے کی حدیث۔ ۳۵۴.....
- جمعہ و عیدین میں سجدہ مکہ واجب ہونے نہ ہونے کا سوال؟ ۳۵۵.....
- عیدین جمعہ میں مجمع کثیر ہو تو سجدہ مکہ معاف ہے۔ ۳۵۵.....
- مسئلہ کا علم نہ ہو تو غلط فتویٰ دینا حرام ہے۔ ۳۵۶.....
- توبہ کا طریقہ۔ ۳۵۶.....
- دونوں طرف سلام پھیرنے کے بعد سجدہ مکہ۔ ۳۵۶.....
- سجدہ مکہ ایک سلام پھیرنے کے بعد کرتا چاہیے؟ دونوں طرف سلام کے بعد یا د آیا تو سجدہ مکہ ساقط ہو گیا۔ ۳۵۶.....
- دور رکعت پر دونوں طرف سلام پھیر دیا تو چار پوری کر کے سجدہ مکہ کرے۔ ۳۵۷.....
- چار رکعت والی سنت مؤکدہ اور غیر مؤکدہ تعدد اولیٰ میں تشہد کے بعد درود بھی پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ ۳۵۷.....
- ان نمازوں میں دور رکعت پر تشہد بھول جائے تو اس سے لوٹنا چاہیے یا نہیں؟ ۳۵۷.....
- قاعدہ اولیٰ میں بھول کر قیام کے قریب کھڑے ہوتے اور بیٹھنے کے قریب ہونے میں کیا وجہ فرق ہے یا نہیں؟ ۳۵۷.....
- مقتدی نے امام کو صحیح لقمہ دیا مگر اسی دوران امام کو خود یاد آ گیا تو مقتدی کی نماز کا کیا حکم ہے؟ ۳۵۸.....
- زیارات مزار کے قصد سے طویل سفر کیا۔ اور مزارات پر رکستے گئے۔ تو قصر ہوئی یا نہیں۔؟ ۳۵۸.....
- نفل کا ہر شفعہ من کل الوجوہ مستقل نہیں۔ ۳۵۸.....
- ظہر کے قبل کی چار سنت مؤکدہ اور جمعہ کے قبل و بعد کی چار شفعہ اولیٰ میں تشہد کے بعد درود پڑھنا منع اور سجدہ مکہ میں اختلاف ہے اور بقیہ سنن و نوافل میں پڑھنا چاہئے۔ ۳۵۸.....
- سنن اولیٰ۔ اور فرائض و واجبات میں یہ حکم ہے کہ قریب قعود ہو تو لوٹے اور قریب قیام ہو گیا تو نہ لوٹے اور سجدہ مکہ کرے۔ ۳۵۹.....
- اور قیام قریب ہو کر لوٹا تو غلط کار ہوا اور اس پر سجدہ مکہ واجب ہوا۔ ۳۵۹.....

- قاعدہ اخیر میں بھولا تو قیام کے بعد بھی لوٹے اور سجدہ مکہ کرے۔ ۳۵۹.....
- لقمہ دینے میں جلد بازی مکروہ ہے۔ البتہ لقمہ دینے والے کی نماز قاسد نہ ہوگی۔ ۳۵۹.....
- مسلسل ساڑھے ستاون میل کا سفر ہو تو قصر اور درمیان سفر میں قیام کا ارادہ ہو مسافر نہ ہوگا۔ ۳۵۹.....
- مسافرت کی ابتداء آبادی سے باہر ہونے کے بعد اور انتہا آبادی میں پہنچنے کے بعد۔ ۳۶۰.....
- فرض یا واجب کی تاخیر اگر مقدار تین تسبیح ہو تو سجدہ مکہ واجب ہے یا کوئی استثناء بھی؟ ۳۶۰.....
- دوسری اور تیسری رکعت میں قعود مکروہ تنزیہی ہے۔ ۳۶۰.....
- دوسری اور تیسری رکعت کے بعد جلسہ خفیفہ موجب کھوند ہوگا۔ ۳۶۲.....
- جلسہ طویل کی تفسیر۔ ۳۶۲.....

قضا نمازوں کا بیان

- قضائے عمری کے طریقہ ادا سے سوال؟ ۳۶۳.....
- اگر قضا نمازوں کی مقدار معلوم ہو تو سب کی قضا کرنے ورنہ جتنی پڑھ سکے پڑھ لیا کرے تاکہ پوری تعداد مکمل ہو جائے۔ ۳۶۳.....
- نیت اس کی یوں کی جائے۔ مثلاً ظہر عصر کی پہلی نماز جو قضا ہوئی۔ ۳۶۳.....
- صرف فرائض کی قضا ہے سنتوں کی نہیں۔ ۳۶۳.....
- جن کی زیادہ نمازیں قضا ہوئیں وہ آسانی کیلئے یہ بھی کر سکتے ہیں کہ تسبیح ایک بار کہیں۔ ۳۶۳.....
- التحیات کے بعد صرف اللھم صل علی محمد والہ کہہ کر سلام پھیر دیں۔ ۳۶۴.....
- عید گاہ میں عید کے علاوہ نمازیں بھی پڑھ سکتے ہیں علمائے اسلام کو تا جدار کہنا جائز ہے۔ ۳۶۴.....
- صحابہ کے علاوہ علماء و سلاخ کورضی اللہ تعالیٰ عنہ کہہ سکتے ہیں۔ ۳۶۴.....

نماز مسافر کا بیان

- مستقل سفر اور ضمنی سفر سے متعلق ایک سوال؟ ۳۶۴.....
- اور اس میں ایک رائج قول کی شرط۔ ۳۶۵.....
- راہی تک سفر کے ارادے سے نکلا وہ دو سو کلومیٹر پر رک گیا تو قصر کرنا چاہئے یا پوری پڑھنا چاہئے۔ ۳۶۷.....
- دو سو کلومیٹر سفر سے زائد ہے اس لئے پندرہ روز اور اقامت کی نیت نہ کی ہو تو قصر واجب۔ ۳۶۷.....
- آیت لقد جاءکم رسول میں لفظ حریص پر وقت اضطراری پر وقف صحیح ہے؟ ۳۶۷.....
- خدا سے ڈرو اور صرف خدا سے ڈرو آیت قرآنی کا ترجمہ ہے۔ ۳۶۸.....
- نماز میں آیت قرآنی کی تلاوت فرض۔ ۳۶۸.....

- ۳۶۸..... سبحان اللہ کہنے سے نماز نہ ہوگی.....
 ۳۶۸..... چلتی ریل میں فرض واجب پڑھنا منع ہے.....

تراویح کا بیان

- ۳۶۹..... سجدہ تلاوت کی ادائیگی فوراً واجب نہیں بعد میں بھی کر سکتا ہے.....
 ۳۶۹..... سجدہ تلاوت واجب ہونے کی صورتیں.....
 ۳۶۹..... جہاں مختلف لوگ کام میں مشغول ہوں وہاں قرآن شریف بلند آواز سے پڑھنا چاہئے.....
 ۳۷۰..... تراویح میں اجرت پر قرآن عظیم پڑھنا جائز ہے.....
 ۳۷۰..... معروف چیز مشروط کے حکم میں ہے.....
 ۳۷۱..... تراویح کے امامت کے دو جائز طریقے.....
 ۳۷۲..... مسائل کو اخلاص کی تلقین اور مسئلہ پوچھنے کے طریقہ کی ہدایت.....
 ۳۷۲..... چندہ چندہ دینے والوں کی ملک پر پابندی رہتا ہے.....
 ۳۷۲..... جس کام کیلئے چندہ ہوا اس میں صرف کے بعد فق کیا تو پھر چندہ دہندہ کی اجازت لے کر جس کام کے لئے کہیں اس میں خرچ کیا جائے.....
 ۳۷۳..... داڑھی منڈے کی اقتداء کسی نماز میں جائز نہیں.....
 ۳۷۳..... کسی دینی کام کیلئے جبراً چندہ مانگنا درست نہیں.....
 ۳۷۴..... فاسق امام کے بارے میں سوال؟.....
 ۳۷۴..... جاہل کے وعظ و تقریر سے سوال؟.....
 ۳۷۴..... تراویح میں اجرت ملے کر کے لینا حرام ہے.....
 ۳۷۵..... چندہ جبراً وصول کرنا حرام.....
 ۳۷۵..... زبردستی کا چندہ مسجد میں لگانا حرام ہے.....
 ۳۷۶..... استخفاف میں طرفین کو ہدایت.....
 ۳۷۷..... تراویح ۸ رکعت قرآن شریف دیکھ کر پڑھنے سے متعلق سوال؟.....
 ۳۷۷..... تراویح ۲ رکعت سنت مؤکدہ ہے.....
 ۳۷۸..... نماز میں مصحف شریف دیکھ کر پڑھنا مفسد صورتہ ہے.....

دعا کا بیان

- ۳۸۰..... ہر نماز کے بعد دعا کرنے کا قرآن عظیم سے ثبوت.....

- ۳۸۰..... بندہ ہوں کی تقریر سننا جائز نہیں.....
 ۳۸۱..... بندہ ہب کی اذان دہرائی جائے.....
 ۳۸۱..... خاص مسجدوں کو حتی الامکان غیر مسلموں سے محفوظ رکھا جائے.....
 ۳۸۱..... فرش مسجد کے علاوہ خارج مسجد میں آئیں تو حرج نہیں.....
 ۳۸۱..... نمازوں کے بعد دعا مانگنے کا حدیثوں سے ثبوت.....
 ۳۸۲..... سورہ ملک پڑھنے والے.....
 ۳۸۳..... امام اعظم کے نزدیک ترقیہ مکروہ اور صاحبین و شوافع کے نزدیک جائز ہے.....
 ۳۸۳..... داڑھی بڑھانے کی حدیث بخاری شریف سے.....
 ۳۸۳..... نماز کے بعد دعا میں رسول ﷺ سے اشتیاق کا سوال و جواب.....
 ۳۸۵..... دعا ثانی یعنی پوری نماز سے سنن ختم ہونے کے بعد اجتماعی دعا کرنا مستحب ہے.....
 ۳۸۵..... مستحب کرنے والے کو ثواب اور نہ کرنے پر کوئی ملامت نہیں.....
 ۳۸۵..... جو عمل کسی جماعت کا شعار ہو جائے اس کی اہمیت بڑھ جاتی ہے.....
 ۳۸۶..... نماز کے بعد دعا مانگنے کا طریقہ.....

درود شریف کا بیان

- ۳۸۶..... درود شریف کے مختصر لکھنے کا سوال و جواب.....

جمعہ کا بیان

- ۳۸۷..... دیہات میں جمعہ جائز نہیں اس میں نماز ظہر پڑھی جائے.....
 ۳۸۷..... نماز جنازہ اور اس کے احکام سے سوال و جواب.....
 ۳۸۸..... گاؤں میں جمعہ کے دن ظہر کی نماز جماعت اذان و اقامت کے ساتھ ہونے کا سوال و جواب.....
 ۳۸۹..... ایک قصبہ کے شہر یا دیہات ہونے کا سوال؟.....
 ۳۸۹..... مصر و شہر اور دیہات کی تعریف.....
 ۳۸۹..... قید خانہ میں جمعہ قائم کرنے کا حکم.....
 ۳۹۰..... جمعہ کے شرائط میں اذن عام ضروری ہے اور قید میں یہ شرط تحقق نہیں.....
 ۳۹۰..... کتب فقہ سے مسئلہ کی جزیئت اور مختلف شتوں سے جواب.....
 ۳۹۱..... دیہات میں نماز جمعہ نہیں.....
 ۳۹۱..... وحید الزماں کیرانوی دارالعلوم دیوبند میں مدرس تھے.....

- ۴۹۱..... پیشہ اور برادری کی بنیاد پر کسی کو ذلیل کہنا کینٹکی ہے۔
- ۴۹۲..... ویران جگہ جمعہ پڑھنے کا سوال و جواب۔
- ۴۹۳..... جائزوں میں جمعہ کا ٹائم دو بجے افضل ہے اور گرمیوں میں اور تاخیر مستحب ہے۔
- ۴۹۳..... صرف یا اللہ کا ذکر کرنا بھی صحیح ہے مگر افضل یہی ہے کہ کلمہ کے دونوں حصہ کا ذکر ہو۔
- ۴۹۴..... دیوبندی اور سنی دونوں کی امامت کو جائز کہنے والے۔
- ۴۹۵..... قیام جمعہ کے شرائط پورے ہوں تو ایک شہر میں کئی جگہ جمعہ قائم ہو سکتا ہے ورنہ ایک جمعہ بھی قائم نہیں ہو سکتا۔
- ۴۹۶..... فاسق کی امامت اور نئے جمعہ کے قیام کا سوال؟
- ۴۹۶..... جمعہ میں فاسق کی اقتداء کر سکتے ہیں۔
- ۴۹۶..... جمعہ کے بعد ظہر یا جماعت پڑھ سکتے ہیں۔
- ۴۹۶..... کیا قربانی کا گوشت کھال اتارنے کے بعد دفن کر دینا چاہئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قربانی کیا ہوا دنیہ کیا ہوا تھا۔
- ۴۹۷..... محرم کی تعزیر داری اور پابجہ بچانا کیسا ہے؟
- ۴۹۷..... ہندو کا شوہر بہت دنوں سے غائب ہے اور وہ حاملہ پائی گئی اور وہ کہتی ہے کہ حمل شوہر کے بڑے بھائی کا ہے تو کیا حکم ہے؟
- ۴۹۷..... جہاں جمعہ کے صحیح نہ ہونے کا شبہ ہو وہاں جمعہ کے بعد چار رکعت احتیاطی پڑھنا چاہئے۔
- ۴۹۷..... ایک مصلیٰ پر جمعہ اور ظہر دونوں نہ پڑھنا چاہئے۔
- ۴۹۷..... قربانی کا گوشت دفن کرنا حرام ہے۔
- ۴۹۸..... مروجہ تعزیر داری حرام ہے۔
- ۴۹۸..... اسلام میں شوہر کے بھائی سے بھی شوہر کا پردہ ہے۔
- ۴۹۸..... عورت کی بات خود اس کے حق میں مان لی جائے گی مگر شوہر کے بھائی کے انکار کرنے کی صورت میں اس پر الزام نہ ہوگا۔
- ۴۹۸..... البتہ یہ انتظام کرنا ہوگا کہ اس کا اور شوہر کے بڑے بھائی کا سامنا بھی نہ ہو۔
- ۴۹۸..... مال جرمائے حرام ہے۔
- ۴۹۸..... شوہر اگر اس بچے سے انکار نہ کرے بچہ اسی کا ہے۔ اور انکار کی صورت میں میاں بیوی سے لعان کرنا چاہئے۔
- ۴۹۸..... اور دونوں میں علیحدگی کرا دی جائے گی اور بچہ عورت کی طرف منسوب ہوگا۔
- ۴۹۹..... شہر کی جس تعریف کو ظاہر روایت لکھا ہے عرفی تعریف نہیں ہے۔

- ۴۹۹..... شرعی اور تحقیقی ہے۔ یہی رائج واضح ہے۔ اور دوسری روایت غیر صحیح ہے۔
- ۴۹۹..... شہر کی تعریف کے عرفی قرار دینے کی تنقید و تفصیل۔
- ۵۰۰..... قائل کے قول اتان من تھا میں حق و فقر بحث۔
- ۵۰۱..... ایک ہی مسجد میں ایک وقت میں جماعت کے ساتھ جمعہ اور ظہر پڑھنے کا سوال؟
- ۵۰۱..... احتیاط الظہر کے بارے میں ایک توضیح۔
- ۵۰۱..... دیہات میں نماز جمعہ و ظہر یا جماعت ایک ساتھ پڑھنے کا سوال؟
- ۵۰۱..... دیہات میں ظہر یا جماعت پڑھنے سے سوال؟
- ۵۰۳..... بریلی مارہرہ مبارکپور میں جمعہ پڑھنے سے سوال؟
- ۵۰۳..... جمعہ اور ظہر ایک ساتھ یا جماعت پڑھنے کا سوال؟
- ۵۰۴..... آبادیوں کی تفصیل و تحقیق۔
- ۵۰۴..... کوردہ میں جمعہ وعیدین قائم کرنا گناہوں کا مجموعہ ہے۔
- ۵۰۴..... (۱) ناجائز امر کا ارتکاب۔
- ۵۰۴..... (۲) امر ناجائز کو واجب فرض گمان کرنا۔
- ۵۰۴..... (۳) نفل نماز کو باجماعت پڑھنا مکروہ ہے۔
- ۵۰۴..... (۴) اس کے سبب ترک ظہر جو گناہ ہے۔
- ۵۰۵..... احتیاطی ظہر کے عوام کو اطلاع نہ دی جائے۔ جس سے متعدد غلط فہمیوں کا امکان ہے۔
- ۵۰۵..... ناجائز جمعہ کی طلاق چار احتیاطی ظہر سے ناجائز ہے۔
- ۵۰۵..... کوردہ گاؤں کا حکم۔
- ۵۰۵..... استدراک۔
- ۵۰۵..... مالا یسع اکبر مساجد ہم میں وہاں کے مکلف باشندوں کی تعداد مراد ہے۔
- ۵۰۶..... کوردہ میں جمعہ کسی طرح جائز نہیں۔
- ۵۰۶..... مالا یسعہ مساجدھا۔ ایسی جگہ جمعہ قائم کرنے والے منع نہ کریں۔
- ۵۰۶..... ایسی جگہوں جاری جمعہ کو منع نہیں کریں۔ اور خواص کو چار رکعت احتیاطی کا حکم دیا جائے گا۔
- ۵۰۶..... احتیاطی ظہر کو جماعت کے ساتھ پڑھنا منع ہے۔
- ۵۰۷..... مبارکپور مارہرہ اور گھوسی کے شہر ہونے کی وضاحت۔
- ۵۰۷..... کوردہ علاقوں میں جمعہ قائم کرنے والوں کو تنبیہ۔
- ۵۰۹..... شہر کی صحیح تعریف۔

- قاضی ابو یوسف کی نادر روایت۔ جس میں علماء کا اختلاف ہے۔ ۵۰۹.....
- جمہور اس کو مشترک نہیں مانتے اور بعض علماء متاخرین نے اسی جگہ کو مشترک جمعہ جائز قرار دیا ہے۔ ۵۱۰.....
- دیہات جہاں شہر کی ان دونوں تعریفوں میں کوئی صادق نہ آئے ایسی جگہ جمعہ ناجائز بلکہ گناہ ہے۔ ۵۱۰.....
- ایسی جگہ ناجائز ہونے میں کوئی اختلاف نہیں۔ ۵۱۰.....
- اعلیٰ حضرت کے اس قول جہاں جمعہ قائم ہونے کا ایک محل صحیح۔ ۵۱۰.....
- فساد پھیلانے والے کو مسجد آنے سے روکنا جائز ہے۔ ۵۱۱.....
- سوال و جواب روایت نادرہ پر جو جگہ شہر ہے وہاں جمعہ قائم ہو تو منع نہ کیا جائے۔ ہاں اور ان پر ظہر چھوڑنے کا گناہ نہ ہوگا۔ اور اس کی قضاء لازم نہ ہوگی۔ ۵۱۲.....
- اور اہل علم جو صحیح نیت پر نادر ہوں انہیں چار رکعت احتیاط الظہر جمعہ کے بعد پڑھ لینا چاہئے۔ اگر ایسی جگہ کوئی ظہر باجماعت قائم کرے گا ضرور فساد ہوگا۔ ۵۱۲.....
- کورہ میں جمعہ پڑھتے ہوں تو ایسی جگہ اگر کوئی شخص جماعت جمعہ قائم کرتا ہے تو کوئی گناہ نہیں کرتا۔ ۵۱۲.....
- قیام جمعہ کے لئے کس کی اجازت لینا ضروری ہے۔ ۵۱۳.....
- خط کہ سرنامہ پر طویل عبارت کے اعداد لکھنے سے سوال؟ ۵۱۳.....
- خود وعدہ خلافی کرنا اور یہ بہانہ بنا کر پھر مجھے تقریر کا وقت نہیں دیا گیا قوم میں فتنہ پیدا کرنا کیسا ہے؟ ۵۱۳.....
- فجر کی سنت ادا کئے بغیر امامت کرنے والے کی امامت کا سوال؟ ۵۱۵.....
- غیر مسلموں سے میل جول رکھنے والے کی امامت کا سوال؟ ۵۱۵.....
- جس جگہ کوئی حاکم شہر نہ ہو وہاں کس کی اجازت سے جمعہ قائم نہیں ہو سکتا۔ ۵۱۵.....
- لیکن لوگ ایسی جگہ جمعہ پڑھیں گے تو اسے بند کرنا جاہل کا کام ہے۔ ۵۱۵.....
- آج کل ہر طرف جاہل مولویوں کی حکومت ہے۔ ۵۱۶.....
- یہ کہنا بھی غلط ہے کہ جمعہ قائم کرنا جامع مسجد کے امام کا کام ہے جمعہ کی اجازت دینا بادشاہ اسلام یا اس کے نائب یا اسلامی حکومت نہ ہو تو علم علمائے فقیہ کا کام ہے۔ ۵۱۶.....
- جمعہ قائم کرنے والوں کو کا فر بنانا بہت بڑی گمراہی ایسا شخص امامت کے لائق نہیں۔ ۵۱۶.....
- اگر حامد صاحب بلا عذر شرعی وقت پر نہ پہنچ سکے تو ان کی کوتاہی ہے تقریر کا ٹائم ملنے میں ان کی کوئی توہین نہیں۔ ۵۱۶.....
- تقریر خالصا لوجہ اللہ کرنی چاہئے معاوضہ اور اجرت حرام ہے۔ ۵۱۷.....
- سنت مؤکدہ کا علی الاعلان ترک فسق ہے ایسے شخص کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔ ۵۱۷.....
- احتیاط الظہر کا سوال و جواب۔ ۵۱۷.....

- سینوں کے خلاف اشرف علی تھانوی کے معتقدین کے پیچھے نماز پڑھنے والوں کی امامت سے سوال و جواب۔ ۵۱۸.....
- کورہ میں نماز ظہر باجماعت یا تنہا پڑھنے کا سوال؟ ۵۱۸.....
- شہر کی مختلف تعریفوں سے سوال؟ ۵۱۹.....
- گرام پنچایت حاکم کے حکم میں ہے یا نہیں؟ ۵۱۹.....
- کیا قیام جمعہ کے لئے آبادی کی کوئی تعین مقرر کی ہے؟ ۵۲۰.....
- ذی اور حربی کی تعریف۔ ۵۲۰.....
- دیوبندیوں کے یہاں کھانے پینے کا تعلق رکھنا کیسا ہے؟ ۵۲۰.....
- عورتوں کی شرم گاہ کی تری کا مسئلہ۔ ۵۲۰.....
- کثیر جماعت میں مکبر مقرر کرنے کا سوال؟ ۵۲۰.....
- نذر و قاتح اور صدقہ جاریہ۔ ۵۲۰.....
- شہر کی تعریف میں تعداد کا کوئی ذکر نہیں۔ ۵۲۰.....
- ذی اور غیر مسلم جو اسلامی حکومت میں اطاعت گزار بنکر رہے۔ ۵۲۱.....
- حربی وہ غیر مسلم ہے جو غیر مسلم حکومت کا باشندہ ہو اور دارالاسلام سے حالت جنگ قائم ہو۔ ۵۲۱.....
- حربی غیر مسلم اور مسلمان میں سود کا معاملہ نہیں تحقیق ہوتا۔ ۵۲۱.....
- دیوبندی صاحبان مرتدین ان سے کھانا دانا کا تعلق بھی منع ہے۔ ۵۲۱.....
- ضرورت کے موافق مکبر کھڑا ہونا مستحب ہے۔ ۵۲۱.....
- قاتح کا کھانا مالداروں کے لئے نہیں غریب کو کھلایا جائے اور بزرگوں کی قاتح کا کھانا کھا سکتے ہیں۔ ۵۲۱.....
- ایک بستی کے بارے میں متعدد تفصیلات۔ ۵۲۱.....
- دیہات میں جمعہ قائم نہ کیا جائے۔ اور جہاں عوام پڑھتے ہوں روکا نہ جائے۔ ۵۲۲.....
- دیہات میں جمعہ پڑھنے والے قائل ملامت نہیں۔ ۵۲۳.....
- دیہات میں قیام جمعہ کے احکام۔ ۵۲۳.....
- ایک فتویٰ نماء استثناء۔ ۵۲۳.....
- علمائے کرام اور مشائخ عظام کا تعامل معتبر ہے یا نہیں؟ ۵۲۳.....
- دیہات میں جمعہ کیا حکم ہے؟ ۵۲۵.....
- کیا اہل دیہات پر شہر میں جا کر جمعہ پڑھنا فرض ہے؟ ۵۲۵.....
- احتیاطی ظہر کہاں پڑھی جائے گی؟ ۵۲۵.....

- ۵۳۲..... جمعہ کا قیام کس صورت میں جائز ہے اور کس صورت میں نہیں؟
 ۵۳۵..... دیہات میں جمعہ کے قیام سے متعلق فتاویٰ
 ۵۳۷..... ظہر احتیاطی کے مسائل
 ۵۳۷..... شہر کی تعریف اور احکام جمعہ
 کسی ایک حرف قرآن کا بدلنا بھی تحریف اور کفر ہے جب کہ اس کا قصد بھی ہو اور اصل و محرف میں امتیاز اور تغایر بھی ہو
 ۵۳۹..... تکفیر مسلم سے کب کفر لازم آتا ہے؟
 ۵۴۰..... عند الشرح آبادی کی تین قسمیں ہیں
 ۵۴۱..... شہر میں متعدد جگہ جمعہ قائم ہو سکتا ہے
 ۵۴۸..... جمعہ وعیدین کا خطبہ اردو زبان میں جائز ہے یا نہیں؟
 ۵۵۰..... عید کی نماز متعدد مرتبہ ایک ہی جگہ ہو سکتی ہے یا نہیں؟
 ۵۵۱..... عیدین کی نماز کے لیے جاتے وقت تکبیرات کے علاوہ اور کوئی مشغل نہ کیا جائے
 ۵۵۲..... مسجد کا فرش عید گاہ لے جاسکتے ہیں یا نہیں؟
 ۵۵۲..... عیدین کی نماز گورنمنٹ کی افتادہ زمین میں بھی جائز ہے
 ۵۵۳..... عیدین کی تکبیرات چھوٹ گئیں تو نہ حالت رکوع میں ان کا اعادہ ہے اور نہ ان کے لیے قیام کی طرف لوٹنا
 ۵۵۶..... نماز عید کے لیے شہر سے باہر جانا سنت ہے
 ۵۵۷..... بلا وجہ عیدین کی دوسری علیحدہ جماعت کرنا غلط ہے
 ۵۵۹..... عید کا میلہ اگر منہیات شرعیہ سے خالی ہو تو جائز ہے
 ۵۶۲..... تکبیرات عیدین چھوٹ جائیں تو اصولی طور پر سجدہ سہوا واجب ہے لیکن جمعہ وعیدین میں سجدہ سہوا ساقط ہے کہ جماعت کی کثرت کے سبب انتشار ہوگا
 ۵۶۳..... عیدین کی تکبیرات زوائد کی تعداد سے متعلق تفصیلی اور تحقیقی فتویٰ
 ۵۶۴.....

فہرست مسائل ضمنیہ

کتاب الجنائز

- ۱۴۲..... قبر میں عہد نامہ رکھنے کی سند
 ۱۴۲..... قبر میں قبلہ روتا تک میں رکھنے کی وجہ اس کو کلویت سے بچاتا ہے
 ۱۴۲..... قرآن شریف قبر میں نہ رکھنے کی وجہ
 ۱۶۹..... مسلمانوں کی قبر پر ہری ڈالی اور پھول ڈالنا جائز ہے
 ۱۶۹..... عام مسلمانوں کی قبروں پر غلاف ڈالنا منع
 کتاب النکاح
 ۶۷..... چند عورتوں سے نکاح جائز ہونے نہ ہونے کا سوال
 ۶۷..... خالہ سے نکاح ناجائز اس کی لڑکی سے جائز
 ۶۷..... ماموں اور بچو بھی کی بیٹی بھی حلال
 ۶۷..... بھائی کی عورت اور موسیٰ کی پوتی محرمات سے نہیں
 ۹۷..... تجدید نکاح کی آسان صورت
 ۱۷۱..... مستحبات نکاح کا بیان
 ۱۷۲..... دو مکی بہنوں سے نکاح کا کیا حکم ہے؟
 ۱۷۲..... غیر مطلقہ سے نکاح
 ۱۷۳..... دو بہنوں سے باپ اور بیٹے کا نکاح جائز ہے
 ۱۷۳..... نکاح میں دو بہنوں کو ایک ساتھ جمع کرنا حرام ہے
 ۱۷۳..... دوسرے کی عورت سے بے طلاق نکاح حرام ہے
 ۲۹۶..... عدت کے اندر مطلقہ کی بہن سے شادی کا سوال؟
 ۲۹۷..... ہندو کے ساتھ فرار ہونے والی عورت نکاح میں رہی یا خارج ہو گئی
 ۲۹۸..... عدت کے اندر مطلقہ کی بہن سے نکاح ناجائز ہے
 ۲۹۸..... زنا کاری کی وجہ سے عورت نکاح سے نہیں نکلتی
 ۲۹۷..... لڑکی کے ساتھ زنا کاری کا مسئلہ؟
 ۳۳۹..... بالذات اپنا نکاح خود کرے تو کیا حکم ہے اور اعزاء و اقربا کی کیا ذمہ داری ہے

ولی کی اجازت کے بغیر بالذات اپنی شادی کفو میں کر سکتی ہے..... ۳۳۰

کتاب الخطر والاباحۃ

- غیر مسلموں کے ایصال ثواب کے واسطے ان کے گھر جا کر یا کسی اور جگہ قرآن خوانی جائز نہیں..... ۹۶
- دفع امراض و دیگر تکالیف کے دفع کیلئے آیات قرآنی کا تعویذ دینا منع ہے انکو اگر دیا جائے قرآنی اعداد کا تعویذ دیا جائے..... ۹۸
- اور ایسے محنت میں جہاں غیر مسلم جھاڑ پھونک والے نہ ہوں نہ جایا جائے..... ۹۸
- اور صرف مسلمان کو بیایا جائے تو جانے میں حرج نہیں اور تبت یہ رکھنا چاہئے۔ اللہ اس کو ہدایت دے..... ۹۸
- اور عمارت اور کمپنی وغیرہ کے افتتاح کے موقع پر جہاں مسلم و غیر مسلم دونوں قسم کے لوگوں کو اپنے اپنے مذہب کے مطابق پوجا پاٹ کی اجازت جانا حرام ہے..... ۹۸
- پھر یہ بھی دیکھنا ضروری ہے کہ وہ کارخانہ یا عمارت ناجائز امور کیلئے نہ بنایا گیا ہو..... ۹۹
- جہالت کو ارتداد قرار دینا حرام ہے..... ۹۹
- اہل سنت و جماعت اور دیوبندیوں کا دو مسجدوں میں اول بدل کر کے نماز پڑھنا..... ۹۹
- اپنی قرض و قفل نمازوں کا ثواب والد یا کسی اور مسلمان کو پہنچانا جائز ہے مگر یہ قضا نمازوں کا بدلہ نہ ہوگا..... ۱۰۰
- سوتیلی ماں کے ساتھ لڑکے کی بدسلوکی حرام ہے۔ والد اسکو نرمی کے ساتھ سمجھائے..... ۱۰۰
- مولانا احمد رضا کو امام اور اعلیٰ حضرت کہنے کی وجہ؟..... ۱۱۸
- رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو فقط صحابہ کے ساتھ خاص ہے؟..... ۱۱۸
- عاق کی تعریف اور اس کا شرعی حکم..... ۱۱۸
- اعلیٰ حضرت کی تحقیق..... ۱۱۹
- عاق کی تعریف اور اس کا شرعی حکم..... ۱۱۹
- داڑھی منڈے کے فشق سے سوال..... ۱۳۰
- داڑھی رکھنے کے حکم والی حدیثوں کا سوال..... ۱۳۰
- زنا وراثت کے منافی نہیں..... ۱۳۱
- رغل و جزدان کی بے حرمتی..... ۱۶۳
- قصد ارغل اور جزدان روئنا حرام ہے..... ۱۶۳
- کس چیز پر ابو جہل یا قارون کا نام لکھ کر اس پر چاند ماری کرنا مکروہ ہے۔ یا جائز یا حرام ہے..... ۱۵۶
- ایسے مصلوں کا استعمال کیسا جن پر مقامات مقدسہ کی تصویریں بنی ہوں..... ۱۵۶
- تعمیم و تکریم کا وارد اعراف پر ہے..... ۱۵۷

- جس چیز کی شبیہ بنانا اور جس طرح اس کا استعمال توہین سمجھا جاتا ہے ناجائز ہے..... ۱۵۷
- کاغذ پر مقامات مقدسہ کا نقشہ بنا کر دیواروں پر آویزاں کرنا جائز ہے۔ اور اس کا زمین پر ڈال دینا اہل جگہ رکھنا..... ۱۵۷
- کہ پاؤں پڑے یا پشت سے اس پر ٹیک لگائی جائے منع ہے..... ۱۵۷
- مصلی بالائی حصہ پر ایسی ہوں اور خیال کیا جائے کہ ان پر قدم یا سرین نہ پڑے تو ان کا استعمال جائز اور اس سے بھی پرہیز بہتر..... ۱۵۸
- مسجد کی رقم سے خریدہ ہوا لادڈا پیکر کسی دوسرے کے کام کیلئے استعمال نہیں ہو سکتا..... ۱۵۹
- اور چندہ اس لئے کیا کہ مسجد کیلئے بھی کام ویگا اور دوسرا جائز کام بھی لیا جائے گا تو اعلان وغیرہ جائز ہوگا..... ۱۵۹
- مسجد کے پرانے سامان کو بے حرمتی کی جگہ لگانا منع ہے..... ۱۵۹
- مسجد کی تعمیر سے بچے ہوئے سامان کو بیچ کر رقم مسجد کی تعمیر میں ہی خرچ کیا جائے..... ۱۶۰
- مسجد میں گیس سلنڈر جلانے سے سوال؟..... ۱۶۱
- ہولی کی ایک روایت..... ۱۶۱
- اور اس روز مسلمانوں کے چودہ پوریوں پر مراد بیوی کی فاتحہ سے انتشار..... ۱۶۱
- گیس بد بودار چیز ہے اس لئے مسجد میں اس کا جلانا حرام..... ۱۶۲
- سالی سے زنا کرنے کی وجہ سے زانی کی عورت اس پر حرام نہیں ہولی..... ۱۶۲
- شامی کا حوالہ..... ۱۶۲
- البتہ نکاح میں حرج نہیں اور جنس حرام ہے..... ۱۶۲
- ہولیکا کے بارے میں ہندی روایت حضرت ابراہیم علیہ السلام سے اس کا رشتہ زنا غلط ہے..... ۱۶۲
- یہ فرضی ایصال ثواب حرام اور روایت بے بنیاد ہے..... ۱۶۲
- غیر متکلف کا مسجد میں سونا حرام ہے..... ۱۶۳
- مسجد کی تعمیر کرنے کا نام اچھی نیت سے تو اچھا ہے۔ اور ریا و نمود کے لئے ہو تو برا ہے..... ۱۷۳
- مردہ تعزیہ داری حرام ہے..... ۱۸۸
- مردہ شبیہ منع ہے..... ۱۹۰
- کسی کی زمین زبردستی مسجد یا کسی دینی کام کیلئے لینا جائز نہیں..... ۲۰۳
- متکلف، مسافر کے علاوہ کسی کا مسجد میں سونا جائز نہیں۔ اسی طرح رہائش اور دیگر کاروبار بھی منع ہے..... ۲۰۵
- تمام نمازوں کے بعد مصافحہ جائز ہے..... ۲۳۱
- توصلوۃ فجر و عصر کے بعد بھی جائز ہے..... ۲۳
- قیام تعظیمی جائز ہے..... ۲۳۶

- دعائت کی جنس استعمال کرنے کا سوال؟ ۳۲۸
- کمپنی کے حصص کی خریداری سے بچنا چاہیے ۳۰۲
- حکومت بے روزگاروں کیلئے امداد کی جو رقم نکالتی ہے اس کو دھوکہ دیکر وصول کرنا حرام ہے ۳۰۳
- دھوکہ بازی غیر مسلم کے ساتھ بھی حرام ہے ۳۰۳
- غیر محرم عورتوں سے ہنسی مذاق ۳۰۲
- غیبت فقہ اندازی اور دھوکہ بازی حرام ہے جس کے مرتکب کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے ۳۰۲
- چھٹی ڈال کر نیلام کرنے سے سوال؟ ۳۰۹
- بغیر داڑھی کٹائے ملازمت نہ ملے تو کیا کیا جائے؟ ۳۰۹
- ہندو عورت اور مسلمان نے چالیس سال زنا کاری کی اب عورت مسلمان ہو کر نکاح کرنا چاہتی ہے تو کیا حکم ہے؟ ۳۰۹
- غوث پاک کی گیارہویں سے سوال؟ ۳۰۹
- حرام کمائی سے توبہ کا طریقہ ۳۱۰
- جس سے زنا کرتا رہا اگر اس سے نکاح کرنا چاہے تو عدت کی ضرورت نہیں ۳۱۱
- غوث کی نیاز مستحسن اور مستحب ہے اس کے لئے قرض لینا ضروری نہیں ۳۱۱
- حرام کمائی سے تجارت کی صورت منافع جائز ہو گا یا نہیں؟ ۳۶۲
- آتش بازی اور پٹاخہ کی تجارت سے سوال ۳۶۳
- نا جائز روپے سے ہتھیار خریدنے کا سوال ۳۶۳
- سوکھی مچھلی کی بیع ۳۶۳
- ۸۶ اور ۹۲ لکھنے سے سوال ۳۶۳
- جنازے کے آگے میلاد پڑھنا ۴۱۸
- سلام و قیام ۴۱۸
- نداء غیر اللہ ۴۱۸
- بزرگان دین کی نیاز ۴۱۸
- انبیاء کرام کا علم غیب ۴۱۸
- سنت بزرگان دین ۴۱۸
- حضور کو علم تھا یا نہیں؟ ۴۱۹
- عرس بزرگان دین سے متعلق ۴۱۹

- مولوی امید علی سنی اور امیر احمد وہابی معلوم ہوتے ہیں ۴۱۹
- فاسق اور غیر ناموں کو تولیت سے دور کرنا چاہیے ۴۱۹
- گمراہوں سے اپنے بچوں کو تعلیم دلانا منع ہے ۴۲۰
- مسجد میں بلا روک ٹوک سب کو جانے کی اجازت نہیں ۴۳۶
- کیا لہسن پیاز کھا کر مسجد میں جانا منع ہے ۴۳۶
- ایذا دینے والوں کو اور بد سیرت کو روکا جائے گا ۴۳۶
- ہاں بلا وجہ شرعی نمازیوں کو روکنا ضرور حرام ہے ۴۳۶
- ہر محفل میلاد میں حضور کا تشریف لانا ضروری نہیں اور تشریف تو شرعاً کوئی جرم نہیں درود و سلام حضور خود بھی سن سکتے ہیں ۴۳۸
- اور فرشتے آپ تک پہنچاتے بھی ہیں ۴۳۸
- آدمی اپنی زندگی میں زائد آدمی کو دیکھ کر اسے قبضہ کرادے تو رشتہ داروں میں کسی کو اس میں حق نہیں پہونچے گا مگر بلا ضرورت یا وارث کو محروم کرنے کے لئے ایسا کیا تو آخرت میں مواخذہ ہوگا ۴۳۸
- مید سالار اور امامین کریمین کی فاتحہ و سبیل جائز ہے چاہے اسکا کچھ یاد رکھیں اس کے علاوہ جب قواش کا ذکر کیا وہ سب حرام ہے ۴۳۸
- کو احلال ہے کہ حرام؟ ۴۳۹
- غازی میاں کا چورا چوری بنانا فاتحہ کرنا اور باجہ بجانا چپنا کوونا اور کہنا کہ اس پر غازی میاں سوار ہیں چورا والی کو فخری میں جانے دینا ۴۳۹
- اس میں مرغ کی ہڈی دفن کران کی کنوری باعث ثواب سمجھنا کیسا ہے؟ ۴۳۹
- غازی میاں کی فاتحہ کس نام سے کی جائے؟ ۴۴۱
- صحیح ہے۔ بقیہ جن خرافات کا ذکر سب ناجائز ہیں ۴۴۱
- حاضر و ناظر کا لفظ حضور کیلئے بولنا جائز ہے ۴۴۱
- حضور کی میلاد اور اس پر سلام ہر پاک جگہ کیا جاسکتا ہے۔ مسجد اور غیر مسجد کی کوئی قید نہیں ۴۴۱
- قبرستان میں دفن سے پہلے میلاد نہ پڑھی جائے بعد دفن میلاد و اذان جائز ہے ۴۴۱
- پیلارنگ پہننا جائز ہے ۴۴۱
- احرام یعنی تہبند اور چادر پہننا بھی شرعاً ممنوع نہیں ۴۴۱
- بے قاعدہ گھومنا عبث ہے بے پردہ عورتوں میں بیٹھنا حرام ہے ۴۴۱
- جواہل ہولوگوں کو مرید بھی کر سکتا ہے ۴۴۲

- ۴۴۲..... وعظ نصیحت رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے۔
- ۴۴۴..... وارث شاہ صاحب ایک بزرگ تھے جو غالباً اکثر مجذوب رہا کرتے تھے۔
- ۴۵۳..... بینک میں روپیہ جمع کر کے منافع اٹھانا؟
- ۴۵۳..... مدرسہ کی کتابیں غصب کی تو ان کی واپسی سے سوال؟
- ۴۵۴..... حربی اپنا مال اپنی مرضی سے مسلمان کو جس نام سے دے مسلمان کو اس کا لینا مباح ہے۔
- ۴۵۴..... جس بینک میں مسلمان بھی ساجھے دار ہوں تو اس سے ایسی رقم لینا منع ہے۔
- ۴۵۴..... غصب میں عین مقصوب کا لوٹنا مقدم ہے۔
- ۴۵۶..... بچوں کو غیر شرعی لباس یا زیور وغیرہ پہنانے کا سوال؟
- ۴۵۶..... میز و کرسی پر کھانے کا سوال؟
- ۴۵۷..... بچے غیر مکلف ہیں انھیں غیر شرعی وضع قطع میں رکھنے والے ماں باپ کو گناہ ہوگا۔
- ۴۵۷..... اس طرح کھانا خلاف سنت ہے اور نصاریٰ کی پیروی میں ہو تو اور برا ہے۔
- ۴۷۸..... مفت شرعی اور غیر شرعی کی مثال اور ان کا حکم۔
- ۴۷۸..... قبروں پر پھول ڈالنے کا حدیث شریف سے ثبوت۔
- ۴۷۹..... بزرگوں کی قبر پر چادر ڈالنے کے جواز پر عقود الدریہ کی عبارت سے ثبوت۔
- ۴۷۹..... بزرگوں کے نام کے بکروں کا حکم۔
- ۴۸۲..... چغل خوری رشوت خوری اور دائرہ منڈانے سے سوال؟
- ۴۸۲..... زید نے مدرسہ کی رقم کھائی تو کس سے معافی مانگے۔
- ۴۸۲..... سورۃ ملک کی تلاوت عذاب قبر سے نجات دیتی ہے۔
- ۴۸۲..... چاروں گناہ کبیرہ ہیں۔ چوری اور رشوت کی ممانعت قرآن سے ثابت۔
- ۴۸۲..... زبانی معافی کے ساتھ رقم کا مدرسہ میں جمع کرنا ضروری ہے۔
- ۴۸۲..... امام کے خطبہ دینے کے پہلے مؤذن کے چند کلمات کہنے اور اور ہاتھ میں عصا دینے کا حکم۔
- ۴۹۳..... کفار احکام کے مخاطب نہیں۔
- ۴۹۳..... سنی عالم ہو کر میلاد قافتہ کی دعوت نہ قبول کرنا۔
- ۴۹۴..... قرآنی آیت میں حضور کے نام پر انگوٹھ چومنے کا حکم۔
- ۴۹۴..... سنی کا امام دیوبندی کو بنانا۔
- ۴۹۴..... دیوبندی عقیدے والے کو سنی مدرسہ کا سکریٹری بنانا۔
- ۴۹۴..... ملک کے متعلق سوال؟

- ۴۹۵..... نیاز و میلاد..... خواتین امور مستحبہ میں کرنے پر ثواب اور نہ کرنے پر کوئی عذاب نہیں۔
- ۴۹۵..... بے نماز جنازہ دینے سے میت کو دفن کر دیا جائے تو دفن کرنے والے سب گنہگار ہوں گے۔
- ۴۹۵..... دیوبندی عالم کے پیچھے سنی کی شہادتیں ہوتی۔
- ۴۹۵..... چومنا ضروری نہیں۔
- ۴۹۶..... نہ چومے تو حرج نہیں۔
- ۴۹۶..... گمراہ کو مدرسہ کا سکریٹری بنانا گناہ ہے۔
- ۴۹۶..... بت خانہ میں پیڑھی آدمی کے کفر کی علامت ہے۔

کتاب الوقف

- ۱۶۶..... اس میں دینی تعلیم کا اسکول قائم کرنا منع ہے۔
- ۱۶۷..... عالمگیری سے مسئلہ کا جزئیہ۔
- ۱۶۵..... عید گاہ کی زائد زمین مسجد میں شامل کرنے کا حکم۔
- ۱۶۶..... مسجد کی زمین میں دینی تعلیم دی جاسکتی ہے۔
- ۱۶۷..... نزول کی زمین پر مسجد کی توسیع جائز ہے۔
- ۱۶۸..... مسجد کے احاطہ میں بنی اور قبروں پر عمارت برائے آمدنی مسجد بنانا جائز ہے یا نہیں؟
- ۱۶۸..... نیز مسجد کے احاطہ کے درخت کاٹنے کا سوال؟
- ۱۶۸..... مسجد کی زمین میں مراد وقف کرنا جائز نہیں۔
- ۱۶۸..... ایسی پرانی قبر کو کھود کر اس کو فرش کے برابر کرنا منع، قبریں باقی رکھی جائیں اور ان کے پورب قبر کی لمبائی ڈیڑھ دو ہاتھ اونچی بنادی جائے تاکہ نماز پڑھنے والے کا رخ قبر کی طرف نہ ہو۔
- ۱۶۸..... وقف کی زمین میں ہونے والے درخت کا حکم۔
- ۱۶۹..... مسجد کی زمین پر تعمیر کے چندے کو دیگر مصارف ذاتی یا دینی میں خرچ کرنا حرام۔
- ۱۶۹..... جس دینی کام کے کیلئے چندہ ہو اس کی بیچی ہوئی رقم چندہ دینے والوں کی اجازت سے کسی دوسرے مقصد خیر میں صرف ہو سکتی ہے۔
- ۱۷۰..... مسجد کو دو جگہ منتقل کرنا جائز ہے۔
- ۱۷۲..... جو جگہ مسجد ہو گئی وہ مسجد ہی رہے گی۔
- ۱۷۲..... ایک وقف کو دوسرے وقف میں بدلنا جائز۔
- ۱۷۳..... مسجد کا وقف صحیح ہونے کی صورت۔
- ۱۷۵..... توسیع مسجد سے راستہ کی تنگی کا سوال؟

- محض زینت کیلئے راستہ کی بجلی کرنی جائز نہیں۔ ۱۷۵
- کسی کمزور فریق کو مسجد کی تعمیر سے روکنا۔ ۱۷۶
- مسجد کے دائیں بائیں کمزوروں کی زمین جبراً شامل کرنا کیسا ہے؟ ۱۷۶
- زیر دستی ایسی مسجد بنانے والوں کا ساتھ دینا کیسا ہے؟ ۱۷۶
- مسجد عام چندہ سے بنی ہو کسی مسلمان کے چندہ سے اس میں انکار کرنا ظلم ہے۔ ۱۷۶
- دوکان بنانے کے لئے توڑی گئی تو اس کا کرایہ اجرو واجب نہیں اور کرایہ داری نہیں۔ ۱۷۷
- مسجد کا بلب جس نے خریدا تو اس کو اپنے مصارف میں صرف کرنے کا حق ہے۔ مگر بے حرمتی کی جگہ لگانا خلاف ادب ہے۔ ۱۸۱
- جو جگہ ایک دفعہ مسجد ہو گئی وہ ہمیشہ مسجد رہے گی۔ چاہے مسجد ویران ہو گئی ہو۔ ۱۸۲
- جبر یا رضا سے اس کو دوسری جگہ سے بدلانا جائز ہے۔ ۱۸۲
- مسجد کا بے کار سامان خرید کر اپنے مصرف میں لایا جاسکتا ہے یا نہیں؟ ۱۸۳
- جائز ہے۔ ۱۸۳
- دیگر قیمتی چیزوں میں بھی اس سے پرہیز چاہئے مجبوری کی صورت میں لگا سکتے ہیں۔ ۱۸۳
- مسجد کے کسی چیز یا کل نیز کوئی دوسری تعمیر ناجائز ہے۔ ۱۸۶
- مسجد کے لئے جو چیز ہو اس کو کرایہ پر دینا حرام ہے۔ ۱۸۷
- اپنے گھر کی بجلی سے مسجد میں روشنی کرنا جائز ہے۔ ۱۸۷
- دیگر قیمتی چیزوں میں بھی اس سے پرہیز چاہئے مجبوری کی صورت میں لگا سکتے ہیں۔ ۱۸۳
- مسجد کے کسی چیز یا کل نیز کوئی دوسری تعمیر ناجائز ہے۔ ۱۸۶
- مسجد کے لئے جو چیز ہو اس کو کرایہ پر دینا حرام ہے۔ ۱۸۷
- اپنے گھر کی بجلی سے مسجد میں روشنی کرنا جائز ہے۔ ۱۸۷
- وقف کے مال سے ضرورت سے زیادہ خرچہ جلاتا منع ہے۔ ۱۹۹
- مسجد کی زمین پر کتب بنانے کا سوال؟ ۲۰۳
- مسجد میں جو درخت کسی نے لگا یا وہ مسجد کا ہے۔ ۲۰۳
- قبرستان کی زمین پر مسجد بنانا جائز نہیں۔ ۲۰۹
- اقیون بھاگ وغیرہ کی رقم کا مسجد میں لگانا کیسا ہے؟ ۲۰۸
- مسجد کی عمارت کو دوکان کے مصرف میں لانا حرام ہے۔ ۲۰۸
- ایک مسجد کی آمدنی دوسری مسجد میں لگانا جائز ہے۔ ۲۰۸

- حرام پیسوں سے بنایا گیا کنویں کا پانی سب کے لئے جائز ہے۔ ۲۰۸
- پختہ مسجد بنا کر وقف کر دیا مسجد ہو گئی۔ ۲۱۰
- عید گاہ بھی وقف کریں تو عید گاہ ہو گئی۔ ۲۱۰
- مسجد میں عید گاہ کی نماز۔ ۲۰۹
- ایک گاؤں میں چند عید گاہ کی نماز۔ ۲۰۹
- آبادی میں عید کی نماز سے سوال؟ ۲۰۹
- ایک گاؤں میں کئی عید گاہ ہو سکتی ہیں۔ ۲۱۰
- کسی حاکم یا جابر نے مسجد غصب کر لیا تو بدرجہ مجبوری اس کا معاوضہ لے سکتے ہیں۔ ۲۱۱
- مسجد بنانے کے بعد واقف انکار کرے تو اس کو تسلیم نہیں کیا جائے گا۔ ۲۱۱
- وقف کا طریقہ۔ ۲۱۱
- مسجد میں تہہ خانہ اور دوکان بنانے کا سوال جواب۔ ۲۱۲
- نزول کی زمین پر مسجد بنانا جائز ہے۔ ۲۱۳
- غصب کی زمین پر مسجد بنانا جائز نہیں۔ ۲۱۳
- کسی مسلمان کی قبر پر کوئی دیوار قائم نہیں ہو سکتی۔ ۲۱۳
- احیاء ارض جائز ہے۔ ۲۱۳
- تعمیر و زراعت وغیرہ احیاء کا طریقہ ہے۔ ۲۱۳
- ایسی زمین کہ مسجد تنگ ہو گئی تو اس کی وسعت کے لئے معاوضہ دیکر حاصل کر سکتے ہیں۔ ۲۱۳
- اور اگر اس زمین سے اجتماعی فائدہ عوام کو حاصل ہوتا رہا ہو تو زید کا فیصلہ ناجائز ہے۔ ۲۱۳
- مسجد کی تعمیر و تکمیل میں صرف مسلمان کی رقم لگتی ہے۔ ۲۱۳
- مسجد کے محن میں دوکان تعمیر کی جاسکتی ہے یا نہیں؟ ۲۱۳
- ثبوت خیانت کے بعد متولی کو تولیت سے علیحدہ کرنا ضروری ہے۔ ۲۱۵
- متولی پر خیانت کا الزام ہو اس سے حساب نمہ کی جائے۔ ۲۱۵
- مسجد کی زمین متعل ہو اور مسجد میں تنگی ہو تو اس کو مسجد میں شامل کیا جاسکتا ہے۔ ۲۱۵
- دوکان ہو تو اس کو بھی مسجد میں شامل کر سکتے ہیں۔ ۲۱۵
- مسجد کے محن کا حکم مسجد کا ہے۔ ۲۱۶
- مسجد کے احاطہ میں دوسری تعمیرات سے شبہ کا جواب۔ ۲۱۶
- مکان کی زمین کی بیع اور حلیہ کا استثناء سے سوال؟ ۲۱۶

- مشرک دیوار میں اپنے حصہ کی بیع کرنے کا کیا حکم ہے؟..... ۲۱۶
- مسجد والوں کا دیوار میں مسجد کا حصہ کی وجہ سے مسجد کے محن میں پانچہ اور روشندان رکھنے کا دعویٰ..... ۲۱۶
- گھر کی بیع میں دیوار بھی داخل ہے..... ۲۱۷
- مطلوبہ جزء مشترک کی بیع بلا اجازت شریک جائز نہیں جبکہ شریک کو نقصان پہنچے..... ۲۱۷
- بیع ممنوع و مشترک کی چند صورتیں..... ۲۱۸
- مسجد کی دیوار مشترک نہیں ہو سکتی..... ۲۱۸
- مخالفت کے وقت باہم التزام دینی سے پرہیز کرنا چاہئے..... ۲۱۹
- دو منزلہ مسجد میں جماعت ٹھکی منزل میں ہونا چاہئے..... ۲۱۹
- مسجد کی چھت پر بے ضرورت چیز ہٹا کر دے..... ۲۱۹
- مسجد میں بلا امتیاز مختلف کے علاوہ سونا کھانا منع ہے..... ۲۲۰
- مسجد کے محن میں دوکان تک بتانا منع..... ۲۲۰
- غیر مسلم کی رقم مسجد اور دینی کام میں صرف کرنے سے سوالات..... ۲۲۰
- مسجد کے لئے امداد کی صورتیں..... ۲۲۲
- ان صورتوں میں مسجد نہ ہوگی..... ۲۲۲
- مسجد میں مسلمان کی حلال کمائی لگ سکتی ہے..... ۲۲۲
- وہ زمین، نقد، سامان، مسلمانوں کو ہبہ کر دیا اور انہوں نے اپنی طرف سے مسجد میں لگایا تو مسجد ہوگی..... ۲۲۲
- پرائی مسجد کی تعمیر جدید غیر مسلم نے کرا دیا یا اس کی مرمت پلاستر وغیرہ اپنے سامان سے کرا دی ان صورتوں میں بھی وہ مسجد ہی رہے گی..... ۲۲۵
- ہاں اس صورت میں عمارت یا پلاستر غیر مسلم کی ملک رہیں گے۔ اس کی اجازت ہو تو وہاں نماز جائز ہوگی۔ اور ثواب بھی مسجد کا ملے گا اور اگر وہ اجازت نہ دے تو وہاں نماز پڑھنی بھی مکروہ ہوگی..... ۲۲۵
- اس قسم کی امداد از خود کریں۔ اور ان سے سوال بھی نہ کریں..... ۲۲۵
- ایک استثنائی صورت یہ ہے کہ مسجد منہدم ہو رہی ہو مسلمانوں میں تعمیر کی سکت نہ ہو اور غیر مسلم مدد کرنا چاہے تو قبول کر سکتے ہیں..... ۲۲۵
- ایسی زمین سرکاری جسے نزول کہتے ہیں اس پر سرکاری ادھکاریوں نے از خود مسجد بنادی یا مسلمانوں کو تعمیر کی اجازت دی یا مسلمانوں نے مسجد بنا کر اس پر نماز پڑھنا شروع کی مسجد ہوگی..... ۲۲۵
- غیر مسلم اوقاف کی مرمت کر سکتا ہے چندہ دے سکتا ہے۔ بشرطیکہ اس پر اپنا استحقاق نہ ثابت کرے نہ جٹائے..... ۲۲۶

- مسلم ہو غیر مسلم گورنمنٹ ایسی رقم دے تو شرعاً کوئی حرج نہیں۔ ایسی رقم غیر مسلم گورنمنٹ کسی ناجائز نام سے دے تو بھی لینا جائز ہے..... ۲۲۶
- مدرسہ اور دینی اداروں کے نام پر خدر، فتنہ اور جرائم کی چند صورتوں کا بیان..... ۲۲۶
- فرقہ پرست برسر اقتدار افراد کے عزائم سے حفاظت کی مناسب تدابیر کا اہتمام..... ۲۲۷
- مسجد کے آہنی گذر کو پھینچنے کی صورت کا شرعی حکم..... ۲۲۸
- مسجد کی توسیع ضروری ہو تو پڑوسی زمین واجبہ قیمت دیکر بجز مسجد میں شامل کر سکتے ہیں..... ۲۲۹
- جبر و اکراہ سے جو بیع کی اکراہ دور ہونے کے بعد اس بیع کو فسخ کر سکتا ہے..... ۲۲۹

کتاب السیر

- بتوں کے استحقاق پر جانے کا حکم..... ۱۷۱
- مشرک کا نہ کام کرنے والے کا مقاطعہ کرنا چاہئے..... ۱۷۱
- حضور ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والے کا کیا حکم ہے..... ۳۳۳
- قرآن کا مذاق اڑانے والے کا کیا حکم ہے..... ۳۳۳
- حضور کی توہین کرنے والا کافر ہے اس سے پرہیز ضروری..... ۳۳۵
- قرآن کا مذاق اڑانے والا کافر ہے..... ۳۳۵

بحر العلوم..... ایک ہمہ جہت شخصیت

شہزادہ احسن العلماء امین ملت حضرت ڈاکٹر سید محمد امین میاں صاحب قبلہ قادری

زیب سجادہ آستانہ عالیہ قادریہ برکاتیہ مارہرہ مقدسہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مجھے یہ جان کر بے حد مسرت ہوئی کہ ”امام احمد رضا اکیڈمی“ بحر العلوم حضرت مفتی عبدالننان صاحب اعظمی (شیخ الحدیث شمس العلوم گھوسی) کے فتاویٰ منظر عام پر لاری ہے۔ حضرت بحر العلوم کی پُر وقار شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ آپ گونا گوں اوصاف و کمالات کے جامع ہیں اور نام و نمود اور شہرت و جاہ طلبی کے لوٹ سے پاک پُر خلوص دینی خدمات میں مصروف ہیں۔ پاکیزگی عمل، طہارت فکر اور اصابت رائے آپ کا امتیازی جوہر ہے۔ متانت و سنجیدگی، حلم و بردباری، تقویٰ و طہارت اور اعلیٰ ظرفی دیکھ کر اسلاف کرام کی پُر خلوص زندگی ذہن و فکر میں گردش کرنے لگتی ہے۔ درس و تدریس، فقہ و افتاء، تصنیف و تالیف اور دعوت و ارشاد میں آپ کو یہ طوئی حاصل ہے، و قیق ترین مسائل بھی بآسانی طلبہ و سامعین کے ذہن میں اتار دیتے ہیں اور یہ سب آپ کے مشفق اساتذہ خصوصاً حضرت حافظ ملت اور علامہ حافظ عبدالرؤف صاحب علیہما الرحمہ کا ”فیضانِ نظر“ اور الجامعہ الاشرفیہ جیسے عظیم ”کتب کی کرامت“ ہے۔

ان کی سادگی، تنقہ اور علمیت کا انداز ادبی لوگ لگا سکتے ہیں جو ان سے مل چکے ہیں۔ ”البرکات“ کے قیام کے سلسلہ میں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں جو سیمینار ہوا تھا اس میں حضرت والا کی تقریریں کر بڑے بڑے پروفیسر اور دانشور انگشت بدنداں رہ گئے تھے۔ میرے والد ماجد حضور احسن العلماء ان سے بہت محبت فرماتے تھے ساتھ ساتھ ان کی شخصیت و علمیت پر اعتماد بھی فرماتے تھے اور شاید اسی وجہ سے والد ماجد علیہ الرحمہ نے ان کو اپنی خلافت سے بھی نوازا تھا۔

حضرت بحر العلوم کا تعلیمی سفر کچھ اس طرح ہے کہ آپ نے از ابتداء تا انتہا پوری تعلیم مادر علمی الجامعہ الاشرفیہ مبارکپور میں حاصل کی۔ ۲۲ رسال کی عمر میں ۱۳۶۶ھ میں درس نظامی سے فراغت پائی اور چند سالوں مدرسہ انوار العلوم تسمی پور، گونڈہ میں تعلیم دے کر ۱۳۷۵ھ میں باقاعدہ الجامعہ الاشرفیہ کے درجات عالیہ کے استاذ ہو گئے اور تین سال بعد آپ کو ۱۳۷۸ھ میں اشرفیہ میں مسند افتاء کی ذمہ داری بھی سونپ دی گئی اور آخر میں رئیس المدرسین اور شیخ الجامعہ کی حیثیت سے بھی آپ نے الجامعہ الاشرفیہ کی گراں قدر خدمات

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

علمِ حدیث کی ترویج و اشاعت اور درس و تدریس کرنے والوں کے لیے

دُعَاءِ نَبَوِی

اللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلَى سَائِرِ نَبِیِّیْنَ وَصَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ وَسَلَّمَ

نَضْرُ الْمَرْمِیْعَ
فَتَبْلَغُ الْبَیِّنَاتِ
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

انجام دیں۔ ۱۳۰۴ھ میں جامعہ سے سبک دوش ہو کر شمس العلوم گھوسی کو رونق بخشی اور اب تک آپ وہیں بحیثیت شیخ الحدیث و شیخ الافتاء تشریف فرما ہیں۔

آپ نے اب تک کے اپنے ۶۵ رسالہ تدریسی دور میں ہزاروں تشنگان علوم و فنون کو سیراب کیا، مکہ مشرق علماء و فضلا تیار کیے جو آج دنیا کے طول و عرض میں دینی خدمات انجام دے رہے ہیں اور ایک زمانہ ان کے علم و فضل کا قائل ہے۔

حضرت بحر العلوم نے ۱۳۷۶ھ سے اب تک لگاتار مسند افتاء کو زینت بخشی، ابتدائی دور میں حضور حافظ ملت اور حافظ عبدالرؤف صاحب کی سرپرستی میں فتویٰ نویسی کی اور ان دونوں حضرات کے وصال فرما جانے کے بعد ان کی روحانی سرپرستی میں یہ سلسلہ اب تک جاری ہے۔ اپنے اس ۵۵ سالہ دور افتاء میں بے شمار فتاویٰ تحریر فرمائے۔ اگرچہ تمام فتاویٰ محفوظ نہ رہ سکے مگر جو محفوظ ہیں وہ بھی کم نہیں۔

آپ کے فتاویٰ چھ جلدوں پر مشتمل ہیں، جلد اول سے جلد ششم تک نظریں دوڑا لیجئے آپ کو حضرت بحر العلوم کی واقعی شخصیت کا علم ہو جائے گا۔ میں نے اگرچہ فتاویٰ کی جلدوں کا مطالعہ نہیں کیا مگر اپنے سابقہ تجربات کی بنیاد پر نیز مفتی محمد حنیف خاں رضوی کے مطالعہ پر اعتماد کرتے ہوئے یہ کہنے میں حق بجانب ہوں کہ یہ فتاویٰ علم و فضل اور حقیقت و معرفت کا گنج گرانمایہ ہیں۔ اس بات کی اشد ضرورت تھی کہ کوشش کر کے ان فتاویٰ کو زیور طبع سے آراستہ کیا جائے۔ الحمد للہ مفتی محمد حنیف خاں رضوی نے انتہائی جدوجہد کر کے فتاویٰ کی ترتیب و تدوین فرمائی اور اپنے تحقیقی و فلاحی ادارہ ”امام احمد رضا اکیڈمی“ سے اس کو شائع کیا۔ فجزاہ اللہ تعالیٰ خیر الجزاء۔ میری بارگاہ خداوندہ قدوس میں دعا ہے کہ پروردگار حقیقی ان فتاویٰ کو قبول عام کا شرف بخشے، حضرت بحر العلوم کو اس کا اجر عظیم عطا فرمائے اور رہتی دنیا تک یہ فیضان قلم رواں دواں رہے۔ ان فتاویٰ کی نشر و اشاعت کرنے والا ادارہ ”امام احمد رضا اکیڈمی“ یوں ہی سدا دین و ملت کی نمایاں خدمات انجام دیتا رہے اور رب قدر دست غیب سے اس ادارہ کی مدد فرمائے۔ آمین۔

آخر میں ارباب عقیدت و محبت کو میرا مشورہ ہے کہ فتاویٰ بحر العلوم کو اپنا قیمتی سرمایہ سمجھ کر حاصل کریں اور حتی الامکان اس سے مستفیض ہونے کی کوشش کریں۔

میں ایک بار پھر ”امام احمد رضا اکیڈمی“ کے اراکین کو اس علمی کام پر دل کی گہرائیوں سے مبارک باد پیش کرتا ہوں اور بارگاہ رب العزت میں دعا کر رہا ہوں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ حضرت بحر العلوم کے علم و عمل اور جمال و کمال میں دن و دوئی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے۔ (آمین) سید محمد امین قادری

خادم سجادہ آستانہ عالیہ قادریہ برکاتیہ مارہرہ مقدسہ

تاریخ: ۲ ذیقعدہ ۱۴۳۰ھ

بحر العلوم..... ایک تاثر

شہزادہ احسن العلماء شرف ملت حضرت سید محمد اشرف صاحب قادری

خانقاہ برکاتیہ بڑی سرکار مارہرہ مطہرہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

مجھے علم نہیں کہ علامہ مفتی عبدالننان صاحب مدظلہ العالی کو ”بحر العلوم“ کا لقب کب اور کس ذہانت نے عطا فرمایا، لیکن اتنی بات اچھی طرح یاد ہے کہ یہ سادہ لباس و سادہ مزاج مفتی اس وقت بھی بحر العلوم کے لقب سے معروف تھے جب حضور سید العلماء، حضور احسن العلماء، حضور مفتی اعظم، حضور حافظ ملت، حضور مجاہد ملت اور مفتی شریف الحق (قدست اسرارہم) جیسے جید روحانی اور علمی اکابر دنیا میں موجود تھے اور یہ سب بحر العلوم کی علمیت اور اخلاص دینی کے باوصف ان کے قدرواں تھے۔

بحر العلوم کے وطن مولود مبارک پور سے ان کی موجودہ رہائش گاہ شمس العلوم گھوسی کا قاصد چند میل ہے لیکن یہ مختصر سا قاصد علمی اسفار پر محیط ہے۔ ان علمی اسفار میں ایسے سیکڑوں مراحل درپیش آئے جنہیں بحر العلوم نے علمی سرشاری کے جذبے اور کامرانی کے پرچم کے ساتھ طے کیا۔

فتاویٰ رضویہ کی ترتیب و طباعت میں بحر العلوم کی مساعی نے ”رضویات“ کے ضمن میں ان کا نام روشن اور بڑے حروف میں لکھ دیا ہے اور ان کا یہ کارنامہ رہتی دنیا تک اہل سنت و جماعت کے علماء اور عوام کے کام آئے گا۔ بحر العلوم کے خود اپنے فتاویٰ ترتیب و تہذیب کے بعد طباعت کے مرحلے میں ہیں اور انشاء اللہ تعالیٰ بے زور ہوگی۔ ان دو بڑے اور گراں قدر علمی کاموں کے علاوہ مفتی صاحب قبلہ نے دینی موضوعات پر سادہ و سلیس زبان میں ہزاروں صفحات قلم بند کیے ہیں۔ ان کی تمام زندگی میدان تدریس میں گزری۔ اس پیرائہ سالی کے باوجود وہ آج بھی درس دیتے ہیں۔ اہل سنت سے وابستہ برصغیر ہندوپاک کی بڑی اور نمایاں دینی درسگاہ ”الجامعہ الاشرفیہ“ سے مفتی صاحب کا تعلق برس و برس نہیں تقریباً تین دہائیوں کا تھا۔ سبک دوشی کے وقت وہ اشرفیہ کے شیخ الحدیث تھے۔ آج ہزاروں علمائے کرام ان کو اپنا استاذ یا استاذ الاساتذہ کہنے میں فخر محسوس کرتے ہیں۔

خانقاہ برکاتیہ کے ”مگل سرسبد“ میرے والد گرامی اور مرشد اجازت حضور احسن العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان مفتی صاحب کی تقریر بہت پسند فرماتے تھے اور تعریفاً کہتے تھے: ”بحر العلوم کی زبان میں مولیٰ

ہے۔ حضور احسن العلماء قدس سرہ نے عرس قاسمی برکاتی کی محفل میں بحر العلوم کو سلسلہ قادریہ برکاتیہ کی خلافت بلا طلب عطا فرمائی تھی۔

سادہ بیانی، سادہ مزاجی اور سادہ لباسی بحر العلوم کی دستار کے وہ طرے ہیں جن پر ہزاروں رنگینیاں قربان۔ بحر العلوم کا توکل مثالی ہے۔ میں بذات خود اس بات کا شاہد ہوں۔

ان کی ذات والا صفات علم و عمل، تہلب و اعتدال، حکمت و دانائی، دل جوئی و دل آسائی، سادگی و توکل، خوش گمانی اور خوش بیانی کا ایسا نورانی احتراز ہے جو خود ان کو روشن رکھتا ہے اور ان سے ملنے والوں کو بھی پر نور کر دیتا ہے۔

مفتی صاحب قبلہ سے ملنے، کچھ دیر فیض صحبت اٹھائے تو رخصت ہوتے وقت میر کا یہ قطعہ یاد آتا ہے:

ملیے اس شخص سے جو آدم ہووے ناز اپنے کمال پہ جسے کم ہووے

جب گرم سخن ہو تو گرد آوے مخلوق اور خاموش ہو تو اک عالم ہووے

پچھلے چالیس برسوں میں سواد اعظم کے بیشتر اکابر علمائے کرام اور روحانی قائدین اس جہان فانی سے رخصت ہو چکے ہیں۔ اس صورت حال میں بحر العلوم مدظلہ العالی کا وجود ہم سب کے لیے پہلے سے بھی زیادہ قیمتی ہو گیا ہے۔ اللہ رب العزت ہزار ہا علمائے شفیق استاذ، ہزار ہا صفحات کے خوش فکر مصنف اور حکمت و دانائی کے اس پیکر نور کا دم قدم سلامت رکھے اور ہم سب کو ان سے مستفید و مستفیض ہونے کا زیادہ سے زیادہ موقع عطا فرمائے۔ آمین بجاہ الحبیب الامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

ع:

اے اہل زمانہ قدر کرو نایاب نہ ہوں کم یاب ہیں ہم

سید محمد اشرف قادری برکاتی خانقاہ برکاتیہ

بڑی سرکار مار ہرہ مطہرہ

۲۲ ر شوال المکرم ۱۴۳۰ھ مطابق ۱۲ اکتوبر ۲۰۰۹ء

عرض حال

بحر العلوم حضرت علامہ مفتی عبدالمنان صاحب قبلہ

دامت برکاتہم القدسیہ شیخ الحدیث شمس العلوم گھوسی (صاحب فتاویٰ)

بسم الله الرحمن الرحيم

نحمده ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

الحمد

فکروند بر اور دانش و نبش کے ساتھ قرآن عظیم کی تلاوت اور احادیث کریمہ کا مطالعہ کیا جائے تو یہ حقیقت روز روشن کی طرح آشکار ہو جاتی ہے کہ دین اسلام کے ان بنیادی صحیفوں میں جملہ انسانی طبقات اور انسانی زندگی کی جملہ جہات کے لیے عمل ہدایات اور جامع قوانین و احکام کا وافر ذخیرہ ہے جب کہ دیگر مذاہب اور دستور ہائے زندگی اس عظیم خصوصیت سے محروم ہیں۔

اسلامی نظام کی اس پاکیزہ جامعیت اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فخر آدم و بنی آدم پیغمبر اسلام فداہ ابی دمی کی پرتاثر شخصیت کی کرامت نے تیس سال کی مختصر مدت میں ریگ زار عرب میں ایک انقلاب برپا کر دیا اور سیاست و امامت سے نا آشنا عرب میں ایک بے مثال اسلامی ریاست قائم کر دی جس کے انصاف و صداقت اور عظمت کرامت کی ساری دنیا گواہ ہے۔

عہد رسول و صحابہ کے بعد جن لوگوں کو دینی ریاست اور ملی قیادت حاصل ہوئی ان کی شان بھی ایسی تھی کہ بقول شخصے: امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ کمال ہے کہ حکومت و فرماں روائی سے زندگی بھر کوئی علاقہ نہ رکھتے ہوئے بھی انہوں نے ایک گوشہ میں بیٹھ کر ایک ایسا دستور تیار کر دیا کہ اس کے بعد جتنی حکومتیں آئیں اسی دستور کو اپنی ریاست میں نافذ کرنے پر مجبور ہوئیں۔

بل کہ آج جب پوری دنیا سے اسلامی حکومتوں کا تقریباً خاتمہ ہو گیا ہے، ہر طرف آزادی اور بے راہ روی اور دین سے بیزارگی کا دور دورہ ہے پھر بھی دنیا میں مسلمان قوم فی الجملہ اسی نظام کو رضا کارانہ طور پر قائم رکھے ہوئے ہے جس کا بین ثبوت یہ ہے کہ پورے عالم میں جہاں کہیں دینی درس گاہیں ہیں یا قومی ادارے ہیں انہیں لازماً اپنے یہاں دارالافتاء کا شعبہ بھی قائم کرنا پڑتا ہے اور اشاعتی تنظیموں کو بھی اپنی میگزینوں میں رسائل و مسائل اور سوال و جواب کا گوشہ رکھنا ضروری ہوتا ہے۔

تجربہ کے طور پر آپ صرف فتاویٰ رضویہ کا مطالعہ کریں جو پارہ ختم جلدوں پر مشتمل ہے۔ اس میں آپ کو عرب و عجم، افریقہ و ایشیا کے مختلف علاقوں اور عوام و خواص، جہلا اور علماء، راعی اور رعایا، حاکم اور محکوم، مزدور اور سرمایہ دار، علماء و مدد رسین، کالجوں اور یونیورسٹیوں ہر طبقہ کے لوگوں کے ہزار ہا سوالات اور اسی شان سے ان کے جوابات ملیں گے، جس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ جب تک مسلمان زمین پر باقی رہیں گے اسلامی احکام و قوانین کی ضرورت بھی باقی رہے گی۔

تقریر نظر کتاب دارالافتاء کے ایسے ہی چند سوال و جواب کا ریکارڈ ہے، احباب کے اصرار پر اس خیال سے شائع کیا جا رہا ہے کہ دیگر اسلامی بھائی بھی اس سے مستفید ہوں۔ یوں تو یہ ایک مبتدی طالب علم کی کوششوں کا نتیجہ ہے لیکن اس کی ایک خصوصیت ضرور ہے کہ اس کے بہت سارے جوابوں پر دو عظیم فقیہ بلکہ جامع العلوم بزرگوں کی تصدیق و تصویب کے دست خط ثبت ہیں جن کے علم و فضل اور صدق و صفا کے ہزاروں چراغ یورپ، ایشیا، امریکا اور افریقہ میں بجھنا شروع ہوئے ہیں۔ یعنی

(۱) سیدی وسندی حضور حافظ ملت مولانا الشاہ عبدالعزیز صاحب محدث مراد آبادی شیخ الحدیث الجلیل الاثر قریہ مبارک پور

(۲) استاذی و استاذ العلماء حضرت مولانا حافظ عبدالرؤف صاحب بلیادی نائب شیخ الحدیث (رضی اللہ تعالیٰ عنہما و اغضای علیہما من شایب الجنان)

انہی میں اپنے کرم فرما اور عزیز کریم مولانا محمد حنیف صاحب بریلوی کا بے حد شکر گزار ہوں کہ انہوں نے منتشر اور بوسیدہ اوراق کو اپنی جاں فشانی سے کتاب کا روپ دیا۔ فجزاہ اللہ خیر الجزاء و صلی اللہ

تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وآلہ وصحبہ أجمعین برحمتک یا أرحم الراحمین

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی

۱۳ رمضان المبارک ۱۴۳۰ھ

سوانح بحر العلوم

(خودنوشت)

نام و نسب: عبدالمنان ابن عبدالغنی ابن عبدالرحیم ابن دوست محمد

تاریخ پیدائش: ۷ ربیع الآخر ۱۳۳۳ھ مطابق ۲۶ نومبر ۱۹۲۵ء

مولد و موطن: قصبہ مبارکپور ضلع اعظم گڑھ یوپی

مبارکپور اپنے مرکزی مقام اعظم گڑھ سے شمال مشرق میں تقریباً دس کلومیٹر کی دوری پر واقع ہے، اس قصبہ کی بنیاد ۹۵۰ھ عہد شاہ ہمایوں میں کٹرانا تک پور ضلع کے چشتی بزرگ حضرت راجہ مبارک شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک قدیم آبادی موسومہ بہ قاسم آباد کے کھنڈر پر قائم کی۔

یہاں پہلے وقتوں سے ہی ہندو اور مسلمانوں کی مخلوط آبادی ہے جس میں تعداد کے لحاظ سے مسلمان زیادہ رہے اور تجارت عام طور سے ہندو ساہوکاروں اور بیویوں کے ہاتھ میں تھی۔ مسلمانوں میں کبھی غالب تعداد بنکر رہی تھی جو اپنے فن میں یکنائے روزگار تھے، ان کے بنائے ہوئے ریشم اور زری کے کپڑے عرب اور یورپ تک جاتے تھے۔

ابتداء سے یہاں کے تمام مسلمان خوش عقیدہ سنی حنفی تھے بقول قاضی الطہر مبارکپوری ”یہاں نوابان اودھ کے زمانہ میں انہی کی سنی اور جدوجہد سے پہلے پہل شیعیت کی شاخ نکلی پھر اسی میں سے دوسری شاخ اسماعیلی بوہروں کی پھوٹی۔“

اس کے بعد موضع لہرا کے مولوی محمد اسحاق صاحب متوفی ۱۲۳۳ھ کے زمانہ میں غیر مقلدیت کا خروج ہوا۔ مولوی صاحب موصوف غیر مقلد عالم تھے مگر ہمارے محلہ کے ایک بزرگ حاجی سلامت اللہ صاحب مرحوم کا بیان ہے کہ یہ شافعی عالم تھے اور انہی کی اجازت سے مبارک پور میں مسجد راجہ مبارک شاہ میں جمعہ قائم ہوا۔ اس سے قبل یہاں کے لوگ بھی گجڑاجمہ پڑھتے جاتے تھے اور کہتے تھے کہ شافعی مذہب پر عمل آپ لوگوں کیلئے سخت مشکل ہے۔ فی الواقع اس مذہب میں بڑی پابندی ہے۔

ان دونوں روایتوں میں یوں تطبیق ممکن ہے کہ غیر مقلدین کے بہت سے مسائل شوافع کے موافق ہیں اس لئے یہاں کے مسلمانوں نے انہیں شافعی سمجھا ہوا اور خود مولوی محمد اسحاق صاحب احناف کے بارے میں اس قدر تشدد نہ رہے ہوں جتنے آج کل کے غیر مقلد صاحبان ہیں۔

سب سے اخیر میں یہاں دیوبندی مکتبہ فکر کی نمود ہوئی جو مولوی محمد صاحب پورہ معروف ضلع منوکی دین ہے۔ وہ یہاں کے سنی مدرسہ معصباح العلوم ۱۳۱۱ھ میں مدرسہ اول ہو کر آئے تھے اور آہستہ آہستہ کچھ لوگوں کو اپنا ہم خیال کر لیا تھا۔

اعظم گڑھ گزٹ کے انگریز واقع نویس نے یہاں کے مسلمانوں کو ”چنباقی“ تحریر کیا ہے اور جناب سید سلیمان صاحب ندوی نے حیات ثبلی میں صرف یہ لکھا ہے: ”محمد آباد کے نزدیک مبارکپور نام کا ایک بڑا قصبہ ہے جو پرانے زمانہ سے پارچہ بانی کا سرکز ہے“ اعظم گڑھ اور محمد آباد کے تقریباً وسط میں مبارکپور واقع ہے۔ جناب مولوی مکرم صاحب عباسی جریا کوٹی نے اپنی قلمی تصنیف ”دوبند“ میں تھوڑی تفصیل کر دی ہے۔ مبارکپور میں پانچ ہزار کارخانہ ہائے نور باق ہیں۔ ہر محلہ میں مسجدیں موجود ہیں۔ پانچوں وقت نماز کی جماعتیں دھوم دھام سے ہوتی ہیں۔ اہل محلہ سب کاروبار چھوڑ کے واسطے تحصیل فضیلت جماعت کے مسجد میں آتے ہیں۔

فقراء، درویش، ملے، مسافر، غریب الوطن، مساکین، مرثیہ خواں زیادہ تر یہاں وارد ہوتے ہیں اور مبلغ معتد بہ پائے جاتے ہیں۔

فی تھان کسی قدر زکوٰۃ کے طور پر نکال کر ایک خزانہ میں کہ موسوم بہ ”الگ کر لیا“ ہے، جدا کرتے ہیں جس سے ہمیشہ پیسہ ایک مقدار کثیر میں موجود رہتا ہے اور اسے مصارف خیر میں صرف کرتے ہیں۔ اکثر باثروت اور صاحب مال ہیں۔

گلابدن سوتی پہلے پہل نہیں بنایا گیا۔ اور اب تک یہاں کا سا، اور ارزاں اور جگہ نہیں بنایا گیا۔ باغیچہ شروع ہوئی، واصلات پارچہ سادہ و رنگین یہاں سے بہتر نہیں بنایا جاتا ہے اور بہ کفایت تمام ہاتھ آتا ہے غلہ بازاروں میں بافراط آتا ہے کہ بڑے بڑے شہروں کا گولہ اس کا رشک کھاتا ہے۔ (دوبند ص ۳۳۹ صفحہ ۱۲۹۲ھ)

کچھ خاندانی حالات

ہمارا گھرانہ مجموعی طور سے ایک دیندار گھرانہ تھا۔ دادا عبدالرحیم علیہ الرحمہ وفات ۱۳۳۹ھ نہ صرف صوم و صلوٰۃ کے پابند تھے بلکہ وہ ایک ذاکر و شاعر بزرگ تھے۔ بڑھاپے میں شیعہ گورکھپور کے ایک صاحب کرامت بزرگ حضرت چمن شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے گدی نشین شاہ امان اللہ شاہ کے واسطے سے سلسلہ قادریہ میں شریک تھے اور اوراد و وظائف اور دعاء و تعویذ میں ان کو کافی دخل تھا۔

قدیمی تعلق بھی ان میں بدرجہ اتم موجود تھا۔ ان کے زمانہ میں مبارکپور میں سنی دیوبندی اختلاف ظاہر ہو چکا تھا۔ محلہ کی مسجد میں محلہ کے مالدار اور ذی اثر فرد حاجی عباد اللہ گریست امام تھے۔ چون کہ وہ مسلک دیوبندی تھے اس لئے آپ نے کبھی ان کی اقتداء میں نماز نہیں پڑھی۔ محلہ کے دیگر حضرات اس وقت کی ہوا میں

بہہ گئے تھے لیکن آپ مسجد میں ہی عام جماعت کے بعد اپنی نماز طبعہ پڑھتے تھے۔

ان کے دعاء و تعویذ کے بستہ میں ذکر الشہداء تین کا ایک بے نام قلمی رسالہ نکلا جو فارسی زبان میں ہے۔ اس زمانہ میں جب قصبہ میں تعزیر داری کا زور تھا ہمارا گھر اس سے پاک تھا۔ محرم کی دسویں تاریخ کو ایصال ثواب کیلئے مالیدہ بننا تھا۔ مگر چونکہ اور تعزیر کے پاس لے جانے کی سخت ممانعت تھی۔ فاتحہ گھر میں ہی ہوتی تھی۔ میرے والد عبدالغنی صاحب علیہ الرحمہ نے جو کچھ تعلیم پائی میاں جی امیر علی صاحب محلہ پورہ خضر کے گھر یلو مدرسہ میں پائی۔ وہ قرآن شریف ناظرہ کے بعد اردو اور فارسی بھی پڑھاتے تھے۔ مگر فارسی پڑھانے کا یہ مطلب تھا کہ وہ کتاب کی عبارت زبانی یاد کرا دیتے تھے۔ ترجمہ یا مطلب سے انہیں کوئی سروکار نہ تھا۔ والد صاحب بھی ایسے ہی فارسی داں تھے۔ اردو البتہ پڑھ بھی لیتے تھے اور لکھ بھی لیتے تھے ان کے پاس اردو فارسی کی دینی مذہبی اور ادبی نظم و نثر کی پچاسوں کتابوں کا ذاتی مجموعہ تھا۔ اردو کتابوں کو اکثر وہ مطالعہ میں رکھتے تھے۔ ان کے پاس یادداشت کی کا پیاں بھی تھیں جس میں اہم اور ضرورت کی باتیں نوٹ کرتے رہتے تھے۔ گجرات میں زیادہ دنوں تک رہنے کی وجہ سے انہیں گجراتی زبان لکھنے اور پڑھنے کی بھی سادہ بدھ تھی۔

ان میں بھی مذہبیت اور دینداری کا غلبہ تھا۔ صوم و صلوٰۃ کے پابند اور اوراد و وظائف کے عادی، حرام و حلال کی سخت احتیاط رکھتے تھے اور کمزوریوں اور ضرورت مندوں کی اعانت ان کا محبوب مشغلہ تھا۔

تعلیم فی الدین ان میں بھی بدرجہ اتم موجود تھا۔ گجرات کے شہر سورت میں حضرت مولانا حشمت علی خاں صاحب لکھنوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور حضور سید شاہ علی حسین صاحب اشرفی علیہ الرحمۃ والرضوان کچھ چھوٹی کا آنا جانا بہت تھا والد صاحب ان دونوں بزرگوں سے بہت متاثر اور ان کے معتقد تھے۔ ان کی کتابوں کے مجموعہ میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ”حسام الحرمین“ کا گجراتی حامل متن ترجمہ اور ایک دوسری گجراتی کتاب بھی تھی۔

چونکہ شروع سے ہی انہیں اپنے بچوں کی دینی تعلیم کا خیال تھا۔ اس لئے کتابوں کے مجموعہ میں بوستان سعدی کا ایک اچھا نسخہ اور شیخ گنج وزبہ کا ایک نسخہ بھی تھا۔ جب ضرورت پڑی تو میں نے ان دونوں کتابوں کو پڑھا۔ رحمہم اللہ تعالیٰ و جزاہم خیر الجزاء۔

تعلیم و تربیت:

۱۳۳۹ھ یا ۱۳۵۰ھ میں جب میری عمر پانچ یا چھ سال کی ہوئی۔ قاعدہ بغدادی لے کر میں اشرفیہ میں داخل ہوا اور سولہ سترہ سال بعد ۱۳۶۶ھ میں درس نظامیہ کی تعلیم مکمل کر کے فراغت حاصل کی اور آخر میری ساری تعلیم اشرفیہ کی دین ہے، میرے داخلہ کے وقت مدرسہ کی ایک دو منزلہ نیم پختہ سقالہ پوش ذاتی عمارت محلہ پرانی بستی میں تھی جس کے پچھم رخ صدر دروازہ پر تارکول سے مدرسہ اشرفیہ معصباح العلوم لکھا تھا۔ اور ابھی میں

پرائمری درجات میں ہی تھا کہ حضور حافظ ملت رحمۃ اللہ علیہ کی تشریف آوری مبارکپور میں ہوئی اور انھیں کی تحریک اور کوشش سے قصبہ کے مرکزی مقام گولہ بازار میں اس کی دو منزلہ وسیع و عریض عمارت تعمیر ہوئی۔ اور اس کے صدر دروازہ پر دارالعلوم اہل سنت مدرسہ اشرفیہ مصباح العلوم کاندہ ہوا جو بعد میں کثرت استعمال سے دارالعلوم اشرفیہ ہو گیا اور اس کا تاریخی نام باغ فردوس تجویز ہوا۔

تقریباً آٹھ نو سال کے بعد اشرفیہ میری واپسی بصورت ملازمت ہوئی اور مسلسل انتیس سال ادارہ کی خدمت میں عمر کا قیمتی حصہ صرف کیا اور سفر و حضر ہر جگہ حضور حافظ ملت مولانا الشاہ عبدالعزیز محدث مراد آبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کنش برداری اور غلامی کو اپنی سعادت اور فخر سمجھا۔ اسی دوران ادارہ دارالعلوم سے جامعہ بنا اور نہایت وسیع بنیادوں پر ایک علم و حکمت کے شہر کی داغ بیل پڑی اور دنیا کے ایک بڑے حصہ میں مبارکپور کا نام روشن ہوا۔

اب لگ بھگ دس سال (۱) سے حضرت صدر الشریعہ بدرالطریقہ مولانا الشاہ محمد امجد علی صاحب قدس سرہ العزیز کے وطن قصبہ گھوسی میں انہیں کے سنگ بنیاد رکھے ہوئے دارالعلوم شمس العلوم میں افتاء اور درس حدیث کی خدمت پر مامور ہوں۔ دعا ہے کہ اسی راہ میں مولیٰ تعالیٰ میرا خاتمہ بھی بخیر فرمائے آمین۔

اساتذہ اور درسی کتابیں

- (۱) قواعد بغدادی اور قرآن شریف کے ابتدائی پارے جناب صوفی عبدالرحمن صاحب مرحوم و مغفور "پرائی ہستی" خلیفہ شاہ علی حسین صاحب اشرفیہ میاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے پڑھے۔
- (۲) قرآن شریف باطرہ جناب حافظ عبدالغفور صاحب علیہ الرحمہ پورہ صوفی سے مکمل کیا۔
- (۳) پرائمری درجہ اول فاضل جواد علی خان صاحب پرائی ہستی سے پڑھا۔
- (۴) پرائمری درجہ دوم فاضل ممتاز احمد صاحب محلہ الملو سے حاصل کیا۔
- (۵) فارسی کی تمام نصابی کتابیں اور کچھ ابتدائی عربی کتابیں بھی حضرت مولانا سید شمس الحق صاحب گجڑوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے پڑھیں۔

- (۶) مولوی مولانا ظفر علی صاحب بلیاوی ثم پاکستانی سے فصول اکبری کے چند اوراق پڑھے۔
- (۷) حضرت مولانا قاری محمد عثمان صاحب گھوسوی علیہ الرحمہ سے ہدایہ الخو، شرح تہذیب اور تجویدی متعدد کتابیں پڑھیں۔

- (۸) حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب علیہ الرحمہ مکی۔ شرح وقایہ، کافیہ، شرح جامی بحث فضل، مقامات

(۱) مذکورہ مدت اس مضمون کے لکھنے کے وقت تھی، اب تقریباً ۲۶ سال ہو رہے ہیں۔ مرتب

بدیع، مقامات حریری، مختصر الحانی، اصول الثاشی، حسامی اور قطبی تصدیقات کے استاذ ہیں۔

- (۹) حضرت مولانا حافظ عبدالرؤف صاحب بلیاوی نائب شیخ الحدیث دارالعلوم اشرفیہ و مؤسس سنی دارالاشاعت، سے قطبی تصورات مع المیر، میرزا ہد، ملا جلال، تشریح الافلاک، سمیذی۔ اور افتاء یکسا۔

- (۱۰) حضرت مولانا محمد سلیمان صاحب بھانچوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے قطبی کے چند اوراق بطور مطالعہ۔ اور ہدیہ سعید پڑھی۔

- (۱۱) حضرت مولانا عبدالصطفیٰ صاحب ازہری شاہ زادہ صدر الشریعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما سے ہدایہ اخیرین، طحاوی شریف، مسلم شریف، سیدہ معلقہ، دیوان حنفی، حماسہ کے چند ابواب، مطول، بیضاوی شریف، اور انشاء کی مشق کی۔

- (۱۲) استاذ العلماء حافظ ملت حضرت مولانا الحاج الشاہ عبدالعزیز صاحب محدث مراد آبادی علیہ الرحمۃ والرضوان و مرشد گرامی سے شرح جامی بحث اسم، نور الانوار، توضیح تکوین، مسلم الثبوت، ملا حسن، حمد اللہ، قاضی مبارک، صدر، جلالین شریف، مدارک المتزیل، مشکوٰۃ شریف مکمل، ترمذی شریف، بخاری شریف پڑھی۔

مبارکپور کے دو اور بزرگ ہیں جن سے رمضان شریف کی چھٹیوں میں فارسی کی کتابیں پڑھیں حضرت مولانا نور محمد صاحب خطیب جامع مسجد مبارک شاہ اور مولانا محمد حاتم صاحب محلہ پورہ رانی۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

حسن اتفاق میں نے جب پرائمری درجہ اول کی کتاب مصباح الکاتب کا امتحان دیا تو اس وقت بھی میرے متحن حضور محدث اعظم سید محمد صاحب قبلہ کچھوچھوی علیہ الرحمۃ والرضوان تھے۔ آپ نے مصباح الکاتب کی پہلی سطر پڑھوائی، اللہ پاک ہے، بے عیب ہے، اس کا کوئی شریک نہیں۔ اور میں نے صحیح پڑھ دیا پس امتحان ہو گیا۔ اور سب سے آخری کتاب بخاری شریف کا امتحان دینا ہوا تب بھی حضور محدث اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ محنتیں میں تھے اور بخاری و مسلم کی آخری حدیثیں حضور صدر الشریعہ بدرالطریقہ معصف بہار شریعت نے پڑھا کر صحیحین کا درس ختم کیا۔

اور فرمایا جس طرح ہمارے اساتذہ نے ہمیں کتب صحاح احادیث اور دیگر کتب حدیث کی روایت و تدوین کی اجازت دی میں تم لوگوں کو اجازت دیتا ہوں کہ احادیث کی روایت کرو پڑھو اور پڑھاؤ۔ فالحمد لله رب العلمین۔

بخاری شریف کے امتحان میں حضرت بابرکت محدث پاکستان مولانا سردار احمد صاحب بھی متحن تھے بلکہ سوالات انہوں نے ہی کئے اور نمبر بھی انہوں نے ہی دیے۔ اور مندرجہ ذیل تاثراتی نوٹ بھی تحریر فرمایا۔

”کل فقیر مصباح العلوم“ اشرفیہ میں جلسہ دستار بندی کے سلسلہ میں حاضر ہوا۔

حضرت فیض درجہ عہدہ المکملین فخر المجدین حضرت سید محمد صاحب کچھوچھوی قبلہ زید مجدہم کے اشاروں سے ان کی موجودگی میں دورہ حدیث کا امتحان لیا۔ طلبہ نے بہت اچھا امتحان دیا۔ اس قدر اچھا امتحان اس بات کی روشن دلیل ہے کہ ان کے استاذ فاضل اجل مولانا مولوی حافظ عبدالعزیز صاحب صدر المدرسین اور دیگر اساتذہ نے جانفشانی سے پڑھایا۔ دورہ حدیث کے ایسے طلبہ جو امسال فارغ التحصیل ہو رہے ہیں پنجاب و ہند کے دیگر مدارس عربیہ میں کیا ہوں بلکہ مدرسین و معلمین کی قابلیت کے لحاظ سے اور طلبہ کی کثرت و جہوم کے اعتبار سے اور تعلیم کے نظم و نسق کی حیثیت سے اور مصباح العلوم کی تنظیم و تسمیق کی رو سے اس دارالعلوم کو پنجاب و ہند کا واحد دارالعلوم کہا جائے تو بجا ہے اس وقت دارالعلوم اپنی نظیر خود آپ ہی ہے مولانا عزوجل اس دارالعلوم کو مزید عروج و ترقی عطا فرمائے اور اس سرچشمہ ہدایت بحر اشاعت سے عالم کو متنع فرمائے۔ آمین۔

فقیر محمد سردار احمد غفرلہ مظہر اسلام بریلی شریف

۲۳ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۶ھ

مشاغل حیات:

اپنی فراغت کے سال ہی شوال ۱۳۶۶ھ میں اپنے ایک ساتھی مولوی عبدالعزیز صاحب مرحوم محلہ پورہ صوفی مبارک پور کی سنی سے محلہ پرانا گورکھپور شہر گورکھپور کے مدرسہ خیاء الاسلام میں بعدہ صدر مدرس ایک سال تک ملازم رہا، وہاں درس نظامی کی متوسطات اور درس عالیہ الہ آباد یورڈ کے درجہ کمال کی کتابیں جیسے چار مقالہ نظامی عروضی و فرائض و فقہ حنفی، تصانیف خاتانی جغرافیہ طبعی وغیرہ زیر تدریس رہیں۔

مولانا سردار علی عرف عزومیان بریلیوی مرحوم بھی کچھ دنوں ساتھ رہے وہاں مولانا مرحوم کے تعویذوں کا بڑا زور رہا۔ خلقت کا جہوم لگا رہتا تھا اور مولانا کا زیادہ وقت اسی میں صرف ہوتا تھا۔

سال بھر بعد وہاں سے علیحدہ ہو کر گھر رہا۔ شوال ۱۳۶۸ھ میں میرے ہم وطن اور رفیق مولانا محمد شفیع صاحب مرحوم مبارکپوری کے مشورہ سے تلسی پور ضلع گوئہ کے مدرسہ اہل سنت انوار العلوم قائم کردہ حضرت مولانا عتیق الرحمن خان صاحب بتوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی ملازمت اختیار کی اور ساتھی ہونے کی وجہ سے مولانا محمد شفیع صاحب کی تنخواہ میں کچھ اضافہ کر کے برابر کر دی گئی اور عہدہ میں بھی صدارت اور نیابت کی کوئی تفریق قائم نہیں کی گئی۔ جب میں وہاں گیا تو تعلیم صرف کافیہ تک تھی جس میں ترقی ہو کر معیار تعلیم مدارک شریف اور ملا حسن تک اونچا ہوا، مدرسہ کے تعمیری اور تبلیغی شعبوں میں بھی غیر معمولی اضافہ ہوا اور مدرسہ فی الحقیقت دارالعلوم ہو گیا اس علاقہ میں پہلے سے ہی غیر مقلدین کا بڑا زور رہا تھا۔ ادارہ کی ترقی کے ساتھ ساتھ مذہب حق اہل سنت و جماعت کو بھی غیر معمولی فروغ ہوا اس وقت وہاں تین مصباحی جمع ہو گئے (فقیر مولانا اور مولانا حافظ قاری

رحمت اللہ صاحب اردو) وقت بہت اچھا گذرا۔ بلکہ وہ یادگار دن تھے۔

تقریباً آٹھ تو سال کے بعد اشرفیہ میری واپسی بصورت تدریس ہوئی۔ ۱۳۷۵ھ میں مولانا غلام جیلانی صاحب گھوسوی کے اشرفیہ چھوڑنے کے بعد ان کی جگہ حضرت حافظ ملت اور دیگر احباب کے مشورہ سے درجہ عالیہ کے سربراہ کی حیثیت سے میرا تقرر ہوا۔

۱۳۷۶ھ میں دارالعلوم کے شعبہ افتاء کا قیام ہوا اور اس کی ذمہ داری بھی فقیر کے سر ہی ڈالی گئی، کمیٹی کے ریزولیشن میں تصریح تھی کہ عبدالمنان درجہ عالیہ کے سربراہ اور دارالافتاء کے مفتی مقرر ہوئے۔

۱۳۹۲ھ میں مبارکپور اور اس کے مضافات کے جملہ مسلمانوں کی متفقد رائے سے دارالعلوم اشرفیہ کی سربراہی کیلئے حضور حافظ ملت حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب مراد آبادی کا انتخاب ہوا تو محکمہ تعلیم کے اس قانون کی وجہ سے کہ ادارہ کا کوئی عہدہ دار پیڑ ملازم نہیں ہو سکتا۔ حضرت حافظ ملت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے عہدہ صدر المدرسین سے استعفیٰ دے دیا اور حضرت شمس العلماء قاضی شمس الدین صاحب جو پوری کو صدر المدرسین مقرر کیا گیا۔ ادارہ سے ان کی علیحدگی کے بعد کسی موزوں صدر المدرسین کی بہت تلاش ہوئی۔ ناکامی کے بعد حضور حافظ ملت نے مجھ سے فرمایا۔ آپ کیوں نہیں اس عہدہ کو قبول کر لیتے۔ میں نے عرض کیا حضور آپ کی زندگی میں آپ کی جگہ بیٹھنے کی مجھ میں ہمت نہیں۔ کام تو سارا ہو ہی رہا ہے۔ آپ اعزازی طور پر عہدہ کے دستخط کر دیا کریں۔ اور کام یوں ہی چلتا رہا۔

یکم جمادی الآخرہ ۱۳۹۶ھ کو حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کا انتقال ہوا اور صدر المدرسین کی تلاش بدستور جاری رہی آخر ناکامی کے بعد ذمہ داروں نے مجھے صدر المدرسین کے عہدہ پر بحال کیا (اس وقت تک دارالعلوم الجملۃ الاشرفیہ بن چکا تھا)

عہدہ صدارت سے قبل ۱۷ سال اور اس کے بعد بارہ سال تک مسلسل ۲۹ سال ادارہ کی خدمت کی، بزمانہ صدر مدرس جامعہ کانیانصاب مقرر ہوا اور درجہ تخصص کا اضافہ ہوا۔ معاوضہ الاساتذہ کی غرض سے درجات کی تقسیم اور ڈگریوں کا تعین ہوا۔ امتحان کے قواعد و ضوابط بنے اور داخلہ خارجہ تعلیم و طلبہ کیلئے دستور و اصول منضبط ہوئے جن کے نتیجے میں لکھنؤ اور بنارس یونیورسٹیوں میں یہاں کے طلبہ کے داخلہ میں آسانی ہوئی اور بہار میں بھی یہاں کی سند تسلیم کی جانے لگی۔ اور اسی دور میں ادارہ میں مجالس فقہیہ کی ابتدا ہوئی اور ادارہ کا کتب خانہ باقاعدہ منضبط ہوا۔ اب ۱۴۰۸ھ سے حضور صدر الشریعہ بدرالطریقہ مولانا الشاہ محمد امجد علی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے وطن مالوف میں انھیں کے سنگ بنیاد رکھے ہوئے دارالعلوم شمس العلوم میں گوشہ عافیت نصیب ہے۔ اور درس حدیث کی تعلیم اور خدمت افتاء متعلق ہے۔ دعاء ہے کہ مولیٰ تعالیٰ دینی مشاغل میں ہی میرا انجام بخیر کرے۔ آمین

قرطاس و قلم کا شوق:

بچپن سے ہی مجھے قلم اور کہانیوں کا بڑا شوق تھا۔ اسی لالچ میں میں اپنے بچپن میں بھی بڑوں یوزھوں اور بزرگوں کی مجلس میں بیٹھتا تھا اور ہم جولیوں کے ساتھ کم کھیلتا تھا۔ پڑھنے لکھنے کے بعد پتہ چلا کہ میرا یہ طرز عمل درست تھا۔ کیوں کہ ہم عمروں کا تو میری ہی طرح یہ حال تھا کہ ”او خوشنغم است کرار ہیری کند“ وہ خود ہی بے خبر ہیں مجھے راستہ کیا بتائیں گے۔

جب کچھ پڑھنے لکھنے کی سادہ بدھ ہوئی تو اس شوق میں اور اضافہ ہوا۔ گھر میں جو والد صاحب کی کتابیں تھیں ان سے شوق پورا کرتا اور دوسروں کے ہاتھ میں کوئی کتاب دیکھتا تو اسے بھی دیکھنے لگتا۔

حضرت حافظ ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مبارکپور آئے اور جلسوں کا سلسلہ شروع ہوا۔ ان جلسوں میں عام طور سے امام اہل سنت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی فتویٰ زیادہ پڑھی جاتی تھیں۔ ان میں کچھ ایسی دل آویزی تھی کہ ان پڑھ اور پڑھے لکھے، سمجھدار اور نا سمجھ سب کا سر بل جاتا تھا۔ انھیں مؤخر الذکر لوگوں میں میں بھی تھا۔ کہ سمجھتا کم تھا مگر سننے میں مزہ آتا تھا۔ اتفاق سے حدائق بخشش کا ایک نسخہ میرے ایک ہم سبق کے پاس ملا جو اس کے دادا کا رکھا ہوا تھا۔ کاغذ اس کا معمولی سرخ اور پیلے اور ہرے رنگ کا تھا۔ لکھائی چھپائی عمدہ تھی اور اس پر جگہ جگہ حاشیہ بھی چڑھا تھا۔ اس وقت اس کا معتد بہ حصہ میں نے نقل کر لیا تھا۔

جب قاری پڑھ رہا تھا تو ایک صاحب نے مجھ سے اردو پڑھنے کی خواہش ظاہر کی اگرچہ استاذ و شاگرد کی عمر میں بڑا تفاوت تھا لیکن میں نے منظور کر لیا۔ ان کے والد تاریخی ناولوں کے بڑے ولدادہ تھے۔ جو کتاب بازار میں آتی اسے خرید لیتے۔ رات میں ایسے ہی شائقین کی نشست ان کے یہاں ہوتی اور انہیں میں سے ایک خواندہ آدمی اس کو پڑھتا۔ اس لئے ان کے گھر اسلامی تاریخی ناولوں کا ایک بڑا ذخیرہ تھا۔ ان صاحب کو تو اردو سیکھنے کی توفیق کم ہی ہوئی۔ میں نے البتہ ان کی کتابوں سے خوب فائدہ اٹھایا، دو پہر کی چٹھی میں روزانہ ان کے گھر جاتا اور وہ کتابیں پڑھتا رہتا۔ عرصہ تک میرا یہ مشغلہ جاری رہا۔

درس نظامیہ کی تعلیم کے ابتدائی سالوں سے ہی میں اشرفیہ کے طلبہ کی لائبریری اشرفی دارالمطالعہ کا لائبریرین رہا۔ اس کے نتیجہ میں مجھے پڑھنے کیلئے کتابوں کا وافر ذخیرہ ملا۔ اور موضوع میں بھی وسعت ہو گئی۔ ہر قسم کے رسائل اور کتابیں مطالعہ میں آئیں اور میں اس قابل ہو گیا کہ لائبریری میں آنے والوں کو ان کی مطلوبہ کتابوں کے موادوں کی خوبی یا خرابی بتاتا اور انہیں کتابوں کے انتخاب میں مدد دیتا۔

اس سے لاشعوری طور پر مجھے یہ فائدہ ہوا کہ میرے ذہن میں الفاظ کا قابل ذکر ذخیرہ جمع ہو گیا مختلف جملوں کی ترکیب، اسلوب بیان اور مافی الضمیر کی ادائیگی پر قدرت حاصل ہوئی جس کا علم مجھے بعد میں ہوا کہ ”نئے چراغ جلانے کیلئے پرانے چراغ سے اکتساب ضروری ہے۔“

گلستان سعدی پڑھنے کے زمانہ میں اس کا ایک باب نقل کیا کہ بعد میں توفیق ہوئی تو اس کا ترجمہ نقل کریں گے۔ نحو میر پڑھنے کے وقت پوری کتاب کا ترجمہ کیا اور اسے والد کے پاس جو اس وقت سورت میں تھے، بھیجا کہ اس وقت یہ کتاب پڑھ رہا ہوں۔

دروس الادب پڑھتا ہوا تو اس کا کوئی فاضل نسخہ مدرسہ میں نہیں تھا۔ تو پوری کتاب نقل کر کے پڑھی۔ اس وقت وعظ اور تقریر سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔

ان ساری تفصیلات کے ذکر کا مقصد یہ ہے کہ اس وقت ہمارے نصاب میں انشاء اور مضمون نگاری کا کوئی محنت نہ تھا نہ بطور کورس کے یہ مضمون پڑھایا جاتا تھا۔ پس اس سلسلہ میں جو کچھ ہوا سب لاشعوری طور پر بے قصد و ارادہ ہوا اور اسی سے میرے اندر تحریر کا شعور بیدار ہوا۔

عالم ۱۳۶۲ھ میں جب میں جلالین شریف پڑھ رہا تھا۔ طلبہ کی لائبریری میں کئی اخبار آتے تھے۔ رامپور سے حضرت فضل حسن صابری مرحوم و مغفور کی ادارت میں ویدہ سکندری نام کا ایک ہفتہ وار اخبار شائع ہوتا تھا۔

رجب شریف کے موقع پر معراج شریف کے عنوان سے ایک مضمون اپنے قلم سے دوست عالی جناب قاری محمد یحییٰ صاحب کے نام سے بھیجا اور ویدہ سکندری میں شائع ہو گیا۔ اشاعت سے قبل کسی سے اصلاح نہیں لی تھی۔ مضمون چھپ کر آیا تو حضور حافظ ملت کو پڑھ کر سنایا۔ آپ بے حد مسرور ہوئے اور ایک روپیہ انعام میں دیا، اسی دوران میرے کئی مضمون ویدہ سکندری میں شائع ہوئے۔ جس میں ایک مضمون کا عنوان کر بلا کی ضرورت تھا جو کافی مقبول ہوا۔ اور بعد میں کئی اخبار و رسائل میں شائع ہوا۔

حضرت شیر علیہ اہل سنت مولانا ہدایت رسول لکھنوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اولاد و افتاد میں مولانا محمد عمر صاحب علیہ الرحمہ تھے جو لکھنؤ سے ہی ایک دینی پرچہ شائع کرتے تھے۔ ان کے تقاضہ پر ایک مضمون ”فلسفہ شہادت“ لکھ کر بھیجا، انہوں نے ماہنامہ میں شائع کیا۔ اس سے لکھنؤ کے شیعہ پریس والوں نے محرم کے موقع پر اپنے مشن کی طرف سے شائع کیا۔ پھر دو تین سال تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ الغرض ادارہ میں طلبہ، ان کی انجمن اہل سنت و اشرفی دارالمطالعہ اور خود ادارہ کی تحریری ضرورتوں میں ہاتھ بٹاتا رہا اور تعلیم کے ساتھ ساتھ مشق سخن کا مشغلہ بھی جاری رہا۔

فراغت کے بعد ایک سال تک گورکھپور میں سلسلہ ملازمت رہا۔ مدرسہ کے سکریٹری جناب حافظ نیاز احمد اشرفی مرحوم کے مشورہ سے ایک چار درجہ رسالہ بنام ”الغیاء“ ہر ماہ شائع کرنا شروع کیا۔ مضامین عموماً فقیر کے ہی ہوتے اور معارف میں ہم دونوں شریک ہوتے۔ اشاعت اس کی مفت ہوتی تھی اس میں شائع ہونے والے ایک طویل مضمون کو اس وقت بہت پسند کیا گیا۔ کئی پرچوں میں شائع ہوا۔ اور مبارکپور کی ایک دینی انجمن نے

اسے مستقل رسالہ کی شکل میں شائع کر کے مفت تقسیم کیا۔ عنوان اس کا ”اسلام کا چوتھا رکن“ تھا۔

تلسی پور پینچا تو وہاں ایک غیر مقلد مولوی عبدالرؤف جھنڈے نگر، اور حضرت مولانا متیق الرحمن صاحب بستوی مرحوم بانی دارالعلوم انوار العلوم تلسی پور میں مسئلہ حاضر و ناظر پر تحریری تبادلہ ہو رہا تھا۔ جھنڈے نگر صاحب کی طرف سے رسالہ تردید حاضر و ناظر شائع ہوا تھا۔ مولانا متیق الرحمن صاحب نے اس کے جواب کی ذمہ داری میرے سر ڈالی۔ فقیر نے ”الشاہد“ کے نام سے اس کا جواب لکھا۔ جو اس وقت شائع ہوا جب میں مبارکپور آ گیا۔ اس رسالہ کی تردید بستی کے کسی رئیس آزاد صاحب نے ”ابطال شواہد الشاہد“ شائع کی۔ جب ”الشاہد“ کے دوسرے ایڈیشن کی باری آئی تو لامحالہ دھیان ابطال کی طرف بھی ہوا۔ اس طرح اب وہ ایک مبدوط رسالہ ہو گیا جسے حق اکیڈمی مبارکپور نے شائع کیا ہے۔

تلسی پور کے ہی دوران قیام خطیب مشرق حضرت مولانا مشتاق احمد نظامی نے ممبئی سے پاسان شائع کرنا چاہا اور کچھ لکھنے کی فرمائش کی تو اس کے سب سے پہلے رسالہ میں فقیر کا مضمون ”حدیث شب“ کے عنوان سے شائع ہوا۔ پھر عرصہ تک اس میں ماہ بیاہ لکھتے رہے اور مولانا مرحوم فقیر کا نام رقتہ ادارہ میں شائع کرتے رہے۔

مبارکپور آنے کے دوسرے ہی سال سے میری مصروفیات میں افتاء کا اضافہ ہوا۔ اس لئے اس زمانہ کی زیادہ تحریریں سوال و جواب کے روپ میں ہیں۔ بدعت کے سلسلے میں ایک جواب جو ذرا طویل ہو گیا۔ مولوی محمد احمد صاحب مصباحی مرحوم نے رسالہ فیض الرسول بدایوں شریف میں شائع کیا اس کو مولانا مقبول صاحب الہ آبادی نے مکتبہ حبیبیہ الہ آباد سے رسالہ کی صورت میں شائع کرایا اور اس کا یہ نام بھی انہوں نے ہی تجویز کیا ہے ”بدعت کیا ہے“۔ اسی طرح قبر کی اونچائی، اور مسجد میں نماز جنازہ پر بھی طویل تحریریں ہو گئی ہیں جو فیض الرسول میں شائع ہوئیں۔

برجوالہ کلکتہ کے آس پاس ایک جاہل رنٹاز پولس مین گمراہی پھیلارہا تھا اور عامۃ المسلمین میں بڑی سورش بھیل رہی تھی۔ برجوالہ کے رئیس جناب مقبول احمد انصاری نے اس کے بارے میں ایک استخفاء کیا۔ جس کے جواب میں ”ازالہ اوہام“ کے نام سے ایک رسالہ تیار ہو گیا۔ جسے مبارکپور کی ایک اسلامی انجمن نے شائع کیا۔ اور اس کی کئی سوکاپیاں شورش زدہ علاقہ میں تقسیم کی گئیں اور جناب مقبول احمد صاحب نے بھی پوری جدوجہد کی جس کے نتیجے میں وہ فتنہ بھی وہاں سے دفع ہوا۔ فالحمد للہ تعالیٰ

مبارکپور میں ایک بار پالن حقانی کا گزر ہوا اور اس نے ندائے یار رسول اللہ کے موضوع پر ایک نہایت دل آزار تقریر کی جس سے طبقہ اہل سنت و جماعت میں بڑی بے چینی پھیلی۔ حملہ سریاں کے سنیوں نے اس کے خلاف جلسہ کیا جس میں بڑا کثیر مجمع ہوا۔ بیان کا موضوع ”ندائے یار رسول اللہ“ ہی تھا جس سے طبقہ اہل سنت و

جماعت کی ساری بے چینی دور ہو گئی اور یو بندی مولوی صاحبان کو یہ معذرت کرنی پڑی کہ ہمارے علماء نے بھی نعرۂ یار رسول اللہ کو مطلقاً حرام نہیں کہا ہے۔ اس تقریر کو عزیز مولوی محمد احمد صاحب مصباحی مرحوم نے قلم بند کر کے شائع کر دیا۔

پھر پاکستان کے کچھ احباب نے بھی اسے اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے رسالہ ”انوار الایمان“ کے ساتھ شائع کیا۔ جسے دیکھ کر مجھے بڑی سرت ہوئی کہ ”بلبل ہمیں کہ قافیہ گل شود بس است“ کہ لفظ بلبل کیلئے اتنی ہی بڑی بات ہے کہ گل کا قافیہ ہے۔

۱۹۷۴ء میں سفر حج کے دوران احادیث نبویہ کا ایک منتخب مجموعہ ساتھ تھا اس مبارک سفر میں اس کا ترجمہ مکمل کیا۔ مجموعہ میں حدیثیں حروف چینی کی ترتیب سے مذکور تھیں۔ خیال ہوا کہ اسے فقہی ابواب کی ترتیب پر کر دیا جائے۔ لیکن اب تک اس کی توفیق نہ ہو سکی۔

سیرۃ النبی پر ایک مفید کتاب ”محمد مثل الکامل“ کے نام سے نظر سے گزری، بہت پسند آئی اس کا ترجمہ شروع کیا جس کی چند قسطیں ہڈی ڈانچست میں شائع بھی ہوئیں مزید کیلئے فرصت کا انتظار ہے جبکہ فرصت عطا ہے اور بقول شعراء اس کا شکار مشکل ہے۔

عقائد کا کس نہ شود دام باز چین

حضور حافظ ملت علیہ الرحمۃ الرضوان، رسالہ پاسان میں ہر ماہ مستقل طور پر حدیث شریف کا کالم تحریر فرماتے تھے۔ مستقل عنوان ”صراط مستقیم“ ہوتا۔ عام طور سے اس مضمون کیلئے آپ کوئی خاص تیاری نہیں کرتے۔ مضمون کا تقاضا ہوا اور دو ڈھائی صفحہ کا مضمون لکھ کر بھیج دیا۔ ایک آدھ بار غالباً اسی کیلئے اشعۃ الملوکات ملاحظہ کرتے دیکھا آپ کے یہ قلم برداشتہ مضامین بھی مقامیم عالیہ کا گنجینہ اور زبان دیان کا نمونہ ہیں۔

حضرت مولانا نظامی قدس سرہ نے ان کو کتابی صورت میں اپنے مکتبہ پاسان سے شائع کرنا چاہا اور اس کے مقدمہ کیلئے مجھے لکھا اس مقدمہ میں حدیث شریف کی اسنادی حیثیت سے بحث کی گئی ہے اور حضور حافظ ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مختصر سوانحی خاکہ پیش کیا ہے۔ پورا مضمون حضرت کی نظر ثانی کا نور پا چکا ہے۔ اور بالکل آپ کا مصدقہ ہے۔ سوانحی خاکہ میں صرف ایک جگہ ایک لفظ کا استدراک ہے جس کو میرے لڑکے محمد احمد مصباحی مرحوم نے اپنی کتاب حافظ ملت میں ذکر کیا ہے۔ حضرت مولانا مشتاق احمد نظامی علیہ الرحمۃ نے کتاب کے ابتدا یہ میں لکھا تھا۔ میں نے چاہا تو یہ تھا کہ مقدمہ میں خود لکھوں۔ لیکن میری مصروفیتیں آڑے آئیں پھر بھی مجھے خوشی ہے کہ یہ سعادت مفتی عبدالنسان صاحب کے حصے میں آئی۔ یہ بھی خوب ہوا کہ گھر کی دولت گھر ہی میں رہی۔ اور دوسری خصوصیت یہ ہے کہ حضرت کے حالات میں یہ سب سے پہلی تحریر ہے۔ اور:

نقش ہے سنگ آستان پہ ترے داستان اپنی جہ سائی کی

اشرفیہ کی نشاۃ ثانیہ کی پوری تاریخ کا میں جتنی شاہد ہوں بلکہ اس میں شریک و شہید رہا ہوں۔ اور میں نے اس کو اپنے طور پر قلمبند بھی کیا تھا۔ جس دور میں عالی جناب قاری محمد یحییٰ صاحب مرحوم ماہنامہ اشرفیہ کے مدیر تھے تو انہوں نے اس کی کئی قسطیں ”اشرفیہ مصباح العلوم سے الجملہ اشرفیہ تک“ کے نام سے شائع کیا تھا۔ ان کے وقت میں ہی یہ سلسلہ بند ہو گیا تھا ورنہ وہ ایک دلچسپ سرگزشت کا روان علم کی ہوتی۔ ہدایہ اخیرین پڑھنے کے زمانے میں حضرت صدر الشریعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حالات لکھنے کیلئے رمضان شریف کی چھٹیوں میں گھوسی گیا۔ میرے شفیق و کریم استاذ گرامی حضرت مولانا عبدالمصطفیٰ صاحب ازہری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی سفارش سے حضرت نے حالات اظہار کرنا منظور بھی کر لیا اور لگ بھگ دس یوم تک وقت کی انتہائی پابندی کے ساتھ حضرت نے قیام اجیر شریف تک کے حالات قلمبند کرائے بھی۔ اس کے بعد فرمایا میں اب احتکاف میں بیٹھوں گا۔ اور اس کے بعد کے حالات دوسرے بہت سے لوگوں کو معلوم ہیں ان سے واقعات کی تکمیل کرا لیتا۔ میں نے خط کے ذریعہ ان لوگوں سے کام نکالنا چاہا لیکن کچھ نہ ہو سکا۔ تو آپ کے مشہور ملاحظہ کے پاس ہفتوں رہ کر خود ان حضرت کے حالات بھی لکھے اور اسی سبیل سے جتنے جتنے حضرت صدر الشریعہ قدس سرہ کے حالات بھی جمع ہو گئے۔ گویا.....

لخت دل جمع کیا کتنے تو دیوان کیا
اس کا کام عرصہ سے مکمل ہے۔ خدا توفیق دے تو اپنے ہاتھ سے اسے شائع کرنے کی نیت ہے۔ میرے بڑے لڑکے محمد احمد مصباحی مرحوم کو تحریر اور اس کی اشاعت کا ذوق ورش میں ملا تھا۔ رات دن لکھنا پڑے تو جھکتے نہیں تھے۔ خود اپنی کاوش سے فقیر کے مضامین کا ایک مجموعہ شائع کیا۔ دوسرے حصہ کے معتد بہ مقدار کی کتابت کرائی تھی۔ تیسرا مجموعہ میری تقریروں کا بھی لکھوا رہے تھے۔ لیکن سب چھوڑ چھاڑ کر اللہ کو پیارے ہو گئے۔ غفر اللہ لہ ورحمہ علیہ۔ افسوس! اب قدر بے شکست و آں ساقی نما نہ۔

جب سے گھوسی میں قیام ہے میری زیادہ تر توجہ فتاویٰ رضویہ کی طرف ہے۔ پھر بھی ایک رسالہ ”مسئلہ آئین، قرآن وحدیث کی روشنی میں“ مولوی شکیب ارسلان سلمہ ربہ کی سعی سے مطبوع ہو چکا ہے۔ (۱)
دوسرا رسالہ ”عیدین کی تکبیرات و زوائد“ کے موضوع پر مبیضہ کے مراحل سے گزر چکا ہے۔ (۲)
فتاویٰ رضویہ شریف کی چھ جلدیں سنی دارالاشاعت مبارکپور سے شائع ہوئی ہیں۔ جن میں تیسرا اور چوتھا حصہ حمیر الامۃ حضرت مولانا حافظ عبدالرؤف صاحب بانی سنی دارالاشاعت کی حیات میں شائع ہوا اور چار جلدیں فقیر کی کاوش اور سعی سے مرتب و مطبوع ہو کر قوم کا سرمایہ افتخار ہیں۔ نویں جلد جو دسویں کے نام سے

(۱) یہ مجموعہ فتاویٰ کتاب المصلیٰ جلد اول میں شامل اشاعت ہے۔ ۱۲ مرتب

(۲) یہ بھی کتاب المصلیٰ میں شامل ہے۔ ۱۲ مرتب

بریلی شریف یا پہلی بحیثیت سے شائع ہوئی ہے اس کی ترتیب و تہذیب اور تکمیل کا کام جاری ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی یا قاعدہ اشاعت کے دن جلد لائے۔ آمین۔

اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کچھ قلمی رسالے جواب تک نایاب تھے اب دستیاب ہو گئے ہیں۔ ان میں فتاویٰ رضویہ جلد سوم باب الجملہ کا ایک عربی رسالہ ”شعائم العنبر“ جو اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قلم کا ایک شاہکار ہے اس کا بھی ترجمہ و تصحیح مکمل ہے، مبیضہ بھی تیار ہے۔ عمر نے وفا کی اور توفیق الہی شامل حال رہی تو ان سب کو منصف مشہور پر لانے کا عزم ہے۔ (۱) السعی منی و الا۔۔۔۔۔ من اللہ وصنی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وآلہ و أصحابہ اجمعین۔

عبدالمنان اعظمی

۲۹ رمضان ۱۴۱۸ھ

(۱) یہ کتاب حضرت بحر العلوم کے ترجمہ و تقدیم کے ساتھ رضا اکیڈمی بمبئی سے شائع ہو چکی ہے۔

عرض ناشر و مرتب

عالمیاً ۱۹۹۹ء کی بات ہے جب میں جامع الاحادیث کا میفہ لے کر استاذی الکریم حضرت بحر العلوم مدظلہ العالی کی خدمت میں عرض اصلاح حاضر ہوا تھا، اس وقت حضرت نے اپنے فتاویٰ کے ایک رجسٹر کی نقل دکھائی جو پانچ سال کے عرصہ میں رمضان المبارک کی تعطیلات میں کسی کے ذریعہ آپ نے نقل کرائے تھے۔ میں نے عرض کیا کہ آپ کے فتاویٰ کے جب دس سے زیادہ رجسٹر ہیں تو اس طرح نقل میں ایک طویل مدت درکار ہوگی، لہذا جامع الاحادیث کی ترتیب تکمیل کے قریب ہے، انشاء اللہ تعالیٰ اس سے مکمل فراغت کے بعد یہ کام کمپیوٹر کی مدد سے میں انجام دوں گا۔ حضرت نے مسرت کا اظہار فرمایا اور چند ماہ کے بعد یہ پورا ذخیرہ میرے سپرد کر دیا۔

راقم نے اپنے لیے اس کو وجہ معادیت سمجھتے ہوئے کام شروع کر دیا، کام کے ابتدائی دور میں تو حالات امید افزا ثابت ہوئے پھر جوں جوں کام آگے بڑھتا گیا مشکلات سامنے آتی گئیں، میں سمجھتا تھا کہ کمپیوٹرنگ کے بعد ترتیب آسان ہو جائے گی لیکن اس میں کام اور الجھ گیا، اس کی خاص وجہ یہ ہوئی کہ فتاویٰ میں ناقلین کی تحریر خط شکست میں اور اس میں کچھ غلطیاں جس کی وجہ سے کمپیوٹر رس نے مزید غلطیاں کر ڈالیں، پھر بھی میں نے کام کو جاری رکھا۔

اسی درمیان حضرت سے گزارش کی کہ آپ ایک ایک مرتبہ اس کے مضامین کو بغور ملاحظہ فرمائیں اور جہاں حذف و اضافہ ضروری ہو وہ بھی کر دیں۔ حضرت نے منظور فرمایا اور کمپیوٹرنگ کے ساتھ ساتھ یہ کام شروع ہو گیا۔ ایک رجسٹر کمپوز ہوتا اور حضرت کے پاس چلا جاتا، پھر دوسرا اور تیسرا، اس طرح یہ سلسلہ چلتا رہا، بہت سے کمر فتاویٰ پہلے ہی حذف ہو گئے تھے باقی حضرت نے کمپیوٹرنگ کے بعد حذف فرما دیے اور اردو عبارت کی غلطیاں بھی درست فرمادیں جس میں تین چار سال لگ گئے۔ لیکن دوسرا پرنٹ اس وقت نکالا جب سارا میٹر میرے پاس آ گیا۔ اس درمیان کمپیوٹر سے کچھ فائلیں غائب ہو گئیں تھیں یعنی پانچ سو سے زیادہ صفحات اڑ چکے تھے جن کو دوبارہ کمپوز کرانا پڑا۔ اور ایک مرتبہ صبح کے بعد سب کو یک جا کر کے عتاوین مقرر کیے، ابواب وضع کیے اور پورے میٹر کو چھ جلدوں پر تقسیم کر دیا۔ اس میں کل عنوان (۲۳) اور ابواب (۱۹۷) قرار پائے۔

چونکہ کمپیوٹرنگ اصل مسودہ سے ہوئی تھی لہذا بعض کمپوزرس جو نو آموز تھے انہوں نے اور زیادہ غلطیاں کر دی تھیں، اس لیے حضرت کے حذف و اضافہ اور صحیح کے بعد مرتب شدہ چھ جلدوں کی دوبارہ صحیح کی اور پھر حضرت کو فہرست سازی کے لیے بھیجا اور عرض کیا کہ فہرست کے ساتھ اردو عبارات کی غلطیوں کی مزید اصلاح بھی فرمادیں۔ ہاں عربی عبارات کی درستگی اصل ماخذ کے بغیر مشکل ہے، لہذا اس میں مراجعت کتب کی ضرورت

نوری ایوارڈ

سراج السالکین حضرت سیدنا شاہ ابوالحسن احمد نوری میاں تاجدار سند ماربرہ مطہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ۷۵ ار و اس سال جشن یوم ولادت کے موقع پر نوری تصوف کانفرنس میں ۳۱ ر شوال الکریم ۱۴۳۰ھ مطابق ۱۱ اکتوبر ۲۰۰۹ء کو انڈیا اسلامک کچلر سینٹر دہلی میں فتاویٰ رضویہ شریف کی سٹی جلدوں کی طباعت و اشاعت کے اعتراف میں رضا اکیڈمی نے بحر العلوم حضرت علامہ مفتی عبدالمنان صاحب اعظمی شیخ الحدیث شمس العلوم مھوی، سنی خدمت میں نوری ایوارڈ پیش کیا

Presented by: RAZA ACADEMY MUMBAI



پیش آنے کی جس میں آپ کو دشواری ہوگی، یہ کام اکیڈمی میں بیٹھ کر ہم لوگ کر لیں گے۔

فہرست سازی کے دوران چونکہ اصل توجہ مضمون کی طرف رہتی ہے لہذا حضرت نے فہرست تو کافی طویل بنادی اور ساتھ ہی دوبارہ بہت سے فتاویٰ بھی حذف کر دیے لیکن باقی کام ہم لوگوں کے سپرد رہا۔ (واضح رہے کہ کمپوز کے بعد تقریباً دو ہزار صفحات مکرر اور انکے علاوہ دیگر فتاویٰ کے حذف کیے گئے ہیں تاکہ مجموعہ کو بہتر سے بہتر بنایا جاسکے، اب بھی اگر کہیں تکرار نظر آئے گی تو وہ کسی خاص وجہ کے تحت ہوگی یا یہ کہ کہیں ضمنی مسائل میں) آخری مرحلہ عربی عبارات کو اصل آخذ سے ملا تھا، اس کے لیے میں نے کمر ہمت باندھی تو عربی کے ساتھ اردو میں پچھلے بہت زیادہ اغلاط نظر آئیں، لہذا اس مرتبہ یہ غیر متوقع، بھینس مزید پریشانی کا سبب بن گئیں۔ یہ سب کمپوزرس اور بعض ناقلین کی کارگزاریاں تھیں جن کا بار بار ہم لوگوں کو خضیا زہ بھگتنا پڑا۔

آخر کار اب اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا کہ میں باقاعدہ اس کے لیے مستقل طور پر وقت نکالوں ورنہ یہ کام مکمل نہیں ہو سکے گا۔ یہ آٹھ نو سال کا عرصہ کمال توجہ کے بغیر گذرا تھا، اگر ایک سوئی سے کام کرنے کا موقع ملتا تو یہ سب پریشانیاں نہ آتیں، یا آٹھ نو سال میں درس کے علاوہ صرف تین سال ہی مل جاتے تو کام بحسن و خوبی ہو جاتا لیکن میرا حال یہ ہے کہ ایک کام پورا نہیں ہو پاتا کہ اس کے درمیان میں دوسرے کام نکل کھڑے ہوتے ہیں۔

جامع الاحادیث کی ترتیب کے بعد سے نو سال کا عرصہ گزر گیا، اس عرصہ میں مجھے جامع الاحادیث کی بقیہ چار جلدیں بھی لکھنا تھیں جو بحمدہ تعالیٰ دو سال میں مکمل ہو کر چھپ بھی گئیں۔ اور فتاویٰ اقصیہ چار جلدوں کی ترتیب و تصحیح بھی بعض بزرگوں کے حکم سے معرض وجود میں آئی۔

سیدنا اعلیٰ حضرت اور تاج الشریعہ کی تعلیمات بخاری کی تمییز و ترتیب بھی میرے سپرد ہوئی جس کو ایک سال میں مسودوں اور کاغذ کے پرزوں سے جمع کر کے مرتب کیا اور کمپوز کرایا اور دوسرے تصحیح کے بعد مجلس برکات مبارک پور کے سپرد کر دیا جس کو عمدۃ المحققین حضرت علامہ محمد احمد صاحب مصباحی مدظلہ العالی صدر المدینۃ الجامعۃ الاشرفیہ نے نظر ثانی اور تحقیق اثیق کے ساتھ بخاری شریف کے آخر میں لگا کر مجلس برکات سے شائع فرما دیا۔

اور حاشیہ بیضاوی محشی افضل المحققین حضرت علامہ شاہ وجیہ الدین قبلہ علوی مگرابی قدس سرہ بھی تقریباً دو سال سے میرے پاس ہے جس کی تمییز و ترتیب کا کام چل رہا ہے۔ حیدرآباد اور علی گڑھ وغیرہ تین مقامات سے تین مخطوطے حاصل کیے گئے ہیں، یہ حاشیہ سورۃ جبرک ہے، تقریباً چار سو سال گذر جانے پر بھی یہ علمی ذخیرہ اب پوشیدہ ہی ہے، مخطوطے بھی صحیح حالت میں نہیں رہے ہیں اور بعض مقامات پر نسخوں کا اختلاف طبعہ پریشانی کا سبب ہے اس لیے اس میں کافی محنت اور وقت کی ضرورت ہے، ساتھ ہی تفسیر بیضاوی شریف بھی اس کے ساتھ کمپوز ہو رہی ہے اور پھر تصحیح و ترتیب کا عمل بھی جاری

یہ کام حضرت مولانا نظام الدین صاحب رضوی مصباحی خطیب و امام مسجد "بولٹن" (پو۔ کے) کی فرمائش پر شروع کیا گیا ہے اور اکثر حصہ ہو چکا ہے۔ ہمیں امید ہے کہ اس علمی سرمایہ کو بھی ہم جلد ہی منظر عام پر لانے میں کامیاب ہو جائیں گے، انشاء اللہ تعالیٰ۔

ان کے علاوہ مینے دو مینے بلکہ چار چھ مینے میں ہونے والے کاموں کی فہرست انگ۔ صدر العلماء محدث بریلوی جس بھی اسی عرصہ میں مرتب ہو کر شائع ہوا، اکیڈمی سے شائع ہونے والی ایک درجن سے زیادہ کتابوں کی تصحیح و ترتیب بھی اسی زمانہ میں ہوئی، نیز امام احمد رضا اکیڈمی کے لیے زمین کی فراہمی اور پھر بے نمر و سامانی کے عالم میں اس پر دو منزلہ عمارت کی تعمیر کے لیے محنت و مشقت، یہ بھی شب و روز کی انتھک کوششوں سے تاہنوز جاری ہے۔

ان حالات میں فتاویٰ بحر العلوم کی ترتیب و تبویب اور تصحیح و تخریج کو دیکھا جائے تو واقعی یہ میرے مرشد اعظم شیخ المشائخ تاج دار اہل سنت شہزادہ اعلیٰ حضرت سیدی وسندی حضور مفتی اعظم ہند نور اللہ مرقدہ کا فیض و کرم و استاذ گرامی و قادر حضرت بحر العلوم قبلہ دامت برکاتہم القدریہ کی دعاؤں کا ثمرہ ہے اور ساتھ ہی میرے بعض احباب کی ایسا اوقات معاونت کا نتیجہ ہے کہ یہ گنج گراں مایہ ہم قوم و ملت کے لیے پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔

یہ تمام تفصیلات اس لیے لکھ دیں تاکہ ناظرین اندازہ کر سکیں کہ ہم نے اس علمی اور دینی ذخیرہ یعنی (فتاویٰ بحر العلوم) کو منظر عام پر لانے میں بلا وجہ تاخیر نہیں کی بلکہ واقعی کچھ وقتی مجبوریوں اور کچھ مسلسل شب و روز کی مصروفیات تھیں جن کو مؤخر کرنا اختیار میں نہیں رہا تھا۔

جن احباب نے تصحیح و تحقیق میں اعلیٰ تعاون کیا ان میں سرفہرست وہی ذات گرامی ہے جس نے جامع الاحادیث میں بھی قدم قدم پر ساتھ دیا تھا اور میری خاطر از اول تا آخر جامع الاحادیث کی چھ جلدوں کی تصحیح بلکہ اصلاح بھی فرمائی تھی، یعنی محبت گرامی قدر حضرت مولانا عبد السلام صاحب رضوی استاذ جامعہ نوریدہ رضویہ بریلی شریف۔ موصوف نے ایک آدھ جلد کو چھوڑ کر تقریباً تمام جلدیں اس طرح دیکھیں جیسے وہ خود اپنی کتاب لکھ رہے ہیں، اس کی وجہ یہی تھی کہ کمپوزرس نے نہایت مشکلات کھڑی کر دی تھیں۔

عربی مہلکات جتہ جتہ بغیر مراجعت کتب کے دیکھی گئی تھیں لیکن آخری مرحلہ میں اصل کتابوں سے مقابلہ شروع ہوا تو ابھی بہت سے مقامات پر آپ نے ساتھ دیا، مراجعت کتب کے لیے اکیڈمی میں علمی و فطامی امور پر مامور عزیزم حضرت مولانا محمد حبیب خاں صاحب الہم پوری نے از خود اور میرے ساتھ مل کر شب و روز تخریج کا کام اپنی انتھک کوششوں سے کیا، حتیٰ کہ اکیڈمی کا نہایت وسیع کتب خانہ بھی بعض اوقات حوالوں کے لیے کافی ثابت ہوا اور بعض عبارتیں تلاش بسیار کے بعد بھی نمل سکیں جن کو اندازہ سے درست کیا

گیا اور حضرت بحر العلوم کو اس کی اطلاع بھی کر دی گئی تو فرمایا آئندہ ایڈیشن میں کوشش کی جائے۔

خزینہ کے دوران حضرت مولانا ممتاز احمد صاحب مصباحی بھی اچانک اکیڈمی میں آگئے تھے اور انہوں نے اکیڈمی میں قیام کرنے کی خواہش ظاہر کی تو میں نے حوالوں کی تلاش کے لیے ان سے کہا، لہذا وہ اس کام میں مصروف رہے لیکن اکثر کام ہمارے حوالے کر کے رخصت ہو گئے، ہم ان کے بھی شکر گزار ہیں۔

فتاویٰ کی چھ جلدوں میں آیات کی تعداد ایک ہزار سے زیادہ ہی ہوگی، آیات پر اعراب لگانے کا پروگرام پہلے ہی سے تھا لیکن کسی بھی کمپوزر نے ایسا نہ کیا، بلکہ دوسری عبارات کی طرح آیات میں بھی بہت سی غلطیاں کر ڈالیں جن کی تصحیح اپنی جگہ ایک علیحدہ مسئلہ تھا، اس سلسلہ میں بعض ماہرین کمپیوٹر سے معلومات فراہم ہوئیں کہ قرآن کریم انٹرنیٹ پر ایسا بھی آ رہا ہے کہ اس سے آپ آیات کا پانی کر کے جہاں چاہیں چسپاں کر سکتے ہیں، لہذا اس کی تلاش شروع کی، یہاں تو نمل سکالریٹ عزیم مولانا محمد اسلم صاحب پبلیکیشن جواہری سال جامعہ ازہر مصر گئے ہیں انہوں نے خوشخبری سنائی کہ یہاں غلبہ کے پاس اس طرح کا قرآن کریم ہے اور میل کے ذریعہ آپ کو بھیج دیں گے، چنانچہ حضرت مولانا محمد شاہ عالم صاحب محترم جامع ازہر مصر نہایت کوششوں کے بعد بھیجے میں کامیاب ہو گئے اور یہاں عزیم محمد امین رضا سلمہ اپنے ٹیٹ پر اس کو محفوظ کر کے میرے پاس لے آئے اور اس طرح آیات کی تصحیح نہایت اچھے انداز میں ہو گئی، اگرچہ ایک ہزار جگہ سے کاپی کر کے اس کو چسپان کرنے کا عمل بھی اپنی جگہ طویل ثابت ہوا، میں ان سب کا بھی شکر گزار ہوں۔

اور بعض جلدوں کی تصحیح کے لیے جن حضرات نے حصہ لیا وہ حسب ذیل ہیں:

حضرت مولانا صفیر اختر مصباحی استاذ جامعہ نور یہ رضویہ بریلی شریف

حضرت مولانا معین الدین خاں برکاتی مصباحی استاذ جامعہ الرضا بریلی شریف

حضرت مولانا محمد افروز صاحب استاذ عزیم العلوم ناٹپارہ

حضرت مولانا محمد جابر خاں صاحب مصباحی سابق استاذ الجملۃ الاشرفیہ

ان حضرات میں کسی نے ایک جلد اور کسی نے نصف ایک ایک مرتبہ دیکھی اور تصحیح کی اور اپنی مفید

آراء سے بھی نوازا۔

کام یہاں تک پہنچا تو اب آخری مرتبہ کمپیوٹر پر باقاعدہ تصحیح اور سنگ کا مسئلہ درپیش آیا اور ادھر کمپوزرس ایک ایک کر کے غائب ہو گئے، اس میدان کے دوسرے لوگوں سے بات ہوئی تو معلوم ہوا کہ تین مہینے صرف تصحیح کے لیے خرچ کرنا ہوگی باقی اخراجات یعنی سنگ اور دو مرتبہ پرنٹ یہ سب علیحدہ رہے۔ اور اب وقت بھی اتنا نہیں تھا کہ حسب سابق آہستہ آہستہ کام کیا جاتا، کیونکہ ایک زمانہ سے حضرت بحر العلوم کا احباب کا اور خود میرا بھی یہ ارادہ تھا کہ کتاب جب بھی آئے گی اس کا رسم اجرا مارہرہ مقدسہ کی خانقاہ عالیہ برکاتیہ کے غل

ہایوں میں ہوگا۔ اور یہ روداد میں رجب کے آخری ایام کی سارا ہوں، یعنی اب صرف تین ماہ کا وقت تھا اور چار ہزار صفحات کی دو مرتبہ تصحیح، پھر فتاویٰ کی سنگ، فہرست کے پانچ سو صفحات کی کمپوزنگ اور فائل صفحات سے فہرست کی مطابقت، آیات و احادیث کی فہرست، آخذ و مراجع کو تلاش کر کے ان کی ترتیب، کتاب پر مقدمہ لکھنا، عرض ناشر تیار کرنا اور بہت سے کام جو وقتی طور پر نکل آئے۔ کاموں کی کثرت وقت کی قلت اور افراد انداز اور میری یہ حالت کہ دونوں آنکھوں کے آپریشن کے سبب کمپیوٹر پر کام کرنے سے معذور، چار روٹا چار پروگرام بنایا کہ لپ ٹاپ خریدوں اور یہ سب کام خود ہی انجام دوں کیونکہ اس کے ذریعہ روشنی میں باہر کسی بھی جگہ کام کر لوں گا اور نگاہوں پر بوجھ کم پڑے گا۔ غرض کہ پروگرام کے تحت لپ ٹاپ لے کر میں نے کام شروع کر دیا، البتہ پانچ سو صفحات کی فہرست کی کمپوزنگ میرے لیے بڑا مسئلہ تھا جس کے لیے جامعہ کے ایک محنتی اور ہونہار طالب علم عزیزم مولوی محمد نعیم نوری فاضل پوری سلمہ اور میرے ساتھ میرے گھر کے خورد و کلاں کو بھی لگنا پڑا جس میں حافظ محمد ملیف رضا، حافظ محمد عقیف رضا، محمد نظیف رضا، محمد توفیق رضا سلمہ نے شب و روز مشغول ہو کر کام انجام دیا لہذا شب و روز کی کوششوں اور رمضان المبارک کے بابرکات لمحات میں شب بیداری سے کام میں برکت ہوئی اور امید ہو چلی کہ وقت پر کتاب منظر عام پر آ جائے گی۔ ہمارا نشانہ یہ تھا کہ عید تک یہ کام مکمل کرنا ہے لیکن ایسا نہ ہو سکا اور آج ۳۳ روز و القعدہ بروز ہفتہ یہ کام پایہ تکمیل کو پہنچ رہا ہے۔

اور چھ ماہ قبل تک میرے حاشیہ خیال میں بھی یہ بات نہیں تھی کہ اس کتاب کی اشاعت کی ذمہ داری بھی مجھے ہی نباہنا ہوگی، لیکن وقت پر یہ مسئلہ بھی آکھڑا ہوا، اتنی خطیر رقم کا انتظام بظاہر میرے لیے دشوار تھا، اس لیے کہ اکیڈمی میں سرمایہ بالکل نہ ہونے کے سبب تعمیری کام بھی ادھورا پڑا ہے۔ اس عالم میں ساری محنتیں مطلق ہوتی نظر آ رہی تھیں، مگر بزرگوں کی دعاؤں سے مسبب الاسباب نے غیب سے اسباب پیدا فرما دیئے۔ میں نے اپنے چند احباب اور اصحاب خیر کو اس طرف دعوت دی تو مسئلہ حل ہو گیا۔ فالحمد لله علی ذلک۔ لہذا بعض نے بطور شیر، بعض نے بطور قرض، اور اکثر حضرات نے اکیڈمی کے تعاون کے طور پر رقم فراہم کر دی۔

مالی مشکلات کے حل کے لیے جن حضرات نے نمایاں رول ادا کیا ان میں پہل کرنے والے محترم قوم و ملت عالی مرتبت الحاج رفیع احمد صاحب برکاتی ہیں جنہوں نے ہمیشہ اکیڈمی کی معاونت میں ہماری ہمت افزائی کی ہے، بلکہ اس کتاب میں اکثر تعاون انہی کا ہے۔ ہم ان کے نہایت ممنون ہیں، جب انہوں نے پہل کی تو ہمارے لیے یہ نیک فال ثابت ہوئی، لہذا دوسرے حضرات بھی شریک ہوتے گئے۔

ان میں حضرت بحر العلوم کے تلمیذ و شید حضرت مولانا محمد محفوظ صاحب (ہالینڈ)

جماعت رضائے مصطفیٰ (پونہ کے) کے ارکان میں

حضرت علامہ مولانا محمد حنیف صاحب رضوی (بولٹن)

حضرت علامہ محمد اقبال صاحب رضوی (بولٹن)

حضرت علامہ مولانا محمد محسن صاحب رضوی (بولٹن)

حضرت علامہ محمد شفیع صاحب رضوی (بلیک برن) سرفہرست ہیں

تیز محبت کرم حضرت مولانا محمد حیات صاحب مقیم حال مکہ مکرمہ

حضرت مولانا محمد ایوب صاحب اشرفی خطیب و امام محمد نور الاسلام (بولٹن)

نے بحر، بھر پور تعاون فرمایا اور یہ کشتی بھنور میں پھنسنے پھنسنے کنارے آگئی، ہم ان تمام حضرات کے بھی

نہایت مشکور ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ مولیٰ تعالیٰ سب کو دارین کی سعادتوں سے سرفراز فرمائے۔

ہم لوگوں کی خواہش تھی کہ فتاویٰ اور صاحب فتاویٰ کے تعلق سے سادات کرام مارہرہ مقدمہ کے

تاثرات مل جائیں تو وہ اس مجموعہ کی ذریعہ و زینت میں اضافہ کا سبب ہوں گے اور قبولیت انام کے لیے نیک

قال بھی۔ بحمدہ تعالیٰ ہماری گزارشات کو منظور فرماتے ہوئے حضرت امین ملت اور حضرت شرق ملت مدظلہما

العالی نے اپنے بیٹن قیمت تاثرات سے نوازا جن کو شروع کتاب میں قارئین ملاحظہ فرما چکے، ہم ان دونوں

مخدومان گرامی وقار کے تہہ دل سے ممنون ہیں۔

ان تمام مراحل سے گزر کر کتاب کی طباعت کا مرحلہ آیا، اگر یہاں آکر تاخیر ہو جاتی تو بھی ہم اپنے

عزائم میں تا کام ہی رہے، لہذا ہم شکر گزار ہیں محبت محترم برادر کرم حضرت مولانا انوار احمد صاحب قادری خف

اکبر و جانشین فقیہ ملت کے جنہوں نے نہایت مختصر وقت میں کتاب کو اپنی انتھک کوششوں سے نہایت حسین انداز

اور اعلیٰ معیار کے ساتھ طبع کرا کے وقت مقررہ پر عرس قاسمی کی نورانی محفل میں لے آئے۔

یہ تمام کام اکیڈمی کے ذریعہ منصف شہود پر جلوہ گر ہوا، لہذا یہ بڑی ناسپاسی ہوگی کہ ہم ایسے موقع پر اکیڈمی

کے بانی عالی مرتبت حضرت سید شوکت حسین صاحب مقیم حال جدہ کا ذکر نہ کریں جن کے نگائے ہوئے باغ میں

یہ پھول کھل رہے ہیں اور مسلک اعلیٰ حضرت کی نشر و اشاعت کا کام ہو رہا ہے، لہذا ہم ان کے بھی ممنون کرم اور

احسان مند ہیں۔

اس کام کا جب آغاز ہو تو میں جامعہ نور یہ رضویہ میں مقیم تھا، سب سے پہلے کمپوزنگ وہیں شروع ہوئی

اور کافی حد تک کام آگے بڑھا، لہذا جامعہ کے بانی اور ناظم اعلیٰ نبیرہ اعلیٰ حضرت مولانا منان رضا خاں

صاحب منافی میاں مدظلہ العالی کے بھی ہم شکر گزار ہیں کہ انہوں نے ہم لوگوں کو درس کے ساتھ اس طرح کے

دینی و علمی کاموں کے لیے فارغ کر دیا ہے، چنانچہ ہم اپنی صواب دید پر بعض اوقات جامعہ کے وقت میں بھی

دوسرے دینی کام کر لیتے ہیں اور وہ ان کاموں سے خوش ہوتے ہیں۔

آخر میں اللہ رب العزت جل مجدہ کی بارگاہ اقدس میں دست بدعا ہوں کہ مولیٰ تعالیٰ علم و فن کے شہریار

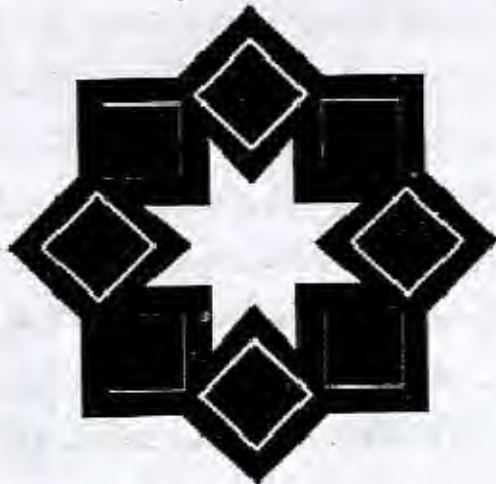
استاذ گرامی وقار حمزہ الفنون بحر العلوم دامت برکاتہم القدسیہ کا سایہ ہم سب اہل سنت پر صحت و سلامتی کے ساتھ
تادیر قائم رکھے اور ان کے فیوض و برکات سے ہم سب کو مستفیض فرمائے۔ نیز اس مجموعہ فتاویٰ کی
ترتیب، تحقیق، کتابت، طباعت، اور اشاعت میں کسی بھی طرح سے جن حضرات نے حصہ لیا ان سب کو دارین کی
سعادتوں سے مالا مال فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم علیہ التحیۃ والتسلیم۔

محمد حنیف خاں رضوی بریلوی

ناظم اعلیٰ امام احمد رضا اکیڈمی

صالح مگر بریلی شریف

مورخہ ۳ رذوالقعدہ ۱۴۳۰ھ / ۲۳ اکتوبر ۲۰۰۹ء بروز جمعہ المبارکہ



تقدیم

بسم الله الرحمن الرحيم

نحمدہ ونصلی علی حبیبہ الکریم

محمد حنیف خاں رضوی بریلوی

صدر المدرسین جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف

علم فقہ کی دولت سے ہر ایک بہرہ ور نہیں ہوتا، اور نہ ہی اس میں محض کسب و کوشش اور جدوجہد کو دخل ہوتا ہے بلکہ یہ عطیہ ربانی ہے کہ خداوند قدوس جل جلالہ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اسے اس نعمت عظمیٰ سے نوازتا ہے۔

((من یرد الله به خیرا یفقهہ فی الدین))۔ (حدیث)

اللہ تعالیٰ اپنے جس بندہ کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اسے دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے۔

دین کی سمجھ کا نام ہی علم فقہ ہے، اور جب کسی بندہ مومن کو دینی سمجھ اور اسلامی شعور حاصل ہوتا ہے تو پھر اس کا کسب و تحصیل، جہد مسلسل اور شب و روز کی کاوشیں اس کو اس اعلیٰ مقام اور قرونہ کمال تک پہنچا دیتی ہیں کہ اس کا سیدہ قرآنی علوم و معارف کا مخزن اور احادیث نبویہ کی روشن تعلیمات کا سفینہ بن جاتا ہے۔

یہ علم سعادت ابدی و سرمدی کا ذریعہ ہے، اسی کے ذریعہ انسان کو ان چیزوں کی معرفت حاصل ہوتی ہے جن سے نفع و نقصان وابستہ ہے، یہ علم ہی ان دونوں کے درمیان خط امتیاز قائم فرماتا ہے اور نفس انسانی کو اس کے حصول سے معرفت رساں اور قائمہ مند اشیاء سے واقفیت حاصل ہو جاتی ہے۔ لہذا اس کا ثمرہ و نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ آدمی اپنے آپ کو خوبیوں سے آراستہ کرتا ہے اور برائیوں سے دور رہتا ہے۔

امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فقہ کی تعریف ان الفاظ میں منقول ہے:

معرفة النفس ما لها وما عليها۔ (توضیح و تلویح)

ترجمہ: ان چیزوں کا علم جو آدمی کے لیے مقید اور مضرب ہیں۔

فقہ اسلامی کا ایک شعبہ افتاء بھی ہے، افتاء کے معنی الفت میں مطلق جواب دینا، یا کسی مشکل حکم کا جواب

دینا ہے۔ (مقررات امام راغب)

قرآن کریم میں لفظ افتاء و استفتاء مختلف معانی میں وارد ہوئے ہیں۔

مثلاً حکم دینا، تحقیق جاننا، جواب دینا، جواب جاننا، مشورہ دینا، رائے دینا، جیسا کہ

مندرجہ ذیل آیات سے یہ معانی ظاہر ہیں۔

۱۔ ﴿وَسْتَفْتُوْا نَكَ فِي النِّسَاءِ قُلِ اللّٰهُ يَفْتِيْكُمْ فِيْهِنَّ﴾ (النساء ۱۲۷)

اے رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) لوگ آپ سے عورتوں کے بارے میں فتویٰ پوچھتے ہیں آپ فرما دیجئے کہ اللہ تمہیں ان کے بارے میں فتویٰ دیتا ہے۔

۲۔ اسی سورہ مبارکہ میں ایک اور مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَسْتَفْتُوْا نَكَ قُلِ اللّٰهُ يَفْتِيْكُمْ فِي الْكَلَالَةِ﴾ (النساء ۱۷۶)

اے محبوب تم سے فتویٰ پوچھتے ہیں تم فرما دو کہ اللہ تمہیں کلالہ کے بارے میں فتویٰ دیتا ہے۔

۳۔ فرعون مصر کے ایک خواب کی تعبیر کے سلسلے میں قرآن مجید میں ارشاد ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا الْمَلَأُوْا اَفْئُوْنِيْ فِيْ رُؤْيَايْ اِنْ كُنْتُمْ لِلرُّؤْيَا تَعْبِرُوْنَ﴾ (یوسف ۴۳)

اے درباریو! میرے خواب کا جواب دو اگر تمہیں خواب کی تعبیر آتی ہے۔

۴۔ ملک سبا کی ملکہ بلقیس حضرت سلیمان علیہ السلام کا خط ملنے پر اپنے درباریوں سے مشورہ طلب کرتی

ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿قَالَتْ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَأُوْا اَفْئُوْنِيْ فِيْ اَمْرِيْ﴾ (النمل ۳۲)

وہ بولی اے سردارو! میرے معاملہ میں مجھے رائے دو۔

۵۔ ایک اور مقام پر مذکور ہے:

﴿قَضٰى اِلٰى اَمْرِ الدِّيْنِ فِيْهِ تَسْتَفْتِيْنَ﴾ (یوسف ۴۱)

فیصلہ ہو چکا اس بات کا جس کا تم سوال کرتے تھے۔

سورہ یوسف میں ہے:

۶۔ ﴿يٰٓيُوْسُفُ اٰیُّهَا الصّٰدِقُ افْتٰنَا﴾

اے یوسف، اے صدیق تعبیر دیجئے۔

اصطلاح شرع میں افتاء کے معنی شرعی حکم اور فیصلہ سنانا ہے۔

علامہ ابن عابدین شامی لکھتے ہیں: الافتاء فاتاة الحكم الشرعي

فتویٰ دینے کا مطلب حکم شرعی سے آگاہ کرنا ہے۔

اور امام احمد رضا قدس سرہ العزیز نے اس کی تعبیر یوں بیان فرمائی:

انما الافتاء ان تعتمد علی شئ وتبين لسا تلك ان هذا حکم شرعی۔

(فتاویٰ رضویہ جلد اول)

فتویٰ دینے کے معنی پورے اعتماد کے ساتھ مسائل کو اس کے سوال کا حکم شرعی بتانا ہے۔

آیت (۱) اور (۲) سے یہ ثابت ہے کہ فتویٰ اور افتاء کو وہ عظیم مقام حاصل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی نسبت خود اپنی ذات کریم کی جانب فرمائی۔

فتوائے شرعی یعنی حکم شرعی سے آگاہ کرنے کی ابتدا قرآن کریم کے نزول سے ہوئی اور پورا قرآن کریم اسی لئے نازل ہوا کہ لوگوں کو مذہب اسلام سے روشناس کیا جائے اور شریعت اسلامیہ سے آگاہی بخشی جائے۔

پھر جن احکام شرعیہ میں اجمال تھا ان کو خصوصاً ﷺ نے اپنے اقوال مبارکہ اور افعال کریمانہ سے بیان فرمادیا۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس خاکدان عالم میں اللہ تعالیٰ کے بندوں کی رہنمائی کے لئے مبعوث ہوئے اور خداوند قدوس کا آخری پیغام لے کر تشریف لائے۔ آپ کے زمانہ اقدس میں جب بھی کوئی ضرورت پیش آئی براہ راست آپ کی ذات اقدس لوگوں کی ہدایت کے لئے منارہ نور تھی۔ کوئی واقعہ رونما ہوتا آپ اس کا حکم بیان فرماتے، کبھی وحی مکتوب یعنی قرآن کریم کی آیت مبارکہ سے۔ اور کبھی وحی غیر مکتوب حدیث شریف سے۔ آپ کا ہر قول و عمل انسانوں کے لئے شاہراہ عمل تھا قرآن حکیم نے فرمایا:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾

لہذا صحابہ کرام کو کسی امر میں چنداں ضرورت نہیں تھی کہ وہ کسی دوسری جانب متوجہ ہوتے لیکن جب حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ظاہری طور پر اس دنیا سے پردہ فرما گئے اور اسلام کے پیغامات دور دراز ملکوں تک پہنچے تو واقعات و حوادث کی بھی کثرت ہوتی چلی گئی۔ تہذیب و تمدن کا دائرہ وسیع ہوتا گیا۔ اسی حالات میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے سامنے حضور کا یہ فرمان تھا۔

﴿لَقَدْ تَرَكْتُ فِيكُمْ الثَّقَلَيْنِ كِتَابَ اللَّهِ وَسُنَّةَ رَسُولِهِ﴾

ترجمہ: بے شک میں نے تم میں ”بہت با عظمت چیزیں چھوڑ دی ہیں۔ کتاب اللہ، سنت رسول۔

ایسے ماحول میں قرآن وحدیث کے مضمرات پر غور و فکر سے کام لینا ناگزیر ہو گیا۔ لہذا صحابہ کرام نے ان دونوں سرچشمہائے رشد و ہدایت کو سامنے رکھ کر پیش آمدہ واقعات کے احکام شرعیہ سے لوگوں کو آگاہ کیا۔ قرآن کریم کی تفسیر احادیث کریمہ کے ذریعہ لوگوں کے سامنے بیان فرماتے اور احادیث مبارکہ کے رموز و اسرار اپنے اجتہادات کے ذریعہ سمجھاتے۔ یہ سلسلہ پہلی صدی کے آخر تک جاری و ساری رہا، اس زمانہ میں مختلف مقامات پر مشہور مفتیان کرام میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں جن میں صحابہ کرام اور بعض تابعین شامل ہیں۔

مفتیان مدینہ منورہ

حضرات خلفائے رابعہ۔ حضرت عائشہ صدیقہ۔ حضرت عبداللہ بن عمر۔ حضرت ابو ہریرہ۔ حضرت سعید ابن المسیب۔ حضرت عروہ ابن زبیر بن العوام۔ حضرت عبدالرحمن بن ابوبکر۔ حضرت علی بن الحسین۔ حضرت عبید اللہ بن عبداللہ۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

مفتیان مکہ معظمہ

حضرت عبد اللہ بن عباس۔ حضرت مجاہد۔ حضرت سعید بن جبیر۔ حضرت عکرمہ مولیٰ ابن عباس۔ حضرت ابوالزبیر محمد بن مسلمہ۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

مفتیان کوفہ

حضرت عبد اللہ بن مسعود۔ حضرت اسود۔ حضرت علقمہ بن قیس۔ حضرت مسروق بن الاعدع۔ حضرت شرح ابن الحارث۔ حضرت عامر بن شریحیل۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

مفتیان شام

حضرت عبدالرحمن بن الغنم۔ حضرت رجاہ بن حیوہ۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

مفتیان مصر

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص۔ حضرت یزید بن ابی حبیب۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

مفتیان یمن

حضرت طاؤس بن کيسان۔ حضرت وہب بن منبہ۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

دوسری صدی کا آغاز صحابہ کرام کے لورانی قافلہ سے محروم ہو گیا۔ تو اب تابعین کے سامنے مزید پیچیدہ کمیاں آئیں جن کو حل کرنے کے لئے ان حضرات نے پوری صدی پر بکھرے ہوئے علمی سرمایہ کو یکجا کیا اور پوری تدبیر کے ساتھ غور و فکر کر کے امت مسلم کے لئے قرآن وحدیث اور اقوال صحابہ کی روشنی میں ایک منظم دستور حیات تشکیل دیا۔ مہد سے لے کر لحد تک پیش آنے والے تمام وقائع کا بغور جائزہ لیا اور ایک مربوط نظام کے ذریعہ ہزارہا مسائل کا کتاب اللہ اور سنت رسول سے استخراج و استنباط فرمایا۔

امام اعظم ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور ان تمام حضرات کے اصحاب اسی دور

کے مجتہدین میں سرفہرست نظر آتے ہیں۔

ان نفوس قدسیہ کے درمیان امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات گرامی مسلم امام کی حیثیت رکھتی ہے۔

جلیل القدر صحابی صاحب العلمین والوساء سیدنا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کے بارے میں حضور سرور کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

رضیت لامنی ما رضی لہا ابن ام عبد۔

ترجمہ: مجھے اپنی امت کے لیے وہ چیز پسند ہے جو ابن ام عبد (عبداللہ ابن مسعود) کو پسند ہو۔

آپ کو بارگاہ رسالت میں وہ تقرب حاصل تھا کہ حرم نبوی میں بے روک ٹوک حاضری دیتے، حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ہم جب یمن سے آئے تو حضرت عبداللہ کو ایک زمانہ تک یہی سمجھا کہ آپ اہل بیت نبوت کے کوئی فروہ ہیں، کیونکہ آپ حرم نبوی میں اس کثرت سے آتے جاتے تھے کہ کوئی دوسرا نہیں۔

خدمت اقدس میں ہمیشہ حاضر رہتے، سرفہرست ہر جگہ آپ کو حضور کی معیت حاصل رہتی۔

دور خلافت قاری میں آپ کو فہ تشریف لائے اور مسند درس و ارشاد بچھائی۔ علوم قرآنی اور تعلیمات نبوی سے غلق کثیر نے آپ سے استفادہ کیا۔ کوفہ کی گلیاں اور بام و در آپ کے علوم و معارف سے گونج اٹھے۔ بلاد اسلامیہ کے باشندگان دور دراز سے سڑ کر کے اکتساب فیض کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے، بڑے بڑے محدثین و فقہاء آپ کے گہوارہ علم و فضل سے مستفیض ہو کر چارواں عالم میں پھیل گئے۔ اور پھر جب خلیفہ چہارم سیدنا حضرت علی مرتضیٰ نے کوفہ کو دار الخلافہ بنایا تو مزید اس میں چار چاند لگ گئے، غرض کہ کوفہ اس دور میں مرجع خلافت تھا۔

اس درسگاہ سے فیض پانے والے بے شمار فقہاء و محدثین میں حضرت علقمہ اور اسود کو خصوصی اہمیت حاصل ہے، پھر ان کے تلمیذ رشید حضرت ابراہیم نخعی نے اس شجر فہ و فتاویٰ کی خوب آبیاری فرمائی، آپ کی مسند درس و تدریس پر آپ کے لائق و فائق تلمیذ ارشدانہ الفقہاء حضرت حماد بن ابی سلیمان متحکم ہوئے۔

امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ ہی کے خوانِ نعمت کے خوشہ چین ہیں۔

امام اعظم نے چالیس سال تک جامع کوفہ میں درس و ارشاد کا سلسلہ جاری رکھا اور اپنے اصحاب کے ساتھ فقہ اسلامی کی باضابطہ بنیاد رکھی تاکہ قیامت تک آنے والے لوگوں کے لئے راہ ہموار ہو سکے۔ اور نو خیز مسائل میں انہی اصول و ضوابط پر استخراج مسائل کا سلسلہ جاری ہے۔

اس میں شک نہیں کہ فقہ اسلامی دینی علوم کا پیش بہا کا خزانہ ہے اور اس اہم کام کے لئے امام اعظم ز

جو مدار لی تھی اس کو با حسن وجہ انجام دیا۔ اگرچہ آپ تمام علوم کے جامع تھے لیکن آپ نے اس کے باوجود محدثین و فقہاء کی ایک عظیم جماعت تشکیل دی اور باقاعدہ ایک بورڈ کے ذریعہ فقہ اسلامی کو مدون فرمایا۔

امام اعظم کی مجلس تدوین فقہ میں اس وقت کے جلیل القدر اور عظیم الشان فقہاء و محدثین میں مندرجہ ذیل حضرات سرفہرست تھے۔

امام عبداللہ بن مبارک۔ امام ابو یوسف۔ حفص بن غیاث۔ یحییٰ بن ابی زائدہ، اور داؤد طائی جو لاکھوں حدیثوں کے حافظ اور اس فن کے امام تھے۔

یحییٰ بن سعید قطان۔ داؤد طائی، جرج و تعدیل میں ید طولی رکھتے تھے۔

امام محمد اور قاسم بن معین کو ادب و لغت میں امامت کا درجہ حاصل تھا، اور امام زفر استنباط مسائل میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔

امام طحاوی فرماتے ہیں: کہ اس طرح کے امام اعظم کے حلقہ درس میں چالیس اصحاب تھے، جنہوں نے شب و روز کی محنت کے بعد مسائل شرعیہ پر مشتمل ایک مجموعہ مرتب کیا۔

تدوین کا طریقہ یہ تھا کہ کسی مسئلہ سے متعلق آیت و حدیث پیش ہوتی، امام اعظم اس میں متعدد احتمالات بیان کرتے اور ان احتمالات کی تائید میں نصوص و عبارات پیش کرنے کے لئے اپنے تلامذہ میں تقسیم فرما دیتے اور ایک احتمال پر خود دلائل قائم فرماتے۔ تمام اصحاب ان احتمالات کی تفسیح و توضیح میں کوشش فرماتے۔ (فتاویٰ شامی)

امام ابو یوسف فرماتے ہیں: کہ میں امام اعظم کے کسی ایک مسئلہ کو لے کر کوفہ کے محدثین و فقہاء پر دورہ کرتا اور جب دوسرے دن مجلس منعقد ہوتی تو امام اعظم فرماتے: فلاں نے اس مسئلہ میں یہ کہا ہوگا۔ اور فلاں نے یہ، امام ابو یوسف یہ سکر حیران رہ جاتے اور امام اعظم اس پر فرماتے: میں تمام علم کوفہ کا عالم ہوں۔

غرض یہ کہ اس طرح جب کسی ایک احتمال پر اتفاق ہو جاتا تو اس کو لکھ لیا جاتا، کبھی ایسا بھی ہوتا کہ کسی ایک احتمال پر متفق نہ ہونے کی صورت میں وہ احتمال انہی کی طرف منسوب ہو کر لکھا جاتا جو اس پر قائم ہوتے، اسی لئے کتب فقہ میں متعدد اقوال منقول ہیں۔ لیکن درحقیقت یہ سب امام اعظم ہی کی جانب سے ہیں۔

امام اعظم کی اس مجلس کا مرتب کردہ مجموعہ نہایت ضخیم تھا، بعض نے چھ لاکھ اور بعض نے بارہ لاکھ مسائل پر مشتمل لکھا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ یہ مبالغہ ہو۔ لیکن ایک محتاط اندازہ کے مطابق یہ تعداد پچاس ہزار سے زیادہ تھی جس کی تصدیق امام ابو یوسف اور امام محمد کی تصانیف سے آج بھی کی جاسکتی ہے۔

یہ مجموعہ اگرچہ اب دستیاب نہیں لیکن اس کے قوانین و ضوابط زمانہ مابعد میں اساسی اہمیت کے حامل رہے اور بعد کے مجتہدین نے ان پر خوب طبع آزمائی کی اور تفریع و تفریع سے پیش رو کتابیں معرض وجود میں آئیں۔

دوسری صدی سے لے کر آج تک یہ سلسلہ زور و شور کے ساتھ جاری رہا ہے، کسی زمانہ میں متون مذہب لکھے گئے، اور کبھی ان کی شروع تحریر کی گئیں اور ہر زمانہ میں فتاویٰ کی شکل میں کتابیں وجود میں آئیں۔

پہلی صدی ہجری سے لے کر فقہاء کا ایک طویل سلسلہ ہے جس کا اس مختصر مقالہ میں سامنا مشکل ہے، بعض علماء و فقہاء نے کتب فقہاء کیوں اور بعض نے کتب فتاویٰ مرتب فرمائیں، خالص فتاویٰ کے تحریری مواد کی تاریخ بھی عہد صحابہ ہی سے شروع ہوتی ہے، چنانچہ تاریخوں میں اکثر اس کا ذکر آتا ہے۔

ایک شخص ایک مرتبہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے فتوؤں کا مجموعہ لایا، انہوں نے پڑھ کر اس کی چند چیزوں کو توبر قرار رکھا اور باقی کو مٹا دیا اور فرمایا کہ یہ حضرت علی کی طرف غلط منسوب ہے وہ ہرگز ایسا فتویٰ نہیں دے سکتے، یہ واقعہ حضرت علی کی وفات کے بعد ہی کا ہے، لیکن حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی ایک صحابی ہیں اسی لئے اولین کتاب فتاویٰ گویا عہد صحابہ کی یادگار ہے۔ ابو الحسن بصری نے اپنی کتاب المستمد فی اصول الفقہ میں حضرت علی ہی نہیں بلکہ حضرت زید بن ثابت کے فتوؤں کا بھی ذکر کیا ہے جو ظاہری کتابی صورت میں پانچویں صدی ہجری تک پائے جاتے تھے۔ یقیناً دیگر صحابہ مثلاً حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ نے بھی بہت سے فتوے دیئے ہوں گے جو ممکن ہے کہ جمع بھی ہوئے ہوں۔

تاہمین کے زمانے میں سب سے زیادہ خدمت اس علم کی قاضی کر سکتے تھے، ان کے پاس ہر روز مقدمے پیش ہوتے اور وہ اپنے فیصلوں کا بخلاف کمرات انتخاب کر سکتے تھے، ایسا ایک مجموعہ امام ابو یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف بھی منسوب ہے، ان کے شریک درس امام محمد شیبانی کی کتاب ”الریقات“ جواب نہیں ملتی، کہتے ہیں، کہ ان کے شہر رقبہ کے زمانے کے فیصلوں کا مجموعہ تھی۔

الغرض کتب فتاویٰ کی تاریخ عہد صحابہ و تابعین سے شروع ہوتی ہے جو آج تک جاری ہے۔ مفتی بہ مسائل اور کثیر جزئیات پر مشتمل لکھی جانے والی کتابوں میں بلا دشام میں لکھی جانے والی رد المحتار المعروف بہ فتاویٰ شامی اور متحدہ ہندوستان میں فتاویٰ ہندیہ المعروف بہ فتاویٰ عالمگیری اس کی روشن مثالیں ہیں۔ کہتے ہیں کہ فتاویٰ ہندیہ کی ترتیب و تدوین میں پانچ سوطیل القدر علمائے کرام شامل تھے۔

ہندوستان میں چودھویں صدی کے اندر فقہ حنفی کا ایک اصول خزانہ منظر عام پر آیا جو اپنی تحقیق اور وسعت معلومات کے لحاظ سے فقہ حنفی کے اصول و فروع کا بیش بہا ذخیرہ اور مذہب احناف کا انسائیکلو پیڈیا ہے۔

یعنی ”الخطایا المنہویہ فی الفتاویٰ الرضویہ“ جو صرف ایک مرد مجاہد اور عظیم محقق امام احمد رضا خاں محدث بریلوی قدس سرہ العزیز کا کارنامہ ہے، اس کی قدیم بارہ ختم جلدیں ہیں جو اب جدید طرز پر عربی عبارات کے ترجمہ اور تخریج کے ساتھ تیس جلدوں میں منظر عام پر آیا ہے۔ اس فتاویٰ کے ذریعہ فقہ حنفی کی فوقیت و عظمت آج

مخالفین کے قلوب میں بھی جاگزیں ہو چکی ہے۔ امام احمد رضا قدس سرہ نے اپنے فتاویٰ کے ذریعہ فتویٰ نویسی کا ایک جدید اسلوب سکھایا ہے، فقہائے احناف جن کو بالعموم فقہائے رائے کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ فقہ حنفی قرآن و حدیث سے نہیں بلکہ محض قیاس و اجتہاد سے سمجھا اور سکھایا گیا ہے، حالانکہ زمانہ قدیم سے اس دعویٰ کی تردید علمائے احناف کرتے آئے لیکن امام احمد رضا قدس سرہ نے اپنے فتاویٰ میں اسلوب ہی ایسا اختیار فرمایا کہ مخالفین کے دعوے صاف منثور ہو گئے۔ آپ جب کوئی فتویٰ تحریر فرماتے ہیں تو اولاً آیات و احادیث سے استدلال فرما کر اصول و ضوابط کی روشنی میں تصریحات فقہائے احناف پیش کرتے ہیں، دقیق مسائل اور لائیکل امور کی گتھیاں نہایت آسانی کے ساتھ سلجھا دیتے ہیں۔ اس طرح کے ہزار ہا مسائل آپ کے فتاویٰ کی زینت ہیں۔

امام احمد رضا قدس سرہ نے جس اسلوب کی بنیاد رکھی تھی آپ کے خلفاء و مشنین اور آپ کی بارگاہ کے فیض یافتہ علمائے کرام و مفتیان عظام نے اس اسلوب کو اپنے لئے مشعل راہ بنایا اور پیش آمدہ مسائل میں اسی کو نمونہ بنا کر فتویٰ نویسی کی خدمت انجام دی۔

فتاویٰ امجدیہ۔ فتاویٰ مصطفویہ۔ فتاویٰ حامدیہ۔ فتاویٰ نوریہ۔ فتاویٰ فیض الرسول۔ فتاویٰ خیمیہ۔ فتاویٰ مظہری۔ حبیب الفتاویٰ۔ فتاویٰ اہلیہ اور دیگر علمائے اہل سنت کے وہ فتاویٰ جو مختلف رسائل و جرائد اور تصانیف اہل سنت میں بکھرے ہوئے ہیں اس نمونہ کی واضح مثالیں ہیں اور ان کے علاوہ غیر مطبوعہ فتاویٰ اس سے کہیں زیادہ ہیں جو مختلف دارالافتاء کی زینت، یا پھر عدم توجہی کا شکار ہو کر صفحہ ہستی سے نابود ہو چکے ہیں۔

پیش نظر فتاویٰ بحر العلوم بھی اسی سلسلہ الذہب کی ایک خوب صورت کڑی ہے جس میں ہزار ہا مسائل نہایت شرح و بسط اور تحقیق انیق کے ساتھ بیان کیے گئے ہیں۔ حضرت بحر العلوم کی نصف صدی پر پھیلی ہوئی خدمت افتاء کا یہ بیش بہا خزانہ اور خوبصورت مرقع ہے۔ فتاویٰ پر کچھ لکھنا آفتاب کو چراغ دکھانا ہے لیکن راقم نے ان فتاویٰ کو از اول تا آخر پڑھا ہے اس لیے بعض فتاویٰ کے تعلق سے اپنے تاثرات کا اظہار ضروری سمجھتا ہوں تاکہ قارئین کو ان فتاویٰ کی جانب خصوصی توجہ ہو سکے اور ان سے مکمل طور پر استفادہ کر سکیں۔

فتویٰ (۱)

ایک زمانہ سے مخالفین کی جانب سے یہ اعتراض گردش کر رہا ہے کہ مولانا احمد رضا خاں بریلوی کو ”اعلیٰ حضرت، امام اور رضی اللہ تعالیٰ عنہ“ کیوں کہا جاتا ہے جب کہ ”رضی اللہ تعالیٰ عنہ“ صحابہ ہی کے لیے بولا جاتا ہے اور ”امام“ ائمہ مجتہدین کے لیے، اور ”اعلیٰ حضرت“ تو کسی کے لیے درست نہیں صرف حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے بولا جانا چاہیے حالانکہ حضور کو بھی ”آں حضرت“ ہی کہا جاتا ہے۔

اسی طرح کا ایک سوال زیر نظر فتاویٰ کی جلد اول کتاب الصلاۃ باب الاذان کے تحت ضمنی طور پر مذکور ہے۔ حضرت بحر العلوم نے اس کا جواب نہایت شرح و بسط کے ساتھ تحریر فرمایا ہے اور تینوں الفاظ کی تحقیق پیش فرمائی ہے جس کا خلاصہ کچھ اس طرح ہے۔ امامت کی دو قسمیں ہیں: صغریٰ و کبریٰ۔ صغریٰ سے مراد نماز کی امامت ہے اور کبریٰ میں تفصیل ہے۔

جو شخص لفظ ”امام“ کو صرف ائمہ مجتہدین میں ائمہ اربعہ کے لیے خاص مانتا ہے وہ غلطی پر ہے بلکہ اس میں وسعت ہے اور مختلف جہات سے بے شمار حضرات پر اس کا اطلاق سلفاً و خلفاً مستقول ہے۔

اہل شرع کے یہاں امامت بمعنی خلافت ہے تو اس کا اطلاق اس ذات پر ہوگا جو مخلوق پر تصرف عام کا حق رکھے اور اس کی شرط امام کا مسلمان آزاد مذکر عاقل بالغ اور قرشی ہونا ہے جیسے یہ منصب خلفائے اربعہ وغیرہم کو حاصل ہوا۔

اور صوفیائے کرام کے یہاں بارہ امام اہل بیت کرام میں سے اہل سنت کے یہاں بھی مسلم ہیں اور ولایت کے منصب سے بڑھ کر درجہ امامت انبیائے کرام کا خاصہ ہے جس کو قرآن میں ﴿إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ﴾ لئلا مآلہ کے ذریعہ بیان فرمایا گیا۔ ان تمام چیزوں کو حضرت نے مستند حوالوں سے مزین کرنے کے بعد علماء کے یہاں استعمال اور ان کی تحریروں سے شواہد پیش فرمائے ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ دو چار اور دس میں اماموں کی بات نہیں بلکہ تاریخ اسلام میں ہزاروں شخصیات اس صفت سے متصف قرار دی گئی ہیں حتیٰ کہ خود مخالفین اپنی کتابوں میں اس کو لکھتے چھاپتے اور بلا تکلیف اس کو جائز مانتے چلے آئے ہیں، ایسی کتابوں کی نشاندہی بھی اس فتویٰ میں کی گئی ہے، گویا مخالفین کی مثال اس شخص کی ہے کہ جس شاخ پر بیٹھا ہے اسی کو کاٹ رہا ہے۔ اس سے بڑا حق اور کون ہوگا۔

اسی طرح کی حواشیاں لفظ ”اعلیٰ حضرت“ اور ”رضی اللہ تعالیٰ عنہ“ کے بارے میں مخالفین سے سرزد ہوئیں کہ اپنے علماء اور مشائخ کو خود لکھیں چھاپیں سب روا اور امام اہل سنت کے لیے ان الفاظ کے استعمال میں چراغ پا ہیں۔ یہاں بھی حضرت بحر العلوم نے پہلے اعلیٰ حضرت اور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی معنوی حیثیت واضح فرمائی ہے جس کے ذریعہ ان کا استعمال علمائے متاخرین کے لیے بھی لغت و شرع دونوں کے پیش نظر نہ صرف جائز بلکہ مستحسن ہے۔ تحقیق کے طالب مذکورہ باب کھولیں اور بحر العلوم کی تحقیقات سے شاد کام ہوں۔

فتویٰ (۲)

مساجد میں عورتوں کی حاضری سے ممانعت آج کا جدید مسئلہ نہیں بلکہ فاروق اعظم کی خواہش پر دور صحابہ میں طے ہو چکا، حتیٰ کہ کچھ عورتیں جو مسجد نبوی میں حاضری کے لیے وافر رہتی تھیں انہوں نے ام المؤمنین

کی خدمت میں فاروق اعظم کی شکایت اس امید پر کی تھی کہ یہاں ہمارے حق میں فیصلہ ہوگا اور حضور کے فرمان کے پیش نظر ان کا سوچنا اپنی جگہ ایک حد تک درست بھی تھا، لیکن جب ام المؤمنین نے بھی ان کو دو ٹوک فیصلہ سنا دیا اور حدیث کا محمل و انتضا متعین فرمادیا تو وہ خاموش اپنے گھروں کو واپس ہو گئیں اور پھر صحابہ کا اجماع اس بات پر ہو گیا کہ مسجد میں جماعت کی حاضری سے عورتیں روکی جائیں گی۔

لیکن حدیث دانی کے زعم میں بتلا آج کل کے غیر مقلدین صرف اور صرف وہی حدیث سناتے اور سمجھاتے ہیں کہ حضور نے تو یہ فرمایا ہے کہ اللہ کی باندیوں کو مساجد سے نہ روکو، ہم لوگ حضور کے امتی ہیں لہذا ہمارے لیے حضور کے فرمان پر عمل واجب، چنانچہ وہ لوگ غلط کرتے ہیں جو عورتوں کو مساجد سے باز رکھتے ہیں۔ جب صحابہ کا فیصلہ سنایا جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ کے امتی ہیں لہذا ہمیں انہیں کی اتباع کافی ہے نہ کسی دوسرے کی اتباع کریں اور نہ کسی کو دین اسلام میں مداخلت کا حق حاصل ہے۔

حضرت بحر العلوم سے بھی ایسے ہی کسی غیر مقلد کے بارے میں سوال ہوا جس نے فاروق اعظم کے فیصلہ اور اجماع صحابہ کو رد کرتے ہوئے اپنی دیدہ و دنی کا ثبوت دیا تھا اس کے جواب میں آپ نے ایک مفصل فتویٰ تحریر فرمایا جس میں متعدد نظیروں سے یہ ثابت فرمایا کہ مسجد کے تعلق سے حضور کے زمانہ اقدس میں ایک عورتوں کی حاضری ہی نہیں بلکہ دوسرے امور بھی بلا تکلیف رائج تھے لیکن بعد میں ان پر بھی پابندی لگا دی گئی، مثلاً جانوروں حتیٰ کہ کتوں کا مسجد نبوی میں آنا جانا، جوتے پہن کر مسجد میں نماز پڑھنا بلکہ اس سلسلہ میں تو حضور نے تاکید کی حکم فرمایا تھا کہ یہودی مخالفت کرو اور اپنے جوتوں میں نماز پڑھو۔ لیکن آج بزم خویش اہل حدیث بھی اس کی سرسرا مخالفت کرتے ہیں نہ کوئی جوتے پہن کر نماز پڑھتا ہے بلکہ مسجد میں جوتے سمیت داخل تک نہیں ہوتا اور مسجد میں کتا تو کچا بکری کا داخل تک ممنوع قرار دیتا ہے۔ کیا یہ فرمان رسول کی مخالفت نہیں۔

در اصل بات یہ ہے کہ اختلاف زمانہ سے بہت سے احکام بدل جاتے ہیں، ام المؤمنین نے عورتوں کی شکایت پر یہی فرمایا تھا کہ آج تم نے جو چیزیں نکال رکھی ہیں اگر حضور کے زمانہ اقدس میں ہوتیں تو حضور بہ نفس نفیس خود عورتوں کو مسجد سے روک دیتے جیسے بنی اسرائیل کی عورتیں روک دی گئی تھیں۔ ٹھیک اسی طرح زمانہ بدلنے پر جوتوں میں نماز اور مسجد میں جانوروں کا گھسنا معیوب قرار دیا لہذا آج جملہ اہل اسلام کا اسی پر عمل ہے اور یہ عین مرضی رسول کے موافق ہے۔ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے احکام ہمارے لیے واجب العمل ہیں لیکن صحابہ کی پیروی اور ان کے اجماعی احکام بھی ہمارے لیے انہیں نے واجب العمل قرار دیے۔ لہذا صحابہ کی اتباع دراصل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی کی اتباع ہے۔

مزید وضاحت کے لیے حضرت نے سیدنا اعلیٰ حضرت کے فتاویٰ سے استدلال فرماتے ہوئے قول صوری اور قول ضروری کی بحث بھی اٹھائی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ قول صوری تو بلاشبہ یہی ہے کہ عورتوں کو

مسجد سے ندر کو لیکن قول ضروری یہ ہے کہ عورتوں کی جمعہ و جماعات میں مسجد کی حاضری ممنوع ہے، تفصیل کے لیے متعلقہ فتویٰ کا مطالعہ کیجئے جو سات آٹھ صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔

فتویٰ (۳)

کتاب الصلاۃ کے اسی باب کے ضمن میں اقامت کے وقت مقتدیوں کے صف بنا کر کھڑے ہونے کا مسئلہ بھی ہے۔ عام طور پر دیوبندیوں اور غیر مقلدین کو اس مسئلہ میں اہل سنت احتاف سے شدید اختلاف ہے جس کی بنا پر فتنہ و فساد برپا کرتا بھی ان کا شیوہ بن چکا ہے حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کا قول و عمل جی علی الصلاۃ اور جی علی الفلاح پر قیام سے متعلق واضح طور پر کتابوں میں منقول ہے لیکن وہابی قوم ہٹ دھری سے باز نہیں آتی۔

اصل میں ان لوگوں کو اس حدیث سے دھوکا ہوا جس کو حضرت جابر بن سرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کیا کہ حضرت بلال حضور کے حجرہ سے برآمد ہونے سے پہلے بکیر پڑھتے ہی نہیں تھے۔ اس کا مطلب یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب حضور تشریف لاتے تو بکیر شروع ہوتی اور لوگ فوراً کھڑے ہو جاتے لہذا شروع بکیر سے کھڑا ہونا مسنون ہوا۔ دوسری حدیث جو ابونعیم، مسلم اور ابوداؤد نے روایت فرمائی یہ ہے کہ لوگ پہلے ہی سے جماعت میں کھڑے رہتے اور حضور بعد میں تشریف لاتے۔

احتاف اہل سنت اس کی تفصیل یوں بیان کرتے ہیں کہ یہ احادیث اپنے مقام پر درست لیکن امام ابوداؤد کی حدیث ((لا تنفوا حتی ترونی)) اس کے صریح معارض ہے تو پھر عمل کی کیا سبیل؟ لہذا اس کی توجیہ کے لیے دوسری حدیث ہے کہ مؤذن کی بکیر پر لوگ کھڑے ہو جاتے اور حضور بعد میں تشریف لاتے۔ مقتدیوں کی یہ حالت دیکھ کر حضور نے منع فرمادیا کہ جب تک مجھے نہ دیکھ لو کھڑے نہ ہوا کرو۔ تو ممانعت والی حدیث بعد کی ہے اور جس پر عموماً عمل تھا وہ پہلے کی لہذا کوئی تعارض نہیں کہ پہلی منسوخ اور دوسری تاریخ اور منسوخ پر عمل ناجائز و ممنوع۔ اس فتویٰ میں دیگر امور بھی زیر بحث آئے ہیں جن کا مطالعہ قارئین کے لیے شرح صدر کا باعث ہوگا۔

فتویٰ (۴)

اسی کتاب الصلاۃ میں باب قرأت کے تحت مسئلہ آمین کی نہایت معرکہ آرا بحث ہے جس سے حضرت بحر العلوم کی علم حدیث اور نقد رجال میں گہری نگاہ اور مہارت تامہ کا اندازہ ہوتا ہے، اور وہابیہ غیر مقلدین کی اس باب میں بھی فضل کتب ہونے کی حیثیت واضح ہوتی ہے۔

غیر مقلدین کا اصرار ہے کہ آمین بلند آواز سے کہی جائے کیونکہ حضرت ابوہریرہ نے حجرہ سے آمین کہتے ہوئے نماز پڑھائی اور فارغ ہو کر فرمایا میں نے ایسی نماز پڑھائی جو حضور کی نماز کے مشابہ ہے۔

(ابن ماجہ، خزیمہ، ابن حبان)

یہ روایت حضرت ابوہریرہ کے شاگرد نعیم مجمر کے واسطے سے منقول ہے۔ دوسری روایت وائل بن حجر سے ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آمین کے وقت آواز دراز کی۔ (ابوداؤد، ترمذی)

آمین بالجبر کے بارے میں غیر مقلدین کا کل اثاثہ یہ دو حدیثیں ہیں اور بس، باقی جتنی روایتیں پیش کی جاتی ہیں سب جرح و نقد کے اصول پر ضعیف اور ناقابل استدلال ہیں۔ لیکن ان دونوں کا جواب احتاف نے ایسا مسکت دیا ہے کہ مخالفین کو جمال دم زد نہیں۔ پہلی حدیث کا جواب واضح ہے کہ تشبیہ میں مشابہت من کل الوجوہ نہیں ہوتی بلکہ وجہ تشبیہ صرف ایک کافی۔ لہذا حدیث آمین بالجبر میں صریح نہیں۔ نیز حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شاگردوں میں نعیم مجمر مغرور ہیں۔ دوسری حدیث وائل بن حجر کی روایت میں ”مدبھا صوته“ یعنی آواز دراز کرنے کی بات ہے تو یہ قرأت بالسر میں بھی متصور لہذا یہ بھی جبر میں صریح نہیں۔

اس باب میں باقی روایتوں کا حال کیا ہے اس کی کامل تحقیق کے لیے کتاب کے صفحات کھولے اور داؤد تحقیق دیجئے، مختصر یہ کہ حضرت نے لفظ آمین پر متعدد جہات سے بحث فرمائی ہے۔ مثلاً عربی زبان کی تاریخ میں اس کا مقام۔ یہ کلمہ محض دعا ہے۔ یا قرآن کی آیت بھی۔ اس کے سلسلہ میں مذاہب علماء اس کے بعد جبر کے دلائل اور ان پر تنقید ہے جن کا حاصل صرف یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہ سے جبر و سرودوں کی روایات منقول ہیں لہذا جبر کو ترجیح دینا بلا مرجع ہے، اور حضرت وائل بن حجر کی روایات جو چھ سندوں سے مروی ہیں ان میں چار وجوہ سے سند و متن دونوں میں اضطراب ہے لہذا قابل استدلال نہیں۔ اس سلسلہ میں تنقیدات اور جرح و تعدیل کی ایک لمبی فہرست ہے۔

کتاب کا دوسرا حصہ آمین بالسر کے دلائل پر مشتمل ہے اور یہی کتاب کا اصل موضوع سخن ہے، آپ نے اس میں قرآن و حدیث سے استدلال فرما کر اب تک ہونے والے اعتراضات کے دندان شکن جواب دیے ہیں، اس حصہ میں چھ انواع کے ضمن میں متعدد حیثیات سے بحث ہے جن کا خلاصہ خود حضرت کے الفاظ میں ملاحظہ کریں:

معلوم ہوا کہ اصحاب جبر کی کل پونجی وہی حدیث وائل بن حجر ہے جس میں جبر کی طرح حافت کی بھی تصریح ہے اور جوئی واثبات کے درمیان جھول رہی ہے، پس ایک ایسی حدیث پر اعتماد کر کے صحیح حدیث کے

مقتضیٰ کو رد کرنا کہاں کی دانش مندی ہے؟ یہ امر ہر شخص پر خود ہی روشن ہے، ہم اگر کچھ کہیں تو شکایت ہوگی۔

ہم اگر شکر کریں گے تو شکایت ہوگی۔ (جلد اول ص ۲۸۰)

پوری کتاب نوے (۹۰) حوالوں سے مزین ہے۔

فتویٰ (۵)

کتاب الصلاۃ باب العیدین میں ایک تفصیلی فتویٰ ”عیدین کی تکبیرات زوائد کے نام سے ہے، مطلع علی گڑھ کے ڈاکٹر اکرام الدین صاحب نے اپنے امام صاحب کی شکایت میں یہ مسئلہ دریافت کیا تھا جب انہوں نے عید الفطر میں نوزائید تکبیریں کہی تھیں۔

چونکہ احناف کے یہاں معمول بہا چھ زائد تکبیریں ہیں لیکن غیر مقلدین کو اس مسئلہ میں بھی اختلاف ہے اور دلیل میں ہر جگہ دھوکا دہی کہ ہم حدیث رسول پر عمل کرتے ہیں حالانکہ حدیث پر ان کا عمل جہل مرکب کا شاخسانہ ہوتا ہے، یعنی حقیقت کچھ ہوتی اور یہ کچھ اور سمجھ بیٹھتے ہیں جیسا کہ مسئلہ اقامت اور مسئلہ آمین میں اس کی وضاحت ہو چکی، یہاں بھی صورت حال اس سے مختلف نہیں۔

حضرت بحر العلوم نے اس موضوع پر بھی تحقیق کے دریا بہا دیے ہیں۔ پہلے تکبیروں کے سلسلہ میں مذاہب ائمہ کو بیان فرمایا ہے ایسے مذاہب کی تعداد بارہ ہے لیکن نوزائید تکبیروں کا کوئی مذہب ہی نہیں، غیر مقلدین جہل مرکب میں گرفتار ہیں۔ انہوں نے پہلی رکعت کی تکبیر تحریمہ اور تکبیر رکوع اور دوسری رکعت میں تکبیر رکوع کو بھی زوائد میں شمار کر لیا جس کی وجہ سے تعداد نو ہو گئی جو ان کی کھلی جہالت بلکہ ڈیل جہالت ہے۔ یہ حدیث جس سے تو تکبیروں کا ثبوت ملتا ہے وہی ہے جس سے علمائے احناف نے چھ تکبیرات زوائد کا ثبوت پیش فرمایا تھا باقی تین زوائد نہیں جیسا کہ ذکر ہوا۔

بارہ تکبیروں کی احادیث کے بعض راویوں پر شدید جرحیں جن کی تفصیل فتویٰ میں مذکور ہے، گیارہ تکبیروں والی روایات بھی کچھ اسی طرح ہیں، تفصیل کے لیے کتاب میں مذکورہ فتویٰ ملاحظہ فرمائیں۔ آخر میں امام اعظم کے مسلک کی مؤید احادیث کا تذکرہ ہے اور ان پر وارد ہونے والے اعتراضات کے جوابات ہیں کتاب میں ان تمام بحثوں کے ضمن میں ایک خاص بات یہ بھی موضوع بحث بنی ہے کہ تکبیرات زوائد کے قضیہ کی بنیاد کیا واقعی کوئی حدیث مرفوع ہے بھی؟ اس سلسلہ میں بحر العلوم نے بدلیہ الجہد سے ایک فیصلہ یوں نقل فرمایا کہ مغربی عالم قاضی ابن رشد فرماتے ہیں:

مسئلہ تکبیرات عیدین میں ائمہ نے صحابہ کرام کے اقوال کو ہی سند بنایا ہے، کیونکہ اس باب میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کوئی حدیث پایہ ثبوت کو نہیں پہنچی۔

اس فیصلہ کی رو سے تو غیر مقلدین کہیں گے نہیں رہے جن کو ہمیشہ احادیث مرفوعہ ہی تلاش رہتی ہے۔ لیکن جب نہیں ملتی تو اپنی ناقص عقل سے ان احادیث مرفوعہ کو اپنی دلیل بنا لیتے ہیں جن میں ان کے مطلب کی کوئی چیز نہیں ہوتی اور یہی ہے جہل مرکب جو غیر مقلدین کے یہاں ہے طوہ تر۔ ۳۶ صفحات پر پھیلا ہوا یہ فتویٰ تحقیق و تدقیق کا کج گراں مایہ ہے۔

فتویٰ (۶)

کتاب الصوم باب رویت ہلال میں علی گڑھ سے آیا ہوا ایک سوال یہ ہے کہ اوقات صلاۃ و افطار و سحری میں علم بیئت و نجوم کا کیوں اعتبار ہے اور رویت ہلال میں اس کا کیوں نہیں۔

آج بھی اس طرح کے سوالات اٹھ رہے ہیں اور یہ عصر حاضر کا نہایت حساس مسئلہ بن چکا ہے، یہاں تک کہ عالمی سطح پر لوگوں کی عبادتیں غیر شرعی طریقے پر ادا کرائی جا رہی ہیں، مثلاً حج کہ ایک طے شدہ نظام کے تحت پہلے سے کوئی دن متعین کر دیا جاتا ہے۔ اس کا تو اب کوئی علاج بظاہر نظر نہیں آتا جب تک کہ کوئی واقعی اسلامی حکومت عرب میں نہ قائم ہو جائے۔ اسی طرح ہندوستان میں وہابیہ دیوبندیہ اور غیر مقلدین نے چند سالوں سے یہ شوشہ چھوڑ رکھا ہے کہ ریڈیو، ٹیلی ویژن وغیرہ جدید ایجادات کے سہارے رویت ہلال کا مسئلہ بر وقت طے کر دیا جائے اور ان کے سہارے پورے ملک میں اعلان کر دیا جائے تاکہ ایک ہی دن عید کر سکیں اور اختلاف و انتشار سے محفوظ رہیں، رائے تو بہت اچھی ہے کہ اختلاف و انتشار نہ ہو کہ اس کے ذریعہ فتنہ کھڑا ہونے کا اندیشہ رہتا ہے لیکن دیکھنا یہ ہے کہ اختلاف و انتشار کے شکار لوگ کیوں ہوئے اور کب ہوئے۔

حضرت بحر العلوم نے ابتدا میں ایسی ہی بحثیں اٹھائی ہیں اور تحریر فرمایا ہے کہ انتشار برپا کرنے کا الزام انہیں پر ہے جو ان جدید آلات کے استعمال کو رویت ہلال میں مستحکم ماننے ہیں ورنہ اپنا پچاس سال کا مشاہدہ بیان فرمایا کہ رویت کے سلسلہ میں کوئی خلفشار اس سے پہلے تھا ہی نہیں۔

دوسری بات یہ کہ چاند کے سلسلہ میں شریعت نے رویت پر مدار رکھا اور بہت سی دوسری عبادات کو نظام شمس کے تابع قرار دیا، اسی فتویٰ میں حضرت نے اس کی وضاحت یوں فرمائی:

اتنا تو سب جانتے ہیں کہ طلوع وغروب کا مدار سورج کی یومیہ رفتار پر ہے جس سے رات دن کا پتہ چلتا ہے اور رویت ہلال کا مدار چاند کی رفتار پر، جس سے مہینہ کا پتہ چلتا ہے۔ تو جب ان دونوں کا تعلق دوسیاروں کی رفتار سے ہوا اور دونوں کی رفتار بھی یکساں نہیں تو یہ سوال کہاں سے پیدا ہوتا ہے کہ دونوں کا حکم یکساں ہونا چاہیے اور ایک کو دوسرے پر قیاس کرنا چاہیے۔ (جلد دوم)

اس کے بعد فرماتے ہیں: سورج کی رفتار تو ایک ضابطہ کے تحت طے ہے لیکن ماہرین فلکیات آج تک

چاند کی رفتار کے لیے کوئی قاعدہ نہ وضع کر سکے۔ اسی کو ماہر جملہ علوم عقلیہ و نقلیہ سیدنا اعلیٰ حضرت نے فتاویٰ رضویہ میں تفصیل سے بیان فرمایا، لہذا کوئی حکیم و فلسفی بھی چاند کے حساب میں قطعی فیصلہ نہ کر سکا۔ اور بالفرض یہ تحقیق ہو چکی ہو کہ قمری مہینوں میں ۲۹ قلاں کا ہوگا اور قلاں ۳۰ کا تو بھی سیر محسوس و قمریوں کی خبروں کا اعتبار یکساں نہیں ہو سکتا، وجہ اس کی یہ ہے کہ شریعت نے کسی مقام پر تحریری اور قلمی و جمہور و الا علم معجز قرار دیا اور کہیں نہیں، افطار و سحر اور غروب و طلوع میں تحریری و قلمی کافی اور یہاں تجربہ والے اہل علم یعنی علمائے فلکیات کے تجربہ کا اعتبار ہوگا، اور چاند کے مسئلہ میں روایت یا شہادت یا یقینی خبر یعنی خبر مستفیض کو لازم کیا گیا ہے لہذا یہ دونوں مسئلے ایک دوسرے سے جدا ہیں اور ایک کو دوسرے پر قیاس کرنا درست نہیں۔

فتویٰ (۷)

کتاب الزکاۃ میں ایک فتویٰ عشر و زکاۃ کے امتیاز و فرق کے سلسلہ میں تحریر ہے، سائل نے یہ پوچھا تھا کہ زکاۃ میں اتنی تخفیف کیوں ہے اور عشر میں شدت و سختی کی علت کیا ہے، یعنی زکاۃ سال میں صرف ایک مرتبہ اور وہ بھی ڈھائی فیصد، نیز قرض وغیرہ حاجت اصلیہ کی چیزیں جدا کر کے۔ اس کے برخلاف عشر میں یہ پابندی ہے کہ جب جب پیدا ہو خواہ سال میں چار مرتبہ، پھر یہاں دس فیصد اور پانچ فیصد کا حکم ہے اور اس سے قرض وغیرہ حاجت اصلیہ اور کھیتی کے اخراجات وغیرہ بھی جدا نہیں کیے جائیں گے۔ عام طور پر یہاں آکر لوگوں کو کچھ سختی ہی معلوم ہوتی ہے، حضرت بحر العلوم نے اس سلسلہ میں ایک تفصیلی فتویٰ تحریر فرما کر اس عقدہ کا ایسا حل پیش فرمایا ہے کہ قارئین داد و تحسین پیش کیے بغیر نہیں رہ سکتے۔

اولاً سائل کو تنبیہ ہے کہ احکام الہیہ میں علت نہیں ہوتی ان میں حکمتیں اور مصلحتیں ہوتی ہیں جو بندوں ہی کے لیے قائمہ بخش ہوتی ہیں اور ان کا حصہ و ثمار نہیں۔ البتہ بعض کی طرف رہنما قرآن و حدیث ہیں اور بعض ارباب علم و عرفان نے اپنی عقل و سلیقہ اور نفوس قدسیہ کے ذریعہ حاصل فرمائیں، یہاں عشر و زکاۃ کے امتیازی فرق میں بھی بعض مصالح سمجھ میں آتی ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے:

عشر و زکاۃ حقوق اللہ ہیں، اور اللہ تعالیٰ رزاق مطلق ہے اس نے بندوں کو رزق عطا فرمانے کے لیے جہاں اور بہت سے ذرائع پیدا فرمائے ہیں وہیں اس نے اپنے مجبور و مغلستہ نادار و محتاج اور فقیر بندوں کے رزق کا یوں بھی انتظام فرمایا کہ عشر و زکاۃ مال والوں سے لیا جائے اور ان کو دیا جائے، لہذا ان سب کو اللہ تعالیٰ نے بیان بھی فرمایا کہ عشر و زکاۃ کس کس کو دیا جائے۔ یہ ان لوگوں کے رزق کا انتظام ہوا۔ پھر عشر و زکاۃ دینے والوں کے حال کا اعتبار یوں فرمایا کہ جس مال کے حصول میں جتنی آسانی ہو اس میں زکاۃ کا فیصد اسی تناسب سے ڈال دیا گیا اور جوں جوں محنت بڑھتی گئی زکاۃ کی مقدار کم ہوتی گئی۔ اس زاویہ سے غور کرنے پر عقدہ کھل جائے گا اور

جس کو عقل ناقص کے ذریعہ زیادتی سمجھا گیا تھا وہ عین انصاف کی شکل میں نمودار ہوگا۔ اجمالی خاکہ اس طرح ہے: بندہ کے ہاتھ میں آنے والے مال چند اقسام پر منقسم ہیں۔

(۱) خلقی مال و دولت یعنی سونا چاندی۔ جو تمام اسواں کی اصل ہیں کسی کی زمین میں برآمد ہوں تو اس میں بندہ کا کچھ خرچ نہ ہوا۔ اور کبھی ہوا بھی تو مال کے مقابلہ میں نہایت قلیل۔ لہذا اس میں بیس فیصد دینا ہے۔ (۲) غلہ جو زمین سے پیدا ہوا اس کی پیداوار میں بھی محض اللہ تعالیٰ کی قدرت کا رفرما ہے البتہ بعض تکالیف بندہ کو برداشت کرنا ہوتی ہیں اور کچھ دن انتظار بھی کرنا ہوتا ہے لیکن اہمیت زیادہ ہے کہ انسان کی براہ راست خوراک ہے، لہذا اشریعت نے یہاں دو گونہ تخفیف فرمادی اور پیداوار کا دس فیصد حصہ مقرر فرمادیا۔

(۳) جس کی پیدائش زمین سے نہیں بلکہ اس میں ابتدا روپیہ پیسہ خرچ کر کے حاصل کیا جاتا ہے اور پھر اس کی افزائش میں خاص غور و پرداخت اور نگرانی و حفاظت کا شب و روز خیال رکھنا پڑتا ہے، یہ سائنہ جانور ہیں لہذا ان میں نصاب کی بھی رعایت رکھی اور ان کے چارہ کو بھی قدرتی چیزوں پر منحصر قرار دیا گیا۔

(۴) مال تجارت کہ اس میں بھی اگرچہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ ہی سے سب کچھ ہوتا ہے لیکن عالم اسباب میں اول سے آخر تک انسان کے کسب کو بھی دخل ہے، مال کی خریداری سے لے کر خریدار کے ہاتھ میں پہنچنے تک جانی، مالی اعزازی وہ کون سی مشقت ہے جو ایک تاجر کو برداشت نہیں کرنا پڑتی، لہذا اشریعت نے اس پر مالی ٹیکس مقرر کرتے وقت مالی اور غیر مالی ہر طرح کی آسانیاں فراہم کیں۔

لہذا زکاۃ کی فرضیت اور ادائیگی کے لیے مندرجہ ذیل شرائط ہیں:

(۱) مال حاجت اصلیہ سے زائد ہو۔ (۲) مصارف وضع کیے جائیں۔ (۳) قرض بھی وضع ہوگا۔ (۴) نصاب سے کم پر زکاۃ نہ ہوگی۔ (۵) نصاب خنق ہو جائے پھر بھی ایک سال تک کی مہلت رہے گی۔ (۶) اور محنت و مشقت کے پیش نظر مقدار بھی صرف ڈھائی فیصد ہوگی۔

ان تمام تفصیلات کے بعد حضرت بحر العلوم فرماتے ہیں:

اللہ اکبر! یہ ہے اسلام میں آمدنی کے اہم ذریعے اور ان پر مقررہ اسلامی زکاۃ کا نقشہ، کس درجہ حکیمانہ کرم گسترانہ بندہ پرورانہ نظام ہے جس کی مثال دنیا میں نہیں۔ آپ بھی غور کریں تو اس میں بندہ کی پوری ضروریات، محنت و مشقت اور ہر قسم کی تخفیف و رعایت کا خیال رکھا گیا ہے۔ (جلد دوم)

فتویٰ (۸)

کتاب السیر جلد چہارم میں شرح نیازی کے سلسلہ میں ایک طویل تحقیقی فتویٰ ہے، سائل نے اس کے اقوال کفریہ لکھ کر حکم دریافت کیا تھا، مباحث نیازی کا قول ہے کہ خانہ کعبہ قبر آدم ہے۔ حج کے لیے جانا ان کا عرس

منانا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں کہتا ہے کہ وہ جب اپنی بیوی کو لے کر وادی مکہ میں پہنچے تو آپ نے ایک قبر دیکھی جس پر حجر اسود کی انگلی نصب تھی، آپ نے وہاں رو رو کر دعا کی کہ میرے یہاں لڑکا ہوا تو اس قبر کو پختہ بناؤں گا اور اپنے بچہ کو اس کا مجاور رکھوں گا، لیکن بچے کی ولادت کے بعد اپنی منت بھول گئے اور بیوی کو لے کر مکان واپس آ گئے، مگر آ کر یہ مصیبت آئی کہ روزانہ خواب میں دیکھتے کہ میں اسمعیل کو ذبح کر رہا ہوں اپنے لڑکے سے مشورہ کیا اور پھر مکہ آ کر قبر کو پختہ کیا، بیٹے کو مجاور بنایا اور نشانی کے لیے ختنہ کاٹ دیا، اس طرح منت پوری کر لی۔

اسی طرح کی ہنوات حضرت آدم کے جنت سے تشریف لانے، حضرت مریم کے یہاں بے باپ کے حضرت یحییٰ علیہ السلام کے پیدا ہونے اور قرآن کریم کے نزول کے بارے میں بھی اس کی طرف منسوب ہیں جن سے صاف صریح طور پر معلوم ہو رہا ہے کہ یہ شخص طہر بے دین اور کافر و مرتد ہے۔

حضرت بحر العلوم نے اس کی ان تمام ہنوات و خرافات کا نہایت محققانہ جواب تحریر فرمایا ہے اور اس کے ہر ہر باطل عقیدہ کی قلعی کھول دی ہے۔

اس فتویٰ میں حضرت آدم علیہ الصلاۃ والسلام کی قبر کی بھی تحقیق ہے اور کعبہ مقدسہ کی قرار واقعی حیثیت و عظمت کو آیات و احادیث سے ثابت فرمایا ہے اور اسلامی تاریخ کی روشنی میں بھی اس کی وضاحت فرمائی ہے۔ اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام کے واقعہ کو تورات کی آیات اور احادیث سے بیان فرما کر حضرت اسمعیل علیہ الصلاۃ والسلام کی قربانی کی تفصیلات قرآن و حدیث سے تحریر فرمائی ہیں جن کے پیش نظر حضرت اسمعیل کی قربانی پر چون و چرا اور اس کو ختنہ سے تعبیر کرنا اسلامی تعلیمات کے سراسر خلاف ایک افسانہ کے سوا کچھ نہیں۔

حج بیت اللہ کے سلسلہ میں شیخ نیازی نے جو کچھ بکا تھا اس کی بیخ کنی بھی اس انداز سے فرمائی ہے کہ اس دجال کی فریب کاریاں طشت از باہم ہو گئی ہیں۔ حضرت آدم کا جنت میں شجر سے کچھ کھانا واقعی امر تھا ایسا نہیں جیسا کہ اس دجال نے ہم بستی کا معنی مراد لیا، یہ اس کا خبث باطنی ہے جس کا اظہار اس کا شیطان اس سے کر رہا ہے، مفسرین بالاتفاق اس کی صراحت فرما چکے کہ وہ واقعی ایک درخت تھا، اس سلسلہ میں حضرت نے بہت سی تفاسیر کا حوالہ رقم فرمایا ہے۔

اسی طرح حضرت یحییٰ علیہ الصلاۃ والسلام کی بے باپ کے پیدا ہونے پر نیازی خبیث نے جو خباثت پھیلائی ہے اس کی تردید میں تو حضرت نے وہ حقائق پیش فرمائے ہیں جن کے سامنے نیازی کی بکواس ایک پاگل کی بزدلی اور ایک بے ادب و گستاخ کا کریہہ منظر پیش کر رہی ہے اور اس کی زد میں دیوبندیوں کے حکیم الاسلام مولوی قادی طیب مہتمم دارالعلوم دیوبند بھی آ گئے ہیں اور اس کی پاداش میں ان کی جو درگت بنی وہ دارالعلوم

دیوبند کے فتاویٰ میں رقم اور ماہنامہ نگلی میں سب کچھ شائع ہو چکا ہے۔

آخر میں نیازی خبیث کے اس عقیدہ خبیث کا رد ہے جس میں اس نے بکا تھا کہ قرآن صرف اتنیس حروف مقطعات اور سورہ توبہ ہے باقی سب چودھویں صدی کے مولویوں کے ذہن کی پیداوار ہے۔ معاذ اللہ صد بار معاذ اللہ۔ ایسا جھوٹ تو عیسائی اور یہودی بھی آج تک نہیں بول سکے۔

حضرت بحر العلوم نے علمی اور فنی انداز میں اس کی خوب خوب خبر لی ہے اور پھر نزول قرآن کی تفصیلات خود قرآن سے ہی پیش فرمائی ہیں اور آخر میں تدوین قرآن اور تعلیم قرآن کو روایات کی روشنی میں شرح و بسط سے بیان فرمایا ہے اور معراج کی شب ملنے والی بہت سی چیزوں کا ذکر ہے لیکن نیازی خبیث کے خیالی حروف مقطعات کا کہیں ذکر نہیں ملتا۔ تقریباً پچاس صفحات پر پھیلا ہوا یہ فتویٰ ایک علیحدہ کتاب کی شکل میں لائے جانے کا متقاضی ہے۔

فتویٰ (۹)

جلد چہارم کتاب السیر کے ایک طویل اور تحقیقی فتویٰ میں اعلیٰ حضرت کے ایک شاعر اور آپ کی وصیت کے تعلق سے تفصیل مرقوم ہے۔ اعظم گڑھ جلدہ الرشاد کے ایک مظاہری مدرس نے سوال کیا ہے، سوال میں ہے کہ اعلیٰ حضرت کا شعر۔

وہ زباں جس کو سب کن کی کنجی کہیں
اس کی نافذ حکومت پہ لاکھوں سلام
قرآن و حدیث کے خلاف ہے اور رسائل نے چار آیات اور ایک حدیث سے دکھایا ہے کہ ”کن کی کنجی“ اور ”نافذ حکومت“ صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے اور رسول کے ذاتی قبضہ و قدرت میں ایک جھکا تک نہیں ہے۔

دوسرے سوال میں اعلیٰ حضرت کی وصیت کے تعلق سے قرآن و حدیث اور اجماع و قیاس شرعی سے ثبوت مانگا ہے۔

اس کے جواب میں حضرت نے اولاً سائل کو اس کے سوال کا آئینہ دکھایا ہے کہ ہم اہل سنت ہمیشہ سے اعلان کرتے آئے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے لیے جو کچھ فضائل و کمالات مانتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی عطا ہے، اللہ تعالیٰ کی عطا کے بغیر ہم مخلوق میں سے کسی کے لیے ایک ذرہ بھی ثابت نہیں کرتے، اہل سنت نے اپنا یہ عقیدہ تحریراً تقریراً ہر طرح شائع کیا اور کر رہے ہیں اور کرتے رہیں گے لیکن دیوبندیوں غیر مقلدوں جیسی ہٹ دھرم قوم پیدا نہ ہوئی، ان کے یہاں جھوٹا پروپیگنڈہ گویا کار ثواب ہے بلکہ جب خدا کے لیے امکان کذب کے قائل ہیں تو پھر ان کے اپنے یہاں اس کی جس قدر مقبولیت ہو وہ کم ہے۔

اس سائل کا حال بھی عجیب ہے کہ خود ہی سوال میں اقرار کرتا ہے کہ ”ہاں اگر اللہ تعالیٰ چاہیں تو اب

حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے ذریعہ سب کچھ ہو سکتا ہے اور پھر سائل کی حیثیت سے درپوزہ گر بھی ہے۔ نیز سوال میں کہتا ہے کہ اعلیٰ حضرت کے شعر سے ثابت ہوتا ہے کہ ”مخلوق کی عزت و ذلت کی گنجی بھی آپ کے ہاتھ میں دے دی گئی ہے“ یعنی خود اقرار کرتا ہے کہ حضور ﷺ کے پاس جو کچھ ہے وہ اللہ تعالیٰ کی عطا سے ہے، پھر اعتراض کا کیا عمل۔ کیا اس میں کسی مسلمان کو شک ہے کہ حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے فضائل و کمالات سے نوازا، بلکہ جس کو جو کچھ ملا خواہ سی ہو یا دیوبندی، سب کچھ حسب لیاقت اللہ تعالیٰ کی عطا سے ہی ہے اس کے بغیر کوئی کچھ نہیں، لیکن حال یہ ہے کہ دیوبندی وہابی سب منہ پھاڑ کر اعلان کرتے پھرتے ہیں کہ یہ میرا مکان ہے وہ میری گاڑی۔ یہ میری زمین ہے وہ میرا کارخانہ۔ لیکن اس وقت کسی کو ہوش نہیں رہتا کہ اللہ تعالیٰ تو قرآن میں فرماتا ہے: ﴿لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ اور یہ دیوبندی قرآن کے خلاف شب و روز اعلان کرتا پھرتا اور پھر بھی مسلمان ہے، حضرت بحر العلوم سائل کے سوالات پر گرفت فرمانے کے بعد فرماتے ہیں کہ انبیاء و مرسلین زمین میں اللہ تعالیٰ کے خلیفہ ہوتے ہیں اور خلیفہ اسی لیے ہوتا ہے کہ وہ اپنے آقا کے احکام کو نافذ کرے۔ حضور تو خلیفۃ اللہ الاعظم ہیں پھر آپ کو یہ منصب کیوں حاصل نہ ہوگا؟ ہوگا اور ضرور ہوگا بلکہ اس شان کے ساتھ کہ ان جیسا کسی کو حاصل نہ ہوا، لہذا حدیث صحیح بخاری میں آیا ((اعطیت مفاہیح الارض)) مجھے زمین کی کنجیاں عطا کر دی گئیں۔

ان تمام دلائل و شواہد کے بعد حضرت نے دیوبندیوں کو ان کے گھر کی سیر بھی کرائی ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فضائل و کمالات سن کر تو تمہیں تکلیف ہوتی ہے لیکن اپنے گھر کے بزرگوں کو تم نے کیسے معاف کر رکھا ہے۔ کیا تمہارے شیخ الہند نے اپنے شیخ کے لیے یہ روٹا نہیں روایا۔

خدا ان کا مربی وہ مربی تھے خلائق کے مرے مولیٰ مرے مولیٰ ہادی تھے بیشک شیخ ربانی ندک پرندہ کا پرندہ کا پرندہ کا۔ ان کا جو حکم تھا، تھا سیف قضاے مبرم لیجئے۔ اللہ کے رسول کی حکومت نافذ ہو تو ایک امتی ہونے کے دعویدار کو شکایت، اور ان کے شیخ ربانی کا حکم قضاے مبرم، یعنی اللہ تعالیٰ کا وہ حکم جو قطعی یعنی، معاذ اللہ۔

بتائیے تو سبھی کہ نافذ حکومت کے مقابلہ میں سیف قضاے مبرم پر کیا حکم عائد ہوگا؟ کیا وہاں شرک تھا تو یہاں شرک اکبر و اعظم نہ ہوگا پھر سچے موجد ہونے کا دعویٰ کس منہ سے؟ پورا فتویٰ اسی نہج کے دلائل سے مزین ہے۔

دوسری بحث و مباحثہ کی عبارت سے متعلق ہے جس سے متعلق نہایت نفیس بحث پر دفتر طاس ہے۔ خلاصہ کچھ اس طرح ہے کہ شریعت اور دین دونوں لفظ قدرے فرق کے ساتھ علیحدہ علیحدہ معانی میں استعمال ہوتے ہیں۔

مذہب اسلام میں اعتقادی حصہ کھوین و ایمان اور عملی حصہ کو شریعت کہا گیا ہے، چونکہ عقائد کو اعمال پر طبعی تقدم حاصل ہے کہ کوئی عمل بغیر ایمان کے مقبول نہیں۔ لہذا سیدنا اعلیٰ حضرت نے اپنی وصیت میں دونوں باتوں کی طرف توجہ مبذول کرائی، ہاں آپ نے خاص طور پر جن حضرات کو اپنی وصیت میں مخاطب کیا وہ راسخ العقیدہ اشخاص تھے اور ہر شخص جانتا ہے کہ اعمال میں بقدر طاقت بشری کی قید ضروری و لازمی ہے مثلاً نماز و روزہ اسی طور پر انجام دیے جائیں گے جس کی تکلف اپنے اندر طاقت رکھتا ہے، تکلیف مالا یطاق ہمارا مذہب نہیں، لیکن اعتقادی امور میں اس طرح کی رعایت نہیں حتیٰ کہ حالت اکراہ میں بھی دل میں تصدیق و یقین رکھنا ضروری ہے۔ اس اصول کی روشنی میں اعلیٰ حضرت وصیت فرما رہے ہیں کہ حتیٰ الامکان اتباع شریعت نہ چھوڑنا۔ لیکن جب بات دین و مذہب کی آئے تو اس سے پہلو تھپی کرنا تمہارے لیے روا نہیں، بلکہ اس دین و مذہب پر جس کی ترجمانی میں نے مدت العمر کی ہے اور میری کتابوں میں تحریر ہے اس پر مضبوطی سے قائم رہنا بہر حال لازم اور ہر فرض سے اہم فرض ہے۔ یہ سب کچھ مخالفین بھی جانتے اور مانتے بلکہ شب و روز اپنے مدارس میں پڑھتے پڑھاتے ہیں۔

لیکن سیدنا اعلیٰ حضرت نے حسن و خوبی کے ساتھ اس کو بیان فرمادیا تو وہ مخالفین کی آنکھوں کا آج تک کا ٹھکانا ہوا ہے۔ شیخ سعدی اس کو بہت پہلے ایک شعر میں بیان فرما چکے:

ہنر چشم خداوت بزرگ تر ہے ست گل است سعدی دور چشم دشمنان خارا ست

اس کے بعد حضرت نے اس جملہ کا جواب رقم فرمایا ہے جس میں دین کی نسبت اعلیٰ حضرت نے اپنی جانب فرمائی ہے اور تفصیل سے آیات و احادیث کی روشنی میں یہ بات سمجھائی گئی ہے کہ دین اللہ و رسول کی طرف اور انسانوں کی طرف منسوب ہوتا آیا ہے، یہ کوئی نظری مسئلہ نہیں بلکہ اس کو تو عوام و خواص سب جانتے مانتے اور دن رات بولتے ہیں اور کوئی معترض نہیں ہوتا۔ حضرت نے ۱۲ آیات ۱۱۴ احادیث اور اقوال علما کی روشنی میں اس مسئلہ کو واضح تر کر دیا ہے۔

اس کے آگے وصیت کے اس حصہ پر بحث ہے جس میں سیدنا اعلیٰ حضرت نے اپنے وصال کے بعد قاتحہ کے اہتمام میں اپنے احباب و اعزہ کو توجہ دلائی ہے، مقصد صرف اور صرف غریب و فقراء کی غنہ خوری و چارہ سازی ہے کہ اس طرح محتاجوں کو لٹیر نہ کھانے ملیں گے۔ لیکن یہ حکم کوئی فرض یا واجب کی منزل میں نہیں تھا اسی لیے بطیبت خاطر کی قید لگائی کہ جو کچھ کرنا ہو خوش دلی سے کرنا کہ تم شرعی طور پر اس کے پابند نہیں ہو، یہاں سیدنا اعلیٰ حضرت کو اپنی اولاد کی فکر دامن گیر نہیں تھی۔

پھر بھی مخالفین کو یہ بات ناگوار لگی اور آج تک اس کا رونا رور ہے ہیں۔ اور ان کے یہاں کا حال یہ ہے کہ مرتے وقت بھی اپنی آل اولاد کی فکر اور چندہ کا دھندہ نظر آتا ہے اور ان تمام حرکات کو بخوشی قبول کر لیا جاتا

ہے۔ دیوبندیوں کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی اپنی وصیت میں لکھتے ہیں: میرے بعد بھی میرے متعلقین کا خاص لحاظ ہو، وصیت کرتا ہوں کہ میں آدمی مل کر اگر ایک ایک روپیہ ہزاری ان (بیوی صاحب) کے لیے اپنے ذمہ کر لیں تو شاید ان کو تکلیف نہ ہوگی (تنبیہات وصیت)

فتویٰ (۱۰)

جلد پنجم کتاب الطہر والا باحت میں ایک فتویٰ ربیع الاول شریف میں زینت و چراغاں کے تعلق سے نہایت تفصیلی ہے، مسائل نے پوچھا ہے کہ جلوس میں تزئین و زیبائش میں حد سے تجاوز صحیح ہے؟ حالانکہ بعض مسجدوں کی تعمیر میں سرمایہ کی ضرورت ہے، سائلین ہیں تو سنی لیکن بعض جلوس کا انداز کچھ ایسا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ پوچھنے والے جلسہ و جلوس اور جشن عید میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مخالفین میں سے ہیں۔

حضرت بحر العلوم نے اس کا جواب اسی انداز میں تحریر فرمایا ہے اور تفصیل سے دلائل پیش فرمائے ہیں، اولاً آیات و احادیث اور پھر فقہ کی عبارتوں سے ثابت فرمایا ہے کہ مطلقاً زیب و زینت شریعت کے نزدیک محمود و مستحسن ہے، اور عید و خوشی اور مسرت و شادمانی کے مواقع تو خاص طور سے اظہار مسرت کے خواہاں ہیں، اور اس پر عمل عہد صحابہ و تابعین سے بلا تکثیر جاری ہے، عید کے دن بہترین لباس پہنتا، خوشبو ملتا، انگوشی پہنتا یہ سب محبوب و مرغوب ہیں، مسجد نبوی شریف میں حضرت فاروق اعظم نے فرش کے ساتھ خاص طور پر رمضان میں خوب خوب روشنی کا انتظام کیا جس کو دیکھ کر حضرت مولائے کائنات علی مرتضیٰ نے فرمایا: اے عمر جس طرح تم نے ہماری مسجدوں کو روشن کیا اللہ تعالیٰ تمہاری قبر کو روشن فرمائے۔

حضرت عثمان غنی نے مسجد نبوی کی تعمیر نہایت شاندار انداز سے کرائی، ستونوں میں نقش و نگار والے پتھر استعمال کیے۔ وغیرہ وغیرہ

ان تمام روایتوں سے ثابت کہ زینت و آرائش شخصیات کی ہو یا مقامات کی محدود قواعد و شرائط کے ساتھ جائز ہے۔ لیکن قبیح و ممنوع افعال جلوس ہی میں نہیں ہر صورت میں ناجائز ہیں، روشنی اور آرائش کے لیے سجاوٹ کو اسراف کہنا صحیح نہیں، دیکھو بھوک سے زیادہ کھانا اسراف ہے اور حرام، لیکن نیت صحیح سے ہو تو جائز ہے، اس کے لیے حضرت نے کچھ مثالیں بھی تحریر فرمائی ہیں جن سے روشنی و سجاوٹ کے جواز پر روشنی پڑتی ہے۔ اور یہ کہنا کہ دوسرے ضروری امور موقوف ہیں ان کی طرف توجہ نہیں دی جاتی یہ سب عذر رنگ ہیں، خاص طور پر یہ اعذار بارہ دیوبندیوں کی طرف سے پیش ہوتے ہیں اور ان کا حال یہ ہے کہ خود جلسہ کریں، کانفرنس کریں، کسی کی یادگار منائیں حتیٰ کہ اجتماع کے نام سے بڑے بڑے پروگرام کریں اور لاکھوں خرچ کریں اس وقت کچھ اسراف نظر نہیں آتا۔ بس عید میلاد النبی ﷺ کے موقع پر جو خرچ کیا جائے وہ

سب فضول اور بے جا خرچ سوچتا ہے۔ آخر میں خلاصہ یوں تحریر فرمایا:

خلاصہ کلام یہ ہے کہ عید میلاد النبی ﷺ کی تقریبات کو غلط اور مشکوک بیاناتوں سے یکسر روکنا جائز نہ ہوگا، البتہ اس میں مسلمان جہالت اور نادانی سے کوئی خلاف شرع کا کام کریں تو اس کام سے روکا جائے گا۔

(جلد پنجم)

فتویٰ (۱۱)

بہت سے مقامات پر علمائے دین سے بے بہرہ لوگوں کو یہ اعتراض کرتے سنا گیا ہے کہ دوا کی میراث سے پوتے پوتیوں کو حصہ شریعت نے نہیں دلویا، یہ بات عقل میں نہیں آتی، بلکہ بعض مغربی تہذیب کے مارے لوگوں کو تو یہاں تک کہتے سنا گیا کہ یہ مذہب اسلام کی نا انصافی ہے۔ معاذ اللہ۔ حالانکہ مسلمانوں کے ساتھ بہت سے غیر مسلم بھی جانتے ہیں کہ اسلامی تعلیمات عین عدل و انصاف پر مبنی اور مذہب اسلام ہر ہر قدم پر احسان اور صلہ رحمی کی تعلیم دیتا ہے، اسلام کے اصول و ضوابط کسی انسان کے ایجاد کردہ نہیں بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ دین ہے جو اس نے اپنے محبوب دانائے غیوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو لے کر بھیجا اور ان کو اپنے علم سے وافر حصہ عطا فرمایا جس کی تعلیم سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی امت کو دی۔

لوگوں کی ناقص عقل میں اگر اس کی حکمتیں نہ آئیں اور اس کے رموز و اسرار کو نہ جان سکیں تو یہ ان کا اپنا قصور ہے،

حضرت بحر العلوم سے بھی اس سلسلہ میں سوال ہوا تو آپ نے مدلل و مفصل فتویٰ تحریر فرما کر اسلامی تعلیمات کی حقانیت اور ان کی منصفانہ حیثیت کو ایسا واضح فرما دیا کہ ہر عقل سلیم رکھنے والا باسانی اس کو سمجھ لے گا۔ اس فتویٰ کا خلاصہ کچھ اس طرح ہے:

مذہب اسلام نے وراثت کے قانون میں کچھ ایسے اصول متعین فرمادیئے ہیں جو واضح طور پر منطقی اور عقلی بنیادوں پر ہیں جن کی کچھ تفصیل اس طرح ہے:

دارثوں کے حالات مختلف ہوتے ہیں، اس سلسلہ میں اسلام نے ان کو تین جماعتوں میں تقسیم کیا۔

اول: وہ جو میت سے بلا واسطہ منسلک ہے۔ جیسے ماں، باپ، لڑکا، لڑکی، شوہر، بیوی۔

دوم: وہ جو میت سے صرف ایک واسطہ سے منسلک جیسے بھائی، بہن، پوتا، پوتی۔

تیسری جماعت ذوی الارحام یعنی جن کا رشتہ میت سے کسی عورت کے واسطہ سے قائم ہو یا ایک سے زیادہ واسطہ ہو۔

اس گروپ بندی کے بعد فرماتے ہیں کہ وراثت کی بنیاد رشتہ کے قرب و بعد پر ہے، تو قانوناً اور عقلاً

کارنامہ ہے جس کی اہمیت کا اندازہ وہی کر سکتے ہیں جو فتاویٰ رضویہ کے مطالعہ سے مشرف ہو رہے ہیں۔ آج ایک جہان فتاویٰ رضویہ سے استفادہ میں مشغول ہے اور اس کی مقبولیت کا سورج نصف النہار پر ہے، خدا ناخواستہ یہ خزانہ اگر پردہ خفا میں رہ جاتا۔ یا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کی اکثر تصانیف کی طرح ضائع ہو جاتا تو یہ اہل سنت کا کتنا بڑا خسارہ و نقصان تھا، اس کا احساس اہل علم ہی کر سکتے ہیں۔ بلاشبہ حضرت حافظ صاحب علیہ الرحمہ اور حضرت بحر العلوم مدظلہ العالی کا ہم سب اہل سنت پر یہ احسان عظیم ہے۔

فتاویٰ کی اہمیت تو صاحب فتاویٰ حضرت بحر العلوم قبلہ کی عمیقی شخصیت سے خود ہی واضح ہے لیکن ان فتاویٰ کی ایک خصوصیت و اہمیت یہ بھی ہے کہ ان فتاویٰ میں بہت سے فتاویٰ پر دو عظیم فقیہ اور مقتدر اہل سنت کی تصدیقات و تصویبات بھی ثبت ہیں۔ یعنی

(۱) جلالتہ العلم حضور حافظ ملت حضرت علامہ الشاہ عبدالعزیز صاحب قبلہ محدث مراد آبادی بانی دسربراہ و شیخ الحدیث الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور۔

(۲) شہنشاہ مستند درس و تدریس استاذ العلماء حضرت علامہ الشاہ حافظ عبدالرؤف قبلہ بلیاوی نائب شیخ الحدیث الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور۔

ان حضرات کی تصدیقات کا اجمالی خاکہ اس طرح ہے:

جامعہ اشرفیہ میں لکھے جانے والے اکثر فتاویٰ پر حضور حافظ ملت اور استاذ العلماء حضرت حافظ صاحب علیہما الرحمہ کے دستخط ثبت ہیں جن کی تعداد حذف کمرات کے بعد (۱۳۹۳) ہے۔ ان میں (۷۸۳) فتاویٰ پر حضرت حافظ ملت اور حضرت حافظ صاحب دونوں کی تصدیقات ہیں۔ اور (۶۱۰) فتاویٰ پر صرف حافظ صاحب قبلہ کی اس مجموعہ میں آٹھ دس فتاویٰ حضور حافظ ملت کے بھی ہیں، میں نے سوچا تھا کہ ان کو علیحدہ کر کے پہلی جلد کے شروع میں پیش کر دیا جائے گا لیکن ترتیب کے وقت اور پھر بعد میں کاموں کی بھیڑ بھاڑ کے ہنگاموں میں ذہن سے بات نکل گئی، اب آکر خیال آیا مگر اب تمام جلدوں کا ایک ایک فتویٰ بغور پھر سے دیکھا جائے اور وہ بھی کمپیوٹر پر اس لیے کہ پرنٹ میٹر تو پریس چاچکا ہے، لہذا اب یہ عمل دشوار ترین امر ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ آمین

قطعہ تاریخ ترتیب و طباعت (۱۴۳۳ھ)

مگل بداماں ہیں لب ہائے بحر العلوم کھل اٹھا روئے زیبائے بحر العلوم

شاد ہے ہر شناسائے بحر العلوم دیکھ کر شاد دنیاے بحر العلوم

واہ تشنہ لبو! مرجا مرجا جوششوں پر ہے دریائے بحر العلوم

جھوم اٹھتے ہیں پیتے ہی رندان مست کیف آور ہے صہبائے بحر العلوم

رہک شائستگی، ناز سنجیدگی خوب ہے شان والاے بحر العلوم

رنگ لائی ہیں خدمات مفتی حنیف یعنی شاگرد یکمائے بحر العلوم

زیور طبع سے ہو کے آراستہ آگئے ہیں فتاوائے بحر العلوم

فکر تھی سال نشر و اشاعت لکھوں حسب شان فتاوائے بحر العلوم

ہاتھ غیبی نے خوب مصرع دیا ”کنز حکمت فتاوائے بحر العلوم“

۳۰-----۱۴

تھہ پہر سے گی اختر کرم کی گھٹا تو بھی ہے لطف جو یائے بحر العلوم

صغیر اختر مصباحی

استاذ: جامعہ نوریہ رضویہ

نائب ناظم: امام احمد رضا اکیڈمی بریلی شریف

المستدرک

على الصحيحين

الكتاب الذي فيه ذكر ما رواه الشيخان في الصحيحين من الأحاديث التي رواها غيرهما في غير الصحيحين

امام حسین کے پوتے حضرت زین العابدین کے صاحبزادے امام باقر کے بھائی امام جعفر صادق اور امام ابوحنیفہ کے استاد
امام زید کی نقل کردہ روایات اور بیان کردہ فقہی آراء کا مجموعہ

مستدرک امام زید

شہیر برادرز

نہیہ سنٹر، بازار لاہور

فون: 042-37246006

ابوالعلاء محمد الدین جہانگیر
آدام اللہ تعالیٰ مسالینہ و بکرت آیامہ ولی الیہ

مجدد اعظم امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ

کی تقریبات میں سو کتابوں سے مؤخوذ احادیث و آثار تفسیری مباحث اور افادات رضویہ پر مشتمل علوم و معارف کا گنج گراں مایہ

جامع الاحادیث مکمل

دس جلدیں مع افادات

امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ

تقدیم، ترتیب، تخریج، ترجمہ

مولانا محمد حنیف خاں رضوی بریلوی

خصوصیات کتاب

- ☆ احادیث و آثار کی ترتیب فقہی ابواب پر
- ☆ آیات و احادیث کی تفسیر و تشریح
- ☆ تقریباً چھ سو آیات کی محققانہ تفسیر
- ☆ مآخذ و مراجع کی صفحہ جلد کے ساتھ وضاحت
- ☆ تدوین و اصول حدیث پر مقدمہ کتاب
- ☆ محدثین و مفسرین اور فقہاء کے حالات
- ☆ ہندو پاک کے علماء و مشائخ کی تعاریف
- ☆ خوب صورت جلد کے ساتھ عمدہ کاغذ و طباعت

قیمت مکمل دس جلدیں Rs.4000

ابوالعلاء محمد الدین جہانگیری تصانیف ترجمہ شیخ و تخریج کی ہوئی

احادیث کی دوسری تصدیق کتاب کو ہیئت کتابت سے جاری است
مستحق تحریک آسان و عام مضمون و ترجمہ و تخریج شائع ہے

صحیح مسلم شریف

امام ابوالمسلم بن صالح قرطبی
3 جلدیں ہیں

فوت جہانگیری شیح جباری

العروۃ
تقریباً 8 جلدیں ہیں

الموطأ

امام مالک
تقریباً 10 جلدیں ہیں

سُنن دارمی

محدث امام دارمی
دو دو ایک جلدوں کی اربعہ جلدیں علمی بصیرت اور
ذوق و شوق و محبت میں اضافہ کیلئے ایک مندرجہ تحت

مختصر القدوری

امام ابو الحسن احمد بن محمد بن حنبل بغدادی

معارف دوسلما

ابن ابی جوزیمہ

کتاب الطہارت

صفحہ نمبر	تعداد فتاویٰ	البواب
۶۷	۲	کپڑے پاک کرنے کا بیان
۷۳	۱۱	وضو کا بیان
۷۶	۵	غسل کا بیان
۷۷	۱	نجاست کا بیان
۸۱	۶	حیض کا بیان
۹۰	۱۳	کنوئیں کا بیان
۹۱	۱	جوٹھے کا بیان

کل میزان فتاویٰ

۴۰

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کی نقل کردہ "متفق علیہ" اور "مشکوٰۃ شریف"

الْوَلَوُّ وَالْمَحَابَاتُ

مکمل دو جلد

جمع و ترتیب

ابو العلاء محمد بن عبد اللہ بن جہانگیر
ادام اللہ تعالیٰ مسالینہ و تبارک آیامہ و بیالیہ

الاستاذ فؤاد عبد الباقي

الاستاذ
فؤاد عبد الباقي

جہانگیر

مُسْتَدْرَاکُ الْأَمَّاہِ الشَّافِعِیَّةِ

ابو العلاء محمد بن عبد اللہ بن جہانگیر
ادام اللہ تعالیٰ مسالینہ و تبارک آیامہ و بیالیہ

الامیرانی سید محمد بن عبد اللہ الناصری الجاوی

سبیر برادرز
نئیہ سنٹر ۴۰، اڈو بازار لاہور
فون: 042-37246006

برادرز
لاہور

کپڑا پاک کرنے کا بیان

(۲-۱) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ
(۱) اگر کسی کپڑے میں نجاست لگ جائے تو اس کو دھونے کے بعد پانی نہ چھڑا تو مکمل طور سے پانی
نہیں نکلا بلکہ کچھ پانی کپڑے میں رہ گیا، یا تو بالکل نہیں چھڑا اور دھوپ میں پھیلا دیا تو کپڑا سوکنے کے
بعد پاک ہو یا نہیں؟
(۲) اور مسلمان کے جوٹھے پانی سے استنجا کرنا کیسا ہے؟

الجواب

(۱) کپڑا دھونے والا اپنی طاقت بھر نہ چھڑا دے تو کپڑا پاک ہو گیا، طاقت سے زیادہ نہ چھڑانے
یا کل پانی نکالنے پر شریعت نے آدمی کو مجبور نہیں کیا ہے۔
(۲) پانی ٹوٹی دار لوٹے میں تھا اور ٹوٹی سے منہ لگا کر کسی مسلمان نے پانی پی لیا تو لوٹے میں
بچا ہوا پانی پاک طاہر و مطہر بھی ہے اور محترم و مکرم بھی، اس سے آپ وضو بھی کر سکتے ہیں، اس سے کپڑا بھی
دھو سکتے ہیں اور استنجا بھی کریں گے تو پاکی حاصل ہو جائے گی لیکن معزز اور محترم ہونے کے ناطے اس سے
استنجا نہ کریں تو اچھا ہے، لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ اس کو پھینک دیں یا پانی میں ڈال دیں کہ اس میں بھی
اس پانی کی توہین اور بے جا اذاعت ہے جس پر مواخذہ ہوگا۔ اور اگر کسی کھلے منہ کے برتن میں پانی پیا اور
لیوں کا وہ حصہ جو منہ بند کرنے پر بھی نظر آتا ہے اس پانی میں ڈوبا تو اب پانی مطہر نہ رہا اس سے وضو نہیں
کر سکتے، بقیہ استعمال میں لا سکتے ہیں، استنجا میں استعمال کریں تو حرج نہیں، بے کار پھینک دیا تو مواخذہ
ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم
عبد الشان اعظمی شمس العلوم گھوسی مؤ

وضو کا بیان

(۵-۱) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ
"عن ابی ہریرۃ قال: قال رسول اللہ ﷺ: اذا استيقظ أحدکم من منامہ فلا
یغسمن یدہ فی الاناء حتی یغسلہا ثلاثا فانہ لا یدری این باتت یدہ متفق علیہ"
(مشکوٰۃ شریف: باب سنن الوضوء، ۱/۳۵)
(۱) مذکورہ حدیث میں سونے والے کو ہاتھ دھونے کا حکم دیا گیا ہے۔ اس لیے کہ وہ نہیں جانتا کہ

اس کے ہاتھ نے کیاں شب باشی کی، لیکن جاگنے والے کے لیے کیا حکم ہے؟ اس حدیث کا مطلب واضح فرمائیں۔

(الف) اگر کوئی شخص جو محدث ہے کسی کھڑے یا بائٹی میں ہاتھ ڈال دے تو اس پانی وغیرہ کا کیا حکم ہے، وضو جائز ہے یا نہیں؟

(۲) اگر کوئی شخص سجدے میں صرف انگلی کا سرا لگاتا ہے پیٹ نہیں تو اس کی نماز ہوئی یا نہیں؟

(۳) اگر کوئی شخص مقدمہ بازی کرتا ہے اور دوسروں کو مقدمہ وغیرہ کا طریقہ بتاتا ہے وہ امامت کے لائق ہے یا نہیں؟

(۴) جو شخص استنجا میں استدبار قبلہ یا استقبال قبلہ کرتا ہے یا اس رخ پر استنجا خانہ بنا ہوا ہے تو اس کا کیا حکم ہے؟

(۵) عصر اور فجر پڑھنے کے بعد قضا نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

حبیب احمد انصاری دودھی ضلع سرزادپور

الجواب

وضو کی ابتدا یوں کرنی چاہیے کہ پہلے ہاتھوں کو گٹھوں تک تین بار دھویا جائے چاہے آدمی سوکراٹھنا ہو یا جاگتا ہو، یہ سنت ہے۔ چاہے ہاتھ کو برتن میں ڈالنے کی حاجت ہو یا نہ ہو۔

در مختار میں ہے: "وسنة البداية ان يغسل اليدين الطاهرتين ثلاثا قبل الاستحشاء وبعده وقيل الاستيقاظ اتفاقا ولذا لم يقل قبل ادخا لهما الا ناء لعلا يتوهم اختصا ص بوقت الحاجة" (در مختار: ۱۰۵/۱)

وضو کی سنت تین بار دونوں ہاتھ کا گٹھ تک دھونا ہے اگر چہ وہ پاک ہوں، اور سوکراٹھنے کا حکم اتفاقی ہے، کہ عموماً صبح سوکراٹھنے کے بعد وضو کرتے ہیں، دوپہر میں قیلولہ کے بعد وضو کرتے ہیں، ورنہ دھونے کا حکم ہر حال میں ہے، سوکراٹھنے یا جاگتا رہے۔ فتح القدیر میں ہے: "وقيل بانه سنة مطلقا للمستيقظ وغيره في ابتداء الوضوء وهو الاولى لان من حكي وضوئه ^{صلى الله عليه وسلم} قدمه وانما يحكي ما كان دا به وعادته، لا خصوص وضوئه الذي هو عن نوم بل الظاهر ان اطلاعه على وضوئه عن غير النوم نعم مع الاستيقاظ وتوهم النجاسة السنة أكد اما الوجوب فانما يناط بتحقيق النجاسة"

(فتح القدیر: ۱۷/۱)

وضو کے شروع میں تین تین بار گٹھوں تک ہاتھ دھونا جائز ہے والے اور سوکراٹھنے والے سب کے

لیے ہے، کیوں کہ اس حدیث کے علاوہ اور جن لوگوں نے حضور ^{صلی الله عليه وسلم} کا وضو بیان کیا ہے انہوں نے ابتدا میں اس کا ذکر کیا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ ان لوگوں نے حضور کی عام عادت کریمہ بیان کی ہے کہ حضور ^{صلی الله عليه وسلم} جب وضو فرماتے ہاتھ گٹھوں تک دھو لیتے، خاص اس وضو کا بیان نہیں جس میں آپ سوکراٹھتے، کیونکہ اس وضو کی اطلاع صحابہ کے لیے مشکل تھی یہ نسبت عام وضو کے، پس مسنون ہاتھ کا ہر حال میں دھونا ہوا، ہاں بیدار ہو کر یا نجاست کا وہم ہو تو اس کی سنیت میں تاکید ہوگی اور نجاست کا یقین ہو تو ہاتھ دھونا واجب ہے، (۱) اگر برتن بڑا ہے کہ اس کو ٹیڑھا کر کے پانی اٹریلا نہیں جاسکتا اور وہاں چھوٹا برتن بھی نہیں کہ اس سے پانی نکال لے تو ہاتھ کی تین انگلی ملا کر برتن سے پانی نکال کر ہاتھ دھو سکتا ہے، تین انگلیوں کا پانی میں ڈالنا معاف ہوگا اور اگر یہ اعذار نہ ہوں اور بلا ضرورت ہاتھ بلکہ انگلی یا ناخن ہی پانی میں ڈال دیا تو وہ پانی مستعمل ہو جائے گا اور اس سے وضو جائز نہ ہوگا۔

قاضی خاں میں ہے: "المحدث والجنب اذا ادخل يده في الاناء للاغتراف وليس عليه نجاسة لا يفسد الماء وكذا اذا وقع الكوب في الجنب وادخل اليد في الجنب الى العرفق لا يخرج الكوب لا يصير الماء مستعملا"

بے وضو اور جس کو غسل کی حاجت ہو ان دونوں نے جب برتن سے چلو میں پانی لیا اور ہاتھ پر نجاست نہ تھی تو پانی فاسد نہ ہوگا، یونہی مکے سے پیالہ نکالنے کی خاطر پانی میں ہاتھ ڈال دیا تو پانی مستعمل نہ ہوگا، اس سے معلوم ہوا کہ اگر بغیر برتن سے پانی میں ہاتھ ڈالا تو پانی مستعمل نہ ہوگا، اور بے ضرورت یا رفع حدث اور طلب ثواب کی نیت سے ہو تو پانی مستعمل ہوگا۔

فتاویٰ قاضی خاں میں ہے: "اتفق اصحابنا رحمهم الله في الروايات الظاهرة على ان الماء المستعمل في البدن لا يبقى طهورا" (فصل في الماء المستعمل: ۱۴/۱)

(۲) سجدے میں ایک انگلی کا پیٹ زمین پر لگنا ضروری ہے، پس سجدے میں اگر صرف انگلی کی نوک زمین سے لگی تو نماز نہ ہوگی۔ در مختار میں ہے: "ويفترض وضع اصابع القدم ولو واحدة نحو القبلة والالم يحز والناس عنه غافلون"

(در مختار: ۱۸۰/۲)

(۳) مقدمہ بازی میں اگر کوئی شخص حدود شریعت کا لحاظ رکھتا ہے اور کوئی امر خلاف شرع نہیں کرتا تو نفس مقدمہ بازی کی وجہ سے امامت میں کوئی خلل نہیں اور اگر مقدمہ بازی میں علی الاعلان منہیات شرعیہ کا مرتکب ہوتا ہے تو اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہوگی۔

(۴) اگر جان بوجھ کر قبلہ رخ پاخانہ یا پیشاب کرتا ہے تو گناہ کرتا ہے۔

در مختار میں ہے: ”وكره تحريما استقبالا القبلة واستدبارها لاجل بول او غائط“

(کتاب الطہارۃ: ۱/۴۷۹)

اور یہی حکم اس رخ پر پاخانہ بنوانے کا ہے۔

(۵) نماز فجر کے فرض کے بعد سورج نکلنے تک اور عصر کے فرض کے بعد آفتاب میں زردی آنے

تک باقیل کے فرض نمازوں کی قضا پڑھ سکتے ہیں۔

شامی میں ہے: ”الشائعي ما بين الفجر والشمس وما بين صلوة العصر الى الا صفرلو

ينعقد فيه جميع الصلوات التي ذكرناها من غير كراهة الا النفل والواجب وغيره“

فجر اور طلوع آفتاب و نماز عصر سے آفتاب زرد ہونے تک سب نمازیں بلا کراہت جائز ہیں، ہاں

نفل اور واجب وغیرہ مکروہ ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ ۲۸/صفر ۸۹ھ

الجواب صحیح عبدالحزیز عفی عنہ الجواب صحیح عبدالرؤف غفرلہ مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور

(۶) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ

فرض کفایہ کے وضو سے فرض عین کی نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

المستفتی، ابوالکلام مہو

الجواب

فتاویٰ رضویہ میں ہے: یہ مسئلہ جو جہاں میں مشہور ہے کہ وضو جنازہ سے اور نماز نہیں پڑھ سکتے

محض غلط اور باطل اور بے اصل ہے۔ سائل نے فرض کفایہ اور فرض عین لفظ بول کر ہی سوال کیا۔ پس فرض

کفایہ کے وضو سے فرض عین کی نماز پڑھ سکتے ہیں اور جو اس کو غلط کہے جاہل ہے، اس کو مسئلہ بتانا

ناجائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی

(۷-۸) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

ہمارے یہاں جب وضو کرنے کے لیے لوٹا اٹھاتے ہیں تو انگلی کا پورا یا تاخن اس پانی میں داخل کر

دیتے ہیں، حالانکہ مفتی جلال الدین احمد امجدی مدظلہ نے ”انوار الہدیٰ شریف“ میں اس سے وضو کو ناجائز

لکھا ہے۔ صفحہ ۱۶۴۔ اور فتاویٰ امجدیہ شریف جلد اول کے صفحہ ۲۰ تا ۲۱ پر فرماتے ہیں کہ اٹھائے رکھنے میں

بھی بے دھما تھ گھڑے یا لوٹے میں ڈالا مستعمل ہو جائے گا۔ الخ۔

اب معلوم کرنا اس امر کا ہے کہ جب ایسے پانی سے وضو ناجائز ہے تو دوبارہ وضو کرنا فرض ہے

یا واجب؟ اسی طرح استنجا و غسل دوبارہ کرنا فرض ہے یا واجب یا سنت مؤکدہ؟ نیز اس طرح کے پانی سے

کئے ہوئے غسل و وضو سے جو نمازیں پڑھی ہوں ان کا پھیرنا فرض ہے یا واجب یا سنت مؤکدہ؟ اور جو اس

کا مرتکب ہو وہ فاسق معین ہے یا نہیں؟ اسی امجدیہ کے صفحہ ۱۶ پر اسی پانی کو پینا مکروہ لکھا ہے تو کون سا

مکروہ، تنزیہی یا تحریمی؟ اس طرح کے پانی سے جو کھانا پکایا جائے اس کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟ یعنی حرام

ہے یا فقط مکروہ اور مکروہ ہے تو کون سا مکروہ ہے؟

(۲) زید کو اکثر احتلام ہوتا ہے تو جس کپڑے پر منی لگ جاتی ہے اس سے پہلے منی دھو کر خوب

خوب پانی میں غوطہ دیتا ہے، کبھی پانی کی دھار میں دھوتا ہے، بہر حال خوب اچھی طرح پانی سے دھوتا ہے

کہ پوری طرح اطمینان ہو جاتا ہے لیکن نچوڑتا نہیں اور نہ نچوڑنے کی دلیل میں بہار شریعت شریف حصہ

دوم۔ مجموعۃ المسائل حصہ اول مصنفہ حشمت علی بریلوی کے صفحہ ۳۔ فتاویٰ امجدیہ شریف جلد اول کے صفحہ ۳۵

کا حوالہ دیتا ہے کہ سب عبارتوں کا مفہوم یہی ہے کہ خوب پانی بہا دینے کے بعد نچوڑنا شرط نہیں۔ کیا حضور

مفتی صاحب قبلہ زید کا مذکورہ کتب کی روشنی میں یہ کہنا صحیح ہے؟ برائے کرم دونوں سوالوں کا جواب

باصواب بالتفصیل مدلل و مفصل سے نوازیں تاکہ خلجان ندر ہے۔

المستفتی، محمد جمیل اختر الرضوی غفرلہ پوسٹ باراضلع کانپور ۵/صفر المظفر ۱۳۱۴ھ

الجواب

جب ایسے پانی سے وضو نہیں ہوتا تو دوبارہ وضو کرنا پڑے گا، وضو بالذات فرض واجب نہیں ہے،

فرض نماز ادا کرنے کے لیے وضو بھی فرض ہوگا، ایسے پانی سے غسل کیا تو دہرا نا پڑے گا، استنجا چونکہ نجاست

حقیقی سے ہوتا ہے، اس لیے ماء مستعمل سے استنجا ہو جائے گا، ایسے پانی سے ناپاک کپڑا دھوئیں تو

کپڑا پاک ہو جائے گا۔ ظاہر ہے کہ جب ایسے پانی سے غسل اور وضو نہیں ہوتا تو اس سے پڑھی ہوئی نماز کو

دہرانا ہوگا، ایسے پانی میں آٹا گوند حنا مکروہ تنزیہی ہے۔

نجاست گاڑھی اور دلدلدار ہو تو نچوڑنا ضروری نہیں، منی نجاست مرنی اور دلدلدار ہے۔ یہ سب

مسائل بہار شریعت اور فتاویٰ رضویہ میں مصرح ہیں، ایسے مسکوں کے لیے مفتی کو پریشان کرنا ٹھیک

نہیں، ہاں ان کتابوں کی کوئی عبارت سمجھ میں نہ آئے تو اس کی تشریح طلب کی جاسکتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی

(۹) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین اس مسئلہ میں کہ

اگر امام نے وضو کر کے جنازہ کی نماز پڑھائی تو کیا پھر اس وضو سے مغرب کی نماز پڑھا سکتے ہیں یا

نہیں؟ اس پر کچھ لوگوں کا اعتراض ہے کہ اس وضو سے مغرب کی نماز نہیں پڑھا سکتے ہیں، لہذا مسئلہ کی رو سے ہمیں اس کی صحیح جانکاری دیں۔ فقط المستفتی، محمد نوشاد عالم امانی

الجواب

صورت مسئلہ میں جنازہ کی نماز کے لیے بنائے ہوئے وضو سے مغرب کی نماز صحیح ہے اور اعتراض جاہلانہ ہے۔ فتاویٰ رضویہ جلد اول صفحہ ۶۲۴ میں ہے: یہ مسئلہ کہ جہال میں مشہور ہے کہ وضوئے جنازہ سے اور نماز نہیں پڑھ سکتے محض غلط و باطل و بے اصل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ۶ محرم الحرام ۱۴۱۱ھ

(۱۰) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

زید اس طرح وضو کرتا ہے کہ چہرہ دھو کر لونا اٹھا کر چہرہ پر پانی بہاتا ہے اور بقیہ وضو عام لوگوں کی طرح کرتا ہے، مگر اس کو اس طرح کرتے دیکھ کر کہتا ہے کہ: آپ حتمی وضو کرتے ہیں، پبلی بھیت کے مولانا حشمت علی خاں صاحب کے جو مریدین ہیں وہ اسی طرح وضو کرتے ہیں، زید نے کہا: کیا حرج ہے؟ اس طرح وضو میں کافی احتیاط رہتی ہے اور پانی چہرہ کے ہر حصہ پر بہہ جاتا ہے اس میں حتمی اور رضوی کا کیا سوال ہے، ہماری داڑھی گھنی ہے، اس لیے ہم ایسا کرتے ہیں۔

مگر جواب دیتا ہے کہ اس سے بہتر یہ ہے کہ منہ تالاب میں ڈال کر اچھی طرح ہلا لیا کیجئے پانی اچھی طرح بہہ جائے گا اور شبہ نہ رہے گا، اس لیے مسجد کے قریب قریب والے ہنس پڑے اور اب کافی بحث ہو رہی ہے، نتیجہ کچھ حاصل نہیں ہوا۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید صحیح راستے پر ہے یا بکر؟ اور اگر بکر صحیح راستے پر ہے تو اس مسئلہ کو اس طرح بیان کرنا چاہئے، یا شیر پوشہ اہل سنت کی توہین کرنی چاہئے، اس کا مستحکم اڑانا چاہئے کہ ایسے حتمی وضو کرتے ہیں، یا یہ کہ کتواں یا تالاب میں منہ ڈال کر ہلا لیں، بکر کی اس حرکت کی وجہ سے اسے سنی سمجھیں یا وہابی؟ چہرہ پر اس طرح پانی بہانا کیسا ہے؟

خادم: اظہار احمد قادری مہینہ مگر اعظم گڑھ یوپی

الجواب

وضو کا مستحب طریقہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھ میں پانی لے کر پیشانی پر ڈالیں پھر پورے چہرہ پر دونوں طرف ایک ساتھ ہاتھ پھیریں، لوٹے سے پانی ڈالنے والا طریقہ کہیں نظر سے نہیں گذرا، گو یہ ناجائز بھی نہیں، اس خصوص واقعہ میں نہیں کہا جاسکتا ہے کہ بکر کی نیت یا طریقہ ادا کیا تھا، توہین مقصود تھی یا نہیں، لیکن عام حالات میں لفظ ”حتمی وضو“ سے حضرت شیر پوشہ اہل سنت کی توہین نہیں، بقیہ الفاظ جو تالاب

میں چہرہ ڈالنے کے متعلق بکر نے کہے تھے ضرور تسخیر ہیں، اس کو اس سے پرہیز کرنا چاہئے، قرآن عظیم میں ہے: ﴿وَإِذْ نَادَىٰ رَبُّكَ بِالسَّحَابِ أَنْ تُنِزِلْ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً طَهُرًا﴾

وَجَادِلْهُمْ بَالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ ﴿النحل: ۱۲۵﴾

بالخصوص جب کہ مریدان شیر پوشہ اہل سنت کو اس سے تکلیف ہوتی ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم
عبد المنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ ۶ رذوالحجہ ۱۴۱۱ھ
الجواب صحیح: عبدالرؤف مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ

(۱۱) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

میں پانچوں وقت کی نماز پڑھتا ہوں، حدیث شریف سے نیچے لکھی ہوئی باتوں کو بتائیں۔

(۱) پہلا سوال پانی سے استنجا کرنے کے بعد جب میں رکوع کی حالت میں ہوتا ہوں تو پیشاب کا دو تین قطرہ گر جاتا ہے۔

(۲) دوسرا سوال یہ ہے کہ میں قریب ۲۵ سال کا ہوں بنا شادی کے، جب میں حدیث کی کتاب سے میاں بیوی کے بارے میں کچھ پڑھتا ہوں تو ترنت سیکس (Sex) معلوم ہوتی ہے، جب میں کسی معصوم بچے کو گود میں لیتا ہوں تو بھی رال کی طرح قطرہ گر جاتا ہے اور جب میں کسی لڑکی وغیرہ سے کوئی بات کرتا ہوں تو بھی رال کی طرح قطرہ گر جایا کرتا ہے، ان سب حالات میں مجھے بار بار غسل کرنا پڑتا ہے اور میں بہت ہی پریشان ہوں پھر بھی ان سب حالات کے باوجود نماز ادا کر لیتا ہوں، حضرت میرے اوپر کوئی کفارہ تو نہیں؟ شریعت سے ہمیں دونوں سوالوں کا جواب لکھ کر جلد سے جلد بھیجے کی کوشش کریں، بہت مہربانی ہوگی۔

الجواب

آدمی کے پیشاب کے راستہ سے پیشاب کے علاوہ تین قسم کی رطوبت خارج ہوتی ہے، ایک عورت سے چھیڑ چھاڑ کے وقت مگر اس کے نکلنے سے شہوت میں کمی نہیں ہوتی، اس رطوبت کو مذی کہتے ہیں۔ دوسری گاڑھی کہ اسکے اخراج کے بعد شہوت ختم ہو جاتی ہے اس کو منی کہتے ہیں اور تیسری پیشاب کے بعد جس سے پیشاب کی تیزابیت ختم ہو جاتی ہے اس کو ودی کہتے ہیں، منی نکلنے کے بعد غسل واجب ہوتا ہے اور مذی اور ودی میں وضو، آپ کی حس بڑھ گئی، اس لیے تصور سے بھی رطوبت خارج ہو جاتی ہے جو ہمارے خیال میں مذی ہے، اس صورت میں تازہ وضو واجب ہوتا ہے غسل کی ضرورت نہیں؟

پیشاب کے قطرہ کی جو بات آپ نے کہی ہے اگر اس بیماری کا حال ایسا ہے کہ ایک دفعہ قطرہ

آنے کے بعد پھر قطرہ نہیں آیا تو آپ پیشاب کے بعد رکوع کی طرح جھک کر اپنا دوسواں دور کر لیں پھر بھی قطرہ آئے تو اس کو دھو کر تازہ وضو کریں اور نماز دہرائیں اور اگر ایسی حالت ہو کہ جب جب آپ رکوع میں جائیں قطرہ ضرور آتا ہے تو اب لنگوٹ کا استعمال کریں اور اسی حالت میں نماز پڑھیں، یعنی جس طرح تندرست آدمی نماز کے لیے وضو کرتا ہے اسی طرح وضو کر کے آپ نماز پڑھیں، اس حالت میں بھی قطرہ آتا ہے آپ کی نماز ہو جائے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مئو، ۱۹۸۸ء

غسل کا بیان

(۲-۱) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

(۱) زید جب رفع حاجت کے لیے جاتا ہے تو چند قطرے منی کے گر جاتے ہیں ایسی حالت میں غسل کر کے نماز پڑھے یا یوں ہی نماز پڑھ سکتا ہے؟ بحوالہ کتب معتبرہ جواب عنایت فرمائیں۔

(۲) زید اپنے نام سے قربانی کرتا ہے تو کہتا ہے: "اللهم تقبل من زید ابن آدم" یہ کہتے وقت اگر کسی نے زید ابن حوا کہہ دیا تو قربانی ہوئی یا نہیں؟ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ جب تک زید کی ماں کا نام نہ لیا جائے قربانی ٹھیک نہیں، بعض کا کہنا ہے کہ باپ کا نام ہونا چاہئے کہاں تک صحیح ہے؟ براہ کرم جواب کتب معتبرہ سے عنایت فرمائیں۔ المستفتی سید ظہور عالم موضع گہڑ والا پوسٹ مہاراج سنج ضلع گوردھار

الجواب

(۱) منی جب اپنے مقام سے شہوت کے ساتھ جدا ہو تو اس وقت غسل واجب ہوتا ہے اور یہاں بلا شہوت صرف زور پڑنے سے ایسا ہو جاتا ہے، اس لیے غسل کی ضرورت نہیں، وضو کافی ہے:

در مختار میں ہے "فرض الغسل عند خروج المنی منفصل عن مقره بشهوة" (در مختار: ۱/۲۶۵)

منی جب اپنے ٹھکانے سے شہوت کے ساتھ جدا ہو کر نلکے تب غسل واجب ہوتا ہے۔

اور شامی میں ہے: "ولو انفصل بضرب او حمل ثقیل علی ظہره فلا غسل عندنا"

(شامی: ۱/۲۶۵)

اگر چوٹ یا بوجھ اٹھانے کی وجہ سے منی اپنے مقام سے جدا ہو تو غسل واجب نہیں۔

(۲) کسی شخص کے نام کے ساتھ اس کے باپ دادے کے نام لینے کا مقصد اس شخص کو متعین کرنا ہوتا ہے۔ پس جب اس کے باپ کے نام کے بجائے ماں کا نام لیا تو ظاہر ہے کہ اس سے کوئی دوسرا شخص

مرا نہیں ہو سکتا، اس لیے قربانی جائز ہونے میں کوئی شہ نہیں۔

شامی میں ہے: "الغائب يشترط ذكر اسمها واسم ايها و جلدھا اذا عرفھا الشہود و یکنفی ذکر اسمھا فقط لان ذکر الاسم المراد.... الی.... عن غیرہ" واللہ تعالیٰ اعلم۔

عبد المنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ

الجواب صحیح عبدالعزیز عفی عنہ الجواب صحیح عبدالرؤف غفرلہ مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور

(۳-۳) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین ان مسائل کے بارے میں کہ

(۱) زید کے اوپر غسل فرض تھا اس نے پاکی حاصل کرنے کی نیت سے غسل کیا مگر ناک میں پانی ڈالنا اور کلی کرنا بھول گیا اور چار پانچ گھنٹہ کے بعد وضو کیا نماز پڑھنے کے لیے اب وہ پاک ہوا کہ نہیں؟ اور نماز پڑھ سکتا ہے کہ نہیں؟ بکر کہتا ہے کہ اس کا غسل نہیں ہوا، پھر سے تینوں فرائض ایک ساتھ ادا کرے، خالد کہتا ہے کہ زید پاک ہو گیا ان دونوں میں سے کس کا قول صحیح ہے؟

(۲) کھانا کھانے کے وقت سالن الگ تھا اسے بائیں ہاتھ سے چمچ کے ذریعہ نکال کر دائیں ہاتھ سے کھانا کیسا ہے جائز یا ناجائز؟ کتب معتبرہ سے مع حوالہ جوابات عنایت فرمائیں عین توازش ہوگی۔

المستفتی عبدالشکور مقام مہرودا۔ پوسٹ دودھی ضلع دیوریا مئو، ۸ اگست ۱۹۸۳ء

الجواب

اگر وضو میں کلی کر لیا اور ناک میں پانی ڈال لیا تو غسل مکمل ہو گیا اور خالد کا کہنا صحیح ہے

نیتہ میں ہے:

ولو تركها أي ترك المضغضة أو الامتنشاق أو لعة من أي موضع كان من البدن ناسيا فصلی ثم تذكر ذلك يتمضمض أو يستنشق أو يغسل اللعة ويعيد ماصلي -

اس سے معلوم ہوا کہ صرف کلی کر لینا اور ناک میں پانی ڈال لینا کافی ہے جو وضو کی صورت میں حاصل ہو گیا۔

(۲) دائیں ہاتھ سے کھانا سنت لیکن سوال میں جو طریقہ ذکر کیا ہے یہ سنت کے خلاف نہیں کہ

اس کو بائیں ہاتھ سے کھانا نہیں کہیں گے، بلکہ یہ اعانت اور امداد ہے کہ روٹی توڑتے وقت کبھی کبھی بائیں ہاتھ لگانے کی ضرورت پڑ جاتی ہے، پانی پینے میں گلاس بائیں ہاتھ سے پکڑتے ہیں کہ دائیں ہاتھ کھانے

میں آلودہ رہتا ہے اور ہاتھ دایاں بھی لگا دیتے ہیں۔ اسی طرح یہاں بائیں ہاتھ سے سالن نکال کر دائیں

ہاتھ سے کھاتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ

(۵) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

ایک آدمی نے اپنی بیوی کے ساتھ صحبت کیا اور جس کپڑے میں رہا اسی کپڑے کے ساتھ غسل کیا، کیا یہ غسل صحیح ہو گیا یا نہیں؟ شریعت کی روشنی میں مدلل جواب سے فوازیں، عین کرم ہوگا۔

الجواب

غسل کا شرعی طریقہ یہ ہے کہ پہلے کپڑے سے نجاست دور کجائے کپڑے کی نجاست جسم کے جس حصہ میں لگی وہ پھر سے ناپاک ہو گیا، پھر دھویا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم
عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مو

نجاست کا بیان

(۱) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

زید نے بعد نماز عشاء شراب پی نماز فجر ادا کرنے کے لیے غسل کرے گا کہ نہیں؟ مفصل جواب عنایت فرمائیں، چونکہ بکر کی سمجھ میں یہ بات نہیں آئی کہ جس چیز کی نص قطعی سے حرمت ثابت ہے اور علماء نے جو مسئلہ کتابوں میں بیان فرمایا ہے کہ شراب کی طرف دیکھنا حرام چھونا حرام حتیٰ کہ اگر کوئی شخص شراب کی دوکان کے متعلق دریافت کرے تو اشارہ کنایہ کرنا بھی حرام ہے۔

لہذا تفصیل سے جواب مرحمت فرما کر شکر یہ کا موقع عنایت فرمائیں۔ بینوا تو جردا

استغنیٰ، محمد نذاحسن سوداگر محلہ بسنت پور گورکھ پور

الجواب

جب کوئی نجاست جسم کے اندر سے باہر نکلے یا میاں بیوی مٹی نکلے بغیر ہی صحبت کریں تو غسل یا وضو واجب ہوتا ہے۔ جیسے پیشاب و پاخانہ اور خون کے نکلنے سے وضو واجب ہوتا ہے، حیض و نفاس کے خون یا مٹی وغیرہ سے غسل واجب ہوتا ہے۔ ایسی نجاست کو نجاست حکمیہ کہتے ہیں، یعنی ایسی نجاست جس کے دھونے کی حکمت انسانوں کی سمجھ سے باہر ہے، پس اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ تم ناپاک ہو گئے، اس لیے طہارت حاصل کرو تو یہ نجاست حکم الہی کی وجہ سے مانی گئی۔

دیکھئے مذکورہ بالا صورتوں میں پیشاب یا پاخانہ کے راستہ سے نجاست باہر ہوئی یا خون کسی زخم سے نکلا تو جو ناپاک نکلنے کی جگہ ہے اس کو دھو کر پاک کرنا یا اس کا آبدست لینا اور استنجا کرنا تو سمجھ میں آتا ہے لیکن منہ دھوؤ، ہاتھ دھوؤ، پاؤں دھوؤ، سر پر مسح کرو (وضو میں) اور سارا جسم دھوؤ (غسل میں) یہ سمجھ میں

آنے والی بات نہیں کہ نجاست کہاں لگی اور دھونے کا حکم کس جگہ دیا جا رہا ہے صرف حکم خدا اور رسول کی وجہ سے مسلمان اس پر عمل کرتے ہیں، الغرض یہ نجاست حکمیہ ہوئی اور اس کے پاک کرنے کا طریقہ غسل اور وضو ہے، ہماری اس تقریر سے دو باتیں ظاہر ہو رہی ہیں، ایک ہے نجاست کا جسم سے نکلنا یہ بھی ناپاکی ہے مگر حکمی اور ایک خود وہ نجاست ہے، جیسے پیشاب پاخانہ اور مٹی و خون وغیرہ، یہ نجاست حقیقی ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ نجاست حکمی سے پاک ہونے کے طریقہ کو طہارت حکمی کہتے ہیں اور نجاست حقیقی سے پاک ہونے کو طہارت حقیقی۔ دیکھئے پیشاب، پاخانہ، مٹی، حیض، نفاس کی صورت میں چونکہ دونوں باتیں پائی جاتی ہیں، یعنی نجاست جسم سے نکلتی بھی ہے اور جس جگہ سے نکلتی ہے اس کے آس پاس کو لگی بھی ہے اس لیے اس سے پاکی حاصل کرنے کے لیے دونوں باتیں ضروری ہیں۔ جس جگہ لگی اس کو بھی دھوؤ (آبدست اور استنجا) یا مٹی کپڑے یا جسم میں لگی تو دھو کر اس کو صاف کرو اور طہارت حکمی یعنی وضو اور غسل بھی کرو۔

اب فرض کیجئے کہ نجاست ہمارے جسم سے لگی تو نہیں مگر ہمارے جسم یا لباس میں لگ گئی جیسے بچے نے آپ پر پاخانہ یا پیشاب کر دیا یا مٹی یا خون کسی کپڑے میں لگ گیا تو اب غسل یا وضو کا حکم نہیں، صرف نجاست کو لگی ہوئی جگہ سے دھو کر صاف کر دینے کا حکم ہے، بلاشبہ شراب بھی پاخانہ و پیشاب کی طرح ناپاک ہے، مگر اس میں ناپاکی کی وہ صورت جو آدمی کے جسم سے نکلے وہ متصور ہی نہیں ہو سکتی، اس لیے اس میں طہارت حکمی کا شریعت نے حکم نہیں دیا۔ ہاں کپڑے یا جسم میں لگ جائے تو پیشاب پاخانہ کی طرح اتنے حصہ کو دھو دینا ضروری ہوگا۔

اب آپ اس تفصیل کی روشنی میں خود ہی فیصلہ کر سکتے ہیں کہ شراب پینے والے پر غسل کیوں واجب نہیں اور کیوں صرف یہی حکم دیا جاتا ہے کہ کپڑے یا جسم میں جہاں وہ لگی ہو اس کو صاف کر دیا جائے فقط۔ واللہ تعالیٰ اعلم
عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی، یکم ربیع الاول ۱۴۱۲ھ

حیض کا بیان

(۱) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

ہمارے گاؤں کے ایک مستند عالم نے اپنی کتاب میں یہ لکھا ہے، مسئلہ بچہ ابھی آدھے سے زیادہ پیدا نہیں ہوا اور نماز کا وقت جا رہا ہے اور یہ گمان ہے کہ آدھے سے زیادہ باہر ہونے سے پیشتر وقت ختم ہو جائے گا تو اس وقت کی نماز جس طرح ممکن ہو پڑھے اگر قیام و سجود نہ ہو سکے تو اشارے سے پڑھے وضو نہ کر سکے تو تیمم سے پڑھے اور اگر نہ پڑھی تو گنہگار ہوئی تو بہ کرے اور بعد طہارت قضا پڑھے، اس مسئلہ

کو عید الجبار کہتے ہیں بالکل غلط ہے، غلط ہے لغو ہے، بچہ پیدا ہونے سے پہلے ہی جھلی پھٹ جاتی ہے اور خون پانی آنے لگتا ہے اور درد سے بے چین ہوتی ہے تپاکی میں نماز کیسے پڑھے گی اور بازار میں دوکان پر جا کر لوگوں کو دکھلاتے ہیں کہ یہ لکھا ہے، ایسی حالت میں نماز پڑھے گی؟ اس پر کہا جاتا ہے کہ نماز ہر حال میں پڑھنا ہے، یہ مسئلہ ٹھیک ہے آپ کسی دارالافتاء میں چلیے اور سمجھ لیجئے تو کہتے ہیں ہم کسی مفتی اور مولانا کو نہیں مانتے اللہ میاں کہیں گے تو بھی نہیں مانیں گے، یہ مسئلہ غلط ہے اور واضح رہے کہ عبد الجبار اردو عبارت تک بھی صحیح نہیں پڑھ پاتے ہیں تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ عبد الجبار کے کہنے کے مطابق یہ مسئلہ غلط ہے تو ایسا غلط مسئلہ لکھنے والے پر شریعت کا کیا حکم ہے اور اگر یہ مسئلہ صحیح ہے تو صحیح مسئلہ کو غلط اور لغو کہنا، اللہ میاں کہیں گے تو بھی نہیں مانیں گے اور دوکانوں پر جا کر صحیح مسئلہ کو غلط منوانے کی کوشش کرنے والے اور جتنے لوگ ایسے شخص کے معین و مددگار ہیں ان پر شریعت کا کیا حکم ہے از روئے شرع بحوالہ کتب جواب مرحمت فرمائیں۔

المستفتی، مسلمانان رشترا بلیا عبد اللطیف

الجواب

سوال میں جس مسئلہ کا ذکر کیا گیا ہے صحیح ہے اور اللہ و رسول کے حکم کے موافق ہے بلکہ بہار شریعت جلد دوم صفحہ ۹۲ پر انھیں الفاظ میں مسئلہ مرقوم ہے مولانا صاحب نے اس کو اپنی کتاب میں نقل کر دیا ہے ان کی کوئی غلطی نہیں ان کی مجبوری یہ ہے کہ انکا پالا ایسے جاہلوں سے پڑا ہے جنھیں خدا اور رسول کا کوئی خوف نہیں ہم مسئلہ ذرا تفصیل سے لکھتے ہیں خدا کرے لوگوں کی سمجھ میں آجائے۔

(۱) بالغ عورت کو جو خون آگے کے مقام سے عادۃً مہتمندی کی حالت میں آتا ہے اس کو عام زبان میں ماہواری اور عربی میں حیض کہتے ہیں۔

(۲) بچہ پیدا ہونے کے بعد جو خون آگے کے مقام سے آتا ہے اسے نفاس کہتے ہیں ان دونوں کا حکم یہ ہے کہ یہ خون ظاہر ہونے کے بعد نماز معاف اور روزہ موقوف۔

(۳) ان دونوں خونوں کے علاوہ جب بھی اور جیسا خون بھی عورت کے اندام ٹھہانی سے آئے استحاضہ کہا جاتا ہے اس کا حکم یہ ہے کہ نماز روزہ کچھ بھی موقوف نہیں سب ادا کرتا ہے یہ وجہ نہیں کہ یہ خون پاک ہے بلکہ اللہ پاک نے چھوٹ دے دی ہے کہ اس حالت میں خروج خون حارج اور مانع نہیں۔

بخاری میں حدیث ہے "ان ام حبیبۃ استحاضت سبع سنین فسال رسول اللہ ﷺ

عن ذلك فامرھا ان تغتسل لكل صلاة" (بخاری شریف: ۱/۹۳)

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سات سال تک استحاضہ کی بیماری میں مبتلا رہیں انھوں نے

اس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے مسئلہ پوچھا تو آپ نے انھیں ہر نماز کے وقت نہا کر پڑھنے کا حکم دیا۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ عورت کو جب استحاضہ کا خون آئے تو نماز روزہ معاف نہیں۔ عالمگیری میں ہے "والاستحاضۃ کما لرعاف الدائم لا یمنع الصلوۃ ولا الصوم ولا الوطی۔ (عالمگیری جلد اول صفحہ ۲۰)

استحاضہ والی عورت کو نماز پڑھنے کا حکم دیا جائے گا، روزہ رکھے گی اور اس کا شوہر اس سے قربت کرے گا۔ اوپر کی تفصیل سے معلوم ہوا کہ دو خون یعنی حیض و نفاس کی صورت میں نماز معاف ہے لیکن استحاضہ کی صورت میں نماز پڑھنی ہوگی چاہے خون آتا رہے جیسا کہ اس شخص کا بھی حکم ہے جس کی ناک سے برابر نکسیر پھوٹا کرتی ہو۔

اب صرف یہ دیکھنا رہ گیا ہے کہ مولانا صاحب نے جس خون کا اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے وہ کیا ہے، تو اسی عالمگیری میں ہے "وکذا ماترأہ الحامل ابتداء او حال الولادة قبل خروج الولد" (عالمگیری: ۱/۵۱)

بہار شریعت میں ہے "حیض والی عورت کو جو خون آیا استحاضہ ہے یونہی بچہ پیدا ہوتے وقت جو خون آیا اور بچہ ابھی آدھے سے زائد باہر نہیں نکلا ہے وہ استحاضہ ہے۔" (بہار شریعت: ۱/۳۷۳)

تو جب یہ خون استحاضہ ہوا اور اس صورت میں نماز معاف نہیں تو مولانا نے یہ مسئلہ لکھ کر کوئی غلطی نہیں کی۔ اس کو غلط اور لغو کہنا خود ایک لغو بات ہے۔

اور اگر اس کے ساتھ کسی نے یہ بھی کہا کہ اللہ تعالیٰ کہیں تو بھی ہم نہ مانیں گے تو معاذ اللہ اس نے کلمہ کفر کا از سر نو توبہ کرے پھر سے کلمہ پڑھے ایمان لائے اور اس کی عورت ہو تو دوبارہ اس سے نکاح پڑھوائے (فتاویٰ رضویہ جلد ششم صفحہ ۱۱۳) واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ۱۳۹۰ھ

(۶-۲) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسائل ہذا کے بارے میں کہ (۱) عورت حیض کی حالت میں ہے تو شوہر کو کتنے دن تک اس سے صحبت سے پرہیز کرنا چاہئے اور وہ مدت ہونے تک بیوی کے ساتھ کس طرح سے رہے؟

(۲) عورت حمل سے ہے تو کیا شوہر اس سے صحبت نہ کرے اگر منع ہے تو کتنی مدت سے کتنی مدت تک۔

(۳) ہماری طرف (دکن) میں ایک رسم عام ہے جس کسی مسلمان لڑکی کی شادی ہو جاتی ہے اس

کی شادی کے پہلے سال میں کبھی بھی صفر المظفر کا مہینہ آتا ہے تو اس کے چاند دیکھنے سے لے کر اگلے مہینے یعنی ربیع الاول کے چاند دیکھنے تک اس کے شوہر کو سخت منع کر دیا جاتا ہے کہ وہ ایک مہینے تک اپنی بیوی سے ملنا تو دور کی بات ہے دیکھ بھی نہیں سکتا۔

(۴) ہم راستے پر چل رہے تھے۔ ہمیں کوئی چیز مل گئی یا کچھ پیسے مل گئے ہم ان پیسوں کا کیا کریں یا ہم نے کسی کافر کی دوکان سے کوئی چیز خریدی وہ ہمیں پیسے واپس کرتے وقت زیادہ دے دے تو ان پیسوں کا کیا کریں؟

(۵) ہم اپنے مال کی زکوٰۃ کے پیسے اپنے پاس کتنے دن تک یا کس وقت تک رکھ سکتے ہیں؟
استفتی ناچیز محمود خطیب ہلی

الجواب

(۱) جب تک عورت کو حیض آتا رہے اس وقت تک شوہر کو جماع کرنے سے اور عورت کی ناف سے گھٹنے تک اختلاط سے بھی پرہیز کرنا چاہئے۔

قرآن شریف میں ہے: ﴿وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْمَحِيضِ قُلْ هُوَ أَذًى فَأَعْتَزِلُوا النِّسَاءَ فِي الْمَحِيضِ﴾ [البقرة: ۲۲۲]

اس کے علاوہ رہنے سہنے میں کسی قسم کا پرہیز نہیں۔
(۲) حمل کی حالت میں عورت کے ساتھ صحبت کرنے کی شرعا کوئی ممانعت نہیں ہے۔ طبی نقطہ نظر سے کوئی بات ہو تو ہم نہیں کہہ سکتے۔

(۳) یہ جہالت کی رسم ہے شریعت میں اس کا کوئی ثبوت نہیں بلکہ ممانعت ہے۔

حدیث شریف میں ہے: لا عدوی ولا طیر ولا ہامة ولا صفر۔ (کنز العمال: ۵۱/۱۰)
متحدی بیماری کوئی چیز نہیں، بدقالی کوئی چیز نہیں، آنکھ کی بولی کوئی چیز نہیں، ماہ صفر کی نحوست کچھ نہیں (۴) اس کو اصطلاح شرع میں لفظ کہتے ہیں، مسائل پر لازم ہے کہ عام مقامات پر جہاں لوگ جمع

ہوتے ہیں اس کا مسلسل اعلان کرائے کہ ہم کو ایک گری پڑی چیز ملی ہے جس کی ہوا آکر لے لے اور اتنے دنوں تک اعلان کرائے کہ اسے گمان غالب ہو جائے کہ اب مالک کو اس کی تلاش سے مایوسی ہوگئی ہوگی، اس دوران میں اگر کوئی آتا ہے تو اس سے پائی ہوئی چیز کی علامتیں دریافت کرے اگر وہ صحیح صحیح بتا دے تو اس کی چیز اس کو دے دے ورنہ مقررہ مدت کے بعد چاہئے کہ اس کو امانت کے طور پر رکھ دے کہ مالک آئے گا تو اسے پہنچا دوں گا، چاہے فقیروں کو دے دے مگر فقیروں کے دینے کے بعد مالک آگیا تو پانے

والے کو اس کا تاوان ادا کرنا ہوگا۔ یہ ساری باتیں ہدایہ میں ہیں۔

کافر تہ غلظی سے جو پیسہ اس کو زندہ دیا اس کو واپس دے دیں۔ وہ آپ کے لیے جائز نہیں۔

(۵) زکوٰۃ کی ادائیگی میں جتنی جلدی ہو بہتر ہے۔ بلا سبب تاخیر ممنوع ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی منو ۱۸ محرم الحرام ۱۴۱۳ھ

گنویں کا بیان

(۱) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

ایک کتاب 'نور الہدایہ' جو شرح وقایہ کا ترجمہ ہے اس کے مترجم مولوی وحید الزماں و مولوی مسیح الزماں لکھنوی فاروقی خنی ہیں انھوں نے شرح وقایہ کا ترجمہ لکھ کر فائدہ کی (ف) کے بعد یہ تحریر کیا ہے کہ امام محمد کے نزدیک تین سو ڈول نکالے جائیں اور اسی پر فتویٰ ہے جیسا کہ کتاب نصاب میں ہے۔ تفصیل درج ذیل ہے۔

ترجمہ عبارت شرح وقایہ۔ اگر گنویں میں نجاست پڑ جائے یا کوئی حیوان پھول پھٹ جائے یا آدمی یا بکری، کتا مر جائے تو نجاست نکالنے کے بعد اگر ممکن ہو تو کل پانی اس کا نکال دیا جائے اور اگر ممکن نہ ہو تو دو آدمی عادل جن کو پانی کی پہچان ہو معین کریں وہ جتنا پانی بتا دیں کھینچ ڈالا جائے اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دو سو یا تین سو ڈول کھینچا جائے۔ (ف) اور زاد میں ہے کہ اگر ایک آدمی صاحب بصارت ہوتا تو بھی کافی ہو جائے گا اور روایت ہے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے کہ سو پنا جائے گا متوضی کے اوپر اور انھیں سے ایک روایت ہے کہ سو ڈول پانی کھینچا جائے گا اور ایک روایت امام صاحب سے ہے کہ ایک گڈھا اتنا گہرا جتنا پانی کی گہرائی ہے اور اتنا لمبا چوڑا جتنی لمبائی اور چوڑائی ہے کھدوایا جائے اور اس کو کنوئے کے پانی سے بھر دیا جائے اور امام محمد کے نزدیک تین سو ڈول نکالا جائے گا اور اسی پر فتویٰ ہے جیسا کہ کتاب نصاب میں ہے۔

نوٹ۔ فقط اسی پر حاشیہ دے کر یہ عبارت تحریر ہے۔ در مختار میں ہے کہ قول عادلین صاحب بصارت پر فتویٰ ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے دو سو سے تین سو ڈول والے قول پر فتویٰ ہے اور اس میں آسانی ہے اور قول اول میں احتیاط زیادہ ہے اور در مختار میں علامہ ابن عابدین شامی علیہ الرحمہ نے قول اول کو لکھا ہے کہ: هو الاصح کما فی الدر وهو الصحيح و علیہ الفتویٰ ابن کمال و هو المختار، (معراج) هو الاشبه بالتفقه۔ (ہدایہ: ۱۲) اور بہار شریعت میں قول عادل یا ناپ کر اندازہ کرنے کا ہی قول لیا ہے۔

(الف) حاشیہ کی عبارت کے پیش نظر اگر امام محمد کے قول پر عمل کیا جائے تو کیا کنواں پاک اور اس کا پانی قابل طہارت ہوگا؟

(ب) حاشیہ کی عبارت کے پیش نظر کہ قول اول کو احتیاط اور قول ثانی کو آسان بتایا اگر کوئی دوسرے آسان قول پر ہی عمل کرے تو کنواں پاک ہو جائے گا یا نہیں؟

(ج) کنواں آئے دن تاپا پاک ہوتا رہتا ہے اور ہر بار کل پانی نکالنے میں مشکل ہوتی ہے تو صرف بہار شریعت والے قول پر ہی عمل کیا جائے گا یا کوئی اور صورت ہے؟

(د) کل پانی والے قول پر سارا پانی یک بارگی نکالنا ضروری ہے یا تھوڑا تھوڑا بار بار نکالنے سے بھی پاک ہو جائے گا؟

(و) بہار شریعت جس میں مفتی با صرح رائج قول نقل کرنے کی پابندی۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا مفتی بقول کیوں نہیں نقل کیا گیا؟

(و) اور بہار شریعت والا قول رائج امام والا قول مرجوح ہے تو اس کی کیا دلیل ہے؟

سبحان اللہ قادری بلیا۔

الجواب

جو بہار شریعت میں ہے وہی صحیح تر اور درست ہے اور اسی پر عمل کرنا چاہئے۔ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے قول عاد لین اور دوسو سے تین سو تک دونوں ہی قول نقل کر کے ان پر تصحیح اور فتویٰ نقل کیا ہے اور فیملہ اس طرح فرمایا: "فقد اختلف التصحيح والفتوى و ضعف هذا القول في الحلية و تبعه البحر با نه اذا كان حكم الشرعي نزع الجميع فلا يختصار على عدد مخصص يتوقف على دليل سمعي يفيد و اين ذلك؟ بل الما ثور عن ابن عباس و ابن زبير خلا فہ حين افتيا بنزع الماء كله حين مات الزنجبي في بئر زمزم و كأن العشائخ انما اختاروا ما عن محمد اه لكن مروياتي ان مسائل الآبار مبنية على الآثار على أنهم قالوا: ان محمد افنى بما شاهد في آبار بغداد فانها كثيرة الماء و كذا ما روى عن الامام من نزع مائة في مثل آبار الكوفة لقلة ما فيها فيرجع الى القول الاول لأنه تقدير ممن له بصارة وخبرة بالماء في تلك النواحي لا لكونه لازماً في كل جهة۔ (شامی: ۱/۳۳۰)

دیکھئے کس طرح اس قول ثانی کے ضعف پر دلیل قائم فرما رہے ہیں کہ یہ حکم کنویں کے باب میں شریعت کا جو اصول ہے اس کے خلاف ہے خاص اسی جزئیہ میں صحابہ سے اس کے خلاف فتویٰ منقول ہے

پھر کس طرح امام مذہب امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی صرف سو ڈول پانی نکال دینے کا حکم دیا تو یہ کوئی اس وجہ سے نہیں تھا کہ خاص اسی عدد کا کوئی حکم ہے بلکہ امام کو کوفہ کے کنویں کا حکم معلوم تھا کہ اس میں عموماً سو ڈول پانی رہتا ہے اس لیے سو ڈول پانی نکالنے کا حکم دے دیا اور بغداد میں بنسبت کوفہ کے کچھ تراند یعنی دو سو ڈول یا تین سو ڈول ہوتا تھا اس لیے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا حکم دیا، پس در حقیقت یہاں کوئی نیا قول نہیں بلکہ اسی پہلے قول پر عمل ہے کہ نکالنا پورا پانی جائے گا۔ اگر کسی کنویں کا پانی رفتہ رفتہ نکالا گیا تب بھی کنواں پاک ہو گیا۔ شامی میں ہے: "ولا يشترط التوالى و هو المختار كما في البحر والقهستاني۔ (شامی: ۱/۳۲۸) واللہ تعالیٰ اعلم۔

عبد المنان اعظمی اشرفیہ مبارک پور ۲۱ جمادی الاخریٰ ۱۳۸۰ھ

الجواب صحیح عبدالعزیز عقیقی عنہ الجواب صحیح عبدالرؤف غفرلہ

(۲-۵) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

(۱) ایک قصبہ کی جامع مسجد میں ایک کنواں ہے جس کے باہر طرف اہل ہنود کا تصرف ہے اور اندر جانب مسلمان وضو و غسل کرتے ہیں۔ اہل ہنود بہت ہی بے احتیاطی سے نہاتے اور کپڑے دھوتے ہیں تمام تھیں کنویں میں پڑتی ہیں اور بعض بعض مسلمان بھی جنابت کا غسل کرتے ہیں ان کی تھیں بھی کنویں میں پڑتی ہیں، اس کے علاوہ چوہا وغیرہ گر کر مر جاتے ہیں پھول پھٹ جاتے ہیں کیا ایسی حالت میں کنواں کا پانی پاک ہے یا ناپاک؟ جو مسلمان اس سے وضو یا غسل کرتے ہیں ان کی نماز درست ہوتی ہے یا نہیں؟ اور امام مسجد بھی کنواں مذکورہ کا پانی پیتا ہے اس پانی سے وضو و غسل کرتا ہے کیا اس امام کے پیچھے نماز درست ہے؟ اس کے علاوہ قرب و جوار کے مسلمان آتے ہیں اور اس کنواں کے پانی سے وضو وغیرہ کرتے ہیں اس کا گناہ قصبہ کے مسلمانوں پر ہوگا یا نہیں؟

(۲) جو امام خیرات یا زکوٰۃ کھاتا ہے اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟

(۳) بالغ لڑکا جو کہ داڑھی منڈواتا ہے اور سر پر بال رکھے ہوئے ہے اور نماز کا بھی پابند نہیں کبھی کبھی کسی وقت کی نماز پڑھ لیتا ہے کیا ایسا شخص رمضان شریف کے مہینے میں فرض عشاء اور تراویح پڑھا سکتا ہے اس کے پیچھے فرض عشاء تراویح جائز ہے؟

(۴) مال دار اور صاحب نصاب کے لڑکے دینی مدرسہ میں پڑھتے ہیں اور حساب وغیرہ بھی پڑھتے ہیں اور سیکتے ہیں کیا ایسے مدرسہ میں زکوٰۃ وغیرہ دی جاسکتی ہے اور زکوٰۃ کی ہی رقم سے مولوی یا حافظ کی جو لڑکوں کو پڑھاتا ہے یا ماسٹر کی تنخواہ دی جاسکتی ہے اور چرم قربانی یا صدقہ فطریہ مدرسہ میں دیا جاسکتا

ہے یا نہیں؟ نقطہ احقر محمد امین متوطن قصبہ ڈاکخانہ رستہ ضلع بلیا۔ ۳۰ ستمبر ۱۳۵۹ھ

الجواب

جو لوگ کنویں پر جنابت کا غسل کرتے ہیں اگر ان کے کپڑے یا جسم پر نجاست حقیقہ لگنے کا یقین ہے تو کنویں میں ان کے جسم سے گرے ہوئے نجس پانی کے پڑنے سے ضرور کنواں نجس ہو جائے گا اور یہی حکم چوہے وغیرہ کا مرکب پھول پھٹ جانے کی صورت میں ہوگا امام مسجد اور اس کے علاوہ جو بھی اس کنویں سے وضو یا غسل کرے گا اس کی نماز نہ ہوگی۔ نہ اس کے پیچھے کسی اور کی۔ ہاں اگر مذکورہ بالا آدمیوں کے جسم سے نہایت باریک سوئی کی نوک کی مثل چھینٹیں پڑیں تو یہ معاف ہے۔ اور کنواں نجس نہ ہوگا اور اگر تنہا نے والوں کے جسم اور کپڑوں پر نجاست کا لگنا یقین سے نہ معلوم ہو تو پانی ناپاک نہ ہوگا کیونکہ صرف اس شے کی بنا پر کہ ہندوؤں کے جسم پر عموماً نجاست لگی رہتی ہے، پانی کی نجاست کا حکم نہیں دیا جاسکتا۔

شامی میں ہے: ”من شك فی اناءه وبدنه او جنته اصابتہ نجاسة او لا فهو طاهر ما لم يستيقن وكذلك الابار والحياض والحجاب الموضوعة فی الطرقات ليستقی منها الصغار والكبار والمسلمون والكفار۔ جس کے برتن یا بدن پر نجاست لگے ہونے کا شبہ ہو وہ پاک ہے شبہ سے نجس نہ ہوگا، یہی حال کنوؤں اور حوضوں اور سبیل کے ان گھروں کا ہے جس سے چھوٹے بڑے مسلمان اور کافر بھی پانی حاصل کر سکتے ہیں، اس سلسلہ میں زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ نہانے والوں کے جسم سے گرنے والا مستعمل پانی کنویں میں گرالیکن اس پانی سے جس میں مستعمل پانی مل گیا ہو اس وقت تک وضو غسل جائز ہے جب تک کہ مستعمل پانی مقدار میں غیر مستعمل پانی سے زائد نہ ہو جائے کہ سب مستعمل ہو کر وضو غسل کے لائق نہ رہے گا، لیکن یہ بات بالکل واضح ہے کہ کنویں کا پانی بہر حال تنہا نے والوں کی چھینٹوں سے بہت زیادہ ہے، اس لیے نہ تو وہ مستعمل ہوگا اور نہ اس سے وضو غسل منع ہوگا۔

درمختار میں ہے: ”یرفع الحدث بقاء مطلق لا بقاء مغلوب مستعمل بالاجزاء فان المطلق كثير من النصف جاز التطهير بالکل والا۔“ (درمختار: ۱/۲۸۹)

پھر جس شکل میں کنواں نجس ہوگا تو جب اس سے برابر پانی نکلتا رہا تو وہ کنواں کچھ دنوں کے بعد پاک ہو جائیگا جب کہ اس سے اس مقدار میں پانی نکل جائے جتنا کہ کنویں میں تھا کیونکہ نجاست کے بعد کنویں کا کل پانی یک بارگی نکالنا ضروری نہیں تھوڑا تھوڑا کر کے کئی بار میں بھی سب پانی نکال دیں تو کنواں پاک ہوگا۔ درمختار میں ہے: ”ولو نزع بعضه ثم زاد فی الغد نزع قدر الباقي فی

شامی میں ہے: ”هو مبني على أنه لا يشترط التوالی وهو المختار،“

(شامی: ۱/۳۲۸)

کنواں صاف کرنے میں مسلسل اور پے درپے نکالنا ضروری نہیں۔

اگر وہ امام صاحب نصاب نہیں ہے تو اس کا زکوٰۃ کھانا جائز ہے اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہوگی اور اگر وہ امام صاحب نصاب ہے اس کے باوجود علی الاعلان زکوٰۃ لیتا اور کھاتا ہے تو اس کے پیچھے نماز مکروہ ہوگی۔

علی الاعلان داڑھی منڈانے، حد شرع سے کم رکھنے اور نماز ترک کرنے والا فاسق ہے۔

درمختار میں: ”والسنة فيه القبضة ويحرم على الرجل قطعه۔“ (درمختار: ۲/۷)

مرد کو داڑھی کٹانا حرام ہے اور اس کی مسنون مقدار ایک مشت ہے۔

نیز درمختار میں ہے: ”وتار كهها عمدا محانة فاسق،“ نماز کو کبھی کبھی عمدا چھوڑنے والا بھی

فاسق ہے اور فاسق معطن کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی قابل اعادہ ہوگی۔

شامی میں ہے: ”مشى فی شرح العنية على ان كراهة تقديمه كراهة تحریم“

فاسق کو امام بنانا کراہت تحریمی ہے یہی شرح معنی میں ہے۔

۳۔ مدرسہ میں زکوٰۃ اور فطرہ کا مال خرچ کرنے کا اگر یہ مطلب ہے کہ مال سے دینی مدرسہ میں علم حاصل کرنے والے طالب علموں کو کھانا کپڑا دے کر انہیں اس کا مالک بنادیا جاتا ہے تو ایسے بالغ طالب علم اگرچہ خود مال دار ہوں زکوٰۃ لے سکتے ہیں۔

درمختار میں ہے: ”ان طالب العلم يجوز له أخذ الزکوۃ ولو غنيا اذا فرغ نفعه

لا فائدة العلم واستفادته لعجزه عن الكسب،“ (درمختار: ۳/۲۵۸)

اگر یہ مطلب ہے کہ اس روپیہ سے مدرسین کی تنخواہ یا مدرسہ کی تعمیر وغیرہ میں صرف کیا جاسکتا ہے

یا نہیں تو یہ ناجائز ہے، ہاں اگر زکوٰۃ کا مال کسی غریب کو دے دیا جائے اور وہ اپنی طرف سے مدرسہ میں

دے دے تو وہ رقم ضرور مدرسہ میں صرف کی جاسکتی ہے خواہ مدرسین کی تنخواہ دیں خواہ تعمیر میں صرف

کریں خواہ دیگر مصارف میں، یونہی چرم قربانی کو مدرسہ کے تمام مصارف میں خرچ کر سکتے ہیں۔ واللہ

تعالیٰ اعلم۔ عبد المنان اعظمی مبارکپور اعظم گڑھ اجمادی الآخرہ ۱۳۵۹ھ

(۲) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

(۱) ایک چھوٹا سا کنواں ہے جس سے ایک مردہ پھولا پھنسا سانپ نکالا گیا کس وقت گرا اور مرایا

مارا گیا معلوم نہیں اس صورت میں پانی کا کیا حکم ہے اور نادانی میں اس کنوئیں کے پانی سے جو کپڑا دھویا گیا اس کا کیا حکم ہے اور غسل بھی کیا اور نماز بھی ادا کی گئی تو کتنے وقت کی نماز کا اعادہ ہوگا؟

(۲) عورت حالت حیض اور مرد حالت ناپاکی میں بیعت ہو سکتے ہیں یا نہیں قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں عین کرم ہوگا۔

المستفتی: محمد واجد علی معلم دارالعلوم شمس العلوم گھوسی ضلع میوہی

الجواب

(۱) پانی کا سانپ اگر کنوئیں میں مرجائے یا مرا ہوا گر جائے اور پھول پھٹ جائے تو بھی پانی پاک ہے اس سے وضو غسل جائز مگر جب ریزہ ریزہ ہو کر اس کے اجزاء پانی میں مل جائیں تو اس کا پینا حرام ہے۔

”لان حية الماء لا تفسد الماء مطلقاً هكذا في رد المحتار: (۱/۱۲۴)

اور اگر خشکی کا سانپ جس میں خون سائل ہو کنوئیں میں ہی مرجائے پھول پھٹ جائے تو پانی نجس ہو جائے گا اور کنوئیں کا کل پانی نکالا جائے گا۔

اور ربی لاعلمی کی بات تو اس صورت میں جس وقت اس بات کی خبر ہوئی اس وقت سے ہی کنوئیں کے نجس ہونے کا حکم دیا جائے گا اسی پر فتویٰ دیا جاتا ہے۔

در مختار میں ہے ”وقال من وقت العلم فلا يلزمهم شيء قبله قبل وبه يفتي“

(در مختار: ۱/۳۳۶)

لہذا اس سے پہلے کی نمازوں کا اعادہ نہیں اور اگر اس سے پہلے بدن یا کپڑے میں پانی لگا ہے دھونے کی ضرورت نہیں ہاں اگر معلوم ہونے کے بعد وہ پانی بدن یا کپڑے میں لگا تو پاک کیا جائے گا یوں ہی معلوم ہونے کے بعد جو کھانا پکایا گیا وہ کتے کو کھلا دیں در مختار میں ہے ”وعجن به فيطعم الكلاب“
واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) مرد حالت ناپاکی اور عورت حالت حیض میں بیعت ہو سکتے ہیں یوں کہ جس پر غسل فرض ہے نہ وہ شخص نجس ہے نہ اسکی زبان۔ حدیث شریف میں ہے ”المؤمن لا ينحس“ یعنی اور حائض کی ناپاکی حکمی ہے اس طرح حالت ناپاکی میں قرآن مجید پڑھنے اور چھونے اور مسجد میں جانے کی ممانعت ہے اس کے علاوہ ذکر واذکار کی اجازت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ ابو الکلام شمس الجواب صحیح عبدالمنان اعظمی ۵ رجب المرجب ۱۴۱۶ھ

(۱۳-۷) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ان مسائل کے بارے میں کہ (۱) کنوئیں میں ایک بلی یا کتا گر کر مر گیا اور اس کا سر پھٹ بھی گیا ہے تو کنوئیں کو پاک کرنے کے لیے کتنا پانی نکالا جائے گا۔

(۲) مسجد میں کوئی مؤذن مقرر نہیں ہے داڑھی اور بغیر داڑھی والے مقتدی موجود ہوں تو اذان کے وقت بغیر داڑھی والا اذان دے گا؟ اور داڑھی والا اذان دینے جا رہا ہو یا وہ تقریباً روزانہ اذان دیتا ہو تو کیا اس وقت اس داڑھی والے کو ہٹا کر بے داڑھی والا اذان دے گا؟ اور داڑھی والے کی موجودگی میں بغیر داڑھی والے نے اذان یا تکبیر دے دی تو کیا داڑھی والا پھر سے دوبارہ اذان و تکبیر دے گا؟ کیا بغیر داڑھی والے کو مؤذن مقرر کیا جاسکتا ہے؟

نوٹ: بغیر داڑھی والا ریلوے سے ریٹائر ہے اور اس کے پینشن کے کانتدات میں تصویر بغیر داڑھی کے ہی ہے اگر وہ داڑھی رکھنا چاہتا ہے تو اسے کم از کم چھ سات ماہ پینشن کے لیے انتظار کرنا پڑے گا کیونکہ داڑھی بڑھ جانے کی وجہ سے دوسرا فوٹو لگانا پڑے گا اس طرح چھ سات ماہ لگ جائیں گے اس طرح پینشن کے بغیر گھر میں پریشانی ہو جائے گی داڑھی والا کہتا ہے کہ اذان و تکبیر دینے کا شرعاً حق دار میں ہوں مگر کسی وجہ سے وہ مسجد میں مستقل نہیں آتا۔

(۳) بدایوں شریف کے مدرسہ کے کچھ علماء اگرہ کی مسجد کے حجرے میں رمضان المبارک کے مہینے میں کچھ روز قیام کئے تھے روزانہ روزے کی حالت میں مسواک کے برش میں ٹوتھ پیسٹ لگا کر دانت صاف کیا کرتے تھے اس پر عوام اور مقتدی صاحبان نے اعتراض کیا تو ان علماء نے کہا کہ پانی اور دوسری مسواک کی بھی کوئی نہ کوئی لذت ہوتی ہے برائے مہربانی فرمائیں کہ وہ علماء کیسے ہوئے کیا ٹوتھ برش میں پیسٹ لگا کر مسواک کرنے سے روزہ برقرار رہے گا۔

(۴) ایک دیوبندی عالم مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کا یہ قول ”اگر فرضا دریں امت وغیرہ سے مبعوث می شد موافق فقہ حنفی عمل می کرد“ (ترجمہ) اگر بالفرض اس امت میں کوئی وغیرہ ہوتا تو فقہ حنفی پر عمل کرتا (مکتوبات دفتر اول صفحہ ۳۶۵ مکتوب نمبر ۲۸۲) لکھ کر یہ کہتا ہے کہ مولانا قاسم نانوتوی صاحب کی لکھی عبارتوں پر اعتراض کرنے سے پہلے حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ پر کرو اور قرآن شریف میں متعدد جگہوں پر فرضا اور بالفرض استعمال ہوتا ہے برائے مہربانی اس کی تحقیق فرمائیں دیوبندیوں کے اشرف علی تھانوی کی کتاب بہشتی زیور ہاتھ میں کوئی نجس چیز لگ گئی تھی اس کو کسی نے تین دفعہ زبان سے چاٹ لیا تو بھی پاک ہو جائے گا مگر چائنا منع ہے (بہشتی زیور حصہ ۲ صفحہ ۱۶) یہ کہا تو اس نے کہا کہ مولانا احمد رضا خاں

صاحب علیہ الرحمۃ نے بھی وہی بات اپنی کتاب احکام شریعت میں یوں لکھی ہے: نجاست لگی انگلی چاٹ کر پاک کرنا کسی سخت گندی ناپاک روح کا کام ہے اور اسے جائز جاننا شریعت پر افتراء اور الزام اور تحلیل حرام ہے اور قاطع اسلام ہے اور یہ کہنا محض جھوٹ ہے کہ منہ بھی پاک رہے گا، نجاست چاٹنے سے ناپاک ہو جائے گا اگرچہ بار بار وہ نجس ناپاک تھوک یہاں تک کہ ننگے سے اکثر نجاست منہ میں دھل کر سب پیٹ میں چلا جائے پاک ہو جائے گا مگر اس چاٹنے ننگے کو وہی جائز رکھے گا جو نجاست کھانے والا ہو۔

(احکام شریعت حصہ ۳ مسئلہ ۲۸)

ظاہراً تو اشرفی اور اعلیٰ حضرت دونوں نے منع لکھا ہے تو بہشتی زیور کی عبارت پر ہی کیوں اعتراض ہے اعلیٰ حضرت کی عبارت پہ کیوں نہیں، اس کی تحقیق فرمائیں۔

(۵) قبر پر اذان دینے کے ثبوت میں جب کچھ دیوبندیوں کے سامنے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کا لکھا ایک رسالہ دکھایا گیا تو انہوں نے کہا کہ یہ غلط ہے اور کہتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت نے غلط حوالے دیئے ہیں اور اس اذان کے منع ہونے کے مندرجہ ذیل حوالے دیئے گئے ہیں۔

(الف) علامہ شامی علیہ الرحمۃ نے منع فرمایا (شامی)

(ب) علامہ خیر الدین علیہ الرحمۃ نے حاشیہ بحر الرائق میں منع کیا ہے۔

(ج) توشیح شرح تنقیح محمود انگلی نے منع لکھا ہے۔

(د) تفہیم المسائل میں منع لکھا ہے۔

(۵) حضرت مولانا اسحاق صاحب محدث دیوبند علیہ الرحمۃ نے مایہ مسائل میں منع تحریر فرمایا ہے

اس بارے میں مدلل و مفصل جواب دے کر ممنون و مشکور فرمائیں عین کرم ہوگا۔

استغفرتی، عبد البیار اعظمی۔ مقام رپوری ڈیہہ پوسٹ پیورہ ضلع منو پوری

الجواب

(۱) کل پانی نکالا جائے گا (۲) وارثی منڈانے والا فاسق ہے اور فاسق کی اذان مکروہ قائل

اعادہ ہے اس کو دہرایا جائے، پیش کا عذر نا مقبول ہے۔

(۳) ٹوٹھ پاؤڈر یا ٹوٹھ پیسٹ اور منجن وغیرہ کا استعمال روزہ کی حالت میں علماء نے مکروہ لکھا

ہے علمائے بدایوں کی طرف آپ نے یہ بات منسوب کی وہ ہماری سمجھ میں نہیں آئی تو یہ البصار میں غلطی کو روزہ کی حالت میں چبانا مکروہ لکھا ہے۔ ہمارے نزدیک یہ ٹوٹھ پیسٹ ویسا ہی ہے، کراحت کا دار و مدار مزہ معلوم ہونے پر نہیں ہے بلکہ بلا ضرورت چکھنے اور چبانے پر ہے۔ اسی میں ہے ”و کسره ذوق مشہ“

و کذا مضغه بلا عذر“

(۴) خاتم النہین کے معنی اجماعی آخری نبی کے ہیں اور مولوی قاسم نانوتوی نے اس کا انکار کیا ہے چنانچہ ”تذویر الناس“ میں وہ خود لکھتے ہیں ”کہ عوام کے خیال میں تو رسول اللہ ﷺ کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیائے سابق کے بعد اور آپ سب میں آخری نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہے کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کوئی فضیلت نہیں“ اور اس بات کا تو کوئی انکار کر ہی نہیں سکتا کہ وہ اس بات کی تائید کرتے ہیں کہ ساتوں زمین میں خاتم النہین مانے جائیں تاکہ اثر بن عباس صحیح ہو اس لیے ان کا بالفرض لکھا ہی فرضی ہے۔

اس لیے قاسم نانوتوی دلی عبارت کو مجدد الف ثانی کی عبارت کے ہم معنی قرار دینا جہالت ہے حضرت مجدد صاحب جس بات کو محال مان رہے ہیں اس کی فرض کی تقدیر پر ایک حکم لگا رہے ہیں اور نانوتوی صاحب عہد رسالت میں دوسرے نبی کے وجود کو ممکن مان رہے ہیں تو قاسم صاحب کے دوجرم ہیں دوسرے نبی کے وجود کو ممکن ماننا اور خاتم النہین کے اجماعی معنی کا انکار کرنا۔

(۵) بہشتی زیور کے پرانے ایڈیشن میں ”مگر چائنا منع ہے“ نہیں تھا یہ اعتراض کے بعد اب بڑھا یا گیا ہے احکام شریعت میں جو مسئلہ مذکور ہے اس میں اسی مسئلہ کا بیان ہے کہ مسئلہ ناقص بیان کیا گیا۔

(۶) آپ نے جن کتابوں کا حوالہ دیا ہے ان میں سے دو کتابیں فتاویٰ کی ہیں بقیہ مولوی اسحاق دیوبند تو دیوبندی صاحبان کے پیشوا ہیں۔

میں علامہ شامی کی پوری عبارت جو اس موقع پر ہے نقل کر دیتا ہوں اس میں دیکھئے کہ علامہ کہاں رو فرماتے ہیں، عبارت یہ ہے ”فی حاشیة ”البحر“ للخیبر الرملی رأیت فی کتب الشافعیة انه قد یسن الاذان لغير الصلوة کما فی اذن المولود والمہوم والمصروع والغضبان ومن ساء خلقه من انسان او بهیمة وعند مزدحم الحیش وعند الحریق وقبل عند انزال المعیت فی القبر قیاساً علی اول خروجہ للدنیا لکن ردہ ابن حجر فی شرح العباب“ (شامی: ۴/۶۷)

علامہ شامی نے خیر الدین رملی کا وہی حاشیہ جس کو سوال میں ایک الگ حوالہ بنا کر لکھا ہے اپنے حاشیہ میں نقل کیا کہ شوافع کی کتاب میں فلاں فلاں جگہ نماز کے علاوہ بھی اذان دینے کو مستنون لکھا ہے ان میں میت کے قبر میں داخل کرتے وقت کو بھی شمار کیا ہے۔

اور یہ کہ ابن حجر شافعی نے اس کو رد کیا ہے اور اس میں نہ تو اپنا خیال ظاہر کیا ہے نہ خیر رملی رحمۃ اللہ کا اسی کو آپ کے دیوبندی صاحب کہتے ہیں کہ فلاں نے منع کیا فلاں نے منع کیا اور اعلیٰ حضرت تو اس

مسئلہ کا ثبوت احادیث کریمہ سے پیش کرتے ہیں آپ کی مرضی مانیں نہ مانیں آپ ان وہابی حضرات سے پوچھئے اعلیٰ حضرت نے کون کون سے حوالے غلط دیئے ہیں امید ہے کہ جب آپ ان سے ثبوت مانگیں گے تو ان کو سانپ مونگھ جائے گا اور کوئی جواب نہ بن پڑے گا اعلیٰ حضرت نے ساری حدیثوں کا حوالہ دیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ۲۶ محرم الحرام ۱۳۱۱ھ

(۱۳-۱۴) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسائل ذیل کے بارے میں کہ (۱) ایک کنواں ہے جس میں تین سال قبل ایک بچہ ڈوب کر مر گیا تھا اور اس کا پانی بھی نہیں نکالا گیا اور وہ کنواں بازار میں ہے اور اس کا انتظام نگر پالیکا کے ذمہ ہے اور عوام اس کنواں کے سلسلے میں کچھ نہیں کر سکتے اور اس کا پانی لوگ برابر استعمال کرتے ہیں ایسے پانی کا استعمال کرنے میں شریعت کا کیا حکم ہے۔ (۲) اور اسی طرح ایک کنواں جس میں تین سال قبل کسی بچے نے خنزیر کی نجاست ڈال دی تھی جس کی گہرائی (۷) فٹ ہے لوگ اس کا پانی برابر استعمال کر رہے ہیں لہذا اس پانی کے متعلق حکم شرع سے مطلع فرمائیں۔

المستفتی محمد سلیم منصوری کٹرہ مسجد

الجواب

جس کنویں میں بچہ گر کر مر جائے یا اس میں نجاست ڈال دی جائے اس کا پانی مسلمانوں کو استعمال کرنا حرام ہے ہاں اگر اس کا پانی اتنے دنوں تک نکھار ہا کہ جتنا پانی کنویں میں ہے نکل گیا ہو گا مثلاً (۷۰) فٹ گہرائی کے کنویں میں (۲۰) فٹ پانی ہو اور اب یہ گمان غالب ہو جائے کہ اس کنویں میں سے (۲۰) فٹ پانی نکل گیا ہو گا تو اگرچہ روزانہ تھوڑا تھوڑا پانی نکلنے کی وجہ سے دوسرا پانی بھی آ گیا ہو اب کنواں پاک ہو گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ ۱۵ صفر ۱۳۰۹ھ

جوٹھے کا بیان

(۱) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے کتے کا جوٹھا کیا ہوا نجس دودھ چائے میں ملا کر مسلمانوں کو پلا دیا دریاں حالیکہ زید اس بات کا خود شاہد ہے کہ مذکورہ دودھ کتے نے جوٹھا کیا تھا لہذا اجان بوجھ کر مذکورہ دودھ پلانے پر جو حکم شرع ہو مختصر تحریر فرمائیں۔ عین کرم ہوگا۔

المستفتی محمد سلیم انصاری محلہ کریم الدین پور گھوسی ۱۹۸۹/۲/۳ء

الجواب

کتے کا جوٹھانا پاک ہے۔ اس کا کھانا اور کھلانا دونوں حرام ہے۔ حدیث شریف میں ہے:

”اذا ولغ الكلب في اناء احدكم فليبهرقه“ (السنن لابن ماجہ: ۳۶۳)

کتا برتن میں منہ ڈالے تو اس کو بہا دو زید نے اس کو مسلمانوں کو کھلا کر حق اللہ اور حق عباد دونوں میں حق تلفی کر کے جرم کیا۔ اس کو اس حرکت سے توبہ کرنا چاہئے اور مسلمانوں سے معافی مانگنی چاہئے اور مسلمان ایسے شخص کے یہاں کھانے پینے سے اس وقت تک احتیاط کریں جب تک انہیں یہ اطمینان نہ ہو جائے کہ اب وہ ایسا نہ کرے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ ۲۶ جمادی الاولیٰ ۱۳۰۹ھ

کتاب الصلاۃ

ابواب	تعداد فتاویٰ	صفحہ نمبر ابواب	تعداد فتاویٰ	صفحہ نمبر
نماز کا بیان	۹	۱۰۱	۳	۱۰۵
اذان کا بیان	۸۹	۱۵۴	۱۲۹	۲۳۰
اقامت کا بیان	۵	۲۳۷	۲۵	۲۵۰
مسئلہ آئین	۲۶	۲۹۳	۱	۲۹۴
سجدہ کا بیان	۵	۲۹۶	۵	۲۹۹
جماعت کا بیان	۱۱	۳۰۸	۱۷۷	۳۰۱
امامت قاسم کا بیان	۲۲۶	۳۳۲	۱۵	۳۳۶
تہجد کا بیان	۵	۳۳۸	۴۰	۳۵۵
سجدہ سہو کا بیان	۱۰	۳۶۳	۳	۳۶۴
نماز مسافر کا بیان	۵	۳۶۸	۱۷	۳۷۹
دعا کا بیان	۱۲	۳۸۶	۳	۳۸۷
جمعہ کا بیان	۸۵	۵۵۰	۲	۵۵۱
عیدین کا بیان	۳۸	۵۶۳	۳۹	۵۹۰

نماز کا بیان

(۳۱) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

(۱) ہمارے یہاں مسجد کے پیش امام نے جمعہ کے روز دوران تقریر بے نمازیوں کے سلسلے میں

بولتے ہوئے یہ کہا کہ ”بے نمازی آدمی سور سے بھی بدتر ہے۔“

خط کشیدہ جملہ پر عوام میں سے جب کسی نے تفصیل چاہی تو امام مذکور نے کوئی حوالہ وغیرہ نہ دے

کر لیں ترقی و دلیل پیش کرتے ہوئے یہ کہا کہ بے نمازی آدمی کسی کے نزدیک سور سے بدتر ہو یا نہ ہو میرے

نزدیک ہے۔

چند جمعہ کے بعد رمضان شریف آیا تو امام مذکور نے اپنے قول کی حمایت کے لیے جمعہ کے روز

ایک محصل کو تقریر کرنے کے لیے کہا جب وہ تقریر کرنے لگا تو انہوں نے مزید اس پر روشنی ڈالتے ہوئے یہ

کہا کہ اگر اللہ تعالیٰ خنزیر سے بھی بدتر کوئی جانور پیدا کرتا تو ہم اس بدتر جانور سے بھی بے نمازی کو بدتر

مانتے ہیں۔ دلیل یہ پیش کیا کہ اگر طباق میں کھانا رکھا ہو اور خنزیر نے اس کھانے میں منہ لگا دیا تو آپ وہ

کھانا دوسری طرف سے کھا سکتے ہیں اگر آپ کا دل چاہے لیکن اگر کسی بے نمازی نے کھانا چھوڑ دیا تو وہ

کھانا آپ کے لیے حرام ہو جائے گا۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا اس طرح کی باتیں فقہاء کرام کے نزدیک درست ہیں؟ اگر

درست ہیں تو حوالہ سے مزین فرمائیں۔ اگر غیر درست ہیں تو اس صورت میں امام مذکور اور محصل کے لیے

کیا حکم ہے؟ جواب عنایت فرما کر ثواب دارین کے مستحق بنیں۔

(۲) بات بات پر سنی مسلمانوں کو کافر و مرتد کہنے والے، مقتدیوں کے ساتھ بدتمیزی سے بات

کرنے والے، فاتحہ وغیرہ کے لیے جب گھر پہ جانے کے لیے کہا جائے تو اپنی انا کی خاطر جھڑک دینے

والے، امام کی اقتدا میں مصلیوں کی اکثریت اگر نماز نہ پڑھے تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا ایسے امام کو

زبردستی مصلے پڑھنے رہنا چاہئے یا عزت کے ساتھ مصلی چھوڑ دینا چاہئے؟ اگر امام عزت کے ساتھ مصلی

نہ چھوڑے تو ایسے وقت میں مسجد کے ذمہ دار حضرات کی کیا ذمہ داری ہوتی ہے۔ قرآن و حدیث کی روشنی

میں مدلل و مبہر بن جواب عنایت فرمائیں۔

(۳) زید اور اس کی بیوی ہندہ کے درمیان کسی بات پر بکھرا ہو رہا تھا کہ زید نے کہا کہ اگر تم سچی

ہو تو قرآن پاک کو ہاتھ میں لے کر قسمیہ بیان دو۔ اس طرح جب زید نے ہندہ کے ہاتھ میں قرآن دیا تو

اس نے خوف کے مارے یا طیش میں آ کر قرآن کریم کو زمین پر گرادیا، بعد میں جب ہندہ سے قرآن کریم کے زمین پر گرادیے کے سلسلے میں پوچھا گیا تو وہ رونے لگی تو یہ کرنے لگی اور بتائی کہ مجھے ہوش ہی نہیں رہا کہ میں نے قرآن کریم گرادیا ہے۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا اس صورت حال میں ہندہ ایمان و نکاح سے خارج ہو جائے گی؟
زید اور ہندہ کا تہجد نکاح ضروری ہو جائے گا؟

(۴) غیر مسلم کی فیکٹریوں میں قرآن کریم کی تلاوت کے جائز اور ناجائز ہونے کے سلسلہ میں دو عالم خالد اور بکر بحث کر رہے تھے، خالد ناجائز ہونے پر دلیل پیش کر رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ کافر کی فیکٹری میں قرآن کریم کی تلاوت کرنا اس کو گناہ پر مدد کرتا ہے۔ اس لیے کہ جہاں قرآن کی تلاوت ہوتی ہے وہاں اللہ کی رحمت و نعمت نازل ہوتی ہے اس لیے یہ حرام ہے۔ جیسا کہ خداوند قدوس نے ارشاد فرمایا:

﴿وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ. وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ [المائدہ: ۲]

جب کہ بکر کا کہنا تھا کہ کافر کے یہاں قرآن کی تلاوت تبلیغ قرآن و اسلام کی نیت سے جائز اور درست ہے جیسا کہ مفتی احمد یار خاں علیہ الرحمہ 'مرآۃ المناجیح' جلد سوم باب اداب تلاوت ص ۱۷ میں حدیث: عن ابن عمر قال: نہی رسول اللہ ﷺ ان یسافر بالقرآن الی ارض العدو متفق علیہ کے تحت اخیر میں یہ تشریح کرتے ہوئے فرمایا: لہذا اب قرآن کریم کے پارسل کفار کے ملک میں بھیجنا یا خود کفار کے ہاتھ قرآن کریم کے فروخت کرنا یا کفار کے خط میں قرآنی آیت کا لکھنا یا اسے قرآن سنانا یہ سب جائز ہے کہ یہ تبلیغ ہے۔

رہا یہ کہ قرآن کریم کی تلاوت سے ان کے یہاں اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے اس وجہ سے قرآن کریم کی تلاوت ناجائز ہو جائے گی یہ کوئی نقلی یا عقلی بات نہیں، اس لیے متعدد قرآنی آیات و احادیث سے اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ اللہ کی رحمت عامہ سے کفار بلکہ ابو جہل، ابولہب، فرعون، وہامان جیسا کافر بھی مستفیض ہو رہا ہے۔

اس طرح کی علمی بحث کرتے ہوئے جب خالد سے کوئی جواب نہیں بنا تو اس نے جھنجھلا کر بکر سے کہا کہ تم مرتد ہو گئے، واضح ہو کہ یہ سب باتیں کلمے عام عوام کے بیچ ہو رہی تھیں۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ قرآن کریم کی تلاوت کفار کی فیکٹری میں جائز ہے یا ناجائز؟ بکر کو مرتد کہنے والا خالد کیا اپنے قول کی روشنی میں خود مرتد نہیں ہو گیا؟

اس مدت میں اس کی اقتدا میں پڑھی گئی نمازوں کا کیا حکم ہے؟ اگر وہ کسی مفتی کے دارالافتاء میں

خفیہ طریقے سے توبہ کر لیتا ہے تو کیا وہ توبہ عند الشرع مقبول ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں تفصیل کے ساتھ جواب مرحمت فرمائیں، کرم ہوگا۔

المستفتی: مولوی محمد ظلیل الرحمن قادری، محمد رحیم الدین مصباحی، نیاز احمد گلشن نگر گاندھی ولڈی عمر گاؤں ضلع بلیا بساڑ گجرات

الجواب

(۱) بلاشبہ نماز کو ترک کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔ قرآن عظیم اور احادیث کریمہ میں اس کی بہت برائی آئی ہے۔ ارشاد الہی ہے: ﴿فَوَيْلٌ لِلْمُصَلِّينَ الَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ﴾ [الماعون: ۵، ۴] تبائی ان نمازیوں کے لیے جو اپنی نماز بے خبری میں وقت گزار کر پڑھتے ہیں۔ ویل جہنم کی ایک وادی ہے جس کے مستحق نماز قضا کرنے والے ہیں، یہ نماز قضا کرنے والوں کے لیے ہے تو جو پڑھتے ہی نہیں ان پر کیا عذاب ہوگا؟

حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا جس کی نماز ترک ہو گئی گویا اس کے اہل و مال جاتے رہے، آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا: نماز چھوڑنے والے کا نام دوزخ کے دروازے پر لکھ دیا جاتا ہے، یہ بھی فرمایا جس نے نماز چھوڑی اس میں دین نہیں، آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا: اس کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں جس کا نماز میں کوئی حصہ نہیں اور آپ ﷺ نے فرمایا: نماز نہ پڑھنے والا قیامت کے دن قارون، فرعون، ہامان، اور ابی بن خلف کے ساتھ ہوگا۔ (بہار شریعت حصہ سوم بیان نماز)

ہم نے کئی کتابوں میں تلاش کیا مگر آپ کا نقل کیا ہوا خط کشیدہ جملہ ہم کو نہیں ملا۔ مگر نہ ملنا ممکن ہے ہماری تلاش کی کوتاہی سے ہو، مختلف امور میں اس قسم کے احکام قرآن وحدیث میں مذکور ہوئے مثلاً یہود کے بارے میں فرمایا گیا: ﴿مَثَلُ الَّذِينَ خُمِلُوا التَّوْرَةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوهَا كَمَثَلِ الْيَحْمَارِ يَمْشِي أَسْفَارًا يَسْأَلُ الْقَوْمَ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِ اللَّهِ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ﴾ [الجمعة: ۵] ان لوگوں کی مثال جنہوں نے تورات کی ذمہ داری لی پھر اس پر عمل نہیں کیا گدھے کی طرح ہے جو کتاہوں کا بوجھ لادے پھرے۔ ایک روایت میں جاہلوں کو کولہو کے نمل سے تشبیہ دی گئی ہے۔

نماز چھوڑنے والوں کے لیے یہی وبال کیا کم ہے کہ انہیں میدان قیامت میں قارون، فرعون اور ہامان کا ساتھی بنایا گیا۔ عہد صحابہ میں مسلمانوں کا ایک طبقہ نماز چھوڑنے والوں کو اسلام سے خارج سمجھتا تھا۔ تو اگر بے نمازی مسلمانوں کی اصلاح کے لیے امام صاحب نے ایک سخت جملہ کہہ دیا تو اس درجہ برافروختہ ہو گئے کہ ان کو امامت سے علیحدہ کرنے کا مسئلہ پوچھنے لگے اللہ کے بندو آپ کو شکر گزار ہوتا

چاہئے تھا کہ انہوں نے آپ کی جو جہرہ تو بیخ کی وہ آپ کی اصلاح کے لیے ہی کی۔

امام صاحب سے گزارش ہے کہ آپ قوم کے رہنما ہیں اور حکم یہ ہے کہ ”کلموا الناس علی قدر عقولہم“ لوگوں سے ان کی عقل کے دائرے میں بات کرو۔

فقہائے کرام فرماتے ہیں: من لم یعرف اهل زمانه فهو جاهل۔

جو اپنے زمانے کے لوگوں کی معرفت نہ رکھے سو جاہل ہے۔

حدیث شریف میں ہے: سباب المسلم فسوق وقتاله کفر۔

(المسند لاحمد بن حنبل: ۱/۳۸۵)

مسلمانوں کو گالی دینا فسق و گناہ ہے اور اس کے ناحق قتل کو حلال جاننا کفر ہے اور سوال کا خط کشیدہ جملہ ضرور گالی ہے۔ حدیث شریف میں ہے:

ان الله لا يحب الفاحش ولا المفتاحش۔ (اتحاف السادة المتقين: ۷/۴۷۱)

اللہ تبارک و تعالیٰ فحش گوئی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا، اور ایسا سخت اور کریمہ جملہ ضرور بد گوئی اور فحش کلامی ہے جسے آپ نے مسلمانوں کے حق میں کہا ہے۔ آپ نے جس طرح یہ غلط جملہ اختیار کیا اسی طرح منبر پر کھڑے ہو کر عام مسلمانوں سے معذرت کیجئے یہ حکم اس صورت میں ہے کہ ایک آدھ باریہ بات آپ کے منہ سے نکل گئی ہو۔

اور اگر بار بار اسی طرح علی الاعلان مسلمانوں کی تحقیر و تذلیل کرتے رہے ہوں تو آپ فاسق ہو گئے اور توبہ کئے بغیر آپ کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں اور ان کے اماموں دونوں کی ہدایت فرمائے اور انہیں توفیق خیر دے۔ آمین

محصل صاحب کا حال پیش امام سے بھی خراب ہے امام صاحب کے منہ سے تو جو بات نکلی اسے ثابت نہ کر سکے تو خاموش ہو گئے مگر محصل صاحب نے تو ان کی بگڑی بتانے کے لیے اپنی بگاڑی اور مسئلہ کو بالکل الٹا بیان کیا۔

ہدایہ میں ہے: سور الخنزیر نجس لانه نجس العین، (کتاب الطہارۃ: ۱/۴۵)

سور کا جو ٹھکانا پاک ہے، اس لیے کہ سور خالص نجاست ہے۔ اور آپ فرماتے ہیں کہ سور ایک طرف سے کھالے تو آپ دوسری طرف سے جی چاہے تو کھا سکتے ہیں۔ معلوم نہیں کہ انہیں ایسی اپٹوڈیٹ سور کہاں ملا جو اس بات کا لحاظ کرتا ہے کہ دوسری طرف سے آدمی کو کھانا ہے، معاذ اللہ۔ اور ایک مسلمان کے جو ٹھکے کو دوسرے مسلمان کے لیے حرام قرار دیا جب کہ حدیث شریف میں ہے کہ

سور المؤمن شفاء۔

مومن کا جو ٹھکانا شفا ہے۔

مگر ان سے آپ کو کیا لینا دینا ہے۔ اگر امام صاحب سنبھل جاتے ہیں تو آپ لوگ ان سے صلح کر لیجئے مگر ان سے قبل اپنی اصلاح کیجئے کہ سب حضرات بیخ وقت نماز پڑھنے لگیں۔ اللہم اهد قومی فانہم لا یعلمون، ممکن ہے کہ امام صاحب یہ خیال کریں کہ بے نمازی تو فاسق ہیں اور فاسقوں کی برائی کرنا جائز ہے۔ تو گزارش ہے کہ صرف اسی برائی کا تذکرہ جائز ہے جو اس میں ہے۔ جیسے ہم نے اوپر احادیث سے بے نمازیوں کی وعیدیں سنائیں ہیں یہ نہیں کہ آپ ان کو گالی دیں اور جو برائی ان میں نہیں وہ بھی ان پر تھوپیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ جو کسی کی برائی بیان کرنا چاہتا ہے تو نہ اس پر افترا کرے، نہ اس کے والدین کو گالی دے، نہ اس کی قوم کو گالی دے۔ ہاں اگر اس میں ایسی بات ہے جو اسے معلوم ہے تو مٹائیوں کہے تو بخیل ہے، یا تو بزدل ہے، یا تو بہت جھوٹا ہے، یا بہت سونے والا ہے وغیرہ، یہ نہیں کہ جو بات اس میں نہیں وہ بھی کہیں۔ آپ نے اسے سور سے ذلیل کہا تو مطالبہ پر کسی کتاب کا حوالہ کیوں نہیں دیا کہ دیکھو اس میں یہ لکھا ہے۔

(۲) اس سوال کا جواب پہلے نمبر سے ظاہر ہے۔

(۳) بلاشبہ قرآن شریف کو توہین کفر ہے اور قرآن عظیم کو زمین پر پھینکنا اس کی توہین ہے، لیکن عورت اگر اپنے بیان میں ہے کہ غصہ میں مجھے ہوش ہی نہیں کہ میں کیا کر رہی ہوں تو اس پر کفر کا فتویٰ نہیں پھر بھی اس کو اپنے اس پاگل پن کے لیے اللہ تعالیٰ سے توبہ و استغفار کرنا چاہئے اور کلمہ پڑھنا چاہئے اور قرآن سے اپنے ایمان اور عقیدت کا اظہار کرنا چاہئے اور احتیاطاً اپنے شوہر سے نکاح کی تجدید بھی کر لینی چاہئے۔

تجدید نکاح کوئی بڑا اہم مسئلہ نہیں میاں بیوی صرف دودین دار عاقل بالغ مسلمانوں کے سامنے یہ بھی ضروری نہیں کہ وہ دو مسلمان باہر کے ہی ہوں مگر کے اندر کے ہی ہوں اپنے خاص عزیز و اقارب ہوں باپ بھائی بیٹے ہیں ہوں تب بھی کام چل جائے گا تو ان کے سامنے عورت اپنے شوہر سے توبہ و استغفار کے بعد کہے کہ میں نے اپنے کو تھارے نکاح میں ڈھائی سو روپے مہر کے بدلے میں دیا، شوہر کہے میں نے قبول کیا، نکاح ہو گیا اور سارے شک و شبہ ختم ہو گئے تو اتنا کر لینے میں کیا حرج ہے۔

(۴) غیر مسلموں کے یہاں قرآن شریف پڑھنے کے کئی مواقع پیدا ہو گئے ہیں۔

(۱) کوئی بڑا ہندو لیڈر مرجاتا ہے تو بہت سے کلمہ گو اس کے لیے قرآن خوانی کرتے ہیں اور آتما کی شانتی کے لیے الیشور سے پرارتھنا کرتے ہیں چونکہ غیر مسلم اہل مغفرت اور اہل ثواب نہیں، اس لیے ان

کے ایصال ثواب کے لیے ان کے گھر جانے یا کسی دوسری بھی جگہ سے قرآن شریف پڑھنا جائز نہیں۔

﴿سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ أَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ أَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ لَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ﴾ [المنافقون: ۶]

﴿مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أُولَىٰ قُرْبَىٰ مِنْ بَعْدِ مَا بُيِّنَ لَهُمْ أَنَّهُمْ أَصْحَابُ الْحَجِيمِ﴾ [الثوبة: ۱۱۳]

آپ ان کے لیے استغفار کریں یا نہ کریں اللہ تعالیٰ انہیں بخشے گا نہیں اللہ تعالیٰ فاسقوں کو ہدایت نہیں کرتا، نبی اور مومنوں کو غیر مسلموں اور مشرکوں کے لیے دعا مغفرت نہیں کرنی چاہئے اگرچہ وہ ان کے رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں جب کہ یہ واضح ہو چکا کہ وہ اصحاب مغفرت سے نہیں۔

(۲) دوسری صورت یہ ہے کہ وہ اپنی کسی جسمانی بیماری یا آسیبی تکلیف میں آپ سے دعا و تعویذ کا طالب ہو تو ان کو آیات قرآنی کا تعویذ دینا منع ہے اور تعویذ دیا جائے تو قرآن وحدیث کے الفاظ نہیں بلکہ ان کے عدد کا تعویذ دیا جائے اور جھاڑ پھونک کے لیے مسلمانوں کو بلایا جائے تو ایسی صورت میں نہ جائے کہ وہاں غیر مسلم جھاڑ پھونک کرنے والے ہوں کہ انہوں نے اپنا کوئی مشرک نہ قول یا فعل کیا جو ان کے مذہب میں ہو غیر خدا کی پوجا پاٹ کی اور آپ وہاں خاموش بیٹھے تو آپ کفر و شرک پر راضی ہیں اور آپ نے منع کیا اور اٹھ کر چلے آئے کہ ایسی صورت میں اسی بات کا حکم ہے قرآن شریف میں ہے:

﴿وَمَا يُنْبِتُ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدُوا بَعْدَ الذِّكْرِ مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ﴾ [الانعام: ۶۸]

یا دانے پر ظالم قوم کے ساتھ نہ بیٹھو۔

تو اس زمانے میں یہ اختلاف اور فساد کا سبب ہوگا تو ایسے موقع پر نہ جانا ہی ضروری ہے اور تھا آپ کو ہی بلایا جائے تو نہ جانے میں کوئی حرج نہیں کہ بسا اوقات یہی مناسب اور بہتر ہوتا ہے اور جائیں اور قرآن وہاں پڑھنا پڑے تو نیت وہی ہونی چاہئے جس کا ذکر بکرنے کیا کہ اللہ تعالیٰ اسے سن کر انہیں ہدایت و اسلام کی توفیق دے۔

امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: میں نصرانی کو فقہ اور قرآن سکھاؤں گا شاید کہ وہ ہدایت پا جائے۔ تو ایسی صورت میں جو جانے سے پرہیز کرے اس پر بھی کوئی اعتراض نہیں اور جو نیت خیر سے قرآن سنائے اس پر بھی کوئی اعتراض نہیں۔

(۳) صورت یہ ہے کہ کسی عمارت کا افتتاح یا کسی کارخانے کا ادھائن ہو اور اس موقع سے بلایا جائے تو جانے سے پہلے یہ دیکھ لینا چاہئے وہاں کون سی پلٹ فارم تو نہیں جہاں ہر نمازگاہ کو اپنی اپنی پوجا

پاٹ، جنتر منتر اور قرأت و تلاوت کرنے کی چھوٹ ہے تو ایسی جگہ جانا ہی ناجائز و حرام ہے کہ خاموش سنتے اور دیکھتے رہے تو الساکت من الحق شیطان اخرس کا حکم لاگو ہوگا کہ حق کے خلاف ہوتے دیکھ کر حق سے چپ رہنا شیطان اخرس ہے اور کچھ بولے یا منع کیا تو فتنہ و فساد کا اندیشہ ہے تو ایسی جگہ نہ جانے کا ہی حکم ہے اور صرف آپ کو ہی بلایا گیا ہو تو اسی نیت خیر سے جاسکتے ہیں۔

پھر صورت مسئلہ میں یہ بات بھی قابل لحاظ ہے کہ کارخانہ فیکٹری کسی جائز کام کے لیے ہو حرام سازی کی نہ ہو جیسے شراب یا الکھول کی فیکٹری عورتوں کے لیے آرائش کے حرام ساز و سامان کی فیکٹری جس میں سنا جاتا ہے کہ کسی میں سور کی چربی ملائی جاتی ہے اور بالخصوص ایسے لوگوں کے کارخانوں میں جن کے یہاں حلال و حرام جائز و ناجائز پاک و ناپاک کسی چیز کی کوئی تمیز نہیں اس لیے آج کل کے بگڑے ہوئے ماحول میں ہم اور آپ کے جیسے عام مسلمانوں کے لیے خالہ کا محتاط رویہ ہی وقت کی بات ولائق عمل ہے اور بکرنے جو ڈھیل دی ہے وہ علمائے راسخین اگر کریں تو وہ موقع محل کا صحیح امتیاز کر سکتے ہیں۔ آپ نے بکری جن باتوں کو عالمانہ کہا ہے ہمارے نزدیک جاہلانہ باتیں ہیں۔ جب ان سارے مسائل اور جزئیات کے متعلق احکام کتب فقہ میں موجود ہیں تو ہم کو ان کے دلائل سے کیا بحث۔ مقلد کا کام اپنے امام کے قول پر عمل کرنا ہے مسئلہ کی دلیل تلاش کرنا نہیں۔ بکرنے ابو جہل، ابولہب، فرعون، وہابان کو اللہ تعالیٰ کی رحمت عامہ سے فائدہ اٹھانے والا بتایا۔ آپ بتائیے ان میں سے کسی نے قرآن یا توریت سے بھی فائدہ اٹھایا تو قرآن کو ان عام و عام انعامات الہیہ سے شمار کرنا جس سے کافر و مسلم سب فائدہ اٹھاتے ہیں کہاں کی دانشمندی ہے۔ قرآن تو صاف صاف فرماتا ہے:

﴿هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ﴾ [البقرة: ۲]

﴿وَنُفِّلَ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ﴾ [الاسراء: ۸۲]

اور آپ اسے رحمت عام قرار دے رہے ہیں۔

خالہ نے بھی جھنجھلا کر بکرو کو جو مرتد کہا، جہالت کو ارتداد کہا بھی جہالت اور غلط ہے۔ انہیں بکرو معافی مانگنی چاہئے اور اپنی اس حرکت سے توبہ کرنی چاہئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ضلع مٹوا ۱۵/۱۰/۱۴۱۸ھ

(۵) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ

قصبہ اداری مٹو میں سینوں کی قدیم عیدگاہیں ہیں ایک جانب اتر ایک جانب دکن، ماضی میں جانب اتر عیدگاہ پر عید الفطر کی نماز سنی پڑھتے تھے اور جانب دکن عید الفطر کی نماز دیوبندی خیال کے لوگ

پڑھتے تھے اور عید الاضحیٰ کی نماز اس کے برعکس دونوں فرقے الگ الگ پڑھتے تھے، کچھ عرصہ سے دیوبندی خیال کے لوگوں نے اپنی عید گاہ الگ بنائی، اب ایسی صورت میں عید الفطر کی نماز جب سنی لوگ جانب اتر پڑھتے تھے تو دکن کی عید گاہ خالی رہتی تھی اور عید الاضحیٰ کی نماز جانب دکن کی عید گاہ میں پڑھتے تھے تو جانب اتر والی عید گاہ خالی پڑی رہتی تھی، ادھر کچھ لوگوں کا کہنا یہ ہے کہ جس طرح سنی اور دیوبندی پھیر بدل کر کے نماز پڑھتے تھے اسی طرح یہ دونوں سنی حضرات پھیر بدل کر کے نماز ادا کریں تاکہ سابقہ روایات باقی رہے، لیکن کچھ سنی لوگوں کا خیال ہے کہ روایات کی شریعت کے یہاں کوئی حقیقت نہیں اس لیے جو جہاں عید الفطر کی نماز پڑھے عید الاضحیٰ کی بھی نماز مستقل پڑھے ایسی صورت میں شریعت کا کیا حکم ہے اور افضل کیا ہے۔

امستفتی محمد انصاری اعظمی ادوری شریف مٹو

الجواب

جب دونوں ہی عید گاہیں قدیم ہیں اور جگہ کی تنگی بھی تو دونوں ہی عید گاہوں کی آبادی مسلمانوں پر ضروری ہے، پھیر بدل کر نا شرعا کچھ ضروری نہیں، کوئی وقتی مصلحت ہو تو اور بات ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مٹو

(۶) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

کیا باپ کی نماز قضاء عمری کے حق میں صاحب قرابت بیٹا اپنی نماز فرض کو اپنی طرف سے باپ کے حق میں بخش دیتا ہے تو کیا یہ بخشا درست ہوگا یا نہیں؟ اگر ہوتا ہو تو کیا بیٹے کے حق میں بھی یہ نمازوں کا ثواب بدستور باقی رہے گا یا خالی ہو جائے گا؟

الجواب

اپنی نمازوں کا ثواب والد کو بخشا تو اولاد کو بھی ثواب ملے گا اور والد کو بھی لیکن یہ خیال کہ باپ کے قدم سے قضا نمازوں کا بوجھ اتر گیا غلط ہے، وہ بوجھ تو باقی رہے گا۔

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مٹو

(۷) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

باپ کی پہلی عورت کا بیٹا باپ کی ثانی عورت سے سخت نفرت کے ساتھ پیش آتا ہے، وجہ صرف یہ ہے کہ وہ سگی ماں نہیں ہے اور وہ باپ کے سمجھانے سے بھی نہیں مانتا، ایسے نا فرمان بیٹے سے شرعا باپ کا کیا سلوک ہونا چاہئے۔

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مٹو

الجواب

لڑکا نا فرمان اور گنہگار ہے، دوسری ماں اور باپ دونوں کو لڑکے کے ساتھ ایسا سلوک کرنا چاہئے کہ آہستہ آہستہ نفرت اس کے دل سے نکل جائے، صرف سمجھانے پر ہی موقوف نہ رکھیں۔

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مٹو

(۸) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

نماز ظہر، مغرب، عشاء کے بعد پڑھے جانے والے نفلوں میں اور عام نفلوں میں کیا فرق ہے، اور یہ تینوں نمازوں کے بعد والے نفلوں کو کسی وجہ سے ترک کر دینے سے کیا ہے؟

الجواب

مذکورہ نمازوں کے بعد پڑھے جانے والے نوافل کا حکم یہ ہے کہ پڑھے گا تو مستحق ثواب ہوگا اور نہ پڑھنے پر عذاب و عتاب نہیں، یہی حکم دوسرے نوافل کا بھی ہے۔

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مٹو

(۹) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

امام نے آیات طیبہ میں لفظ غلط پڑھا تو اس کی اقتدا ملی نماز کیا ہوگی اگر صحیح نہ ہوگی تو کیا دہرانا پڑے گی۔

الجواب

اگر ایسی غلطی ہے کہ نماز فاسد ہو جائے تو ضرور دہرانا ہوگی ورنہ نہیں۔

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مٹو

نماز کے وقتوں کا بیان

(۱) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے شرع متین ان مسائل کے بارے میں کہ

”فتاویٰ امجدیہ“ جلد اول صفحہ ۴ پر صدر الشریعہ حضرت علامہ امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں ”بعد شفق ایضاً وقت عشاء شروع ہوتا ہے اور طلوع فجر تک رہتا ہے مگر بعد نصف شب مکروہ ہے“ اور کتاب مؤذن الاوقات صفحہ ۴ پر ملک العلماء علامہ ظفر الدین بہاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: انتہائے مغرب ابتدائے وقت عشاء ہے اس وقت سے لے کر طلوع فجر تک نماز عشاء درست ہے۔ مگر تہائی رات سے زیادہ پسندیدہ نہیں۔ دریاقت طلب امر یہ ہے کہ نماز عشاء کا مکروہ وقت کب سے شروع ہوتا ہے، تہائی

رات کے بعد یا نصف رات کے بعد، اب تہائی رات کے بعد ہی وقت مکروہ آجاتا ہے تو حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ کا قول ”بعد نصف شب مکروہ ہے“ کیا مطلب ہوگا، اگر نصف شب کے بعد مکروہ وقت آجاتا ہے تو حضرت ملک العلماء علامہ ظفر الدین بہاری علیہ الرحمۃ کا قول تہائی رات سے زیادہ پسندیدہ نہیں کا کیا مطلب ہوگا، زید کا قول یہ ہے کہ فقہاء کے قول نماز عشاء نصف شب مکروہ ہے اس میں مکروہ کی قید صرف قیام جماعت عشاء کے لیے ہے تاکہ جماعت قلیل نہ ہو اگر کوئی شخص تنہا نماز عشاء ادا کرے تو اس کے لیے نصف شب کے بعد بھی نماز عشاء مکروہ نہیں بلکہ اس کے لیے طلوع فجر تک کوئی بھی وقت مکروہ نہیں، زید اپنے قول کی تائید میں فقہ کی عبارت پیش کرتا ہے۔ ”تأخیر عشاء الی ثلث اللیل فان أخرها الی ما زاد علی النصف کرہ لتقلیل جماعة“ (تنویر الابصار در مختار: ۲۵/۲) دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید کا یہ قول شرعاً کیسا ہے۔ المستفتی، ڈاکٹر عبد الوحید رضوی ملتھ ریٹن مین روڈ آزادنگر۔ جشید پور

الجواب

بہار شریعت حصہ سوم ص ۲۰ میں بحر اور در مختار کے حوالے سے ہے ”عشاء میں تہائی رات تک تاخیر مستحب ہے آدھی رات تک تاخیر مباح“ یعنی جب کہ آدھی رات ہونے کے پہلے فرض پڑھ چکے اور اتنی تاخیر کی رات ڈھل گئی مکروہ ہے کہ باعث تقلیل جماعت ہے، اتنی عبارت سے فتاویٰ امجدیہ اور مؤذن الاوقات کا ظاہری تعارض دفع ہو گیا کہ فتاویٰ امجدیہ میں مکروہ وقت کی تعیین کی گئی ہے مؤذن الاوقات میں مباح وقت کو بتایا گیا ہے اور بہار شریعت میں ہر سہ اوقات کی تفصیل ہے۔

زید صاحب نے یہ بات اپنی طرف سے نہیں کہی ہے۔ شامی میں ہے ”یفیدان المصلی فی بیتہ یؤخرھا لعدم الجماعة فی حقہ تأمل ”رملی“ ای لو أخرھا لا یکرہ“ (شامی: ۲۵/۲) مگر واضح ہو کہ یہ ان لوگوں کے لیے نہیں ہے جو بلا عذر شرعی جماعت ترک کرتے ہیں کہ ایسے لوگ ترک جماعت کر کے مرتکب گناہ ہو چکے واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مؤرخہ ۱۴۱۵ھ

(۲) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ عصر کا وقت کب سے شروع ہوتا ہے، وقت عصر کے شروع ہونے کی شناخت کیا ہے، جواب دے کر مشکور فرمائیں۔

مولانا رضوی

الجواب

خفی مسلک میں سایہ اصلی کے علاوہ جب ہر چیز کا سایہ دوگنا ہو جائے تو عصر کا وقت شروع

ہو جاتا ہے، اس کے پیچھے نئے کا طریقہ یہ ہے کہ کسی برابر زمین پر جہاں دھوپ پڑتی ہو، بالشت دو بالشت کی ایک لکڑی گاڑ دیں بالکل سیدھی، آج کل دیکھنا ہوتا ایک بارہ (۱۲) بج کر پانچ منٹ پر اس لکڑی کا سایہ دیکھیں جہاں تک سایہ پہنچے یہ سایہ اصلی ہوا، زمین پر وہیں نشانی لگا دیں اور پھر اس لکڑی کے سایہ کو دیکھتے رہیں، بڑھتے بڑھتے جب سایہ اصلی کے علاوہ اس لکڑی کا سایہ دوگنا ہو جائے تب عصر کا وقت ہو جاتا ہے، اس مہینہ میں گھڑی سے اس کا حساب مندرجہ ذیل ہے:

۳۱ مارچ کو ۴ بجکر ۲۵ منٹ پر، ۳۱ مارچ کو ۴ بجکر ۳۳ منٹ پر، یہ مبارک پور کا وقت ہوا۔ بلیا میں

اس سے دو تین منٹ پہلے ہی ٹائم ہو جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ضلع منٹو ۲۳ شوال ۱۴۱۵ھ

(۳) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

یہاں عرصہ دراز سے قریب چھ گاؤں کے لوگ نہات ہی اتحاد و اتفاق سے عیدین کی نماز ادا کرتے چلے آ رہے تھے۔ (یہاں تک کہ ڈھائی کلومیٹر کی دوری تک کی مسافت طے کر کے آتے تھے) حسب سابق اس سال بھی ہر سال کی طرح عید انجی کی نماز کیلئے ساڑھے سات بجے کا اعلان ہوا تھا، شور و ہنگامہ کے درمیان پندرہ منٹ تک انتظار کیا گیا چونکہ کچھ لوگ کہہ رہے تھے کہ اعلان ہو گیا ہے پڑھائیے اور کچھ لوگ کہہ رہے تھے کہ انتظار کے بعد پڑھائیے، ایسا ہوتا چلا آ رہا ہے تاہم اس جرح و فہج کے بعد ٹھیک پونے آٹھ بجے نماز شروع ہوئی بعد نماز فوراً بقیہ لوگ آ گئے، چونکہ ہر گاؤں کے لوگ کچھ نہ کچھ بچے تھے جن کی مجموعی تعداد تقریباً ساٹھ کے قریب تھی، بعد خطبہ ایسا معلوم ہوا تھا کہ فساد ہو جائے گا۔

ظاہر ہے کہ جن لوگوں کی نماز ترک ہو گئی وہ نفسانی طور پر فی الفور تشدد پر آمادہ ہو گئے، بہر کیف مصلحت خداوندی کہنے کے فساد رفع ہو گیا اور فوراً مصلحتی جھگڑا دفع کرنے کے لیے زید سے نماز پڑھوادی گئی (اسی عید گاہ میں) چونکہ زید بطور مقتدی عید انجی کی نماز پڑھ چکے تھے۔ جملہ معترضہ کے طور پر یہ واقعہ عرض کروں کہ ماضی میں عیدین کی نماز کے لیے وقت کا اعلان ہوتا رہا۔ مگر ہمیشہ اعلان کے بعد آدھا گھنٹہ یہاں تک کہ ڈھائی گھنٹہ کے بعد تک نماز ہوتی رہی ہے بہر کیف اس سال یہ واقعہ رونما ہوا۔ سوال از روئے شرع یہ ہے کہ بقیہ لوگوں کی عید انجی کی نماز زید سے امامت کرا دی گئی۔ نماز ہوئی یا نہیں؟ یا نماز ہونے کے لیے دوسری صورت کیا تھی؟

دوسری بات یہ ہے کہ اگر انتظار کے بعد سب کو لے کر نماز ادا کی جاتی تو شریعت میں کیا قباحت لازم آتی نماز ہونے اور نہ ہونے میں شریعت کی کیا خلاف ورزی ہوئی۔ جو ناقابل تلافی ہو۔

لہذا حضور عالی سے مؤدبانہ گزارش ہے کہ جتنی شق ہو سکتی ہیں۔ از روئے فقہ نص قطعی توفیح فرمائیں۔ فقط والسلام۔ المستفتی محمد نعیم الحق مصباحی نوری، مدرسہ نگلشن رضا قادریہ گھر مراد علیا

الجواب

حضور ﷺ سے ایسا تو مروی ہے کہ جماعت قائم کرنے میں حاضرین کی قلت اور کثرت کا خیال کرتے۔ سألنا جابر بن عبد اللہ عن صلوة النبی ﷺ۔ فقال کان النبی ﷺ یصلی الظهر بالهاجرة والعصر والشمس حية والعرب اذا وجبت والعشاء اذا کثر الناس عجل واذا قلوا آخر۔ (بخاری شریف جلد اول ص ۸۰)

ہم نے حضرت جابر بن عبد اللہ سے سوال کیا کہ حضور ﷺ کیسے نماز پڑھتے تھے۔ تو انہوں نے کہا کہ ظہر دو پہر میں پڑھتے تھے اور آفتاب میں چمک رہی تب عصر پڑھتے۔ مغرب سورج ڈوبتے ہی پڑھ لیتے اور عشاء میں اگر اکثر لوگ جلد آجاتے تو جلد نماز پڑھا دیتے اور کم آتے تو مؤخر کر کے نماز پڑھاتے۔ امام صاحب نے بھی اگر تھوڑی دیر اور انتظار کر لیا ہوتا تو اچھا ہوتا۔

لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ تاخیر کرنے والے اس رعایت کو اپنا حق سمجھیں اور اپنی کوتاہی کی سزا امام کو دیں یا فتنہ فساد کریں، وقت مقرر ہو جانے کے بعد تاخیر سے آنوالا خود قصور وار ہے۔ صحابہ کرام کے عہد مبارک میں تاخیر کرنے والوں سے باز پرس ہوتی تھی کہ کیوں دیر کی نہ کالے تاخیر کرنے والے ہی امام سے مواخذہ کرتے کہ آپ نے ہمارا انتظار کیوں نہ کیا۔

حدیث شریف میں ہے: ان عمر بن الخطاب بینما هو یخطب یوم الجمعة اذ دخل رجل فقال عمر بن الخطاب لم تحتبسون عن الصلوة فقال الرجل ما هو الا ان سمعت النداء فتوضأت۔ (بخاری شریف جلد اول ص ۱۲۱)

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جمعہ کا خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ ایک آدمی مسجد میں آیا آپ نے فرمایا نماز میں کیوں تاخیر کرتے ہو تو آنے والے نے معذرت کی کہ اذان سن کر صرف وضو کیا ہے اور چلا آیا ہوں۔

الغرض جن لوگوں نے خود تو نماز کے لیے آنے میں دیر کی اور بعد میں آکر فساد مچایا، بہت غلط کیا اور ید چونکہ امام کے ساتھ نماز پڑھ چکا تھا اس لیے ان کی نماز بھی اس کے پیچھے نہ ہوئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی متوہ محرم الحرام ۱۴۱۳ھ

اذان کا بیان

(۱) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ

زید کہتا ہے کہ ہمارے پاپ دادا کے زمانے سے مسجد کے اندر اذان ہوتی ہے اب اذان یاہر کیوں ہو، کیا اس زمانے میں عالم نہیں تھے، لہذا مسجد کے اندر ہی اذان ہوگی؟ بکر کہتا ہے کہ مسجد کے اندر اذان ہونا جائز نہیں لہذا اذان باہر ہوگی۔ صحیح کیا ہے شریعت محمدی میں۔ اس کے مفصل جواب کا طالب ہوں۔ مہربانی کر کے جلد از جلد جواب دیں تاکہ آپس کی لڑائی ختم ہو۔ عین کرم ہوگا۔ فقط سید عطاء الرحمن لائق پارہ ہوڑہ

الجواب

صحیح اور شرعی حکم یہی ہے کہ اذان مسجد کے باہر ہو، مسجد کے اندر اذان کو فقہ کی کتابوں میں مکروہ لکھا ہے، پہلے زمانہ میں علماء ضرور تھے، انہوں نے یہ مسئلہ کیوں نہیں بتایا، یہ ان علماء کی ذمہ داری ہے ان گزرے ہوئے علماء کے بارے میں آج کوئی کیا بتا سکتا ہے، اور یہ بات بالکل غلط ہے کہ کیا اس زمانہ میں عالم نہیں تھے پہلے زمانہ میں عالم تھے اور اس وقت بہت سی غلط اور ناجائز باتیں بھی رائج تھیں تو کیا سب کو جائز کہا جائے گا، باقی جو لوگ لاعلم ہیں ان کو مسئلہ شرعی بتایا جائے اور اس کے لیے کوئی لڑائی جھگڑے اور فتنہ و فساد کی نوبت نہ آئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ ۹ رثوال ۱۴۰۶ھ

(۲-۳) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

(۱) خطبہ کی اذان مسجد کے اندر منبر کے سامنے دینا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) اور قبر پر اذان دینا (مردہ کو دفن کرنے کے بعد) کیا یہ قرآن وحدیث سے ثابت ہے

؟ مذکورہ بالا دونوں مسئلوں کا جواب مدلل مفصل عنایت فرمائیں۔ بیٹو اتو جروا

محمد حدیث عالم رضوی، مقام دلائی پوسٹ بنگرا کلاں ضلع گریڈ یہ بہار ۲۶ جولائی ۱۹۸۶ء

الجواب

(۱) خطبہ کی اذان ہو یا دوسری، ہر اذان مسجد کے اندر دینا مکروہ ہے خطبہ کی اذان مسجد سے یاہر منبر کے سامنے ہونا چاہئے۔ زیادہ تفصیل اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب کے فتاویٰ میں دیکھی جائے۔

(۲) دفن کے بعد قبر پر اذان دینا مستحب ہے، اس کی تفصیل کتاب مبارک ”ایذان الاجرفی“

اذان القمر میں ملاحظہ کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ ۲۵ ذوالقعدہ ۱۴۰۶ھ

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسائل ذیل میں کہ

(۳-۵) (۱) جمعہ کی اذان ثانی اندرون مسجد جائز ہے یا خارج مسجد امام کے سامنے اگر اندر مکروہ ہے تو کون سی کراہت ہے کراہت تنزیہی یا کراہت تحریمی؟

(۲) ایک صاحب عمامہ باندھ کر یا ٹوپی کے اوپر حلقے کی شکل میں رومال دو تین بیچ باندھ کر نماز پڑھتے ہیں جب کہ عمامہ میں بھی اندر کی ٹوپی اکثر جگہوں سے دکھائی دیتی رہتی ہے اور رومال کی شکل میں بھی بیچ کی پوری ٹوپی گنبد کی شکل میں دکھائی دیتی رہتی ہے، زید کا کہنا ہے کہ اس سے نماز مکروہ ہوتی ہے لہذا اس مکروہ سے بھی مکروہ تحریمی مراد ہے یا تنزیہی؟

(۳) بہت سے حضرات چین کی گھڑی باندھ کر نماز پڑھتے ہیں اور بعض کی حالت نماز میں آستین آدمی کلائی سے زیادہ مڑی رہتی ہے یونہی پینٹ پہننے والے نیچے کے حصوں کو جو ٹخنوں کی طرف ہوتا ہے اوپر کو موڑ لیتے ہیں، ان لوگوں کے بارے میں شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟ نیز بتایا جائے کہ نماز میں اگر لنگی ٹخنوں سے نیچے ہو جائے تو نماز کا کیا حکم ہے؟ زید اس سلسلے میں تحقیق کر چکا ہے، اس کا کہنا ہے کہ زیادہ سے زیادہ خلاف اولیٰ ہو سکتی ہے ورنہ لنگی یا پاجامہ کا ٹخنوں سے اوپر ہونا شرائط نماز سے نہیں ہے ہاں کوئی تکبیر یا زینت کے لیے لنگی نیچے کئے رہے تو اس کے بارے میں حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وہ قول ہے کہ ٹخنوں سے نیچے کا وہ حصہ جہنم میں ہے جیسا کہ آپ نے ایک نوجوان کے بارے میں فرمایا تھا، لہذا اصل مسئلہ کیا ہے وضاحت فرمائی جائے، نیز کیا نیک پرہیزگار متقی اور اچھے لوگوں پر بھی یہ حکم لگ سکتا ہے؟ بینوا تو جروا

نوٹ:- تینوں سوالوں کے جوابات کے حوالے درکار ہیں۔

المستفتی محمد مرغوب الحسن قادری دارالعلوم رضویہ شاہ عظیم دیوان جامع مسجد کرناٹک

الجواب

(۱) جمعہ کی اذان ثانی ہو یا اور اذان مسجد کے اندر فقہاء نے اس کو علی الاطلاق مکروہ لکھا ہے۔

طحاوی علی مرقی الفلاح میں ہے: کرہ ان یؤذن فی المسجد۔ (ص: ۱۰۷)

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مختلف وجوہ سے اس کو بدعت سیئہ اور مکروہ

تحریمی ثابت کیا ہے۔ (فتاویٰ رضویہ جلد دوم ص ۳۷۱)

(۲) آپ نے سوال میں جس چیز کا ذکر کیا ہے وہ اعتجار ہے اور یہ مکروہ تحریمی ہے۔

مراتی القلاح اور اس کی شرح طحاوی میں ہے: نویدکرہ الاعتجار وهو شد الراس من مندیل او تکویر عمامة علی راسه وترك وسطها مکشوفاً المراد مکشوف عن العمامہ لامکشوف اصلاً لتھی النبی ﷺ وهذا یقید کراهة التحريم (ملخصاً)

(۳) صدر الشریعہ مولانا شاہ محمد امجد علی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مصنف بہار شریعت نے اپنے فتاویٰ میں فرمایا: اگر گھڑی چڑے کے تسمہ یا فیتہ سے بندھی ہو تو کلائی پر باندھ کر نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں، اور اگر کسی دھات سونے چاندی پیتل وغیرہ سے بندھی ہو تو نماز مکروہ ہوگی اسے اتار کر نماز پڑھی جائے۔ (فتاویٰ امجدیہ جلد اول ص ۱۹)

آستین آدمی سے زیادہ موڑنا اسی طرح پتلون کے نیچے والے حصہ کو موڑنا یا پاجامہ اوپر گھڑس لینا کف ثوب ہے اور ایسا کرنے سے نماز مکروہ ہوتی ہے۔

در مختار میں ہے: ”وکرہ کفہ کمشمر کم او ذیل“ (در مختار: ۲/۳۵۰)

بلاشبہ ٹخنوں سے نیچے تہبند یا پاجامہ اگر تکبر سے نہ ہو تو مکروہ تنزیہی خلاف اولیٰ ہے لیکن اس میں متقی اور غیر متقی کی تفریق بے معنی ہے، کیا متقی سے اظہار تکبر ہو ہی نہیں سکتا اور غیر متقی جب بھی تہبند نچا کرے گا تکبر کے طور پر ہی ہوگا؟ صدر الشریعہ علیہ الرحمہ نے بہار شریعت میں بیسوں مکروہات تنزیہہ گناتے ہیں تو کیا خلاف اولیٰ کا سہارا لے کر متقیوں کو سب کرنے کی اجازت دی جائے اور روک ٹوک نہ ہوگی۔ اور لوگوں کو قصد استقامت کا خلاف کرنے کی چھوٹ ہوگی؟ یہ شان تقویٰ تو نہیں شان تقویٰ تو یہ ہے کہ شریعت کے معمولی معمولی آداب کی بھی نگاہداشت کی جائے، خلاف اولیٰ ہونے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اسی کو عادت بنالیا جائے بلکہ یہ مطلب ہے کہ اگر کبھی بے خیالی کی وجہ سے ہو جائے تو حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ یکم ربیع الثانی ۱۴۰۷ھ

(۶-۸) **مسئلہ:** کیا فرماتے علمائے دین و شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ

(۱) اذان کتنی جگہ دینا جائز ہے یا ناجائز ہے معلوم کرائیں۔

(۲) مسجد کے اندر بے علم حضرات نہ ان کو قرآن کے بارے میں معلوم نہ حدیث کے بارے میں جانتے۔ جب علم والے نے بتایا کہ یہ ناجائز ہے سامنے حدیث پیش کی تو بے علموں نے مسجد میں چلا چلا کر علم والوں پر غصہ کے مارے دنیاوی باتیں کیں، اور ان کے نزدیک قرآن وحدیث اور شریعت کا کچھ اعتبار نہیں، آج صدر ومتولی اور روپیے والوں کی یہ حالت ہے کہ وہ جو کہیں اسے مان لیا جائے نہیں تو امام کو نکال

ڈالیں گے اس کے بارے میں معلوم کرائیں۔

(۳) خطیب صاحب نے تقریر میں تھوڑی عربی اردو تھوڑا انگلش میں نچوڑ کر بیان کیا اس کے بارے میں فرمائیں۔ فقط مولانا کے احمد خان مشاکی بیرون

الجواب

(۱) بچے (۲) مغموم (۳) مرگی والے (۴) غزبناک آدمی (۵) بد مزاج جانور، ان سب کے کان میں (۶) لڑائی کی شدت (۷) اور آتش زدگی کے وقت (۸) بعد دفن میت قبر پر (۹) جن کی سرکشی کے وقت (۱۰) اور مسافر کے پیچھے اور جنگل میں (۱۱) جب راستہ بھول جائے (۱۲) اور باء کے زمانہ میں ان سب مواقع پر اذان کہنا مستحب ہے اور بوقت نمازوں اور جمعہ کے لیے اذان کا تاکید حکم ہے۔ (۲) جو صدر و متولی شریعت کے خلاف چلیں مسلمان ان کو مسجد کی تولیت سے علیحدہ کر دیں، امام صاحب کو کسی کی غلط اور ناجائز بات کی تائید کرنی نہیں چاہئے۔

حدیث شریف میں ہے: "لا طاعة لمخلوق في معصية الله"

(مسند امام احمد بن حنبل: ۱/۱۳۱)

اور امام ایسا چاہیے ہو کہ متولی اور صدر کی چالوسی میں ناجائز اور خلاف شریعت بات کرے اس کو امامت سے علیحدہ کر دیں۔

(۳) جمعہ کا خطبہ کسی دوسری زبان میں دینا یا اس میں دوسری زبان کا کچھ شامل کرنا سنت کے خلاف ہے۔ خطبہ عربی میں دیں جو کچھ سمجھانا ہے اس کو پہلے ہی چاہئے جس زبان میں چاہیں سمجھائیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ

(۱۱-۹) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسائل میں کہ

(۱) کیا حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جنتی ہونا کتابوں سے ثابت ہے؟
(۲) حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو مسجد نبوی کے مؤذن تھے کیا اہل عرب کے کہنے پر ان کو مؤذن کے کام سے معزول کیا گیا تھا؟

(۳) حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اکرم ﷺ کے اونٹ کی ٹکلی کو پکڑ کر غلام کی حیثیت سے جنت میں پہلا قدم رکھیں گے؟ جواب با صواب سے مشرف کیا جائے۔

المستفتی اختر حسین چندان بازاں بھدرک اڑیسہ

الجواب

(۱) حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور جنت سے متعلق یہ حدیث شریف بخاری میں ہے:

قال رسول الله ﷺ لبلا بعد صلوة الفجر يا بلال حدثني بارحی عمل عملته فی الاسلام فانی سمعت دف نعلیک بین یدی فی الجنة وفی رواية سمعت خشفة فقلت من هذا فقال هذا بلال۔ (صحیح البخاری: کتاب التہجد: ۱/۲۷۱)

حضور ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے صبح کی نماز کے بعد پوچھا اے بلال تم نے اسلام میں کون سا عمل سب سے اچھا کیا کہ میں نے جنت میں اپنے آگے تمہارے چلنے کی آہٹ محسوس کی تو میں نے پوچھا کون ہے تو بتایا کہ بلال ہیں، اس حدیث مبارکہ سے بلال کے جنتی ہونے کا پتہ چلتا ہے۔

(۲) حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اذان سے معزول کرنے کا ذکر ہم کو نہیں ملا۔ بلکہ یعنی جلد

پنجم ص ۱۰۸ میں ہے کہ: وأذن بلال بحضرة رسول الله ﷺ سفرا وحضرا وهو مؤذن رسول

الله ﷺ باطباق اهل الاسلام الى ان توفي رسول الله ﷺ ومؤذن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ

عنه الى ان توفي۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ ﷺ کے لیے سفر اور حضر ہر دو حال میں

اذان دیتے اور یہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ دونوں حضرات کے آخری

زندگی تک مؤذن رہے۔

(۳) کوئی ایسی حدیث میری نظر سے نہیں گزری، ممکن ہے کہ کسی نے پہلی والی حدیث کی اس

طرح تفسیر کی ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ ۱۱/شوال المکرم ۱۴۰۷ھ

(۱۲-۱۳) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ہذا کے بارے میں کہ

(۱) زید کہتا ہے کہ اذان مسجد کے خارج میں کیوں دیتے ہیں؟

(۲) اور حتیٰ علی الصلوة کے وقت کیوں کھڑے ہوتے ہیں لہذا اس کی دلیل قرآن و حدیث کی

روشنی میں پیش کریں۔ بیوا تو جروا

جمعہ کی سنتیں تہجد کی نیت عربی میں درج کریں، تحیۃ المسجد اور تحیۃ الوضو کی نیت عربی میں پیش کریں۔

المستفتی شفاعت علی موضع ستیل پورا اعظم گڑھ

الجواب

(۱) فقہ حنفی کی عام کتابوں میں یہی تحریر ہے کہ مسجد کے اندر اذان دینا مکروہ ہے۔

طحاوی علی مراقی الفلاح ص ۱۰۷ پر ہے: "ویکفره ان یؤذن فی المسجد کما فی"

الفہستانی

اور حدیث شریف میں ہے: "کان بلال یؤذن علی باب المسجد علی عهد رسول اللہ وابی بکر وعمر۔" (سنن ابی داؤد: ۱/۱۵۶)

حضور ﷺ اور ابو بکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے زمانہ میں اذان مسجد کے دروازہ پر دی جاتی تھی۔ "کان عثمان زاد النداء الثالث علی الزوراء" (سنن ابی داؤد: ۱/۱۵۶)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں بازار میں بلند مقام زوراء پر ایک اور اذان دی جاتی تھی عالم گیری میں ہے: "ویکبرہ لہ الانتظار قائما لکن یقعد ثم یقوم اذا بلغ المئوذن قوله حی علی الفلاح" (۷۴/۱)

اقامت کا انتظار کھڑے ہو کر کرنا مکروہ ہے بیٹھا رہے اور جب مؤذن حی علی الفلاح کہے تو کھڑا ہو جائے۔ اور بخاری شریف میں ہے: "اذ اقيمت الصلوة فلاتقوموا حتی ترونی" (سنن نسائی: ۲/۳۱)

اقامت ہو رہی ہو تو کھڑے مت رہو جب تک کہ مجھے آنا نہ دیکھ لو۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ نے شروع سے کھڑے رہنے کو منع فرمایا۔ علماء فرماتے ہیں حضور ﷺ حی علی الصلوة، یا، حی علی الفلاح کے وقت حجرے سے برآمد ہوئے۔ اس وقت کھڑے ہونے کا حکم فرمایا۔

(۳) نوبت أن أصلي أربع ركعات سنة الجمعة لله تعالى متوجها الى جهة الكعبة الشريفة
نوبت أن أصلي أربع ركعات صلاة التهجيد لله تعالى متوجها الى جهة الكعبة الشريفة
نوبت أن أصلي ركعتين تحية المسجد لله تعالى متوجها الى الكعبة الشريفة
نوبت أن أصلي ركعتين تحية الوضوء لله تعالى متوجها الى الكعبة الشريفة
والله تعالى اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ ۱۳/ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۹ھ

(۱۴) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ اذان ثانی یعنی جمعہ کی دوسری اذان بیرون مسجد ہونی چاہئے یا اندرون مسجد، اور سرکارِ دو عالم ﷺ و خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے عہد مبارک میں کہاں ہوتی تھی؟ احادیث و فقہ کی روشنی میں منسل و مکمل جواب مرحمت فرمائیں۔

الجواب
جمعہ کی اذان ثانی ہو یا کہ کسی اور نماز کی اذان فقہ کی کتابوں میں سب کے لیے یہی فرمایا گیا ہے

کہ مسجد کے باہر ہونا چاہئے۔ مسجد کے اندر اذان دینا مکروہ ہے۔

فتاویٰ کی مشہور کتاب عالمگیری میں ہے: "وینبغي ان يؤذن على المئذنة او خارج المسجد ولا يؤذن في المسجد كذا في فتاوى قاضي خان" (عالمگیری: ۱/۷۲)

اذان منارہ یا مسجد سے باہر ہونا چاہئے مسجد کے اندر اذان نہ دی جائے ایسا ہی قاضی خاں میں ہے، طحاوی علی مراقی الفلاح ص ۷۰ پر ہے: "ویکبرہ ان يؤذن في المسجد كما في الفہستانی" مسجد کے اندر اذان دینا مکروہ ہے ایسا ہی فہستانی میں لکھا ہے۔

اور اذان جمعہ کے بارے میں تو حدیث شریف میں تصریح موجود ہے کہ مسجد کے دروازہ پر ہوتی تھی۔ سنن ابی داؤد و جلد اول میں ہے: "عن السائب ابن يزيد رضي الله تعالى عنه قال كان بلال يؤذن بين يدي رسول الله ﷺ اذا جلس على المنبر يوم الجمعة على باب المسجد وابی بکر وعمر" (سنن ابی داؤد: ۱/۱۵۶)

یعنی جب رسول اللہ ﷺ جمعہ کے دن منبر پر تشریف رکھتے تھے تو حضور کے سامنے مسجد کے دروازہ پر اذان ہوتی اور ایسا ہی ابو بکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے زمانہ میں بھی ہوتا دیکھا۔ کیسی صاف اور صریح حدیث ہے کہ حضور ﷺ اور حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے زمانہ میں جمعہ کی اذان مسجد کے دروازہ پر ہوتی تھی، دروازہ مسجد ظاہر ہے کہ مسجد سے خارج ہوتا ہے۔

کچھ لوگوں نے بین یدیبہ کا ترجمہ غلط کیا اور اس کے معنی یہ کہنے کہ منبر کے پاس حالانکہ اس کا صحیح ترجمہ پاس نہیں بلکہ سامنے ہے، دیکھئے اسی حدیث ابی داؤد میں بین یدیبہ کا غلط ہے اور عند باب المسجد کا لفظ بھی ہے۔ اگر بین یدیبہ کا ترجمہ خطیب کے پاس ہو تو علی باب المسجد مسجد کے دروازہ پر کا لفظ غلط ہو جاتا ہے اس لیے بین یدیبہ کا معنی سامنے ہے، اب حدیث کے معنی درست ہو گئے یعنی جمعہ کی اذان میں دونوں بات کا لحاظ رکھا جائے گا۔ ایک تو یہ کہ مسجد کے باہر اذان ہو اور دوسری یہ کہ خطیب کا سامنا اذان دیتے وقت رہنا چاہئے۔

الفرض صحیح یہی ہے کہ عہد رسالت و خلفاء راشدین میں جمعہ کی اذان مسجد سے باہر ہوتی تھی۔ مسجد کے اندر اذان کا رواج جو ہندوستان میں ہے یہ یا تو جیسا کہ ہم نے بتایا عربی لفظ بین یدیبہ کے غلط ترجمہ کرنے کی وجہ سے پڑا یا لاعلمی وغیرہ کی بنا پر یہ بات رائج ہو گئی ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ ۱۵/ شوال ۱۴۰۹ھ

(۱۵) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

اذان و جمعہ کے خطبہ کی اذان کہاں دینا مستنون ہے؟ زید کہتا ہے کہ خطبہ کی اذان منبر کے پاس دینی چاہئے، کیونکہ ایسا ہی مسجدوں میں ہوتا ہے اور امام کہتا ہے کہ خطبہ کی اذان مسجد سے باہر دروازہ پر ہونا چاہئے، ان میں کس کا قول صحیح ہے؟ نیز امام مسجد بار بار خبردار کرتا ہے کہ اذان مسجد کے باہر دیا کرو، لیکن کچھ لوگ مانتے نہیں ہیں ایسے لوگوں پر شرع کا کیا حکم ہے، امام سمجھانے کے بعد بری الذمہ ہوگا کہ نہیں؟ حدیث و فقہ کی روشنی میں جواب مرحمت فرمائیں، نوازش ہوگی۔

المستفتی: مولانا شیخ محمد مدرسہ ضیاء العلوم گونٹا ضلع منو

الجواب

صحیح یہی ہے کہ اذان پنج وقتہ ہو یا جمعہ کی مسجد کے اندر دینا مکروہ ہے اور خاص جمعہ کی دوسری اذان مسجد کے باہر خطیب کے بالمقابل ہونا چاہئے۔ تفصیل کے لیے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی امام احمد رضا قادری رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ”شعائیم العنبر“ ملاحظہ ہو۔ امام صاحب نے بار بار اس مسئلہ کو عامۃ المسلمین کو بتایا، انہوں نے امر بالمعروف کی ذمہ داری ادا کی۔ واللہ تعالیٰ اعلم
عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ضلع منو ۲۱ رذوالقعدہ ۱۴۲۲ھ

(۱۶-۱۹) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

(۱) مصیبت کے وقت یعنی آغ، آگ، ہوا کی زیادتی کے وقت اور قبر کے پاس اذان دینے وقت حتیٰ علی الصلاۃ وحی علی الفلاح کی جگہ یا دافع البلاء یا دافع الوباء کہنا جائز ہے یا نہیں؟ یا اذان مکمل کرنے کے بعد مذکورہ الفاظ کی زیادتی کر سکتے ہیں یا نہیں؟

(۲) ہمارے یہاں میت کو دفنانے کے بعد یکے بعد دیگرے قبر کے پاس تین اذان ہوتی ہیں، کیا اس طرح اذان دینا شرع سے ثابت ہے یا نہیں؟ جواب عنایت فرمائیں۔

(۳) دیوار مسجد یا مسجد کے اندر کا دروازہ جو دونوں دیوار کے بیچ میں ہے کیا وہ خالی جگہ مسجد ہے یا نہیں؟ اگر مسجد ہے تو وہاں اذان ثانی دینا کیسا ہے؟

(۴) منبر شریف یعنی خطبہ دینے کی جگہ تو اس پورے منبر شریف ہی کو اس کے دائیں یا بائیں ایک یا دو اینٹ بڑھا کر کے بنایا ہے، کیا ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ جب کہ نہ منبر کو شہید کیا گیا ہے نہ مسجد شہید کی گئی ہے

المستفتی: محمد پیرا بن اشرفی مقام ہنگا پڑاپوٹ پوڑھی جاگر تھانہ اسلام پور ضلع دیناج پور بنگال

الجواب

(۱) اذان کے پندرہ کلمے حضور ﷺ سے متواتر طور پر منقول ہیں۔ علماء کے نزدیک اس میں کمی اور زیادتی ممنوع ہے۔ بدائع الصنائع جلد اول میں ہے: فهو علی کیفیۃ المعہودۃ المتواترۃ من غیر زیادۃ ولا نقصان عند عامۃ العلماء۔ (۳۶۵/۱)

اذان کس طرح دی جاتی ہے یہ سب کو معلوم ہے، متواتر طریقہ پر اس میں کچھ کمی یا زیادتی نہیں کرنی چاہئے، یہی علماء کا قول ہے، چاہے پنج وقتہ نماز ہو یا دفع بلاء وغیرہ امور کے لیے۔

عالم گیری اول ص ۵۶ میں ہے: حتی قالوا فی الذی یؤذن فی اذان المولود ینبغی ان یحول وجہہ یمینا وشمالا عندھا تین حی علی تین حی علی الصلاۃ وحی علی الفلاح۔ علماء فرماتے ہیں: نو مولود کے کان میں اذان دینے والا بھی اس کا لحاظ کرے کہ حی علی الصلاۃ اور حی علی الفلاح کہتے وقت دائیں اور بائیں منہ پھیرے۔

پس صورت مسئلہ میں حی علی الفلاح کے بجائے دافع البلاء و دافع الوباء جیسے کلمات کہنا روانہ ہوگا۔
(۲) حضرت علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے درمختار کے حاشیہ جلد اول ص ۲۵۸ پر علامہ خیر الدین رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کیا: رأیت فی کتب الشافعیۃ أنه قد یسن الاذان لغير الصلاۃ کما فی اذن المولود و عند انزال الميت فی القبر قیاسا علی اول خروجه للدلیل الکن ردہ ابن حجر فی شرح العباب۔ أقول: ولا یعد فیہ عندنا۔ (شامی: ۴۶/۲)

کتب شافعیہ میں لکھا ہے کہ نماز کے علاوہ چند امور کے لیے اذان مستنون ہے، جیسے نو مولود کے کان میں اذان کہنا۔ اور اس پر قیاس کر کے مردہ کو قبر میں دفن کر کے اذان کہنا کہ جب دنیا میں آیا تو اذان دینا سنت ہے اور جب جا رہا ہے تب بھی اس کو اذان سنا دی جائے، ابن حجر نے اس کو رد کیا ہے، لیکن ہم حنفیوں کے نزدیک اس میں کوئی حرج نہیں۔ کسی کتاب میں بار بار اذان کہنے کی تصریح نہیں ملی۔ اس لیے ایک ہی بار اذان کہنے پر کفایت کی جائے۔

(۳) ہم نے آپ کے بیان سے یہ سمجھا ہے کہ مسجد کے فرش کے اندر والے حصہ میں جانے کے لیے جو دروازہ کی ترتیب ہے وہ مسجد میں شامل ہے یا نہیں؟ جواب یہ ہے کہ عام طور سے دروازے مسجد میں شامل ہوتے ہیں، اور وہاں جمعہ کی اذان کہنا مکروہ و ممنوع ہے۔

(۴) جب منبر خطبہ کے لیے کافی تھا تو اس کے دائیں یا بائیں چوڑا کرنے میں نماز پڑھنے کی جگہ گھیری گئی، ایسا کرنا منع ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی منو ۲۱ رجب الاولیٰ ۱۴۲۶ھ

(۲۰) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ

قبر پر اذان دینا جائز ہے یا نہیں بحوالہ کتب جواب دیں۔ فقط

محمد یعقوب عزیزی القادری مبارکپور

الجواب

میت کو دفن کرنے کے بعد قبر پر اذان دینا جائز ہے۔ شامی میں ہے: "فی حاشیة البحر للخبیر الرملى رأیت فی کتب الشافعية انه قد یسن الاذان لغير الصلاة کما فی اذان المولود والمعموم والمصروع والغضبان ومن ساء خلقه من انسان او بهيمة وعند مزدحم الحیش وعند الحریق وقيل عند انزال الميت القبر قبا سا على اول عروجه فی الدنیا لکن رده ابن حجر فی شرح العیاب عند تغول الغیلا ن لخبیر صحیح۔ اقول لا بعد عندنا۔"

(شامی: ۴/۶۶)

زیادہ تفصیل اعلیٰ حضرت کی تصنیف "ایذان الاجر" میں دیکھی جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

عبد المنان اعظمی اشرفیہ مبارک پور ۱۲/ربیع المرجب ۱۳۸۰ھ

الجواب صحیح عبدالعزیز عفی عنہ الجواب صحیح عبدالرؤف غفرلہ

(۲۱-۲۲) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

تعبہ چنار میں اذان ثانی خطبہ کے متعلق تقریباً ڈیڑھ سال سے آپس میں اختلاف برپا ہو گیا ہے، جناب سید حافظ رفیق عالم صاحب پیش امام جامع مسجد چنار کا کہنا ہے کہ اذان پنج وقتی خواہ اذان اول و ثانی جمعہ خارج مسجد ہونا چاہئے۔ فقہائے کرام کی منشاء کے مطابق صحیح اور مستنون ہے، مگر اس کے خلاف اکثریت مسلمانوں کی ہے جس میں پڑھے لکھے اور عالم و فاضل کہلانے کے مستحق بھی ہیں اور مسئلہ شریعہ سے واقفیت بھی رکھتے ہیں اور بعض حضرات حرمین طہیین کی زیارت سے مشرف بھی ہیں مگر صحیح العقیدہ نہیں ہیں ان کا بھی کہنا ہے کہ ان مقامات مقدسہ میں اندرون مسجد اذان ہوتی ہے لہذا مسلمانان چنار کی اکثریت بیک زبان مصرعے کہ حکم شریعہ کچھ بھی ہو مگر چونکہ آباء واجداد کا یہی طریقہ دیکھتے اور سنتے آرہے ہیں کہ اذان ثانی جمعہ اندرون مسجد متصل منبر ہوتی ہے اور یہی طریقہ ہر جگہ رائج ہے۔ کچھ لوگوں نے جامع مسجد میں آنا اور نماز پڑھنا ترک کر دیا ہے کہ جب تک اذان ثانی اندرون مسجد نہ ہوگی تب تک نماز پڑھنا صحیح اور درست نہ ہوگا حالانکہ اس کے جواب میں امام صاحب نے ابوداؤد و شریف جلد اول کی حدیث شریف جو صفحہ ۱۶۲ پر ہے نیز فتاویٰ عالمگیری و دیگر کتب حنفیہ کے حوالہ جات سے بتلایا ہے کہ ہر اذان پنج وقتی ہو یا

اذان ثانی جمعہ ہو مسجد کے اندر دینا مکروہ و فقہائے کرام کی منشاء و تحریر کے خلاف ہے اور خارج مسجد مستنون ہے۔ ایک استفتاء اسی مضمون کا عرصہ ہوا اعلیٰ حضرت کی خدمت میں بھیجا جا چکا ہے جس کا جواب موصوف نے بہ تقویت فتاویٰ قاضی خاں، فتاویٰ عالمگیری، فتاویٰ خلاصہ قلمی، بحر الرق، شرح نایہ علامہ برجنیدی، تنبیہ شرح منیہ، فتح القدیر و طحاوی علی سرائی الذلاح سے بہت صاف اور واضح فرما دیا ہے جو احکام شریعت جلد دوم میں طبع ہو چکا ہے، اب بصورت حالات مندرجہ بالا علمائے کرام سے مستدعی ہوں کہ ذریعہ جواب مسائل ذیل سے بحوالہ کتب حنفیہ حکم شریعت سے مطلع فرما کر ہمیں صراط مستقیم کی ہدایت فرمائیں کہ اذان ثانی جمعہ کا اندرون مسجد ہونا بہتر و افضل ہے یا خارج مسجد مستحب و مستنون ہے؟

جواب طلب سوالات حسب ذیل ہیں

(۱) جمعہ کی اذان ثانی جو منبر کے سامنے ہوتی ہے رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں مسجد کے اندر ہوتی تھی یا باہر؟

(۲) خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے زمانے میں کہاں ہوتی تھی؟

(۳) فقہ حنفی کی مستند کتابوں میں مسجد کے اندر اذان دینے کو مکروہ فرمایا ہے کہ نہیں؟

(۴) اگر حضور اقدس ﷺ و خلفائے راشدین کے زمانے میں اذان مسجد کے باہر ہوتی تھی اور

ہمارے اماموں نے مسجد کے اندر اذان کو مکروہ فرمایا، تو ہمیں اسی پر عمل واجب ہے یا رسم و رواج پر؟ اور

جو رسم و رواج حدیث شریف و احکام ائمہ و فقہ سب کے خلاف پڑ جائے تو وہاں مسلمانوں کو پیروی حدیث

شریف و فقہ کا حکم ہے یا رسم و رواج پراڑے رہنا؟

(۵) نئی بات وہ ہے جو رسول اللہ ﷺ و خلفائے راشدین و احکام ائمہ کے مطابق ہو یا وہ نئی

بات ہے جو ان سب کے خلاف لوگوں میں رائج ہو گئی ہو؟

(۶) عالم پر لازم ہے یا نہیں کہ سنت مردہ کو زندہ کرے اگر ہے تو کیا اس وقت یہ اعتراض ہو سکے

گا کہ کیا تم سے پہلے عالم نہ تھے، اگر یہ اعتراض ہو سکے گا تو سنت زندہ کرنے کی صورت ہوگی؟

(۷) بعض علمائے کرام حالات مندرجہ بالا سامنے رکھ کر تحریر جواب سے اجتناب کرتے ہیں کہ

جب مقتدی مصر ہیں کہ اذان ثانی جمعہ مسجد کے اندر ہی ہونی چاہئے تو ایسی صورت میں تھوڑی چلک پیدا

کرنی چاہئے جس کا مطلب بالفاظ دیگر یہ ہوا کہ اذان ثانی جمعہ مسجد کے اندر ہو۔ یہ کہنا کہاں تک حق

بجانب ہے اگر لوچ و لچک پیدا کرنے کا اختیار شریعت مطہرہ نے دیا ہوتا تو سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ

اپنے آپ و تمامی خاندان کو تہ تیغ ہونے سے بچا لیتے۔ فقط المستفتی: حافظ جلال الدین چنار شریف۔

الجواب

(۲۱) جمعہ کی اذان رسول اللہ ﷺ اور خلفائے راشدین کے زمانے میں مسجد کے باہر اس کے دروازے کے سامنے ہوتی تھی۔

سنن ابی داؤد میں: ۱/۵۵ پر ہے: ”کان یؤذن بین یدی رسول اللہ ﷺ اذا جلس علی المنبر یوم الجمعة علی باب المسجد و ابی بکرو عمر فلما کان خلافة عثمان و کثر الناس امر عثمان یوم الجمعة بالاذان الثالث فأذن به علی الزوراء فنبت الأمر علی ذلك۔ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں اذان جمعہ مسجد کے دروازے پر حضور کے سامنے کہی جاتی تھی جب آپ منبر پر تشریف فرما ہوتے تھے، حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کے زمانے میں بھی یہی حال رہا جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا عہد پاک آیا اور لوگوں کی کثرت ہو گئی تو آپ نے تیسری (پہلی) اذان مقام زوراء پر دلوائی اور پھر اسی پر عمل رہا۔

اس سے معلوم ہوا کہ یہ اذان وہی ہے جو سب سے پہلے دی جاتی ہے۔

(۳) ہمارے اماموں نے مطلقاً مسجد کے اندر اذان کو مکروہ فرمایا ہے۔

عالمگیری میں ہے: ”ینبغی ان یؤذن علی المئذنة او خارج المسجد و لا یؤذن فی المسجد۔ اذان منہ نہ پر کہی جائے یا مسجد کے باہر، مسجد کے اندر اذان نہ دیا جائے۔

طحطاوی علی مراۃ الفلاح میں ہے: ”و یکرہ ان یؤذن فی المسجد“ مسجد کے اندر اذان دینا مکروہ ہے۔

(۴) جو رسم و رواج شرع کے مخالف ہوں ان پر عمل نہیں کرنا چاہئے بلکہ حدیث اور اقوال علمائے کرام پر کرنا چاہئے۔ قرآن عظیم میں ہے:

﴿أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ﴾ [النساء: ۵۹]

(۵) نئی بات وہ ہے جو دین کے کسی اصول کے خلاف ہو۔ حدیث شریف میں ہے:

”من احدث فی امرنا هذا ما لیس منہ فهو رد۔“ (مسند امام احمد بن حنبل ۸/۳۷۱)

جو ہمارے دین میں ایسی بات نکالے جو ہمارے دین میں سے نہ ہو پس وہ مردود ہے۔

(۶) احیائے سنت بہر حال چاہئے اور پہلے عالم نہ ہونے کا اعتراض غلط ہے، امر حق جس زمانے میں ظاہر کیا جائے بہتر اور باعث ثواب ہے۔ رہ گیا یہ سوال کہ کسی جگہ مصلیٰ جھگڑا فساد پر آمادہ ہو جائیں تو فساد کرنے کی وجہ سے اذان بیرون مسجد نہ دینا چاہئے؟ بیرون مسجد اذان دینے میں فساد کا ظن غالب ہو جائے تو فساد سے بچنے کے لیے بیرون مسجد اذان ترک کر دینی چاہئے، ہاں نرمی سے مخالفین کو

سمجھاتے رہنا چاہئے تاکہ وہ سنت مردہ کے احیاء پر آمادہ ہو جائیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

عبد المنان اعظمی ۲ ربیع الاول، ۱۳۷۹ھ

الجواب صحیح عبد العزیز غفرلہ

(۲۸-۳۰) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

(۱) مسجد کے فرش پر عیدین کی نماز پڑھ سکتے ہیں؟

(۲) قبر پر اذان دینا جائز ہے یا نہیں؟ اس کا ثبوت کیا ہے؟

(۳) کافرو فاسق کی تعظیم جائز ہے یا نہیں جب کہ وہاں فتنہ کا بالکل اندیشہ نہ ہو خصوصاً جب کہ

اس کی تعظیم سے کتب شرعیہ فقہیہ وغیرہ کی بے حرمتی بھی ہوتی ہے۔ محمد حسین چیمارنی

الجواب

(۱) مسجد کا فرش عید گاہ میں لے جانا منع ہے۔ (فتاویٰ رضویہ)

(۲) دفن کے بعد قبر پر اذان دینا جائز ہے اس کے ثبوت کے لیے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کتاب (ایذان الاجر فی اذان القب) دیکھی جائے۔

(۳) ناجائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ

الجواب صحیح عبد العزیز غفرلہ مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور

(۳۱-۳۲) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ

(۱) ایک جگہ مسجد ہے اور آدھا کلومیٹر کی دوری پر ایک مدرسہ ہے اور وہاں پر رمضان کے مہینہ

میں مانگ رکھ کر اذان دی جاتی ہے اور نماز آدھا کلومیٹر کے دوری پر جو مسجد ہے اس میں جماعت ہوتی

ہے آیا ایسے مدرسہ سے اذان دے کر مسجد میں جا کر جماعت کرنا درست ہے یا نہیں؟ دلائل کی روشنی

میں جواب عنایت کریں۔

(۲) ایک گاؤں میں مذہب سنی اور دیوبندی دونوں قسم کے لوگ رہتے ہیں دونوں کے مابین

جھگڑا ہونے کی وجہ سے سنی لوگوں نے جامع مسجد جانا چھوڑ کر ایک الگ مسجد قائم کر لی اور اس میں باقاعدہ

نماز جمعہ ادا کی جاتی ہے ایسی صورت میں مسجد قائم کر کے الگ سے نماز جمعہ و پنجگانہ پڑھنا درست ہے یا

نہیں؟ اور مسجد اولیٰ میں ان سنیوں کا کچھ حق رہتا ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو ایسی صورت میں کیا کریں جواب

عنایت کریں کرم ہوگا۔ المستفتی، محمد بہاء الدین، راج محل محکم مدرسہ شمس العلوم گھوسی

الجواب

(۱) صورت مسئلہ میں وہ اذان جو مسجد سے آدھا کلومیٹر دور مدرسہ میں دی جاتی ہے مسجد مذکور کی اذان نہیں بلکہ اذان مسجد کے نفل اور اس کی حد میں ہونی چاہئے۔ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ "کونہ خارج المسجد فی حدودہ وفتائہ فمعتی قرب المسجد کونہ فی حدود المسجد وفتائہ قرب المئذون علی حدود المسجد" اذان مسجد سے باہر مسجد کے حدود میں ہی ہونی چاہئے۔

(۲) جو مساجد غیر مقلدوں (دیوبندیوں) کی بنائی ہوئی ہیں ان کے تا مزرودہ جاکیں مگر جو مساجد اہل سنت کی بنائی ہوئی ہیں ان میں سے کوئی مسجد غیر مقلدوں (دیوبندیوں) کے لیے خاص کر دینا اور اہل سنت کو ان سے منع کرنا شرعاً محض ظلم و حرام ہے۔ قال اللہ تعالیٰ:

﴿وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَنَعَ مَسَاجِدَ اللَّهِ أَنْ يُذَكَّرَ فِيهَا اسْمُهُ﴾ [البقرة: ۱۱۴]

جب کہ وہ مسجدیں اہل سنت کی ہیں اور ان کی بنائی ہوئی ہیں تو ان پر قبضہ چاہنا اور ان کے لیے فتنہ اٹھانا غیر مقلدوں وغیرہ کا فساد ہوگا اور کوئی مجبور نہیں ہو سکتا کہ دوسرے کی شورش بے جا کے سبب اپنے حق سے دست بردار ہو، غیر مقلدوں دیوبندیوں کے فتنے کا انسداد اگر یوں نہ ہو سکتا ہو تو کچھ بیاں کھلی ہوئی ہیں اور وہ اسی واسطے رکھی گئی ہیں کہ فتنہ والوں کا دست تعدی کوتاہ کریں اور دوسروں کے حقوق پر دست درازی نہ کرنے دیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مؤ۔

۷ شعبان المعظم ۱۴۱۶ھ

(۳۶-۳۳) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

(۱) بہت سی مسجدوں میں آج کل مؤذن نماز کی اذان کے بعد صلاۃ و سلام پڑھتے ہیں یعنی اذان کے بعد نمازی سلام پڑھنے کا انتظار کرتے ہیں پھر نماز کے لیے جماعت کھڑی ہوتی ہے شرعی اعتبار سے اس کی حقیقت کیا ہے اور اس کا مسئلہ کیا ہے؟

(۲) مردہ کو دفن کرنے کے بعد قبر پر اذان دینے کی شرعی اعتبار سے کیا نوعیت ہے کیا اذان دینا جائز ہے؟

(۳) مولانا احمد رضا خان صاحب کے نام کے ساتھ امام اعلیٰ حضرت اور رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھا جاتا ہے اس کا لکھنا کہاں تک درست ہے؟ جب کہ لفظ امام عموماً چاروں امام کے لیے لکھا جاتا ہے۔

تمام بزرگان دین یہاں تک کہ صحابہ کرام کے نام کے ساتھ حضرت کا استعمال ہوتا ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابہ کرام کے نام کے علاوہ کسی اور کے نام کے ساتھ پڑھنے کو نہیں ملتا ہے۔

(۳) عاق کا کیا مسئلہ ہے شریعت میں اس کی حقیقت کیا ہے کیا کوئی باپ اپنی اولاد کی غلط حرکتوں سے عاجز آکر اس کو اپنی جائداد سے اس کا حق ختم کر سکتا ہے اگر کوئی کرتا ہے تو اس کے لیے شرعی حکم کیا ہے

المستفتی: محمد القادری تردیتی نگر میر پور کانپور ۲۰/۸/۰۳

الجواب

(۱) یہ کوئی نیا مسئلہ نہیں ہے بلکہ متعدد کتب فقہ میں اس کی تفصیل موجود ہے۔

مراقی الفلاح شرح نور الایضاح صفحہ ۱۰۷ میں ہے "وینوب بعد الاذان فی جمیع الاوقات لظہور التوانی فی الامور الدینیة فی الاصح وتنویب کل بلدة بحسب ماتعارفہ

اهلها کقولہ ای المئذون بعد الاذان الصلاة الصلاة یا مصلین قوموا الی الصلوة"

ہر نماز کے وقت اذان کے بعد تھویب کہنا صحیح ہے کیونکہ اب امور شرعیہ میں سستی آگئی ہے اور اس کے لیے کوئی خاص لفظ معین نہیں ہے۔ جہاں کے لوگوں میں جو لفظ رواج پایا جائے وہی درست ہے۔

در مختار اور اس کے حاشیہ شامی میں ہے۔ وینوب بین الاذان والاقامة فی کل للکل بماتعارفہ والتسلیم بعد الاذان حدث فی ربيع الآخر سنة ۷۸۱ھ وهو بدعة حسنة۔

اذان واقامت کے درمیان ہر نماز کے لیے تھویب جائز ہے اور خاص لفظ السلام کے ساتھ ۷۸۱ھ میں جاری ہوئی اور یہ ایک بدعت حسنة ہے۔

قاضی خاں صفحہ ۳۹ اور بحر الرائق جلد اول میں بھی ایسا ہی ہے "الحاصل اعلان بعد الاعلام تھویب ہے اور اس کے لیے کوئی خاص لفظ متعین نہیں ہے تو جو لوگ الصلاة والسلام علیک یا رسول اللہ کہہ کر تھویب کرتے ہیں وہ بھی شرعاً جائز و مستحسن ہے۔

(۳) دفن کے بعد قبر پر اذان دینا بھی شرعاً جائز اور مستحسن ہے شامی میں بحر الرائق کے حاشیہ

خیر یہ سے منقول ہے۔ "رایت فی کتب الشافعية انه قد یسن الاذان لغير الصلاة کما فی اذن

المولود والمهموم والمصروع والغضبان ومن ساء خلقه من انسان او بهيمة وعند مزدحم

الحیث وعند الحریق وعند انزال الميت القبر قیاساً علی اول خروجہ للندیا۔ لکن ردہ ابن

حجر فی شرح العباب وعند تغول الغیلان ای عند تمرد الجن لخبر صحیح فیہ۔ اقول

لا یعلقہ عندنا۔" (شامی: ۴۶/۲)

نماز کے علاوہ کئی چیزوں کے لیے اذان مسنون ہے، جیسا کہ بچہ پیدا ہونے کے وقت اور غم لاحق

ہونے والے پر اور مرگی والے پر اور کسی کے غصہ ہونے پر اور جانور یا آدمی پر وحشت سوار ہونے

پر، گھمسان کی لڑائی کے وقت، آگ لگنے پر، اور مردے کو قبر میں دفن کرنے کے وقت پیدائش کے وقت پر قیاس کرتے ہوئے، ابن حجر شافعی نے اس کا انکار کیا، جنوں کی سرکشی کے وقت، میں کہتا ہوں ہم حنفیوں کے نزدیک بھی ان اذنان میں کوئی حرج نہیں ہے۔ زیادہ تفصیل مولانا احمد رضا خاں رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے رسالہ ایذان الاجر میں دیکھیں۔

(۳) تعصب اور جہالت آدمی کو اندھا کر دیتی ہے، مسلمانوں میں حکومت کے سربراہوں کو امام کہتے ہیں اسی طرح مسجد میں مسلمانوں کو نماز پڑھانے والوں کو بھی امام کہتے ہیں۔

تنویر الابصار میں ہے: "الامامة هي صغرى وكبرى فالكبرى استحقاق تصرف عام على الانام وبشروط كونه مسلما حرا ذكرا عاقلا بالغاً قادراً قريشاً - والصغرى ارتباط صلاة الموقم بالامام بشروط عشرة (ملخصاً) (تنویر الابصار: ۲/۲۳ تا ۴۲)"

امامت کی دو قسمیں ہیں صغریٰ و کبریٰ۔ امامت کبریٰ اس کے لیے ہے جو مخلوق پر تصرف عام کا حق رکھے اس کی شرط امام کا مسلمان آزاد مذکر عاقل بالغ اور قریشی ہونا ہے، اور امامت صغریٰ کے معنی مصلیوں کی نماز کا امام کی نماز سے تعلق قائم کرنا اور اس امام کے لیے دس شرائط ہیں۔

اسی طرح اہل بیت اطہار کے بارہ بزرگوں کو امام کہا جاتا ہے جن میں سب سے پہلے حضرت علی ہیں اور بارہویں امام مہدی ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

خلاصہ تحفۃ الشاعریہ عربی صفحہ ۱۹۳ میں ہے: "وایضاً ان ائمة المتأخرین كالسجاد والباقر والصادق والکاظم والرضا رضی اللہ تعالیٰ عنہم کانوا قدوة لاهل السنة واسوة لهم۔"

اہل بیت کے بعد والے امام جیسے امام زین العابدین، امام محمد باقر، امام جعفر صادق، امام موسیٰ کاظم اور امام علی رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہم اہل سنت کے پیشوا اور ان کے لیے نمونہ عمل تھے۔

دیکھئے کس طرح حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور محمود شکاری آلوسی نے ائمہ اہل بیت کو امام گردانا اور ان کو اہل سنت و جماعت کا قدوہ اور قائم مانا اور ان کے لیے رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا استعمال کیا یہ حضرات بھی تو مشہور چار ائمہ مجتہدین کے علاوہ ہی ہیں اس لیے اگر آپ کا یہ خیال ہے کہ صرف ان چاروں کو ہی امام کہنا چاہیے تو یہ آپ کا خیال خام ہے۔ حضرت امام اہل سنت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ سے بارہ اماموں کے بارے میں سوال ہوا آپ فرماتے ہیں: امامت سے مراد اگر مقتدی فی الدین ہے تو بلاشبہ ان کے غلام اور غلاموں کے غلام مقتدی فی الدین ہیں۔ اور اگر اصطلاح مقامات ولایت مقصود ہے کہ ہر غوث کے دو وزیر ہوتے ہیں عبدالملک اور عبدالرب جن کو امامین کہتے ہیں تو بلاشبہ

سب حضرات خود غوث ہوئے اور امامت بمعنی خلافت عام مراد ہے تو وہ ان میں صرف امیر المومنین مولیٰ علی و سیدنا امام حسن مجتبیٰ کو ملی اور اب سیدنا امام مہدی کو ملے گی رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ باقی جو منصب امامت ولایت سے بڑھ کر ہے وہ خاصہ انبیاء علیہم السلام ہے، وہ امامت کسی غیر نبی کے لیے نہیں مانی جاسکتی، اسی کو فرمایا:

﴿قَالَ إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا﴾ [البقرة: ۱۲۴]
﴿أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ﴾ [النساء: ۵۹]
غیر نبی کی امامت "أُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ" تک ہے جسے فرمایا:
﴿وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ أُمَّةً يَهْتَوْنَ بِأَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوا وَكَانُوا بِآيَاتِنَا يُوقِنُونَ﴾ [السجدة: ۲۴]
(فتاویٰ رضویہ ج ۱ ص ۱۲۱)

اس اقتباس سے مندرجہ ذیل باتیں معلوم ہوئیں:

(الف) قرآن عظیم میں انبیاء پر بھی لفظ امام کا اطلاق ہوا، اس معنی میں کسی غیر نبی کو امام نہیں کہا جاسکتا۔

(ب) صوفیائے کرام کے نزدیک غوث کے وزیروں کو امام کہتے ہیں، یہ بھی تصوف کے ایک خاص عہدے اور مقام کا نام ہے جو انھیں کے ساتھ مخصوص ہے۔

(ج) قرآن عظیم میں ان دونوں طبقوں کے علاوہ پر بھی لفظ امام کا اطلاق ہوا ہے جن کا ذکر سورۃ روم کی آیت مبارکہ میں ہے، اور اس سے مراد اولی الامر ہوتے ہیں، اولی الامر بادشاہ اسلام کو کہتے ہیں جس کے لیے ہم تنویر الابصار سے امامت کبریٰ کی اصطلاح نقل کر چکے ہیں۔

(د) اور اس زمرہ میں علمائے اعلام و مقتدایان اہل اسلام امام کہے جاتے ہیں جن کی فہرست بہت طویل ہے ائمہ اربعہ کو تو آپ نے خود ہی ذکر کیا ہے، مولوی مولینا عیدالحی صاحب لکھنؤی فرنگی محلی علیہ الرحمہ نے صرف علمائے احناف رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ذکر میں ایک کتاب فوائد یہ تحریر فرمائی ہے اس کتاب کے صرف ڈیڑھ سو صفحات کے سرسری مطالعہ سے ظاہر کہ سوائقین سواعلمائے کرام میں ۱۰۵ علمائے کرام کو امام کے لفظ سے ذکر کیا گیا ہے اور ناشرین کتب نے خود مولانا عیدالحی فرنگی محلی کو امام کے خطاب سے ذکر کیا ہے۔

اسی طرح علمائے شوافع حنابلہ اور مالکیہ سب میں دیکھا جائے اور صرف طبقہ فقہاء سے تلاش کیا جائے تو ہزار ہا علمائے کرام کا ذکر ملے گا جن کو دنیا امام و قدوہ کے القاب سے یاد کرتی ہے۔

اب یوں ہی محدثین میں اصحاب صحاح ستہ اور ان کے علاوہ ہزاروں حضرات امام کے نام سے یاد کئے گئے ہیں، یوں ہی ائمہ تفسیر ہیں، ائمہ تصوف ہیں۔

حد ہو گئی، مولوی عبدالشکور کا کوری کی اولاد اتحاد اور ان کے معتقدین ان کو امام اہل سنت لکھتے چھاپتے اور شائع کرتے ہیں۔ چنانچہ مولوی عبدالحلیم فاروقی اور عبدالحی فاروقی نے اپنی ۱۳ صفحہ کی تحریر میں ان کو ۱۲ بار امام اہل سنت لکھا، جن کے بارے میں جوش ملیح آبادی نے اپنی سوانح حیات کے صفحہ ۹ پر لکھا: حکومت نے ایک طرف تو دہلی کے ایک شیعہ مولوی مقبول احمد کو تتر ابازی اور دوسری طرف لکھنؤ کے ایک سنی مولوی عبدالشکور کو جھنڈا بازی پر مقرر کیا تھا وہ شیعوں کو تتر اپرا کساتے اور یہ سنیوں کو جھنڈا اپرا بھارتے اور اس غداری کے صلہ میں دونوں گھر بیٹھے دھپکے کھاتے۔

مولوی محمد قاسم نانوتوی صاحب کو مناظر حسن گیلانی نے اپنی کتاب سوانح قاسمی میں بار بار سیدنا امام الکبیر کے لقب سے یاد کیا۔ ملاحظہ ہو ان کی کتاب کا صفحہ ۱۳۵۔ بہر حال یہ اور اسی قسم کے دوسرے قرآن و شواہد کی روشنی میں سیدنا الامام الکبیر قدس سرہ کی ناسوتی زندگی میں قدم رکھنے سے پہلے وہ سب کچھ ہو چکے تھے جس کا تفصیلی مطالعہ اس زندگی کی مختلف منزلوں میں اس دنیا کو کرایا گیا۔

ان قاسم العلوم صاحب نے رسول اللہ ﷺ کے خاتم النبیین بحسنی آخری نبی ہونے کا انکار کیا اور اس کو عوام کا خیال بتایا، اور پورے ہندوستان کے مسلمانوں کا دل دکھایا، مسٹر ابو الکلام آزاد صاحب غبار خاطر کو عرصہ تک امام المسلمین لکھا اور کہا جاتا رہا ہے۔

لیکن ہمارے انصاری صاحب کو کوئی اچنبھا نہیں ہوا اور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کو امام احمد رضا کہتے ہوئے سن لیا تو آپ کے کان کھڑے ہو گئے اور مسئلہ پوچھنے کی ضرورت پڑی کہ ایسا لکھتا کہاں تک درست ہے۔ سچ کہا حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمۃ والرضوان نے:

ہنر چشم عداوت بزرگ تر عیب است

گل است سعدی و در چشم دشمنان خار است

”اعلیٰ حضرت“ یہ کلمہ دو لفظوں سے بنا ہے ”اعلیٰ“ اور ”حضرت“ اعلیٰ کا مادہ علو جس کے معنی بلند ہونا، اس سے اسم تفصیل اعلیٰ، بنا، اس کا معنی دوسروں کے اعتبار سے بلند ہونے والا، یہ لفظ اردو زبان میں مندرجہ ذیل معانی میں استعمال ہوا۔

اعلیٰ عربی، اسم مذکر، بہت بلند، بڑا، اونچا، بلند مرتبہ، (فرہنگ آصفیہ جلد اول صفحہ ۱۸)

اور یہی لفظ جب حاکم کے ساتھ ملتا ہے تو حاکم اعلیٰ، معنی فرمان روا، بادشاہ، راجا، ہوتے ہیں اور

لفظ حضرت بھی عربی الاصل ہے جس کے اصل معنی حاضر ہونا، نزدیکی اور درگاہ کے ہیں، اور دوسرے معنی حضور جناب اور قبلہ ہیں۔ (کتاب مذکور صفحہ ۸۲۶)

یہ ایک تعظیم و عزت کا لقب ہے جو بادشاہوں اور بزرگوں کی نسبت بولا جاتا ہے (کتاب مذکور) تو اس لفظ کے ترکیبی معنی ہوئے بلند مرتبہ، بزرگ، یا بادشاہ، اور اردو میں دونوں لفظوں کا مجموعہ اسم لقب ہوا جو اہل زبان کے نزدیک بزرگوں اور بادشاہوں کے لیے بولا جاتا ہے۔

منجد میں لفظ حضرت کے سلسلہ میں ہے: ”یطلق الحضرة عند اهل الترمس علی کل کبیر یحضر عن الناس کقولہم الحضرة العالیة تامر بکذا، (المنجد صفحہ ۱۳۹) مصباح اللغات میں اسی کا ترجمہ یوں لکھا:

”حضرت“ کا اطلاق ہر ایسے بڑے آدمی پر ہوتا ہے جس کے پاس لوگ حاضر ہوتے ہوں جیسے الحضرة العالیہ تامر بکذا۔ جناب عالی قلاں کام کا حکم دیتے ہیں۔ (مصباح اللغات: ۱۶۰)

اس مثال سے ایک بات اور معلوم ہوئی کہ لفظ حضرت کے ساتھ لفظ عالی کے استعمال کا رواج خود عربی زبان میں بھی ہے۔ البتہ چونکہ عربی میں صفت موصوف سے منحرف کر کے جاتی ہے اس لیے مترجم صاحب نے اس کا ترجمہ جناب عالی کیا، لیکن اردو میں اس کی کوئی پابندی نہیں اس لیے عام طور سے لوگ جناب عالی اور عالی جناب دونوں ہی بولتے اور لکھتے ہیں۔

اب آپ فرہنگ آصفیہ سے عالی جناب کا معنی سنئے۔

عالی جناب، صفت، بلند درگاہ والا، بلند مرتبہ والا، اعلیٰ حضرت“ (حوالہ مذکور بالا)

چنانچہ خود صاحب فرہنگ آصفیہ نے میر عثمان علی خاں نواب حیدر آباد کو اپنی کتاب کے مقدمہ میں متعدد جگہ اعلیٰ حضرت کے لقب سے یاد کیا ہے، ملاحظہ ہو جلد اول کا صفحہ ۱۲، ۱۵، ۱۷، تو معلوم ہوا کہ از روئے لغت اردو زبان میں عالی جناب اور اعلیٰ حضرت کے معنی ایک ہی ہیں اور لسانی حیثیت سے اس کا استعمال بادشاہوں اور بزرگوں کے لیے ہوتا ہے۔ مذہبی لوگوں نے دیکھا اس کے معنی میں شرعاً کوئی خرابی نہیں، آخر عالی جناب تو عام طور سے بولا ہی جاتا ہے اور لفظ اعلیٰ حضرت کے بھی یہی معنی ہیں تو جس طرح بڑوں کو عالیجناب کہہ کر خطاب کرنا یا نام لینا جائز ہے اعلیٰ حضرت کہنا کیوں منع ہوگا۔ اس لفظ کو سب لوگ اپنے اپنے بزرگوں کے لیے بھی بولنے لگے۔

چنانچہ دیوبندی مکتبہ فکر کے لوگوں نے حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر کی کو اعلیٰ حضرت کہنا شروع کیا۔ ملاحظہ ہو تذکرۃ الرشید جلد اول صفحہ ۳۶، ۳۷۔ صرف دو صفحوں میں ایک درجن سے زائد مقامات پر

ان کو اعلیٰ حضرت لکھا ہے اور اہل سنت و جماعت نے امام اہل سنت مولانا احمد رضا خاں صاحب اور شیخ المشائخ علی حسین صاحب اشرفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما کو لکھنا شروع کیا۔ دیوبند کے اگلے مولوی صاحبان اتنا تو جانتے ہی تھے کہ جس کام کو ہم خود کر رہے ہیں اس کے لیے دوسروں پر اعتراض کیا، لیکن آج کل فضلاء دیوبند شاید اپنے بزرگوں کی کتابیں بھی نہیں پڑھتے تب ہی تو یہ بے بنیاد اعتراض اٹھاتے ہیں۔ اور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا معاملہ اس سے بھی زیادہ واضح ہے۔

فتاویٰ کی مشہور کتاب درمختار جلد پنجم صفحہ ۴۸ پر ہے: يستحب الترضی للصحابۃ والترحیم للتابعین ومن بعدهم من العلماء والعباد وسائر الاخيار وكذا يجوز عكسه وهو الترحیم للصحابۃ و الترضی للتابعین ومن بعدهم علی الراجح۔

مستحب یہ ہے کہ صحابہ کے لیے رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور تابعین اور ان کے بعد علماء و عبادت گذاروں اور نیکوں کے لیے رحمۃ اللہ علیہ بولا جائے اور اس کا الٹا بھی جائز ہے، یعنی ترحیم صحابہ کے لیے اور رضی اللہ تعالیٰ عنہما تابعین اور ان کے بعد والوں کے لیے، زیادہ رائج یہی مسئلہ ہے۔

امام قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ”شفاء“ جلد دوم صفحہ ۱۳۸ میں فرماتے ہیں:

”یحب تخصیص النبی ﷺ والانبياء بالصلاة والتسليم ولا يشارك فيه سواهم ويذكر سواهم من الائمة المحتهدين من الصحابة والتابعين وغيرهم من العلماء بالغفران والترضی“ حضور ﷺ اور انبیائے کرام کو صلاۃ و سلام کے ساتھ یاد کیا جائے دوسروں کو نہیں، اور ان کے علاوہ ائمہ مجتہدین، صحابہ و تابعین اور دیگر علماء کو غفر اللہ لہ اور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہا جائے۔

الغرض کتب مذہب کی رو سے یہ بات صاف ہو جانے کے بعد کہ صحابہ کو تو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہا ہی جائے گا۔ ان کے بعد علمائے اسلام ائمہ کرام و صلحاء امت کو بھی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہا جائز ہے، بلکہ صحابہ کو بھی غفر اللہ لہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وغیرہ کہا جاسکتا ہے، اب ہم کو صرف یہ دیکھنا ہے کہ غیر صحابہ کے لیے رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لفظ استعمال ہوا ہے یا نہیں اور اس جائز پر کس کس نے عمل کیا ہے اور کہاں تک عمل کیا ہے تو ہمارا دعویٰ ہے کہ علوم دینیہ میں جس فن کی کتاب اٹھا لو آپ کو کثرت کے ساتھ غیر صحابہ کے لیے رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھا ہوا ملے گا۔ تجربہ کے لیے ہم نے بخاری شریف کو اٹھایا تو اس کے ناسل جع پر ہی لکھا ہوا ملا۔

محمد ابن اسماعیل بخاری امیر المؤمنین فی الحدیث رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

امام بخاری کی ولادت ۱۹۳ھ میں ہے، ظاہر ہے کہ یہ جع تابعی بھی نہیں۔

امام نووی نے شرح مسلم میں امام بخاری و مسلم دونوں حضرات کو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے یاد کیا۔ مشکوٰۃ شریف میں صاحب مصابح فراء بغوی کو رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھا ہے۔ تلاش پر کیڑوں علمائے حدیث کے لیے اس کا استعمال شائع و ذائع ملے گا۔

علمائے تفسیر میں امام طبری اور امام نسفی دونوں کے لیے رحمۃ اللہ علیہ اور رضی اللہ عنہ لکھا ہوا ملے گا اور ڈھونڈا جائے تو ایسے ناموں کی لائن لگ جائے گی، ائمہ فقہ میں ائمہ اربعہ و دیگر مجتہدین کے لیے رضی اللہ عنہ کا لفظ درمختار اور دیگر کتب فتاویٰ وغیرہ میں مذکور ہے۔

صوفیائے کرام کے تذکروں میں اس کثرت سے غیر صحابہ بزرگان دین کے لیے رضی اللہ عنہ ملے گا کہ شمار کرنے والا تھک جائے گا۔

حدیث کہ آج جو لوگ سیدنا اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کے لیے، رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کے لفظ پر ناک بھوس چڑھاتے ہیں اپنے بزرگوں کے لیے بڑے شوق سے یہ لفظ استعمال کرتے ہیں۔

صاحب ”عقائد علمائے دیوبند“ صفحہ ۶ پر لکھتے ہیں:

چونکہ ہمارے مشائخ رضی اللہ تعالیٰ عنہم احيائے سنت میں سعی کرتے ہیں اور بدعت کی آگ بجھانے میں مستعد رہتے ہیں، اس لیے شیطانی لشکروں کو ان پر غصہ آیا اور خطاب و ہدایت کے ساتھ ان کو متہم کیا۔ غور فرمائیے: یہ ”رضی اللہ تعالیٰ عنہم“ وہی لوگ ہیں جن کو جمہور اہل اسلام اہل سنت و جماعت وہابی کہتے ہیں تو وہابیوں کو رضی اللہ عنہ کہنا جائز اور امام احمد رضا کو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہنا ناجائز، کیا یہ سارے وہابی صحابی تھے؟ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

صاحب تذکرۃ الرشید جلد اول صفحہ ۲۸ پر لکھتے ہیں: مولانا محمد قاسم نانوتوی و مولانا رشید احمد گنگوہی رضی اللہ تعالیٰ عنہما چند روز کے بعد ایسے ہم سبق بنے کہ آخرت میں بھی ساتھ نہ چھوڑا۔

کیا یہ قصبہ نانوتہ اور گنگوہ کے دو مولوی جو تیرہویں اور چودہویں صدی کے درمیان تھے صحابی ہی تھے کہ ان کو بھی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نوازا گیا۔ ہم نے پہلے ہی کہا تھا کہ آج کل کے یہ مولوی صاحبان اپنے بزرگوں کی کتابیں بھی نہیں پڑھتے اور خواہ مخواہ اہل حق کے منہ لگتے ہیں۔

میں یہ نہیں کہتا کہ مسائل دیوبندی ہے مگر آج کل ایسے بے شکے سوالات آتے رہتے ہیں اور دیوبندیوں کی طرف سے شائع ہوتے رہتے ہیں اللہ تعالیٰ انھیں ہدایت دے۔

(۵) شریعت میں ماں باپ کے اذیت دینے والے کو عاق کہتے ہیں، ماں باپ نے اگر جائداد

چھوڑی تو اشتغال کے بعد یہ لڑکا بھی وارث ہوگا، آج کل جس طرح تحریر کے ذریعہ لڑکے کو جائداد سے محروم

کر دیا جاتا ہے اس کا شرعاً اعتبار نہیں، اور اس عاق لڑکے کا حق جائداد سے ختم نہ ہوگا، ماں باپ اپنی زندگی میں جائداد کو اپنی ملک سے نکال کر کسی دوسرے کو اس کا مالک کر دیں تو یہ لڑکا کچھ نہیں پائے گا، اس لیے نہیں کہ اس کو عاق کیا بلکہ اس لیے کہ انھوں نے اپنے بعد کوئی جائداد چھوڑی ہی نہیں جس میں حصہ لگے۔
واللہ تعالیٰ اعلم
عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ۹ شوال المکرم ۱۳۶۶ھ

(۳۷-۳۸) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین ان مسئلوں کے بارے میں کہ (۱) بکر کا قول یہ ہے کہ اذان اور اقامت مسجد میں ہی کہی جاسکتی ہے لہذا مسجد کے علاوہ کسی کے ذاتی مکان یا کسی دینی ادارے میں اگر نماز کی جماعت قائم ہوگی تو اذان و اقامت کا کہنا جائز نہیں، زید کا قول یہ ہے کہ اذان اور اقامت کے لیے مسجد شرط نہیں ہے لہذا اگر کسی کے ذاتی مکان یا دینی ادارے میں نماز کی جماعت ہوگی تو اس کے لیے اذان اور اقامت کہنا صرف جائز ہی نہیں بلکہ اولیٰ ہے، زید اپنے قول کی تائید میں فقہ کی یہ عبارت پیش کرتا ہے:

”ولا یکرہ فی البیوت والکروم وضواحي القرئ لان اذان القرية والمصر اذان لهم فان ترکوا الاذان والاقامة جاز وان اذن کان اولیٰ“ (خانیہ)
وان الصلاة بجماعة فی المعفاة ان ترکوا الاذان لا یکرہ وان ترکوا الاقامة یکرہ
وقبل لا یتربک الاذان ایضاً۔ (خانیہ جلد اول صفحہ ۳۸)

دریافت طلب امر یہ ہے کہ بکر اور زید کے اقوال میں سے کس کا قول شرعاً درست ہے۔

(۲) بکر کا قول یہ ہے کہ نماز جمعہ کی جماعت مسجد کے علاوہ دوسری جگہ نہیں ہو سکتی زید کا یہ قول ہے کہ جمعہ کی جماعت کے شرائط میں شہر اور فناء شہر اور اذن عام ہے، جمعہ کی جماعت کے لیے مسجد کی شرط نہیں ہے لہذا کسی کے مکان یا کسی دینی ادارے یا کسی میدان میں بھی جمعہ کی جماعت ہو سکتی ہے شرط یہ ہے کہ یہ مکان ادارہ اور میدان شہر میں ہو اور اس کے لیے صاحب مکان نے یا منتظم ادارہ نے اجازت اور اذن عام دے دیا ہو زید اپنے قول کی تائید میں کتب فقہ کی یہ عبارت پیش کرتا ہے:

”السلطان لو صلی فی دارہ ان فتح باب دارہ جاز وان لم یأذن لعامة لا تحوز“

(شامی جلد اول صفحہ ۲۶۹ ملخصاً)

یشترط لصحتها المصر او فناءه وهو ما حوله لاجل مصالحه کلدن الموتی

(شامی صفحہ ۱۳۸)

یشترط لصحتها الاذن العام فلو دخل امیر حصنا او اغلق بابہ وصلی باصحابہ لم

(تنویر الابصار)

تتعلق۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ بکر اور زید کے اقوال میں سے کس کا قول شرعاً درست ہے۔
الرسال، محمد ہاشم مصباحی جواہر نگر جیشید پور (بہار)

الجواب

دونوں مسئلوں میں زید کا قول صحیح اور موافق کتب فقہ کے ہے اور بکر کی بات غلط اور بے سند ہے۔
واللہ تعالیٰ اعلم عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی

(۳۷-۳۹) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

”عن السائب بن یزید قال کان یؤذن بین یدی رسول اللہ ﷺ اذا جلس علی المنبر یوم الجمعة علی باب المسجد“ (سنن ابی داؤد: ۱۵۶/۱)

اس حدیث سے بظاہر اذان خطبہ مسجد کے دروازے پر ہونا ثابت ہوتا ہے لیکن فقہائے احناف کی تصریحات اور حدیث میں تضاد معلوم ہوتا ہے جیسا کہ ذیل میں تحریر ہے۔

(۱) نور الایضاح میں ہے ”والاذان بین یدیہ کا لاقامۃ“

یعنی خطبہ کی اذان امام کے سامنے اقامت کی طرح کہنا سنت ہے۔

(۲) مراقی الفلاح میں ہے ”والاذان بین یدیہ جریٰ بہ التوارث کا لاقامۃ بعد الخطبۃ

یعنی خطبہ کے بعد اقامت کی طرح خطیب کے سامنے قریب سے خطبہ کی اذان دینے کا معمول چلا آ رہا ہے۔

(۳) اعداد الفلاح میں ہے ”والاذان بین یدیہ کا لاقامۃ سنۃ“

یعنی خطیب کے سامنے قریب سے اذان دینا اقامت کی طرح سنت ہے۔

(۴) مالا بد منہ فارسی میں ”چوں امام بر منبر آید اذان دوم روبروئے او گفتہ شود“

ذیل میں لفظ ”بین یدیہ“ اور ”علی باب المسجد“ پر اشکال ہے، اشکال دوم فرما کر لفظ

”بین یدیہ“ اور ”علی باب المسجد“ کی ایسی تشریح کیجئے تاکہ مسئلہ بالکل واضح ہو جائے۔

(۱) کسی علت کی وجہ سے بخاری، نسائی، مشکوٰۃ اور خود ابوداؤد کی ایک روایت میں ”علی باب

المسجد“ کا لفظ نہیں ہے اگرچہ راوی سائب بن یزید ہی ہیں۔

(۲) آثار السنن میں حدیث نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں ”قال النیموی علی باب المسجد

غیر محفوظ“ سے کیا ثابت ہوتا ہے۔

(۳) بین یدبہ سے قریب کا سامنا مراد لیا جائے یا دور کا، اگر دور مراد لیا جائے تو اس حدیث "خرج علينا رسول الله ﷺ بالهاجرة فصلی بالبطحاء الظهر والعصر ركعتين ونصب بين يديه عترة"

(مسند امام احمد بن حنبل: ۶/۳۷۴)

میں امام اور سترہ کی دوری کیا ہوگی، جیسا کہ امام ابن عابدین ثانی فرماتے ہیں "السنة ان لا يزيد ما بينه وبينها على ثلثة اذرع"

یعنی سنت یہ ہے کہ نمازی اور سترہ کے درمیان تین ہاتھ سے زیادہ فاصلہ نہ ہو یہ حدیث اور فقہاء احناف کی عبارتوں کے مد نظر رکھتے ہوئے ایسی تحقیق پیش کیجئے تاکہ تضاد رفع ہو جائے اور اشکالات ختم ہو جائیں۔ بینا تو جروا المستقیمی محمد صبح اللہ مقام منا چھاپر بازار ضلع پڑو نہ پوٹی

الجواب

بین یدبہ کے لفظ میں قرب و بعد کو دخل نہیں اس کا ترجمہ تو صرف سامنے ہے سامنے کی چیز قریب ہو تو اس پر بھی بین یدبہ صادق ہے اور دور ہو تو اس پر بھی جیسا کہ آپ کی نقل کردہ عبارت میں قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی نے بین یدبہ کا ترجمہ صرف لفظ رو برو سے کیا ہے قریب یا بعید کا پوچھ نہیں لگایا اور سترہ کے لیے الگ سے حدیث شریف میں قریب ہونے کا حکم ہے "قال النبی ﷺ اذا صلی منکم الی مسترة فلیدن منها" (طبری: ۲/۱۱۹)

تم میں سے کوئی سترہ کی طرف نماز پڑھے تو سترہ سے قریب ہو۔

اسی لیے امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے باب سترہ میں بین یدبہ کی تفسیر تین ہاتھ سے کی، اذان چونکہ مسجد کے اندر دینا مکروہ ہے اور واقعہ چونکہ یہ ہے کہ عہد رسالت اور عہد خلفائے راشدین یکے بعد میں بھی مسجد النبی کے دروازہ پر ہوتی تھی اسی لیے حضرت سائب بن یزید رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی بیان کردہ روایت میں بین یدبہ کی تفسیر علی باب المسجد سے کی، یہاں بین یدبہ کا معنی اتنی دور ہے کہ مشفق مسجد اور اس سے متصل فرش کا حصہ ختم ہو جائے۔

پس جب لفظ بین یدبہ میں دونوں احتمال ہیں تو حدیث نبوی کی تصریح کے موافق ایک جگہ قریب اور دوسری جگہ بعد مراد لینے میں کیا حرج ہے؟ تضاد تو اس غلط ترجمہ سے پیدا ہوا جو آپ نے کیا کہ ہر جگہ بین یدبہ کے ترجمہ میں قریب کا پوچھ نہ لگایا۔

آپ کے اس غلط ترجمہ کی وجہ سے صرف فقہاء کی عبارت اور حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہی نہیں خود فقہائے کرام کی عبارتوں میں بھی تعارض ہوتا ہے۔

رہ گیا جناب شوق نبوی کا روایت سائب بن یزید کے "علی باب المسجد" والے ٹکڑے کو غیر محفوظ بتانا، ہمارے خیال میں یہ موصوف کا تراشوق ہی ہے، کیونکہ اس کی وجہ اگر وہ ہو جو آپ نے لکھا ہے کہ یہ ٹکڑا بخاری، نسائی، مشکوٰۃ، اور خود ابو داؤد کی ایک روایت میں نہیں ہے جب کہ یہ روایتیں حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی مروی ہیں تو ہماری گزارش ہے کہ بخاری، نسائی، اور مشکوٰۃ شریف میں لفظ بین یدبہ بھی تو مذکور نہیں ہے، تو لازم ہے کہ لفظ بین یدبہ بھی غیر محفوظ ہوا، پھر یہ کیسا ظلم ہے کہ ایک ٹکڑے کو غیر محفوظ کہا جا رہا ہے اور دوسرے کو محفوظ۔

یابہ وجہ ہوگی کہ اس حدیث کو حضرت سائب بن یزید سے امام تہری نے روایت کیا اور امام تہری کے شاگردوں میں ابن زیاد سے راوی محمد بن اسحاق ہیں لیکن یہ کوئی عیب نہیں، محمد بن اسحاق ثقہ راوی ہیں۔ تہذیب التہذیب جلد اول صفحہ ۳۰ میں ہے "لم أر أہل الحدیث یختلفون فی ثقہ وحسن حدیثہ" علمائے حدیث میں کسی کو میں نے ان کے ثقہ ہونے اور ان کی حدیث کے حسن ہونے میں اختلاف نہیں دیکھا۔ اور ثقہ کی زیادتی مقبول ہوتی ہے۔

نخبۃ الفکر صفحہ ۳۷ میں "وزیادۃ راویہما ای الحسن والصحیح مقبولة مالم تکن منافاة بروایة اوثق منه هذه تقبل لانہما فی حکم حدیث المستقل الذی ینفرد بہ الثقة"

اور مسئلہ دائرہ میں لفظ بین یدبہ اور علی باب المسجد میں کوئی منافات نہیں۔ جیسا کہ ہم نے اوپر ظاہر کیا واللہ تعالیٰ اعلم۔ عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی

(۳۳) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ کہ اذان دینے کے لیے کوئی مخصوص جگہ ہے یا خارج مسجد کہیں سے بھی دے سکتے ہیں جیسے کہ اگر مسجد کے احاطہ میں کسی کا بنگلہ ہو جس میں امام گھر والوں کی اجازت سے رہتے ہوں، اس جگہ بنگلہ کے اندر مانگ رکھ کر اذان دینا درست ہے یا نہیں؟

شاہ جہاں اشرفی مقام دپوسٹ پیار پور تھانہ راج محل ضلع صاحب سنج

الجواب

مسجد کے اندر اذان دینا مکروہ ہے، مسجد سے باہر مگر اتنی قریب ہو کہ اسی مسجد کی اذان کہی جائے، سوال میں ذکر کی ہوئی اذان میں کوئی حرج نہیں، افضل یہ ہے کہ بلند جگہ سے اذان دی جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی

(۴۴) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلوں میں کہ
سیوان شہر اور اس کے مضافات کے مسلمانوں کی اکثریت خانقاہ رشیدیہ جون پور کے بزرگوں
سے دست گرفتہ اور متوسل ہے اور جب سے سیوان کی آبادی ہے یہاں کی کل مساجد میں جمعہ کی اذان ثانی
اندرون مساجد ہی ہوتی ہے، سیوان کی مساجد میں بعض مسجدیں ایسی بھی ہیں جن کی تعمیر تقریباً سو برس کی
ہے، مثلاً تیا قلعہ سیوان کی جامع مسجد، اس طویل مدت میں اس مسجد میں سینکڑوں علمائے کرام و اولیاء و
مشائخ نے انفرادی و اجتماعی صورت میں بارہا نماز جمعہ ادا کی اور امامت کی اور کر رہے ہیں، مثلاً الحاج حیدر
نما حیدر بخش، سرکار قطب الدین احمد، ان دونوں کے مزار مقدس بہمن بارہ شریف میں مرجع خلافت ہیں،
سرکار آسی، سرکار ستر پوش، سرکار مولانا مفتی شاہ مصطفیٰ علی شہید گورکھ پوری اور حضرت مولانا سید شاہ محمد
ایوب صاحب ابدالی اسلام پوری، حضور مفتی شاہ حبیب الرحمن صاحب قادری مجاہد ملت کنگلی، والحاج حافظ
ملت جلالت العلم مولانا حافظ شاہ عبدالعزیز صاحب قادری شیخ الحدیث و بانی الجامعہ الاشرفیہ مبارکپور
مولانا مفتی قاضی شمس الدین صاحب قادری، مفتی سلیمان صاحب بھگلپوری، مولانا قائم صاحب قنیل
دانا پوری، مولانا مفتی عبدالمنان صاحب شیخ الحدیث مدرسہ شمس العلوم گھوسی مولانا سید محمد مظفر حسین صاحب
کچھوچھوی مولانا مشتاق احمد صاحب نظامی، الحاج علامہ ارشد القادری صاحب سربراہ اعلیٰ ادارہ شرعیہ
پٹنہ، الحاج شیخ العلماء ابوسمیل محمد انیس عالم صاحب قادری امین شریعت ثانی پٹنہ وغیرہ ہم مدظلہم العالی نے
اس مسجد میں نماز پڑھی اور پڑھائی اور ان سب کی موجودگی میں خطبہ کے وقت اذان ثانی اندرون مسجد ہوئی
اور ابھی تک ہو رہی ہے مگر کبھی کسی نے اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا، علماء و مفتیان کرام و مشائخ عظام اہل
سنت کے اس عمل سے اندرون مسجد اذان ثانی کے جائز ہونے پر گویا اجماع ہو گیا، نیز یہ حقیقت بھی ناقابل
انکار ہے کہ صرف سیوان و مضافات سیوان ہی نہیں بلکہ پورے ہندوستان و پاکستان میں اکثر مساجد کی
تعمیر کی شکل یہ ہے کہ منبر کے بیرونی صحن کے درمیان کہیں ایک اور کہیں دودویاریں حائل ہیں ایسی شکل
میں اگر جمعہ کی اذان ثانی مسجد سے باہر خارج مسجد میں دی جائے تو خطیب و مؤذن کا آنا سامنا ہرگز نہیں
ہو سکتا حالانکہ مؤذن کو خطیب کے (بسن بدیہ) ہونا چاہئے اور مؤذن کے خطیب کے (بسن بدیہ)
دونوں ہاتھوں کے درمیان ہونے کی تدبیر اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ اس شکل کی جتنی مسجدیں ہیں ان کی اگلی
دیواروں کو منہدم کر کے پھر سے پایوں پر اس کی چھت قائم کی جائے جیسا مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کی مساجد
کی تعمیر ہے، ان حقائق و حالات کو پیش نظر رکھتے ہوئے اب ہم مسلمانان سیوان کی فریاد سنئے کہ کچھ
دنوں سے یہاں کی ایک مسجد کا امام جو صرف حافظ قرآن ہے ایک شریعت پسند مولوی کے زیر اثر ایک مدرسہ میں

پڑھاتا بھی ہے، اس مولوی کی تحریک سے اس مسجد میں جہاں یہ امامت کرتا ہے جس پر یہ منبر سے ہٹ کر
مسجد کے اس صحن کے دھن جانب جو صحن داخل مسجد ہے جس میں نماز پڑھی جاتی ہے جمعہ کی اذان ثانی اس
پر دلاتا شروع کر دیا ہے حالانکہ اس صحن اور منبر کے درمیان دودویاریں حائل ہیں اور خطیب و مؤذن کا آنا
سامنا بھی نہیں ہوتا ہے حالانکہ اس امام نے برسوں یہاں کی مختلف مسجدوں اور اس مسجد میں بھی امامت کر
گیا ہے اور اندرون مسجد اذان ثانی دلاتا رہا ہے اور وہ مولوی جس کے زیر اثر یہ امام ہے اور اب بیرون مسجد
اذان ثانی دلاتے کا محرک ہے خود بھی جا بجا جمعہ کی نماز پڑھی اور پڑھائی ہے، مگر کبھی ان دونوں میں سے کسی
نے اذان ثانی اندرون مسجد ہونے پر کوئی اعتراض نہ کیا، اب اپنے اس عمل سے انھوں نے سیوان
میں ایک فتنہ برپا کر دیا ہے اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ صدیوں سے ہمارے علماء و مشائخ نے اندرون
مسجد اذان ثانی کے ہونے پر کوئی انکار و اعتراض نہیں کیا آج آپ ایسا کیوں کر رہے ہیں تو جواباً یہ امام اور
اس کے محرک مولوی صاحب یہ کہتے ہیں کہ وہ نا سمجھ تھے اس امام اور اس کے مقتدی شریعت پسند مولوی کے اس
فصل سے یہاں فتنہ فساد اور افتراق و انتشار اور اختلاف بین المسلمین پیدا ہو گیا ہے اور اس مسجد میں اس
فتنہ پسند مولوی نے فتنہ کی آگ سلگائی ہے وہ نمازی جو پابندی کے ساتھ نماز پڑھتے تھے نکل کر
دوسری مسجد میں پڑھ رہے ہیں لہذا ان تمام حالات و واقعات کو ملحوظ رکھتے ہوئے مندرجہ ذیل سوالات کے
اطمینان بخش جواب سے ہم مسلمانان اہل سنت کو مطمئن فرمائیں، اور از روئے شرع آپ حکم نافذ فرمائیں
جس سے یہ فتنہ ہمیشہ کے لیے دفع ہو جائے اور مسلمانوں میں انتشار و افتراق و اختلاف کی جو آگ سلگائی
گئی ہے وہ ہمیشہ کے لیے بجھ جائے۔

سوالات

(۱) اندرون مسجد جمعہ کی اذان ثانی خطیب کے آمنے سامنے (بسن بدیہ) چار قدم کے فاصلے
سے دینی جائز ہے یا ناجائز حرام ہے یا مکروہ تحریمی یا تنزیہی؟ اگر مکروہ تنزیہی ہے تو کیا عموم بلوی
اور اختلاف بین المسلمین سے بچانے کے لیے اندرون مسجد جمعہ کی اذان ثانی بدستور سابق نہیں دی جا
سکتی؟ اگر کسی حال میں یہ جائز نہیں ہے تو پھر ان علماء و مفتیان کرام و مشائخ عظام پر شریعت کا کیا حکم ہے
جنہوں نے صدیوں سے اندرون مساجد جمعہ کی اذان ثانی دلائی اور کبھی اس پر اعتراض نہیں کیا، اور اگر ان
لوگوں نے فتنہ و اختلاف بین المسلمین اور عوام کے گمراہ ہو جانے اور عموم بلوی اور مساجد کی تعمیرات وغیرہ کو
پیش نظر رکھتے ہوئے ان اولیاء و مشائخ عظام و علماء و مفتیان کرام نے اس پر سکوت اختیار کیا تو پھر کیوں
نہیں انھیں مصالح کو مد نظر رکھتے ہوئے انہیں وجوہ کو ترجیح دے کر اندرون مسجد اذان ثانی کے جواز کا فتویٰ

دیا جائے آج جو مولوی اور امام نے محض اپنی قابلیت و فوقیت جتانے کیلئے مسلمانوں میں اختلاف کی آگ سلگادی ہے ان پر شریعت مقدسہ کا جو حکم ہے وہ صادر کیا جائے اور اس کی سرزنش کی جائے تاکہ آئندہ وہ کوئی نیا فتنہ پیدا کرنے کی جرأت نہ کر سکیں۔

المستفتی، محمد حسین نیا ناز اور بارہ روڈ سیوان بہار ۱۵ اکتوبر ۱۹۸۶ء

الجواب

جمعہ کی اذان ثانی بیرون مسجد ہونے کی طرف ہندوستان میں غالباً سب سے پہلے امام اہل سنت مجدد مآثر اربع عشر اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان صاحب فاضل بریلوی نے توجہ دلائی (رحمۃ اللہ علیہ) اور یہ ان کے تجدیدی کارناموں میں سے ایک کارنامہ ہے کہ ایسی سنت رسول اللہ ﷺ جو مردہ ہو گئی تھی اس کو انھوں نے زندہ کیا۔ اس مسئلہ پر برہنہ بریں علمائے ہدایوں اور علمائے بریلی میں قلمی مناظرہ بلکہ مقدمہ بازی تک ہوئی مگر حق یہ ہے کہ حق حضرت مجدد اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف تھا، پوری بحث فتاویٰ رضویہ جلد دوم اور ان رسائل میں ملے گی جو اس وقت طرفین سے شائع ہوئے، ہم صرف وہ حدیث پیش کرتے ہیں جو اس مسئلہ کی بنیاد ہے اور ابوداؤد شریف میں صحیح سند کے ساتھ مذکورہ ہے۔

”كان يؤذن بين يدي رسول الله ﷺ اذا جلس على المنبر يوم الجمعة على باب المسجد وابي بكر وعمر“ (ابوداؤد جلد اول صفحہ ۱۵۶)

جمعہ کے روز رسول اللہ ﷺ جب منبر پر تشریف فرما ہوتے تو آپ کے سامنے مسجد کے دروازے پر اذان ہوتی ایسا ہی ابوبکر اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے زمانہ تک برابر ہوتا رہا۔

اس حدیث مبارک سے جہاں یہ ثابت ہوتا ہے کہ اذان ثانی مسجد سے باہر ہوتی چاہئے وہیں یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ بین ید یہ کے معنی بالکل منبر کے متصل نہیں۔

قاضی خاں اور عالمگیری میں ہے ”لا يؤذن في المسجد“ کوئی اذان بھی مسجد کے اندر نہ ہونی چاہئے۔

قہستانی میں ہے: ”يكره ان يؤذن في المسجد“ مسجد کے اندر اذان دینا مکروہ ہے۔ اور جب مطلقاً مکروہ بولا جاتا ہے تو اس سے مکروہ تحریمی مراد ہوتا ہے۔

اب رہ گئی یہ بات کہ ہندوستان کی تمام مساجد میں یہ اذان مسجد کے اندر ہوتی ہے اور بہت سارے علمائے اہل سنت کے سامنے ہوتی ہے اور کسی نے انکار نہیں فرمایا تو یہ اجماع ہو گیا، اس امر کو فعل اجماع کہنا غلط ہے۔

اولاً یہ دعویٰ ہی غلط ہے کہ تمام علمائے کثیر نہیں فرمایا، ابھی آپ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کا انکار شدید سن چکے، خود مفتی اعظم کو کتنی مسجدوں میں باہر اذان دلاتے ہم نے دیکھا ہے۔

ثانیاً خلاف سنت فعل کے ترک پر اگر اتفاق ہو بھی جائے تو اس کا نام اجماع امت نہیں بلکہ اہانت سنت ہے جس کو زعمہ کرنے اور اس پر عمل کرنے والے کے لیے حضور ﷺ نے سوشہیدوں کا ثواب مقرر فرمایا ہے۔ ”من احيا سنتي عند فساد امتي فله اجر مائة شهيد“ (مشكاة شریف: ۵۱/۱) جس نے میری امت کے فساد کے وقت میری کسی مردہ سنت کو زندہ کیا اس کو سوشہیدوں کا ثواب ملے گا۔

اور یہ بات کہ اتنے بڑے بڑے اولیاء اور علماء نے سکوت فرمایا تو یہ ایسا ہی ہے جیسے امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں بھی بڑے بڑے صحابہ علماء اور صلحاء موجود تھے کسی نے یزید کی مخالفت نہیں کی اللہ تعالیٰ نے اس کی توفیق امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دی تو ان کے خلاف محمود احمد عباسی کی دلیل مان لی جائے کہ چونکہ صحابہ و تابعین نے یزید کی خلافت مان لی تھی اس لیے امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ناحق پر تھے اور یزید حق پر تھا۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی اپنی کتاب ”شماعة العنبر ص ۱۳۶“ میں لکھتے ہیں:

”الم يعلموا أن الخليفة الراشد أمير المؤمنين عمر بن عبدالعزيز رضي الله تعالى عنه كم من سنن احيائها وظلمات بدع اجلها فكان له الاجرا لحزبيل والذكر الحميل والفخر الحليل ولم يكن عيب قط على من قبله من الصحابة الكرام واكابر ائمة التابعين الاعلام رضي الله تعالى عنهم انهم جهلوا الحق وسكنوا عنه ولا قيل لا مير المؤمنين انك تقحمت ما احتنبوه أو انكرت ما اقروه افانت اعلم بالسنة منهم أو أتقى منهم لفتنة“

خلیفہ راشد امیر المؤمنین عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بہتری مردہ سنتوں کو زندہ کیا اور بدعتوں کو مٹایا یہ بات ان کے حامد جلیلہ میں شمار ہوتی ہے اور اس سے گزشتہ یا موجودہ صحابہ و تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی برائی ظاہر نہیں ہوتی کہ وہ حق سے جا ملے یا ساکت رہے نہ امیر المؤمنین پر کوئی اعتراض کرتا ہے کہ آپ ان صحابہ سے زیادہ سنت کے جاننے والے تھے کہ ان لوگوں نے جس کا انکار نہیں کیا اور ان کے زمانہ میں جو ہوا تھا اس کو آپ نے الٹ دیا۔

پس فتنہ کی نسبت اس کی طرف نہ ہونا چاہئے جس نے خلاف سنت فعل کو بند کرا کے سنت کے موافق جاری کر دیا بلکہ ان لوگوں نے غلط کیا جنہوں نے اس پر جھگڑا بڑھایا یا مسجد ہی چھوڑ دی ہاں ان امام صاحب کو بھی لازم تھا کہ نرمی سے عوام کو مسئلہ سمجھاتے اور اگر عوام فتنہ اور ضد پر آمادہ ہوئے تو وہ زیادہ

سے زیادہ یہ کرتے کہ وہاں کی امامت چھوڑ دیتے۔

المختصر مسئلہ یہی ہے کہ جمعہ کی اذان ثانی بلکہ تمام اذانوں کا حکم یہ ہے کہ مسجد کے باہر ہوں مسجد کے اندر اذان دینا خلاف سنت اور مکروہ ہے اور مسلمانوں کو چاہئے کہ جب صحیح مسئلہ معلوم ہو جائے تو فصد چھوڑ دی جائے اور غلط رواجوں کی سند نہ پکڑی جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی، ۲۱ رجب المرجب ۱۴۱۱ھ

(۳۵) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ مندرجہ ذیل میں کہ

ایک مسجد ہے مسجد کے سامنے صحن بھی ہے مسجد اور صحن کے چاروں طرف چہار دیواری ہے، چہار دیواری کے باہر سے اذان دینا کیسا ہے؟ اور مسجد کے چھت پر سے اذان دینا کیسا ہے؟
المستفتی، محمد وکیل خان لنگا پور ڈیمارنگا لینڈ

الجواب

مسجد کا جو حصہ نماز پڑھنے کے لیے بنایا جاتا ہے جو عام طور سے دالان اور صحن اور بعض جگہ دالان سائبان اور صحن پر مشتمل ہوتا ہے اس میں اذان دینا مکروہ و ممنوع ہے۔

مراقی الفلاح صفحہ ۱۰۷ "و یکرہ ان یؤذن فی المسجد" اس کے علاوہ جو زمین ہے چاہے چہار دیواری کے اندر ہو یا باہر ہر جگہ اذان ہو سکتی ہے اسی طرح مسجد کی چھت پر اگر اس طرح اذان دے کہ مؤذن مسجد کے کنارے والی دیوار پر کھڑا ہو تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں اسی میں ہے "والظاہر ان یؤذن فی مکان عال" واللہ تعالیٰ اعلم عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ۱۵ ربیع الثانی ۱۴۱۲ھ

(۳۶) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

زید ایک دیوبندی لڑکا ہے جس کا کہنا ہے کہ پانچ وقتوں کی نماز کے لیے اور جمعہ کی اذان دینے کے لیے صحیح حدیثوں سے ثابت ہے اور کسی دوسری جگہ کے لیے اذان دینا صحیح حدیث سے ثابت نہیں۔ اگر کسی دوسری حدیث پاک میں ملتی ہے تو صرف نو مولود بچے کے کان میں دہانی طرف اذان اور بائیں طرف بکیر کا شیوت ملتا ہے۔ اس کے علاوہ کسی دوسری جگہ اذان دینا حضور ﷺ اور حضور کے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور تمام بزرگان دین کے مذہب میں نہیں ہے۔

اور وکیل پیش کرتے ہیں حضرت امام شیخ بن ہمام جو دیوبندی اور بریلوی دونوں کے نزدیک تسلیم شدہ ہیں وہ اپنی کتاب فتح القدیر ج ۱ ص ۱۶۸ میں لکھتے ہیں:

ثبت متواترا أن رسول الله ﷺ أذن للصلوات الخمس والجمعة دون ما سواها من

النور والعیدین والکسوف والخسوف والاستسقاء و صلوة الجنازة والسنن والنوافل۔

تم لوگ قبر پر اذان دیتے ہو کیا یہ جائز ہے؟ تو کیا ان کا یہ کہنا اور وکیل دینا صحیح ہے یا غلط؟ اگر صحیح ہے تو دوسری کوئی دلیل دے کر بتائیں اور اگر غلط ہے تو اس کا بھی پوری دلیل کے ساتھ جواب دینے کی زحمت گوارا کریں۔ عین کرم ہوگا۔ المستفتی محمد اور لیس رضوی، ساکن ہولیا کراف محمد حسن محترم مدرسہ ہدایت الاسلام اندو بازار ضلع سنمری نیپال

الجواب

آج کل عجیب قسم کے زید دنیا میں پیدا ہو گئے ہیں جو جی میں آئے بولیں اور جو منہ میں آئے کہہ دیں ان کی کوئی ذمہ داری نہیں، سارا بوجھ علماء پر ہے، زید صاحب غلط بولیں تو علماء رو کریں، زید صاحب صحیح بولیں تو نہ کہیں، اب آپ اپنے ہی زید کو دیکھ لیجئے پنجوقتہ نماز اور جمعہ اور اذان مولود کے علاوہ ان کو کسی اذان کا شیوت ملتا ہی نہیں۔ ڈھونڈتے ڈھونڈتے ابن ہمام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تک پہنچ گئے۔ اور شامی کو نہیں دیکھا جس سے زید کا سارا خلیجان دور ہو جاتا اور ابن ہمام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی عبارت بھی سمجھ میں آ جاتی، فرماتے ہیں:

لا یسن لغيرها أى من الصلوات والا فیندب للمولود وفى حاشية البحر للخير الرملی رأیت فی کتب الشافعية أنه قد یسن الأذان لغير الصلاة كما فی أذان المولود والمهموم والمصروع والغضبان ومن ساء خلقه من انسان او بهيمة وعند مزدحم الحيش وعند الحريق قبل وعند انزال الميت فی القبر قیاسا علی اول خروجه للدنیا لکن رده ابن حجر فی شرح العباب وعند تغول الغیلان ای عند تمرد الجن لخیر صحیح فیہ۔ أقول ولا بعد فیہ عندنا الخ أى لان ما صح فیہ الخیر بلا معارض فهو مذهب المحتهد وان لم ینص علیہ لما قدمناه فی الخطبة عن الحافظ ابن عبد البر والعارف الشوانی عن کل من الائمة الاربعة أنه قال: اذا صح الحديث فهو مذهبی۔ علی أن فی فضائل الأعمال یحوز للعمل بالحديث الضعیف۔ (شامی: ۴۶/۲)

نماز پنج وقتہ اور جمعہ کے علاوہ کسی اور نماز کے لیے اذان دینا سنت نہیں، جیسے عید، بقر عید، نفل وغیرہ۔ یہ مطلب نہیں کہ ان کے علاوہ کسی کام کے لیے بھی اذان جائز نہیں، نماز کے علاوہ کئی چیزوں کے لیے اذان دینا مستحب ہے۔

(۱) سب سے پہلے پیدا ہونے والے بچے کے کان میں۔ اس کا تو زید نے بھی اقرار کیا ہے۔

(۲) اور جس آدمی کو غم لاحق ہو (۳) جس کو مرگی آتی ہو (۴) جس کو غصہ آتا ہو (۵) آدمی یا جانور مگر گیا ہو (۶) اور جب گھسان کی لڑائی ہو رہی ہو (۷) جب آگ لگی ہو (۸) بعض علماء نے کہا ہے جب مردے قبر میں دفن کریں تب۔ ابن حجر شافعی نے اس سے اختلاف کیا ہے (۹) اور جنوں کی سرکشی کے وقت، امام خیر الدین رملی نے یہ سب باتیں نقل کر کے کہا کہ ہم حنفیوں کے نزدیک ان اذانوں کے مستحب ہونے میں کوئی بعد و ممانعت نہیں۔ امام ابن عابدین کہتے ہیں اس میں سے جو باتیں حدیث سے ثابت ہیں وہ تو بلاشبہ ہمارا مذہب ہیں اور جو اذان حدیث ضعیف سے ثابت ہو اس پر بھی عمل کیا جائے۔ کہ اعمال کی فضیلت میں ضعیف حدیثیں بھی قابل قبول ہیں۔

دیکھئے آپ کے زید صاحب کو تو نماز پنج گانہ اور جمعہ اور اذان مولود کے علاوہ کچھ نظر ہی نہیں آتا، علمائے اسلام مذکورہ بالا باتوں میں سے بیشتر کو حدیث سے ثابت مانتے ہیں، اگر آپ کے زید صاحب کچھ بھی عربی پڑھے ہوئے ہوتے تو سمجھتے کہ ابن ہمام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی عبارت میں ماسواھا کا بیان خود ہی فرما رہے ہیں: عن الوتر والعیدین والکسوف والخسوف وصلاة الاستسقاء وصلاة الحنازة والسنن والنوافل۔

صرف نمازوں کا ذکر کیا ہے، مطلب وہی ہوا جو علامہ ابن عابدین نے بیان کیا کہ فرائض اور جمعہ کے علاوہ کسی نماز کیلئے اذان ثابت نہیں، دوسرے کام کے لیے تو ثابت ہے، قبر پر اذان کے ثبوت میں زیادہ دلائل کی ضرورت ہو تو اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب کا رسالہ ”ایذان الاجر فی اذان القبر“ کا مطالعہ کریں، ہم نے تو صرف زید صاحب کی خوش فہمی کا پردہ چاک کیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ

(۳۷) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ جمعہ کے خطبہ کی اذان مسجد سے باہر ہونی چاہئے یا مسجد کے اندر منبر کے پاس؟ برائے کرم حکم شریعت ظاہرہ سے آگاہ فرمائیں۔ مستفتیان: محبوب عالم و کمال الدین علاء الدین غازی پور

الجواب

جمعہ کی نماز کے لیے پہلی اذان یا دوسری اذان جو امام کے منبر پر بیٹھنے کے وقت دی جاتی ہے یا اس کے علاوہ پنج وقتی اذان ہو، ان سب اذانوں کا مسجد کے اندر ہونا ممنوع ہے، ان سب اذانوں کو مسجد کے باہر ہونا چاہئے۔ فقہ کی مندرجہ ذیل ۲۰ کتابوں میں یہ مسئلہ اس طرح لکھا ہے:

ينبغي ان يؤذن على المئذنة أو خارج المسجد ولا يؤذن في المسجد

اذان منقذہ پر دینی چاہئے یا مسجد کے باہر مسجد کے اندر اذان نہ دی جائے۔

(یعنی دینا مکروہ ہے) ان میں کتابوں کے نام یہ ہیں: فتاویٰ قاضی خان، خلاصہ، خزائن المفتین، شرح نفاہ، عالم گیری، تاتارخانیہ، مجمع البرکات، بحر الرائق، کنز الدقائق، شرح مختصر امام طحاوی، المجتبى، شرح مختصر قلدوری، بنایہ، غنیہ، نظم امام زندویسی، حاشیہ مراقی الفلاح، غایۃ البیان، فتح القدیر، مدخل لابن امیر الحاج۔ اور خاص اذان خطبہ کے بارے میں یہ حدیث شریف ہے:

عن المسائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: کان یؤذن بین یدی رسول اللہ ﷺ اذا جلس علی المنبر یوم الجمعة علی باب المسجد وابی بکرو عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ (سنن ابی داؤد شریف: ۱/۱۷۱)

صحابی رسول حضرت سائب ابن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ جمعہ کے دن جب منبر پر بیٹھتے تو آپ کے سامنے مسجد کے دروازہ پر اذان دی جاتی۔ ایسا ہی حضرت ابو بکر و عمر کے زمانے میں بھی ہوتا رہا اور ظاہر ہے کہ مسجد کا دروازہ اس حصہ سے باہر ہی ہوتا ہے جہاں نماز ادا کی جاتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم عید المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ضلع منو ۱۲ صفر ۱۴۱۸ھ

(۳۸) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

ایک دیہات ہے جس میں جمعہ کی نماز بہت دنوں سے قائم ہے چونکہ شہر بہت دور ہے۔ گزارش ہے کہ اذان ثانی کہاں سے دی جائے؟ اس کا خلاصہ تحریر فرمائیں اور معلوم ہو کہ نمبر ایک میں تین صف کی جگہ ہے اور نمبر دو میں دو صف یا کل چھ صف ہے، لیکن کبھی نمبر ایک میں ایک صف کبھی دو صف کبھی یہ بھی نہیں۔ لیکن نمبر (۱) میں پوری تین صف ہر جمعہ کو ہوتی ہیں تیو ہار یا مہمان کے آجانے سے نمازی ہو جاتے ہیں، تو نمبر دو لگتی ہے ورنہ تین۔ تین صف کے پیچھے اذان مانی جاسکتی ہے یا نہیں؟ اور ابھی نمبر ایک کے دروازہ پر اذان پکاری جاتی ہے چونکہ اس کی دوری ۱۴ ارفٹ ہے اور نمبر دو کی دوری ۴ رفٹ ہے اور چھت کی ڈھلائی بھی ہوتی ہے، اس نقشہ اور مسئلہ کو ملاحظہ فرمائیں حوالے کے ساتھ نوادریں۔

از طرف: گوگڈ میا گریڈ بیہ بہار

الجواب

فقہ کی بہت سی کتابوں میں ہے: بکروہ الاذان فی المسجد۔ مسجد کے اندر اذان دینا مکروہ ہے، مسجد سے مراد وہ حصہ ہے جو نماز کے لیے خاص کیا گیا ہو۔ آپ کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ مسجد کا

خاص حصہ جو نماز کے لیے متعین ہے وہ نمبر ایک اور نمبر دو ہے، مصلیٰ کم ہوتے ہیں تو اندر والے حصہ میں پڑھتے ہیں اور زیادہ ہو گئے تو باہر والے حصہ میں۔ مسجد کی تعمیر مسجد بنانے والوں کا کام ہے، انہوں نے زمین کے جتنے ٹکڑے کو مسجد قرار دیا ہے اتنا ہی مسجد ہوگا نماز پڑھنے والوں کی تعداد گھٹنے، بڑھنے سے کچھ نہیں ہوتا ہے، شہروں میں جمعہ کے روز مسجد کے باہر سڑک تک لوگ جمعہ پڑھتے ہیں تو کیا سڑک بھی مسجد میں شامل ہو جائے گی؟

اسی طرح اوپر چھت، ہونے نہ ہونے سے بھی مسجد ہونے نہ ہونے میں کچھ فرق نہیں پڑتا، اکثر مسجدوں میں دو حصہ ہوتا ہے ایک حصہ پر عمارت ہوتی ہے جس کو ہال اور والان کہتے ہیں اور دوسرا حصہ کھلا ہوتا ہے جس کو فرش اور صحن کہتے ہیں۔ تو شریعت کے نزدیک وہ سب مسجد ہے اور اتنے حصہ کے اندر اذان دینا منع ہے۔ چاہے جمعہ کی ہو چاہے شیخ وقتہ کی۔

البتہ جمعہ کی خطبہ والی اذان کے لیے خاص دروازہ کا لفظ حدیث شریف میں آیا ہے: کان یؤذن بین یدئ رسول اللہ ﷺ اذا جلس علی المنبر یوم الجمعة علی باب المسجد وای بکر و عمر۔ حضور ﷺ اور ابو بکر و عمر کے زمانہ میں مسجد کے دروازہ پر امام کے سامنے اذان ہوتی تھی۔

تو آپ کے یہاں خطبہ کے اذان میں مؤذن نمبر دو کے دروازہ پر اس طرح کھڑا ہو کہ خطیب کا سامنا ہو اور دروازہ نمبر کے سامنے نہ ہو تو نمبر کے سامنے دیوار میں کوئی جگہ لگایا جائے تاکہ خطیب اور مؤذن کا سامنا ہو جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ضلع منٹو ۱۲ صفر ۱۴۱۸ھ

(۳۹) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ زید کا کہنا ہے کہ خطبہ کی اذان خطیب کے سامنے ہو، اس لیے زید نے بتایا کہ نمبر کے سامنے مشرقی دیوار کو کھود کر جالی لگا دیں اور اذان باہر سے دیں تاکہ مؤذن خطیب کے روبرو ہو جائے اتنے میں عمر کا کہنا ہوا کہ نہیں مشرقی دیوار یعنی برآمدہ اور مسجد کی درمیان والی دیوار کو کھود کر مانند محراب بنا دو، اب اس دیوار سے (مانند محراب) اذان دینا جائز ہے۔ سوال طلب امر یہ ہے کہ قرآن وحدیث کی روشنی میں یہ بتایا جائے کہ اذان ایسی صورت میں کہاں سے دی جائے، مدلل و مفصل جواب دے کر شکر یہ کا موقع عنایت فرمائیں اور عند اللہ وعند الرسول ماجور ہوں۔ المستفتی: محمد کمال الدین جیبی بنگلہ ہستی گارڈن رچر روڈ کلکتہ ۲۲

الجواب

فقہ کی معتمد اور مفتی بہ فتاویٰ ہندیہ، قاضی خاں در مختار، رد المحتار، وقایہ، شرح وقایہ، وغیرہ میں یہ صراحت ہے کہ اذان خواہ جمعہ کی ہو یا دیگر نمازوں کی مسجد سے باہر دی جائے۔

چنانچہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے: ینبغی أن یؤذن علی المئذنة او خارج المسجد ولا یؤذن فی المسجد کذا فی فتاویٰ قاضی خاں۔ یعنی اذان مئذنہ پر یا مسجد کے باہر دی جائے مسجد کے اندر اذان نہ دی جائے (فتاویٰ عالمگیری ج اول ص: ۵۵)

خو رسول اللہ ﷺ کے زمانہ اقدس میں اذان مسجد سے باہر دروازے پر ہوتی تھی۔

سنن ابی داؤد میں ہے: عن سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال کان یؤذن بین یدئ رسول اللہ ﷺ اذا جلس علی المنبر یوم الجمعة علی باب المسجد وای بکر و عمر۔ یعنی حضور ﷺ منبر پر جلوہ فرما ہوتے تو آپ کے سامنے دروازے پر اذان ہوتی اور ایسا ہی ابو بکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے زمانے میں ہوتا رہا۔ (ابوداؤد شریف ج اول ص: ۱۷۱)

اب اگر صحن کے بعد مسجد کی بلند دیوار ہے (جو امام کی مواجبت سے مانع ہے) تو اسے مؤذن کے لائق تراش کر باہر کی جانب جالی یا کواڑ لگالیں (فتاویٰ رضویہ دوم ص ۴۰۸) واللہ تعالیٰ اعلم عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ضلع منٹو ۱۸ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۸ھ

(۵۰-۵۲) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ دینی گھڑی جس کی چین کسی معدنی شے کی ہو یعنی سونے چاندی کے علاوہ دیگر کسی دھات کی ہو اس کا پہننا مرد کو جائز ہے یا نہیں؟ نماز قاسد ہوگی یا نہیں؟ اگر نہ ہو تو اس پر نماز پر بھی کوئی اثر پڑتا ہے یا نہیں؟ اگر نماز پر بھی اثر پڑتا ہے تو آیا نماز قاسد ہوگی یا مکروہ تحریمی یا تہریمی اور ایسی چین کا عورت یا اس کے نماز کے لیے کیا حکم ہے؟

(۲) اذان ثانی جمعہ مسجد کے اندر ہونا چاہئے یا باہر، اگر باہر ہونی چاہئے تو کون سی جگہ؟ اکثر اصحاب کہتے ہیں کہ اذان خطیب کے سامنے ہونی چاہئے، یعنی خطیب کو دیکھتا رہے، اگر یہ بات درست ہے کہ خطیب کا دیکھنا ضروری ہے تو بتائیے کہ اذان کون سی جگہ پڑھی جائے؟ سامنے سے مراد ہم لوگ منبر صحن سمجھتے ہیں۔ کچھ لوگ سامنے سے مراد منبر سے دور کو کہتے ہیں۔

اذان دینے پر خطیب کے سامنے دیوار آ جاتی ہے۔ اب آپ سامنے کا مطلب بتائیے اور یہ بتائیے کہ اذان صحن میں ہو یا صحن سے باہر، جواب درست لکھیں یعنی سمجھا کر۔

(۳) ایک گورنمنٹ کا ملازم مولشی ڈاکٹر خنزیر کا علاج نہ کرنے پر ملازمت کا خطرہ ہے، خنزیر کا علاج کرنا از روئے شرع جائز ہے یا نہیں؟ اس سے بچنے کے لیے کوئی صورت بتائیے؟ ہر سو سوالوں کا جواب جلد مرحمت فرمائیں۔ المستفتی: اختر الاسلام مدرسہ بدر العلوم مقام دپوسٹ جس پور ضلع نئی تال

الجواب

(۱) گھڑی دتی ہو یا جیسی اس میں چاندی سونے یا کسی اور دھات کی چین لگانا مکروہ ہے۔ تفصیل کے لیے اعلیٰ حضرت کا رسالہ ”الطیب الوجیز“ دیکھا جائے۔

(۲) اگر اس دیوار میں جو منبر کے سامنے ہے ایسا روشن دان بنایا جاسکتا ہے جس سے مؤذن و امام کا سامنا ہو سکے تو ایسا کیا جائے ورنہ اذان بہر حال مسجد کے باہر ہونی چاہئے۔

(۳) اگر اس کے علاج میں ہاتھ لگانا یا چھونا نہ پڑے کوئی حرج نہیں، ورنہ ایسی ملازمت ہی ناجائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ ۲۵ شوال ۱۴۲۵ھ

الجواب صحیح: عبدالحزیز عفی عنہ الجواب صحیح: عبدالرؤف

(۵۳) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ

جمعہ کے دن جو اذان خطبہ کے وقت ہوتی ہے وہ مسجد کے اندر ہونی چاہئے یا مسجد کے باہر یا دروازہ پر؟

عبدالحفیظ بخیتی پور پوسٹ کھوجا ضلع سارن

الجواب

جمعہ کی دوسری اذان کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ اذان مسجد کے اس حصہ سے باہر دی جائے جو نماز پڑھنے کے لیے بنا ہے، لیکن ایسی جگہ دی جائے کہ مؤذن امام صاحب کے سامنے ہو مسجد کے اندر اذان دینے کو علماء نے منع اور مکروہ لکھا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ

الجواب صحیح: عبدالرؤف مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ

(۵۴-۵۵) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ

(۱) داڑھی منڈا فاسق اور قاجر ہے کہ نہیں؟

(۲) داڑھی منڈانے والے اگر اذان دیں تو کیا اذان دہرائی جائے گی؟

(۳) حضور پر نور ﷺ نے داڑھی رکھنے کی اگر تاکید کی ہے تو حدیث کا حوالہ تحریر کریں۔

(۴) کلثوم اپنے شوہر خاص کے پاس رہی اور ایک لڑکا اور لڑکی پیدا ہوئی، کچھ عرصہ کے بعد کلثوم

نے زنا کر لیا اور ناجائز حمل قرار ہوا، اور کلثوم نے کہیں دوسری جگہ جا کر عقد ثانی کر لیا، جو کچھ ملکیت یا جائیداد سے ملی تھی کیا اب وہ اس کی حق دار ہے یا نہیں؟ اگر وہ حق دار نہیں ہے تو اس کے پہلے شوہر کا جائز

لڑکا یا لڑکی حق دار ہوگی؟ جواب مفصل طور پر سوالات کے حوالہ دینے کی زحمت فرمائیں۔

الجواب

(۱) داڑھی منڈا فاسق ہے۔

(۲) داڑھی منڈا اذان دے تو دہرائی جائے۔ درمختار میں ہے: ”ویکرہ اذان الفاسق“

(۳) حدیث شریف میں ہے: ”قصوا الشارب و اعفوا اللحی“ یہ حدیث مشکوٰۃ شریف

(ص ۳۸۰) بخاری و مسلم دونوں کے حوالے سے مذکور ہے۔

(۴) زنا کی وجہ سے کلثوم میکہ میں اپنے حقوق سے محروم نہیں ہے، والدین کی وفات کے بعد ان

کی وارث ہوگی اور اپنی زندگی میں اگر وہ لوگ دیں گے تو اس کی مالک ہوگی۔ گناہ اس نے اتنا بڑا کیا کہ

اس کی سزا یہاں بھی دل ہلا دینے والی ہے اور وہاں بھی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ ۲۰ ربیع الثانی ۱۴۲۵ھ

الجواب صحیح: عبدالرؤف غفرلہ دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ الجواب صحیح: عبدالحزیز عفی عنہ

(۵۸-۶۲) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ ذیل میں کہ

(۱) خطبہ کے وقت اذان ثانی جو کہی جاتی ہے اس کا کہنا داخل مسجد یا خارج سے ضروری ہے جو

فحص داخل مسجد دے تو اس کا یہ فعل سنت ہے یا خلاف سنت ہے؟ بہر دو صورت اس کی دلیل فقہ، حدیث

اور عمل صحابہ سے دی جائے۔

(۲) جو شخص اس کا قائل ہو کہ خطبہ کی اذان خارج مسجد ہونے میں کچھ کراہت معلوم ہوتی ہے تو

ایسے شخص کے بارے میں عند الشرع کیا حکم ہے؟

(۳) بعد دفن میت قبر پر اذان دینا جائز ہے یا ناجائز؟ در صورت ثانی دلیل عقلی و نقلی کی ضرورت ہے۔

(۴) ”ایذان الا جسر فی اذان القبر“ میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے جو

حدیث قبر پر اذان دینے کے ثبوت میں احمد طبرانی و تہذیبی بروایت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی پیش

فرمائی جب کہ سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دفن ہو چکے اور قبر درست ہو گئی تھی کریم علیہ السلام دیر تک سبحان

اللہ فرماتے رہے اور صحابہ بھی حضور کے ساتھ کہتے رہے، پھر حضور اللہ اکبر فرماتے رہے، صحابہ کرام بھی

حضور کے ساتھ کہتے رہے، پھر صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ حضور اول تسبیح پھر تکبیر کیوں فرماتے رہے،

ارشاد فرمایا اس تکبیر بندے پر اس کی قبر تک ہوئی تھی اللہ تعالیٰ نے وہ تکلیف دور کی اور قبر کشادہ فرمادی، تو کیا ان کا پیش فرمانا بر محل ہے یا بے محل، بر تقدیر ثانی ثبوت آنے کی ضرورت ہے۔

(۵) قبر میں عہد نامہ یا شجرہ طاق کھود کر رکھنا جائز ہے یا نہیں؟ بر تقدیر ثانی ثبوت کی اشد ضرورت ہے اور بر تقدیر اول کس بزرگ سے یہ رواج جاری ہے؟ کوئی شخص یہ کہے کہ شجرہ رکھنے سے اگر میت کو فائدہ پہنچتا ہے تو اس سے بہتر ہوگا قرآن وحدیث قبر میں رکھ دیا جائے تاکہ پورا پورا میت کو ثواب ملتا رہے۔ تو عند الشرع اس کا قائل یا قرآن شریف کو رکھنے والا ماخوذ ہوگا؟

عبدالرشید انوار العلوم کامنی شریف قائل پور

الجواب

(۱) خطبے کے وقت جو اذان دی جاتی ہے اس کا بلکہ سبھی اذانوں کا مسجد میں دینا مکروہ ہے۔ اور مسجد کے باہر ہونا سنت ہے حضور ﷺ کے زمانہ میں اذان مسجد سے باہر دروازہ پر ہوتی تھی۔ حدیث شریف میں ہے: "کان یؤذن علی باب المسجد علی عہد رسول اللہ و ابی بکر و عمر" تفصیل کے لیے اعلیٰ حضرت کے فتاویٰ دیکھے جائیں۔

(۲) اس کو اپنے اس خیال سے توبہ کرنی چاہئے۔

(۳) بعد دفن قبر پر اذان دینا جائز ہے، ایذا ان الاجرام میں ذکر کی ہوئی حدیث ضرور بر محل ہے۔

(۵) در مختار میں ہے: "کعب علی جبهة المیت و عمامته و کفنه عہد نامہ یرجى ان یغفر الله للمیت" اس امر کی تصریح نظر سے نہیں گذری کہ کعب سے اس کی ابتدا ہوئی۔

شامی میں ہے: "کان الفقہ ابن عجل یا ممر بہ" طاق کھود کر اس لیے رکھا جاتا ہے کہ اسمائے الہی تکوین سے محفوظ رہیں، اس کے رکھنے کا منشا تبرک ہوتا ہے، ثواب پہنچانے کے لیے پڑھنا ضرور ہوتا ہے، چونکہ قرآن شریف رکھنے کی تصریح کتب فقہ میں نہیں آئی، اُس لیے قیاس سے اس کا حکم نہیں دیا جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبداللہ الشان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ ۸ صفر ۱۴۰۷ھ

الجواب صحیح: عبدالعزیز غفرلہ

الجواب صحیح: عبدالرؤف خٹک

(۶۸-۶۳) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ (۱) اگر مؤذن اذان کہہ کر پھر تکبیر کہے اور تکبیر کہنے والا یعنی مؤذن قد میں چھوٹا پانچ فٹ ۱۳ انچ اس کا قد ہو تو کیا وہ اذان دے کر تکبیر نہیں کہہ سکتا؟ اگر کہہ سکتا ہے تو کیا وہ امام کے پیچھے پانچ صف میں کھڑے ہو کر نماز فرض ادا نہیں کر سکتا۔ مسئلہ کیا ہے؟ مطلع فرمائیں۔

(۲) امام جو نماز کے لیے مصلے پر جا چکا ہو پھر کسی کے اعتراض کرنے سے وہ انصاف کرے اور

کہے جو قد میں چھوٹا ہو اسکو پانچ صف میں کھڑا نہیں ہونا چاہئے اور تکبیر کہہ دیجائے پھر پانچ سے چھوٹے قد والے کو کنارے میں کر دیا جائے جب کہ وہ بالغ ہے اور شادی شدہ ہے اس کی عمر ۲۵ سال کی ہے، ایم اے پاس ہے، قد پانچ فٹ تین انچ ہے۔

(۳) کوئی شخص سینٹ لگا کر اگر نماز پڑھے کیا اس کی نماز ہو سکتی ہے یا نہیں یا مکروہ ہوتی ہے؟

(۴) اگر مؤذن اذان کہنے میں حسی علی الصلاة اور حسی علی الفلاح میں رخ دہنے اور بائیں نہیں کرتا اس کے لیے کیا حکم ہے؟ صادر فرمائیں۔

(۵) زاہد نے بغرض شوق داڑھی رکھی اور اس نے داڑھی کا خط نہ کیا ہو اور داڑھی اس کی خوب زور پر ہو، یعنی بڑی بڑی ہو، کیا وہ داڑھی منڈوائے اتنا ہی گناہ ہے جتنا خط بنوانے پر ہوتا ہے، یعنی بغیر خط کے داڑھی اور خط والی داڑھی دونوں منڈوانے میں کیا فرق ہے؟

(۶) کوئی ایسی ترکیب فرمائیں جس سے دل کی سیاہی مٹ جائے اور دل میں روشنی پیدا ہو جائے۔

المستفتی: آپ کا خاکسار عظیم انور رحمانی پرائمری

الجواب

(۱) جس آدمی نے اذان کہی اگر وہ موجود نہیں ہے تو جو چاہے اقامت کہہ دے اور بہتر امام ہے اور مؤذن موجود ہے تو اس کی اجازت سے دوسرا کہہ سکتا ہے کہ یہ اسی کا حق ہے اور اگر بے اس کی اجازت کے کہی اور اس کو تا گوارا کرے تو یہ مکروہ ہے۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے: "والافضل ان یکون المؤذن هو المقیم وان اذن رجل و اقام اخر ان غاب الاول جاز من غیر کراهة وان کان حاضرا و تلحقه الوحشة باقامة غیره یرکھ وان رضی به لایکرمه عندنا کذا فی المحيط۔ (عالمگیری: ۷۰/۱)

اور جب وہ بچہ نہیں ہے تو بلاشبہ پانچ صف میں شامل ہو سکتا ہے اس میں قد کا اعتبار نہیں کیا گیا بلکہ شریعت نے صفوں کی ترتیب کا یہی طریقہ بتایا ہے کہ پہلے مرد ہوں پھر بچے اسکے بعد خنثی۔

(۲) امام نے یہ ظلم کیا ہے کہ اس کو پانچ صف سے ہٹا کر کنارہ کیا جو مصلی صف میں جہاں کھڑا ہو وہی اس کا حق ہے اور کسی کو اسکے حق سے محروم کرنا ظلم ہے اس میں قد کا کوئی اعتبار نہیں بلاشبہ ناٹا آدمی دوسرے مردوں کے ساتھ پانچ صف میں کھڑا ہو سکتا ہے۔

(۳) اگر سینٹ میں بالکل شامل کیا گیا ہو تو اس کا استعمال ضرور حرام ہوگا، اور اگر درہم کی مقدار لگ جائے تو نماز ہوگی ہی نہیں۔

قرآن مجید میں ہے: ﴿وَيَذَّابِلَكَ فَطَهَّرُ . وَالرَّجَزَ فَاهْجُرُ﴾ [المذثر: ۴-۵]

(۴) مؤذن کو چاہئے کہ حسی علی الصلاة کے وقت اپنے چہرے کو اپنے طرف موڑے اور فلاح کے وقت بائیں طرف اگر اس طرح نہ کیا تو انہوں نے خلاف سنت کیا۔

”کیفیتہ ان یکون الصلوة فی الیمین والفلاح فی الشمال“ (عالمگیری: ۷۳/۱)

نیز اسی میں ہے: ”واذا انتہی الصلوة والفلاح حول وجهه یمینا وشمالا“

(۵) داڑھی سنت کے موافق رکھے یا فیشن کے موافق اگر اس کو حد شرع سے کم کرے گا ضرور

حرام و گناہ ہوگا۔ پہلے اگر فیشن کی خاطر رکھی تھی تو ثواب سے محروم تھا اب کہ کٹا دی گئی ہو گی۔

شامی میں ہے: ”یحرم قطعه والسنة فیہ القبضۃ“۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی دارالافتاء شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ

(۶۹-۷۰) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ہذا کے بارے میں کہ

(۱) جمعہ کے دن خطبہ کی اذان اتروئے شرع معتبرہ حدیث کریمہ اور فقہائے عظام کے اقوال زیریں وقفہ خفی کی معتبر کتابوں جو مشہور فرماتے بریلوی دیوبندی اختلاف سے پہلے کی ہوں کہاں دی جائے مدلل و مفصل مع احادیث و کتب فقہ خفی مرقوم فرمائیں۔

(۲) جمعہ کی اذان ثانی اندرون مسجد دینا جائز ہے یا ناجائز؟ یا اور جس شق کو اپنائیں؟ براہ کرم مدلل طور پر بیان فرمائیں۔

(۳) جمعہ کی اذان ثانی حقیقت میں کون سی ہے آیا اذان اول و ثانی دونوں رسول کے زمانے سے یا ان میں سے کوئی ایک پھر ثانی یا اول کس زمانے کی ایجاد ہے بحوالہ کتب فیصلہ فرمائیں۔

(۴) علمائے کرام کیا لوگوں کے مشورے پر چلیں یا عوام علماء کی باتوں پر پھر اس صورت میں علماء و عوام دونوں کو باعتبار شرع کیا کرنا چاہئے؟

(۵) غلط رسم و رواج پر مسلمانوں کا اڑنا کیسا ہے بقول ایک فریق کہ کسی مستحب فعل کے اندر رکاوٹ کرنے سے اس پر عامل رہنا عند اللہ ضروری ہو جاتا ہے کیا یہ صحیح ہے؟

(۶) مساجد و مدارس میں خلاف شریعت عام انزیں کہ مستحب و افضلیت کا اختلاف ہو تو اقوام مسلمین کو کیا کرنا چاہئے آیا اکثر و اقل کا اس میں خیال کرنا درست ہے یا نہیں؟

(۷) دنیوی مقاصد و منافع کیلئے دینی امور کو ترک کرنا کیسا ہے خواہ مستحب ہی کیوں نہ ہو۔

(۸) علماء و عوام دونوں ملکر کسی سنت کو زندہ کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں کہ نہیں یا ان میں سے زیادہ

حق والے کون ہیں سنت کے زندہ ہونے پر ثواب ہے تو کتنا بیجا التفصیل مع حوالہ کتب معتبرہ۔

(۹) دنیاوی اختلاف لکے بدعتیہ و گمراہ فرقوں سے مساجد و مدارس کے معاملے مدد لینا کیسا ہے

یہ سوالات نوک قلم ہیں امید ہے کہ جلد مکمل و مدلل جوابات سے ہمیں نواز کر ہم سب کی دکھتی ہوئی

آنکھ کو سکون بخشیں گے۔

المستفتی: عبدالمصطفیٰ شیخ پان فروش چوک موئی ماتا پروانی گھر کون ایم پی

الجواب

حضور ﷺ کے عہد مبارک میں جمعہ کی صرف ایک اذان ہوتی تھی جو اس وقت ہوتی جب امام

خطبہ دینے کے لیے منبر پر بیٹھتا، حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ اذان مسجد سے باہر مسجد کے دروازہ پر

دیتے، حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں ایسا ہوتا رہا، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں

ایسا ہی ہوتا رہا، حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ کی ابتدا میں بھی یہی معمول رہا، جب آدمی

زیادہ ہو گئے تو ایک اذان کا اضافہ ہوا جس کو آج کل پہلی اذان کہا جاتا ہے، یہ اذان بھی مسجد سے باہر بلکہ

دور بازار میں مقام زور پر دی جاتی تھی۔

اسی سے آپ کی تین باتوں کا جواب ہو گیا اور ثابت ہو گیا کہ جمعہ کی وہ اذان جو خطیب کے منبر پر

بیٹھے اور خطبہ دینے سے پہلے دی جاتی ہے اس کو مسجد سے باہر اور خطیب کے سامنے دینا چاہئے۔

اب حوالے کے لیے حدیث کے الفاظ بھی پڑھیے:

”عن السائب ابن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال کان یوذن بین یدی رسول اللہ ﷺ

اذا جلس علی المنبر یوم الجمعة علی باب المسجد وابی بکر وعمر فلما کان خلافة

عثمان وکثر الناس أمر عثمان بالاذان الثالث فاذن به علی الزوراء فثبت الأمر علی ذلک۔

(ابوداؤد شریف جلد اول باب النداء یوم الجمعة)

(۴) مسئلہ شرعی ہو تو اس کے خلاف نہ عوام کی رائے کا لحاظ ہے نہ خواص کی رائے کا، شریعت پر

عمل در آمد دونوں کے لیے ضروری ہے۔ ہاں دنیاوی معاملہ ہو تو کثرت رائے سے عمل کیا جائے، مسئلہ کی

زیادہ تفصیل فتاویٰ رضویہ حصہ ہفتم میں دیکھی جائے۔

(۵) جو رسم و رواج شرع کے خلاف ہو اس پر اڑنا ناجائز و حرام ہے۔

قرآن عظیم میں ہے: ﴿فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ﴾ [النساء: ۵۹]

ہاں یہ مسئلہ کہ مستحب پر عمل روکا جائے تو وہ واجب ہو جاتا ہے اور یہ بھی حکم ہے۔

﴿وَالْفِتْنَةُ أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ﴾ [البقرة: ۹۱]

پس ایسی صورت میں جو مقدم ثابت ہو اسی پر عمل کیا جائے خاص مسئلہ اذان میں مولانا احمد رضا خاں صاحب تحریر فرماتے ہیں: جو مسجد اپنی ہے اس میں خود مخالفت سنت کا مواخذہ اس کی ذات پر ہے اور جو پرانی ہے اس میں اس کے ذمہ صرف اتنا رکھا گیا ہے ازالہ منکر پر قدرت نہ ہو تو صرف زبان سے منع کرے اور اس میں بھی فتنہ و فساد ہو تو دل سے برا جائے۔

اور حدیث شریف میں ہے: "من رآ منکم منکرا فلیغیرہ یدہ فان لم یستطع فلیسأنه"

(مسند امام احمد بن حنبل: ۵۳/۳)

(۷) دنیوی منافع کے لیے امور دینی کا ترک ناجائز و گناہ ہے مستحبات کرنے والے کو اختیار ہوتا ہے اس لیے اس کے ترک پر گناہ نہ ملامت۔

(۸) حدیث شریف میں ہے: "من احب استی عند فساد امتی فله اجر مائة شهیداً"

یہ حکم عالم اور جاہل سب کے لیے حسب استطاعت ہے۔

(۹) اس کا حکم نمبر ۷ سے ظاہر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ ۱۷ محرم الحرام ۱۴۰۹ھ

(۸۰-۷۸) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسائل ذیل کے بارے میں کہ

(۱) اقامت کے وقت امام اور مقتدی کو کھڑا ہونا چاہئے یا جی علی الفلاح پر کھڑا ہونا چاہئے؟ جب

کہ صف سیدھی کرنے کے بارے میں حدیث شریف میں تاکید آئی ہے۔

اگر جی علی الفلاح پر مقتدی اور امام کھڑے ہوتے ہیں تو صف سیدھی کرنے والی حدیث شریف پر

عمل نہیں ہوتا ہے۔

دوسرے ابوداؤد شریف میں ہے کہ

حضور ﷺ پہلے صف سیدھی کروانے کے بعد پھر اقامت کہنے کی اجازت دیتے اس سے ثابت

ہوتا ہے کہ اقامت میں بیٹھنا حضور ﷺ کے عمل سے ثابت نہیں ہے بلکہ کھڑا ہونا ثابت ہے۔ اس لیے

آپ سے منوہ بانہ گزارش ہے کہ آپ اس کا جواب سنت یا مستحب اور بیٹھنا کیا ہے؟ مع حدیث صحیحہ صفحہ نمبر

کے جواب عنایت فرمائیں۔

(۲) اذان یا اقامت کے وقت انگوٹھے کا چومنا کیسا ہے؟ جب کہ دوسرے حضرات یہ کہتے ہیں

کہ یہ بدعت ہے اس لیے مع حدیث کے حوالہ کے جواب عنایت فرمائیں۔

(۳) عصر و فجر کی نماز کے بعد مصافحہ کرنا کیسا ہے؟ جب کہ امام اعظم کے نزدیک مکروہ ہے اور

امام شافعی کے نزدیک مستحب ہے، پھر امام اعظم کے ماننے والے کیوں کرتے ہیں، دوسرے حضرات یہ

کہتے ہیں کہ یہ بدعت ہے اور بدعت حرام ہے، اس لیے حضرت سے گزارش ہے کہ ان تمام سوالوں کے

جواب مع حوالہ احادیث کریمہ اور اقوال فقہائے شریعت عظیمہ کے جواب جلد عنایت فرمائیں۔ کیونکہ چند

دنوں سے ہمارے یہاں ان چیزوں کو لے کر ہنگامہ کھڑا ہو گیا ہے۔ بنیاد تو جرو

المستفتی محمد نواب علی ساکنانیرج پور (راجستھان)

الجواب

(۱) بے شک حدیث شریف میں صفیں درست کرنے کا حکم آیا ہے۔

ارشاد نبوی ہے کہ: سووا صفو فکم فان تسوية الصفوف من اقامة الصلوة۔

(ابوداؤد شریف جلد اول ص ۱۱۳)

صفیں درست کرو اس لیے کہ صفوں کی درستگی نماز کی تکمیل ہے۔

اور یہ بھی حدیث شریف میں ہے کہ شروع میں جب تک لوگوں کو صفوں کی درستگی کی مشق نہیں تھی

رسول اللہ ﷺ صفوں کی درستگی کا اہتمام کرتے تھے۔

اسی ابوداؤد شریف میں ہے: كان النبي ﷺ يسوينا في الصفوف كما يقوم القلح حتى

اذا ظن قد اخذنا ذلك عنه وفقهنا اقبل ذات يوم بوجهه اذا رجل منتبذ بصدوره فقال لتسون

صفو فکم اولیخالفن الله بین وجوهکم۔ (ابوداؤد شریف جلد اول ص ۱۱۳)

حضور ﷺ ہماری صفوں کو ایسے درست کرتے جیسا کہ تیر سیدھا کیا جاتا ہے۔ یہ اس وقت تک رہا

کہ ہم نے حضور کی بات سمجھ لی اور آپ کے اس حکم پر عمل درآمد کرنے لگے۔ مطلب یہ ہے کہ حضور نے اس

کے بعد یہ درستگی چھوڑ دی۔ تو ایک دن پیچھے کی طرف دیکھا تو ایک آدمی کا سینہ صف سے باہر تھا آپ نے

فرمایا کہ صفیں درست کرو ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے چہروں میں اختلاف ڈال دے گا۔

اولاً: لیکن یہ سوچنا کہ اگر جی علی الفلاح تک بیٹھے رہیں گے اور اس کے بعد کھڑے ہوں گے

تو صف سیدھی نہ ہو سکے گی اور سیدھی کرنے والی حدیث پر عمل چھوٹ جائے گا۔ یا تو جہالت کی وجہ سے

ہے یا بددیانتی کی وجہ سے ہے، صفوں کے سیدھا کرنے کا عمل لوہا سیدھا کرنے کی طرح نہیں ہے، کہ دیر

تک آگ میں تپاؤ جب لوہا گرم ہو تو گھن مار کر سیدھا کر دو، یہ تو سکندروں کا عمل ہے۔

حدیث شریف میں خود بتایا ہر آدمی اپنا ٹخنہ دوسرے کے ٹخنے کے سیدھ میں کرے اور کندھے

سے کندھا ملا دے، آپ بتائیے جماعت میں لاکھ آدمی بھی ہوں کیا سب ایک ساتھ ایسا نہیں کر سکتے، جسم کے دو حصہ کو ایک دوسرے کے مقابل کرنا ہے آدھا منٹ بھی تو اس کام میں نہیں لگے گا۔

آپ ہمارا تجربہ سنئے قصبہ مبارک پور ضلع اعظم گڑھ میں زمانہ قدیم سے ایک جامع مسجد تھی جس میں اس وقت ایک ساتھ پانچ ہزار آدمی نماز پڑھتے ہیں اور جی علی الفلاح سے کھڑا ہونا شروع کرتے ہیں اور جی علی الفلاح پر سیدھے ہو جاتے ہیں۔ صفیں بالکل سیدھی ہو جاتی ہیں۔ اس لیے یہ کہنا بالکل غلط ہے کہ جی علی الفلاح تک بیٹھے رہیں تو صفیں سیدھی نہ ہو سکیں گی اور صف سیدھی کرنے والی حدیث پر عمل فوت ہو جائے گا۔ ثانیاً: صف سیدھی کرنے والی حدیث پر عمل فوت ہونے کا شگوفہ آج کل کے ہی لوگوں کو سوچا بقیہ اور علماء و محدثین جو آج سے چودہ سو سال سے (لگ بھگ) حدیثیں لکھ رہے ہیں پڑھا رہے ہیں پڑھ رہے ہیں ان کو یہ الجھن نظر نہ آئی، وہ برابر اپنی کتابوں میں دونوں مسئلوں کو ساتھ ساتھ لکھتے رہے اور انہیں کوئی تعارض نظر نہ آیا کہ بیٹھنے والی حدیث پر عمل کریں گے تو صف سیدھی کرنے والی حدیث پر عمل چھوٹ جائے گا۔

یہی ابوداؤد شریف جس کا حوالہ آپ نے دیا ص ۱۱۲ باب تسویۃ الصفوف کے تحت یہ حدیثیں لکھتے ہیں۔ اسی کتاب کے اسی جلد کے ص ۹۶ پر لکھتے ہیں: باب فی الصلوة تقام ولم یات الامام ينتظر له قعودا۔ جب اقامت ہو اور امام نہ آیا ہو تو بیٹھ کر امام کا انتظار کریں۔

حدیث نقل کرتے ہیں: اذا اقيمت الصلوة فلا تقوموا حتی ترونی۔ (سنن نسائی ۳۱/۲) جب اقامت کہی جائے تو جب تک مجھے آتا دیکھ نہ لو ہرگز کھڑے مت ہو۔ یہی حدیث بخاری شریف میں بھی ہے۔ تو کیا اقامت ہوتے وقت کھڑا ہونے سے روک کر خود رسول اللہ نے اپنے حکم تسویۃ الصفوف کے خلاف حکم دیا۔

معلوم ہوا کہ یہ سب واہیہ ہے تسویۃ صفوف اور جی علی الصلوة تک بیٹھے رہنے میں کوئی منافات نہیں، اس لیے جی علی الصلوة پر کھڑے ہو۔

بالفرض صفیں برابر کرنے میں کچھ دیر ہو تو امام تکبیر تحریر میں تاخیر کرے جیسا کہ ابوداؤد کی حدیث میں ہے: کان النبی ﷺ یسوی صفوفنا اذا قمنا للصلوة فاذا استوینا کبر۔

(سنن ابو داؤد: ۱/۱۷۸)

جب ہم نماز کے لیے کھڑے ہو جائیں تو حضور ﷺ ہماری صفوں کو برابر کرتے۔ جب صفیں درست ہو جائیں تو اللہ اکبر کہتے۔ یعنی تکبیر تحریر کرتے۔

معلوم ہوا کہ تسویۃ کے بعد تکبیر تحریر میں دیر ہوتی یعنی اگر تسویۃ میں دیر ہوتی تو اسی حساب سے تحریر میں بھی تاخیر کرتے نہ یہ کہ بیٹھ کر اقامت سننا چھوڑ دیتے۔

پانچ: اگر کوئی شخص ان حیلہ و بہانہ کرنے والوں سے کہے کہ حضور ﷺ کا حکم ہے کہ اقامت ہو تو مت کھڑے ہو تو اگر آپ صفیں درست کرنے کے لیے پہلے سے کھڑے ہوں تو اس حدیث پر عمل نہیں ہوتا ہے وہ لوگ کیا جواب دیں گے کہ دونوں صورتوں میں بقول ان کے ایک حدیث پر عمل چھوٹتا ہے۔

ابوداؤد شریف میں ہم کو ایسی کوئی حدیث نہ ملی کہ جماعت سیدھی کرنے کے بعد حضور ﷺ اقامت کہلاتے۔ غالباً اسی ایک حدیث سے کسی نے آپ کو دھوکہ دیا جس کو ہم نے اخیر میں لکھا ہے۔ فاذا استوینا کبر کیونکہ اس شخص نے تکبیر تحریر کو اقامت بتا دیا۔ انا لله وانا اليه راجعون۔

جناب یہ مسئلہ کوئی آج کا نکلانا نہیں ہے۔ امام ابو حنیفہ و امام محمد رحمہم اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے اور شرح وقایہ اور عالمگیری میں تفصیل سے لکھا کہ کھڑے ہو کر اقامت سننا مکروہ ہے اور تسویۃ صف سنت ہے۔

(۲) حاشیہ طحاوی علی مراقی الفلاح ص ۱۱۱ پر ہے:

ذكر القهستاني عن كثر العباد انه يستحب ان يقال عند سماع الاولى من الشهادة صلى الله عليك يا رسول الله وعند سماع الثانية منها قرة عيني بك يا رسول الله اللهم متعني بالسمع والبصر بعد وضع ظفري الابهامين على العينين فانه يكون قائدا له الى الجنة۔

(رد المحتار: باب الاذان ۶۲/۲)

وذكر الديلمی فی الفردوس من حديث ابی بكر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مرفوعا۔ من مسح العينين بياطن انملي السبابتين بعد تقبيلهما عند سماع قول المئوذ ان اشهد ان محمد رسول الله مع قوله اشهد ان محمدا عبده ورسوله رضيت بالله ربا وبالا سلام ديننا وبمحمد نبيا حلت له شفاعتي۔ (المقاصد الحسنة: حديث ۱۰۲۱)

و كذا روى عن الخضر عليه السلام۔ وبمثله يعمل في الفضائل۔

قہستانی نے کثر العباد سے نقل کیا ہے کہ مستحب یہ ہے کہ پہلی بار اشہد ان محمد رسول اللہ کن کر صلی اللہ علیک یا رسول اللہ کہے اور دوبارہ سنے تو قرة عینی بك یا رسول اللہ کہے۔ یا اللہ تو مجھ کو میری آنکھ اور کان سے فائدہ دے، دونوں انگوٹھے آنکھ پر رکھ کر کہے تو رسول اللہ ﷺ جنت میں اس کے رہنما ہوں گے اور ديلمی نے مشد الفردوس میں حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوع حدیث روایت کی کہ جو آدمی کلمہ کی دونوں انگلیوں کے باطنی حصہ سے آنکھوں کو چھوئے انہیں چوم کر مؤذن کے

اشہد ان محمد رسول اللہ کہنے کے وقت اور کہے میں بھی گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ میں اللہ کو رب مان کر راضی ہوا اسلام سے از روئے دین کے راضی ہوا۔ اور محمد ﷺ سے از روئے نبی کے راضی ہوا۔ تو اس کے لیے میری شفاعت حلال ہوگئی ایسا ہی خضر علیہ السلام سے بھی مروی ہے اور فضائل اعمال میں ایسی حدیثوں پر عمل جائز ہے۔

اللہ تعالیٰ ان صاحبان کو عقل دے جو حدیث پر عمل کرنے کو بدعت قرار دیں، یہ صحیح ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے مگر تمام علماء کے نزدیک فضائل اعمال میں ضعیف حدیث پر عمل جائز ہے۔

مزید بحث اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب کے رسالہ ”منیر العین فی تفہیل الایہامین“ میں دیکھیں۔

در مختار میں ہے: کالمصافحة ای کما تجوز المصافحة لانها سنة قديمة متوارثة لقوله عليه السلام من صافح اخاه المسلم وحرك يده تناثرت ذنوبه واطلاق المصنف تبعاً للدرر والکنز والوقایة والنقایة والمجمع والملقی وغیرہا یفید جوازها مطلقاً ولو بعد العصر وقولهم انه بدعة ای مباحة حسنة کما افاده النووی فی الاذکار وغیرہ فی غیرہ وعلیه یحمل ما نقله عنه شارح المجمع من انها بعد العصر والفجر لیس بشئ توفیقاً فاسلمہ (در مختار: ۹/۴۶۴)

مصافحہ جائز ہے اس لیے کہ یہ قدیم سنت حضور ﷺ کے زمانہ سے ہوتی چلی آئی ہے اور حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو اپنے بھائی سے مصافحہ کرے اور ہاتھ کو حرکت دے اس کے گناہ جھڑتے ہیں، مصنف نے مصافحہ کو مطلقاً جائز لکھا کسی وقت کی تخصیص نہیں کی کہ فلاں وقت جائز اور فلاں وقت نہیں اور یہ مسئلہ فقہ کی اور کتابوں، مثلاً کنز الدقائق، وقایہ، نقایہ، مجمع الانہر، ملتقى الابحر وغیرہ میں اسی طرح ہے۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ عصر کے بعد بھی جو مصافحہ کیا جائے وہ جائز ہے اور جن لوگوں نے اس کو بدعت کہا ہے ان کا مطلب بدعت حسنہ مباحہ ہے جیسا کہ امام نووی نے اپنی کتاب الاذکار میں تحریر کیا ہے۔ یہی مطلب ہے شارح مجمع کی بات کا کہ عصر و فجر کے بعد مصافحہ کچھ نہیں یعنی فرض یا واجب نہیں۔ (جلد ۵ ص ۲۴۴)

توفیق حنفی کی مشہور اور متداول کتابوں میں تو یہ لکھا ہے کہ مصافحہ مطلقاً جائز ہے، یعنی کسی وقت کی تخصیص نہیں کہ صرف فلاں وقت جائز اور فلاں وقت نہیں مصافحہ جب کرو جائز ہے تو یہ خبر آپ کو کہاں سے مل گئی کہ امام اعظم کے نزدیک مکروہ ہے۔ جس نے آپ سے کہا اس سے پوچھئے کہ کسی کتاب میں یہ روایت ہے کہ عصر کے بعد مصافحہ کو امام اعظم نے مکروہ فرمایا، اگر یہ روایت وہ آپ کو نہ دکھائے تو جھوٹے

کے منہ پر تھوک دیجئے اس سے یہ بھی پتہ چلا کہ جس نے اس کو بدعت کہا اس کی مراد بدعت حسنہ مباحہ ہے تو اس کو حرام کیسے کہتے ہیں جو لوگ حرام ہونے کے مدعی ہیں، ان سے کہئے کہ جس طرح حلال ہونے کے لیے دلیل کی ضرورت ہے اسی طرح حرام ہونے کے لیے بھی اگر تم میں ذرا بھی غیرت ہو تو کوئی ایک صحیح حدیث ہی دکھا دو جس میں یہ حکم ہو کہ عصر کے بعد مصافحہ حرام ہے، اور اگر وہ یہ نہ دکھاسکیں اور ہرگز نہ دکھاسکیں گے تو کس منہ سے اس کو حرام کہتے ہیں، ہم نے حدیث شریف بھی روایت کی کہ مسلمان سے مصافحہ کرنے کا رسول اللہ ﷺ کا حکم ہے اور اسی حدیث کی روشنی میں فقہ حنفی کی مشہور کتاب در مختار کی عبارت بھی پیش کر دی کہ عصر کے بعد مصافحہ جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مؤ ۱۶ محرم الحرام ۱۴۱۳ھ

(۸۱-۸۳) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ

(الف) دیہات کی جن مسجدوں میں قریب قریب دس سال سے نماز جمعہ ادا کرنے کے بعد ظہر کی نماز باجماعت ادا کی جاتی ہے زید کا کہنا ہے کہ دیہات میں بھی صرف جمعہ کی نماز ادا کی جائے اور ظہر کی نماز باجماعت ادا نہ کی جائے۔

(ب) اثنائے خطبہ و اذان خالی نام حضور ﷺ سننے کے بعد امام و مصلی اپنے انگوٹھے چومیں یا نہیں؟

(ج) دوران خطبہ و اذان ثانی درود پاک بر صاحب لولاک ﷺ باواز بلند پڑھیں یا نہیں؟ مدلل و مفصل جواب سے ممنون فرمائیں۔ بیوا تو جروا

المستفتی: رشید الحسن رضوی، مدرس مدرسہ حشمت العلوم گاندیہ اترواہ بلرام پور

الجواب

(۱) زید کا کہنا غلط ہے۔ بہار شریعت میں عالمگیری کے حوالے سے لکھا ہے گاؤں میں جمعہ کے دن بھی ظہر کی نماز اذان و اقامت کے ساتھ باجماعت پڑھیں۔ (حصہ سوم ص ۱۰۲)

(ب) اذان خطبہ کے جواب اور اس کے بعد دعائے امام صاحب اور صاحبین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اختلاف ہے، بچنا بہتر ہے اور کریں تو بھی حرج نہیں۔ اذان خطبہ میں نام پاک پراگوٹھے چومنے کا بھی یہی حکم ہے۔ فتاویٰ رضویہ سوم باب الجمعہ ص ۲۸۰ میں یہی لکھا ہے جو اوپر تحریر ہوا۔ (فتاویٰ رضویہ جلد دوم باب الاذان میں تاکید منع فرمایا ہے) لیکن خطبہ میں محض سکون کا حکم ہے، خطبہ میں صرف نام سن کر دل میں درود شریف پڑھیں اور کچھ نہ کریں زبان کو جنبش بھی نہ دیں (حوالہ مذکور بالا) چومنے میں لوگ جو منہ

سے آواز نکالتے ہیں اس کو سختی سے منع کیا ہے چٹ چٹ کی آواز نہیں نکالنا چاہئے منع ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم
عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مؤرخ ۲۷ ربیع الاول ۱۴۱۹ھ

(۸۸-۸۳) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

(۱) صلاح الدین اذان دیتا ہے اور تمام نمازیوں کو صلاح الدین کی اذان پر اعتراض ہے یہاں تک کہ بعض آدمی صلاح الدین کی اذان دینے سے جماعت ترک کر دیے ہیں اعتراض کی وجہ یہ ہے کہ اذان کے کلمات غلط کہتا ہے اور وضو میں پچاس لوٹا سے زائد پانی خرچ کرتا ہے وضوء کرتے وقت لنگی تو تہائی حصہ تک بھیگا لیتا ہے اور نماز پڑھتے وقت ہاتھ پیر کی تمام انگلیوں کو کثرت سے حرکت کرتا ہے جیسے لگتا ہے کہ حالت نماز میں نہیں ہے اور دونوں پیروں کو آگے پیچھے کرتا رہتا ہے حالت نماز میں اور علم سے جاہل ہے یہاں تک کہ چند سورتیں درود وغیرہ تک یاد نہیں ہے اور بعد نماز رات و دن مسجد میں سوتا ہے اور کپڑا دھو کر مسجد میں پھیلا دیتا ہے اب صلاح الدین قابل مؤذن ہے یا نہیں اور صلاح الدین کا مذکورہ فعل کیسا ہے؟

(۲) صلاح الدین جبراً اذان دے سکتا ہے یا نہیں؟ اور اگر جبراً آدے تو نمازی اور کسٹی اذروئے شرع اس کے ساتھ کیا طریقہ اپنائیں گے؟

(۳) غلط اذان سے اور تکبیر سے جماعت کی نماز ہوئی یا نہیں؟ اگر ہوگی تو کراہت کیساتھ یا بغیر کراہت کے ساتھ اگر کراہت ہے تو کون سی؟

(۴) صلاح الدین کو اذان دینے سے اگر نمازی یا کسٹی نہ روکے تو گنہگار ہوں گے یا نہیں؟

(۵) صلاح الدین اگر نہ مانے اور جبراً اذان دے تو دوسرا آدمی اس کی اذان دوبارہ کہے گا یا نہیں؟
مذکورہ بالا سوالوں کا جواب قرآن حدیث کی روشنی میں مرحمت فرمائیں عین کرم ہوگا۔

المستفتی: صدر یوسف علی مقام پوتی بڑی مسجد یلیا یو پی ۲۲ اکتوبر ۱۹۹۸ء

الجواب

سائل نے اذان دینے میں صلاح الدین کی غلطی کا بار بار ذکر کیا مگر اس کی غلطی کی کوئی وضاحت نہیں کی کہ کس بات میں اور کیا غلطی کرتا ہے اور جب تک اس کی وضاحت نہ ہو صحیح جواب نہیں ہو سکتا۔

اور وضو میں پچاس لوٹے سے زائد پانی خرچ کرنے کا تعلق اذان سے براہ راست نہیں اس لیے اس سوال میں اس کا ذکر بیکار اس کا تعلق وضو سے ہے اور وضو میں اسراف کو علماء نے مکروہ بتایا ہے، مگر اسراف کی صورت میں بھی وضوء صحیح ہو جاتا ہے اور اذان تو بے وضو کے بھی صحیح ہو جاتی ہے اگرچہ اس طرح

اذان دینے کی ممانعت ہے، تو اذان کی صحت کے سلسلہ میں وضوء میں پانی کے صرف میں بے اعتدالی کا ذکر کس درجہ بے محل ہے اور اس سلسلے میں کپڑا بھیجے ہونے کا ذکر اور بھی بے موقع اور بے محل ہے کیونکہ اذان بھیجے ہوا پورا لباس پہنکر دی جائے تو اذان میں کوئی خلل نہیں تہ بند بھیجے ہونے سے کیا خلل ہوگا؟۔
بقیہ باتیں بھی اسی قسم کی ہیں جن کا اذان سے کوئی تعلق نہیں۔

البتہ اذان کا ایک مسئلہ یہ ہے کہ جھڑے اور قاسق، نشہ والے، پاگل، جنبی، (بے غسل) کی اذان مکروہ ہے سب کی اذان کا اعادہ کیا جائے۔ (بہار شریعت)

قاسق جیسے داڑھی منڈھا، جھوٹا، شرابی، جواری وغیرہ گناہ کبیرہ کا علی الاعلان کرنے والا، تو صلاح الدین میں اگر یہ اور اس قسم کے عیب ہوں تو اس کی کبھی ہوئی اذان دہرائی جائے اور دہرانے والا ان عیوب سے پاک ہو۔ صلاح الدین کی وجہ سے جن لوگوں نے جماعت چھوڑ دی غلط اور ناجائز کیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم
عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مؤرخ ۱۱ رجب المرجب ۱۴۱۹ھ

(۸۹) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

زید اذان و تکبیر کہتے ہیں اور وہ دونوں میں کلمات غلط کہتے ہیں جیسے اللہ اکبر کو ان اکبر کہتے ہیں اور بعض اوقات میں اکبر کے بعد الف بڑھا دیتے ہیں اشہد ان لا الہ الا اللہ کو اسہد ان لا الہ الا اللہ کہتے ہیں اشہد ان محمد رسول اللہ کو اسہد ان محمد رسول اللہ کہتے ہیں، حی علی الصلوۃ کو ہیا ل الصلوۃ کہتے ہیں حی علی الفلاح کو ہیا ل الفلاح کہتے ہیں "لا الہ الا اللہ کو لا الہ الا" کہتے ہیں۔ "قل قامت الصلاۃ کو کد کامت الصلا" کہتے ہیں اور اذان کے دو کلموں کے درمیان کسمتہ نہیں کرتے ہیں اور بہت تیز رفتار میں اذان دیتے ہیں یہاں تک کہ ایک منٹ بھی نہیں لگتا ہے، اب زید کی اذان اور تکبیر صحیح ہے یا نہیں؟ اور زید قابل مؤذن ہے یا نہیں؟ اگر صحیح نہیں ہے تو لوٹائی جائے گی یا نہیں؟ اگر نہ لوٹائی جائے تو ایسی اذان اور تکبیر سے نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟ صحیح ہوگی تو کراہت کے ساتھ یا نہیں؟ کراہت کے ساتھ تو کون سی کراہت؟ مذکورہ بالا سوالوں کا جواب قرآن وحدیث کی روشنی میں عنایت فرمائیں عین کرم ہوگا۔
مرسلہ یوسف علی مقام وپوسٹ رپوٹی ضلع بلیا

الجواب

سائل نے اپنی تحریر میں اذان کی جن غلطیوں کی نشان دہی کی ہے ان میں بعض کوفتہ کی اصطلاح میں لحن کہتے ہیں، ایسی اذان کا جواب نہ دیا جائے بلکہ ستا بھی نہ جائے۔ ایسی اذان کہنا حرام ہے (بہار شریعت ص ۳۳ و ۳۸)

بعض ایسی صورت میں جب اذان مکروہ ہو اعادہ کا حکم ہے تو جب اذان صحیح ہی نہیں ہوئی تو ضرور لوٹانا چاہئے، نماز ایک علیحدہ عبادت ہے، اذان کی غلطی کا نماز پر اثر نہیں پڑتا نماز صحیح طور پر ادا کی گئی تو نماز ہو جائے گی۔ اذان کہنے یا غلط کہنے کا گناہ الگ ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مؤ ۲۸ رذوالقعدہ ۱۴۱۹ھ

مساجد کا بیان

(۱) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین اس مسئلہ میں کہ

چاروں طرف سے مسلمانوں کی آبادی ہے اور بیچ میں گرام سماج کی زمین ہے جو کسی کی ملکیت نہیں ہے بلکہ وہ زمین سرکار کی ہے اور جو لیکھ پال ہے وہ کہہ دیا ہے کہ میں اس زمین کو گرام سماج میں کاٹ دیتا ہوں ایسی حالت میں اس سرزمین پر اگر وہاں کے لوگ چاہیں تو مسجد بنوا سکتے ہیں کہ نہیں؟ آپ اس کا جواب قرآن وحدیث کی روشنی میں دینے کی زحمت گوارہ فرمائیں۔ عین نوازش و کرم ہوگا۔ بیٹو اتوجروا المستفتی خان محمد انصاری گرم رحمت مگر (درگاہ کھڑا) پوسٹ اوساویار رسول آباد ضلع اتناؤ

الجواب

ایسی زمین پر مسلمانوں کا مسجد بنانا جائز ہے۔

فتاویٰ رضویہ میں ہے:

كان الأرض كانت لبیت المال فحاز جعلهم اياها مسجدا۔

اور حدیث شریف میں ہے:

عادی الارض لله ولرسوله۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی مدرسہ شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ یوپی ۹ ریشوال المکرم ۱۴۰۶ھ

(۲) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین اس مسئلہ میں کہ

ہمارے شہر جبل پور کی جامع مسجد میں جمیعہ القریش رضا چوک مدار ٹیکری جس کی دائیں جانب توسیع کرتے وقت دو منزلہ جدید عمارت تیار کی گئی جس کی اوپری منزل کو ایک کشادہ ہال کی شکل دی گئی ہے جو کہ چاروں طرف سے کھلا ہوا ہے، یہ کہ اس ہال میں پہلی صف میں کھڑے ہونے والے نمازیوں کو نیچے سڑک پر گزرتے لوگ نظر آتے ہیں اور سامنے پڑوسیوں کے مکانات کا پردہ باقی نہیں رہ جاتا ہے، اس ہال کی جدید تعمیر مسجد حرام کے محرابوں کے نقشے کو مد نظر رکھ کر کرائی گئی ہے، لہذا چند حضرات کا مشورہ ہے کہ اس

مسجد کی رونق میں اضافہ کے پیش نظر کھلا رکھا جائے، آپ سے گزارش ہے کہ مسائل شرعیہ کی روشنی میں فتویٰ صادر فرمائیں کہ آیا ہال کی محرابوں کو پردہ ہونے کے لحاظ سے موٹی یا باریک جالیوں سے دھندے شیشوں سے کچھ اونچائی تک ڈھک دیا جائے یا اس کے کھلا رکھا جانے میں کسی طرح کا حرج نہیں؟ فقط طالب دعائے خیر: محمد ہارون قریشی مدار ٹیکری جبل پور مورخہ ۷ جون ۸۷ء

الجواب

صورت مسئلہ میں یہی صورت صحیح معلوم ہوتی ہے کہ کچھ اونچائی تک اس طرح ڈھک دیا جائے کہ نمازیوں کی نگاہ سڑک اور گھروں میں نہ پڑے۔

حدیث شریف میں ہے:

عمر وہا فانہ لا ینبغی فی قبلۃ البیت شیء یلہی المصلی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی دارالافتاء شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ ۸ رذوالقعدہ ۱۴۰۷ھ

(۳-۵) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ (۱) ایک مفتی جو مصلے کو پیر کے انگوٹھے سے گھسیٹتے اور پھٹکتے ہوئے باہر کی طرف لے گئے جس میں خانہ کعبہ اور گنبد خضریٰ کا نقشہ بنا ہوا تھا۔

(۲) عید میلاد النبی ﷺ میں باجے بجانا یا بجوانا کیسا ہے؟

(۳) عید میلاد النبی میں ٹریکٹر ٹرائی کے اوپر ایک عمارت جس میں خانہ کعبہ، گنبد خضریٰ بنا ہوا تھا

اور پیٹھ کے پیچھے رکھا ہوا تھا اور آگے آدی بیٹھے ہوئے تھے، اس کے متعلق علمائے کرام کیا فرماتے ہیں؟

المستفتی حبیب احمد مقام چھتر پور ایم۔ پی

الجواب

کعبہ معظمہ اور گنبد خضریٰ کے نقشہ کی تعظیم مسلمانوں کو لازم ہے اور سائل نے جس طرح پاؤں سے ایسے مصلے کو کھڑکانے کا ذکر کیا ہے ضرور ادب کے خلاف ہے، مولوی صاحب نے جان بوجھ کر توہین کی نیت سے ایسا کیا ہے تب تو ان کے دین و ایمان کا خطرہ ہے لیکن ایسا کسی عام مسلمان کے بارے میں بھی نہیں سوچا جاسکتا چہ جائیکہ ایک مولوی صاحب جو خیر سے مفتی بھی کہے جاتے ہوں، اس لیے ہرگز ہرگز یہ کام مولوی صاحب نے جان بوجھ کر توہین کی نیت سے نہیں کیا بلکہ قرین قیاس یہی ہے کہ مصلیٰ لپٹا ہوا پڑا تھا یا تو انہیں یہ پتا ہی نہ رہا کہ اس مصلیٰ میں کعبہ شریف اور گنبد مبارک کا نقشہ ہے، یا بے خیالی میں بھی انہوں نے ہاتھ سے اٹھانے کے بجائے پاؤں سے کھسکا دیا، یہ بے خیالی میں ہی سہی ہے ادبی ہوگی، مولوی

صاحب کو اللہ تعالیٰ کے دربار میں عذر خواہ ہونا چاہئے اور آئندہ کے لیے عہد کریں کہ ایسا نہیں ہوگا، ایک بات اور ہے اس میں تنہا مولوی صاحب ہی قصور وار نہ ہوں گے وہ شخص بھی مجرم ہوگا جس نے اس با احترام مصلے کو اوپرٹانگنے کے بجائے ایسی جگہ ڈالا جہاں وہ پاؤں سے روندنا جائے۔

عالم گیری میں ہے:

”اذ کتب اسم فبرعون او کتب ابو جہل علی غرض یکرہ ان یرمی الیہ لان لتلك الحروف الحرمه“

کسی چیز پر ابو جہل یا فرعون لکھ کر اس پر تیر وغیرہ سے نشانہ لگانا مکروہ ہے کیونکہ عربی حروف تہجی کی بھی تعظیم کرنے کا حکم ہے بلکہ ایسا مصلے خرید کر مسجد میں ڈالنا اچھا نہیں کبھی کوئی پاؤں رکھ دیتا ہے اور کوئی اسی پر سرین رکھ کر جا بیٹھتا ہے والہ تعالیٰ۔

(۲) باجا چاہے عید میلاد النبی ﷺ کے جلوس میں بجوائیں یا شادی بیاہ کی یارات میں یا اور کہیں تاجانز و حرام ہے۔

حدیث شریف میں ہے:

”کل لہو لہا بہ المؤمن باطل الا ثلاث“ (در منثور: ۱۹۳/۳)

دوسری حدیث شریف میں ہے:

”لیکونن فی امتی اقوام یستحلون الحروا الحریر والخمر والمعازف“

(السنن الکبری للبیہقی: ۱۰/۲۲۱)

اگر وہ نقشے مر سے اوپر رہے ہوں تو کوئی حرج نہیں ورنہ بے ادبی ہوئی اس سے بچنا چاہئے۔

واللہ تعالیٰ اعلم عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ ۱۱ ربیع الثانی ۱۴۰۹ھ

(۶) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں

کہ اس دور کے مروجہ مصلے جو تمام ممالک اسلامیہ اور ہمارے ملک کی سبھی مساجد میں موجود ہیں جن پر ان مقدس مقامات کی تشبیہ بنی رہتی ہے۔ مثلاً خانہ کعبہ، بیت المقدس، سبز گنبد وغیرہ۔ اور ان جمیع مصلوں پر نمازیں پڑھی جاتی ہیں بعض مصلوں پر وہ شبیہیں حالت سجدہ میں سجدہ کرنے کی جگہ اور بعض حالت سجدہ میں گھٹنوں کی جگہ اور بعض حالت سجدہ میں قدم تک واقع ہو جائیں یا ہو جاتی ہیں تو ان مذکورہ مصلوں پر امام و منفرد کا نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

ایک ایسا مصلی جس پر ایک بالشت حاشیہ کے اندر شبیہ بیت المقدس بنی ہوئی ہے اس پر امام

و منفرد کا نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

ایسا مصلی جس پر ان مذکورہ مقامات مقدسہ کی شبیہ پورے مصلے پر بنی ہوئی ہو کہ بحالت قیام

نماز قدم مصلی اسی پر واقع ہوا ایسے مصلے پر امام یا منفرد کا نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

اگر اسی طرح کے مصلوں پر خطیب روز جمعہ مصلے کے کنارے کھڑا ہو کر نماز روزہ کے متعلق وعظ

نہایت کرے تو خطیب کا مصلے کے کنارے کھڑا ہونا جائز ہے یا نہیں؟

جب کعبہ کے اندورنی حصہ میں اور بضرورت اس کی چھت پر نماز پڑھنا جائز ہے تو شبیہ پر نماز

پڑھنے میں کوئی خرابی لازم آتی ہے یا نہیں اور اس خرابی سے نماز کی صحت پر کیا اثر پڑے گا نماز ہوگی یا نہیں؟

عین کا احترام مقدم ہے یا شبیہ کا۔

مندرجہ بالا مسائل کا جواب قرآن و حدیث کی روشنی میں عنایت فرمائیں اور عند اللہ ماجور ہوں۔

المستفتی مولانا غلام حسین القادری مقام و پوسٹ مبارک پور ٹانڈہ ضلع فیض آباد یو پی

الجواب

کسی معظم دینی کی تعظیم اور توہین کا مدار اصل یا نقل پر نہیں ہے عرف و تعالٰیٰ پر ہے یعنی عرف میں

جو کام توہین کا سمجھا جاتا ہو وہ معاملہ توہین قرار دیا جائے گا۔ اور جس کو لوگ توہین نہیں سمجھتے وہ توہین نہیں

اصل میں ہو یا نقل میں ہو، اسی طرح جو چیز اصل کے لیے باعث اہانت ہو ضروری نہیں کہ نقل کے لیے بھی

ایسا ہی ہو و بالعکس، ہماری اس تقریر سے یہ بات خود واضح ہوگئی کہ بضرورت کوئی فعل کیا گیا ہو وہ عرف

میں اہانت نہیں شمار ہوتا ہے۔

پس ان دونوں باتوں کو مصلے میں بنے ہوئے نقشے پر پاؤں رکھنے یا بیٹھنے کی دلیل نہیں بنایا جاسکتا

اس کو یوں سمجھنا چاہئے کہ انہیں مقامات مقدسہ کا نقشے کاغذ پر طغریٰ کی صورت میں بنائے جاتے ہیں تاکہ

گھر میں دیواروں پر آویزاں کئے جائیں جن سے برکت کے ساتھ زیارت بھی حاصل ہو اور نقشے اگر پونجی

زمین پر ڈال دیئے جائیں تو لوگ اس کو توہین تصور کرتے ہیں ان کو روندنا یا ان پر بیٹھنا تو دور کی بات ہے۔

پس اولاً ہمارے نزدیک ایسے مصلے استعمال ہی نہ کرنا چاہئے جن پر اس قسم کی مقدس شبیہیں بنی

ہوں۔

﴿ذٰلِكَ وَمَنْ يُعْظَمْ شَعَائِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوٰی الْقُلُوْبِ﴾ [الحج: ۳۲]

حکم ربانی ہے اور یہ فرش اور بچھونے اجتہاد اور تہاؤن کی جگہ ہے۔

ہدایہ میں ہے: ”ولو كانت الصورة علی وسادة ملقاة او علی بساط مفروش لا یکرہ

لانها تداس وتوسطا بخلاف ما اذا كانت الوسادة منصوبة او كانت على الستر لانه تعظيم لها“
(هدایہ اولین: ص ۱۴۲)

اور بسا اوقات اس کا مشاہدہ بھی ہوتا ہے کہ لوگ مصلیٰ پر بے خیالی میں بیٹھ گئے تو خاص شبیہ پر بیٹھ گئے وہی مصلیٰ منبر پر بچھا دیا جاتا ہے اس وقت بھی یہی ناگوار صورت پیش آتی ہے، مقررہ کی تقریر کی کرسی پر لوگ بچھا دیتے ہیں تو مقرر صاحب یا تو اس مبارک شبیہ پر بیٹھتے ہیں یا اس سے پیٹھ لگا کر تقریر کرتے ہیں، یہ دونوں صورتیں بے ادبی کی ہیں اور کہیں کے لوگ ایسے بادب اور سلیقہ مند ہوں کہ مصلیٰ کو اس قسم کی بد خیالی اور بے ادبی سے بچائیں صرف نماز کے لیے بچھائیں پھر اٹھا کر کسی بلند جگہ رکھیں تو بھی وہ مصلیٰ رکھیں جس کے نصف بالا کی حصہ پر ایسی شبنمیں بنی ہوئی ہیں جن مصلوں کے پورے حصہ پر یہ شبنمیں بنی ہوں ان پر پاؤں رکھنے یا پشت ٹکانے سے پرہیز کیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ضلع منو ۳۲ رذی الحجہ ۱۴۰۹ھ

(۷) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

زید ایک مسجد کی تعمیر کے لیے ایک کافر ہندو کے پاس گیا اور اس سے دو ہزار اینٹیں خریدیں اور ایک ہزار کا دام دے کر کہا کہ ایک ہزار اینٹ کی قیمت بعد میں دوں گا قریب ہی ایک کافر کھڑا تھا اس نے کہا کہ اگر میں اپنی طرف سے ایک ہزار اینٹ دیدوں تو کیسا ہے تم اس کو مسجد میں لگاؤ، اس پر زید نے جواب دیا کہ ہاں، کافر نے کہا کہ میں اس ایک ہزار اینٹ کی قیمت دے دیتا ہوں تم اس کو میری جانب سے مسجد میں لگا دو، اور نیز پہلی اینٹ میری ہی لگنی چاہئے، غرض زید نے ایسا ہی کیا اور مسجد تعمیر ہو گئی، کیا ایسی مسجد میں نماز پڑھنی جائز ہوگی جس میں کافر کی اینٹ لگی ہو اور زید پر کیا حکم نافذ ہوگا؟

المستفتی محمد صدیق مقام ہر داس پورہ نئی نگر اورنگ آباد

الجواب

کافروں کا چند مسجد کی تعمیر میں لگانا جائز نہیں۔

قرآن شریف میں ہے: ﴿إِنَّمَا يُعْمُرُ مَسَاجِدَ اللَّهِ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ﴾ [التوبة: ۱۸]
مسجد آباد کرنے کا کام صرف مسلمانوں کا ہے۔

شامی میں لکھا ہے: ”ان الله طيب لا يقبل الا الطيب“

اللہ تعالیٰ پاک ہے تو پاک مال کو ہی قبول فرماتا ہے۔

لیکن جب کہ پوری مسجد مسلمانوں کی رقم سے بنی زمین مسلمانوں کی ہے تو صرف کافر کی اینٹیں

لگا دینے سے وہ مسجد ہونے سے نہیں نکلے گی اور مسجد ہی رہے گی اس میں نماز جائز ہوگی اور مسئلہ مسئلہ میں تو اینٹ بھی کافر کی نہیں اس کو تو پہلے مسجد کے لیے خرید چکا تھا۔ البتہ اس میں سے ایک ہزار کا دام غیر مسلم کی رقم سے ادا کیا گیا ہے اگرچہ ایسا نہ کرنا چاہئے تھا لیکن اس صورت میں اس رقم کی خباثت اس اینٹ تک سرایت نہ کرے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ ۲۱ رذی الحجہ ۱۴۰۹ھ

(۸) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

زید کے محلہ میں سرکاری غلہ کی دوکان ہے جس میں چینی گندم و چاول وغیرہ آتا ہے اور وہ مسجد کے لاؤڈ اسپیکر سے لوگوں کو یہ اطلاع دیتا ہے کہ چینی گندم چاول مٹی کا تیل دوکان پر آگیا ہے جن لوگوں کے پاس کارڈ ہو وہ جا کر لے لیں اور اس کے علاوہ کسی کا بچہ یا بکریا کوئی چیز گم ہو گئی ہو تو یا کسی کا انتقال ہو گیا یا میلاد شریف یا قرآن خوانی وغیرہ کا اعلان کرتا ہے اس پر بکریہ کہتا ہے کہ مسجد کے لاؤڈ اسپیکر سے ان چیزوں کا اعلان کرنا جائز نہیں ہے اور اعلان کرنے پر اعتراض کرتا ہے۔ اب آپ شریعت کی روشنی میں یہ بتائیں کہ مندرجہ ذیل چیزوں کی مسجد کے لاؤڈ اسپیکر سے اعلان کرنا جائز ہے یا نہیں؟
المستفتی عظیم اللہ خاں صدر مدرس غریبہ فیض العلوم محلہ عمر گنج ڈاک خانہ سیری ضلع بلیا

الجواب

لاؤڈ اسپیکر اگر مسجد کی آمدنی سے خریدا گیا ہے تو اس سے کسی دوسری چیز کے اعلان میں صرف نہیں کیا جاسکتا۔ اور اعلان کر دیا تو معاوضہ مسجد کو ادا کر دینا پڑے گا۔ اور لوگوں نے چندہ کر کے اس نیت سے لگایا ہو کہ اس سے مسجد کا کام بھی ہوگا اور افادہ عام کیلئے بھی ہوگا تو کوئی حرج نہیں۔

”انما الاعمال بالنیات“ (مشکاۃ: ۱۱)۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ضلع منو ۳۲ رذی الحجہ ۱۴۰۹ھ

(۹-۱۱) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ

(۱) ہمارے محلہ کی مسجد میں فرش کی مرمت دوبارہ ہوئی اور جو پہلے بچے ہوئے پتھر تھے انہیں نکال دیا گیا اور اسے مسجد کے بازو میں جو مسجد کی جگہ تھی لیکن وہ خارج مسجد ہے اسی میں لگا دیا گیا ہے اس بچے ہوئے پتھر پر جو تاجیل پہن کر چل سکتے ہیں شرعاً کیا حکم ہے؟

(۲) جب کہ کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ اس پتھر پر سجدہ کیا گیا ہے اس پر جو تے چل پہن کر نہ جانے میں دقت ہوتی ہے یا گرمیوں اور سردیوں میں تکلیف ہوتی ہے کیا ایسی حالت میں جو تے پہن کر جاسکتا

ہے کہ نہیں؟ مدلل جواب عنایت فرمائیں۔

(۳) اور اس مسئلہ کے بارے میں کیا حکم ہے کہ لوگ مسجد کی تعمیرات کے بعد جو سامان بذریعہ ریت، یا لالو وغیرہ بچ جاتے ہیں کیا اسے بیچ کر مسجد میں خرچ کر سکتے ہیں کہ نہیں؟ فقط
آپ کا عبدالسبحان خاں محلہ شکران قصبہ کرل ضلع مین پوری

الجواب

در مختار میں ہے: "حشیش المسجد وکناستہ لا یلقی فی موضع یخل بالتعظیم" مسجد کا کوڑا کرکٹ ایسی جگہ نہ ڈالا جائے جہاں اس کی بے ادبی ہو۔

اور آپ کے وہاں تو خاص وہی پتھر ہے جس پر سالہا سال سجدہ ہوا ہے اور اس پر جوتا پہننے ہوئے چلنا جس کی طہارت کا بھی بھروسہ نہیں، ہمارے نزدیک ضرور اس کی بے ادبی ہے، اس لیے جوتا پہن کر اس پر نہ چلا جائے، موزہ پہن کر چلنے میں کوئی حرج نہیں، موزہ پہن کر تو نماز پڑھی جاتی ہے۔ ہاں گرمی اور سردی سے بچنے کے لیے ٹاٹ پٹی وغیرہ بچھا کر کوئی انتظام کر لیں۔

(۳) مسجد کا فرش اگر مسجد کے مال سے خریدا گیا تو متولی بیچ کر مسجد کے جس کام میں چاہے دے۔ چونکہ لکڑیاں کوڑا کٹری تختہ بیچ کر خاص عمارت مسجد کے کام میں صرف ہو۔ (فتاویٰ رضویہ)
جن چیزوں کا آپ نے ذکر کیا ہے وہ ہم کو قسم اول کی معلوم ہوتی ہیں اس لیے انہیں بیچ کر مسجد کے کسی کام میں صرف کیا جاسکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مو ۲۳ جمادی الآخر ۱۴۱۰ھ

(۱۲) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

گرمی کے موسم میں جس وقت لائٹ یا بجلی نہیں رہتی ہے اس وقت محراب کو چھوڑ کر مسجد کے باہر جماعت ہوتی ہے۔ تو کیا مسجد کے اندر یا باہر جماعت ہونے میں ثواب میں کمی و بیشی ہوتی ہے یا نہیں۔
زید کہتا ہے مسجد کے اندر ثواب زیادہ ہے اور مسجد کے باہر جماعت میں ثواب کم کیا یہ بات صحیح ہے؟ مدلل و مفصل جواب عنایت فرمائیں۔ نیز زید کا کہنا یہ بھی ہے کہ دائیں طرف نماز پڑھنے میں زیادہ ثواب ہے کیا یہ بات صحیح ہے یا نہیں؟

المستفتی: محمد کبیر الدین قادری مدینہ مسجد ساد پور، ضلع چورور، جستان

الجواب

مسجد کے حلقہ حرم و محنت نماز کے لیے اگر کوئی مسجد شتوی (ھاڑے کی مسجد) کہتے ہیں او

رجتا حصہ کھلا ہوا ہے اس کو مسجد صغی (گرمی کی مسجد) کہا جاتا ہے۔ اس اعتبار سے نماز چاہے باہر کے حصہ میں پڑھی چاہے چھت دار حصہ میں ثواب میں کوئی کمی زیادتی نہیں۔

البتہ امام کو مسجد کے ٹھیک بیچ میں کھڑا ہونا اور مقتدیوں کا اس کے دونوں طرف (دائیں او ربائیں) برابر کھڑا ہونا سنت متوارثہ ہے۔ درایہ شرح ہدایہ میں ہے:
"السنة ان يقوم الامام وسط الصف" اور مبسوط امام بکر خواہر زادہ میں ہے: "ولو قام فی

احد جانبی الصف یکرہ"

مسجد کے اندرونی حصہ میں مغربی دیوار میں جو محراب بنتی ہے اگر وسط میں نہ بنی ہو تو غلط ہے امام کو اس جگہ نہ کھڑا ہونا چاہئے، بلکہ دائیں یا بائیں وہاں کھڑا ہو جہاں بیچ ہو۔ وہی محراب حقیقی ہے اور صغی مسجد اگر ٹھیک اندرونی مسجد کی سیدھ میں پورب طرف بنتی ہے تو اس میں بھی امام کو ٹھیک اندرونی مسجد کے سیدھ پر کھڑا ہونا چاہئے اور باہری مسجد اندرونی مسجد سے دائیں بائیں ہٹ کر بنی ہو تو اندر اس کے بیچ میں اور باہر باہری مسجد کے بیچ میں کھڑا ہو، امام کے دائیں کھڑے ہونے میں فضیلت زیادہ ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم
عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ۱۵/۱۱/۱۴۱۱ھ

(۱۳-۱۵) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

(۱) گیس سلنڈر مسجد میں جلانا درست ہے یا نہیں؟

(۲) زید نے اپنی زوجہ کی خواہش سے ہم بستری کی، ایسی صورت میں زید کے نکاح میں کوئی حرج واقع ہوگا یا نہیں؟ نیز زید کی زوجہ زید پر حلال رہے گی یا نہیں؟

(۳) بعض جگہوں پر کچھ لوگ ہولی کے چودہویں اور پندرہویں دن پوری اور گلگلے پکاتے ہیں اور چودہ گلگلوں پر مراد بیوی کی فاتحہ دلاتے ہیں اور کچھ اس طرح کی روایت بیان کرتے ہیں کہ:

"ہو لیکا حضرت ابراہیم علیہ السلام پر عاشق ہو گئی تھیں پھر ایمان لائی تھیں جس سے کفار چلنے لگے اور اس کو جلانے کا ارادہ کیا یہاں تک کہ انڈ کے پیڑ پر چڑھ کر غائب ہو گئی۔ جب ان لوگوں نے اسے نہ پایا تو اسی پیڑ میں آگ لگا دی یہاں تک کہ جمع کردہ لکڑیاں تو جل گئیں مگر انڈ کا پیڑ نہیں جلا، وہی اب تہ۔ موتا چلا آ رہا ہے کہ انڈ کا پیڑ آج بھی نہیں جلتا"

تو آیا یہ روایت کیسی ہے؟ نیز پوری گلگلے کے پکانے، اس پر چودہ گلگلوں پر مراد بیوی (بیان کے مطابق ہو لیکا کا نام مراد رکھا گیا) کی فاتحہ دلانے کا رواج درست ہے یا نہیں؟ نیز اس روایت کو موقوف کرنا چاہئے کہ نہیں؟ بیٹو تو جروا
المستفتی: نور محمد نوری کہار اسیٹا پور

الجواب

(۱) مسجد میں بدبودار چیز لے جانا حرام ہے: ”فتاویٰ رضویہ“ چولہے میں استعمال ہونے والی گیس میں کبھی کبھی بدبو پھیلتی ہے اس حالت میں اس کا مسجد میں لے جانا جلتا ضرور ناجائز اور ممنوع ہوگا اور بدبو نہ ہو تو جلتا ناجائز ہوگا۔

(۲) فتاویٰ رضویہ جلد پنجم صفحہ ۱۱۰ میں ہے بیوی کی موجودگی میں سالی سے نکاح حرام ہے اور نکاح کرنے والے پر فرض ہے کہ سالی کو ہاتھ نہ لگائے اور اسے فوراً چھوڑ دے، زنا تو ہر حال میں حرام ہی ہے لیکن سالی سے صرف نکاح کرنے یا زنا کرنے سے عورت پر طلاق نہیں پڑتی ہے اور سالی سے زنا کے سبب سے بیوی حرام نہیں ہوتی۔ درمختار میں ہے:

”وطی اخت امرأته لا تحرم علیہ امرأته“ (درمختار: ۴/۸۸)

یوں ہی سالی سے صرف نکاح بلا جماع سے بیوی کی صحبت حرام نہیں ہوتی۔ ہاں سالی سے نکاح کے بعد صحبت بھی کر لے تو عورت حرام ہوگئی جب تک کہ سالی کو نہ چھوڑے اور اس کی عدت نہ گزر جائے۔ (۳) ہولیکا کے بارے میں جو آپ نے روایت لکھی ہے ہم نے نہ کہیں دیکھی نہ کہیں پڑھی نہ سنی، البتہ فرہنگ آصفیہ میں یہ تحریر ہے:

راجہ ہرناکش جو اپنے کو خدا کہتا تھا اور لوگوں سے بچواتا تھا، اس کا لڑکا پرہلا داس کے خلاف اور خدا پرست تھا راجہ نے خدا پرستی سے پھیرنے کے لیے بڑی کوشش کی اور جب وہ کسی طرح خدا پرستی سے نہیں پھرا تو اس کو آگ میں جلتا چاہا تو ہولیکا نے جو اس کی بہن تھی اور اس کے پاس آگ میں نہ جلنے والا لباس تھا اس کو پہن کر اور پرہلا کو گود میں لے کر بیٹھی کہ میں کپڑے کی وجہ سے بچ جاؤں گی اور یہ جل جائے گا، تو پرہلا تو نہ جلا ہولیکا ہی جل گئی، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہولیکا مشرک اور موحّد دشمن بن کر جلی پھر ہولیکا اور اس کا سارا تہوار ہندوستان میں منایا جاتا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ قصہ ہندوستان کا ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کبھی ہندوستان میں آئے ہی نہیں اور نہ ہولیکا کے عراق جانے اور رسم آگ زنی میں شرکت کی کوئی سند ہے۔ ادھر اسلامی تاریخوں میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی صرف دو بیویاں سارہ اور ہاجرہ کا ذکر آتا ہے اس لیے ہم کو تو یہ سارا واقعہ ہی بے سند معلوم ہوتا ہے اور کسی فرضی اور بے بنیاد قصے کی بنیاد پر کسی فرضی ذات کو ایصال ثواب کرنا ناجائز اور ایسی رسم کی پابندی بھی شرعاً ممنوع ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ضلع منو اشعبان ۱۴۲۱ھ

(۱۶) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

زید قرآن پاک کے جزوان و رحل کو روزانہ روندتا ہے اور کچھ لوگ اس کی مدد کرتے ہیں جب کہ علمائے کرام بیان کرتے ہیں کہ جو کلام الہی سے مس ہو گیا اس کی بہت اہمیت ہو جاتی ہے، لہذا اس بارے میں مسائل شرعیہ کی روشنی میں مدلل اور واضح جواب تحریر فرمائیے، اور یہ بھی کہ ان دونوں کے بارے میں شرعی حکم کیا نافذ ہوتا ہے، یعنی جو رحل و جزوان کی بے حرمتی کرتا ہے اس کو منع کرنے پر کچھ لوگ اس کی مدد کرتے ہیں، یعنی وہ یہ کہتے ہیں کہ شریعت کی رو سے غلط نہیں ہے۔ بینو تو جبراً المستفتی: محمد جمیل عالم گھوسی

الجواب

غیر متکلف کو مسجد میں سونا مکروہ تحریمی ہے۔ اعلیٰ حضرت نے اسی قول کو ترجیح دی ہے۔ آپ فرماتے ہیں ”اور ظاہر ہے کہ مسجدیں سونے، کھانے، پینے، کونہ بنیں تو غیر متکلف کو ان میں ان افعال کی اجازت نہیں اور بلاشبہ اگر ان افعال کا دروازہ کھولا جائے تو زمانہ فاسد ہے اور قلوب ادب و ہیبت سے خالی، مسجدیں چوپال ہو جائیں گی اور ان کی بے حرمتی ہوگی۔“ (کل ما ادعی الی محظور محظور“ (فتاویٰ رضویہ جلد سوم ص ۶۱۵/۶۱۶)

اسی طرح آدمی مسجد میں ہو تو اذان کے وقت بلا ضرورت نماز پڑھے بغیر مسجد سے باہر نکل جائے یہ مکروہ تحریمی ہے: ”و مکروہ تحریم ما خرج من لم یصل من مسجد اذن فیہ“ (شامی درمختار ص ۳۷۹)

اور حدیث شریف میں اذان سن کر بھاگنے کو شیطان کی حرکت بتایا ہے۔ سائل نے رحل اور جزوان کی بے حرمتی کے سلسلہ میں روندنے کا نام لیا ہے، روندنا بچر سے جاتا ہے تو اگر واقعی زید نے رحل اور جزوان کے ساتھ تحقیرانہ حرکت کی ہے تو سخت گنہگار ہے اسے توبہ کرنا چاہئے۔

قرآن عظیم میں ہے: ﴿وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ [العائدہ: ۲]

نیکی اور پرہیزگاری میں ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ اور شرک میں کسی کی حمایت نہ کرو۔

واللہ تعالیٰ اعلم عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ضلع منو اشعبان ۱۴۲۱ھ

(۱۷) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

جاڑے کے دنوں میں اکثر دیکھا جاتا ہے کہ ظہر اور عصر کی فرض نماز دھوپ میں پڑھی جاتی ہے

اور فجر، مغرب، عشاء کی نماز ممبر کے پاس اسی طرح گرمی کے دنوں میں عشاء کی نماز بھی آنگن (مسجد) میں پڑھی جاتی ہے، ممبر کے پاس نماز پڑھنے اور آنگن یا آنگن میں نماز پڑھنے پر ثواب و فضیلت میں کوئی فرق؟ اسی طرح دوسرا مسئلہ تکبیر کا ہے۔ تکبیر امام کے پیچھے سے کہنی چاہئے یا امام کے دہنی طرف سے۔
احقر: الحاج شاکر علی مسجد احمدی، سوداگر محلہ بسنت پور گورکھ پور ۲۹ جنوری ۲۰۰۲ء

الجواب

عام طور سے دنیا کے ہر خطہ میں مسجد کا کچھ حصہ چھت لگا کر اور چاروں طرف سے گھیر کر بنائے ہیں اور کچھ حصہ کھلا رکھتے ہیں۔ فقہ کی کتابوں میں دونوں کو مسجد کہا گیا ہے، اول کو شتوی کہا جاتا ہے اور دوسرے کو صیفی۔ اس طرز تعمیر سے بنانے والوں کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ حسب ضرورت بارش برف اور سخت دھوپ سے بچا جائے اور دھوپ میں بیٹھنے اور گرمی سے بچنے میں کام آئے۔

(فتاویٰ رضویہ جلد سوم ص ۶۰۰)

اور یہ دونوں حصے حقیقہ مسجد ہیں۔ اس موضوع پر اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں علیہ الرحمہ والرضوان نے ایک رسالہ تحریر کیا "النصب علی المنجد بان صحن المسجد مسجد" تفصیل کے لیے اس کا مطالعہ کیا جائے۔ ان دونوں حصوں میں جہاں نماز پڑھی مسجد میں نماز پڑھنے کا ثواب ملے گا، اس کے کسی حصہ میں کوئی ذاتی فضیلت نہیں کہ یہاں ثواب زیادہ ملے اور یہاں کم صف میں دائیں طرف کھڑا ہونا افضل ہے۔ تو چھت والے حصہ میں بھی افضل ہے، ایسے ہی صحن والے حصہ میں بھی تو دائیں اور بائیں میں افضل اور مقفول ہوا، لیکن اس میں اندر اور باہر کی کوئی تفریق نہیں، مسجد مقفول (چھت والی) اور غیر مقفول (صحن) دونوں ہی میں امام کے دائیں بائیں، اب ایک اور مسئلہ سنئے مسجد کی لمبائی اتر دیکھیں اگر سو فٹ ہے تو لٹل کا بیچ یعنی ۵۰ فٹ حقیقی محراب ہے۔ وہاں محراب کی صورت اگر بنی ہو تب بھی اور محراب کی صورت نہ بنی ہو تب بھی اور جس طرح پچھم طرف پچاس فٹ پر محراب ہے۔ اسی طرح پورب طرف ۵۰ فٹ پر محراب ہے۔ یعنی مسجد کے بیچ بیچ پچھم سے پورب صحن کے اخیر تک جو خط چلا گیا ہے وہی محراب ہے، اندر صف قائم ہو تو امام اسی خط پر کھڑا ہو اور باہر جماعت کی جائے۔ تو امام کو اسی کی محاذات میں کھڑا ہونا چاہیے اور صف امام کے پیچھے دونوں طرف برابر قائم کی جائے تو سنت پر عمل ہوا۔ اور امام محراب میں نہ کھڑا ہو اور اس کے دو چار فٹ دائیں یا بائیں ہٹ کر کھڑا ہو تو خلاف سنت ہے۔ اور پوری جماعت چاہے اندر ہو یا باہر محراب سے منحرف ہو کر کھڑی ہو تو غلط ہوا۔ تو معلوم ہوا کہ اندر یا باہر یا صحن میں جہاں پڑھا جائے مسجد کا ہی ثواب ہے۔ تکبیر امام کے پیچھے مسجد میں کہی جائے کہ پوری مسجد کے مصلیوں

کے لیے نماز کے شروع ہونے کا اعلان ہے تو وسط ہی مناسب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم
عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ضلع منو ۲۱ رذوالقعدہ ۱۴۲۲ھ

(۱۸) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

ایک قدیم مسجد از سر نو تعمیر ہو رہی ہے اور اس مسجد میں نماز جمعہ اور پنج وقتہ نماز بھی قدیم زمانہ سے ہوتی چلی آرہی ہے جگہ کی کافی قلت کی وجہ سے محلہ کے پنجان و مصلیان نے بیٹھ کر سوچ سمجھ کر مسجد کے نچلے حصہ کو بطور تہہ خانہ تعمیر کرایا اور اس کے اوپر مسجد کا مکمل حصہ بنوایا تہہ خانہ ایسا بنایا کہ اس میں نماز نہ پڑھی جائے، مگر اس میں اس وقت نماز بھی ہو رہی ہے، اب مسجد تین منزل کی بن کر تیار ہو چکی ہے اور مصلیان یہ سوچ رہے ہیں کہ اب ہم لوگ تہہ خانہ کے اوپر والی منزل میں بیچ وقتہ نماز اور نماز جمعہ ادا کریں اور نماز جمعہ کے وقت لوگوں کی تعداد بڑھنے پر نیچے بھی نماز پڑھی جائے اور اس کے اوپر والی منزل میں بھی نماز پڑھی جائے اور ضرورت پڑنے پر تہہ خانہ میں مسجد کا سامان مثلاً چاندنی، چٹائی، درزی بھی رکھی جائے۔ ایسی صورت میں تہہ خانہ کے اوپر نماز پڑھا جانا درست ہے کہ نہیں؟

المستفتی: حاجی محمد فاروق محلہ مکہ سیریاں۔ بنارس

الجواب

صورت مسئلہ میں مسجد اصلی وہ پچھلا حصہ ہی ہے جس کو آپ نے اب تہہ خانہ بنادیا اور دوسری اور تیسری منزل مسجد کی چھت ہے اور بلا ضرورت مسجد کی چھت پر بڑھنا مکروہ ہے، اس لیے نماز پنجگانہ ہو یا نماز جمعہ جماعت اس چھٹی منزل پر کی جائے جب آدمی زیادہ ہو جائیں اور نیچے جگہ نہ ہو تو اوپر کی منزل پر اور وہ بھی بھر جائے پھر اس سے اوپر کی منزل پر کی گئیں اور چونکہ چھٹی اصل مسجد ہے تو وہاں ایسا سامان رکھنا جس کے نماز پڑھنے والوں کی جگہ گھرے ممنوع و ناجائز ہوگا، یہ سب تفصیل فتاویٰ رضویہ میں ہے۔
واللہ تعالیٰ اعلم
عبدالمنان اعظمی شمس العلوم منو یکم محرم الحرام ۱۴۲۳ھ

(۱۹) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

زید کے والد صاحب متولی نے عید گاہ اور اس سے متعلق زمین وقف کی تھی زید کے والد صاحب کے انتقال کے بعد زید اس جائیداد موقوفہ کا متولی ہے اس عید گاہ کے قریب ایک مسجد ہے مسجد کی توسیع کے لیے مسجد کے ذمہ داران مسجد کے پاس کی زمین وقف زید سے مانگ رہے ہیں، کیا زید جائیداد موقوفہ سے کچھ حصہ اہل مسجد کو دے سکتا ہے؟ شریعت مطہرہ کی روشنی میں صورت مسئلہ کی وضاحت فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔
المستفتی: شاہ عالم نزد محمد ابراہیم مستری مسجد بلرام پور

الجواب

صورت مسئلہ میں اگر مسجد میں تنگی اور مسجد کی توسیع ضروری ہو اور اس زمین کو مسجد میں شامل کرنے سے عید گاہ میں کوئی تنگی نہ ہو تو دے سکتے ہیں (خلاصہ تصریحات فتاویٰ رضویہ)۔ واللہ تعالیٰ اعلم
عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مؤ ۵ جمادی الاخری ۱۴۲۳ھ

(۲۰) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

کئی جامع مسجد جس کے تحت یہاں کے عرف کے اعتبار سے ایک مکتب زمانہ قدیم سے چلتا آ رہا ہے اور قریباً بیس سال سے اسے فروغ دے کر اسی سے ملحق ایک دارالعلوم قائم ہو چکا ہے جس میں اس وقت درس عالیہ تک تعلیم جاری و ساری ہے اس وقت مسجد کا جدید جامعہ کمپلیکس تعمیر ہونے جا رہا ہے جس کی تکمیل کے بعد مسجد کی آمدنی میں بہت زیادہ اضافہ ہو جائے گا یہ کمپلیکس مسجد کے احاطہ میں مین گیٹ کی طرف واقع ہے۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس گرانی کے دور میں بہت سارے غریب و نادار بچے تعلیمی اخراجات کو برداشت نہیں کر پاتے اور تعلیم سے محروم رہ جاتے ہیں ایسے بچوں کی اردو، انگریزی اور صوبائی زبان کی تعلیم ایل، کے، جی، سے ہائی اس کول دسویں جماعت تک کے لیے ایک ایسے اس کول کا قیام جس کے تمام تر مصارف مسجد ہذا کے ذمہ ہوں، از روئے شرع جائز ہے یا نہیں؟
استفتی: نئی نور محمد سکرٹری سنی جامع مسجد گاندھی بازار شیوگر

الجواب

وقتی جائیداد کی آمدنی اسی مصرف میں ہوگی جس کام کے لیے وہ وقف کی گئی ہے۔ آپ کے بیان سے یہ ظاہر ہے کہ وہ جائیداد مسجد کی ہے۔ ساتھ ہی ساتھ دینی تعلیم میں بھی وہ صرف ہو سکتی ہے۔ آپ نے دنیوی تعلیم اور ہائی اسکول کا ذکر کیا اس میں یہ رقم صرف کرنا ناجائز و حرام ہے۔ یہ وقف کا بدلہ لےنا ہوا اور فقہ کی عام کتابوں میں ہے: لا یجوز تغیر الوقف عن ہیئته۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مؤ ۱۳ جمادی الاولی ۱۴۲۳ھ

(۲۱) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

زید نے اپنی زمین میں ایک مسجد تعمیر کروائی زید کے انتقال کے بعد ان کے فرزند عرو نے اس مسجد کے آگن کو وسیع کرنے کی غرض سے اس کے درود یوار کو شہید کیا اور مسجد کی توسیع کرنے میں مسجد کے پورے حصہ کی زمین زیادہ استعمال کی بغرض وضو خانہ کے مسجد کے پورے جانب گرام سماج کی زمین جو کہ

چار پانچ کلو میٹر دوری کے عام پانی بہنے کا نالا بنا ہوا تھا، اس نالا کے اوپر وضو خانہ قائم کیا اور وضو خانہ کے نیچے سے پانی بہنے کا راستہ جاری رکھا مگر نالہ کی کشادگی میں کمی آگئی۔ ساتھ ہی ساتھ واضح رہے کہ عرو کی ذاتی زمین مسجد کے پیچھے اور دکن کافی موجود ہے، ایسی صورت میں وضو خانہ کا شرعی حکم کیا ہوگا؟ کیا تعمیر کرنے والے قاصد کہلائیں گے یا نہیں؟ یہ بھی فرمائیں کہ اس وضو خانہ پر وضو کر کے نماز پڑھنے سے صحت نماز میں کمی واقع تو نہیں ہوگی۔ جینو اتو جروا

الجواب

ایسی زمین کو اردو میں نزول کی زمین کہتے ہیں، جو کسی خاص فرد کی ملکیت نہیں ہوتی، گاؤں کے عام لوگوں کے لیے ہوتی ہے، اس کے لیے حدیث شریف میں ہے: عادی الارض لله ولرسلہ۔

(السنن الکبریٰ: ۱۴۳/۶)

ایسی زمین کو اگر مسجد میں شامل کر لیا گیا اور کسی کو کوئی اعتراض نہیں تو وہ مسجد ہوگی۔

عالمگیری میں خاص صورت مسئلہ کا جزئیہ مذکور ہے:

فی نوار دہشام سالت محمد ابن حسن عن نہر قرية کثیرة الابل لا یحصی عددهم وھونہر قنلة او نہروا دلہم خاصة اراد قوم یعمروا بعض هذا النہرو ینو علیہ مسجدا ولا یضر ذلک بالنہرو لا یعرض لہم احد من اهل النہر قال محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ یسمہم ان ینو ذلک المسجد للعامة او المحلة۔ (عالمگیری: ۴/۹۸)

حضرت ہشام نے محمد ابن حسن رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا ایک بہت بڑی آبادی ہے اور اس میں بیشمار آدمی ہیں اور وہاں سے کوئی نالہ یا نہر بہ رہا ہے ان میں کچھ لوگوں نے چاہا کہ اس پر تعمیر کریں اور اس پر ایک مسجد بنادیں جس سے نہ تو اس نہر کے بہاؤ میں کوئی کمی ہے نہ بستی والوں میں سے کسی کو اس سے نقصان ہے، امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا عام لوگوں کے لیے ایسی مسجد بنا سکتے ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ وہ مسجد ہوگی اور اس میں نماز پڑھنی جائز ہے حضور ﷺ کا فرمان ہے:

جعلت الارض کلہا لہی ولأمتی مسجد۔ (مسند امام احمد بن حنبلہ: ۷/۳۸۷)

میرے لیے اور میری امت کے لیے ساری زمین مسجد بنائی گئی۔

البدۃ فتنہ وفساد سے بچنا چاہئے۔ ﴿وَالْفِتْنَةُ أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ﴾۔ [البقرة: ۱۹۱]

فتنہ قتل سے بھی برا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ۱۷ رجب ۱۴۲۳ھ

(۲۲) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

پرائی مسجد کے احاطہ (گراؤنڈ) میں ایک پرانا نیم کا درخت ہے اور اس کے نیچے دو قبریں ہیں ایک قبر بہت پرانی ہے یہ معلوم نہیں کہ قبل تعمیر مسجد ہے یا بعد تعمیر مسجد، صاحب قبر کے بارے میں کچھ معلوم نہیں ہے کہ کون ہیں، پہلے کچی قبر کی شکل میں تھی بعد میں پکی کر دی گئی اور اس قبر پر غلاف چڑھا رہتا ہے کبھی کبھی پھول بھی چڑھا دیتے ہیں آیا اس پرانی نامعلوم قبر پر غلاف اور پھول چڑھانا درست ہے یا نہیں؟ دوسری قبر نئی ہے جو چار پانچ سال قبل میت کو دفنایا گیا ہے یہ دونوں قبر ایک دوسرے کے متصل ہیں، دونوں اطراف کے کمروں سے اخراجات اب تک پورے کئے جاتے رہے، اب نیم کا درخت نکال کر قبروں کے دونوں اطراف کے کمروں کے اوپر مسجد کی آمدنی کے لیے کمرے بنانا چاہتے ہیں، ساتھ ساتھ دونوں قبروں کے اوپر مسجد کی آمدنی کے لیے روم بنا سکتے ہیں یا نہیں؟ اور اس نیم کے درخت کو کاٹ سکتے ہیں یا نہیں؟ یہ مسجد شہر میں ہے مسجد کے اخراجات روم ہی کے کرایہ پر منحصر ہیں۔

جلد از جلد جواب عنایت فرمائیں جو شریعت کا حکم ہوگا اس پر عمل کیا جائے گا شریعت کے حکم کا شدت سے انتظار ہے۔

امستفتی: اراکین و متولی مٹی مسجد ہادی کریک

الجواب

آپ نے اپنے سوال میں حقیقت حال کو مبہم رکھا ہے، ہمارے علاقہ میں تو آبادی کا بھی نقشہ اور خسرہ ہوتا ہے، اور کاشتکاری کی زمین کا بھی نقشہ اور کھوتی ہوتی ہے اور ضلع کے محافظ خانہ سے اس کی نقل دستیاب ہو جاتی ہے جس سے زمین کے مختلف ٹکڑوں کی نوعیت کس وقت کیا تھی اور اب کیا ہے معلوم ہو جاتی ہے۔

آپ کے مبہم بیان اور قدیم عہد سے وہاں قبر ہونے سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ زمین کا وہ ٹکڑا جس میں قبر واقع ہے مسجد پر وقف نہ تھا اور نہ مسجد کی ملکیت میں قبر کیسے بنی، شاید بعد میں چار دیواری کے ذریعہ اس جگہ کو مسجد کے احاطہ میں شامل کر لیا گیا ہے۔

ایسی صورت میں مسجد اگر تنگ ہو جاتی اور توسیع کی ضرورت محسوس ہوتی اور توسیع کے اندر وہ قبریں بھی مسجد میں آ جاتیں تو انہیں کھود کر فرش کے برابر کرنا جائز نہ ہوتا، بلکہ قبریں جوں کی توں باقی رکھیں جاتیں اور ان کے پورب طرف قبر کی لمبائی میں ڈیڑھ دو ہاتھ اونچا ایک پردہ بنا دیا جاتا کہ قبر کی پورب طرف کھڑے ہو کر نماز پڑھنے والوں کا رخ قبر کی طرف نہ ہوتا کہ یہ مکروہ ہے اور موجودہ صورت میں تو آپ صاحبان مسجد کی آمدنی میں اضافہ کے لیے ان قبروں پر دوکان بنانا چاہتے ہیں تو ان قبروں

کو کھودنے یا ان پر مٹی پاٹ کر رہائش یا تجارت کرنے کی شرعاً کیسے اجازت ہوگی۔

فتاویٰ رضویہ جلد ششم ص ۳۴۰ پر ہے:

زمین میں مسجد بنائی جائے اور قبر لٹکے تب بھی وہ جگہ ضرور مسجد ہے اور اس میں نماز جائز ہے اور اس کی حفاظت واجب ہے اور قبریں جو لٹکی ہیں ان پر نماز نہ پڑھیں اور ان کی طرف نماز نہ پڑھیں اس کے برابر آگے، دائیں اور بائیں پڑھنے میں کوئی حرج نہیں، قبر کے مشرقی جانب آدھ گز بلند ایک اینٹ کا مترہ قائم کریں پھر اس طرف بھی نماز جائز ہو جائے گی۔

تو موجودہ صورت میں مذکورہ قبروں پر دوکان یا مکان بنانا جائز نہ ہوگا، البتہ دونوں قبروں کے چاروں کونوں کے قریب ستون قائم کر کے اتنی بلندی پر اس پر چھت ڈال دی جائے کہ فاتحہ پڑھنے والے کھڑے ہو کر بہ اطمینان فاتحہ پڑھ سکیں اور اس چھت پر مسجد کی آمدنی کے لیے دوکان قائم کی جائے تو جائز ہوگا۔

اسی کتاب میں ص ۳۹۱ پر ہے: اور زمین اگر اپنی ملک ہے تو اس کو اس طرح مستحق کرنا کہ دیوا ریا پائے عین کی قبر پر نصب ہو جائز نہیں کہ اس میں میت کی ایذا ہے۔

حدیث شریف میں ہے: انزل عن القبر لا تؤذ صاحب القبر۔ (کنز العمال: ۴۶۶۰۵)

درخت بہت پرانا ہے اگر اس کا کوئی دعویدار نہ ہو تو ظاہر یہی ہے کہ وہ مسجد کا ہے اسے کاٹ کر اس کی قیمت مسجد میں صرف کی جاسکتی ہے۔

(۲) مسلمانوں کی قبروں پر پھول یا ہری ڈالیاں رکھنا مستحب ہے۔ حدیث شریف میں ہے:

لعلھما ینخفف عنھما مالہم بیس (مسند امام احمد بن حنبل: ۶۰۱/۱)

یعنی جب تک ڈالیاں ہری رہیں گی میت کے عذاب میں تخفیف ہوگی اور اسے تسلی اور انس حاصل ہوگا اور نیک و بد ہر قسم کے مسلمانوں کی قبر پر ہو سکتا ہے کہ یہ کام ایصال ثواب کی طرح ہے کہ نیک اور بد دونوں کو ایصال کیا جاسکتا ہے اور غلاف اور چادر حضرات علماء اور اولیاء کی خصوصیت ہے تو جس صاحب قبر کا نیک عالم و صالح ہونا معلوم و مشہور ہو ان کی قبر پر غلاف ڈال سکتے ہیں، عام مردوں کی قبر پر غلاف نہ ڈالا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مؤرخ و ذوالحجہ ۱۴۲۳ھ

(۲۳) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

لوگوں نے زید کو مسجد کی عمارت کا مالک بنایا لوگوں نے مسجد کے لیے وصولی کر کے پیسہ زید کو دیا،

زید نے پیسہ لے کر مسجد کی عمارت کا سامان خرید کر رکھ دیا، اس وقت خالد نے مسجد کا سامان بیچ کرٹی وی خرید اور باقی پیسہ مسجد کے منبر بکرنے اپنے کام میں لگا لیا۔ تو صورت مسئلہ میں زید خالد اور بکر کے لیے کیا حکم ہے؟ بحوالہ قرآن وحدیث وفقہ بالتفصیل تحریر فرمائیں۔

المستفتی: محمد طبع الرحمن مقام مونہی پوسٹ پچھیا ضلع مغربی چمپارن

الجواب

جو شخص مسجد کی رقم اپنے ذاتی صرفہ میں خرچ کرے یا مسجد کے علاوہ کسی دوسرے نیک کام میں ہی خرچ کرے، ایسا کرنا ناجائز وحرام ہے۔ درمختار میں ہے:

ان اختلف احدهما بان بنی رجل مسجدين اور رجل مسجدا او مدرسة وقف عليهما او قافلا لا يجوز له ذلك۔ (در مختار: ۶/۴۳۱)

مسلمان وہ ساری رقم اس سے وصول کریں اور بے جا تصرف کرنے والوں کو علیحدہ اور معزول کر دیں۔ سو ينتزع الخائن وجوبا ولو الواقف یہ عبارت بھی درمختار میں ہی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مؤ ۳ محرم ۱۴۲۵ھ

(۲۶-۲۳) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

(۱) عید گاہ کے فاضل چندہ سے مسجد کی تعمیر ہو سکتی ہے یا نہیں؟

(۲) کیا نکاح کا خطبہ ایجاب وقبول کے بعد بھی جائز ہے؟

(۳) عبد البجنان کی عورت نے مشرکین کے تیرتھ بابا دھام جانے کی منت مانی اور تنہا ہندو عورتوں کے ساتھ بابا دھام گئی اور اب بھی ہر سال وہاں جانے کو کہہ رہی ہے اور بقیہ لوگوں نے ان کا ساتھ بھی دیا مگر اس نے میلاد کیا اس میں مولوی محرم علی کو بلایا ان کو بات بتادی مگر وہ نہیں مانے اور ان کی دیکھا دیکھی کچھ اور لوگ بھی شریک ہوئے لہذا ان کا شرعی حکم کیا ہے؟

المستفتی: محمد لطیف الرحمن مصباحی پیش امام بیریاں بازار لہ بھانپارانی ضلع دیوبند یا پونی

الجواب

(۱) عید گاہ کا فاضل پیسہ کسی دوسرے کار خیر میں لگانے سے پہلے چندہ دینے والوں کی رائے لینی ضرور ہے وہ اگر مسجد کی تعمیر میں لگانے کے لیے راضی ہوں تو مسجد میں صرف کیا جائے کسی دوسرے مصرف خیر میں صرف کرنے کو کہیں تو اس میں لگایا جائے یا اس کو واپس لینا چاہیں تو واپس دیا جائے۔ فتاویٰ رضویہ جلد ششم ص ۳۳۹ میں ہے: ایسے چندوں سے جو روپیہ فاضل بچے وہ چندہ دہندگان کا ہے انہیں کی طرف

رجوع لازم ہے وہ جس امر کی اجازت دیں وہی لازم ہے وہ نہ ہوں تو ان کے بالغ وارثوں سے رجوع کیا جائے اگر چندہ دہندگان اور ان کے وارث نہ معلوم ہوں تو جس کام کے لیے دیا تھا اس میں صرف کر سکتے ہیں (جیسے سوال میں عید گاہ کے چندہ کا ذکر ہے) اور یہ بھی نہ بن پڑے تو ان کی طرف سے فقیروں پر صدقہ کر دیں اس کے علاوہ جو کچھ نکتہ آفرینی زید یا بکر نے کی ہے وہ سب غلط قیاس ہے جس کا کوئی ذکر کتب فقہیہ میں نہیں۔

(۲) افضل اور مستحب طریقہ یہی ہے کہ پہلے خطبہ پڑھا جائے پھر دولہا سے ایجاب وقبول کرایا جائے، یہی حدیث کی کتابوں میں ہے اور یہی فقہ کی کتابوں میں ہے اور یہی پرانے زمانہ سے اب تک ہوتا آیا ہے اس لیے ہم کو بھی اسی طریقہ پر عمل درآمد کرنا چاہئے، البتہ یہ بات ہے کہ خطبہ نکاح کے لیے نہ شرط ہے نہ ضروری اس لیے کسی نے خطبہ پڑھا ہی نہیں یا الٹا کام کیا اور ایجاب وقبول پہلے کروا دیا۔ تو اس نے ادب وقضیلت کے خلاف کام کیا البتہ نکاح ہو جائے گا۔

درمختار جلد دوم میں ص ۶۶۳ پر ہے: "تقديم الخطبة وكونه في المسجد يوم الجمعة بعقد رشيد" اور نکاح جمعہ کے دن ہونا، مسجد کے اندر ہونا، پڑھانے والے کا دین دار اور نیک ہونا مستحب ہے، اسی کو بہار شریعت ساتویں جلد ص ۱۵ پر ذکر کیا ہے،

نکاح میں یہ امور مستحب ہیں: نکاح اعلانیہ ہونا، خطبہ نکاح سے پہلے ہونا، اور ص ۶ میں فرمایا: یہ مستحبات نکاح ہوئے اگر اس کے خلاف بھی ہو تو نکاح ہو جائے گا۔

(۳) بتوں کے استحقاق پر جانے کی منت ماننا گناہ کبیرہ اور اس پر عمل کرنا سخت شدید ترین حرام بلکہ کفر وشرک ہے، ایسی عورت پر توبہ استغفار پھر سے ایمان لانا اور کلمہ پڑھنا ضروری اور توبہ واسلام کے بعد پھر سے نکاح پڑھنا ضروری، مسلمانوں نے اس کی اس حرکت ناپاک پر اس کا بایکاٹ کیا، بہت اچھا کیا، اس وقت تک اس کے کسی کام میں شریک نہ ہوں، نہ دعوت، نہ میلاد، نہ شادی، نہ بیاہ، نہ اس سے کوئی رشتہ قائم رکھیں جب تک سچی توبہ نہ کرے۔

قرآن شریف میں ہے: ﴿فَلَا تَقْعُدُوا عَنْ الذِّكْرِ مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ﴾ [الانعام: ۶۸] یہ ساری حقیقت جان کر غیر مسلموں کے ساتھ بابا دھام گئی اور اب بھی اکثر رہی ہے کہ میں ہر سال جاؤں گی جو لوگ اس کی دعوت میں شریک ہوئے وہ سخت گنہگار ہوئے وہ بھی توبہ استغفار کریں۔ اگر ایسا نہیں کرتے تو مسلمان ان سب لوگوں سے بھی قطع تعلق کریں، ایسا کرنے والے مولانا ہوں یا جاہل۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مؤ ۱۱ محرم ۱۴۲۶ھ

(۲۷) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

ہمارے یہاں مسجد اور عید گاہ بالکل متصل ہیں، پہلے مسجد اور سامنے عید گاہ، بعض حضرات یہ چاہتے ہیں کہ مسجد شہید کر کے دوسری جگہ منتقل کر دیں اور مسجد کی جگہ عید گاہ میں شامل کر لیں، جب کہ مسجد دوسری جگہ منتقل کرنے کی کوئی شرعی مجبوری نہیں ہے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ انتقال جائز ہے یا نہیں؟ از روئے شرع جواب عنایت فرمائیں، کرم ہوگا۔
المستفتی: محمد نوشاد احمد مہاراشٹر

الجواب

جو جگہ ایک دفعہ مسجد ہوگئی قیامت تک کے لیے وہ مسجد ہوگئی کسی کے منتقل کرنے سے منتقل نہیں ہوگی۔ بلکہ یہ تو مسجد رہے گی ہی اس کی جگہ جو مسجد بنائی جائے گی وہ بھی مسجد ہو جائے گی، دونوں جگہ کی حفاظت اور آبادی مسلمانوں پر لازم ہوگی۔ رہ گیا یہ سوال کہ مسجد کی زمین عید گاہ میں شامل کر دی جائے یہ بھی ناجائز اور ممنوع ہے۔ عالمگیری میں ہے:

لا يجوز تغير الوقف من هيئته۔

واقف نے وقف کو جس کو جیسا بنایا اس میں تغیر و تبدل جائز نہیں، جب کہ بقول سائل مسجد کو منتقل کرنے کی کوئی شرعی مجبوری نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم
عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی منو
(۲۸-۳۱) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ

(۱) مسجد میں دو درجے ہیں، اندرونی درجے میں امام اور بیرونی درجے میں مقتدی کھڑے ہوں، تو کیا مقتدیوں کی نماز ہو جائے گی؟

(۲) زید باپ اور عمر اس کا بیٹا ہے، زید کی بیوی یعنی عمر کی ماں کا انتقال ہو گیا اب زید و عمر دونوں ایسی عورتوں سے شادی کرنا چاہتے ہیں جو آپس میں سنگی بنتیں ہیں۔ کیا یہ رشتہ جائز ہے یا نہیں؟

(۳) زید نے اپنی شادی ایک عورت سے کی، کچھ دنوں کے بعد اس عورت کی سنگی بہن سے شادی کی، اس میں کون سی شادی جائز ہے؟ دوسری شادی سے جو اولاد ہوئی وہ جائز اولاد کہلائے گی یا ناجائز؟

(۴) ایک شادی شدہ عورت نے طلاق کے بغیر دوسرے شخص سے شادی کر لی، دوسری شادی کا کیا حکم ہے اور اس پیدا ہونے والی اولاد کا کیا حکم ہے؟۔ منا خان چلبلو پوسٹ بھٹہ بازار ضلع گورکھ پور

الجواب

(۱) جو مسجد بہت بڑی نہ ہو اس میں امام محراب میں کھڑا ہو اور مقتدی منجائے مسجد میں تب بھی اقتداء صحیح ہے۔ عالمگیری میں ہے: "ولو اقتدى بامام فى اقصى المسجد والا امام فى

المحراب فانه يجوز" (عالمگیری: ۱/۱۱۲) لیکن ایسا کرنا خلاف سنت ہے۔

(۲) یہ رشتہ جائز ہے کہ باپ بیٹے اور ان کی دونوں منکوحہ عورتوں کے درمیان کوئی ایسا رشتہ نہیں جس سے باہم ان کا نکاح جائز نہ ہو۔ قرآن عظیم میں ہے:

﴿وَأَجَلَ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَلِكَ أَنْ تَبْتَغُوا بِأَمْوَالِكُمْ﴾ [النساء: ۲۴]

(۳) ایک بہن کے نکاح میں ہوتے ہوئے دوسری بہن سے نکاح کرنا سخت حرام ہے۔

قرآن عظیم میں ہے: ﴿وَأَنْ تَجْمَعُوا بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ﴾ [النساء: ۲۳]

زید پر لازم ہے کہ دوسری بہن کو فوراً علیحدہ کر دے اور اگر ایسا نہیں کرتا ہے تو مسلمان اس سے قطع تعلق کر لیں۔

(۴) دوسری شادی ناجائز و حرام ہے۔ عالمگیری میں ہے: "لا يجوز للرجل ان يتزوج زوجة غيره وكذلك المعتدة" (عالمگیری: ۱/۳۵۸) واللہ تعالیٰ اعلم۔

عبد المنان اعظمی دارالعلوم اشرفیہ ۳ رجمادی الاخری

الجواب صحیح عبدالعزیز عفی عنہ الجواب صحیح عبدالرؤف غفرلہ

(۳۲) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ

ایک شخص نے ایک مسجد پر کافی سرمایہ لگایا مسجد کے باقی حصہ پر اپنا اور اپنے آباء و اجداد کا نام پتھر پر نقش کر کے نصب کر دیا ایسی مسجد میں نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟
محمد اسلام خاں خالص پورا عظیم گڑھ

الجواب

کسی زمین کے مسجد ہونے کے لیے صرف یہ شرط ہے کہ واقف وہاں مسلمانوں کو نماز پڑھنے کا اذن عام دے دے اس پر متولی کا قبضہ دے دے یا کوئی اذن عام کے بعد وہاں نماز پڑھ لے۔ رہا یہ کہ عمارت ہو یا کس قسم کی ہو اور اس پر کیا تحریر ہو اس کی کوئی شرط نہیں۔ یسزل ملکہ عن المسجد والمصلیٰ یا لفعل و بقوله جعلته مسجدا۔ اس کے کسی حصہ پر بنانے والے کا نام لکھنے سے مسجد ہونے میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اور وہاں نماز پڑھنے سے نماز میں کوئی خلل نہیں پڑتا۔ پتھر لگانے والے کی نیت ٹھیک ہے مثلاً نام ہونے سے آئندہ دوسرے فرقہ کے لوگ اس پر قبضہ نہ کر لیں یا آئندہ قتلوں کو اس کی تاریخ کی معلومات فراہم ہو تو پتھر نصب کرنے کا ثواب بھی ملے گا اور نام نمود کے لیے ہو تو حدیث شریف میں اس کی برائی آئی ہے۔

اصل یہ ہے کہ۔ انما الاعمال بالنیات جیسی نیت ویسی برکت اور نقصان۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی اشرفیہ مبارک پور ۱۶ رجب المرجب ۱۳۸۰ھ

الجواب صحیح عبدالعزیز عفی عنہ الجواب صحیح عبدالرؤف غفرلہ

(۳۳) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

ایک مسجد زمین سے ایک منزل کی بلندی پر اس کی سطح ہے۔ اس کے مشرقی شمالی جنوبی اطراف میں دوکانیں ہیں اور قبلہ کی طرف اوپری منزل تک زمین ٹھوس ہے۔ امام اور متعدد شخص ٹھوس زمین پر ہی قائم ہوئی ہیں اب قبلہ کی جانب کچھ زمین مسجد نے خریدی ہے اور یہ تجویز ہے کہ قبلہ کی سمت مسجد کو آگے بڑھا دیا جائے اور نیچے دوکانیں بھی بنائی جائیں اس طرح کہ امام اور دائیں جانب کی شخص ٹھوس زمین پر قائم ہوگی البتہ بائیں طرف دوکانیں نکلیں گی جس کی زمین کھوکھلی رہے گی۔ ایسی تعمیر جائز ہے یا نہیں؟ اور جواز کی کیا سبیل ہوگی۔

قاری محمد عثمان محمد اسماعیل ڈی مد پورہ دارانی

الجواب

اس بات میں قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ زمین کے مسجد ہونے سے پہلے اگر اس پر امام کا حجرہ، اسباب رکھنے کی کوٹھری یا دوکان وغیرہ ایسی چیزیں جو مسجد کے فائدہ کے لیے ہوں بنوائی گئیں پھر اس کی چمت کو باقاعدہ مسجد کے فرش میں شامل کر لیا گیا تو یہ جائز ہے۔ چاہے امام ٹھوس زمین پر ہو یا نہ ہو، اور اگر کوئی حصہ زمین ایسا ہے جو مسجد ہو چکا ہے تو نماز کے علاوہ ضروریات مسجد کے لیے ہی کیوں نہ ہو۔ نہ اوپر مکان بنا سکتے ہیں نہ نیچے۔ درمختار میں ہے: "امالو تم المسجدیہ ثم اراہد البناء منع" (در مختار: ۶/۴۲۸)

پس صورت مسئلہ میں جب کہ وہ زمین ابھی مسجد کی نہیں ہوئی ہے تو تعمیر جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

عبد المنان اعظمی ۲۳ رذوالحجہ ۱۳۷۸ھ

الجواب صحیح عبدالعزیز عفی عنہ الجواب صحیح عبدالرؤف غفرلہ

(۳۴) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

ایک مسجد میں زید اور عمر کی امامت کے بارے میں جھگڑا ہوا ایک پارٹی زید کو اچھا کہتی ہے اور ایک عمر کو۔ زید کے ماننے والوں نے اپنی مسجد علیحدہ بنوائی تو عمر کے ماننے والے اس کو مسجد ضرار کہتے ہیں کوئی مسجد کب مسجد ضرار کہلانے کی مستحق ہے؟ والی محمد گوری مقام بھروچ گجرات پوسٹ کنتھاریہ۔

الجواب

اگر صرف زید اور عمر کی افضلیت کی بنا پر اختلاف ہوا اور زید کی پارٹی نے الگ مسجد بنائی اور عمر

پرائی مسجد میں پہلے سے امام تھا تو زید والی پارٹی کی جنگ خلاف شرع ہے اور ان کی مسجد ضرر مسجد ضرار کے مشابہ ہے کہ اس دوسری مسجد سے ناجائز طور پر پہلی مسجد کی جماعت کو نقصان پہنچا۔ تفسیر احمدی میں ہے: "لما فتح الله الامصار على عمر امر المسلمون ان يبنوا مساجد وان لا يبنوا في المدينة مسجد بن يضر احد هما الا اخر۔"

لیکن یہ دوسری مسجد جب بن گئی تو مسجد ہی رہے گی۔ اور اگر اختلاف کی بنیاد کوئی شرعی خرابی تھی جس سے لوگوں کی نماز میں خلل پڑتا یا دوسری مسجد کی تعمیر کی اس لیے ضرورت تھی کہ پہلی مسجد جگ ہوگئی تھی اور اس کی توسیع نہ ہو سکتی تھی تو دوسری مسجد مسجد ضرار کے حکم میں نہ ہوگی۔ فقط۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

عبد المنان اعظمی ۲۳ رذوالحجہ

الجواب صحیح عبدالعزیز عفی عنہ الجواب صحیح عبدالرؤف غفرلہ

(۳۵) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

ایک مسجد قدیم بسبب تنگی منہدم کر کے از سر نو وسیع کر کے تعمیر کی گئی اندرونی حصہ نیز سائبان تعمیر ہو کر مکمل ہوا باقی رہا فرش مسجد لمحاظ وسعت مسجد فرش کے طول و عرض میں بھی وسعت کی ضرورت محسوس کی جارہی ہے باب مسجد کے سامنے زمین کافی وسیع ہے عرصہ سے مسجد کی نہر کا سرا قدیم مسجد کی بیرونی دیوار سے کافی آگے پختہ نالی کی شکل میں بڑھا ہوا ہے باب مسجد کے بالمقابل کچھ فاصلہ پر ایک درخت ہے اسی درمیان سے تعزیہ دار لوگ جو بھی مذہب اہل سنت و جماعت ہیں شیعہ ایک بھی نہیں ہے اور نہ اس تعزیہ میں شیعوں کا کچھ لگاؤ ہے کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ فرش کو مسجد کے طول و عرض کا خیال کرتے ہوئے اتنا وسیع کیا جائے کہ نہر کے سرے پر بیرونی دیوار بنائی جائے تاکہ مسجد کی زینت میں اضافہ ہو جائے اب تعزیہ دار لوگ جو جاہل ہیں کہتے ہیں کہ ہمارا راستہ بند ہو جائیگا لہذا ہمارا راستہ چھوڑ کر دیوار بنائی جائے ورنہ یہاں ہمارا راستہ جو قدیم ہے بند ہو جائیگی صورت میں دوسرے مقامات کے لیے نظیر ہو جائے گا اور ہمارے لیے دشواریاں پیدا ہو جائیں گی، لہذا دریافت طلب یہ ہے کہ اس خوف سے مسجد کی وسعت روک دی جائے اور راستہ چھوڑ دیا جائے جب کہ آگے ایسا میدان ہیکہ ایک نہیں بلکہ کئی ایک تعزیہ لے جائے جاسکتے ہیں شرعاً افضلیت اور فوقیت کسے حاصل ہے، کتاب دست کی روشنی میں جواب تحریر فرمائیں۔ بنیاد تو جروا۔

استفتی عبد الستار بھیروی۔ ۸ محرم الحرام ۱۳۷۹ھ

الجواب

چونکہ مسجد کی مبنیہ توسیع صرف زینت و آرائش کے لیے ہے جیسا کہ سوال کی عبارت سے ظاہر

ہے ضرورت و حاجت کے لیے نہیں، اس لیے ان تمام لوگوں سے اجازت لینی چاہئے جن کا کسی قسم کا حق بھی اس راستہ سے متعلق ہو اور فتنہ و فساد کا ڈر ہے تو توسیع سے بچنا چاہئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی ۲۲ صفر ۱۳۷۹ھ

الجواب صحیح عبدالعزیز عفی عنہ
الجواب صحیح عبدالرؤف غفرلہ

(۳۶-۴۰) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

(۱) ہمارے گاؤں میں ایک خام مسجد تھی جو نہایت بوسیدہ ہو چکی تھی اور گاؤں میں دو پارٹیاں تھیں مگر مسجد کو تعمیر کرانے کے لیے متفقہ کمیٹی ہوئی جن میں دونوں پارٹیوں کی رائے متفق ہو گئیں، اور چندہ کیا گیا مگر کچھ دنوں بعد جب مسجد کا کام شروع ہوا تو ایک (پارٹی کے لوگوں نے جو کہ تعداد و طاقت ہر صورت میں زیادہ تھی) دوسری کمزور پارٹی کا چندہ لینے سے اور ان کو کام کرنے سے منع کر دیا۔ از روئے شریعت ایسا کرنا کیسا ہے؟

(۲) بڑی پارٹی کے لوگوں نے مسجد بنوانا شروع کر دیا اور مسجد کو وسیع کرنے کے خیال سے شمال و جنوب اور مغرب میں زمین کا کچھ حصہ داخل کر لیا ایسی زمین میں مسجد بنوانا جائز ہے؟ جب کہ زمین جبراً لے لی گئی ہو اور زمین کمزور پارٹی والے کی ہو؟

(۳) کیا اس طرح کی مسجد جو غصب کی ہوئی زمین میں بنوائی جائے اس میں چندہ دینا جائز ہے اور ایسے ظالم و جابر لوگوں کا ساتھ دینا جائز ہے یا نہیں؟

(۴) مسجد مذکور میں نماز ہوگی یا نہیں؟ از روئے شریعت اس مسجد کے بارے میں مفصل تحریر فرمائیں۔

(۵) بوقت تقریر و وعظ مقرر کو ریاخ خارج کرنا کیسا ہے؟

الجواب

سوال میں ذکر کی ہوئی صورت حال سے معلوم ہوتا ہے کہ اس مسجد کا واقف کوئی شخص واحد نہ تھا بلکہ وہ پورے گاؤں کے چندہ سے بنی تھی اور تعمیر جدید میں بھی ابتدا میں یہی صورت اختیار کی گئی ہے، اگر صورت حال یہی ہے تو منتظم کار یا متولی کو حق نہیں پہنچتا کہ کسی عذر شرعی کے بغیر وہ کسی مسلمان کا چندہ مسجد میں شریک کرنے سے انکار کر دے۔ قرآن عظیم میں ہے:

﴿إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللَّهِ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ﴾ [التوبة: ۱۸]

مومن یوم آخرت پر ایمان لانے والا مسجدیں بناتا ہے تو مسجد بنانے کا حق سبھی مسلمانوں کا ہے، زبردست پارٹی والوں نے چندہ لینے سے انکار کر کے ظلم اور زیادتی کی ہے۔

(۲) اگر مسجد کی توسیع ضروری تھی اور بغیر وہ زمین لیے مسجد کی توسیع نہیں ہو سکتی تھی تو زمین کے مالک سے اجازت لینی ضروری تھی اگر وہ برضا و رغبت بلا قیمت دیتا تھا اور نہ عدم رضا کی صورت میں واجبی قیمت دے کر بھی وہ زمین مسجد میں شامل کی جا سکتی تھی۔ تنویر الابصار میں ہے:

”تَوْخِذُ اَرْضٍ بِحُتْبِ مَسْجِدٍ ضَاقَ عَلٰی النَّاسِ بِالْقِيَمَةِ كَرَهَا“

(در مختار: ۶/۴۵۶)

(۳-۵) اگر مذکورہ بالا طریقہ پر زمین حاصل کی گئی تو اس میں نماز جائز اور وہ مسجد ہو گئی اگر ایسا نہ ہوا تو وہ زمین مقصوب ہوئی اور صرف اتنے ہی حصہ میں جو مقصوب بہا ہوا نماز مکروہ ہوگی اور اس کا حکم مسجد کا حکم بھی نہ ہوگا۔ شامی میں ہے: ”بِنَى مَسْجِدٍ عَلَى سِوَا الْمَدِينَةِ لَا يَصْلِي فِيهِ لَا نَهَ حَقِّ الْعَامَةِ فَلَمْ يَخْلُصْ لِلَّهِ تَعَالٰی كَالْمَبْنِيِّ فِي اَرْضِ الْمَغْصُوبَةِ فَالصَّلَاةُ فِيهِ مَكْرُوهَةٌ تَحْرِيمًا جَوْهَرًا شَهْرًا بِنَاهٍ بِهَيْئَتِهَا كُنِيَ وَهِيَ اَرْضٌ نَمَازٌ نَهَ بِرُحْمَى جَائِئِي كِي كَوَّهَ زَمِينٌ تَوْعَوَامٌ كِي زَمِينٌ تَقِي پھر صرف خدا کے لیے کیے ہو سکتی ہے تو یہ ایسا ہی ہوا جیسے کسی آدمی کی زمین غصب کر کے اس میں مسجد بنا لیا کہ اس میں نماز مکروہ تحریمی ہے اور چندہ دینا جائز ہوگا کیونکہ مسجد کا بقیہ حصہ بنوانا تو بہر حال جائز ہے تو چندہ اس لیے دیا جائے۔

(۶) آداب مسجد کے خلاف ہے اور بلا عذر ہو تو قباحت و بے شرمی ہے۔

حدیث شریف میں ہے: الْحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِنَ الْإِيمَانِ۔ (مشکاۃ: ۱۲) واللہ تعالیٰ اعلم۔

عبد المنان اعظمی ۲۳ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۹ھ

الجواب صحیح عبدالعزیز عفی عنہ
الجواب صحیح عبدالرؤف غفرلہ

(۴) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

ایک دوکان مسجد کے متعلق ہے دوکان میں ایک الماری ہے دوکان مذکور کی صرف چھت ٹوٹ رہی تھی یہ شکست دو ماہ رہی دوکان والا مڑک پر کام کر کے اپنا کچھ سامان دوکاندار الماری مذکور میں رکھ کر شام کو دوکان چلا جاتا تھا۔ اس درمیان دو ماہ کا کرایہ پورا کسی طرح سے دوکاندار سے وصول کر لیا گیا یہ کرایہ مسجد پر لگانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

جب مسجد کی اس دوکان کی مرمت کے سلسلہ میں دوکاندار اور دوکاندار کا فائدہ ہی حاصل نہ کر سکا تو اجارہ اگرچہ بغیر اس کے فتح کئے فتح نہ ہوگا لیکن دوکاندار پر دوکان کی اجرت واجب نہ ہوگی۔

عالمگیری میں ہے: ”إِذَا انْهَدَمَتِ الدَّارُ كُلُّهَا الصَّحِيحُ أَنَّهُ لَا يَفْتَسَخُ لَكِنْ يَسْقُطُ الْاجْرُ عَنْهُ“

فسخ اول لم یفسخ۔ اس لیے اس مدت کا کرایہ جو وصول کیا گیا وہ ناجائز ہوا اور اس کو مسجد میں صرف کیا جائز نہیں۔ ہاں الماری میں سامان رکھنے کا مناسب معاوضہ لیا جاسکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

عبداللہ النان اعظمی مبارکپور اعظم گڑھ ۱۴ جمادی الاخریٰ ۱۳۹۹ھ

(۳۲-۳۳) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

ایک دوکان مسجد کی جس میں ایک کرایہ دار عرصہ تخمیناً آٹھ دس سال سے ہے اس سے ایک فٹ دوکان چھوٹی کرنی کی اجازت لی گئی لیکن منتظم کاروں نے بجائے ایک فٹ کے تخمیناً ڈھائی فٹ چھوٹی کر دی یہ عمل کر کے مسجد کو فائدہ جائز ہے یا نہیں؟

(۲) اب کرایہ دار سابق وہی کرایہ دینے کا مستحق ہے یا پہلے سے کم؟۔ فقط

الجواب

اگر جدید تعمیر سے مسجد کو فائدہ پہنچے گا اور یہ چیز مصالح مسجد کے لیے مفید ہے تو متولی ایسا کر سکتا

ہے۔ الذی یبدأ من ارتقاء الوقف عمارتہ شرط الواقف ام لا ثم الی ما هو اقرب الی العمارۃ و اہم الی المصلحۃ، وقف کی آمدنی سے سب سے پہلے عمارت کی حفاظت کی جائیگی پھر ان مصارف کی طرف توجہ دلائی جائے گی جو عمارت کے قریب ہوں اور مصالح وقف کے مناسب ہوں۔

فتح القدیر میں ہے: "ولہ ان ینسی یسونا یتغللھا اذا کانت الارض متصلا بیوت المصر (ملخصاً) متولی وقف کی زمین میں نئے مکان بنوا سکتا ہے اگر وہ زمین شہر سے متصل ہو اور آمدنی کی توقع ہو جس سے معلوم ہوا کہ اگر مسجد کی مصلحت اور اس کا فائدہ وقتی زمین میں کسی تعمیر کی کام سے ہو تو متولی کو اس کا حق پہنچتا ہے لیکن موقوفہ عمارت میں وقف کی شرط یہ ہے کہ مال وقف سے نہ ہو چندہ وغیرہ سے اضافہ کیا تو کوئی حرج نہیں۔ ہدایہ میں ہے: "انما یشحق العمارۃ بقدر ما ینقی العوقوف علی الصفتۃ التی وقفہ وان عجز ینتی علی ذلک الوصف لا نہا بصفتها صارت غلھا مصروفة الی العوقوف علیہ فاما الزیادۃ علی ذلک فلیست بمستحقۃ علیہ، وقف کی آمدنی سے وقف کی تعمیر میں اتنا ہی صرف کیا جاسکتا ہے جس سے وقف اسی حالت میں باقی رہے جس حالت پر وقف کیا گیا تھا یا دتی اس آمدنی سے نہیں ہو سکتی۔

(۲) آج کل جس طرح مکانات وغیرہ کرایہ پر لیے جاتے ہیں (مثلاً دس روپیہ ماہوار اور کچھ دنوں اور مہینوں کے لیے لیا گیا یہ طے نہیں ہوتا) اس صورت میں مہینہ ختم ہونے کے بعد محتاق دین لیا سے ہر شخص اجارہ ختم کر سکتا ہے اور نئے سرے سے اجرت طے کر سکتا ہے۔ عالمگیری میں ہے: "وان

دار کل شہر یدرہم صح العقد فی شہر واحد و فسد فی البقیۃ الشہور و اذا اتم الشہر الاول فلکل واحد منهما ان ینتقض الاجارۃ لانتهاء العقد الاول،

(عالمگیری: ۴/۵۶۸)

پس اگر صورت حال یہی ہے کہ وہ اجارہ معلوم مہینوں اور سالوں کے لیے نہ ہو بلکہ جس طرح عرف عام میں مطلقاً دس یا پندرہ روپے ماہوار پر کرایہ کا معاملہ ہوتا ہے تو کرایہ دار مہینہ ختم ہونے پر اجارہ فسخ کر سکتا ہے اور متولیان مسجد اگر کم کرایہ پر راضی نہ ہوں تو دوسری دوکان میں اٹھ سکتا ہے صرف اس بنیاد پر کہ ڈھائی فٹ دوکان کم ہو گئی اجارہ فسخ کرنے کا یا کرایہ کم کرنے کا حکم نہیں دیا جاسکتا جب کہ اس کی سے دوکانداری میں کمی نہ ہو اور کرایہ متعین مدت کے لیے ہو۔

عالمگیری میں ہے: "والعیب اذا احدث بالعیب المستاجرۃ فان کان عیبا لا یوتر فی اختلال المنافع لم یثبت للمستاجر خیار نحو دار سقط حائط منها و ذالک لا یضر بالسکتی و ان کان عیبا یوتر فی اختلال المنافع کحائط سقط یضر للسکتی فللمستاجر الخیار فان شاء استوفی المتفعۃ مع العیب و یلزمہ جمیع البدل وان شاء نقص العهد (۴/۶۲۳)

جس چیز کو اجرت پر لیا گیا جب اس میں عیب پیدا ہو جائے تو اگر وہ عیب ایسا ہے کہ اس کی موجودگی میں بھی شئی مستاجر سے کما حقہ فائدہ حاصل کیا جاسکتا ہے مثلاً مکان کی کوئی ایسی دیوار گر گئی جس سے سکونت میں کوئی نقصان نہ پڑے تو کرایہ دار کو اجارہ فسخ کرنے کا اختیار نہ ہوگا اور اگر ایسا عیب ہے کہ اس سے اصل مقصد اجارہ میں بھی نقصان پہنچتا ہے مثلاً ایسی دیوار گر گئی جس کی وجہ سے مکان میں رہتائی مشکل ہو تو کرایہ دار کو اختیار ہوگا چاہے اسی کرایہ میں مکان سے فائدہ اٹھائے چاہے مکان چھوڑ دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۴۳) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

حسن علی شہراتی وغیرہ احمد ونور محمد وغیرہ باشندگان موضع باری سردان کے مابین کچھ باغ جائداد کا تازہ تھا، اس میں پنچایت جمع ہوئی۔ پنچوں نے اپنے فیصلہ سے دونوں کو نصف نصف حصہ کر کے دے دیا، جب احمد نے فیصلہ سنا تو غصہ ہوا، اسی روز عشا کے وقت حسن علی نماز پڑھنے مسجد میں گیا تو احمد نے کہا کہ مسجد ہماری ہے تو حسن علی نے کہا کہ مسجد خدا خانہ ہے۔ پھر دوبارہ احمد نے کہا کہ مسجد ہماری ہے قرآن شریف اور رحل لے کر چلے جاؤ تو حسن علی قرآن شریف اور رحل لے کر چلا آیا، آکر اپنے گھر والوں سے سا

را واقعہ بیان کیا تو صبح کو برادری کے لوگوں کو جمع کیا۔ برادری کے لوگوں نے گواہ طلب کیا اور گواہوں کے ذریعہ مسجد سے نکالنا ثابت ہو گیا پھر پنجایت دوسرے دن مقرر کر کے ملتوی کر دیا پھر جب لوگ اکٹھا ہوئے کہ دونوں فرقین میں صلح ہو جائے تو احمد نے کہا کہ حسن علی نماز پڑھ سکتے ہیں مگر جماعت سے نہیں پڑھ سکتے کیونکہ احمد کا بھائی نور محمد مسجد کا پیش امام ہے۔ جب بچوں نے دیکھا کہ مصالحت کو احمد نہیں مانتے تو بیچ اٹھ کر چلے گئے حسن علی کے لوگ تب سے اپنے گھر نماز پڑھنے لگے اس کے بعد گوپاکنج میں پنجایت ہوئی اور حسن علی کے بھائی وزیر احمد نے مسجد سے علی حسن کو نکالنے اور پنجایت کا سارا واقعہ بیان کیا جو اس کے بچوں نے سن کر احمد کو برادری سے کھانا پانی اور حقہ بند کر دیا اور کہا کہ ہم لوگ عالم نہیں ہیں آپ لوگ عالم سے اس کا فتویٰ پوچھ کر حسب حکم علماء کے ساتھ کاروائی کر کے برادری میں لے لیں اور حقہ پانی چالو کرویں اور ہمارے چودھری کو خبر کروں کہ اس میں شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے احمد اور علی حسن میں قصور وار کون اور کس سزا کا مستحق ہے؟ بیٹو اتو جروا

نشانی انگوٹھا گواہ سیر علی: ساکن آڈھ ڈیہہ عبدالغفار بقلم خود ساکن سردوان انگوٹھا نشانی حسن علی کا
ہ نشانی انگوٹھا محمد ساکن آڈھ ڈیہہ۔

الجواب

صرف ذاتی رنجش کی بناء پر کسی کو مسجد سے نکالنا صریح ظلم اور ناجائز ہے:

﴿وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَنَعَ مَسَاجِدَ اللَّهِ أَنْ يُذَكَّرَ فِيهَا اسْمُهُ﴾ [البقرة: ۱۱۴]

اس سے زیادہ ظالم کون ہے جو لوگوں کو مسجد میں ذکر الہی کرنے اور نماز پڑھنے سے روکے، اس لیے حسن علی کو مسجد سے نکال کر اس کو جماعت سے نماز پڑھنے سے روک کر احمد نے سخت ظلم کیا اس کو لازم ہے کہ اپنی اس حرکت سے توبہ کرے اور حسن علی وغیرہ سے معافی مانگے اگر وہ ایسا کرے تو مسلمان اس کو اپنی برادری میں شامل کر لیں کہ حدیث شریف میں ہے: "التائب من الذنب کمن لا ذنب له۔" (الترغیب: ۹۷/۴) گناہ سے توبہ کرنے والا بے گناہ کی طرح ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی مبارکپور اعظم گڑھ ۱۲ جمادی الآخر ۱۳۷۹ھ

الجواب صحیح عبدالعزیز عقی عنہ الجواب صحیح عبدالرؤف غفرلہ

(۳۵) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

ایک شخص نے مسجد کی چار دیواری کی اینٹوں سے طہارت خانہ بنوالیا۔ اس اینٹ سے طہارت خانہ بنواتا کیسا ہے؟ نیز مسجد کی مٹی اور اینٹ ایک ہے یا دو؟ آفاق احمد معلم مدرسہ اشرفیہ ۲۰ اکتوبر ۱۳۷۵ھ

الجواب

وہ اینٹیں اگر مسجد کے مصرف کی نہ تھیں، اور مسجد نے اینٹیں فروخت کر دیا تو زید انہیں ہر قسم کے استعمال میں لاسکتا ہے کہ وہ اس کا مالک ہے، لیکن جواز اور چیز ہے ادب اور چیز اور یہ بات ادب کے بالکل خلاف ہے کہ مسجد کی اینٹ طہارت خانہ میں لگائیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ ۲۸ جمادی الآخر ۱۳۷۸ھ

الجواب صحیح عبدالعزیز عقی عنہ الجواب صحیح عبدالرؤف غفرلہ مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور

(۳۶) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

ایک زمین چندہ میں مسجد کو ملی اس کو متولیان مسجد سے بچوں نے چار سو روپے میں خریدا، کچھ دنوں کے بعد اسی زمین کو دوسرے کے ہاتھ متولیان نے فروخت کر دیا دوسرا بیع نامہ مدرسہ اشرفیہ کی بیع نامہ کمیٹی سے ۱۲ مئی ۱۳۷۷ھ کو غیر شرعی قرار پا چکا ہے، اور روپیہ جو غیر شرعی بیع نامہ سے وصول ہوا تھا اس کو مسجد پر خرچ کر دیا گیا ہے جس کا ثبوت یہ ہے کہ محمد ابراہیم پورہ صوفی نے محمد سید پورہ رانی۔ عبدالحق محصل کی موجودگی میں متولی صاحب سے پوچھا کہ وہ روپیہ جو غیر شرعی بیع نامہ سے حاصل ہوا تھا اس کا کیا ہوا تو متولی صاحب نے جواب دیا کہ مسجد پر خرچ ہو گیا۔ اب سوال یہ ہے کہ غیر شرعی طریقہ پر حاصل کیا ہوا روپیہ مسجد پر خرچ کیا گیا تو مسجد میں نماز ہو سکتی ہے یا نہیں؟ قاضی اقبال احمد صوفی دیورہ باغ رانی ۱۳۷۷ھ

الجواب

غیر شرعی طور پر حاصل ہونے والے روپیہ کے مسجد پر خرچ ہونے کا مطلب عام طور پر یہی ہوتا ہے کہ اس سے سامان خریدا گیا ہو جو مسجد میں لگا ہوگا اور عام طور سے خریداری اس طور پر نہیں ہوتی کہ روپیہ دکھا کر کہا جائے کہ اس روپیہ کے بدلے میں یہ سامان دیدو، بلکہ بات چیت سے طے ہو جاتی ہے اور بیع مکمل ہو جانے کے بعد دام ادا کیا جاتا ہے اور اسی قسم کی بیع جس میں معاملہ پہلے اور دام بعد میں کسی قسم کے روپیہ سے ادا کیا جائے ایسی بیع سے جو مال حاصل ہو جائے۔ شامی میں ہے: "رجل اکسب ما لا من حرام و اشتري مطلقا و دفع تلك الدراهم قال الكر عی بطیب و الفتویٰ آلان علی قول الكر عی" (ملخصاً) اس سے ثابت ہوا کہ مسجد میں جو سامان لگا جائے تھا اس لیے مسجد میں نماز جائز ہوگی۔ ہاں جس متولی نے یہ رقم مسجد میں صرف کی وہ گنہگار ہوا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ ۲۵ رجب ۱۳۷۸ھ

الجواب صحیح عبدالعزیز عقی عنہ الجواب صحیح عبدالرؤف غفرلہ مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور

(۳۷) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

کہ اگر دس فٹ ہر چار سمت چھوڑ دیا جائے تو اتنی جگہ ہی نہیں رہتی کہ مسجد تعمیر کی جاسکے مسجد کا کل رقبہ ۲۸۱ فٹ ہے۔ آخر کار چند با اثر مخلص مسلمانوں کی تنگ دود کے نتیجے میں ایک دوسری تجویز میونسپلٹی نے رکھی ہے کہ موجودہ مسجد کے ملحق ذبح خانہ باندہ کے کپاؤنڈ میں جس قدر جگہ چاہیے تعمیر کے لیے دی جاسکتی ہے بشرطیکہ موجودہ مسجد چھوڑ دی جائے جو راستہ کی کشادگی کے لیے میونسپلٹی کو مطلوب ہے اور شہری ترقیات کے صوبہ میں شامل ہے۔ اس تجویز سے کئی لوگ متفق ہیں اور ان کا کہنا ہے کہ متبادل جگہ پر ہم اپنی حسب منشاء مسجد تعمیر کر سکیں گے، نیز قانون اور شرعی نظریہ سے بھی یہ جگہ مسجد کے لیے مخصوص اور وقف ہے جب کہ موجودہ مسجد کی زمین نہ مسجد کے لیے خریدی گئی ہے نہ وقف ہے۔ کئی لوگ اس تجویز کے مخالف ہیں اور ان کا کہنا ہے کہ جو زمین بطور مسجد ایک عرصہ تک استعمال کی گئی چھوڑ دینا شرع شریف کے خلاف ہے اور مسلمانوں کے دل میں مسجد کا احترام یہ گوارہ نہیں کرے گا بلکہ ایک عرصہ تک جگہ گاہ رب العالمین بنی رہی۔ شاہراہ عام میں تبدیل ہو جائے۔ لہذا اس مسئلہ پر شرعی نقطہ نظر سے جواب دے کر اختلاف بین المسلمین کا سد باب فرمائیں۔ سائل: احمد ابراہیم خلیل روم ۱۱ مقبول بلڈنگ ۱۶۶ ارروڈ بمبئی ۵۰

الجواب

گورنمنٹ کے فیصلہ کے بعد جب مسلمانوں نے اس کو مسجد قائم رکھا تو اب وہ مسجد ہوگئی اور جو زمین ایک دفعہ مسجد ہوگئی قیامت تک مسجد رہے گی یہاں تک کہ عمارت منہدم ہو جائے تب بھی اس کو بدلنا یا کسی مصرف میں لانا شرعاً جائز نہیں۔ شامی میں ہے: "لو خرب ما حوله واستغنی عنه یقنی مسلحاً الی یوم القیامۃ ای ولو مع بقاء عامر او کذا لو خرب ولیس له ما یعمر به وقد استغنی الناس عنه لبناء مسجد اخر۔"

(شامی: ۶/۳۲۹)

اسی میں ہے: "جاز جعل الطريق مسجد الاعکسہ" (در مختار: ۶/۴۵۰)

راستے کو مسجد میں شامل کر سکتے ہیں مسجد کو راستہ میں نہیں، اس لیے مسلمان اپنی مرضی سے اس کو کسی زمین سے بدلنا چاہیں تو شرعاً مجرم ہوں گے اور ہر ممکن اور جدوجہد کے بعد ظلم کوئی کچھ کرے اور مسلمان مجبور ہوں تو اور بات ہے۔ اس صورت میں شریعت کی نظر میں معذور ہوں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ ۱۸ جمادی الاخریٰ ۱۳۸۷ھ

الجواب صحیح عبدالعزیز عفی عنہ

الجواب صحیح عبدالرؤف غفرلہ مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور

(۳۸-۳۹) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

(۱) مسجد کی بوسیدہ جائزہ کتب کے بچوں کے بیٹھنے یا اپنے ذاتی مقصد میں کچھ قیمت دے کر لایا جاسکتا ہے یا نہیں؟

(۲) تسلیم خاتون کا نکاح اس کے والد کی اجازت کے بغیر گھر والوں نے کر دیا اور لڑکا بھی نابالغ ہے۔ لڑکی کے چچا تین بھائی ہیں اور تینوں میں ایک گھر پر رہتے ہیں اور دو بھائی باہر رہتے ہیں جب گھر والے چچا نے باہر والے کے پاس لکھا تو اس نے والد کی اجازت لیے بغیر گھر لکھ دیا کہ تم لوگ شادی کر دینا والد باہر دور دراز رہتے تھے، جب والد کو خبر ہوئی تو مولانا لوگوں سے دریافت کی انہوں نے کہا کہ والد کی اجازت کے بغیر شادی نہ ہوئی تو والد نے گھر خط لکھوا دیا کہ بغیر ہماری اجازت لڑکی رخصت نہ ہو چھ مہینہ بعد جب والد گھر آئے تو رشتے کو ناپسند کر دیا اور کہتے رہے کہ بغیر ہماری اجازت نکاح کیوں پڑھایا گیا۔ لڑکی کے چچا جو مکان پر تھے یہ سمجھ کر نکاح کر دیا کہ دوسرے بھائی نے لڑکی کے والد سے اجازت لے کر خط لکھا ہوگا۔ سوال یہ ہے مذکورہ بالا نکاح نکاح ہوا کہ نہیں؟

الجواب

(۱) جائز ہے اگر مسجد کی ضرورت کے لائق نہ رہ گیا ہو۔

(۲) صورت مسئلہ میں تسلیم خاتون کا نکاح باپ کے انکار کے بعد ٹوٹ گیا۔ شامی میں ہے: "کل عقد صلہ من فضولی وله محیز حال العقد یقع بنقضه موقوفاً"

(۲۳۲/۷) واللہ تعالیٰ اعلم۔

عبد المنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ ۱۸ جمادی الاخریٰ ۱۳۸۸ھ

الجواب صحیح عبدالعزیز عفی عنہ الجواب صحیح عبدالرؤف غفرلہ مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور

(۵۰) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

زید ہمیشہ سے عیدین کی نماز پڑھنے کے لیے مسجد کا مصلیٰ اور جائزہ عید گاہ میں بغرض نماز عید ادا کرنے بچھا تھا لیکن اس سال ایک حافظ صاحب لکھنؤ سے آئے تھے مسجد کے مصلیٰ پر نماز عید پڑھنے کے لیے بہت زوروں پر مبع کیا، کہتا ہے کہ مسجد کے مصلیٰ پر نماز عید نہیں ہوگی تا جائزہ ہے اور اس بات پر بہت تاکید کی کہ ہرگز نماز نہیں ہوگی۔ لہذا براہ کرم ہم لوگوں کو مطلع کیجئے کہ جائزہ ہے یا تا جائزہ؟ بحوالہ کتب معتبرہ جواب عنایت فرمائیں۔ بیٹو اتو جروا

الجواب

اگر وہ مصلیٰ مسجد کے لیے بنایا گیا تھا تو اس کا عید گاہ میں لے جانا منع ہے۔

(فتاویٰ رضویہ سوم ص ۸۰۸) اور نماز اس پر مکروہ ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ ۱۱ رذی القعدہ ۱۳۸۸ھ

الجواب صحیح عبدالعزیز عفی عنہ

الجواب صحیح عبدالرؤف غفرلہ مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور

(۵۱) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

مسجد کا نکلا ہوا سامان مثلاً پتھر یا پیٹھ وغیرہ فروخت کر کے پھر اس روپے کو مسجد میں لگا سکتے ہیں کہ نہیں؟ یا اس کو مدرسہ میں لگانا کیسا ہے؟ چونکہ مدرسہ اور مسجد متصل ہے اور مدرسہ از سر نو تعمیر ہوگا۔

سائل محمد ظہور۔ چت بڑا گاؤں یکم فردری ۱۹۶۹ء

الجواب

اگر وہ پیٹھ وغیرہ مسجد کے کام میں نہ آنے والی ہوں تو ان کو بیچ دیا جائے اور وہ رقم مسجد میں صرف کی جائے۔ پیٹھ یا اس کی رقم بلا معاوضہ ادا کئے مدرسہ میں نہیں لگ سکتی۔

در مختار میں ہے: "وان اختلف احدهما بان بنی رجلان مسجلین او رجل مسجل او مدرسة ووقف علیہما او قافا، لا یجوز لہ ذلك" (در مختار: ۶/۴۳۱) واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ ۱۵ رذوالقعدہ ۱۳۸۸ھ

الجواب صحیح عبدالعزیز عفی عنہ

الجواب صحیح عبدالرؤف غفرلہ مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور

(۵۲) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

جامع مسجد کی وہ دکان جو لب سڑک تھی اس کا برآمدہ (P.W.D) کے محکمہ نے توڑ دیا تھا دوکاندار اپنی جگہ موجود ہیں اور گریہ ادا کر رہے ہیں۔ اب ایک امیدوار جو الکشن میں کانگریس کی طرف سے کھڑا ہے اور سکھ ہے چاہتا ہے کہ دوکانوں کا برآمدہ اپنے پاس سے تعمیر کرادے لیکن بعض لوگ اس کے مانع ہیں کہ یہ بات نادرست ہے، حالانکہ مسجد کی تحویل مدت تک اس قابل نہ ہو سکے گی کہ اس کے حصہ کی تعمیر کر اس کے اس سے جائداد کو نقصان کا اندیشہ ہے اور کہا جاتا ہے کہ مال موذی نصیب غازی اس سلسلہ میں جو حکم ہوا آپ علماء حضرات کی رائے ہو اس سے مطلع فرمائیں۔ ۱۳ جنوری ۱۹۶۹ء

الجواب

خاص مسجد کی تعمیر میں صرف مسلمانوں کا پیسہ لگنا چاہئے اس سے متعلق کسی دوکان کی تعمیر میں دیگر

مذہب کے لوگ مدد کریں تو اس میں کوئی ممانعت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ

الجواب صحیح عبدالعزیز عفی عنہ الجواب صحیح عبدالرؤف غفرلہ مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور

(۵۳) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

جس جگہ مسجد ہو اور وہ جگہ بھی پرانی ہو گئی ہو اس کو شہید کر کے اس کے نیچے زمین کھود کر دینی مدرسہ بنادیا جائے اور اوپر مسجد تعمیر کر دیا جائے۔ محض جگہ میں کمی ہونے کی وجہ سے چونکہ مدرسہ کا ہونا اشد ضروری ہے اور جگہ میں اتنی کشادگی نہیں کہ مدرسہ بنادیا جائے تو ایسی صورت میں مسجد کے تحت مدرسہ بنانا جائز ہوگا کہ نہیں۔ بینو اتو جروا

الجواب

جو زمین مسجد ہوئی اب تحت العرثی سے عرش تک مسجد ہی ہے اس کے نیچے یا اوپر کسی قسم کی کوئی تعمیر جو مسجد کے علاوہ ہونا جائز ہے۔

در مختار میں ہے: "اما لو تمت المسجد یتیم اراد البناء منع" (در مختار: ۶/۴۲۸) اس طرح کہ تعمیر جیسا کہ سوال میں مذکور ہے شرعاً منع ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ ۱۶ رذوالحجہ ۱۳۸۸ھ

الجواب صحیح عبدالعزیز عفی عنہ الجواب صحیح عبدالرؤف غفرلہ مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور

(۵۴) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

جوتا مسجد میں لے جانا کیسا ہے۔ بہار شریعت حصہ سوم ص ۱۸۲ میں ہے کہ جو لوگ جو تیاں مسجد میں لے جاتے ہیں وہ خیال کریں اور اس کو صاف کر لیں، حالانکہ کوئی صاحب نہیں کرتے ہیں۔ زید کہتا ہے جوتا مسجد میں لے جانا گناہ نہیں ہے اور سعید کہتا ہے کہ گناہ ہے۔ بینو اتو جروا

المستفتی عبدالمنان پورہ صوفی مبارک پور اعظم گڑھ اتحاد المسلمین

الجواب

مسئلہ وہی صحیح ہے جو بہار شریعت میں لکھا ہوا ہے۔ اگر جو تے میں نجاست لگی ہو تو اس کا مسجد میں لے جانا ضرور گناہ ورنہ نہیں، یہ ضروری نہیں ہے کہ ہر شخص سائل کو دکھائے کہ دیکھو میں جوتا صاف کر رہا ہوں، شاید سائل کو یہ دھوکا ہوا ہے کہ کوئی شخص جوتا نہیں دھوتا ہے اور اس کو پہن کر ہر جگہ جاتا ہے اور وہ نجاست پر ضرور پڑتا ہے تو جو تے کا یہ حکم ہے کہ اگر پاخانہ گوبر وغیرہ لگ جائے اور پھر چلتے چلتے گھس کر

صاف ہو جائے تو جو تپاک ہو گیا اور ایسا جو تپاک مسجد میں لے جایا جاسکتا ہے۔ ہاں اگر لوگ بد احتیاطی کریں اور جوتے میں گندگی لگی ہو اور مسجد میں لے جائیں تو جو ایسا کرے ضرور گنہگار ہوگا، لیکن قیاس سے عام حکم نہیں لگایا جاسکتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ ۲۵ رذوالحجہ ۱۳۸۸ھ
الجواب صحیح عبدالعزیز عفی عنہ الجواب صحیح عبدالرؤف غفرلہ مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور
(۵۵) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

یہاں ایک مسجد ہے جس کا ایک حصہ جس میں منبر ہے دوسرا حصہ سائبان کا ہے تیسرا حصہ محن ہے امام صاحب موسم کے اعتبار سے کبھی اندرونی حصہ میں کبھی سائبان میں کبھی محن میں کسی کسی وقت کی نماز پڑھا دیا کرتے ہیں۔ اب متولی مسجد کا خیال ہے کہ محن کافی وسعت رکھتا ہے اس کے کچھ حصہ پر دو کمرے تعمیر کرا کے اس میں دوکان کر دی جائے اور اس کی آمدنی مسجد کی مرمت یا جانماز وغیرہ میں صرف کی جائے تو کیا بایں نیت محن مسجد پر دوکان یا مکان کی تعمیر جائز ہے یا ناجائز۔ بینا تو جروا

سائل محمد حبیب اللہ از ملیا منی پور۔ مورخہ ۱۵ جنوری ۱۹۶۹ء

الجواب

زمین کا جو حصہ مسجد کا ہو گیا قیامت تک تحت اثری سے لے کر آسمان تک مسجد ہی کا رہے گا۔ اس میں کسی قسم کی دوسری تعمیر ناجائز و حرام ہے۔

در مختار میں ہے: "امالو تحت المسجد یتثم اراد البناء منع ولا یحوذ الا حجرة منه ولا ان یجعل شئاً منه مشغلاً ولا مسکنی" (در مختار: ۶/۴۲۸)

مسجد کے واسطے ہی کیوں نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ ۱۸ رذی القعدہ ۱۳۸۸ھ
الجواب صحیح عبدالعزیز عفی عنہ الجواب صحیح عبدالرؤف غفرلہ مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور
(۵۶) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

مسجد میں برائے تعمیر وصفا کی وغیرہ میٹھی ہے اور نہر کی صفائی کے لیے لوہے کی فروہی بھی ہے اور رمضان شریف میں افطاری رکھ کر روزہ داروں کو تقسیم کرنے کے لیے مٹی کی ڈھکیاں بھی ہیں اس کو کرایہ پر دینا جائز ہے یا نہیں؟ اور کوئی بغیر کرایہ دئے ہوئے اپنی مرضی سے اپنے گھر لے جائے اور استعمال کرے تو کیسا ہے؟ شادی کے موقع پر بدھنا کوئی اس شرط پر لے جائے کہ استعمال کر کے واپس کر دوں گا اور جس کی

قیمت ادا کر کے بدھنا حسب شرط واپس کر دے تو کیا ہے۔

المستفتی عبدالرشید مصلیان مسجد بلوریا پورہ صوفی مبارکپور۔ مورخہ ۶ جون ۱۹۶۹ء

الجواب

مسجد کی چیزیں ذاتی استعمال میں لانا حرام ہے۔ ہاں ان چیزوں کو مسجد پر وقف کرنے والوں نے اگر اس نیت اور شرط سے بنوایا کہ کرایہ پر بھی دی جایا کرے تو اب کرایہ پر دی جاسکے گی۔ شرط الواقف کنص الشارع اور اگر کسی نے کوئی چیز ذاتی طور پر استعمال کی گنہگار ہوا استعمال سے چیز ضائع ہوگئی تو تاوان ادا کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ ۲ ربیع الثانی ۱۳۸۹ھ
الجواب صحیح عبدالعزیز عفی عنہ الجواب صحیح عبدالرؤف غفرلہ مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور
(۵۷) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ
زید نے اپنے گھر کے لیے بجلی منظور کرائی ہے تو اس سے مسجد میں بلب وغیرہ جلا سکتا ہے کہ نہیں۔
قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں عین نوازش ہوگی۔ المستفتی شمشاد احمد جوگری

الجواب

جب زید گورنمنٹ کے محکمہ بجلی کو اس روشنی کا چارج دیر ہا ہے تو شرعاً اس میں کوئی قباحت نہیں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس بات پر وعادی "نور عمر فی قبر لقد نور علینا مساجدنا" اللہ تعالیٰ حضرت فاروق کی قبر انور میں اجالا کرے انہوں نے ہماری مسجدوں کو روشن کر دیا تو یہ ایک باعث اجر امر ہوا البتہ اس میں قانونی اثر چن نہ ہو جس سے زید کی جان و مال پر کوئی وبال آئے یا بے عزتی ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی، ۵ رذی الحجہ ۱۳۸۹ھ

(۵۸-۶۲) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ
(۱) لائین کی روشنی میں قرآن شریف پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) تعزیہ بنانا حرام ہے یا ناجائز؟

(۳) حجر اسود جنت سے کون لاکر مکہ شریف میں رکھا؟

(۴) چین والی گھڑی پہن کر نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

(۵) پینی ہوئی تہبند میں وضو کا پانی سکھا سکتے ہیں یا نہیں؟

نوٹ: حضرت جو اس خط میں غلطی ہوئی ہو تو اسے معاف کیجئے گا عین کرم ہوگا، یہ مسئلہ طالب علموں کی طرف سے ہے۔

آپ کا خادم علی محمد قادری مدرسہ اشرفیہ انوار العلوم متصل عید گاہ کھڈا بازار ضلع پڑوٹ

الجواب

الائین میں چونکہ مٹی کا تیل جلتا ہے جس میں بو ہوتی ہے تو اس کو مسجد میں جلانا منع ہے، البتہ اس کی روشنی میں تلاوت قرآن کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

(۲) مروجہ تعزیہ داری ناجائز ہے اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب کی کتاب ”رسالہ تعزیہ داری“ میں اس کی تفصیل دیکھی جائے۔

(۳) حجر اسود کے بارے میں مشکوٰۃ شریف صفحہ ۲۲۷ پر یہ حدیث ہے ”نزل حجر الاسود من الحنة و هو اشد بیاضاً من اللبن فسودته خطایا بنی آدم“ حجر اسود جنت سے اترتا تو دودھ کی طرح سفید تھا تو اس کو آدمیوں کے گناہ نے کالا کر دیا کون لایا اس کی مستند روایت ہمیں نہیں ملی بعض تاریخوں میں ایسا خیال آتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو اس کو لانے والا بتایا ہے۔

(۴) چین اگر ودعات کی ہے تو اسے پہن کر نماز پڑھنا منع ہے۔

(۵) مسجد میں غسل وضو فیک رہا ہو تو اس سے اچھا تو یہی ہے کہ تہبند میں سکھائے ورنہ اس سے بچنا چاہئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ۱۵ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۱ھ

(۶۱-۶۳) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ (۱) ہم لوگ گاؤں لائق پاڑہ کے رہنے والے ہیں سب لوگ مل کر ایک مسجد بنائے تھے جس میں امام گاؤں ہی کے تھے جب سے اس نے امامت کرنا شروع کی تب ہی سے کسی دن دو وقت کی نماز میں غائب، کسی دن تین وقت کی نماز میں غائب، اور کبھی کبھی اذان بھی نہیں ہوتی تھی تب سب گاؤں والوں نے مل کر ان سے کہا کہ ہم لوگ ایک باہر کے امام رکھنا چاہتے ہیں کیونکہ آپ اس کام کو ٹھیک انجام نہیں دے پارہے ہیں، تو اس نے کہا ٹھیک ہے۔ مزید ان سے کہا گیا کہ ہم لوگ اگر باہر کے امام رکھیں تو آپ نماز پڑھنے یا نہیں تو اس نے کہا کہ ہم کسی کے پیچھے نماز نہیں پڑھیں گے چاہے خدا کا ولی ہی کیوں نہ آجائے، اور باہر کا امام ایک سال تک امامت کیا لیکن کبھی اس نے نماز نہ پڑھی، اس وقت اسی امام نے زبردستی امامت کرنا شروع کر دیا تو کیا اس امام کے پیچھے نماز جائز ہوگی۔ قرآن وحدیث کے مطابق بتائیں کرم ہوگا۔

(۲) دوسری بات یہ ہے کہ مسجد کی جگہ جس آدمی کی تھی اس نے خدا کی راہ میں دے دیا تھا لیکن اس کے مرنے کے بعد اس کے لڑکے نے کہا مسجد ہماری ہے جب کہ مسجد پورے گاؤں والوں نے تعمیر کرایا اور اس کے لڑکے کا کہنا ہے کہ آگے گاؤں والا امام نماز پڑھائے گا چاہے جو نماز پڑھے یا نہ پڑھے تو اس وقت اس امام کے پیچھے نماز جائز ہوگی یا نہیں اور اس مسجد میں نماز پڑھنا درست ہوگا یا نہیں۔

(۳) تیسری بات یہ ہے کہ مسجد کا متولی اس آدمی کا لڑکا کہتا ہے کہ یہ مسجد میری ہے اس بد چلن کے امام مقرر ہونے کے ناطے ہم سب لوگ گاؤں والے اس مسجد کے ایک سو بیس فٹ دوری پر دوسری جگہ نماز باجماعت ادا کرتے ہیں کیا یہ نماز صحیح ہوگی۔

(۴) چوتھی بات یہ ہے کہ اس وقت وہی امام مسجد میں امامت کرتا ہے اور اس کا کہنا ہے آج کل کے زمانے میں جو قوالی ہوتی ہے اور تعزیہ بنانا اور قبر پر سجدہ کرنا، ڈھول بجانا، گانا، سید کے لیے زکوٰۃ فطرہ کھانا یہ سب جائز ہے اور جو اس کو ناجائز کہے وہ مسلمان ہی نہیں اور سب چیزیں وہ خود کرتے بھی ہیں اور دسروں کو بھی کرنے کا حکم دیتے ہیں۔

یہ سب مسائل کے بارے میں مفتیان دین کا کیا کہنا ہے قرآن وحدیث کے مطابق جواب دیں کرم ومہربانی ہوگی۔ المستفتی، حاجی محمد صابر علی لائق پاڑہ پوسٹ اوں ہرٹش پور تھانہ پانچلا ضلع منو پوری

الجواب

آج کل مسلمانوں نے اپنے قول و قرار کا اعتبار بالکل کھو دیا ہے اس لیے خوب جان لینا چاہئے کہ ہم جو کچھ احکام بیان کریں گے وہ یہ مان کر کہ مسائل اپنے بیان میں سچا ہے اگر اس نے غلط بیانی سے کام لیا ہوگا تو اس کا وبال اس پر ہوگا۔

بر تقدیر صدق مستفتی چاروں نمبروں میں امام مذکور کے بارے میں جو باتیں ذکر کی گئی ہیں اس کا ادنیٰ درجہ فسق وفجور اور گمراہی ہے ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی کہ پڑھ لی تو نماز لوٹاؤ اور اس کو امام بنانا گناہ اور بشرط استطاعت اس کو امامت سے علیحدہ کرنا واجب۔

شامی میں ہے۔ ”ومشئ فی شرح العنیدان کراہۃ تقلیدہ کراہۃ تحریمہ“ اور چوتھے نمبر میں قوالی، تعزیہ اور مزامیر، زکوٰۃ علی بنی حاشم وغیرہ ممنوعات کو ناجائز کہنے والوں کو اسلام سے خارج کرنا ایسا صحیح ہے جس نے اس کے ایمان و اسلام میں شبہ ڈال دیا سب مسلمان اس کا بایکٹ کریں تاکہ وہ اپنی ان خلاف شرع حرکتوں سے توبہ صادقہ کرے اور توبہ وتجدید ایمان و نکاح کرے۔

وقف کے بعد موقوفہ چیز آدمیوں کی ملکیت سے نکل کر اللہ تعالیٰ کی ملک ہو جاتی ہے اگر خود واقف موجود ہوتا تو وہ بھی اس پر اپنی ملکیت جتانہ سکتا اس کے لڑکوں کی کیا حیثیت ہے؟

جن لوگوں نے الگ جماعت قائم کی اگر مذکورہ امام کو امامت سے الگ کرنے پر قادر نہیں تو معذور ہیں اور ان کی جماعت صحیح و جائز ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم
عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی، یکم ذی الحجہ ۱۳۱۵ھ

(۶۷-۷۰) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسائل میں کہ

(۱) ایک مسجد جس کی لمبائی تقریباً ۳۰ فٹ تھی مگر نمازیوں کی کثرت کی وجہ کم پڑ جاتی تھی اس وجہ سے کچھ لوگوں نے مذکورہ مسجد کے بائیں طرف تقریباً ۱۰ فٹ کا کمرہ بنیت مسجد تعمیر کرایا اور درمیانی دیوار کو اپنی جگہ باقی رکھا صرف اس میں ایک یا دو جگہ لگا لیا اور مسجد کے دوسرے حصہ سے کمرہ کا دوسرا حصہ ملا ہوا ہے یعنی بیچ میں کوئی دیوار نہیں۔ ایسی صورت میں محراب بدل کر نماز پڑھی جائے یا پرانی محراب سے نماز ہو جائے گی؟

(۲) مسجد کے اندر دینی کام کے لیے عید گاہ قبرستان وغیرہ کے سلسلے میں چندہ کا سوال کرنا درست ہے یا نہیں؟

(۳) زید ایک مسجد میں امامت کرتا ہے اور اسکے پاس غیر محرمات عورتیں بے پردہ آتی جاتی رہتی ہیں زید ان عورتوں سے مندر منہ خبر پرسی اور حالات شناسی کے بعد تعویذ وغیرہ بنا کر دیتا ہے، آیا زید کی امامت میں نماز پڑھی جائے یا نہ پڑھی جائے۔

(۴) جیسا کہ آج کل عام دفنوں میں یا رمضان المبارک کے مہینہ میں شبینہ چند حفاظ مل کر جماعت کی شکل میں دو دو رکعت نماز نفل کی نیت سے ایک رات میں پورا قرآن شریف فرداً فرداً سنتے اور سناتے ہیں ایسا کرنا کیسا ہے؟ مدلل تحریر فرمائیں۔ مستفتی، سبحان اللہ قصبہ گنج پور ضلع گورکھ پور

الجواب

(۱) صورت مسئلہ میں پرانی محراب پر کھڑا ہو تو نماز تو ہو جائے گی لیکن سنت کے خلاف ہوگی سنت یہ ہے کہ امام مسجد کے پیچھے کھڑا ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) مسجد میں اپنے لیے سوال کرنا حرام ہے، لیکن کسی دوسرے ضرورت مند کے لیے یا کسی دینی کام کے لیے سوال کرنا نہ صرف یہ کہ جائز ہے بلکہ سنت ہے بہت سی حدیثوں سے ثابت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) غیر محرم عورتوں سے بے پردہ ملنا حرام ہے اگر زید اجنبی عورتوں سے بے پردہ ملتا ہے تو

فاسق ہے اس کو امام بنانا گناہ اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی۔ (غنیۃ) واللہ تعالیٰ اعلم
(۴) مروجہ شبینہ جس میں کچھ لوگ پڑھتے ہیں اور کچھ بیٹھ کر گپ اڑاتے ہیں بیڑی چائے پیتے ہیں منع ہے البتہ رات بھر میں پورا ایک ختم پڑھنا بزرگوں سے ثابت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ۵ محرم الحرام ۱۳۱۲ھ

(۷۱) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ

زید مسجد میں جس مصلیٰ پر نماز پڑھ رہا ہے اس کے آگے بھی ایک مصلیٰ بچھا ہوا ہے جس کی لمبائی بیس ہاتھ جوڑائی ڈھائی ہاتھ ہے اب بکرا گئے مصلیٰ پر سے گذرنا تو کیا زید کا ستر اگلا مصلیٰ ہے کہ نہیں؟ نیز بکر گنہگار ہوا یا نہیں؟
المستفتی، عبدالولی دیال پور چھپرہ

الجواب

چھوٹی مسجد میں کہیں سے بھی مصلیٰ کے آگے سے گذریں گذرنے والا گنہگار ہوگا۔

(بہار شریعت بحوالہ عالمگیری)

البتہ بڑی مسجد ہو تو سجدہ کرنے میں جہاں سر ہوتا ہے اگر مصلیٰ کھڑا ہو کروہاں تاکے تو مسجد کا جتنا حصہ نظر آتا ہے اس کے بعد سے گذرنے میں حرج نہیں اور یہاں کے گز سے ساڑھے چون گز کی مسجد مسجد کبیر اور اس سے کم ہو تو مسجد صغیر ہے۔ (فتاویٰ رضویہ) بچھا ہوا مصلیٰ سترہ نہیں ہو سکتا سترہ کیلئے ہاتھ بھر اونچا اور انگوٹھا یا اس سے زائد موٹی کوئی چیز ہونی چاہئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ۲۶ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۲ھ

(۷۲-۷۳) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین مندرجہ ذیل مسائل میں کہ

(۱) زید سنی ہے اور مسجد کے لیے چندہ دہائیوں سے لیتا ہے اور مسجد میں لگاتا ہے۔ خالد وہابی مذہب رکھتا ہے زید و خالد دونوں اسمبلی کے الیکشن میں کھڑے ہوئے، زید سنی سے سائل کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے، خالد سے کوئی نقصان نہیں ہے۔ ایسی صورت میں سائل کے ووٹ دے۔ اگر زید کو سائل ووٹ نہ دے کر خالد کو اپنا ووٹ دے تو شرع کا سائل کے لیے کیا حکم ہے بیان فرمایا جائے۔ بیٹو تو جروا

(۲) بالغ کے ہوتے ہوئے نابالغ کی اقامت درست ہے یا نہیں۔

المستفتی: الحاج عبدالرشید صاحب محلہ کوٹ غربی منجیل ضلع مراد آباد

الجواب

(۱) وہابی کا مسجد میں چندہ لگانا جائز نہیں۔

قرآن عظیم میں ہے: ﴿إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللَّهِ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ﴾ [التوبة: ۱۸]
مسلمان کو ہی مسجد کی تعمیر کا حق ہے۔

(۲) دوٹ دینا نہ فرض ہے نہ واجب، بقول سائل بنی امیدوار سے دنیاوی نقصان کا خطرہ ہے اور دہائی کو اپنا نمائندہ بنانے میں دین کا نقصان ہے، اس لیے دونوں سے بچے اور کسی کو دوٹ نہ دے۔ آج کل عام طور سے لوگ مسائل عمل کرنے کیلئے نہیں پوچھتے، یا تو کسی پر الزام دھرتا ہوتا ہے یا اپنے سے الزام دفع کرتا۔ دوٹ دینے کا اصل حکم یہ ہے کہ جس کو دوٹ دیا گیا اسے اپنی طرف سے نمائندہ بنایا گیا تو وہ جو غلطی کرے گا اس کا وبال دوٹ دینے والے پر بھی ہوگا، اس لیے دوٹ اسی کو دینا جائز ہوگا جو دین دار اور صالح اور حق کا جانبدار ہو جس میں یہ صفات نہ ہوں چاہے کسی پارٹی سے یا نجی طور پر آزاداٹھے اس کو دوٹ دینا جائز نہیں ہوگا، اسلام میں جس طرح اور تمام ذمہ داریوں کے لیے سنیت شرط ہے۔ اس کے لیے بھی سنیت شرط ہے۔

(۳) خاص امامت کے بارے میں اس وقت کوئی جزیہ متحضر نہیں سمجھ والے بچے کی اذان بلا کر اہمیت جائز ہونے کی تصریح عام کتب فقہ میں ہے، اسی پر اقامت کے مسئلے کو بھی قیاس کرنا چاہئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ ۲۶ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۵ھ

(۷۶-۷۴) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسائل ذیل کے بارے میں کہ (۱) شر پھیلانے والے جماعت بھنگ کرنے والے کو مسجد سے روکنا چاہئے یا نہیں؟

(۲) جو شخص کہے میں مسئلہ کو نہیں مانتا ہوں میں مسئلہ کو ٹھوکر مارتا ہوں ایسے شخص پر شریعت کا کیا حکم ہے؟

(۳) زید بکر کی غیبت کر رہا تھا اس پر تیسرے شخص نے کہا ایسا مت کہے آپ غلط فہمی کے شکار ہو کر ایک سید کی برائی کر رہے ہیں اس پر اس نے کہا وہ سید ہے؟ میں اس سالے کے منہ پر پیشاب کروں گا ایسے شخص کے بارے میں شرعی حکم کیا ہے۔

ان سوالات کے جوابات شریعت کی رو سے مفصل و مدلل عنایت فرمائیں۔
المستفتی محمد شفیق بریلی شریف بتاريخ ۱۳ اگست ۱۹۹۶ء

الجواب

(۱) بر تقدیر صدق مستفتی شر پھیلانے والے کو مسجد سے روکا جاسکتا ہے۔

در مختار میں ہے: "یمنع منه کل مؤذ لو بلسانہ"

مگر طریقہ تحفظ کا لحاظ ضروری ہے اگر منع کرنے میں اندیشہ فساد ہو چارہ جوئی کر کے بند کرادیں۔
(فتاویٰ رضویہ ششم ص ۴۴)

(۲) مسئلہ شرعی کی توہین اور اس کا انکار کفر ہے ایسے شخص پر توبہ تجدید ایمان اور تجدید نکاح ضروری ہے۔
(فتاویٰ رضویہ جلد ششم ص ۹۵)

(۳) کسی مسلمان کی غیبت کرنا حرام ہے اور اس کو گالی دینا فسق ہے۔
حدیث شریف میں ہے۔ سباب المسلم فسق۔

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مؤ ۸ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۷ھ

(۷۸-۷۷) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ (۱) ایک سند یافتہ عالم نے تقریر میں اعلان کیا کہ عورتوں کو مسجد میں جانا جائز ہے اور ساتھ میں یہ بھی کہا کہ جب حضور ﷺ کے زمانے میں مسجد میں عورتیں آتی تھیں تو حضور نے نہیں روکا تو حضرت فاروق اعظم کو روکنے کا کیا حق ہے؟ ایسا برسر عام کہا تو شخص مذکور کا یہ قول از روئے شرع کیسا ہے؟ خلاصہ فرمائیں۔

(۲) مسجد کے ساتھ میں مدرسہ بھی ہے جس میں مسلم بچے علم دین حاصل کرتے ہیں اور متعین وقت پر چلے جاتے ہیں، پھر اس مدرسہ میں عورتیں آ کر علم و حکمت کی باتیں سیکھیں تو یہ جائز ہے یا نہیں؟ حکم شرع کیا ہے؟ تفصیل سے جواب عنایت فرمائیں۔

المستفتی: محمد نصیب سومرا محلہ کلکٹر آفس بھوج کچھ گجرات

الجواب

بے شک حضور ﷺ کے زمانہ برکت نشان میں عورتیں مسجد میں نماز کے لیے حاضر ہوتی تھیں، اور بلاشبہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے عہد مبارک میں عورتوں کو مسجد میں حاضری سے روکا مگر اس غیر مقلد بے ادب مولوی کو یہ جرأت کیسے ہوئی کہ اس نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جناب میں یہ گستاخانہ جملہ ادا کیا کہ حضور نے نہیں روکا تو فاروق اعظم کو روکنے کا کیا حق ہے۔ حضور سید عالم ﷺ کے عہد مبارک میں کتے مسجد نبوی شریف میں عام طور سے آتے اور جاتے تھے۔

كانت الكلاب تقبل و تدبر في المسجد في زمان رسول الله ﷺ فلن يكونوا يرشون ذلك۔

حضور ﷺ کے عہد مبارک میں کتے مسجد پاک میں آتے جاتے مگر کوئی پانی ڈال کر زمین پاک

وصاف نہیں کرتا تھا۔

(بخاری بحوالہ مشکوٰۃ: ۵۳)

تو کیا غیر مقلد آج مسجد میں کتے اور دوسرے چوپایوں کو روکنے والوں سے اسی لب و لہجہ میں کہہ سکتا ہے کہ جب کتے عہد رسالت میں مسجد کے اندر بلا روک ٹوک کے جاتے تھے تو آج تم کو روکنے کا کیا حق ہے؟

حضور ﷺ کے زمانہ میں تو لوگ عام طور سے جوتا پہن کر نماز پڑھتے بلکہ خود حضور ﷺ نے صحابہ کو اس کا حکم دیا۔

خالفوا الیہود فانہم لا یصلون فی نعالہم و خفافہم (مشکاۃ: ۱/۱۵۲)

یہودی موزہ جوتا پہن کر نماز نہیں پڑھتے تو تم ان کی مخالفت کرو،

آج جوتوں میں نماز پڑھنا تو بڑی بات ہے اگر ہمت ہو تو غیر مقلد مولوی جوتا ہی پہن کر مسجد میں گھس جائے، یا فرش پر ہی جوتا پہن کر ٹھپٹے لگے اور اگر کوئی ٹوکے تو انہیں للکارے کہ حضور ﷺ نے تو جوتا پہن کر نماز پڑھائی اور اس کا حکم دیا، تم لوگوں کو روکنے کا کیا حق ہے؟ تو مسلمان جوتوں سے اس کی چاند چھٹی کر دیں گے۔

پس جب یہ امور آج کے عہد میں عہد رسالت کے خلاف ہو رہے ہیں، اور ان کو اسی طرح ادا کرنا مسلمان کا ثواب سمجھتے ہیں، اور خود غیر مقلد بھی مسجد میں کسی چانور کا گھسنا اور نماز کی جگہ جوتا پہن کر چلنا یا جوتا سمیت نماز پڑھنا خلاف ادب سمجھتے ہیں، تو اس غیر مقلد کو اس کا کیا حق پہونچتا ہے کہ امام برحق خلیفہ راشد نائب رسول اللہ حضرت فاروق عادل بین الحق والباطل پر یوں زبان طعن دارز کرے۔

خزلہ اللہ، اللہ تعالیٰ اسے رسوا کرے۔ بات اصل یہ ہے کہ بہت ایسے احکام ہیں جو وقت اور زمانہ کے تغیر اور عرف و عادات کے اختلاف سے بدل جاتے ہیں، تفصیل آگے آرہی ہے۔

اس گستاخ غیر مقلد کا یہ کہنا کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس کا کیا حق کہ عورتوں کو مسجدوں میں آنے سے منع کریں تو ان کو یہ حق ان کے آقا و مولا حضور سید عالم ﷺ نے عطا فرمایا۔ احادیث کریمہ ملاحظہ ہوں:

(۱) میرے آقا ﷺ نے فرمایا: اصحابی کا لنجوم باہم اقتدیتم اعتدیتم۔

میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں، تم جس کی پیروی کرو گے ہدایت پا جاؤ گے۔

(رواہ رزین بحوالہ مشکوٰۃ ص ۵۵۴)

تو صحابہ کرام میں ابو بکر و عمر سے زیادہ کون اس بات کا مستحق ہے کہ اس کے احکام کی پیروی کی

جائے کہ یہ بے تیز و باہمی حضرت عمر کے حق کا مطالبہ کر رہا ہے۔

آپ کی مشہور و معروف حدیث خلفائے راشدین کے بارے میں: علیکم بستی و سنتہ

الخلفاء الراشدین المہدیین۔ (مسند امام احمد بن حنبل: ۵/۸۴۱)

میرے طریقہ کو لازم پکڑو اور میرے خلفائے راشدین کے طریقے کو لازمی اختیار کرو۔

تو کیا حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلفائے راشدین میں سے نہیں کہ یہ تا سمجھ مولوی

ان کے حق کا سوال اٹھا رہا ہے۔ آپ نے خاص ابو بکر و عمر کے بارے میں فرمایا: لا ادری ما بقائی قبیکم

فاقتلوا بالذین بعدی ابی بکر و عمر۔

کیا معلوم کہ میں کب تک تم میں رہوں تو میرے بعد رہنے والے ابو بکر و عمر کی پیروی کرنا۔

(ترمذی بحوالہ مشکوٰۃ ص ۵۶)

پس جب رسول اللہ ﷺ نے تین تین طرح سے حضرت عمر کی اتباع اور پیروی اور ان کی سنت و

طریقہ پر عمل کرنے کا حکم دیا تو کسی غیر مقلد یا وہابی کو ان پر اعتراض کرنے کا کیا حق پہونچتا ہے۔

(۲) سنن راتبہ جو بوقتہ فراغش سے پہلے یا بعد میں پڑھی جاتی ہیں ان کا مسجد میں پڑھنا بھی جائز

لیکن ان کی اصل جگہ گھر ہے کہ گھر کے اندر ہی ان کو پڑھنا بہتر اور افضل ہے تو جن نمازوں سے پہلے سنتیں

ہیں انہیں گھر میں ادا کر کے آدمی مسجد میں جائے اور جماعت میں شریک ہو اور جس میں بعد میں ہیں انہیں

جماعت پڑھ کر گھر چلا آئے اور گھر میں ادا کرے اور جن میں پہلے اور بعد دونوں صورتوں میں پڑھنا ہے وہ

بھی صرف فرض مسجد میں ادا کرے اور سنتیں بالترتیب گھر میں ادا کر کے جائے اور فرض پڑھ کر گھر آئے اور

سنت پڑھے حضور ﷺ کا یہی طریقہ تھا خود اسی پر عمل کرتے اور مسلمانوں کو بھی اس پر تاکید فرماتے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے:

اذ اسکت الموزن من اذان الفجر قام فرکع رکعتین خفیفین ثم اضطجع علی

شفہ الایمن حتی یاتیہ الموزن للاقامة فیخرج۔

موزن صبح کی اذان سے فارغ ہوتا اور صبح روشن ہو جاتی تو آپ کھڑے ہو کر دو رکعتیں مختصر ادا

فرماتے اور اقامت کے انتظار میں دائیں کروٹ پر لیٹ جاتے اور موزن اقامت کے لیے آتا تو آپ

نہر کی جماعت کے لیے حجرہ سے مسجد میں تشریف لے جاتے۔

اس حدیث شریف سے ایک بات تو یہ معلوم ہوئی کہ سنت فجر آپ گھر میں ہی ادا فرماتے پھر

اقامت کے انتظار میں گھر ہی میں لیٹ جاتے لیکن معلوم نہیں کہ کس حق سے آج کل غیر مقلدین ان

دونوں سنتوں کی مخالفت کرتے ہیں کہ سنت فجر مسجد میں پڑھتے ہیں اور مسجد میں ہی لیٹ کر خرائے لیجے ہیں۔

دوسری حدیث: کان یصلی فی بیتی قبل الظهر اربعاً ثم یمخرج فیصلی بالناس ثم یدخل فیصلی رکعتین و کان یصلی بالناس المغرب ثم یدخل فیصلی رکعتین ثم یصلی بالناس العشاء و یدخل بیتی فیصلی رکعتین۔ (مشکاۃ: ۱/۱۰۳)

حضور ﷺ میرے حجرہ میں ظہر سے پہلے چار رکعتیں پڑھ کر نکلتے اور مسجد میں لوگوں کو فرض پڑھاتے پھر حجرہ میں آ کر دو رکعتیں پڑھتے اور لوگوں کو مغرب پڑھا کر آتے تو حجرہ میں دو رکعتیں پڑھتے اسی طرح عشاء پڑھ کر آتے تو دو رکعت سنتیں گھر میں پڑھتے۔

ایک حدیث شریف میں ہے: کان النبی ﷺ اتی مسجداً بنی الاشہل فصلی بہ المغرب فلما قضا صلاتہم راہم یسبحون بعلما فقال رسول اللہ ﷺ علیکم بہذہ الصلاۃ فی البیوت۔ (مشکاۃ: ۱۰۵)

حضور ﷺ مسجد بنی اشہل میں تشریف لائے نماز مغرب پڑھی تو لوگ وہیں کھڑے ہو کر سننے نوافل پڑھنے لگے آپ نے تاکید فرمائی کہ ان نمازوں کو گھر میں پڑھنا لازم پکڑو۔

دوسری حدیث میں ہے:

صلاۃ المرء فی بیتہ افضل من صلاتہ فی مسجدی ہذا الا المکتوبہ۔ (مشکاۃ: ۱۰۵)

فرض کے علاوہ تمام نمازیں گھر میں پڑھنا میری اس مسجد میں پڑھنے سے بھی زیادہ افضل ہیں۔ ان حدیثوں سے دو باتیں ثابت ہوتی ہیں (الف) سنتیں اور نوافل گھر میں پڑھنا افضل اور مسجد میں پڑھنا صرف جائز اور کم درجہ ہے اب حضور ﷺ نے مسلمانوں کو جائز امر سے روکا اور افضل عمل کی تاکید فرمائی اس پر مسلمان کو یہ حق ملا کہ ایک کام میں افضل و مفضل یا جائز اور بہتر دونوں پہلو ہوں تو مفضل کو منع کر کے افضل پر عمل کرنے کی تاکید کی جاسکتی ہے تو مسلمانوں کے امیر اور خلفائے راشدین کو بدرجہ اولیٰ اس کا حق ہوگا۔

اب عورتوں کے مسجد میں آنے اور جانے کے مسئلہ پر غور کیا جائے تو صرف ایک جائز بات ہے خود یہ غیر مقلد مولوی بھی اس کا اعتراف کرتا ہے، تبھی تو کہتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عورتوں کو مسجد سے نہیں روکا اور حدیث شریف میں ہے بھی یہی فرمایا کہ عورتیں مسجد میں جانا چاہیں تو انہیں اجازت دیدو، اس کے برخلاف عورتوں کو مسجد کے بجائے گھر میں نماز پڑھنے کی فضیلت میں یہ حدیث مروی ہے:

لا تمنعوا نساءکم المساجد و بیوتہن خیر لہن۔

(مسند امام احمد بن حنبل: ۴۰۱/۲)

عورتوں کو مسجد سے نہ روکو لیکن ان کے لیے مسجد سے بہتر گھر ہی ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورتوں کے لیے نماز کے واسطے مسجد کے بجائے گھر افضل و اعلیٰ ہے اور برتر و بالا ہے جس طرح مردوں کے لیے سنن و نوافل کی ادائیگی کے لیے مسجد کے بجائے گھر بہتر اور افضل ہے، تو جس طرح سید عالم نے مردوں کو سنن و نوافل سے مسجد میں روکا اور گھر میں پڑھنے کی تاکید فرمائی، اسی طرح امیر المومنین غنیض النافقین خلیفۃ الرسول ﷺ فی الارضین نے عورتوں کو مسجد میں نماز کے لیے آنے سے روکا تو کیا غلط کیا، حضرت فاروق اعظم کو تو رسول اللہ ﷺ کی اس سنت مبارکہ نے حق دیا کہ خدا کی کئی روں کو افضل نماز پڑھنے کی تلقین کریں، غیر مقلدوں کو خلیفہ راشد پر اختلاف اور اعتراض کا کہاں سے حق ملا۔

(۳) شرع شریف سے ثابت شدہ یہ اصول و قاعدہ ہے، ضرورت، دفع حرج، عرف، تعامل، جلب منفعت و دفع مضرت کے لیے زمانہ ماضی کا قیاسی بلکہ منصوص حکم بھی بدل جاتا ہے۔ مجدد المائے رابع عشر امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی گراں قدر تصنیف احلی الاعلام میں فرمایا:

قول کی دو صورتیں ہیں قول ضروری، قول صوری۔ قول صوری وہ ہے جو قائل سے کسی خاص مسئلہ میں منقول اور مروی ہو اور قول ضروری وہ ہے کہ قول صوری کی طرح منصوص و منقول تو نہ ہو، لیکن اس نے ایسا ایک عام قول کہا ہو جو اس منقول و منصوص کے لیے بھی اپنے ضمن میں ایک حکم رکھتا ہے کہ اگر قائل موجودہ خاص صورت کے بارے میں کوئی حکم دیتا تو یہی حکم دیتا اور بسا اوقات حکم ضروری حکم صوری کے مخالف ہوتا ہے اور موجودہ صورت حال میں حکم ضروری پر ہی حکم دیا جاتا ہے اور حکم صوری چھوڑ دیا جاتا ہے اور حکم ضروری کی اتنی اہمیت بڑھ جاتی ہے کہ اس صورت میں جو شخص حکم ضروری کو چھوڑ دے گا اور صوری پر عمل کرے گا تو اس کو حکم دینے والے کا نافرمان و مخالف کہا جائے گا۔

اس کی مثال یہ ہے کہ زید اور بکر میں دوستی تھی اور بکر صالح بھی تھا تو زید نے اپنے خدام و متعلقین کو بکر کی تعظیم و تکریم کا حکم دیا، بار بار اس کی تاکید کی اور زید اپنے خدام کو یہ تاکید بھی کر چکا تھا کہ فاسقوں کی تعظیم و تکریم سے پرہیز کرنا، ایک زمانہ کے بعد (زید نے جس کی تعظیم و تکریم کا حکم دیا تھا) فاسق ہو گیا، تو اب بکر کے اعلائیہ فسق کے بعد بھی زید کے خدام اگر بکر کی تعظیم و تکریم اس خیال سے کرتے رہے کہ زید نے اس کی بار بار تاکید کی، تو یہ خدام زید کے نافرمان ہوں گے، اور تعظیم ترک کر دیں گے تو فرمانبردار

کہلائیں گے۔ پس ایسا ہی احکام شرع میں بھی ہوتا ہے کہ وقت اور ضرورت کے تقاضہ سے حکم مخصوص متروک اور حکم عام کی اتباع لازم ہوتی ہے۔

صورت مسئلہ میں بھی کچھ یہی صورت حال ہے حضور ﷺ نے اپنے زمانہ میں یہ حکم دیا تھا کہ:

”لا تمنعوا إمام الله مساجد الله، (مسند امام احمد بن حنبل: ۷/۲۵۸)

اللہ تعالیٰ کی کنیروں کو مسجدوں سے نہ روکو“

لیکن اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان عام و تمام بھی خود حضور ﷺ نے بیان فرمایا تھا۔ الفتنۃ اشد من القتل [البقرة: ۲۰] فتنہ قتل سے بھی زیادہ برا ہے۔ تو اس کی روک تھام بھی قتل کی روک تھام سے زیادہ ضروری ہے، سرکارِ دو عالم ﷺ کے زمانہ مقدس میں صلاح و فلاح غالب تھی اور مردوں میں غالب تھی تو آپ نے مسجد میں عورتوں کی حاضری کی اجازت عطا فرمائی، آپ کے عہد مبارک و مسعود کے بعد نہ عورتیں اس حال پر ہیں نہ مرد۔ غنا یہ شرح ہدایہ میں ہے:

لقد نهى عمر رضي الله تعالى عنه النساء عن الخروج الى المساجد فشكون الى عائشة رضي الله تعالى عنها فقال لو علم النبي ﷺ ما علم عمر ما اذن لكن في الخروج۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسجد کی حاضری سے روکا تو عورتوں نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے شکایت کی آپ نے فرمایا: آج عمر پر عورتوں کی جو حالت ظاہر ہوئی ہے حضور ﷺ کے زمانہ مبارک میں ظاہر ہوتی تو آپ بھی عورتوں کو مسجد کی حاضری کی اجازت نہ دیتے۔ بخاری شریف جلد اول ص ۱۲۰ میں ہے:

لو ادرك رسول الله ﷺ ما احدث النساء لمنعهن كما منعت نساء بنی اسرائیل۔ اگر حضور ﷺ آج کا زمانہ پاتے اور عورتوں میں یہ نئی باتیں دیکھتے تو آپ بھی ان کو مسجد سے روک دیتے جیسے بنی اسرائیل کی عورتیں روکی گئیں۔

تو حضرت عمر اور ان کے ساتھ ام المومنین بلکہ عام مسلمانوں نے یہ ضروری جانا کہ دفع فتنہ کی غرض سے عورتوں کو مسجد کی حاضری سے روکا جائے اور اللہ و رسول کے حکم عام پر عمل درآمد کیا جائے۔ پس آج کے دور پر فتن میں جو لوگ عورتوں کی مسجد میں حاضری پر اصرار کرتے ہیں درحقیقت وہ اللہ اور رسول کے حکم کی نافرمانی کر رہے ہیں، لیکن اس کو کیا سمجھیں کہ وہابیہ اور غیر مقلدین بے ادب گستاخ اور نا سمجھ قوم ہیں جو خلفائے راشدین پر بھی اعتراض کرنے سے نہیں چوکتے۔

اسی طرح عہد رسالت میں لوگوں کا رہن بہن تہاہریت سادہ اور بے تکلف تھا خود اپنے گھروں کے

لیے استنجا بلکہ دروازوں کے لیے بھی کوئی خاص اہتمام نہیں ہوتا، یہی حال مساجد کا بھی تھا اور کتے مساجد میں آتے جاتے رہتے تھے اور اس زمانہ میں جوتا پہنے ہوئے کسی مجلس میں بیٹھنے کو کوئی بد تہذیبی تصور نہیں کرتا تھا، کھانا بھی لوگ جوتہ پہن کر ہی کھاتے تھے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ کھاتے وقت جوتا نکال دیا کرو اس سے تمہارے پیر کو آرام ملے گا، اسی لیے جوتا پہن کر نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں سمجھا جاتا، لیکن اب ہر انسان اپنے گھر کی حفاظت اور قفل و دروازہ کی ضرورت سے زیادہ اہمیت و ضرورت سمجھتا ہے اس لیے مسجد میں اس کا اہتمام ضروری سمجھا گیا اور گندے جانور تو الگ رہے مطلق کسی جانور کو مسجد کے اندر داخل ہونا بے ادبی تصور کیا جانے لگا اور نماز کو کون کہے، جوتہ پہن کر مسجد کے دالان یا فرش پر چلے جانا بھی بے ادبی قرار دی گئی۔

اہل اسلام کے ایک بڑے حصہ میں اسی پر عمل درآمد ہے، اور سابقہ تعامل متروک ہے، موجودہ حالات میں مسجد کے احترام کا تقاضہ اسی صورت میں ادا ہوتا ہے اور جو پرانے طریقہ کو گائے گا اس کو خاطمی اور مجرم تصور کریں گے۔

مگر یہ غیر مقلدین اس درجہ بے باک واقع ہوئے ہیں کہ اتباع سنت کے نام پر خلفائے راشدین اور ائمہ ہدیٰ کی ہنک سے بھی نہیں چوکتے، اور شیعوں کی طرح حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مساعی جمیلہ سے ان کو انکار ہے، عورتوں کے مسجد میں آنے کے مسئلہ میں آپ نے ان کا حال خود دیکھا شیعہ تراویح کے اس لیے منکر ہیں کہ یہ سنت حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہے، اور غیر مقلدین بھی صرف ۸ رکعت پڑھتے ہیں ان کو بھی بقیہ ۱۲ رکعت سے اسی لیے انکار ہے کہ حضور ﷺ سے ثابت نہیں، انا لله وانا الیہ راجعون۔

(۲) اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے فتاویٰ میں فرماتے ہیں:

عورتیں نماز مسجد سے ممنوع ہیں واعظا یا میلاد خواں سنی صحیح العقیدہ ہو اور اس کا بیان صحیح اور مطابق شرع ہو اور جانے میں پوری احتیاط اور کامل پردہ ہو اور کوئی رجحان فتنہ نہ ہو اور مجلس رجال سے دوران کی نشست ہو تو حرج نہیں مگر جانے میں ان شرائط کا اجتماع خیال و تصور سے باہر شاید نہ ہو سکے۔ ومن لم يعرف اهل زمانه فهو جاهل۔ فقط

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوی ضلع مولو ۲۷ جواہی الاخری ۱۷۱ھ

(۷۹) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

مسجد کی محراب وغیرہ میں بجلی بقی کا پورا انتظام ہے پھر بھی چراغ جلاتے ہیں تو یہاں کے امام

صاحب کا کہنا ہے کہ بجلی ہوتے ہوئے چراغ مت جلائیں، کیوں کہ فضول خرچی ہے، ہاں جب بجلی چلی جائے تو جلائے تو یہاں کے چند افراد کا کہنا ہے کہ چراغ جلانے سے میرے دل کو سکون ملتا ہے ہم بجلی ہوتے ہوئے بھی چراغ جلائیں گے بھلے آپ کچھ کہیں۔

نیز اگر کسی کا بچہ چھت پر سے گر جائے تو بطور جان کا صدقہ تیل لاکر مسجد میں چراغ جلاتے ہیں، کیسا ہے؟ نیز اگر کوئی شخص امام صاحب کی شان میں گستاخی و بدکلامی کرے تو اس کے بارے میں شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟

مسئلہ مندرجہ بالا باتوں کو مد نظر رکھتے ہوئے قرآن و حدیث کی روشنی میں مفصل جواب عنایت فرمائیں۔
المستفتی: محمد یوسف اشرفی اندراکولانی

الجواب

بہار شریعت جلد ۵ ص ۷۵ میں ہے: ایک شخص نے اپنے تہائی مال کی وصیت کی کہ نیک کاموں میں صرف کیا جائے تو اس مال سے مسجد میں چراغ جلا یا جاسکتا ہے، مگر اتنے ہی چراغ اس مال سے جلائے جاسکتے ہیں جتنے کی ضرورت ہے، ضرورت سے زیادہ محض زینت کے لیے اس رقم سے نہیں جلائے جاسکتے، اس عبارت سے دو باتیں معلوم ہوئیں (۱) مال موقوفہ اور اس کی آمدنی سے ضرورت سے زیادہ چراغ روشن کرنا منع ہے۔ (۲) البتہ مسجد کی تعظیم یا زینت کی نیت سے اپنے مال سے خرچ کرنا ممنوع نہیں۔

فتاویٰ رضویہ جلد ششم ص ۴۴۴ سے بھی اسی مسئلہ کی طرف اشارہ ہوتا ہے:

”سوال: محراب مسجد یا دیوار قبلہ کو نقش و نگار اور سونے کا پانی چڑھانا اور رنگ دینا مکروہ ہے یا نہیں؟

جواب: مکروہ ہے کہ باعث شغل قلب نمازیوں ہے مگر واقف نے کہا ہو تو ویسا ہی کیا جائے اس میں مسجد کی تعظیم کی نیت ہو۔

ان دونوں مسئلوں سے یہ بات واضح ہوئی کہ وقف آمدنی سے اتنا ہی کیا جاسکتا ہے جتنی ضرورت ہو یا جتنا واقف نے کہا اور اپنی جیب سے خرچ کرنے میں شرط یہ ہے کہ نیت صحیح ہو جیسے مسجد کی تعظیم مقصود ہو یا مسجد کی زینت و آرائش اللہ کے گھر کی خصوصیت کی وجہ سے کی جائے۔

آپ نے سوال میں جو صورت تحریر کی ہے ہمیں تو اس میں تعظیم معلوم ہوتی ہے نہ زینت کہ بجلی کے قلموں کے زمانہ میں مٹی کے دیے میں تیل جلانا، وہ بھی برقی روشنی کی موجودگی میں ایک بے فائدہ کام

یہ معلوم ہوتا ہے، اس لیے یہ فعل منع ہی ہو جانا چاہئے، ممانعت کے باوجود جو لوگ ضد کر کے جلاتے ہیں وہ اپنے فعل کے ذمہ دار ہیں۔ امام صاحب نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کر دیا یہ اپنے فرض سے سبکدوش ہو گئے۔ حدیث شریف میں ہے:

اذا رأيت شحاً مطاعاً و هو من تبعاً و دیناً موثراً و اعجاب کل ذی رای برایہ و رأیت امراً لا بد لك منه فعليك بنفسك۔ (طبری: ۶۲/۷)

جب لوگ بخل کے پیچھے دوڑیں اور خواہش نفس کی پیروی کریں اور دنیا کو دین پر ترجیح دیں اور آدمی اپنے رائے پر مغرور ہو اور کوئی چارہ نہ ہو تو تم اپنے نفس کو لازم پکڑو یعنی اس کی اصلاح کرو۔ الٰہی صورت سے بچیں جو فتنہ پیدا کرنے والی ہو۔

قرآن شریف میں ہے: ﴿الْفِتْنَةُ أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ﴾ [البقرة: ۱۹۱] واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی مٹس العلوم گھوسی ضلع منو ۱۸ رجب الاول ۱۴۱۸ھ

(۸۰) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

ہمارے سورج پور میں ایک مسجد ہے جس کا فرش کل پانچ فٹ چوڑا ہے، وہاں مصلیٰ نماز پڑھتے ہیں۔ اب فرش پر ایک ہینڈ پائپ (فل) گاڑ دیا گیا ہے جہاں لوگ نہاتے ہیں اور کپڑا دھوتے ہیں، نہاتے وقت چھینے مسجد کی عمارت کے اندر جاتے ہیں، شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟ جواب سے نوازیں۔
المستفتی: محمد غلام رسول مقام سورج پور پوسٹ سورج پور ضلع منو یو پی

الجواب

ہندوستان میں عام طور سے مسجد بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ جتنی زمین پر مسجد بنانی ہوتی ہے مثلاً تیس فٹ لمبی چوڑی تو اس میں سے ۲۰/۱۵ فٹ چوڑائی اور پوری لمبان پر عمارت بنا دیتے ہیں اور پندرہ فٹ چوڑائی سے لگا ہوا مسجد کا فرش ہوتا ہے جس پر عمارت نہیں بناتے مگر یہ پورا حصہ مسجد کا حصہ شامل مانا جاتا ہے۔ باہر فرش پر بھی نماز ہوتی ہے۔

پھر جہاں زمین کشادہ ہوتی ہے تو اس کے بعد بھی پورب طرف صحن چھوڑ دیا جاتا ہے اس کے بعد مسجد کی چار دیواری ہوتی ہے جس میں نالی، وضو کی جگہ اور غسل خانہ و پیشاب خانہ وغیرہ ہوتا ہے اور فرش جگہ زمین کی تنگی کی وجہ سے چھایا ہوا حصہ ہو یا بے چھایا ہو، سب مسجد ہوتا ہے اس پر نماز پڑھی جاتی ہے وغیرہ کے لیے جگہ کی تنگی کی وجہ سے مسجد کے پاس انتظام نہیں ہوتا۔

سائل کے بیان سے معلوم ہوا کہ یہ مسجد بھی جس کا سوال ہوا ہے اسی دوسرے قسم کی ہے نہ کہ

کل حصہ مسجد ہی ہے، کچھ پرچھت پڑی ہے اور کچھ کھلا ہوا بطور فرش کے ہے، اب اس فرش والے حصہ پر کچھ لوگوں نے ہینڈ پائپ گاڑ دیا ہے، اسی فرش پر غسل وغیرہ کرتے ہیں تو مسجد میں ہینڈ پائپ گاڑنا حرام، اس میں وضو کرنا، نہانا اور کپڑے دھونا تو بڑی بات ہے۔ بدائع الصنائع میں ہے:

یسکرہ التوضی فی المسجد لانه مستقذر طبعاً فیجب تنزیہ المسجد عنه کما یجب تنزیہه عن المخاط والبلغم۔ (بدائع الصنائع: ۶)

مسجد میں وضو کرنا منع ہے اس لیے کہ یہ گندگی ہے تو اس سے مسجد کو بچانا چاہئے جیسے تھوک یا غم وغیرہ سے مسجد کو بچانا ضروری ہے۔

حدیث شریف میں ہے: انما لم تبین لہذہ انما للذکر اللہ وتلاوة القرآن مسجدیں آلودگی کے لیے نہیں ہیں وہ تو اللہ تعالیٰ کے ذکر اور تلاوت قرآن کے لیے ہیں۔

پس صورت مسئلہ میں لازم ہے کہ وہاں سے ہینڈ پائپ اکھاڑ کر مسجد کے فرش کو نماز کے لیے خالی کیا جائے اور وہاں غسل و وضو وغیرہ افعال جو مسجد کی حرمت کے خلاف ہیں نہ کئے جائیں اور مسئلہ معلوم ہونے کے بعد ایسا کرنے والے نہ مانیں تو مسلمان ان کا بایکاٹ کر سکتے ہیں وہ سخت مجرم اور عذاب الہی کے مستحق ہیں، بھلا ہم مسلمان ہی مسجد کا احترام نہ کریں گے تو دوسرے لوگ کیا کریں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ضلع منوہ ۵۵ جمادی الاخریٰ ۱۴۱۸ھ

(۸۱) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ مسجد بنانے میں اگر غیر مسلم بخوشی کچھ نقد یا اینٹ وغیرہ دے تو اس کو مسجد میں لگانا درست ہے یا نہیں؟ دراصل حالیکہ مسجد میں افتادہ زمین ہے کمیٹی مسجد نے اس کے اندر دکان بنوانے کا ارادہ کیا تا کہ امام کے رہنے کی بھی عافیت ہو اور بقیہ دکان کرایہ پر لگا کر جو اس سے روپیہ آئے امام و مؤذن کی تنخواہ ہو، بنوائی۔ جس میں یہاں کے غیر مسلموں نے بھی چندہ یا اینٹ دیا اور دکان تیار ہو گئی، جو ہنوز کرایہ پر چل رہی ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ وہ روپیہ جو کرایہ سے آتا ہے امام و مؤذن کی تنخواہ میں دینا درست ہے یا نہیں؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس دکان میں مسلم غیر مسلم دونوں کا روپیہ غلط ہے اس لیے کرایہ کے روپے سے امام و مؤذن کی تنخواہ دینا درست نہیں۔ لہذا جواب مدلل بحوالہ کتب ارشاد فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

مستفتی: محمد ازیل عرف منویان از اندان ضلع پردوان ۲ نومبر ۶۳ء

الجواب

مسجد کی تعمیر میں غیر مسلم سے چندہ لینا منع ہے۔ قرآن عظیم میں ہے:

﴿وَمَا كَانَ لِلْمُشْرِكِينَ أَنْ يَعْمُرُوا مَسَاجِدَ اللَّهِ شَاهِدِينَ عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ﴾ (التوبة: ۱۷)
مسجد کے متعلق افتادہ زمین پر دو کانات کی تعمیر میں بہتر یہی تھا کہ چندہ نہ لیا جاتا، لیکن جب لے لیا گیا ہے اور وہ اس بات پر راضی ہیں کہ مسلمان اس سے فائدہ اٹھائیں تو اس کے کرایہ کی آمدنی سے امام و مؤذن کو تنخواہ دی جاسکتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ ۲۲ جمادی الاخریٰ ۸۳ھ

الجواب صحیح: عبد العزیز عفی عنہ الجواب صحیح: عبد الرؤف غفرلہ

(۸۲) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

موضع غوث پور اور مضافات ضلع غازی پور میں ایک کچی مسجد ہے جو ۱۹۲۲ء میں یہاں کے مسلمانوں کی غربت کی بنا پر درست نہ ہو سکی اور شہید ہو گئی۔ تقریباً پچیس سال تک یوں ہی رہی، پھر یہاں کے مسلمانوں نے چندہ کر کے ۵۸ء میں مسجد کچی بنائی اور اسی مسجد کی تھوڑی سی زمین اس خیال سے چھوڑ دی کہ پیسے کی فراہمی پر ایک کتب بنوایا جائے گا مگر بد قسمتی سے ابھی تک کتب نہ بن سکا۔

اسی اثنا میں ایک صاحب نے پھل دار درخت لگائے جس کی دیکھ بھال اور سنبھالی تمام مسلمانوں نے کی یہاں تک کہ درختوں میں پھل لگنے لگے مگر ان پھلوں کو سوا ان صاحب کے جنہوں نے لگایا تھا کسی اور کو کوئی فائدہ نہیں، استفسار پر کہتے ہیں چونکہ ہم نے لگائے ہیں اس لیے میرا حق ہے حالانکہ مسجد کے مصارف کا انتظام چندہ کے ذریعہ ہوتا ہے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اب درختوں کو کاٹ کر کتب بنوا سکتے ہیں یا نہیں؟ از روئے شرع جواب عنایت فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔ المستفتی: حشمت اللہ انصاری

الجواب

جوز میں مسجد کی ہو گئی وہ اب قیامت تک مسجد کی رہے گی نہ اس میں کوئی مکان بنا سکتا ہے نہ کتب اور مدرسہ۔ عالمگیری میں ہے: "إذا خرب المسجد واستغنی اہله صار بحیث لا یصلی فیہ قبل ہو مسجد ابداً و هو الاصح" (۴۹۹/۲)

اس حصہ میں جو مسجد میں تھا اور جس کو اب علیحدہ کیا گیا ہے جو درخت لگایا گیا ہے مسجد کا ہے۔ لگانے والے نے اس سے جو فائدہ اٹھایا اس کا معاوضہ مسجد کو ادا کرے۔ اسی میں ہے "وإذا غرس

شجر فی المسجد فالشجر للمسجد" [عالمگیری: ۵۰۸/۲] واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ ۱۷ رجب ۸۳ھ

الجواب صحیح: عبد العزیز عفی عنہ الجواب صحیح: عبد الرؤف غفرلہ

(۸۳) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

گرام سماج کی کچھ جگہ چھوڑی ہوئی زمین چار آدمیوں نے پردھان سے بیع و شراء پختہ کرا کے اور بعد ادا نیکی قیمت کے چار آدمی اس زمین کے مالک ہو گئے اور ہر شخص نے ان چاروں میں سے اپنا اپنا حصہ چار جگہ کر کے قابض ہو گئے، پھر اس کے بعد گاؤں والے اپنی زمین کے ایک حصہ میں مسجد تعمیر کرنے کے لیے سامان مہیا کرنے لگے، پھر کچھ گاؤں والوں نے راضی ہو کر کہا کہ مسجد یہاں تعمیر نہیں ہوگی بلکہ گرام سماج کی جو زمین چار آدمیوں نے خریدی ہے اسی زمین میں مسجد بنائی جائے گی۔

پھر ان چار آدمیوں کو خبر ہوئی تو ان چاروں نے رائے کی کہ اپنی اپنی حیثیت کے مطابق امام باڑہ اور چوک اور مسجد بنانے کے لیے اپنی اپنی زمینوں سے دیا جائے۔ چنانچہ یکے بعد دیگر ہر ایک شخص نے اپنی اپنی وسعت کے مطابق اپنا اپنا حصہ وقف کر دیا تین چیزوں کے لیے تین حصہ دار نے اپنا اپنا حصہ مسجد امام باڑہ اور چوک کے لیے وقف کر دیا اور چوتھے حصہ دار نے جو کثیر العیال ہونے کے باعث جگہ کی قلت ہونے کے سبب اپنا پورا حصہ ان تینوں چیزوں کے لیے وقف کرنے سے معذور ہے۔ اب گاؤں کے بھی لوگ زبردستی اس چوتھے شخص سے زمین لینا چاہتے ہیں۔ بلکہ اس سلسلہ میں اس چوتھے غریب حصہ دار کثیر العیال کو مجبور کرتے ہیں اور یہ شخص پوری زمین دینے سے مجبور ہے۔

ایسی صورت میں گاؤں والوں پر کیا حق ہے۔ جب کہ یہ شخص اتنی زمین کی قیمت کا تھوڑا سا حصہ دیتا ہے اور بقیہ زمین اپنے مصروف میں رکھنا چاہتا ہے اور باقی ماندہ زمین کی قیمت دینے کے لیے تیار ہے لیکن زبردستی ہی گاؤں والے لینا چاہتے ہیں اس کے متعلق کیا فتویٰ شریعت مطہرہ کا ہے؟ مفصل و مدلل جواب مرحمت فرمایا جائے۔

الجواب
شریعت میں کسی سے زبردستی اور جبر کے ساتھ کوئی کام کرنا منع ہے۔ اگر سائل اپنی پوری زمین بھی مسجد کو نہ دے تو اس پر جبر نہ کیا جانا چاہئے اور اب تو وہ خود اس کا حصہ دے رہا ہے جو لوگ اس سے اس کی زمین جبراً حاصل کریں گے خواہ وہ مسجد کے لیے ہو وہ ظلم کریں گے۔ انہیں اس حرکت سے باز آنا چاہئے، یہ فتویٰ تھا۔ ویسے سائل کو خود سوچنا چاہئے کہ اگر اس کے اس انکار سے کچھ فساد برپا ہو یا مسجد کی تعمیر میں کچھ رکاوٹ ہوئی تو یہ نقصان زمین کے نقصان سے بڑا ہوگا، اسے سوچ سمجھ کر کوئی قدم اٹھانا چاہئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم
عبدالمنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ
الجواب صحیح: عبدالرؤف مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ

(۸۴) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ ذیل میں کہ

زید ایک مسجد میں امام ہے، امام کے سونے دو دیگر ضروریات کے لیے مسجد میں کوئی حجرہ نہیں ہے ایسی صورت میں بدترجہ مجبوری امام مسجد کے اندر رہتا ہے اور سوتا ہے۔ علاوہ انہیں زید طبابت بھی کرتا ہے جس کی وجہ سے مسجد میں مریضوں کا آنا جاتا ہے۔

لہذا دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید کہ جو امام ہے مسجد میں سو سکتا ہے کہ نہیں؟ اور مریضوں کی تشخیص و علاج اور دوا وغیرہ دے سکتا ہے کہ نہیں؟ اگر جواز کی کوئی صورت ہو تو تحریر فرمائیں۔ بیوا تو جروا المستفتی: عطاء المصطفیٰ جین پورا اعظم گڑھ

الجواب

زید نہ تو مسجد کے اندر سو سکتا ہے اور نہ رہ سکتا ہے، نہ علاج و معالجہ کر سکتا ہے، نہ سامان بستر وغیرہ رکھ سکتا ہے، جیسا کہ سوال میں درج ہے۔ حدیث شریف میں ہے: "انما هذه المساجد لم تبین لهذه" مسجد نبوی کام کے لیے نہیں بنائی گئی ہے، اعتکاف کرنے والوں کے لیے البتہ کچھ رعایتیں ہیں، لیکن اعتکاف کے حیلہ سے سوال میں درج کی ہوئی صورت میں فائدہ نہیں اٹھانا چاہئے کہ اس طرح مسجد کی حرمت ختم ہو جائے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ

الجواب صحیح: عبدالعزیز عفی عنہ
الجواب صحیح: عبدالرؤف مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور

(۸۵-۸۶) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

بعد ادا ادب کے عرض یہ ہے کہ موضع مہر پور پوسٹ مہراج گنج اعظم گڑھ میں ایک چھوٹی سی مسجد ہے اور کثیر آبادی ہے جس کی وجہ سے جمعہ کی نماز پڑھنے میں زیادہ تکلیف ہوتی ہے، اور مسجد کو بڑھانے کی بالکل گنجائش نہیں اور آبادی کے بالکل قریب عید گاہ ہے اور ابھی پوری تیار نہیں ہے۔

(۱) گاؤں کے لوگوں کا خیال ہے کہ عید گاہ کو جامع مسجد بنالیا جائے اس کے متعلق آپ علمائے دین کیا فرماتے ہیں؟

(۲) اور عید گاہ میں عیدین کی نماز کے علاوہ دوسری نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب

(۱) عید گاہ کو جامع مسجد قرار نہیں دیا جاسکتا وہ ہمیشہ عید گاہ رہے گی۔ لان الوقف لا یتبدل۔ ہاں عید گاہ میں اگر نماز جمعہ ادا کریں تو نماز ہو جائے گی کہ صحت جمعہ کے لیے خاص جامع مسجد ضروری نہیں

کوئی بھی ایسی جگہ جہاں اذن عام ہو کسی کے لیے روک ٹوک نہ ہو وہاں نماز جمعہ پڑھی جاسکتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم، عبدالمنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ ۸ رذوالقعدہ ۸۳ھ

الجواب صحیح: عبدالعزیز عفی عنہ
الجواب صحیح: عبدالرؤف غفرلہ

(۸۷) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ

ایک گاؤں میں ۱۳ گھر آباد ہیں شروع شروع میں تقریباً سات آٹھ گھر ساتھ رہے، محض ایک چھوٹی مسجد بنائی گئی ہے گاؤں والوں کی بے توجہی سے مسجد کی بنیاد از سر نو ختم ہو گئی کسی مولوی صاحب کے توجہ دلاتے سے گاؤں والوں میں جذبہ دینی نے جوش مارا ملک زمین سے باعث تنگ ہونے مسجد کے لیے کچھ اور زمین کا مطالبہ کیا، وہاں پر زمین دینے سے انکار کرتے ہوئے اسی سے متصل اپنی ایک دوسری زمین دینے کا اقرار کیا، گاؤں کی ایک نیک عورت نے اپنی آٹھ منڈی زمین میں کشادگی کے ساتھ مسجد میں کنواں کھدوانے اور مسجد کو کشادہ بنانے کی اجازت دے دی، مولوی صاحب نے محلہ والوں کی رائے معلوم کی تو متفقہ طور پر یہی معلوم ہوا کہ مسجد نہایت ہی جوش و خروش کے ساتھ سب زمین پر پہنچ کر مسجد کی غرض سے چند بھاؤڑے بھی چلائے گئے، کچھ چندے بھی آنا فانا اکٹھا ہو گئے، خود مولوی صاحب نے دو روپیہ دینے کا وعدہ فرمایا، کچھ سامان اسی مسجد کی غرض سے خریدے گئے، کچھ دن جب بیت گئے تو دوسرے صاحب نے مسجد کے لیے اپنی زمین وقف کر دی۔ حسن اتفاق سے اس زمین کے قریب ہی میں ایک کنواں بھی ہے لوگوں کی پھر رائے یہ ہو گئی کہ یہاں ایک کنواں بھی ہے مسجد کا بھی بنانا مناسب ہے۔

مولوی صاحب سے گاؤں والوں نے دوسرے بڑے مولوی صاحب کو تیسری زمین میں مسجد بنانا رکھنے کے لیے بلوایا اور گاؤں والوں نے متحدہ طور پر اس تیسری زمین میں مولانا صاحب کے مبارک ہاتھوں سے نیور کھوائی کچھ دیوار بھی اونچی آچکی ہے۔ اذان و اقامت نمازیں پڑھی جانے لگیں۔ آپس میں کچھ اختلاف ایسا رونما ہوا کہ الاماں والحفیظ۔ کچھ لوگ اسی تیسری مسجد میں بدستور سابق نماز پڑھتے رہے اور کچھ لوگوں نے عورت والی زمین میں بھی نمازیں و امامت کرنا شروع کر دیا۔ کچھ روز نہایت ہی ترور کے ساتھ دونوں فریق میں یہ نزاع قائم رہا بالآخر کل امر مرہون باوقاتہا کے مطابق آپس کے اختلاف ختم ہوئے اور یہ طے ہوا کہ حضور جس مسجد کے بنانے کا فتویٰ مرحمت فرمائیں گے ہم لوگ بنائیں۔

حضور سے دریافت طلب امر یہ ہے کہ تینوں مسجدوں کے بنوانے کی اجازت دیتے ہیں یا ایک ہی کی؟ اگر صرف ایک ہی کی تو ہاں دونوں فریقوں کو کس مصرف میں صرف کیا جائے، لیکن حضور خیال شریف میں یہ بات ضرور رکھیں کہ تینوں مسجدوں میں حق کا حصہ نہیں ادا ہو سکتا ہے، مسجد بنانے کی صورت

میں مستفتی ہوں۔ اہل دیوبند صلح بستی

الجواب

صورت مسئلہ میں وہ تینوں زمین مسجد ہو گئیں جب تو تینوں مسجدوں کی آبادی وہاں کے مسلمانوں پر ہے، لیکن اگر افراد کی کمی اور پیسے کی قلت کی وجہ سے تینوں کی آبادی مشکل ہو تو وہاں کے مسلمان ایک ہی زمین کو جو اس گاؤں کے محل وقوع اور مصلیوں کے آنے کی وجہ سے بہتر ہو تعمیر کریں، بقیہ زمینوں کو گھیر کر محفوظ کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ ۱۳ ررمضان
الجواب صحیح: عبدالرؤف غفرلہ مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ

(۸۸) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ

ایک پختہ مسجد بن رہی ہے ابھی مسجد کا کام بھی پوری طری مکمل نہیں ہوا ہے لیکن مسجد میں بلیک کا سمیٹ لگایا گیا ہے۔ اور پوری بستی والوں کی رائے سے بلیک کا سمیٹ لگا ہے۔ ایسی مسجد میں نماز پڑھنا کیسا ہے اور مسجد کیسی ہوئی؟ بعض عوام اعتراض کرتے ہیں کہ بلیک کا مال چوری کا ہوتا ہے پاک صاف نہیں ہے۔ اور کہتے ہیں کہ مسجد میں کیسے لگایا جائے علیٰ ہذا القیاس۔ اسی مسجد میں برگد کی لکڑی اگر چہ قلیل ہے۔ بلیک سے خرید کر مسجد میں لگایا جائے تو شرعاً کیا حکم ہے۔

صوفی نصارت حسین مقام وپوسٹ چھپدی بورویسٹ مالدہ بنگال

الجواب

بلیک کا مال چوری کا ہوتا ہے اگر یہ مطلب ہے کہ سمیٹ تو کسی دوسرے کی تھی اور اسے جبراً اگر کسی نے مسجد کے ہاتھ بیچ دیا اور مسجد والوں نے جان بوجھ کر اسے لیا تو ناجائز ہوا اور اصل مالک کو اس کا دام ادا کرنا ضروری ہے۔ شامی میں ہے: "لو اتفق فی ذلك ما لا خيشتا وما لا مسببه الخبيث والطيب فيكره لان الله لا يقبل الا الطيب فيكره تلويث بيته بما لا يقبله"

اگر بلیک کا یہ مطلب ہے کہ اس کا دام کنٹرول ریٹ سے زیادہ دے کر لیا ہے۔ تو یہ مال چوری کا کس طرح ہوا اس میں تو دام زائد لینے والے پر ایسی سمیٹ کا لگانا ناجائز نہیں ہے۔ نماز بہر حال اس مسجد میں جائز ہے کہ مسجد نام اس زمین کا ہے جو نماز کے لیے وقف کی گئی۔ گارائیٹ سمیٹ تو زوائد میں ہے۔

عبدالمنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ
الجواب صحیح: عبدالرؤف غفرلہ مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ

(۹۲-۸۹) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ

میرے محلہ میں ایک مسجد ہے اور کچھ عرصہ ہوا کہ اس مسجد کی توسیع کی گئی اور مسجد کے آگے کافی جگہ تھی اس لیے مسجد کی دیوار پیچھے سے کھسکا کر آگے کر دی گئی۔ اور جہاں سے دیوار ہٹا کر آگے کی ہے اس جگہ دو کمرے بنائے گئے ہیں اور اس کو کرایہ پر لگایا گیا ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ

(۱) ان کمروں کو کرایوں پر دینا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) ایک مسجد کے کمرے کا کرایہ دوسری مسجد میں صرف کرنا جائز ہے یا نہیں؟ جب کہ اول مسجد

خود محتاج ہو۔

(۳) چرم قربانی کسی مسجد میں دینا یا ایسے مکتب میں دینا جہاں مقامی لڑکے پڑھتے ہیں جائز ہے یا

نہیں؟

(۴) نرید کا پیشہ انیون، بھانگ، مدک کی تجارت ہے اور زید نے مذکورہ شی کی آمدنی سے ایک

کنوار اکھدوایا ہے۔ اب اس کو نمیں سے پانی پینا یا دوسرے کام میں استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟

از روئے شریعت مطلع فرمائیں کتابوں کا حوالہ ضروری ہے۔

المستفتی: محمد اسلم خاں ڈاکخانہ کھمر یا ضلع بنارس

الجواب

(۱) جس جگہ مسجد کے دو کمرے بنائے گئے ہیں اگر وہ مسجد تھی تو یہ تعمیر ناجائز ہے اور اس کو دوکان

کے مصرف میں لانا حرام ہے نمازی پڑھی جاسکتی ہے۔ در مختار میں ہے: "امسا لو تمت المسجدية ثم

اراد البناء منع" (در مختار: ۶/۴۲۸)

(۲) ناجائز ہے۔ شامی میں ہے: "لا يجوز نقله ونقل ماله الى مسجد آخر"

(کتاب الوقف: ۶/۴۳۹)

(۳) جائز ہے۔ شامی میں ہے: "لانه ليس من صدقات واجبة۔"

(۴) جائز ہے۔ شامی میں ہے: "عقد و نقد دونوں مال حرام سے ہوں تو بیع حرام ہے اور یہاں تو

پانی کے مقابلہ میں مال حرام کا کوئی حصہ نہیں اس لیے پانی جو قدرت کا دیا ہوا ہے۔ یہاں کس طرح حرام

ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ ۲۶ رزوالقعدہ ۸۳ھ

الجواب صحیح: عبدالرؤف غفرلہ مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ

(۹۳) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ

شہر میں ایک عید گاہ مسجد ہے جس میں عید الفطر و عید الاضحیٰ کی نماز ہوتی ہے مگر چھوٹی ہے جس کی وجہ سے نمازیوں کو نماز پڑھنے میں جگہ کی کمی پڑتی ہے، لہذا اس کو بڑھانا بہت ضروری ہے مسجد کے دکن جانب قبرستان کی زمین موجود ہے اور وہ میونسپلٹی کے حدود میں ہے، اب اس میں سوائے ایک خاندان کے علاوہ کوئی دوسرے کا مردہ دفن نہیں ہوتا ہے، کیونکہ ۱۹۰۲ء میں پبلک بہت زور پر تھا بہت زیادہ آدمی مرے، اس سال قبرستان بالکل پر ہو گئی تھی تب گلکٹر کے آرڈر سے کچھ زمین نئی قبرستان کے لیے ملی، اب اسی قبرستان میں مردہ دفن ہوتا ہے۔ اس پرانی قبرستان میں اب بالکل دفن کرنا بند ہو گیا، مسجد سے ملی کچھ پختہ قبریں موجود ہیں باقی کچھ قبریں مٹ چکی ہیں جو بالکل نہیں معلوم ہوتی ہیں، اس قبرستان کی زمین دکن جانب مسجد عید گاہ بڑھائی جاسکتی ہے یا نہیں؟ مسئلہ کیا ہے فقط والسلام۔ بینو اتو جروا حاجی خدایار خان

الجواب

صورت مؤلہ میں قبرستان کی زمین پر مسجد کی توسیع ناجائز ہے۔ عالمگیری میں ہے:

"المقبرة في القرى اذا اندرست ولم يبق منها اثر الموتى لا لعظم ولا غيره هل

يجوز زرعها واشتغالها قال لا ولها حكم المقبرة" (عالمگیری: ۲/۵۰۷)

پس جب اس کا حکم تازہ مقبرہ کا ہے تو اس پر مسجد کیسے بن سکتی ہے۔ بل کے لیے اعلیٰ حضرت کا

رسالہ ابلاک الوہائین دیکھا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ ۱۵ محرم ۸۵ھ

الجواب صحیح: عبدالرؤف غفرلہ

(۹۴) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ

ہمارے گاؤں میں پرانے زمانے سے ایک مسجد پھوس کی بنی ہوئی تھی، سب لوگ وہیں نماز جمعہ

پڑھا کرتے تھے۔ اس کے بعد جناب حاجی حمید الدین صاحب مرحوم نے اینٹیں مکان بنانے کے لیے

مکائیں تو گاؤں والوں نے اصرار کیا کہ حاجی صاحب آپ پختہ مسجد بنوادیں ہم لوگ اسی مسجد میں جمعہ کی

نماز پڑھیں گے۔ آخر جب اصرار حد درجہ ہوا تو حاجی صاحب نے مسجد پختہ بنا کر بائیس بیگھے زمین دے کر

وقف فی سبیل اللہ کر دیا، لیکن پیچھے چند لوگ بچھڑ کر اپنے وعدے سے مکر گئے اور اسی پھوس والی مسجد میں نماز

جمعہ پڑھتے تھے اور یہاں بھی نماز جمعہ ہوئی اسی عید کے موقع پر ان لوگوں نے یہ طے کیا کہ ہم لوگ جب

سب کی رائے سے مسجد بنا کر وقف فی سبیل اللہ کر دیا اور نماز نہیں پڑھی تو وہ مسجد جو موروثی جگہ میں ہے

اور عید گاہ بھی تو جب عید گاہ بھی فی سبیل اللہ نہیں تو ہم لوگ بھی اس عید گاہ میں عید کی نماز پڑھیں گے۔ یہ بات طے پائی کہ ہم لوگ بھی مسجد ہی میں عیدین پڑھا کریں گے لیکن چند عالموں سے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ بلا عذر شرعی عیدین کی نماز آبادی میں نہیں پڑھنا چاہئے بستی کے باہر نماز ہونی چاہئے اسی کے تحت اس سال ان لوگوں نے ایک نئی جگہ عید گاہ مقرر کر کے عید کی نماز آبادی سے باہر پڑھی اور اعلان کیا کہ عید گاہ کی زمین کو ہم وقف فی سبیل اللہ کریں گے۔

اب کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ ایک بستی میں دو جگہ عید گاہ نہیں بنانا چاہئے، عید گاہ کو مقرر کر کے فی سبیل اللہ کرنے سے بھی اس عید گاہ میں نماز جائز نہیں۔ اس لیے خلاصہ حال تحریر ہے اس کا ٹھیک ٹھیک جواب قرآن وحدیث کی روشنی میں دے کر یہ بتائیں کہ اس پختہ والی مسجد جو وقف فی سبیل اللہ نہ ہو عید گاہ وقف فی سبیل اللہ کرنا چاہئے ہیں، اس میں نماز جائز ہے کہ نہیں؟ یا عیدین کی نماز مسجد ہی میں پڑھی جائے گی؟ جواب سے ممنون فرمائیں۔ خدائے کریم اجر عظیم عطا فرمائے۔

نوٹ: جواب جلد تحریر فرمائیں جناب سید مجتبیٰ اشرف صاحب نے بھی اس کے بارے میں کہا کہ مبارکپور میرا حوالہ دے کر تحریر کرو کہ جواب جلد دیں۔ مزید تاکید کی ہے پھر بہت جلد عید الاضحیٰ آنے والی ہے، آپ سے اس لیے گزارش ہے کہ اس کے قبل نئی عید گاہ رجسٹری ہو اس سے پہلے روانہ کر دیا جائے ورنہ کافی دشواری ہوگی جو لوگ کافی طور پر اس کی چھان بین میں لگے ہیں، بہتوں کا کہنا ہے کہ نئی عید گاہ میں نماز جائز نہیں اور ادھر مسجد میں بھی نماز عید درست نہیں تو ایسی صورت میں کیا حکم ہے؟ جواب سے جلد نوازیں۔ حافظ محمد عمران اشرفی مولفیری امام مسجد موضع ٹیکھواڈا کھانہ سالاری پور نیہ

الجواب

جب پختہ مسجد بنا کر وقف کر دیا مسجد ہوگی اور اس میں نماز جائز ہے۔ اور یہی حال عید گاہ کا ہے۔ درمختار میں ہے: "ويزول ملكه عن المسجد والمصلی بالفعل بقوله جعلته مسجداً" (درمختار: ۶/۲۲۶)

شامی میں ہے: "المصلی شمل مصلی الجنائز ومصلی العيد" (شامی: ۶/۲۲۶) جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ایک گاؤں میں دو عید گاہ ناجائز ہے، غلط کہتے ہیں۔ یہ بات البتہ ہے کہ اگر ایک عید گاہ سے کام چلتا ہو تو بلا ضرورت دوسری عید گاہ بنانا مستحسن نہیں لیکن نماز وہاں بھی جائز ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ ۳۴ محرم ۱۴۰۵ھ

الجواب صحیح: عبدالرؤف غفرلہ

(۹۵-۹۶) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

ایک چال میں ایک مسجد بنائی جس کے لیے اس چال اور دوسری چال کے مسلمانوں نے چندہ کر کے بغیر اجازت میونسپلٹی کے مسجد بنائی، چال کے مالک نے مسجد کا حصہ نامہ نہیں لکھا اور نہ کوئی تحریر مسجد کمیٹی والوں کو دیا اب نیاریلوے اسٹیشن بننے کے لیے پلان میں مسجد آگئی اور گورنمنٹ نے جب چال مالکوں سے کہا کہ اپنی اپنی ملکیت لکھاؤ تو اس چال مالک نے مسجد اپنی ملکیت لکھائی، حالانکہ چال کے مالک نے مسجد پر ایک کتبہ لگایا جس میں تحریر ہے "بسم اللہ الرحمن الرحیم وقف فی سبیل اللہ محمدی" مسجد رنگ پور بہار تو ایسی حالت میں چال مالک مسجد کا معاوضہ لگایا جو مسجد کی کمیٹی کے ممبران ہیں وہ لیں گے؟ اگر مسجد کمیٹی معاوضہ کی حق دار ہے تو اس معاوضہ کی رقم سے دوسری جگہ مسجد بنائی جاسکتی ہے یا نہیں؟

(۲) جب کہ مالک زمین مسجد کو جو عوام کے چندہ سے بنائی گئی ہے اپنی ملکیت قرار دیتا ہے تو عوام کی نماز درست ہوگی یا نہیں؟ ایسا کہنے اور لکھانے والوں کا کیا حکم ہے؟ مع حوالہ ومہر جواب عنایت فرمائیں۔ بینوا تو جروا المستحقین: اراکین وصدر سکریتی مسجد کمیٹی مورخہ ۲۳ دسمبر ۱۹۶۱ء

الجواب

صورت مسئلہ میں جب گورنمنٹ نے بجز اس مسجد پر قبضہ کر لیا ہے تو معاوضہ لینے کے علاوہ چارہ کار کیا ہے۔ معاوضہ لے کر دوسری مسجد بنائی جائے جائز ہے:

"فی الدر عن الاشباہ لا يجوز استبدال العامر الا فی اربع فی رد المحتار الثانية اذ غصبه غاصب واجرى عليه الماء صار بحرا فيضمن القيمة و يشتري المتولى بها ارضا بدلا" (درمختار وشامی: ۶/۴۶۰)

اگر چال کا مالک یہ کام کرتا تو بہت بہتر ہوتا مگر موجودہ صورت حال میں جب کہ وہ احد من الفاضلین ہوا جا رہا ہے تو یہ روپیہ کسی طرح اس کے قبضہ میں نہیں جانا چاہئے اور مسجد کی کمیٹی کے لوگ اس پر قبضہ کر کے دوسری مسجد بنالیں، مالک کا یہ کہنا کہ مسجد ہم نے نہیں بنائی تھی کچھ اثر نہیں رکھتا جب کہ اس کے قول وفعل سے ثابت ہو چکا ہے کہ اس نے مسجد ہونے کا اعلان کیا اور لوگ نماز پڑھتے رہے اور اس کی اجازت وحکم سے یہ کتبہ لگا، مسجد ہونے کے لیے رجسٹری کی کوئی ضرورت نہیں صرف یہ اعلان کر دینا کہ یہ مسجد ہے اور لوگوں کا اس میں نماز پڑھ لینا کافی ہے۔

درمختار میں ہے: "يزول ملكه عن المسجد والمصلی بالفعل بقوله جعلته مسجداً و

شرط الامام محمد الصلوٰۃ فیہ (در مختار: ۶/۴۲۶) واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ
الجواب صحیح: عبدالرؤف غفرلہ مدرس اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ

(۹۷) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

ایک جامع مسجد جو پچاس سال سے قائم ہے اس محلہ میں مسلمانوں کی کثیر تعداد واقع ہو گئی ہے۔ لہذا لوگوں کا خیال ہے کہ مسجد اس وقت مکمل طور پر شہید کر کے از سر نو تعمیر کر دی جائے تاکہ ہم لوگوں کی گنجائش کافی ہو سکے، اب یہ بھی خیال ہے کہ تعمیر کے وقت چند ایسی دوکانیں بنادی جائیں جس کے کرایہ کی آمدنی سے مسجد ہذا خود کفیل ہو جائے۔

ان حالات کے پیش نظر از روئے شرع یہ مسئلہ دریافت طلب ہے کہ مسجد مذکور کے صحن میں روزانہ نمازیں تو ہوتی ہیں اس میں دوکانیں، مسجد کا سامان رکھنے کے لیے تہہ خانہ اور وضو خانہ برائے وضو مسافر خانہ بنانا کیا ہے، جائز اور درست ہے یا نہیں؟ اگر شرعاً جائز ہو تو نیچے کا حصہ مندرجہ بالا مصارف میں لے لیا جائے اور اس کے عوض مذکورہ بالا اشیاء کی چھت کو مسجد کا صحن بنا دیا جائے جس میں نماز پڑھی جاسکے۔

سید محمد فہیم الدین

الجواب

سوال میں درج کی ہوئی صورت ناجائز ہے، جو حصہ زمین مسجد ہو گیا وہ تحت اثری سے آسان تک مسجد ہی ہے اس لیے اس کے کسی حصہ کو تھواہ اوپر ہوا نیچے دوسرے کام میں نہیں لاسکتے۔ ہاں جب مسجد نہیں تھی تب اس کے نیچے دوکانیں اور اوپر مسجد ہو سکتی تھی اور نیچے دوکانیں رہ جاتیں۔

در مختار میں ہے: "اذا جعل تحته سردابا لمصالح المسجد جاز کمسجد المقدس اما

لو تمت المسجد یتہ ثم اراد بنائها منع" (در مختار: ۶/۴۲۸)۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ

الجواب صحیح: عبدالرؤف غفرلہ مدرس اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ

(۹۸) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

حکومت کی ایک ایسی زمین ہے جس پر عوام نے قبضہ کر لیا ہے اور عوام کی رضامندی سے جماعت خاکساران حق نے دفتر بنالیا ہے۔ نیز جماعت کے لوگ اس دفتر میں نماز بھی ادا کرتے ہیں، لیکن اب تک اس زمین کی قیمت عوام یا حکومت کو ادا نہیں کی گئی ہے، لہذا ابراہ کرم قرآن و حدیث کی روشنی میں

بتایا جائے کہ اس زمین پر نماز جائز ہوگی یا نہیں۔ فقط

المستفتی شیخ حقیقت علی سالار خاکساران کل ہند تحریک

شاخ گھٹری۔ ہوڑہ۔ بنگال کیراف محمد سیف الدین محکم مدرسہ ہذا

الجواب

ایسی زمین جس کا کوئی مالک نہ ہو اور جس پر گورنمنٹ کا عمل دخل ہو ایسی لاوارث زمین اللہ و رسول کی ہے، عوام نے اس پر قبضہ کر کے مسجد بنادی تو مسجد ہو گئی اور نماز تو کسی کی زمین میں پڑھی جاسکتی ہے۔ حدیث شریف میں ہے: "جعلت الارض کلہا لی ولأمتی مسحوا و طہروا"

(مسند امام احمد بن حنبل: ۷/۳۸۷)۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ

(۹۹-۱۰۱) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین درج ذیل مسائل میں کہ

(۱) زید کسی زمین کا شرعی مالک ہے لیکن بکرنے اس پر غاصبانہ قبضہ کر لیا ہے کیا زید کی اجازت کے بغیر اس زمین پر مسجد یا عید گاہ بنائی جاسکتی ہے؟

(۲) کیا کسی مسلمان کی قبر پر مسجد یا عید گاہ بنائی جاسکتی ہے؟

(۳) زید کا کہنا ہے کہ عید گاہ جب بنی تھی تو تمام علماء اور عوام نے مذکورہ قبر کی وجہ سے پورب دھن

جانب کی دیوار ٹیڑھی رکھی تھی۔

کیا اب اس دیوار کو سیدھی کرنے کے لیے کسی مومن کی قبر پر بنیاد اٹھائی جاسکتی ہے؟

المستفتی فرید الحق ساکن کریم الدین گھوسی

الجواب

(۱) نہیں بنائی جاسکتی۔

(۲) کسی مسلمان کی قبر پر دیوار قائم نہیں کی جاسکتی ہے ہمارے یہاں حدیث شریف "ولا یسنیٰ

علیہا" کا مطلب یہی ہے کہ اس پر دیوار قائم نہ کی جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ

(۱۰۲) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

زید کے مکان سے متصل ایک گڈھا تھا جو گرام سماج کا تھا جو زید کے مصرف کا تھا اس نے چند

مہینے قبل اس پر کافی روپے خرچ کر کے مٹی ڈلوایا اور دیوار کھڑی کیا اب گاؤں والے مسجد کے نام پر دیوار توڑ

کر اس پر زبردستی قبضہ کرتا چاہتے ہیں۔ کیا ایسی صورت میں اس زمین پر مسجد بنانا جائز ہے یا نہیں۔ جہاں
المستفتی امیر احمد نیاپورہ علمی نگر اداری

الجواب

اس زمین سے اگر بستی والوں کو کسی قسم کا اجتماعی فائدہ حاصل نہ ہوتا ہو تو زید کا یہ قبضہ صحیح اور جائز ہوگا۔ درمختار اور اس کی شرح شامی میں ہے: "اذا احياء مسلم ارضا غير مستفيع بها لا انقطاع الماء منها او غلبته عليها او غلبة الرمال او كونها سبخة وليست بمملوكة لمسلم ولا ذمی ملكها۔ (كتاب احياء الموات: ۶/۱۰)"

اور اسی میں ہے:

"واحيائه ببناء او غرس او كرب او سقى" (كتاب احياء الموات: ۵/۱۰)
اور مسجد مصلیوں پر تنگ ہو گئی ہو تو اس کی توسیع کے لیے واجبی قیمت دے کر اس جگہ کو حاصل کر سکتے ہیں، مسجد والوں کا بلا ضرورت شرعیہ اس پر قبضہ ناجائز و حرام ہوگا۔ درمختار۔ واللہ تعالیٰ اعلم
نوٹ:- اجتماعی فائدہ عوام کو اس زمین سے حاصل ہوتا رہا ہو تو زید کا قبضہ ناجائز ہوگا۔
عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ

(۱۰۳) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ
ایک غیر مسلم نے مسجد میں بجلی کی روشنی جلانے کی اجازت دے دی کچھ مسلمان مسجد میں روشنی
جلانے لگتے ہیں اور کچھ اس کے خلاف ہیں کہ کراہی دینے بغیر لیتا بھی نہیں ہے۔ اب اس حالت میں جلانا
جائز ہے یا نہیں۔
المستفتی بشیر احمد

الجواب

مسجد کی تعمیر، مرمت اور آبادی بحکم قرآن شریف مسلمان کا کام ہے۔
قرآن شریف میں ہے: ﴿إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللَّهِ مَنِ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ﴾ [التوبة: ۱۸]
اس لیے جو لوگ منع کرتے ہیں ٹھیک کہتے ہیں مسلمان خود سے ایک الجھن پیدا کرتے ہیں اور پھر
فتویٰ پوچھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہدایت دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم
عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ ۱۶ محرم الحرام ۱۴۰۹ھ
(۱۰۶-۱۰۳) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ
مسجد موسویہ کنگرہ مسجد پورہ رانی کے متولی سابق نے چار دیواری مسجد کے اندر صحن مسجد میں جدید

دوکانیں تعمیر کرائیں اور اسے کرایہ پر چلاتے رہے۔ جس کا کوئی حساب و کتاب نہیں۔ ان کے بعد ان کے
لڑکے جدید متولی نے بھی چار دیواری کے اندر واقع کنوین و غسل خانہ و طہارت خانہ کو توڑ کر مزید دوکانیں
بنوانی چاہیں اور اہل معاملہ کرایہ داران متوقع سے تعمیر کے نام پر کافی بیٹنگی بھی وصول کر چکے ہیں۔ جب کہ
آبادی کی کثرت اور مصلیوں کے اضافہ کی وجہ سے مسجد میں توسیع کی سخت ضرورت ہے۔

اہل محلہ اور مصلیوں کا سخت تقاضا ہے کہ سب دوکانیں ختم کر کے مسجد میں نماز کی جگہ میں توسیع
کیجائے۔ اس مسئلہ پر بار بار پینچانت ہوئی۔ اور توسیع مسجد کی بات طے کر کے بھی متولی مکر گیا۔ اور اپنی ضد
پر آمادہ ہے۔ اور مسجد کے آمد و خرچ کے سوال پر بھی متولی آنا کافی کر رہا ہے۔ ایسی صورت میں حکم شرع
کیا ہے۔ المستفتی کمال الدین، پورا حضرت مبارکپور ۱۵ دسمبر ۱۹۹۲ء ۱۹ جمادی الاخریٰ ۱۴۱۳ھ

الجواب

اس طویل سوال میں تین بنیادی باتیں قابل غور ہیں۔

(۱) متولی کی خیانت، جواب اس کا یہ ہے کہ اگر یہ ثابت ہو جائے کہ متولی نے مسجد کی رقم میں
خورد برد کیا ہے تو اس کو فوراً تولیت سے علیحدہ کر دیا جائے۔ اور کسی امین و دیانت دار کو متولی رکھا جائے۔
درمختار میں ہے:

وينزع وجوب الوالواقف فغيره بالاولی غیر مامون۔ (كتاب الوقف: ۶/۵۲)
اگر خود واقف بھی وقف میں خیانت کرے تو اس کو وقف کے انتظام سے علیحدہ کر دیا جائے گا
تو دوسرے کو کیوں نہ ہٹایا جائے گا؟ اور متولی پر صرف شبہ ہو تو اس سے حساب نہیں کی جائے۔
(۲) مسجد تنگ ہو جائے اور مسجد سے متصل مسجد کی زمین ہو تو اس کو مسجد میں شامل کر سکتے ہیں
یا نہیں؟

اس کا جواب یہ ہے کہ شامل کر سکتے ہیں۔

عالمگیری میں ہے: ارض وقف علی مسجد و الارض بحسب ذلك المسجد و ارادوا
ان یزید وافی المسجد شیئا من الارض جاز۔ (۴۹۸/۲)
مسجد کے پہلو میں مسجد کی زمین ہو لوگ اس کو مسجد میں شامل کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں بلکہ دوکان ہو
تو اس کو بھی مسجد میں شامل کر سکتے ہیں۔

شامی میں ہے: لو ضاق المسجد و بحسبه ارض وقف عليه او حاثوث جاز ان یؤخذ
ویدخل فیہ۔ (شامی: ۶/۳۵۱)

مسجد تنگ ہو جائے اور مسجد کے پہلو میں مسجد کی زمین یا دوکان ہو تو اس کو لے کر مسجد میں داخل کیا جاسکتا ہے۔

(۳) کیا مسجد کی چہار دیواری کے اندر دوکان تعمیر کی جاسکتی ہے؟ جواب یہ ہے کہ نہیں۔ عالم گیری میں ہے:

قیم المسجد لایحوز له ان یبني حوانیت حد فی المسجد او فناءه۔ (۵۰۲/۲)
مسجد کا انتظام کار مسجد کی حد میں یا اس کے گھن میں دوکان نہیں بناسکتا۔

اسی میں مبسوط سے ہے: "لان المسجد اذا جعل حانوتا ومسکنا تسقط حرمتہ بهذا لایحوز والفناء تبع المسجد فیکون حکمہ حکم المسجد" (۵۰۲/۲)
مسجد کو دوکان یا مکان بنایا جائے تو مسجد کی بے حرمتی ہوگی اور یہ جائز نہیں اور مسجد کا گھن بھی مسجد کا تابع ہے۔ لہذا اس کا حکم بھی مسجد کا ہی ہوگا۔

اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فتاویٰ رضویہ جلد ششم میں فرماتے ہیں:
اور یہ خیال کہ بہت سی مسجدوں میں مکان پیش امام اور موزن کی سکونت کیلئے بنے ہوئے ہیں۔ نفع نہ دے گا۔ علماء نے تصریح فرمائی: کہ مسجد بن جانے سے پہلے اگر بانی مسجد ایسا کوئی مکان بنادے تو جائز ہے۔ اس کے بعد اگر خود بانی بنانا چاہے۔ تو اجازت نہ دیں۔

تو سابق متولی نے بھی جو دوکانیں مسجد کی چہار دیواری کے اندر بنائیں ناجائز ہوں گی۔ اور جواب بننے کی ناجائز ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی منو ۲۶ جمادی الاخریٰ ۱۴۱۳ھ
(۱۰۷) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع تین اس مسئلہ میں کہ

محمد یسین نے اپنی زمین اور زمین پر بنے ہوئے کمرے کی بیع مسجد بنانے کے لیے منتظمین کے ہاتھ بیچ کیا۔ کمرے کے ملکہ کے لیے بہ اتفاق فریقین طے ہوا کہ یہ بیع سے مستثنیٰ ہے اور اس کو محمد یسین لے لیں گے۔ کمرے کی مغربی دیوار جو محمد لیس اور غلام محمد کے درمیان مشترک تھی جس پر محمد یسین اور غلام محمد دونوں نے اپنے اپنے مکان کی چھت ڈال رکھی تھی اس کا بیع میں شامل ہونے نہ ہونے کا کوئی ذکر نہ تھا۔

مگر بیع نامہ لکھتے وقت آراضی بیع کے رقبہ میں مشترک دیواروں کا رقبہ اندازہ سے شامل کر لیا گیا۔ جب مسجد کی تعمیر شروع ہوئی تو منتظمین نے محمد لیس کو نہ تو کمرہ کی چھت کا ملکہ ہی دیا، نہ غلام محمد کے ساتھ مشترکہ دیوار کا لحاظ کیا مسجد کی دیوار کی نیو تو مشترکہ دیوار کی جڑ سے کھدی اور اس پر دیوار کی چٹائی ہوئی

مگر اب یہ ارادہ ہے کہ آدھی دیوار کو مسجد کی ملک کا میرے آنگن کی طرف مسجد کا بار چہ اور روشندان رکھنا چاہتے ہیں۔ اسی صورت میں شرعی حکم سے آگاہ کیا جائے۔

استفتیٰ بقلم خود محمد بھیرہ پوسٹ ولید پور ضلع شعر

الجواب

صورت مسئلہ میں فریقین کو یہ تسلیم ہے کہ غلام محمد کے مکان اور محمد لیس کے دکنی حصہ مکان بیعہ بحق رضا مسجد کے درمیان کی دیوار مشترکہ ہے۔

اب تنقیح یہ قائم ہوئی ہے کہ مسجد والوں نے محمد لیس سے جو عقد بیع کیا اس میں اس مشترکہ دیوار کا جز حصہ شامل ہے یا نہیں؟ مسجد والوں کے جن دلائل کا سوال میں ذکر ہے۔ اس سے یہ ظاہر ہے کہ وہ حصہ بھی بیع میں شامل ہے اور سائل بھی اپنی تائید میں جو بات ذکر کر رہا ہے کہ محمد یسین سے معاملہ کرتے وقت اس جز حصہ کا نام نہیں لیا گیا۔ یہ بات بھی اس حصہ کے بیع میں شامل ہونے کے منافی نہیں۔

ہدایہ میں ہے: من باع دارا دخل بناءها فی البیع وان لم یسمہ۔ (۲۵/۳)

جس نے گھر بیچا تو اس کی بنائے یعنی دیوار اور چھت بھی بیع میں داخل ہے۔

اگرچہ تصریح کے ساتھ دیوار اور چھت کا نام نہ لیا گیا ہو۔ الغرض ظاہر یہی ہے کہ وہ جزء مشترک بھی بیع میں داخل ہے۔

اور ایسے جزء مشترک کی بیع بلا اجازت شریک فاسد ہے۔ مشتری اور بائع دونوں پر اس کا توڑنا ضروری ہے۔ درمختار میں ہے:

فصح له بیع حصته من غیر شریک بلا اذن الا فی صورة الخلط۔ (۳۶۴/۶)

حصہ مشترک کو شریک کے علاوہ کسی فرد کے ہاتھ بیچ سکتے ہیں اس کے لیے شریک کی اجازت کی بھی ضرورت نہیں، ہاں جب دونوں کے حصے باہم مخلوط ہو جائیں تو بے اجازت شریک بیع منع ہے۔

چنانچہ شامی میں ہے: فناءه لایحوز البیع من غیر شریک بلا اذنه۔ (۳۶۴/۶)

اسی میں ہے: یومثل الخلط والاختلاط بیع مافیہ ضرر علی الشریک او البائع

(۳۶۴/۶)

او المشتري۔

اور خلط ہی کی طرح اس صورت میں بھی حصہ مشترک کی بیع ناجائز ہے جس میں شریک یا بائع یا مشتری کسی کا ضرر ہو۔

کبیع الحصۃ من البناء او الغرس او بیت معین من دار مشترکۃ۔ (۳۶۴/۶)

اس کی مثال یہ ہے کہ جیسے مشترک دیوار یا چھت یا درخت کی بیج ایک مشترک مکان میں کمرہ معین کی بیج۔ شامی میں ہے: کبناء و شجر و زرع مشترك صنيعة يقتضي ان هذا من قبيل الخلط وليس كذلك انما توقف البيع فيه من الاجنبى على اذن شريكه لتضرر الشريك بالقلع والهدم۔ (جلد ۶ ص ۳۶۴)

صاحب در مختار نے ممنوع بیج کی مثال میں بناء و شجر و زرع مشترك کا نام لیا ان کی عبارت کے سوق سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بیج مخلوط کی مثال ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے یہاں بیج موقوف ہونے کی وجہ اکھاڑنے اور ڈھانے میں شریک کو ضرر پہنچتا ہے۔ اور مشترک دیوار بھی انہیں چیزوں میں شمار ہوتی ہے جس میں شریک کی اجازت کے بغیر اجنبی سے بیج میں شریک کا ضرر ہے۔

چنانچہ شامی میں ہے: فان كان الحادث يحتمل القسمة وعليه حمولة لهما او لاحدهما فان القسمة في العرصه لا يضر الاخر ولو عريضة اذ لكل منهما حق في كل العرصه وهو وضع الحذوع على جميع الحائط۔ (۴۰۲/۶)

دیوار دو آدمیوں میں مشترک ہو اور قابل تقسیم ہو۔ مگر اس پر دونوں یا کسی ایک کی چھاجن ہو اور ایک شریک دیوار کی تقسیم کا مطالبہ کرے اور دیوار چوڑی اور قابل تقسیم ہو تب بھی دوسرے شریک کو تقسیم پر مجبور نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ دونوں شریکوں کا پوری دیوار پر کڑی رکھنے کا حق ہے۔

پس مذکورہ بالا نصوص کی روشنی میں ہمارے نزدیک مسئلہ نصف دیوار کی بیج مسجد کے حق میں غلام محمد کی اجازت کے بغیر صحیح نہیں اور سائل کے اس قول کی کہ اس نے دیوار کے نصف حصہ کو محمد طہین سے بعد میں خریداصحت وعدم صحت کا فیصلہ اسی نتیجہ کی روشنی میں ہوگا۔ مسجد والوں نے یہ بہت اچھا کیا کہ مسجد کی تعمیر اس حصہ میں کی جو شرکت سے پاک تھا اور مشترک دیوار والے حصہ کو چھوڑ دیا کیونکہ وہ اگر اس کو بھی شریک کر لیتے تو مسجد مسجد ہی نہ رہتی۔

فتاویٰ رضویہ جلد ہشتم ص ۴۵۳ میں ہے:

سوال: مسجد کی دیوار میں ہم سب کے ساتھ مشترک کرنا جائز ہے؟

الجواب: اللہ عزوجل فرماتا ہے: ان المساجد لله۔ مسجدیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں، مسجد ہونے کے لیے لازم ہے کہ وہ اپنی شش جہت میں جمیع حقوق سے منزہ ہو اگر اس کے کسی حصہ میں بھی ملک عبد باقی ہے تو وہ مسجد نہ ہوگی۔

اور آئندہ بھی اسی میں خیر ہے کہ اس حصہ میں نہ مسجد کا روشن دان رکھیں نہ کارنس اور پارچہ کہ یہ تو پھر اسی کا اختیار کرنا ہوا جس سے بنیاد رکھتے وقت پرہیز کیا گیا تھا۔ مذکورہ بالا تفصیلات کے ضمن مکان کے حلیہ کا حکم بھی معلوم ہو گیا کہ اگر بیچتے وقت اس کا استثناء کیا گیا تھا۔ تو اس کا حق محمد طہین کا ہے ورنہ نہیں۔ یہاں تک ہم نے بنیادی باتوں کا جواب دے دیا ہے۔ اس کے علاوہ جو کچھ مذکور ہے۔ ہمارے خیال میں وہ ایک دوسرے کو الزام دینے کے لیے ہے اور فریق مخالف کو بھی سائل سے اس قسم کی بہت سی شکایتیں ہو سکتی ہیں۔

پس بہتر تو یہ ہے کہ کسی کے جرم و گناہ کا ثبوت فراہم کرنے اور اس کا شرعی حکم معلوم کرنے کے بجائے ہر ہر آدمی اپنی اپنی کوتاہیوں پر نظر کرے اور اللہ تعالیٰ کے حضور میں توبہ و استغفار کرے اور آئندہ نیک چلن کا عہد کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم عبداللہ النان اعظمی شمس العلوم گھوسی مؤ ۳ رذوالقعدہ ۱۴۱۳ھ

(۱۰۸) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ دو منزلہ مسجد تعمیر کی گئی اس بناء پر کہ منزل ثانی میں مصلیٰ رہے گا لیکن ضعیف حضرات کے لیے مسجد ثانی پر جانا دشوار ہے اس دشواری کے پیش نظر کیا پانچ وقتہ نماز کے لیے پہلی منزل میں مصلیٰ اور عیدین میں دوسری منزل میں مصلیٰ منتقل کیا جاسکتا ہے یا نہیں۔ بنیاد تو جروا المستفتی سید احمد رضا کافی، غریب نواز مسجد، قل بازار، سید امین روڈ، سان کی مہاراشٹر

الجواب

مسجد دو منزلہ ہے تو ہر نماز میں امام کا مصلیٰ چلی منزل پر بچھنا چاہئے جب چلی منزل بھر جائے تو مقتدی دوسری منزل پر جاسکتے ہیں۔

عالم گیری میں ہے: "الصعود على سطح كل مسجد مكروه ولهذا اذا شئت الحريكة ان يصلوا بالجماعة فوقه الا اذا ضاق المسجد فحيث لا يكره الصعود للضرورة"

ہر مسجد کی چھت پر چڑھنا مطلقاً مکروہ ہے اس لیے تیز گرمی کے وقت اگر اوپر جماعت کرنا چاہیں تو مکروہ ہے ہاں چلی منزل بھر جائے تو اوپر منزل پر مقتدیوں کا جانا مکروہ نہ ہوگا کہ چھت پر چڑھنا ضرورۃ ہوا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم عبداللہ النان اعظمی شمس العلوم گھوسی مؤ ۹ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۹ھ

(۱۰۹) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ زید نے اپنی دکان کا افتتاح کرایا جس میں خوشیوں کا مظاہرہ کرتے ہوئے غیر مسلموں کو بلوایا اور مسجد کے اندر بیٹھا کر مٹھائی وغیرہ سے ضیافت کی، اس میں تین باتیں لائق طلب ہیں اول تو یہ ہے کہ غیر

مسلم کا مسجد میں کھانا کیسا ہے؟ دوم: مسجد میں کھلانے والے مسلم پر شریعت کا کیا حکم نافذ ہوتا ہے۔ سوم: ان کافروں کی غیافت کے چکر میں اذان وقت سے دس منٹ تاخیر سے ہوئی۔

قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرما کر عند اللہ ماجور ہوں اور شکر یہ کا موقع عنایت فرمائیں۔
المستفتی عبدالوحید لاڑپور کیتھون (راجستھان)

الجواب

مسجد کا وہ حصہ جو نماز پڑھنے کے لیے بنایا گیا ہے اس میں ہندو مسلمان کسی کی تخصیص نہیں اعکاف کرنے والے کے علاوہ کسی کو اس میں سونا اور کھانا منع ہے۔

عالمگیری میں ہے: ”یکره الاکل والنوم فیہ لغیر المعتکف“

غیر مسلمانوں کو مسجد میں لیجانے کی ممانعت قرآن شریف میں ہے۔

ارشاد الہی ہے: ﴿إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عِلْمِهِمْ بِهَذَا﴾

[التوبة: ۲۸]

بلکہ مسجد کا محن اور احاطہ بھی مسجد کے حکم میں ہے اس میں کوئی دکان بنانا یا مکان بنانا ایسے کام کرنا جو گھروں میں کرنے کے ہیں جیسے یہی دعوت عام جس کا سوال میں ذکر ہے سب ناجائز اور منع ہیں۔

حدیث شریف میں ہے: ”ان هذه المساجد لم تبني لهذه“ مسجد اس قسم کے کام کے لیے نہیں ہے۔ عالمگیری میں ہے: ”قیم المسجد لایحوز له ان یبني حوانیت فی المسجد او فناءه لان المسجد اذا جعل حانوتا او مسکنا تسقط حرمة و هذا لایحوز والفناء تبع للمسجد

فیكون حکمه حکم المسجد“

(۵۰۲/۲)

مسجد کے منتظم کو مسجد کے اندر یا اس کے احاطہ میں مکان اور دوکان بنانا نہیں چاہئے کہ اس سے مسجد کی بے حرمتی ہوگی اور محن اور احاطہ بھی مسجد کے تابع ہے تو ان کا حکم بھی وہی ہوگا زید کو اپنی اس حرکت سے توبہ کرنی چاہئے اور آئندہ احتیاط کرنا چاہئے۔ ہاں اگر دوکان کا رخ باہر کی طرف ہو اور اس میں آنے جانے کا راستہ بھی باہر کی طرف سے ہی ہو اور اس نے دوکان کرایہ پر لی ہو تو اپنی دوکان میں اسے اس قسم کے افعال سے نہیں روکا جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی منو ۹ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۹ھ

(۱۱۰-۱۲۶) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین سوالات ذیل میں کہ

(۱) کوئی کافر اپنی زمین کو اپنی ملک رکھتے ہوئے اگر مسجد کو دے تو وہ شرعاً مسجد ہوگی یا نہیں۔

(۲) اگر وہ اس زمین کو مسلمان کو حبیہ کر دے اور مسلمان اسے مسجد بنادے تو وہ شرعاً مسجد ہوگی یا نہیں؟

(۳) اگر وہ مسلمانوں کی مسجد کی حرمت خود کروادے تو شرعاً مسجد رہے گی یا نہیں؟

(۴) اگر وہ مسجد کے فرش کو پختہ کرنے کے لیے سمیٹ وغیرہ سامان دے اور یحییٰ ان سامانوں کو لگا کر مسجد کے فرش کو پختہ بنوایا جائے تو وہ شرعاً مسجد رہے گی یا نہیں؟ ان سامانوں کا مالک کون رہے گا؟ اس

فرش پر نماز ہوگی یا نہیں؟ ایسے سامانوں کو مسجد کے فرش کے لیے قبول کرنا مسلمانوں کو چاہئے یا نہیں؟

(۵) اگر وہ کسی مسلمان کو روپیہ دے دے اور کہے کہ اس سے مسجد کے فرش کے لیے فلاں سامان میری طرف سے خرید کر کے اسے مسجد کے فرش میں لگا دو اور وہ مسلمان ایسا کرے تو اسے قبول کرنا

چاہئے یا نہیں؟

(۶) اگر وہ کسی مسلمان کو حبیہ کر کے روپیہ کا مالک بنادے اور وہ مسلمان اس روپیہ سے سامان خرید کر کے مسجد کے فرش میں لگا دے تو یہ درست ہے یا نہیں؟

(۷) اگر وہ مسلمان کو حبیہ کر کے روپیہ کا مالک بنادے اور اس سے مسجد کی تعمیر کرنے یا مسجد کی حرمت کرنے یا اس کے فرش کو پختہ کرنے کے لیے کہہ دے اور وہ مسلمان ایسا کرے تو یہ درست ہے یا نہیں؟

(۸) مسجد یا دینی مدرسہ یا کسی دوسرے دینی کام کیلئے کسی کافر سے چندہ کی رقم یا اور کوئی سامان بطور مدد مانگنا چاہئے یا نہیں؟

(۹) اگر وہ مسجد یا مدرسہ یا کسی دوسرے دینی کام کے لیے خود سے رقم دے تو اسے قبول کرنا مسلمان کو چاہئے یا نہیں؟

(۱۰) بھارت کی کافر حکومت یا اس کے کسی محکمہ یا شہر کے میونسپل کارپوریشن سے چندہ کی رقم یا اور کوئی سامان مسجد یا دینی مدرسہ یا کسی دوسرے دینی کام کے لیے بطور مدد مانگنا چاہئے یا نہیں؟

(۱۱) مسجد یا دینی مدرسہ یا کسی دوسرے دینی کام کے لیے اگر یہ حکومت یا اس کا کوئی محکمہ یا شہر کا میونسپل کارپوریشن خود سے رقم دے تو اسے قبول کرنا مسلمان کو چاہئے یا نہیں؟

(۱۲) بھارت کا کوئی کافر اگر مسجد یا دینی مدرسہ یا کسی دینی کام کے لیے از خود کوئی رقم دے اور دے کرا حسان جتائے تو مسلمان کو اسے قبول کرنا چاہئے یا نہیں؟

(۱۳) اگر وہ مسجد یا دینی مدرسہ یا کسی دوسرے دینی کام کے لیے از خود کوئی رقم یا سامان دے دے کرا حسان جتائے تو مسلمان کو اس کا قبول کرنا چاہئے یا نہیں؟ کیا کافر لوگ ایسا کر کے اسے اپنا احسان

سمجھیں گے؟

(۱۴) بھارت کی کافر حکومت یا اس کا کوئی محکمہ یا شہر کا میونسپل کارپوریشن مسجد یا مدرسہ یا کسی دوسری دینی کام کے لیے خود سے رقم یا کوئی سامان اگر دے تو جن حکام کے ذریعہ سے وہ رقم یا سامان ملے کیا وہ لوگ اسے اپنا احسان سمجھیں گے؟

(۱۵) بھارت کی کافر حکومت یا اس کا کوئی محکمہ یا شہر کا میونسپل کارپوریشن مسجد یا مدرسہ یا کسی اور دینی کام کیلئے خود سے رقم اگر دے اور جن حکام کے ذریعہ سے وہ رقم یا سامان دے وہ لوگ اسے نیاز مندانه طور پر پیش کریں تو اس کا قبول کرنا مسلمان کو چاہئے یا نہیں؟ کیا وہ لوگ اسے نیاز مندانه طور پر پیش کریں گے۔

(۱۶) اگر کسی مسجد کے شہید ہو جانے کا اندیشہ ہو اور مسلمانوں میں اس کی مرمت کی طاقت نہ ہو تو ایسی حالت میں کسی کافر یا کافر حکومت یا اس کے محکمہ یا شہر کے میونسپل کارپوریشن کا روپیہ لگانا جائز ہے یا نہیں؟

(۱۷) موجودہ زمانے میں یہ دیکھا جا رہا ہے کہ بھارت میں حکومت کے محکموں سے دینی مدرسوں کیلئے مسلمان لوگ ایڈ یعنی مدد مانگ کر لیتے ہیں اور جیسا کہ ہمارے بعض اکابر کو حضرت علامہ بدرالدین احمد صاحب گورکھپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بتایا تھا اتر پردیش کے مدارس عربیہ کے ایک سابق انسپکٹر نے خود سے ضلع بستی کے ایک ایڈ نہ لینے والے مدرسے کے ذمہ داران سے کہا تھا کہ آپ لوگ ایک درخواست دے دیں، میں ایڈ دلا دوں گا، اسی طرح کہا جاتا ہے کہ انہوں نے خود سے دیا لیکن حقیقت یہ ہوتی ہے کہ ان کے کہنے پر مسلمان درخواست دیتے ہیں۔ یہ حکام ہرگز نیاز مندانه طور پر ایسا نہیں کرتے ہیں۔ حکومت گیزٹ (گزٹ) میں شائع کرتی ہے کہ ہم نے فلاں فلاں اسلامی مدرسوں کو اتنا اتنا دیا ہے جن حکام کے ذریعہ سے رقیں ملتی ہیں وہ لوگ احسان جتاتے ہیں جیسا کہ بعض اکابر سے معلوم ہوا ہے۔ ۱۹۷۷ء، ۱۹۷۸ء میں اتر پردیش کے ایڈ پانے والے مدرسوں کو حکومت کی طرف سے آرڈر آیا۔ کہ مدرسوں میں ”جن گن من“ گایا جائے۔ اگرچہ اس پر سختی نہیں کی گئی۔ مدرسوں کے ذمہ داران جو حکومت سے روپیہ وصول کرتے ہیں خود نیاز مندانه طور اپنا پتے رہتے ہیں اور ہر سال ۲۰ کتوبر کو گاندھی جینتی کی تعطیل کرتے ہیں۔

(۱۸) اسی طرح معلوم ہوا کہ اڑیسہ میں حضور مجاہد ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی درگاہ کے احاطے میں کام کے لیے وہاں کسی ممبر اسمبلی کے ذریعہ حکومت سے رقم لی گئی احاطہ میں ان کے نام کا کتبہ لگایا گیا ایسے غیر مسلم کا نیاز مندانه طور پر استقبال کیا گیا، حد ہے کہ اس کے استقبال میں تالیاں بجائی گئیں، اسی طرح معلوم ہوا ہے کہ ۱۹۹۸ء میں درگاہ مذکور کے سامنے سڑک پر اپنے کو مسلم کہنے والے نے ایسے غیر مسلم کو پھولوں کا ہار پہنایا، پھر بھارت کے دستور میں یہ ہے کہ بھارت کی گورنمنٹ پارلیا منٹ، بھارت کی

ریاستوں کی حکومتیں، ان کے مجالس قانون ساز اور بھارت کی عملداری اور اس کے تسلط کے تحت جتنے بھی حکام ہیں، وہ سب بھارت کی عملداری کے اندر باشندگان کیلئے ایک یکساں سول کوڈ کو مضبوطی سے لگانے کے لیے جدوجہد کریں گے۔ (آرٹیکل نمبر ۳۲)

اس کے لیے بھارت کی مرکزی حکومت اس کی ریاستوں کی حکومتیں اور حکام جدوجہد میں لگے ہوئے ہیں، یکساں سول کوڈ وضع لگانے کو حکومت غیر مناسب تصور کرتی ہے، اسی لیے اس کی راہ ہموار کرنے میں حکومت لگی ہوئی ہے۔ مثلاً اتر پردیش میں، اڑیسہ میں اور دوسری ریاستوں میں بھی نہیں معلوم شہروں کے کتنے مسلم علاقوں کو لیڈرز وارڈ بنا دیا گیا ہے جہاں کے میونسپل کارپوریشن میں صرف عورت ہی کارپوریٹر بن سکتی ہے، چنانچہ کچھ روز پہلے مجبوراً مسلم خواتین ایکشن میں کھڑی ہو گئیں، معلوم ہوا ہے کہ بزرگ کہلانے والے، لیکن درحقیقت شریعت اسلامیہ کی اہانت کرنے والے بعض اشخاص نے ایسی عورتوں کو دعائیں بھی دیں۔ اس وارڈ سے صرف عورتیں ہی کھڑی ہو گئی اس پابندی کے عائد کرنے کے نتیجے میں عورتیں ایکشن لڑتی پھر رہی ہیں۔ بے پردہ یا ہر گھوم رہی ہیں، غیر مسلم مردوں کے ساتھ ان کا اٹھنا بیٹھنا چاہو ہے، اس طرح مسلم معاشروں کے مسلم اقلیتی کردار کو ختم کرنے میں حکومت اور میونسپل کارپوریشن لگے ہوئے ہیں، یہی حکومتیں اور میونسپل کارپوریشن ایک طرف مسجدوں اور مدرسوں کو رقم دے رہی ہیں اور دوسری طرف مسلم معاشروں کی اسلامی روح کو نکال کر باہر پھینک رہی ہیں، اتر پردیش کے ایڈ لینے والے دینی مدرسوں کے ذمہ داران خود غیر مسلم حکام کے روبرو نیاز مندانه طور اپنا پتے رہتے ہیں۔ حکومت کے اس قسم کے اقدامات کے خلاف کچھ بولنے کی ان میں ہمت نہیں مسلم محلوں کو زنا نہ وارڈ بنانے کے خلاف وہ لوگ بھی کچھ کر سکے اور خاموش تماشائی بن کر بیٹھے رہے۔

اڑیسہ کے مسلمان لوگ بھی حکام کے روبرو خوب نیاز مندی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ وہ لوگ زنا نہ وارڈ بنانے پر کچھ نہ کر سکے، کچھ لوگ ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھے رہے اور کچھ لوگوں نے نیاز مندی میں حکومت کے اس پروگرام کو کامیاب بنانے کے لیے سعی بلیغ کی۔ نتیجے میں اب یہ طریقہ ہمیشہ کے لیے قائم ہو گیا۔ اسی طرح یہ حکومتیں اور حکام مسجد والوں کو اور مدرسہ والوں کو مسجد اور مدرسہ کے لیے تھوڑا سا چارہ دیتے ہیں اور جب ان کو نیاز مند بنا لیتے ہیں تب اسلامی معاشروں کے مسلم اقلیتی کردار کو بر باد کر کے یکساں سول کوڈ کی راہ کو ہموار کرتے ہیں۔ آئے دن سننے میں آتا ہے کہ حکومت مسلم پرسنل لا میں مداخلت کرنے جا رہی ہے۔ خدا نہ کرے، اگر یہی حال رہا کہ مسلمانوں کی ایک اچھی خاصی تعداد نے حکومت اور حکام کے سامنے زانوائے نیاز مندی کو ٹیک دیا۔ مسلم پرسنل لا میں مداخلت ہوئی اور یکساں سول کوڈ نافذ کیا گیا تو

سمجھیں گے؟

(۱۳) بھارت کی کافر حکومت یا اس کا کوئی محکمہ یا شہر کا میونسپل کارپوریشن مسجد یا مدرسہ یا کسی دوسری دینی کام کے لیے خود سے رقم یا کوئی سامان اگر دے تو جن حکام کے ذریعہ سے وہ رقم یا سامان ملے کیا وہ لوگ اسے اپنا احسان سمجھیں گے؟

(۱۴) بھارت کی کافر حکومت یا اس کا کوئی محکمہ یا شہر کا میونسپل کارپوریشن مسجد یا مدرسہ یا کسی اور دینی کام کیلئے خود سے رقم اگر دے اور جن حکام کے ذریعہ سے وہ رقم یا سامان ملے وہ لوگ اسے نیاز مندانہ طور پر پیش کریں تو اس کا قبول کرنا مسلمان کو چاہئے یا نہیں؟ کیا وہ لوگ اسے نیاز مندانہ طور پر پیش کریں گے۔

(۱۵) اگر کسی مسجد کے شہید ہو جانے کا اندیشہ ہو اور مسلمانوں میں اس کی مرمت کی طاقت نہ ہو تو ایسی حالت میں کسی کافر یا کافر حکومت یا اس کے محکمہ یا شہر کے میونسپل کارپوریشن کا روپیہ لگانا جائز ہے یا نہیں؟

(۱۶) موجودہ زمانے میں یہ دیکھا جا رہا ہے کہ بھارت میں حکومت کے محکموں سے دینی مدرسوں کیلئے مسلمان لوگ ایڈ یعنی مدد مانگ کر لیتے ہیں اور جیسا کہ ہمارے بعض اکابر کو حضرت علامہ بدر الدین احمد صاحب گورکھپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بتایا تھا اتر پردیش کے مدارس عربیہ کے ایک سابق انسپکٹر نے خود سے ضلع بستی کے ایک ایڈنہ لینے والے مدرسے کے ذمہ داران سے کہا تھا کہ آپ لوگ ایک درخواست دے دیں، میں ایڈ دلا دوں گا، اسی طرح کہا جاتا ہے کہ انہوں نے خود سے دیا لیکن حقیقت یہ ہوتی ہے کہ ان کے کہنے پر مسلمان درخواست دیتے ہیں۔ یہ حکام ہرگز نیاز مندانہ طور پر ایسا نہیں کرتے ہیں۔ حکومت گیزٹ (گزٹ) میں شائع کرتی ہے کہ ہم نے فلاں فلاں اسلامی مدرسوں کو اتنا اتنا دیا ہے جن حکام کے ذریعہ سے رقمیں ملتی ہیں وہ لوگ احسان جتاتے ہیں جیسا کہ بعض اکابر سے معلوم ہوا ہے۔ ۱۹۷۷ء، ۱۹۷۸ء میں اتر پردیش کے ایڈ پانے والے مدرسوں کو حکومت کی طرف سے آرڈر آیا۔ کہ مدرسوں میں ”جن گن من“ گایا جائے۔ اگرچہ اس پر سختی نہیں کی گئی۔ مدرسوں کے ذمہ داران جو حکومت سے روپیہ وصول کرتے ہیں خود نیاز مندانہ طور پر پانے رہتے ہیں اور ہر سال ۲۸ اکتوبر کو گاندھی جینتی کی تعطیل کرتے ہیں۔

(۱۸) اسی طرح معلوم ہوا کہ اڑیسہ میں حضور مجاہد ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی درگاہ کے احاطے میں کام کے لیے وہاں کسی ممبر اسمبلی کے ذریعہ حکومت سے رقم لی گئی احاطہ میں ان کے نام کا کتبہ لگایا گیا ایسے غیر مسلم کا نیاز مندانہ طور پر استقبال کیا گیا، حد ہے کہ اس کے استقبال میں تالیاں بجا کی گئیں، اسی طرح معلوم ہوا ہے کہ ۱۹۹۸ء میں درگاہ مذکور کے سامنے مڑک پر اپنے کو مسلم کہنے والے نے ایسے غیر مسلم کو پھولوں کا ہار پہنایا، پھر بھارت کے دستور میں یہ ہے کہ بھارت کی گورنمنٹ پارلیا منٹ، بھارت کی

ریاستوں کی حکومتیں، ان کے مجالس قانون ساز اور بھارت کی عملداری اور اس کے تسلط کے تحت جتنے بھی حکام ہیں، وہ سب بھارت کی عملداری کے اندر باشندگان کیلئے ایک یکساں سول کوڈ کو مضبوطی سے لگانے کے لیے جدوجہد کریں گے۔ (آرٹیکل نمبر ۳۳)

اس کے لیے بھارت کی مرکزی حکومت اس کی ریاستوں کی حکومتیں اور حکام جدوجہد میں لگے ہوئے ہیں، یکساں سول کوڈ دفعہ لگانے کو حکومت غیر مناسب تصور کرتی ہے، اسی لیے اس کی راہ ہموار کرنے میں حکومت لگی ہوئی ہے۔ مثلاً اتر پردیش میں، اڑیسہ میں اور دوسری ریاستوں میں بھی نہیں معلوم شہروں کے کتنے مسلم علاقوں کو لیڈ بزدل وارڈ بنادیا گیا ہے جہاں کے میونسپل کارپوریشن میں صرف عورت ہی کارپوریشن بن سکتی ہے، چنانچہ کچھ روز پہلے مجبوراً مسلم خواتین الیکشن میں کھڑی ہو گئیں، معلوم ہوا ہے کہ بزرگ کہلانے والے، لیکن درحقیقت شریعت اسلامیہ کی اہانت کرنے والے بعض اشخاص نے ایسی عورتوں کو دعائیں بھی دیں۔ اس وارڈ سے صرف عورتیں ہی کھڑی ہوگی اس پابندی کے عائد کرنے کے نتیجے میں عورتیں الیکشن لڑتی پھر رہی ہیں۔ بے پردہ باہر گھوم رہی ہیں، غیر مسلم مردوں کے ساتھ ان کا اٹھنا بیٹھنا چاہو ہے، اس طرح مسلم معاشروں کے مسلم اقلیتی کردار کو ختم کرنے میں حکومت اور میونسپل کارپوریشن لگے ہوئے ہیں، یہی حکومتیں اور میونسپل کارپوریشن ایک طرف مسجدوں اور مدرسوں کو رقم دے رہی ہیں اور دوسری طرف مسلم معاشروں کی اسلامی روح کو نکال کر باہر پھینک رہی ہیں، اتر پردیش کے ایڈ لینے والے دینی مدرسوں کے ذمہ داران خود غیر مسلم حکام کے رو برو نیاز مندانہ طور پر پانے رہتے ہیں۔ حکومت کے اس قسم کے اقدامات کے خلاف کچھ بولنے کی ان میں ہمت نہیں مسلم محلوں کو زنا نہ وارڈ بنانے کے خلاف وہ لوگ بھی کچھ کر سکے اور خاموش تماشا کی بن کر بیٹھے رہے۔

اڑیسہ کے مسلمان لوگ بھی حکام کے رو برو خوب نیاز مندی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ وہ لوگ زنا نہ وارڈ بنانے پر کچھ نہ کر سکے، کچھ لوگ ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھے رہے اور کچھ لوگوں نے نیاز مندی میں حکومت کے اس پروگرام کو کامیاب بنانے کے لیے سعی تبلیغ کی۔ نتیجے میں اب یہ طریقہ ہمیشہ کے لیے قائم ہو گیا۔ اسی طرح یہ حکومتیں اور حکام مسجد والوں کو اور مدرسہ والوں کو مسجد اور مدرسہ کے لیے تھوڑا سا چارہ دیتے ہیں اور جب ان کو نیاز مند بنالیتے ہیں تب اسلامی معاشروں کے مسلم اقلیتی کردار کو برباد کر کے یکساں سول کوڈ کی راہ کو ہموار کرتے ہیں۔ آئے دن سننے میں آتا ہے کہ حکومت مسلم پرسنل لا میں مداخلت کرنے جارہی ہے۔ خدا نہ کرے، اگر یہی حال رہا کہ مسلمانوں کی ایک اچھی خاصی تعداد نے حکومت اور حکام کے سامنے زانوئے نیاز مندی کو ٹیک دیا۔ مسلم پرسنل لا میں مداخلت ہوئی اور یکساں سول کوڈ نافذ کیا گیا تو

مثال کے طور پر ایسا قانون بھی نافذ ہو جائے گا کہ چونکہ مرد اور عورت برابری کے حق دار ہیں اور ہر میدان میں مساوات کا تقاضا رکھتے ہیں لہذا میت کے ترکہ میں سے لڑکے کو جتنا دیا جائے گا لڑکی کو بھی اتنا ہی دیا جائے گا۔ اسی طرح یہ بھی سننے میں آیا ہے کہ مسلم اقلیت سے تعلق رکھنے والے ادارہ کے مسلم اقلیتی کردار کو بھی حکومت دیکھنا نہیں چاہتی ہے۔ ایسی حالت میں بھارت کی حکومت یا اس کا کوئی محکمہ یا شہر کا میونسپل کارپوریشن اگر مسلمانوں کی مسجد کے لیے یا دینی مدرسے یا کسی دوسرے دینی کام کے لیے خود سے کوئی رقم دے تو مسلمانوں کو اسے قبول کرنا چاہئے یا نہیں؟

اسے قبول کرنا مصلحت شرعیہ کے خلاف ہوگا یا نہیں؟۔ حالات کی شدت کے پیش نظر گزارش ہے کہ براہ کرم فقہ حنفی کی مستند کتابوں سے اور اگر ہو سکے تو خصوصاً اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تصنیفات سے حوالہ دے دیں بنو اتو جروا المستسقی (مولانا) غلام صادق جیبی ۳ رصفہ المظفر ۱۴۲۰ھ

الجواب

سوال میں الجھاؤ بے ترتیبی اور بلا ضرورت تکرار و طول ہے۔ بات صرف اتنی ہے کہ کسی غیر مسلم نے چندہ ذاتی مالیت سے زمین، یا سامان، یا نقد رقم مسجد کے لیے دی، یا دوسرے امور خیر کے لیے دی تو کیا حکم ہے؟ مسجد کے لیے امداد کی چند صورتیں ہیں:

(الف) صرف زمین مسجد کو دی۔

(ب) مسجد تیار کر دی کہ یہ تمہاری نماز کے لیے ہے۔

(ج) خود ایسا کیا۔

(د) کسی دوسرے آدمی کو اپنا نائب اور وکیل بنا کر مسجد اپنی زمین میں بنوادی،

ہر حالت میں وہ مسجد نہیں ہوئی کہ مسجد بنانا غیر مسلموں کا کام نہیں یہ صرف مسلمانوں کا کام ہے۔

قرآن عظیم میں ہے: ﴿إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللَّهِ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ﴾ [التوبة: ۱۸]

مسجد بنانے اور اس کے آباد کرنے کا حق صرف مسلمانوں کا ہے۔

غیر مسلم تو خیر علیحدہ ملت ہی ہیں، وہ کلمہ کو بھی جن کی گمراہی حد کفر کو پہنچی ہو اس کی بنائی ہوئی

مسجد مسجد ہی نہیں۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۶ ص ۳۹۷)

بلکہ خالص مسلمان جسے مسجد تعمیر کرنے کا حق ہے مسجد میں صرف اپنی حلال کمائی لگا سکتا ہے، حرام

یا شرب کی رقم مسجد میں نہیں لگ سکتی۔

شامی کتاب الصلوٰۃ میں ہے: "ان الله طيب لا يقبل الا الطيب"

(د) وہ زمین، سامان، یا نقد مسلمان کو ہبہ کر دیا اور مسلمان نے اپنی طرف سے اس پر مسجد بنادی تو مسجد ہوگئی، کیونکہ ہبہ کی وجہ سے وہ سب اشیاء مسلمان کی ہو گئیں اور انہوں نے اپنی طرف سے مسجد بنائی تو یہ مسلمان کی بنائی ہوئی مسجد ہوگئی۔ (حوالہ فتاویٰ رضویہ ج ۶ ص ۳۹۶)

(۵) پرانی مسجد کی تعمیر جدید غیر مسلم نے کرا دی، یا اس کی مرمت پلاشر وغیرہ اپنے سامان سے کرا دیا، یا کسی آدمی کے ذریعہ تعمیر و مرمت کرا دی، ان سب صورتوں میں وہ مسجد ہی رہے گی کہ اصل مسجد تو زمین ہے جب ایک دفعہ وہ مسجد کر دی گئی تو قیامت تک مسجد ہی رہے گی کسی قسم کی ٹوٹ پھوٹ، اور تعمیر و مرمت سے وہ مسجد ہونے سے نہیں نکلے گی۔

البتہ وہ عمارت جو غیر مسلم نے بنائی۔ یا فرش کا پلاشر غیر مسلم کی ہی ملک رہیں گے جب اس فرش پر نماز پڑھنے کی اجازت وہ غیر مسلم دے گا، نماز بھی جائز اور وہاں نماز پڑھے گا ثواب بھی مسجد کا ملے گا۔ اور منع کرے تو وہاں نماز پڑھنا حرام ہوگی، فرش اکھاڑ کر مسلمان یا فرش بنوائیں یا زمین پر ہی نماز پڑھیں تو نماز جائز ہوگی۔ (حوالہ فتاویٰ رضویہ ج ۶ ص ۳۹۷-۳۹۸)

نوٹ: یہ دونوں قسم کی امداد نہ تو غیر مسلم سے مانگنا چاہئے، نہ از خود دیں تو قبول کرنی چاہئے۔ حدیث شریف میں ہے:

"انہی نہیت عن زبل العشر کین" (حوالہ فتاویٰ رضویہ ج ۶ ص ۳۹۷ و ۳۹۸)

ہاں ایک استثنائی صورت یہ ہے کہ مسجد منہدم ہو رہی ہو اور مسلمانوں میں تعمیر کی سکت نہ ہو اور غیر مسلم مدد کرنا چاہے تو مدد قبول کر سکتے ہیں۔ (حوالہ فتاویٰ رضویہ ج ۶ ص ۳۹۹)

(و) یہاں تک جو کچھ ذکر ہوا مسجد میں غیر مسلم کے ذاتی مالیت دینے یا سامان و رقم صرف کرنے کا تھا، ایک صورت یہ ہے کہ وہ زمین سرکاری ہو جسے حکومت یا اس کے ادھیکاری کبھی بطور خود مسجد کے لیے دیدیتے ہیں۔ کبھی مسلمانوں کو درخواست دینی اور کوشش کرنی پڑتی ہے اور کبھی مسلمان ایسی پڑی ہوئی زمین پر قبضہ کر لیتے ہیں اور مسجد بنا دیتے ہیں۔ ان تینوں صورتوں میں کسی صورت سے مسجد بنی وہ مسجد ہو جائے گی۔ ایسی زمین کو جی۔ ایس یا نزول کی زمین کہتے ہیں۔

شریعت کے نزدیک ایسی زمین کے مالک اللہ و رسول ہیں۔

حدیث شریف میں ہے:

"ان عادى الارض لله ورسوله" (فتاویٰ رضویہ ج ۶ ص ۳۵۹)

الف: (۲) دوسرے امور خیر جو ہندوؤں کے نزدیک بھی بھلائی کے کام ہوں۔ جیسے غریبوں کی

مدویا تعلیم اور طبی امداد کے لیے تو غیر مسلم بھی اپنی زمین وقف کر سکتا ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۶ ص ۳۳۸)
ب: غیر مسلم اوقاف کی تعمیر و مرمت کر سکتا ہے اور اس کے لیے چندہ دے سکتا ہے بشرطیکہ اس سے وہ اپنا استحقاق نہ ثابت کرے اس پر اپنا احسان نہ جائے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۶ ص ۳۵۸)

حدیث شریف میں ہے: "انا لانستعین بمشرك"

ہاں نیا تو مندی سے دے تو لے سکتے ہیں۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۶ ص ۳۶۰ و ۵۰۶)

ج: گورنمنٹ مسلم ہو یا غیر مسلم ایسی امداد بصورت زمین یا سامان، یا رقم دے تو اس کا لینا جائز ہے اس میں شرعاً کوئی حرج نہیں۔ کہ ایسی سرکاری زمین اور رقم میں پبلک کا حق ہوتا ہے۔
فتاویٰ رضویہ ہفتم ص ۱۸۴ میں ہے۔

اصل یہ ہے کہ بیت المال خواہ اسلامی ہو یا غیر اسلامی جب اتباع انتظامات شرعیہ نہ کرے تو اہل استحقاق مثلاً طلبہ علم دین کہ اپنا وقت خدمت دینیہ مثلاً درس و تدریس و وعظ و افتاء و تصنیف میں صرف کر رہے ہیں اگرچہ لکھو کھا رو پیے کے مالک اغنیاء کثیر المال ہوں، اور وہ یتیم لٹے اندھے فقراء و مساکین جو کچھ اسے برضائے سلطنت، بے غدر و فتنہ وار تکاب جرائم پائیں ان کے لیے جائز ہے اگرچہ دینے والا کسی دوسری وجہنا جائز کے نام سے دے۔

تو فتویٰ یہ ہوا کہ گورنمنٹ کی ایسی امداد مستحقین کے لیے جائز ہے، گورنمنٹ جس نام سے بھی دے یہ مسئلہ امداد کا نہیں استحقاق کا ہے۔ گورنمنٹ اس کا نام امداد اور ایڈمنی کیوں نہ رکھے۔ اپنے حق کے لیے آدمی لڑ سکتا ہے خوشامد و خفاش کی ضرورت ہو تو وہ بھی کر سکتا ہے تو فتویٰ کا حکم یہ ہوا۔

اور جو کچھ آپ نے حضرت مولانا بدر الدین صاحب علیہ الرحمہ سے متعلق لکھا وہ تو فتویٰ تھا۔ اصحاب فتویٰ ہماری قوم کے قابل فخر نفوس قدسیہ ہیں، ہم ان پر جتنا ناز کریں کم ہے اور آج جو اللہ کا قلع بندہ ان کے نقش قدم پر چلتا ہے وہ انتہائی قابل ستائش ہے مگر مسلمانوں میں جو کمزور دل و دماغ والے ہیں علمائے کرام ہی کیوں نہ ہوں تو کل و اعتماد علی اللہ کا تو شان کے پاس نہیں وہ اگر فتویٰ پر عمل نہیں کر سکتے اور اگر از روئے فتویٰ ایسی رقوم وصول کرنے کی اجازت ملتی ہے اور وہ اسی پر عمل کرتے ہیں تو انہیں کیوں الزام دیا جائے اور ملامت کی جائے۔

مگر رونا تو یہ ہے کہ اہل مدارس خواہ ارکان کے دائرے کے ہوں یا ملازمین کے گروپ میں۔ آج ان کے بارے میں اخباروں اور بازاروں میں جو افواہیں گشت کر رہی ہیں کس درجہ افسوس ناک و نفرت انگیز ہیں مثلاً۔

(۱) کتنے ایسے ارکان ہیں کہ مدرسہ ان کی جیب میں رہتا ہے، پورے سال کا نقد کا پیٹ بھرتے رہتے ہیں۔ نہ مدرسہ نہ طلبہ نہ ملازمین، صرف اہل کاروں کی ملی بھگت سے جملہ امدادی رقوم حاصل کرتے رہتے ہیں۔

(۲) اور جن کے پاس مدرسہ ملازمین اور طلبہ ہیں۔ ان کے یہ انداز ہیں کہ تقرری ملازمین کیلئے تمام کاغذی کاروائیاں مکمل کی جاتی ہیں۔ مگر ملازمت لیاقت اور اہلیت کی بنیاد پر نہیں دی جاتی۔

(۳) طلبہ کا وظیفہ گورنمنٹ کے گودام اور خزانے سے ضرور نکالا جاتا ہے، تقسیم کے رجسٹر میں اندراج بھی ہوتا ہے مگر طلبہ کو شکایت ہے کہ معلوم نہیں کہ وظیفہ کیا ہوا۔

(۴) ملازمت کی دو چار فاضل اسمائیاں بھی منظور کرائی جاتی ہیں۔ مگر جس کے نام سے منظوری پہنچائی جاتی ہے وہ کہیں اور ملازم ہے اور اس کے نام کی دستخط کوئی اور کرتا ہے اور رقم ملکر بانٹ کھاتے ہیں اور کبھی بالابہی بالا اڑ جاتی ہے۔

(۵) جو افراد ملازمین کے دائرے میں آتے ہیں۔ ان کے بہت سارے اوقات منظمہ سے صف آرائی میں گزر جاتے ہیں۔ تعلیم کا معاملہ کھٹائی میں پڑا ہوتا ہے، کبھی تاخیر سے آئے یا غیر حاضر رہے مگر رجسٹر پر باقاعدہ دستخط موجود ہے جو کچھ احتیاط برتتے ہیں تو رخصت عالت لے لیتے ہیں حالانکہ خوب تندرست اور صحت مند ہوتے ہیں۔ بعض اراکین و ملازمین اپنے اعزہ اقرباء کو مدرسہ میں بھر دیتے ہیں بلکہ اپنے لڑکے کو ملازمت دلا دیتے ہیں اور جب ان کی انگوٹری ہوتی ہے تو حلف نامہ لگا دیتے ہیں کہ میرا لڑکا نہیں انا للہ وانا الیہ راجعون۔

(۶) بعض معاملات میں طلبہ کی شرکت بھی ہوتی ہے، فارم کسی اور کے نام سے بھرا جاتا ہے اور سنٹر پر کوئی دوسرا لڑکا اس کے نام سے امتحان دیتا ہے، مدرسہ میں پڑھنے والے ریگولر طلبہ نہ ہوں تو فارم بھرنے کے وقت بھاڑے کے طلبہ تلاش کئے جاتے۔

خدا کرے یہ افواہیں غلط ہی ہوں۔ لیکن خدا نخواستہ ان میں دو چار باتیں ہی صحیح ہوں تو کس درجہ خلاف شرع و قابل شرم اور غلط ہیں۔ اگر آپ سے ہو سکے تو اس کے خلاف تحریک چلائیے مابین مدارس کوئی تنظیم قائم کیجئے اور کچھ بھی اصلاح ہو جائے تو بڑا کام ہوگا۔

اس کے علاوہ حکومت پر برسر اقتدار لوگوں کے جن عزائم کا آپ نے ذکر کیا ہے اور جو کارگزاریاں یہاں آپ نے بیان کی ہیں اگر آپ یہ سوچتے ہیں کہ ایڈمنسٹریشن سے ان کی ایذا رسانیوں سے نجات مل جائے گی تو یہ خوش فہمی ہے۔ وہ تو آپ کے دین ایمان، جسم و جان کے دشمن ہیں، آپ کے وجود کو

ہندوستان سے ختم کرنا چاہتے ہیں اور ان کا جب بھی قابو چلے گا اس میں کوئی کوتاہی نہ کریں گے، یہ تو آپ کے صوابدید کی بات ہے کہ آپ کس طرح ان مصائب سے نجات حاصل کرتے ہیں اور اپنے دین و ایمان کو محفوظ رکھ سکتے ہیں۔

باقی رہ گیا آپ کا یہ خیال کہ آپ ایڈ لینا بند کر دیں گے تو محفوظ ہو جائیں گے، صحیح نہیں، آج کل ہندوستان میں عربی کے جتنے تان ایڈ بڑے مدرسے ہیں آپ ان کا حال دیکھ لیجئے سب پر موجود صاحبان اقتدار انت تیز کر رہے ہیں۔

پس اپنی حفاظت کے لیے آپ اپنی صلاحیتوں میں اضافہ کریں قدرت جب تک آپ کو باقی رکھنا چاہے گی آپ باقی رہیں گے شرط یہ ہے کہ ہر دم ہوشیار و بیدار رہنے اور ظلم کے مقابلہ میں سینہ سپر اسلام کی خاطر ہر قربانی کے لیے تیار رہنے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مئو ۱۴/ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۰ھ

(۱۲۷) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ایک مسجد ہے جو کم از کم دو سو سال پرانی ہوگئی۔ اس وقت مسجد مخدوش، اور چھت کا کچھ حصہ منہدم ہو گیا ہے۔ یہاں کی آبادی میں غیر مسلم اکثریت میں ہیں۔ اور مسلمان اس پوزیشن میں نہیں کہ مسجد از سر نو تعمیر کر سکیں۔

پرانی چھت میں چند کنز لوہے کے ہیں۔ انہیں فروخت کر دیا جائے تو آدمی چھت کا پیرہ فراغ ہو جائے گا۔ ایسا کرنا شرعاً جائز ہو تو بقیہ کا انتظام چندہ سے ہو جائے گا۔ فقط

المستفتی: آپ کا خادم مشتاق احمد، چٹالاب مسجد ۶ نمبر تھانہ روڈ گودا بازار دوم کٹ کلکتہ ۲۸

الجواب

کلکتہ جیسے شہر میں جہاں کی امداد و استعانت سے ہندوستان کی بہت سی جگہوں کے مدرسے آباد ہیں، آپ مسلمانوں کی ناداری کا رونا رو رہے ہیں، میرے خیال میں آپ وہاں کے ذمی استطاعت مسلمانوں کو امداد کے لیے متوجہ کریں۔

اور اس کی سبیل آپ یہ بتا رہے ہیں کہ مسجد کی چھت میں جو لوہے کا نیم لگا ہوا ہے اس کو بیچ دیا جائے۔ اولاً نیم یا کنکریٹ کی شہتر و پین لگتی ہے جہاں چھت دس فٹ سے زائد چوڑی ہو۔ الغرض مستفتی کے ذہن میں اتنی نیم کے بیچنے کی جو ضرورت ہے وہ نہیں سمجھ میں آتی۔

فتاویٰ رضویہ شریف میں ہے: جو اجڑا عمارت مسجد ہوں اگر وہ حاجت مسجد سے فراید ہو جائیں

اور دوبارہ ان کے اعادہ کی امید نہ ہو۔ تو متولی اور متدین اہل محلہ کی اجتماعی رائے سے انہیں بیچ کر قیمت عمارت مسجد ہی کے کام میں لگائیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مئو یکم شعبان ۱۴۲۰ھ

(۱۲۸) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

زید نے ایک زمین خشکی کی بیعت نامہ لیا تھا جو مسجد سے متصل ہے مسجد کے متولی اور چند لوگوں نے دھوکے سے زید کو دوسرے کے گھر بلایا اور زید سے اس زمین کو خریدنے کے لیے کہا کہ اس زمین کا روپیہ پیر لے لو اور زمین مسجد کے لیے دو تو زید نے انکار کیا، پھر ان لوگوں نے زید کو بہت پریشان کیا اس کے بعد بھی زید نے انکار کیا اور زید نے یہ بھی کہا کہ بعد میں اس کے بارے میں سوچا جائے گا، لیکن ان لوگوں نے زید پر بہت دباؤ ڈالا تو زید کو مجبوراً اقرار کرنا پڑا یعنی زید نے کہا جب آپ لوگ مجھ کو مجبور کر رہے ہیں تو لے لیجئے میں نے زمین دے دیا یہ بات زید نے اپنی جان چھڑانے کے لیے کہا اگر زید اقرار نہ کرتا تو زید کو خطرہ تھا کہ زید کو بہت زیادہ لوگ مار پیٹ دیں گے، اس ڈر سے زید نے زمین کی بیچ کر دیا تو اس صورت میں بیچ مکمل ہوگئی اور زید کیا بیچ سے انکار کر سکتا ہے یا نہیں؟

المستفتی بشیر احمد بھلا پورہ بھیلو پٹا کٹر سواں مئو

الجواب

نماز پڑھنے والوں پر اگر مسجد تنگ تھی اور مسجد میں توسیع کی واقعی ضرورت بھی تھی تو اس زمین کا جو مسجد سے متصل تھی زبردستی مصلیوں کا مسجد میں شامل کرنا جائز ہے۔ بشرطیکہ اس زمین کی واجبی قیمت زمین والے کو دیں۔

در مختار میں ہے: "توخذ ارض بحسب المسجد ضاق علی الناس بالقیمۃ کرھا"

(۴۵۱/۶)

اور اگر توسیع کی ضرورت نہ تھی تو اس زمین کو جبراً مسجد کے لیے حاصل کرنا ناجائز اور ظلم و زیادتی ہے جس کی سزا انہیں آخرت میں ملے گی۔

اگر سائل اپنے بیان کہ میں نے اکراہ و جبر کی صورت میں زمین بیچ کی ہے سچا ہے اور اکراہ شرعی ہو تو اس کو اس بیچ کے توڑنے کا حق حاصل ہے۔

در مختار میں ہے: "لو اکره بحسب اوقید ملید حتی باع فسخ لو امضی۔"

قتل اور ہاتھ پاؤں توڑنا تو بڑی بات ہے۔ اگر عرصہ تک مقید رکھنے پر اکراہ کیا اور مکرہ نے زمین

بیج کر دی تو اس کو اس بیج کے فتح کرنے کا اختیار ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مسو ۱۱ جمادی الاخری ۱۳۲۱ھ

(۱۲۸) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

آج کل بروز جمعہ وقت نماز کے لیے اکثر مقام پر مسجدوں میں بڑے لوگ اپنے اپنے نابالغ بچوں کو لاتے ہیں اور ان بچوں کے شور وغل کیوجہ سے خطبہ ونماز پڑھنے والوں کو خلل پڑ جاتا ہے بچوں کے والدین پر کیا حکم ہے۔

الجواب

چھوٹے بچوں کو مسجد میں لانا منع ہے۔ جتنے بڑے بچے مسجد میں آسکتے ہیں وہ بھی سب سے آخر میں بیٹھیں جہاں انہیں صف لگانی ہے اور انہیں شور وغل سے روکنے کے لیے کچھ لوگوں کو مقرر کر دیا جائے۔

اقامت کا بیان

(۳-۱) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

(۱) اقامت کے وقت ابتدا ہی سے قیام ہے یا جب مکمر حی علی الصلوٰۃ کہے تب کھڑے ہوں۔ ان میں کون سا طریقہ افضل ہے؟

(۲) فجر ظہر عصر میں بعد اذان جماعت سے قبل موذن کا بلند آواز سے صلوٰۃ وسلام پڑھنا صحیح ہے یا بدعت؟

(۳) بعد نماز فجر امام یا دیگر نمازیوں سے مصافحہ کرنا جائز ہے یا بدعت؟

اصغر حسین چرگھیار دؤمدنیہ منزل بلدوانی ضلع ننئی تال

الجواب

طریقہ یہی ہے کہ بیٹھ جائیں اور جب مکمر حی علی الفلاح کہے تو کھڑے ہو جائیں۔

عالم گیری میں ہے: "اذا دخل الرجل عند الاقامة يكره له الانتظار قائما لكن يقعد ثم

يقوم اذا بلغ المؤذن قوله حي على الفلاح" (۷۴/۱)

جب آدمی اقامت کے وقت آئے تو اسے کھڑے ہو کر انتظار کرنا مکروہ ہے، بلکہ بیٹھ جائے۔ اور

جب موذن حی علی الفلاح کہے تو کھڑا ہو جائے۔

(۲) اصطلاح شرع میں اس کو تحویب کہتے ہیں۔ یہ جائز ہے۔ درمختار میں ہے: "وینوب بین

الاذان والاقامة في الكل بما تعارفوه" (۵۱/۲)

اذان اور اقامت کے بیچ نماز کے لیے ایک بار بلانا جائز ہے۔ اور یہ ہر نماز میں ہو سکتا ہے۔ اور اس کے لیے کوئی خاص الفاظ نہیں جہاں کے لوگ جو چاہیں مقرر کر لیں۔

اسی کے حاشیہ شامی میں ہے: "بما تعارفوه كتنحیح او قامت قامت او الصلوٰۃ

الصلوة ولو احدثوا اعلا ما مخالفا لذلك جاز مثلاً" (۵۲/۲)

کھلکھارنا یا ققامت قامت کہنا، یا الصلوٰۃ الصلوٰۃ کہنا۔ اور اس کے علاوہ بھی کوئی اعلان مقرر کیا جائے تو جائز ہے۔ جیسے یہی صلوٰۃ وسلام مذکور۔

(۳) نماز فرض بلکہ ہر نماز کے بعد مصافحہ کرنا جائز ہے۔

شامی میں ہے: "اعلم ان المصافحة مستحب عند كل لقاء واماما اعتاده الناس من

المصافحة بعد صلوٰۃ الفجر والعصر فلا اصل له في الشرع على هذا الوجه لكن لا بأس به

فان اصل المصافحة سنة وكونهم حافظوا عليها في بعض الاحوال وتركوا في كثير من

الاحوال او اكثر لا يخرجها كونها من المصافحة التي ورد الشرع باصلها۔ قال الشيخ ابو

الحسن كرخي وتفيده بما بعد العصر والصبح، على عادة كانت في زمنه وعقب الصلوٰۃ

كلها كذلك۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

عبد المنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ ۲۷ جمادی الاخرہ ۱۳۸۰ھ

الجواب صحیح عبد العزیز عثمانی عنہ الجواب صحیح عبدالرؤف غفرلہ مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور

(۳) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

لکھنا ضروری یہ ہے کہ جے پور سا نگانا شیر کے دیوبندی اور غیر مقلدوں نے مل کر ایک اشتہار نکالا

ہے جس میں دس ہزار روپیہ کا انعام رکھا ہے اشتہار حاضر خدمت ہے۔ اشتہار نکلنے کے بعد سنیوں میں بڑی

بے چینی پائی جا رہی ہے اس لیے حضرت سے گزارش ہے کہ اس اشتہار کا ایسا مدلل اور منہ توڑ جواب عنایت

فرمائیں کہ آئندہ اس قسم کا اشتہار نکالنے کی جرأت نہ ہو اور سنیوں میں بھی مایوسی نہ پھیلے اگر حضرت اشتہار کا

جواب جلد عنایت نہیں فرماتے ہیں تو ایہوں میں زیادہ بے چینی پھیلے گی جس کے نتائج خراب مرتب ہوں

گے اس لیے جواب جلد عنایت فرمائیں۔ دعاؤں کا محتاج منظور الحق مصباحی فاروقی مسجد کھاری ضلع ناگور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اشتہار: ان بلالا كان يرقب خروج النبي ﷺ فاول ما يراه يشرع في الاقامة قبل ان

یراه غالب الناس ثم اذا واوه قاموا فلا يقوم في مكانه حتى تعتدل صفوفهم قلت ويشهد له ما رواه عبد الرزاق عن ابن جريج عن ابن شهاب الناس كانوا ساعة يقول المؤذن الله اكبر يقومون الى الصلوة فلا ياتي النبي ﷺ مقامه حتى تعتدل الصفوف -

(بذل المحمود شرح ابوداؤد جلد اول صف ۳۰۷)

بے شک بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ انتظار کرتے تھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ٹکٹے کا، لہذا جیسے ہی حضور کو دیکھتے اقامت شروع کر دیتے تھے اس سے پہلے کہ اکثر لوگ حضور کو دیکھتے پھر جب لوگ حضور کو دیکھ لیتے کھڑے ہو جاتے پس حضور اپنے مقام مصلے پر نہیں کھڑے ہوتے یہاں تک کہ ان کی صفیں سیدھی کر دی جاتی تھیں اور اس کی شہادت اس سے بھی ہوتی جسے عبد الرزاق نے ابن جریج سے انہوں نے ابن شہاب سے نقل کیا ہے کہ لوگ اس وقت کھڑے ہوتے تھے جب مؤذن اللہ اکبر کہتا تھا نماز کے لیے پس نہیں آتے تھے نبی ﷺ اپنے مقام مصلے پر یہاں تک کہ صفیں سیدھی کر دی جاتی تھیں۔

نوٹ: جو حضرات بھی اس حدیث کو متروک العمل (پورے عرب و عجم) یا حوالہ قطعی ثابت کر دیں یا (عرب و عجم میں عامل نہ ہونا ثابت کر دیں ان حضرات کو دس ہزار نقد روپے انعام دیا جائیگا۔ حوالہ یا ثبوت دے کر اس پتہ پر حاصل کر لیں۔

حافظ عبد الغفار ولد محمد حسین بیرجی قادری چشتی سہروردی نقشبندی۔ سانگانیرجے پور راجستھان

الجواب

نماز باجماعت میں مقتدیوں کو اقامت شروع ہونے کے پہلے سے صف باندھ کر کھڑے رہنا چاہیے یا اقامت شروع ہونے کے ساتھ ساتھ یا بیٹھ کر انتظار کرنا چاہئے اور جب مؤذن حسی علی الصلاة و حسی علی الفلاح کہے تب کھڑے ہو جانا چاہئے، ہندستان میں کلمہ گویوں کے دو فرقوں میں اس مسئلہ میں اختلاف ہے، طبقہ اہل سنت و جماعت حسی علی الصلاة و حسی علی الفلاح پر کھڑے ہونے کا قائل ہے جب کہ دیوبندی حضرات تکبیر کی ابتدا بلکہ اس سے بھی پہلے صف لگا کر کھڑے رہنے کے قائل ہیں، اس طرح دیوبندی حضرات اس مسئلہ میں تضاد کا شکار ہیں کہ خود کو حنفی بھی کہتے ہیں اور امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مسئلہ کا خلاف بھی کر رہے ہیں، اور طبقہ اہل سنت و جماعت کا عمل و قول اپنے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم کے موافق ہے، اسی لیے دیوبندی صاحبان اپنے قول و فعل کی تائید کے لیے ادھر ادھر کے بے بنیاد سہاروں کی تلاش کرتے ہیں۔ فی الوقت ہمارے سامنے اس قسم کا ایک اشتہار ہے جس میں بذل المحمود جلد اول صفحہ ۳۰۷ کی ایک عبارت لکھ کر خواہ مخواہ چیلنج دیا ہے۔

بذل المحمود دایک دیوبندی مولوی خلیل احمد انیسوی کی تصنیف ہے جو ابوداؤد شریف کی شرح ہے، اب ہم بذل المحمود کا بیان اور مستہرین کی بے ٹکی حرکت کی تفصیل ذکر کرتے ہیں۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سنن میں ایک عنوان قائم کیا کہ جب اقامت کہی جائے اور امام نہ آیا ہو تو مقتدی بیٹھ کر اس کا انتظار کریں ”اپنے اس دعویٰ کے ثبوت میں انہوں نے حضرت ابوقتاہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی یہ حدیث ذکر کی۔ ”عن النبی ﷺ قال اذا اقيمت الصلوة فلا تقوموا حسی نرونی“ حضور ﷺ نے فرمایا جب نماز کے لیے اقامت کہی جائے تو تم لوگ نماز کے لیے قبل اقامت کھڑے نہ ہو جایا کرو یہاں تک کہ مجھے آتا نہ دیکھ لو۔

مولوی خلیل احمد انیسوی نے حضرت ابن حجر صاحب فتح الباری کے حوالے سے امام قرطبی کا ایک قول نقل کیا کہ ”اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب تک مجھ کو آتا نہ دیکھ لو کھڑے مت ہو“ چاہے مؤذن اقامت کہتا رہے۔ اور جابر ابن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ کے حجرہ سے برآمد ہونے سے پہلے تکبیر پڑھتے ہی نہیں تھے، تو ان دونوں حدیثوں میں بظاہر تعارض معلوم ہوتا ہے کہ پہلی حدیث کا تقاضا ہے کہ لوگ پہلے سے کھڑے ہوتے تھے، اس لیے حضور سرور کائنات نے منع فرمایا، اور اس حدیث سے ثابت کہ حضور کے آنے سے پہلے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اقامت ہی نہیں کہتے تھے تو لوگ نماز کے لیے کھڑے کیسے ہوں گے۔ امام قرطبی نے دونوں حدیثوں کا تعارض رفع کرنے کے لیے ایک قیاس کیا کہ پہلی حدیث میں لوگوں کے حضور کے آنے سے قبل ہی نماز کے لیے کھڑے ہونے کا ذکر ہے اور دوسری حدیث میں حضرت بلال کا حضور کے برآمد ہوتے ہی تکبیر کہنا ثابت ہے۔ تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بلال انتظار میں دروازہ پر ٹنگی لگائے رہتے تو وہ پہلے دیکھ لیتے اور لوگوں کی نگاہ آپ پر نہیں پڑتی بلکہ لوگ بلال کی تکبیر کی صدا سن کر کھڑے ہو جاتے اس طرح بلال کے حضور کو دیکھ کر تکبیر کہنے اور لوگوں کے بے دیکھے کھڑے ہونے میں کوئی تعارض نہیں رہا۔ اور اپنی اپنی جگہ دونوں ہی باتیں صحیح ہیں۔

اس کے بعد مولوی خلیل احمد صاحب نے قلت کہہ کر دو حدیثیں نقل کی ہیں، ایک معصف عبد الرزاق سے کہ لوگ تو مؤذن کی زبان سے ہی تکبیر کا لفظ سن کر کھڑے ہو جاتے اور رسول اللہ ﷺ بعد میں آتے اور جب تک صفیں سیدھی نہ ہو جاتیں اپنی جگہ (مصلیٰ پر) کھڑے نہ ہوتے۔ دوسری حدیث جو ابویہیم و مسلم اور ابوداؤد قتیبہ نے مختلف الفاظ میں روایت کی ہیں، اس کا خلاصہ یہی ہے کہ لوگ پہلے سے ہی جماعت میں کھڑے رہتے تھے اور رسول اللہ ﷺ بعد میں تشریف لاتے۔ مولوی خلیل احمد انیسوی

کہتے ہیں تب تو حدیث ابو قتادہ اور حدیث ابو ہریرہ میں پھر تعارض ہو گیا کہ حدیث ابو قتادہ میں پہلے کھڑے رہنے سے منع کیا گیا اور ان حدیثوں میں پہلے ہی کھڑے رہنے کا ثبوت ہے، خلیل احمد صاحب کہتے ہیں: صحابہ کو پہلے سے کھڑے دیکھ کر ہی تو حضور نے منع فرمایا، اس لیے کھڑے رہنے والی بات پہلے کی ہے ممانعت کا حکم بعد کا ہے، اس طرح مولوی خلیل احمد کے بیان کا حاصل بھی یہی ہے کہ تکبیر کے وقت پہلے سے کھڑے ہونا مکروہ و ممنوع ہے۔

اس کے بعد بذل المجہود میں اقامت کے کھڑے ہونے کے بارے میں ائمہ اسلام کے مذاہب کو امام بدر الدین عینی رحمۃ اللہ علیہ کی شرح بخاری سے نقل کیا ہے:

(۱) امام مالک اور جمہور علمائے اسلام نے اس قیام کے لیے وہی وقت متعین نہیں کیا البتہ عام خیال ہے کہ اقامت کے وقت کھڑے ہو جائیں۔

(۲) خادم رسول اللہ ﷺ حضرت انس ابن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ قد قامت الصلوۃ کہنے کے وقت کھڑے ہوتے تھے۔

(۳) حضرت سعید بن مسیب اور عمر ابن عبدالعزیز رحمہ اللہ اکبر کہنے کے وقت قیام واجب قرار دیتے تھے۔

(۴) حضرت عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قد قامت الصلوۃ قد قامت الصلوۃ کہنے سے پہلے کھڑے ہونے کو مکروہ کہا ہے۔

(۵) امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اقامت ختم ہو تو مصلیٰ پر کھڑے ہوں۔

(۶) یہی امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ سوؤن قد قامت الصلوۃ کہے تو مقتدی کھڑے ہوں

(۷) یہی امام زفر کا بھی قول ہے۔

(۸) امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حسی علی الصلوۃ پر کھڑے ہوں اور امام مسجد میں

نہ ہو تو سب بالاتفاق کہتے ہیں جب تک کہ امام کو آتا نہ دیکھ لیں نہ کھڑے ہوں۔

(ملخصاً بذل المجہود جلد اول صفحہ ۳۰۷)

تو مولوی خلیل احمد انیسٹھوی نے بھی دیوبندی ہوتے ہوئے قیام اقامت کے سلسلہ میں قبل و بعد کی کئی روایتوں کو بیان کیا اور اس میں تضاد کو اس طرح رفع کیا کہ ممانعت کا حکم بعد کا ہے اور اس سلسلہ میں ائمہ مجتہدین اور صحابہ و تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مذاہب کا بیان کیا اور فی الجملہ اپنے حنفی ہونے کی لاج رکھی۔

مذکورہ بالا اشتہار کے بارے میں معلوم ہوا کہ غیر مقلدین اور دیوبندیوں نے مل کر شائع کیا ہے، غیر مقلد تو خیر بے امام کے ہیں مگر حنفی کہلانے والے دیوبندیوں نے نہ جانے کیوں امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے بغاوت کی اور مذہب احناف پر عمل کرنے والوں کو چیلنج کیا۔

اب ہم شائع ہونے والے اس اشتہار کی حقیقت بھی واضح کرتے ہیں۔

(۱) مشہورین نے ایک عربی عبارت نقل کر کے اس کا ترجمہ کیا اس کے بعد لکھا کہ جو حضرات بھی

اس حدیث کو متروک العمل یا حوالہ غلط ثابت کر دیں تو ان حضرات کو ہزار روپے انعام دیا جائے گا جس

سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ پوری عربی عبارت حدیث شریف ہے حالانکہ ان بلا لاکھان یسرب

خروج النبی ﷺ فاول ما يراه يشرع الاقامة قبل ان يراه غالب الناس ثم اذاراوه قاموا

فلا يقوم في مكانه حتى تعتدل صفوفهم یہ پوری خط کشیدہ عبارت حدیث نہیں بلکہ امام قرطبی کا

قول ہے جو حضور ﷺ کے بہت بعد کے ایک عالم ہیں، حدیث تو مذکورہ عبارت کے بعد "ان الناس

كسناوا" سے ہے، تو اگر مشہورین ایک امتی کے قول کو رسول اللہ ﷺ کی حدیث بنا کر مسلمانوں کو دھوکہ

دینا چاہتے ہیں تو وہ رسول اللہ ﷺ کی ایک وعید نہیں

"من كذب على متعمدا فليتبوا مقعده من النار" (بخاری شریف: ۱/۳۸)

حضور ﷺ کی طرف جھوٹی حدیث منسوب کرنے والا اپنا ٹھکانہ جہنم کو بنائے۔

(۲) مولوی خلیل احمد انیسٹھوی نے اپنی کتاب بذل المجہود میں تین حدیثیں ذکر کیں:

حدیث ابو قتادہ جس میں امام کی عدم موجودگی میں اقامت بیٹھ کر سننے کا حکم دیا گیا ہے۔

حدیث جابر ابن سمرہ جس میں ہے کہ حضرت بلال حضور ﷺ کے برآمد ہونے سے پہلے تکبیر

شروع نہیں کرتے تھے۔

حدیث ابو ہریرہ کہ حضور ﷺ برآمد نہ ہوتے اور اقامت ہوتی تو لوگ اللہ اکبر سنتے ہی کھڑے ہو

جاتے۔

اگر مشہورین میں کچھ بھی انصاف ہوتا تو ان تینوں حدیثوں کو ذکر کرتے اور سب پر کلام کرتے تو

آپ ہی کھل جاتا کہ ہم جس بات کے مدعی ہیں وہ پہلے کا عمل ہے، حضور نے صحابہ کرام کو اس سے روک دیا

تھان لیکن یہ نہ کر کے اسی ممنوع عمل والی روایت پیش کر کے چیلنج کر دیا کہ اس کو متروک العمل یا حوالہ غلط

ثابت کرو ہم بھی ان لوگوں کو انھیں کے الفاظ میں چیلنج کرتے ہیں۔ آئیں انعام وصول کریں۔

"اذا قیعت الصلوۃ فلا تقوموا حتی ترونی" اقامت کہی جائے تو جب تک مجھے آتا نہ دکھ لو

کھڑے نہ ہوا کرو۔

یہ حدیث شریف بخاری شریف جلد اول صفحہ ۸۸ اور ابوداؤد شریف جلد اول صفحہ ۳۰۷ بذل النجو میں ہے جو حضرات بھی اس حدیث کو پورے عرب و عجم میں متروک العمل یا حوالہ غلط ثابت کر دیں گے ان حضرات کو دس ہزار روپے نقد دیا جائے گا ثبوت دے کر اس پتہ سے دس ہزار روپیہ حاصل کریں۔

پتہ: حافظ عبدالغفار ولد محمد حسین بیرجی قادری چشتی سہروردی نقشبندی، مسانگانیہ، جیپور راجستھان،

(۳) ان بھلے مانسوں کو یہ بھی نظر نہیں آیا کہ وہ لوگ جو پیش کر رہے ہیں وہ زیادہ سے زیادہ صحابہ کا عمل ہے اور ہم نے جو حدیث بخاری پیش کی ہے وہ قول رسول اللہ ﷺ ہے۔ علماء فرماتے ہیں کہ خود حضور ﷺ کی قوی اور فعلی حدیثوں میں تعارض ہو تو قوی حدیث پر عمل ہوگا اور فعلی حدیث متروک ہوگی تو عمل صحابہ کے مقابل میں جب رسول اللہ ﷺ کی ممانعت ہے تو اس کا کیا پوچھنا؟ اسی طرح علماء کا ارشاد ہے کہ ایک روایت سے کسی بات کے کرنے کا حکم نکلے اور دوسری والی سے ممانعت تو ممانعت والی حدیث کو ترجیح ہوگی۔ یہاں بھی ہماری پیش کردہ حدیث سے ممانعت ہی ثابت ہو رہی ہے تو اس کو چھوڑ کر اجازت والے اثر پر عمل کرنا کہاں کی دانشمندی ہے۔

المختصر تکبیر بیٹھ کر سننے اور حی علی الصلوۃ وحی علی الفلاح پر کھڑے ہونے میں اگر غیر مقلدین جھگڑا کر رہے ہیں تو یہ ایسے لوگوں کا جھگڑا ہے جو پہلے ہی جماعت سے نکل گئے تو ان کا کیا اعتبار لیکن دیوبندی جو جھگڑتے ہیں تو وہ امام اعظم کے باغیوں کا جھگڑا ہے، امام اعظم کے ماننے والوں کو ان دونوں کے غوغا پر کان نہ دھرتا چاہئے اور اپنے علماء اور ائمہ کے ارشاد پر عمل کرنا چاہئے۔ اس مسئلہ کا بیان فتاویٰ کی مشہور کتاب عالمگیری میں یوں ہے:

”اذا دخل الرجل عند الاقامة يكره له الانتظار قائما ولكن يقعد ثم يقوم اذا قال المؤذن قوله حي على الفلاح وان كان المؤذن غير الامام وكان القوم مع الامام في المسجد فانه يقوم القوم والامام اذا قال المؤذن حي على الفلاح عند علمائنا الثلاثة وهو الصحيح۔ واما اذا كان الامام خارج المسجد فان دخل المسجد من قبل الصفوف فكلما جاوز صفًا قام ذلك الصف واذا دخل الامام في المسجد من قدامهم يقومون كما رؤوا الامام وان كان المؤذن والامام واحد واقام فلا يقومون مالم يفرغ من الاقامة“

(۱) مصلی اقامت ہوتے وقت مسجد میں داخل ہو تو کھڑے ہو کر انتظار مکروہ ہے بلکہ بیٹھ جائے

اور جب مؤذن حی علی الفلاح پر پہنچ جائے تو کھڑا ہو جائے۔

(۲) امام کوئی اور ہو اور مؤذن کوئی اور، اور امام اور مقتدی دونوں مسجد میں ہوں تو دونوں اس وقت کھڑے ہوں جب مؤذن حی علی الفلاح پر پہنچے، یہ ہمارے تینوں اماموں کا قول ہے اور یہی صحیح ہے (۳) اور امام مسجد سے باہر ہو اور اقامت ہوتے وقت مسجد میں صف کے پیچھے سے آئے تو جس صف کے پاس سے امام گزرے وہ کھڑی ہو جائے

(۴) اور امام سامنے سے آئے تو سب مقتدی اس کو دیکھتے ہی کھڑے ہو جائیں۔

(۵) اور اگر امام خود ہی اقامت کہنے لگے تو مقتدی اس وقت کھڑے ہوں جب امام پوری اقامت کہہ لے۔ شرح وقایہ میں یہ لکھا ہے ”ویقوم القوم والامام عند حی علی الصلاۃ“ امام اور مقتدی دونوں حی علی الصلاۃ پر کھڑے ہوں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی

(۵) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ

جمعہ میں امام اور مقتدی کا اقامت سے پہلے کھڑا ہونا ضروری ہے یا جس وقت کہ حی علی الفلاح کہے تب کھڑا ہونا چاہئے۔ بنیو تو جروا

استفتی: عبدالعزیز

الجواب

کھڑے ہو کر نماز کا انتظار کرنا مکروہ ہے۔ مؤذن حی علی الفلاح کہے تب کھڑے ہونا چاہئے۔ عالمگیری میں ہے: ”اذا دخل الرجل عند الاقامة يكره له الانتظار قائما ولكن يقعد ثم يقوم اذا بلغ المؤذن قوله حي على الفلاح“ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ ۱۷/۱۱/۸۲ھ

الجواب صحیح عبدالعزیز عثی

الجواب صحیح: عبدالرؤف غفرلہ مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ

قرأت کا بیان

(۱) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع تین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ

زید عید گاہ کا امام ہے عالم نہیں ہے، کالج میں بی اے کی ڈگری حاصل کیا ہے اردو اور بنگلہ کتاب کا مطالعہ کر کے تقریر کرتا ہے اور قرأت بھی صحیح نہیں ہے، الحمد کے بجائے الحمد اور الذی کے بجائے

الحجی پڑھتا ہے، یعنی حرف کی ادائیگی قطعاً درست نہیں ہے تو بکرنے فتویٰ دیا کہ ایسے امام کے پیچھے نماز عید درست نہیں ہے، اس بات پر عوام میں انتشار پھیل گیا ہے اور بکر کو اپنے سماج سے الگ کر دیا ہے اور یہ بھی عہد لیا گیا ہے جو ان سے بولیں گے ان سے ۲۵ روپیہ بطور جرمانہ لیا جائے گا، اس کے مابین خالد اور عمر کو پوچھا گیا (دراں حالے کہ یہ دونوں عالم ہیں) کہ ان کے پیچھے نماز ہوئی ہے کہ نہیں تو ان دونوں نے برجستہ یہی جواب دیا اگر نہیں سوئی تو ہم لوگ یونہی جاتے ہیں نماز پڑھنے کے لیے گویا کہ عمر اور خالد کے نزدیک ایسے امام کے پیچھے ہر ایک کی نماز جائز ہے۔ اب شرعاً کیا حکم ہے بیان فرمائیں نیز یہ بھی بیان کریں کہ ایسی صورت میں خالد اور عمر پر شریعت کا کیا حکم ہے اور جن لوگوں نے بکر کو ناجائز کا فتویٰ دینے کی بنا پر سماج سے الگ کر دیا ہے ایسے سماج کے بارے میں کیا حکم ہے؟ بالتفصیل بیان فرمائیں۔ فقط المستفتی نور الحق رضوی مقام امانت پوسٹ پیار پور ضلع صاحب گنج بہار ۲۸ اگست ۱۹۸۶ء

الجواب

زید کی جس قسم کی غلطیوں کا ذکر سوال میں ہے اگر اس کی درستگی اور تصحیح کی مسلسل کوشش نہیں کرتا تو خود اس کی نماز بھی نہیں ہوتی اس کے پیچھے دوسروں کی نماز کیا ہوگی۔
در مختار میں ہے:

”انه بعد بذل جهده دائما حتما كالامی قلا يوم الامثله ولا تصح صلاته اذا امکن

الاقتداء بمن يحسنه او ترك جهده“ (۲/۲۸۳)

جس کی حروف کی ادائیگی صحیح نہ ہو اور وہ ہمیشہ مسلسل درست کرتے کی رات دن کوشش کرتا رہتا ہو وہ معذور اور اپنے جیسے معذروں کا امام بن سکتا ہے لیکن اس سے اچھا پڑھنے والا جماعت میں موجود ہو یا اس نے درستگی کی رات دن مسلسل کوشش نہ کی ہو تو اس کی نماز صحیح نہ ہوگی تو اس کے پیچھے دوسروں کی نماز کیا صحیح ہوگی، پس اگر صورت حال یہی ہو تو زید کی امامت مطلقاً جائز ہونے کا جن لوگوں نے فتویٰ دیا حرام کے مرتکب ہوئے۔

حدیث شریف میں ہے: ”من افتنی بغير علم فضل و اضل“

(السنن الکبریٰ: ۱۰/۱۱۶)

جس نے بے جانے پوچھے فتویٰ دیا وہ خود گمراہ ہو اور دوسرے کو گمراہ کیا۔

اور جن لوگوں نے صحیح مسئلہ بتانے والوں کا بایکٹ کیا شاید ظلم اور زیادتی کے مرتکب ہوئے

واللہ تعالیٰ اعلم عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی اعظم ۱۶ محرم الحرام ۱۴۰۷ھ

(۲) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ امام زید قصد اضا و مجہ کو نماز پڑھتا ہے اور عوام جس طرح پڑھتے ہیں اس سے بونے وال پیدا ہوتی ہے۔ سوال یہ ہے کہ جو شخص قصد اضا و مجہ کو نماز پڑھے اس کی نماز کا کیا حکم ہے اور اس کی اقتداء جائز ہے یا نہیں؟ اور زید دائرہ بھی کھاتا ہے۔ مسلمانان گلاب صلیح سلطان پور ۲ جمادی الاول ۱۴۰۷ھ

الجواب

ضاد کو قصد اضا، یا دال پڑھنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے: ”اذا قرء الظاء مکان الضاد فقال القاضي محسن الاحسن ان يقال ان تعمد ذلك تبطل صلوته۔ اور ایسے شخص کے پیچھے نماز باطل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

عبدالمنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ

الجواب صحیح عبدالعزیز عفی عنہ الجواب صحیح عبدالرؤف غفرلہ مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور

(۳) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ قرآن شریف کے اندر سورہ کوثر میں ایک صاحب کوثر کی جگہ کسل کوثر پڑھتے ہیں حالانکہ وہاں کئی آیت موجود ہے۔ مسئلہ سے آگاہ کیجئے کہ یہ پڑھنا کیسا ہے؟
المستفتی نور محمد ضلع گورکھپور

الجواب

قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ ملانے میں معنی فاسد ہو جاتے ہیں تو ٹھہرنا ضروری ہے اور وقف کیا جائے گا اور اگر معنی فاسد نہیں ہوتے تو ملا کر پڑھنے میں کوئی حرج نہیں، جو صورت سوال میں مذکور ہے وہاں ایسا ہی ہے اس لیے اگر کوئی شخص کوثر پڑھتا ہے اور ملاتا ہے تو جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ

الجواب صحیح عبدالعزیز عفی عنہ الجواب صحیح عبدالرؤف غفرلہ مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور

(۳-۶) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

(۱) ایک امام صاحب جو کہ نماز میں ”ض“ کو ”ظ“ پڑھتے ہیں مثلاً مغضوب کی جگہ مغضوب، ولا الضالین کی جگہ ولا الظالین پڑھتے ہیں۔ منع کرنے پر نہیں مانتے بلکہ کہتے ہیں کہ اگر غلط ہے تو فتویٰ مدلل دکھاؤ۔ لہذا مفصل مرحمت فرمائیں۔

(۲) ایک امام صاحب ہیں جو عقائد میں دیوبندی ہیں اور دیوبند کے علماء کو مانتے ہیں مگر بظاہر

فاتحہ میلا دو غیرہ بھی پڑھتے ہیں ایسے نام کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے۔ نماز ہوگی یا نہیں۔ مدلل و مفصل جواب عنایت فرمائیں۔

(۳) زید اپنی بیوی کو آج چار سال سے میکے میں چھوڑے ہوئے ہے، نان نفقہ کچھ بھی نہیں دیتا اور نہ اپنے پاس لا کر رکھتا ہے نہ طلاق دیتا ہے، لڑکی کے والدین بہت غریب ہیں، اس لیے مقدمہ وغیرہ نہیں کر سکتے۔ لہذا اس سے چھ نکاحہ پانے کے لیے یعنی فسخ نکاح کی کیا صورت ہوگی۔ بینہ تو جروا المستفتی احقر عبدالعزیز تنجی جھریا، یکم جولائی ۱۹۶۸ء

الجواب

جو شخص قصداً "ض" کو پڑھے اس کی نماز باطل ہے اور اس کے پیچھے نماز ناجائز ہے۔ خزانة الاكمل میں ہے: "اذا قرأ مكان الضاد واو مكان الضاد الظاء فقال القاضي المحسن الا-حسن ان يقال ان تعدد ذلك تبطل صلواته عالما كان او جاهلاً"

(۲) جب ان کے عقیدے دیوبندیوں کے ہیں تو فاتحہ میلا دکر کرنے سے سنی نہیں ہو سکتے۔ ان کے پیچھے نماز ناجائز ہے۔ عالمگیری میں ہے: "ان كان هو لا يكفر به صاحبه تحوز الصلوة خلفه مع الكراهة والا فلا" (۱۰۷/۱) ظاہر ہے کہ دیوبندی حضرات پر علمائے عرب و عجم نے کفر کا فتویٰ دیا ہے تو ان کے پیچھے نماز کیسی؟

(۳) شوہر سے طلاق کے علاوہ چھ نکارے کی کوئی سبیل نہیں۔ کچھ پیسے لے کر طلاق دے یا زبردستی طلاق کے الفاظ کہلائے جائیں، ہر طرح طلاق واقع ہو جائے گی۔ ہدایہ میں ہے: "طلاق المکره واقع" واللہ تعالیٰ اعلم عبدالمنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ الجواب صحیح عبدالعزیز غنی عنہ الجواب صحیح عبدالرؤف غفرلہ مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور

(۷) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ زید قیامت جنگلی وغیرہ کے علاوہ لوگوں میں پھوٹ بھی ڈالتا ہے اس کے باوجود نمازیں پڑھانے کا دعویٰ کرتا ہے، حتیٰ کہ قرأت بھی درست نہیں تو ان صورتوں میں زید کا کیا حکم ہے اس کے پیچھے نمازیں پڑھنی درست ہوں گی یا نہیں؟ مکمل تفصیل کے ساتھ بیان کیجئے۔

المستفتی، ہمہ مسلمانان بہری پور ضلع جوئی پور یوپی اٹھایا

الجواب

بر تقدیر صدق مستفتی اگر قرأت میں ایسی غلطی کرتا ہے جس سے نماز قاسد ہو جائے تب اس کی

امامت ہی باطل ہے اور اگر ایسی غلطی نہیں کرتا مگر ان گناہوں کا علی الاعلان مرتکب ہے جن کا ذکر سوال میں ہے تو اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے، یعنی اس کو امام بنانا گناہ اور امام ہو تو بشرط استطاعت اس کو امامت سے علیحدہ کرنا ضروری ہے اور اس کے پیچھے جتنی نمازیں پڑھی گئیں سب کو واپس لیا جائے۔

ثانی میں ہے: "ومشی فی شرح المنیۃ علی ان کراہۃ تقدیمہ کراہۃ تحریم" واللہ تعالیٰ اعلم عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ۳ صفر المظفر ۱۴۱۲ھ

(۸) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ بارگاہ پروقار میں مؤدبانہ اپیل و گزارش ہے کہ ایک مسئلہ پیش نظر آ رہا ہے برائے کرم حکم شریعت کیا ہے؟ اس مسئلہ پر تحریر فرمائیں کرم ہوگا۔

زید مسلمان عاقل بالغ ہے، مرض اخراج ریاح وغیرہ سے محفوظ ہے لیکن حروف کی ادائیگی مع خروج کے نہیں کر پاتا ہے اور اتنا علم بھی نہیں رکھتا جس سے فقہی کتابوں سے مسائل دینیہ نکال سکے، اب زید کے لیے کیا حکم شرعی ہے، کیا زید امامت کر سکتا ہے، کیا زید کی امامت جائز ہے اور زید اسٹیج رسول پر چڑھ کر تقریر کر سکتا ہے؟ برائے کرم حکم شرعی نافذ کریں عین نوازش ہوگی فقط والسلام المستفتی، محمد مد دیالپوری۔ ۱۹۳۰/۹/۱۹

الجواب

اگر حروف کی ادائیگی میں اتنی خامی ہو کہ معافی فاسد ہو جائیں تو ایسے شخص کے پیچھے کسی صحیح خواں کی نماز نہ ہوگی۔ جس کو ضرورت بھر مسائل معلوم نہ ہوں اس کو امام بنانا نہ چاہئے، اگر ایسا آدمی تمام ارکان کو صحیح ادا کرے گا تو اس نے جو پڑھائی ہو جائے گی، مطلب یہ ہے کہ مسئلہ نکالنے کی صلاحیت اور عدم صلاحیت نہیں دیکھی جائے گی، صحت نماز کے لیے جمیع ارکان کی صحیح ادائیگی بالفعل ضروری ہے، جاہل کو وعظ کہنا حرام ہے۔ فقط۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ۱۹ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۲ھ

(۹) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک مولوی صاحب نماز میں سورۃ قدر کی آیت تلاوت کرتے ہیں تو "من کل امر" میں امر پڑھ کر ٹھہر جاتے ہیں، آگے کی آیت نہیں پڑھ کر دوبارہ من کل امر۔ ہم ہی حتی مطلع الفجر پڑھ کر آیت کو ختم کرتے ہیں۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں کہ کس طرح پڑھنا صحیح ہے المستفتی، محمد سلیم الدین قادری

الجواب

مولوی صاحب قرأت سے واقف نہیں ہیں جب مِنْ کُلِّ اَمْرٍ پر وقف کر دیا تو اعادہ کی ضرورت نہیں تھی کہ امر پر بھی وقف جائز ہے لیکن اس سے نماز میں خلل نہ ہوگا۔ نماز صحیح ہوگئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم
عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ۱۶ شوال المکرم ۱۴۱۲ھ

(۱۰) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

امامت کون کرے اول حق کس کا ہے، پھر دوسرا حق کس کا ہے، پھر تیسرا حق کس کا ہے، زید قرآن اس طرح پڑھتا ہے "ح" کو "ه" "ش" کو "س" "غ" کو "گ" "ق" کو "ک" "ط" کو "ت" اکثر ایسا ہی معاملہ عمرو کا ہے، عمرو قرآن اس طرح پڑھتا ہے زیر کی جگہ پیش، زیر کی جگہ زیر، پیش کی جگہ زیر، جبکہ ساکن، وغیرہ وغیرہ اور بغیر ٹھہراؤ کے ٹھہرتا ہے اور پھر جب قرأت شروع کرتا ہے تو پیچھے سے ایک حرف بھی نہیں لیتا اور "ع" کو "ه" اور "غ" کو "گ" "ش" کو "س" "ط" کو "ت" "ح" کو "ه" "ق" کو "ک" پڑھتا ہے۔

بکر قرآن اس طرح پڑھتا ہے "ح" کو "ج" "ح" کو "ج" "ش" کو "ش" "ق" کو "ق" "غ" کو "غ" "ط" کو "ط" اور زید عمرو کے بالمقابل بکر قرآن زیادہ یاد ہے اور مسائل بھی۔

زید اور بکر کے بمقابل عمرو کی نمازیں کم قضا ہوتی ہیں زید اور بکر کی نمازیں زیادہ قضا ہوتی رہتی ہیں۔۔۔ تیمورنگ شیعہ تھا یا سنی داڑھی کی مقدار کیا ہونی چاہئے؟

الجواب

امامت کا سب سے زیادہ مستحق وہ ہے جس کو نماز و طہارت کے مسائل سب سے زیادہ یاد ہوں۔ اگر سب اس میں برابر، تو جو سب سے اچھا اور صحیح قرآن شریف پڑھتا ہو، اگر اس میں بھی سب برابر ہوں تو جو سب سے بڑا متقی ہو، اسی طرح ترجیحات کی ایک لمبی فہرست ہے،

حدایہ میں ہے: "اولی الناس بالامامة اعلمهم بالسنة فان تساوا فافقروا هم لکتاب الله وان تساوا فافقروا عہم الخ" (۱۲۱/۱) صورت مسئلہ میں زید اور عمرو جب قرآن شریف صحیح پڑھ ہی نہیں سکتے تو وہ امامت کے لائق ہیں ہی نہیں اول یا دوم کا کیا سوال رہ گئے تیسرے صاحب وہ اگر قصد نماز قضا کر دیا کرتے ہیں تو وہ بھی فاسق ہیں ان کی امامت بھی مکروہ اور ان کو امام بنانا گناہ۔ اور بلا قصد قضا ہوگئی مثلاً سوتے رہ گئے کوئی جگانے والا نہیں رہا بھول گئے یا دہی نہیں رہا، ان کی امامت جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی

داڑھی حد شرع سے کم رکھنا حرام ہے۔ اس کی مسنون مقدار ایک مشت ہے۔

تیمورنگ سنی تھا کہ شیعہ اس کا ہم کو علم نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم
عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ۱۹ شوال المکرم ۱۴۱۵ھ

(۱۱) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین کہ

جمعہ کی نماز کے بعد الحمد کے بعد سورہ رحمن کی ایک آیت "خلق الانسان من صلصال کافخر" پڑھا "قبای آلاء" کے بعد "رب المشرقین" نہیں پڑھ کر "مرج البحرین" پڑھ لیا بعد آیت ختم کے رب المشرقین پڑھا اور رکوع میں چلے گئے نماز ہوئی یا نہیں؟ ایک شخص نے کہا نماز نہیں ہوئی دہرائیجے امام ماننے کے لیے تیار نہیں ہوئے اور نہیں دہرایا۔

اگر نماز نہیں ہوئی اور دوبارہ نہیں پڑھایا ایسے امام کے لیے کیا فرماتے ہیں۔ فقط والسلام

محمد معراج احمد صدیقی محلہ جج بھیا حاطہ دالی مسجد

الجواب

صورت مسئلہ میں "مرج البحرین" کے بعد اگر زید نے رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَ رَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ قَبَائِیْ آلاء رَبِّکُمْ تَکْذِبَانِ - مَرْجَ الْبَحْرَيْنِ یَلْتَقِیَانِ - یَبْنِیْہَا بَرَزَخٌ لَا یُتَغَیْبَانِ قَبَائِیْ آلاء رَبِّکُمْ تَکْذِبَانِ [الرحمن: ۶۶ تا ۷۲] یعنی ان دونوں نکتوں کی ترتیب صحیح کر لی تو نماز صحیح ہوئی اعادہ کی ضرورت نہیں اور اگر "رب المشرقین والآية" پڑھنے کے بعد "مرج البحرین الخ" نہ پڑھا بقیہ آیتوں کی ترتیب صحیح ادا کی تو قرآن کو خلاف ترتیب پڑھنے کے مجرم بھی ہوئے اور نماز بھی مکروہ ہوئی "غنیۃ المستملی" اور شامی میں ہے "ولو انتقل من آية الى آية وان کان بینہما آیات بلا ضرورة فان سہا ثم ترک يعود مراعاة لترتیب الآيات"۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ۲ رجب المرجب ۱۴۱۶ھ

(۱۲) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

ایک عالم قارخ شدہ نماز کے اندر "لا یحضر لکوصرف دال کے ساتھ پڑھتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ یہی صحیح ہے۔ اور یہ بھی کہتا ہے کہ ضا و مشابہ دال پڑھنا چاہئے یہ بھی تحریر فرمائیں کہ عام آدمی غیر قاری ضا یا لدال پڑھ سکتا ہے کہ نہیں اگر ضا کی ادا پر قدرت نہیں رکھتا تو ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے تحریر فرمائیں۔
المستفتی: علی نواز موضع بریڈاڈا کھانہ بریڈاڈا ضلع غازی پور

الجواب

قرآن عظیم میں قصد اعضا کو ظاہر دال دونوں پڑھنا حرام و ناجائز بلکہ منہ نماز ہے، اور جو معذور

ہے یعنی ضاد کے ادا پر قادر نہیں ہے، اور وہ اس کو صحیح مخرج سے ادا کرنے کی کوشش کرتا ہے، اور ادا نہیں کر پاتا وہ جس طرح ادا کرے گا ہو جائے گی، اور اپنے جیسے معذروں کی امامت بھی کر سکتا ہے، اور صحیح پڑھنے والوں کی نماز اس کے پیچھے نہ ہوگی۔ بہار شریعت فتاویٰ رضویہ جلد سوم۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی

(۱۷، ۱۳) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسائل ذیل میں کہ

(۱) مغرب کی نماز میں امام صاحب نے پہلی رکعت میں قرأت کی اور دوسری رکعت میں قرأت کرنا بھول گئے اور تیسری رکعت میں بھی قرأت نہیں کی اور نہ ہی نماز کی آخری رکعت میں سجدہ سہو کیا تو آپ قرآن وحدیث کی روشنی میں فرمائیں کہ نماز ہوئی یا نہیں؟ کیا اس نماز کو صحیح کرنے کی کوئی ترکیب تھی؟ ویسے احتیاطاً سلام پھیرنے کے بعد لوگوں نے نماز کو دہرایا، لیکن کسی کو صحیح مسئلہ کی جان کاری نہیں ہے آپ اس کو تفصیل سے تحریر فرمائیں۔

(۲) ایک شخص حضور ﷺ کی شان اقدس میں گندے الفاظ استعمال کرتا ہے اور کبھی کبھی مسجد میں نماز پڑھنے بھی آتا ہے تو ایسا شخص شریعت کی رو سے کیسا ہے اور عوام کو اس کے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہئے؟ (۳) ایک شخص قرآن کا مذاق اڑاتا ہے اس کے لیے شریعت کا کیا حکم ہے؟

(۴) میں جہاں پر رہتا ہوں وہاں سب دیوبندی ہیں تو میں جمعہ کی نماز اور عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی نماز کیسے پڑھوں آپ قرآن وحدیث کی روشنی میں ارشاد فرمائیں۔ اور منجگانہ نماز کے لیے بھی کوئی راستہ بتائیں۔

(۵) یہاں کے مولوی صاحب کہتے ہیں کہ مردوں کی روح کبھی بھی اس کے دروازے پر نہیں آتی ہے یہاں تک کہ شب برأت کے روز بھی نہیں آتی ہے اور دلیل پیش کرتے ہیں کہ جس طرح سے آدمی جیل خانہ میں رہتا ہے تو اس کو گھر جانے کی اجازت نہیں دی جاتی ہے جب تک کہ اس کو رہانہ نہ کر دیا جائے۔ اسی طرح آدمی جب جنت یا جہنم میں ہے تو کیسے اس کی روح اس کے دروازے پر آ سکتی ہے۔

استفتی: فیضان احمد اعظمی کیراف حاجی ابراہیم سیٹھ تالاب پورہ پوسٹ باران کوٹہ

الجواب

(۱) اگر بالقصد قرأت چھوڑ دی نماز فاسد ہوگئی۔

عالم گیری میں ہے:

حتى لو لم يقرأ في واحدة منه او قرأ في واحدة فقط فسدت صلوته۔ (۹۰/۱)

فرض کی کسی رکعت میں قرأت نہیں کی یا صرف ایک رکعت میں قرأت کی بقیہ میں نہیں تو نماز باطل ہوگئی، اور اگر دوسری رکعت میں قرأت بھول گیا تھا تو تیسری میں قرأت کر کے سجدہ سہو کرنا چاہئے تھا چونکہ ایسا نہیں کیا اس لیے نماز فاسد ہوگئی۔ لوگوں نے وہ نماز دہرائی انہیں یہی کرنا چاہئے تھا۔

(۲) حضور ﷺ کی شان میں گندے الفاظ استعمال کرنے والا مسلمان نہیں، چاہے زندگی بھر نماز پڑھتا رہے مسلمانوں کو ایسے شخص سے قطع تعلق کرنا چاہئے۔

حدیث شریف میں ہے: یا اکم وایا کم لا یصلو نکم ولا یفتونکم۔

ان سے اپنے کو دور رکھو اور ان کو اپنے سے دور رکھو کہیں وہ تم کو گمراہ نہ کر دیں فتنہ میں نہ ڈال دیں۔ (۳) قرآن شریف کا مذاق اڑانے والا بھی کافر ہے۔

عالم گیری میں ہے: اذا انکر آية من القرآن او تسخره بایاتہ کفر۔ ملخصاً عالم گیری۔ جو شخص قرآن کا انکار کرے یا اس کی آیات کا مذاق اڑائے۔ اس کے ساتھ بھی وہی حکم ہے۔ جو

نمبر ۲ میں گزرا۔

(۴) آس پاس میں کہیں سنی امام ہوں تو وہاں چلے جایا کیجئے ورنہ منجگانہ اکیلے پڑھئے۔ اور عیدین اور جمعہ کے شرائط تحقق نہ ہونے کے وجہ سے آپ سے مطالبہ ہی نہیں ہے۔ البتہ جمعہ کی جگہ ظہر کی نماز آپ پر فرض ہے۔

(۵) مولوی صاحب کی دلیل بے حد ذلیل ہے۔ انہیں اپنی کہی ہوئی بات بھی سمجھ میں نہیں آئی۔ کہتے ہیں کہ مردوں یا تو جنت میں ہیں۔ جس طرح آدمی جیل خانہ میں رہتا ہے تو کیا اس مولوی کے نزدیک جنتی بھی جیل خانہ میں رہتے ہیں۔

اب آپ حدیثیں سنئے۔

(۱) حاکم نے مستدرک میں بہ صحیح حضور پر نور ﷺ سے روایت کیا:

ان الدنيا حنة الكافر وسجن المومن وان مثل المؤمن حين تخرج نفسه كمثل رجل كان في السجن فاخرج منه فجعل يتقلب في الارض ويتفصح فيها۔

بے شک دنیا کافر کی بہشت اور مسلمان کا قید خانہ ہے اور جب مسلمان کی جان نکلتی ہے تو اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی قید خانہ میں تھا اور اب آزاد ہو گیا تو زمین پر گشت کرنے اور با فراغت چلنے لگا۔

یہ صحیح حدیث بتاتی ہے کہ مسلمان مر کر جاتا ہے تو زمین میں گشت کرتا ہے اور با فراغت سیر کرتا ہے اور آپ کے مولوی صاحب کو الٹا نظر آتا ہے۔

(۲) ترغیب میں ہے:

عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اذا كان يوم عيد ويوم الجمعة او يوم عاشوراء
وليلة نصف من شعبان قاتى ارواح الاموات ويقومون على ابواب بيوتهم فيقولون هل من
احد مذكورنا هل من احد يترحم علينا۔ (۱۵۳، ۲)

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ جب عید یا جمعہ یا عاشوراء کا دن یا شب برأت
ہوتی ہے۔ تو اموات کی روہیں اپنے گھروں کے دروازوں پر آکھڑی ہوتی ہیں اور کہتی ہیں۔ ہے کوئی کہ
ہمیں یاد کرے۔ ہے کوئی کہ ہم پر ترس کھائے۔ ہے کوئی کہ ہماری غربت کی یاد دلائے۔

زیادہ تفصیل اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کتاب "اتیان الارواح" میں
دیکھیں واللہ تعالیٰ اعلم عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ

(۱۸-۱۹) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ

(۱) نذیر تہا نماز با آواز بلند پڑھتا ہے اور ان کا تہا با آواز بلند پڑھنے میں جماعت کا ثواب ملتا
ہے۔ ایسی حالت میں حکم شریعت سے مشرف فرمائیں کہ علاوہ نماز جماعت کے تہا میں آہستہ جائز ہے یا
با آواز بلند؟

(۲) یہاں ایک جگہ میلاد شریف میں ایک مولوی صاحب نے ذکر پیدائش آنحضرت ﷺ میں
فرمایا کہ بغرض تعظیم کھڑا ہوتا منع ہے۔ اور کسی حدیث و قرآن میں کس جگہ حکم تعظیم نہیں آیا نہ خلفائے
راشدین نہ بزرگان دین نے بغرض تعظیم کھڑا ہوتا بتایا۔ لہذا حکم شرع سے مشرف فرمائیں کہ کھڑا ہونا جائز
ہے یا ناجائز۔ فقط احقر شوکت حسین ضلع مراد آباد

الجواب

اس میں شبہ نہیں کہ منفرد کا جہری نماز آواز سے پڑھنا افضل ہے۔ درمختار میں ہے:

"ويخير المنفرد في الجهر وهو افضل ان ادى" (۲۲۲/۲)

اس امر کی تصریح کہیں نظر سے نہیں گذری کہ بلند آواز سے پڑھنے میں جماعت کا ثواب ملتا
ہے۔ بلکہ حدیث شریف میں اس کا خلاف ہے: "صلوة الجماعة سبع وعشرين درجة" ممکن ہے
اس شخص کو اس حدیث سے دھوکا ہوا ہو۔ "من صلى على هيئة الجماعة صلت بصلاته صفوف
من لا يركع"

ر۔ قیام تعظیمی کے منکر کوئی دیوبندی مولوی معلوم ہوتے ہیں آپ ان مولوی صاحب کو نکال

دیکھئے اور خود ذوق و شوق سے قیام کرتے رہئے اس مسئلہ کی پوری تفصیل کتاب "انوار ساطعہ" میں ملے
گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم عبد المنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور ۵/ ذوالحجہ ۱۴۳۳ھ
الجواب صحیح عبد العزیز عفی عنہ الجواب صحیح: عبد الرؤف مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور
(۲۰) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ

نذیر کہتا ہے کہ امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنی چاہئے بلا پڑھے نماز نہیں ہوتی اس کا ثبوت حدیث
سے ہونا چاہئے؟ حاجی عطاء اللہ مہراج سنج اعظم گڑھ

الجواب

امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنی مکروہ ہے۔ ہدایہ میں ہے: "لا يقرء الموقم خلف الامام" اور
یہی صحیح حدیث سے ثابت ہے بلکہ قرآن عظیم سے ثابت ہے۔

قرآن عظیم میں ہے: ﴿وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ﴾
[الأعراف: ۲۰۴]

اور سنن نسائی میں ہے: "اذا صليتم فاقبموا صفوفكم ثم ليثوكم احدكم فاذا
كبر فكبروا و اذا قرأ فانصتوا" (۱۹۷/۲)

دوسری حدیث سنن دارقطنی میں ہے:

"انما الامام ليوتم به فاذا كبر فكبروا و اذا قرأ فانصتوا" (۳۲۸/۱)

ترمذی اپنی جامع میں حدیث نقل کرتے ہیں:

"من صلى ركعة لم يقرأ فيها بام القرآن فلم يصل الا ان يكون وراء الامام"

(جامع ترمذی: ۱۳۲)

آج کل جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنی ضروری ہے عام طور سے یا نادان
لوگ ہیں یا جان بوجھ کر نادان بننے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ ۲/ ربیع الثانی ۱۴۳۸ھ

الجواب صحیح: عبد الرؤف مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ

الجواب صحیح عبد العزیز عفی عنہ

(۲۱-۲۲) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ

(۱) مقتدی اس وقت شریک ہوا جب امام قرأت شروع کر چکا ہے اور مقتدی کی شرکت پہلی

رکعت میں ہوئی ہے تو مقتدی ثاکب پڑھے گا۔

(۲) گھڑی چین کے ہمراہ پہننا جائز ہے کہ نہیں اگر نہیں تو اس کی وجہ کیا ہے اگر اس وجہ سے ناجائز ہے کہ دھات چاندی کے علاوہ ناجائز ہے تو گھڑی بھی کسی نہ کسی دھات کی بنی ہوئی ہے۔

الجواب

(۱) اس صورت میں مقتدی ثاکب چھوڑ دیگا۔ غیبت میں ہے:

”وإذا أدرك الشارع في الصلوة عند شروعه الإمام وهو يجهر بالقرآن لا ياتى بالثنايل يسمع وينصت الأصح هو القول الأول انه لا ياتى به مطلقاً“

(۲) جی ہاں گھڑی دھات کی بنی ہوئی ہے لیکن اس میں معذوری ہے کہ گھڑی سوائے دھات کے اور کسی چیز کی بنی نہیں اگر لکڑی وغیرہ کی بن سکتی پھر شرعاً ہی پہننے کا حکم ہوتا اور یوں بھی جو لوگ صرف آرائش اور زینت کی غرض سے استعمال کریں کوئی غرض صحیح نہ ہو تو ان کو منع کیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ ۲۸ ربیع الثانی ۱۴۰۳ھ

الجواب صحیح: عبدالحزیز عفی عنہ

الجواب صحیح: عبدالرؤف غفرلہ

(۳) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

یہاں ۱۸ ربیع الثانی ۱۳۷۸ھ کو ایک عالم کی جامع مسجد میں تقریر ہوئی لیکن، ض، کے مخرج و تلفظ میں جھگڑا پڑ گیا۔ نئے امام صاحب کہتے ہیں، ض: کا مخرج و تلفظ زبان کا کنارہ داڑھ کی جڑ سے مل کر ہے اور وہ ایسے ہی ادا کرتے ہیں یعنی مقصوب کی آواز مقصوب سنائی دیتی ہے، اور لا الضالین کی آواز ولا الضالین جیسی سنائی دیتی ہے مگر ہم لوگ ہمارے آباء و اجداد آج تک ضاد کو دواد پڑھتے آئے ہیں۔ نئے امام صاحب پڑھتے ہیں تو ظا سے ملتی جلتی کچھ آواز سنائی دیتی ہے۔ نئے امام صاحب ہماری طرح مغدوب اور ولا الضالین نہیں پڑھتے۔ ضاد کو اگر کسی حرف سے مشابہت ہے تو وہ ظاء سے ہے یا دال سے اور ضاد پڑھنا چاہئے یا نہیں؟ فوراً مطلع فرمائیں۔ ضاد کا مخرج کیسے ادا ہوتا ہے۔ فقط

حبیب خاں شمشیر خاں مقام شہادت منج ضلع مغری خاندیش

الجواب

ضاد کو چاہے ظاء پڑھے یا دال قصد اس طرح پڑھنے سے نماز باطل ہو جائے گی۔

خزانہ الاكمل میں ہے: ”إذا قرأ الظاء مكان الضاد فقال القاضي المحسن الاحسن ان

يقال ان نعد ذلك تبطل صلوة“

اس لیے سوال ہی غلط ہے کہ ضاد ظاء سے مشابہ ہے یا دال کے۔ وہ اپنے مخرج اور بعض صفات میں تمام حروف سے ممتاز ہے، اس لیے ضاد کو ضاد ہی پڑھنا چاہئے ہاں اگر آدمی مجبور ہے اور حتی الامکان کوشش کرتا ہے اور ضاد کو اس کے مخرج سے ادا ہی کرنا چاہتا ہے لیکن ادا نہیں کر پاتا تو اس مجبوری کی بنا پر اس کی نماز ہو جائے گی، اسی خزانہ میں ہے:

”واما ان كان خطأ و اراد الصواب فجری هذا على لسانه لو لم يكن ممن يميز بين الحرفين فظن له اذاه صحيحة كما هي فغلط جازت صلوة“

آپ کے نئے امام صاحب ضاد کا مخرج صحیح بتا رہے ہیں مگر ادا کرنے میں ظا سے مشابہ ہوتا ہے تو آپ کے نئے امام صاحب دیوبندیوں میں سے معلوم ہوتے ہیں جو ضاد کو بالاصرار ظاء پڑھتے ہیں اس لیے آپ ان کے عقائد کے بارے میں چھان بین کر لیں اگر واقعی وہ دیوبندی ہیں تو ان کے پیچھے نماز نہ ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور ۱۸ ربیع الاول ۱۴۰۳ھ

الجواب صحیح: عبدالرؤف غفرلہ مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور

(۲۳) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

قرآن کریم سورہ فرقان میں: ﴿وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ﴾ [الفرقان: ۶۲]

اور سورہ حشر میں: ”الباری المصور“ ہے۔

ان دونوں جگہوں میں سانس ٹوٹ جانے یا خود وقف کر دینے سے جاہلون کو اعادہ کر کے پڑھیں تو جاہلون اور مصور دونوں کو زیر کے ساتھ حرکت دی جائے گی یا زیر کے ساتھ۔ ایک صاحب کا کہنا ہے کہ زیر کے ساتھ حرکت دینا غلط ہے۔ ایک صاحب کا کہنا ہے کہ زیر کے ساتھ حرکت دینا غلط ہے۔ قواعد کے پیش نظر زیر کے ساتھ حرکت دی جائے گی، اس کا قاعدہ ہے کہ ”الساكن اذا حرك حرك بالكسر“ برائے کرم مطلع فرمائیں کہ صحیح کیا ہے کس طرح پڑھنا چاہئے؟ بینوا تو جروا

فقط جمیل احمد صدیقی

الجواب

﴿وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ﴾ پر وقف اختیاری جائز نہیں۔ وقف اضطراری ہو سکتا ہے، یعنی سانس ختم ہونے لگے تو ٹھہر سکتے ہیں، لیکن اس صورت میں ”الجاہلون“ کو الجاہل پڑھنا صحیح نہیں۔ غلط اور قواعد سے ناواقف ہے اور چونکہ وقف یہاں مجبوری ہوا تھا اس لیے اعادہ ضروری ہے۔ یہاں زیر و زیر کی بحث بے موقع ہے اور ”الساكن اذا حرك حرك بالكسر“ کا کوئی محل نہیں، جب اعادہ کیا جائے گا

تو الجاهلون نون کے زیر کے ساتھ اور المعصورا کے پیش کے ساتھ پڑھا جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ

الجواب صحیح: عبدالرؤف غفرلہ مدرس اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ الجواب صحیح: عبدالعزیز عقی عنہ

(۲۵) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

بتاریخ ۱۵ جنوری بروز جمعہ میں امام نے پہلی رکعت میں تیسرے پارے کی کوئی آیت پڑھی اور

دوسری رکعت میں سورۃ یوسف پڑھی، کیا اس طرح پڑھنے سے نماز ہوگی کہ نہیں؟ کچھ لوگوں نے اعتراض

کیا کہ نماز نہیں ہوگی ایسا پڑھنا غلط ہے۔ تیسرا پارہ پڑھنے کے بعد دوسرا پارہ پڑھنا چاہئے قرآن وحدیث

کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔ المستفتی حاجی محمد سلطان۔ ہانا بازار

الجواب

صورت مسئلہ میں امام صاحب نے ٹھیک پڑھا اور نماز میں کوئی خلل نہیں ہوا، جن لوگوں نے

اس کے خلاف کیا وہی غلطی پر ہیں، قرآن مجید میں جس ترتیب سے لکھا ہوا ہے اسی ترتیب سے پڑھنا

واجب ہے۔ یعنی جو آیت پہلے وہ پہلے پڑھی جائے اور جو بعد میں ہے وہ بعد میں اس کے خلاف پڑھنا

قصداً گناہ ہے۔

درمختار اور شامی میں ہے: ”ویکفرہ ان یقرأ منکوسا بان یقرأ فی الثانیۃ اعلیٰ معارفی

الاولیٰ ان قرأ فی الاولیٰ کافرون وفی الثانیۃ الم ترکیف۔ ترتیب السورۃ فی القرآن من

واجب التلاوة وانما یجوز للصغار تسهیلاً للضرورة التعليم۔ (۲/۲۳۸) واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ ۳ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۸ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(ادْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً)

اپنے رب سے گڑ گڑا کر، خفیہ طور سے دعا مانگو

مسئلہ آمین

کتاب وسنت کی روشنی میں

محدث سورتی حضرت مولانا وصی احمد صاحب پہلی بھتی رحمة اللہ تعالیٰ علیہ کا وہ
مضمون جس کی توضیح و تشریح کتاب میں ہے

اہل جہر کی دلیل قیوم جہر کی وہ حدیث ہے جس میں تصریح ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ
عندہ نے نماز پڑھائی تو جہر سے بسم اللہ پڑھی، آمین کہی، اور ہر انتقال پر تکبیر ادا کی، نماز پڑھ کر فرمایا کہ میں
نے ایسی نماز پڑھی جو حضور ﷺ کی نماز کے مشابہ ہے، اس حدیث کو ابن خزیمہ، ابن حبان نے روایت کیا۔
شیخ محقق فرماتے ہیں: امام نسائی نے اس حدیث کو آمین بالجہر کے عنوان کے تحت نقل کیا، مگر اس
حدیث سے آمین بالجہر کا ثبوت ظاہر نہیں، کیونکہ اصلاً یہ حدیث ایک صحابی کا عمل ہے، حضور تک مرفوع نہیں
اور حضرت ابو ہریرہ کا اپنی نماز کو حضور ﷺ کی نماز کے مشابہ کہنے کا یہ مطلب نہیں کہ جمیع حرکات و سکنات
میں مشابہ ہے، بلکہ تشبیہ عموماً بعض امور میں مشابہت کی وجہ سے ہوتی ہے اور وہ یہاں تکبیرات و انتقالات ہے نیز
یہ حدیث معلول ہے اور قیوم جہر ابو ہریرہ کے شاگردوں میں بسم اللہ کے جہر میں مفرد ہیں۔ مندرجہ ذیل
حدیثیں بھی جہر کے ثبوت میں پیش کی جاتی ہیں۔

(۱) حدیث وائل ابن حجر جس کو ابو داؤد و ترمذی وغیرہ نے روایت کیا جس میں ہے کہ حضور ﷺ
نے آمین کے وقت آواز دراز کی۔

(۲) علی ابن صالح یا علاء ابن صالح اسدی کی حدیث جس کو ابو داؤد و ترمذی نے روایت کر کے
سکوت کیا، جس میں ہے کہ حضور ﷺ نے آمین بلند آواز سے کہی۔

(۳) بشر ابن رافع کی حدیث جس کو ابو داؤد نے ان الفاظ میں روایت کیا حضور کے آمین کی
آواز صف اول والوں نے سنا، اور ابن ماجہ کے الفاظ کہ مسجد گونج گئی۔

ان کا جواب: یہ روایت سفیان ثوری کی ہے، شعبہ نے اسی کو روایت کیا کہ پست آواز سے آمین
کہی، اس لیے یہ حدیث قابل استدلال نہیں، اور بشر ابن رافع کی حدیث کا جواب یہ ہے کہ بخاری ترمذی
ونسائی نے بشر کی تفہیف کی ہے اور یہ مسجد چھپر کی تھی تو مسجد گونجی کیسے۔

اہل جہر ایک بات اور کہتے ہیں کہ جہر کی روایتوں کی تعداد زیادہ ہے، جیسے حضرت علی کی روایت
اور ام حصین کی روایت جس میں ہے کہ میں نے آمین کی آواز عورتوں کی صف سے سنی۔

اس کا جواب یہ ہے کہ آمین بالسر کی حدیثیں بھی تو اسی طرح کثیر ہیں، چنانچہ حضرت عمر، حضرت
علی اور جہر کے راوی سفیان ثوری، امام نخعی ان سب لوگوں کا مذہب بھی آمین بالسر ہے اور حضرت علی کی

حدیث جہر میں ابن لیلی نام کے راوی غیر معتبر ہیں، اسی طرح ام حصین اور وائل ابن حجر کی حدیث میں
تعارض ہے کہ انہوں نے عورتوں کی صف سے آواز سنی اور انہیں مردوں کی صف سے بھی سنا کی ندی۔

الغرض احادیث جہر میں حضرت وائل کی حدیث نمبر ایک قابل سند ہو سکتی تھی، مگر اس میں بھی
مخوفہ روایت آواز کرتے کی ہے جس سے جہر کا ثبوت صریح نہیں، باقی روایتوں میں سر یا جہر روایت بالعمنی
ہے اور راویوں کی اپنی اپنی تعبیر ہے، امام ابن ہمام فرماتے ہیں: حدیث (۱) قابل استدلال ہوتی تو امام
بخاری خاموش نہیں رہتے وہ ضرور اس کو جہر کے ثبوت میں پیش کرتے، انہوں نے پیش نہیں کیا تو معلوم ہوا
کہ یہ حدیث بھی قابل سند نہیں۔

برخلاف اس کے حنفی مذہب کا ثبوت کئی دلیلوں سے ہوتا ہے۔

(۱) قرآن کریم ﴿ادْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً﴾ [الاعراف: ۵۵] دعا آہستہ کرو! اور علما
کا اس بات پر اتفاق ہے کہ آمین دعا ہے۔ تو قرآن عظیم سے آمین کا آہستہ کہنا ثابت ہوا۔ اس پر اعتراض
یہ ہے کہ پھر ان قرآنی آیتوں کو کیوں بالجہر پڑھا جاتا ہے جس کا مضمون دعا ہے۔ جواب یہ ہے کہ ان
آیتوں میں دو پہلو ہیں۔ آیت قرآن، اور دعا، اور آمین صرف دعا ہے تو آیتوں میں جہر بحیثیت تلاوت
کے ہے، دعا کے لحاظ سے نہیں، المختصر قرآن عظیم سے آمین کا بالسر کہنا ثابت ہوا۔

دوسری دلیل وائل ابن حجر کی حدیث بروایت شعبہ ہے جس میں آمین بالسر کی تصریح ہے۔ اس
حدیث پر آمین بالجہر والوں کے سات اعتراض ہیں اور ساتوں بے نکتے، ان کی تفصیل کتاب میں ملاحظہ ہو۔
(۲۶) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

مقام سنی چک کے باشندوں میں سے کچھ لوگ قرأت جہری میں ﴿وَلَا الضَّالِّينَ﴾ پر بلند آواز
سے آمین کہتا جائز اور سنت رسول اللہ ﷺ بتاتے ہیں۔ اس پر عمرو نے کہا: یہ حکم پہلے کسی وجہ کے تحت تھا
بعد میں منسوخ کر دیا گیا، لیکن دیگر لوگ اپنی بات پر اڑے رہے۔ چونکہ وہاں کچھ اہل سنت و جماعت کے
ماننے والے ہیں ان سب باتوں سے واقف نہیں لوگ انہیں گمراہ کر رہے ہیں۔

مستفتی مولوی محمد حنیف مقام و پوسٹ سنی چک چھپرہ (بہار)

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم

نحمده ونصلی علی رسولہ الکریم

تاریخ: عربی زبان میں کلمہ ”آمین“ کا استعمال نزول قرآن عظیم کے پہلے سے جاری و ساری

ہے۔ البتہ اہل لغت اس باب میں مختلف ہیں کہ یہ سریانی یا عبرانی زبان کا لفظ ہے، یا عربی و فارسی زبان کا، پہلے قول والوں کا کہنا ہے کہ عربی زبان میں اس وزن پر کوئی کلمہ نہیں ہے۔ یہ لفظ ہاتیل و قاتیل کے وزن پر ہے اس لیے انہیں زبانوں سے یہ لفظ عربی میں استعمال ہونے لگا۔

دوسرا قول یہ ہے کہ یہ فارسی لفظ ”ہمیں“ کو عربی بنانے کی جدوجہد میں عربی زبان کا نچر بنا اور ”ہمیں“ سے ”آمین“ ہو گیا تو یہ لفظ فارسی الاصل اور عربی الوضع ہے۔

اور تیسرا قول یہ ہے کہ عربی الاصل ہے۔ اس قول کی تشریح میں اہل زبان کے مختلف اقوال ہیں، یہ لفظ ”یا اللہ استجب دعائنا“ ہے (اے اللہ ہماری دعا قبول کر) اور بعض لغویوں نے اس کو اسم فعل قرار دیا ہے اور اس کے معنی ”ایسا ہو“ یا ”یا اللہ ہماری طرف متوجہ ہو“ یا ”ہمیں ناامید نہ کر“ یہ ساری بحث عمدۃ القاری شرح بخاری جز سادس ص ۴۸/۴۷ میں ہے۔

قرآن، ذکر یا دعا: تمام علمائے اسلام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ کلمہ ”آمین“ نہ قرآن کی کوئی آیت ہے نہ آیت کا جز، البتہ سورہ فاتحہ کے اختتام پر اس کا کہہ لینا سنت ہے۔

ایک ضعیف روایت کی بنیاد پر اس لفظ کو اسمائے الہی میں شمار کیا ہے، لہذا ذکر بھی ہو سکتا ہے۔ لیکن اس کی جو تعبیر کی گئی ہے اور رسول اللہ ﷺ سے اس کے جو معنی مروی ہیں۔ اور جو تشریح اہل لغت نے کی ہے اس کے لحاظ سے یہ کلمہ دعا ہے۔

مذہب علماء: جیسا کہ ہم اوپر تحریر کر آئے ہیں سورہ فاتحہ کے خاتمہ پر نماز میں بھی آمین کہنا سنت ہے، البتہ امام دارالبحرۃ امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ جہری نماز میں امام کو آمین کہنے سے منع کرتے ہیں۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے ”آمین بالبحر“ اور ”آمین بالسر“ دونوں مروی ہیں پہلے جہر کا قول کرتے تھے پھر سر کا قول فرمانے لگے۔

حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جہر کا قول مروی ہے۔ اور امام اعظم اور ان کے دونوں شاگردوں سے ”آمین بالسر“ مروی ہے۔ تاریخ تعامل: لگ بھگ گیارہ صدیوں سے پورے عالم اسلام کے سوا دا اعظم کا یہی حال رہا۔ اور بلا تکبر عقائد میں یہ چاروں مذہب متفق رہے، اعمال میں اپنے اپنے ملک پر عمل درآمد کرتے رہے، ایک دوسرے کی تھلیل و تفسیق کے بجائے کامل رواداری سے عرصہ دراز سے خاص حرم میں بھی یہ چاروں مصلے پہلو پہلو قائم رہے۔

البتہ ساتویں صدی ہجری میں تقی الدین احمد ابن تیمیہ (۷۲۸/۶۶۱ء) نے اس اثور روشنی میں

انقلاب پیدا کرنا چاہا، اور اصول ہوں کہ فروع پورے اسلام میں جمہور علمائے اسلام کے خلاف اپنی رائے ظاہر کی، یہی وہ بزرگ ہیں جنہوں نے قبر انور کی زیارت کی نیت سے مدینہ منورہ کا سفر محصیت اور حرام بتایا۔ انہوں نے ہی ائمہ اربعہ کے اجماعی مسئلہ کے خلاف یہ رائے ظاہر کی کہ ایک مجلس کی تین طلاقیں ایک شمار کی جائیں گی۔ آپ کی اسی قسم کی آراء سے پورا عالم اسلام اٹھ اٹھ پھٹ پھٹا ہوا گیا۔

علمائے اسلام نے ان سے مناظرہ کرتے کے لیے حضرت شیخ سراج ہندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو بالاتفاق اپنا نمائندہ بنایا ”مسئلہ حمویہ“ میں مناظرہ ہوا۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ کی حالت اس وقت پھدکنے والی چیزیاں کی ہو گئی تھیں، حد یہ کہ شیخ سراج ہندی کو کہنا پڑا۔

ما ازالک یا ابن التیمیۃ الا کالعصفور اذا اردت ان اخذک ترتد من غصن الی غصن اخر۔۔۔ ۹

اے ابن تیمیہ آپ کا کیا حال ہے؟ کہ آپ پھدکنے والی چیزیاں بن گئے ہیں جب میں آپ کو پکڑنا چاہتا ہوں تو پھدک کر اس ڈال سے اس ڈال پر بھاگ جاتے ہیں۔

آخر اس مسئلہ میں شکست کی وجہ سے انہیں جیل بھی جانا پڑا۔

الغرض ابن تیمیہ کے اس ہنگامہ کے دہنے کے بعد حالات اعتدال پر آ گئے۔ تا آنکہ تیرہویں صدی ہجری کی تیسری دہائی میں محمد ابن عبد الوہاب نجدی نے جو ابن تیمیہ کی طرح اپنے آپ کو حنبلی کہتے تھے انہیں کے خیالات سے متاثر ہو کر اسلام کے خلاف خروج کیا جو عام مسلمانوں کو کافر و مشرک کہتے اور ان کی جان و مال کو مباح قرار دیتے تھے۔

پھر انہیں خیالات سے متاثر ہو کر مولوی محمد اسماعیل دہلوی ۱۱۹۳ھ/۱۲۳۶ھ نے ہندوستان میں یہ خیالات پھیلانے، ان کی تعلیم کی ابتدا یہیں سے ہوتی ہے کہ قرآن و حدیث کا سمجھنا کچھ مشکل نہیں، اس لیے ہر آدمی کو قرآن و حدیث از خود سمجھنا چاہئے، اور اس پر عمل کرنا چاہئے۔

جس کے نتیجے میں ایسے مولوی صاحبان نے بھی جنہیں علم دین میں کوئی مہارت نہ تھی، صرف عربی زبان کی سدھ بدھ کی بنیاد پر ائمہ مجتہدین پر لعن طعن کرنا اور ہر شرعی مسئلہ میں اپنی رائے کو دخل دینا شروع کیا اور ہر طرف جنگ و جدال اور فتنہ و فساد بین المسلمین کی آگ بھڑکانی شروع کی۔

مجموعی طور پر علامہ المسلمین نے ابن تیمیہ کی طرح ان لوگوں کو بھی رد کر دیا ہوتا لیکن سعودیہ عربیہ کی پڑو ڈالنے ان میں دم خم باقی رکھا ہے اور اب بھی یہ لوگ جگہ جگہ مسلمانوں میں اسی طرح فرائی باتوں اور اختلافی مسائل میں فساد پیدا کرتے رہتے ہیں۔

آج کل ”آمین بالجہر“ ”رفع یدین“ قرأت خلفت الامام وغیرہ مسائل پر فقہ انیس لوگوں کا جگایا ہوا ہے۔ ائمہ کے مقلدین جو اصل متبع سنت ہیں وہ تو اب خاموش ہیں اور ان مسائل کو وہی اہمیت دیتے ہیں جن کے یہ مستحق ہیں۔

ہم نے اپنے اس رسالہ میں مسئلہ ”آمین“ میں طریقین کے دلائل اور ان کی تنقیدیں پیش کی ہیں جس سے ہر انصاف پسند پر یہ بات واضح ہو جائے گی کہ مسئلہ آمین بالسر پر تکیہ کرنے میں غیر مقلد حضرات کس درجہ ہٹ دھرمی سے کام لیتے ہیں اور یہ بھی واضح ہو جائے گا کہ عام مسلمان جنہیں براہ راست قرآن وحدیث پر دسترس نہیں یا وہ عالم بھی جو درجہ اجتہاد کو نہیں پہنچا ہے اس کے لیے یہی حکم ہے کہ اپنے امام کے قول کے موافق عمل کرے۔ عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ضلع میو۔ ۲۷ شعبان ۱۴۱۰ھ

جہر کے دلائل اور ان کی تنقید

دلائل کی مختلف نوعیں ہیں:

نوع اول: وہ حدیثیں جن سے ”آمین“ کہنے کی فضیلت کا ثبوت فراہم ہوتا ہے لیکن بلند آواز سے کہی جائے یا پست آواز سے اس کی کوئی تصریح الفاظ حدیث میں نہیں۔ مگر جہری حضرات کھینچ تان کر اس سے جہر ثابت کرتے ہیں تو پست آواز سے کہنے والے کہتے ہیں، اس طرح تو یہی حدیثیں ”آمین بالسر“ کا بھی ثبوت اور دلیل ہیں وہ حدیثیں یہ ہیں۔

”(الف) عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ ﷺ قال اذا آمن الامام فامنوا فانه من وافق تامينه تامين الملائكة غفرله ما تقدم من ذنبه۔“

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب امام آمین کہے تو تم آمین کہو جس کی آمین ملائکہ کی آمین کے موافق ہوگی اس کے گزشتہ گناہ معاف ہو جائیں گے۔

(ب) عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان رسول اللہ ﷺ قال اذا قال الامام غیر المغضوب علیہم ولا الضالین فقولوا آمین فانه من وافق قوله قول الملائكة غفرله ما تقدم من ذنبه۔“

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: امام غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو جس کا قول ملائکہ کے قول کے موافق ہوگا اس کے گزشتہ گناہ معاف ہو جائیں گے۔

(ج) عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ ﷺ قال : اذا قال احدکم امین قالت الملائكة فی السماء امین فوافقت احدهما الاخری غفرله ما تقدم من ذنبه۔“ ۱۳۰

انہیں ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ تم میں سے کوئی زمین پر آمین کہتا ہے اور فرشتے آسمان پر آمین کہتے ہیں۔ جس کی موافقت ان کے قول سے ہو جائے گی اس کے گزشتہ گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔

ان حدیثوں کو دیکھ کر ہر اہل علم بھی فیصلہ کرے گا کہ یہ حدیث خبر واحد ہے جس کا مدار حضرت ابو ہریرہ صحابی رسول ﷺ پر ہے۔ یعنی حدیث دراصل ایک ہے۔ الفاظ کا جو اختلاف نظر آتا ہے یہ خود ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اسلوب بیان ہے کہ ایک ہی بات کو چند الفاظ میں ادا کیا اور تین پیرایہ بیان اختیار کیا، کہنا تو صرف یہ ہے کہ نماز میں سورہ فاتحہ کے ختم پر آمین کہنے کی یہ برکت ہے کہ قائل کے گزشتہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں کیونکہ اس وقت فرشتے بھی آمین کہتے ہیں۔

اسی مضمون کو کبھی یوں بیان کیا کہ امام آمین کہے تو تم آمین کہو۔ کبھی یوں بیان کیا کہ امام جب ﴿ولا الضالین﴾ کہے تو تم آمین کہو اور کبھی یوں کہا آمین ملائکہ کی موافقت کرو اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ تینوں باتیں خود رسول اللہ ﷺ نے تین موقع پر کہی ہوں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کے ان تینوں طریقوں میں آمین کہنے کا ثبوت تو ضرور ہے، لیکن بلند یا پست کا اس میں کوئی ثبوت نہیں۔ چنانچہ انصاف پسند محدثین نے اس حدیث کا صرف یہی مطلب سمجھا اور اپنی کتاب میں اس کو اسی عنوان سے ذکر کیا۔ امام مسلم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو امام بخاری علیہ الرحمہ کے ہم پلہ ہیں۔ ان کی کتاب میں ان حدیثوں پر حسب ذیل سرخی قائم کی گئی ہے۔ باب التسمیع والتحمید والتامین ”سمع الله لمن حمده“ ”ربنا لك الحمد“ اور آمین کا بیان ہے۔

لیکن امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ جو اپنے مسلک کی جنبہ داری میں تھوڑے درجہ پر فائز ہیں، انہوں نے حدیثوں پر حسب ذیل سرخیاں قائم کیں ”باب جہر الامام بالتامین“ امام کے آمین بالجہر کہنے کا بیان ”باب تامين الماموم بالجهر“ مقتدیوں کے آمین بالجہر کہنے کا بیان۔

آپ حیران ہوں گے کہ اس حدیث سے بھلا آمین بالجہر کہاں ثبوت ہو سکتا ہے اور امام بخاری نے کیسے یہ دعویٰ کیا تو جہری حضرات کی تر بانی اس کی تقریر سنئے۔

امام کے جہر کی دلیل: پہلی روایت میں ہے کہ جب امام آمین کہے تو تم آمین کہو۔ تو جب تک امام بلند آواز سے آمین نہ کہے گا۔ تو مقتدی کو کیسے پتہ چلے گا کہ امام نے آمین کہی۔ اس لیے امام کو آمین بالجہر کہنا ضروری ہوا۔ ۱۳۱

مقتدی کے جہر کی دلیل: دوسری روایت میں ہے: ”اذا قال الامام ولا الضالین فقولوا

امین“ جب امام ”ولا الضالین“ کہے تو تم آمین کہو۔ حدیث شریف میں لفظ قول آیا ہے اور قول بلند آواز بولنے کو کہتے ہیں اس لیے مقتدیوں کو بھی بلند آواز سے آمین کہنا ثابت ہوا۔ ۱۵۔
ان دلیلوں پر مندرجہ ذیل تنقیدیں کی گئیں۔

تنقید: (الف) پہلی روایت سے جو استدلال کیا گیا ہے اس کو علمائے اصول فقہ کی اصطلاح میں استدلال باقتضاء النقص کہا جاتا ہے، کیونکہ اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ہم جس چیز کو قرآن کی جس آیت یا جس حدیث سے ثابت کرنا چاہتے ہیں خاص اس کا ذکر تو آیت یا حدیث میں نہیں لیکن قرآن یا حدیث کے معنی درست کرنے کے لیے اس لفظ کا اضافہ ضروری ہے جیسا کہ اہل جہر نے مقتدیوں کے اطلاق دینے اور سننے کی غرض سے روایت میں لفظ جہر کا اضافہ کیا۔

ناقذین کا کہنا یہ ہے کہ یہ صحیح ہے کہ ضرورۃً زائد لفظ اضافہ کیا جاسکتا ہے، لیکن آپ نے جو ضرورت بتائی وہ بالکل مصنوعی اور غیر حقیقی ہے، کیونکہ مسئلہ آمین میں تو از خود نیز رسول اللہ ﷺ کے بتا نے سے ہر مقتدی کو یہ معلوم ہے کہ امام ”ولا الضالین“ کے بعد آمین کہے گا۔ تو اب علاحدہ سے امام کو بتانے اور پکارنے کی کیا ضرورت، تو یہاں اس استدلال کا استعمال غلط اور بے موقع ہوا۔

(ب) دوسری والی روایت سے مقتدیوں کے آمین بالجہر پر استدلال کی حالت۔ پہلی والی حدیث کے استدلال سے بھی زیادہ واضحی اور سقیم ہے۔ کیونکہ اس استدلال کا سارا دار و مدار اس بات پر ہے کہ لفظ قول کے معنی صرف بلند آواز سے کہنے کے ہوں جب کہ یہ ایک بالکل بے بنیاد بات ہے۔ زبان عرب میں لفظ قول کا اطلاق جس طرح جہری بات پر ہوتا ہے اسی طرح سری بات کو بھی قول کہا جاتا ہے۔ قرآن عظیم میں ہے:

﴿وَأَسِرُّوا قَوْلَكُمْ أَوِ اجْهَرُوا بِهِ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ﴾ [المک: ۱۳]۔ ۱۶۔

آہستہ آہستہ قول کر، چاہے بلند آواز سے بے شک وہ دونوں کا حال جانتا ہے۔

حدیث شریف میں ہے: ”عن ابی مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اذا صلی احدکم فلیقل التحیات لله والصلوات ۱۷۔“

جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو ”التحیات لله والصلوات“ کا قول کرے۔

یہاں نماز میں ”التحیات“ پڑھنے کو لفظ قول سے تعبیر کیا جو باتفاق ماہرین سری ہے اور آیت میں سری اور جہر دونوں کو قول سے تعبیر کیا گیا۔ اسی صورت میں قول کو صرف جہر قرار دینا کس درجہ زیادتی اور تحکم ہے۔ ہم بھی منہ میں زبان رکھتے ہیں: (ج) اگر احادیث مندرجہ بالا سے جہری حضرات اس

درجہ لوچ اور لچر استدلال کا حق رکھتے ہیں تو سری حضرات کو بھی بجا طور پر ان حدیثوں سے استدلال کا حق پہنچتا ہے اور یہ حدیثیں ان کے مقصد پر مقبول دلیلیں ہیں۔

چنانچہ حدیث (۲) کے الفاظ ہیں ”اذا قال الامام ولا الضالین فقولوا امین“ جب امام ”ولا الضالین“ کہے تو تم لوگ آمین کہو۔ ان الفاظ سے ثابت ہوتا ہے کہ امام کی آمین آہستہ ہوگی ورنہ اسی کو رسول اللہ ﷺ مقتدیوں کے آمین کہنے کا قرینہ قرار دیتے۔ امام کی آمین کو قرینہ نہ بنا کر کلمہ ”ولا الضالین“ کو قرینہ بنایا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ امام کی آمین بالسر ہوگی۔

(۷) اصول زبان و بیان کے لحاظ سے اس حدیث میں تقسیم کا فراموشی گئی ہے۔ امام کا کام صرف ”ولا الضالین“ کہنا ہے اور مقتدیوں کا کام صرف آمین۔

چنانچہ اسی حدیث کو سند بنا کر امام دارالبحرۃ امام مالک علیہ الرحمہ نے یہ قول فرمایا کہ امام آمین نہ کہے اور حدیث ”اذا امن الامام“ کا یہ جواب دیا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب امام آمین کہنے کی جگہ پر پہنچے۔ ۱۸۔

ایسی صورت حال میں آمین بالجہر کی وہ بنیادی ختم ہوگئی جس پر یہ دیوار کھڑی کی گئی تھی اور حدیث مذکورہ بالا سے صرف مقتدیوں کا آمین کہنا ثابت ہوا۔ اور جیسا کہ ”التحیات“ وغیرہ ادعیہ ماثورہ میں قول کے لفظ سے سراپڑھنا مراد ہے۔ یہاں بھی آمین کا سرا کہنا ہی قرین قیاس ہے۔

جواب: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مذکورہ بالا حدیث ”اذا قال الامام ولا الضالین فقولوا امین“ کو امام احمد، امام نسائی، اور دارمی نے سند صحیح روایت کیا اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں نقل کیا۔ جس میں یہ الفاظ زائد ہیں ”فان الامام یقولها“ جب امام ”ولا الضالین“ کہے تو تم آمین کہو کیونکہ امام بھی آمین کہتا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ امام کے آمین نہ کہنے والی بات صحیح نہیں اور اس پر جو بات منقطع کی گئی (یعنی مقتدیوں کی آمین بالسر) یہ بھی غلط ہے۔

جواب الجواب: حدیث شریف کے اس اضافہ نے جہاں اس امر پر روشنی ڈالی کہ امام بھی آمین کہے گا وہیں اس امر کو بھی بالکل واضح کر دیا کہ امام آمین پست آواز سے کہے گا۔ کیونکہ امام اگر جہر سے آمین کہتا تو رسول اللہ ﷺ کو یہ فرمانے کی کیا ضرورت تھی، کہ امام بھی آمین کہتا ہے۔ یہ بات تو جمعی صحیح ہوگی کہ امام پست آواز سے کہے تو مقتدیوں کو غلط فہمی ہو کہ امام نے آمین کہی یا نہ کہی تو فرما دیا وہ بھی کہے گا۔ المختصر اگر حکم رسول میں آمین بالجہر مانا جائے تو حدیث کا یہ جملہ زائد جو صحیح روایتوں سے ثابت ہے بے معنی ہو جائے گا اور اس جملہ کو صحیح مانیں تو آمین کو آہستہ کہنا لازم آتا ہے۔ اس لیے اہل سرا اس قول

میں حق بجانب ہیں کہ حدیث ابو ہریرہ سے آمین بالسر ثابت ہے۔

خلاصہ کلام: یہ ہوا کہ احادیث ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اگر ثابت ہوتا ہے تو جہر اور سر دونوں اور اگر ثبوت نہیں ہوتا ہے تو کسی کا بھی نہیں۔ اس لیے ان احادیث کو صرف آمین بالجہر کی دلیل قرار دینا غلط ہے۔

نوع دوم: وہ حدیث جس کو امام بخاری اور مسلم نے تو نہیں روایت کیا لیکن ترمذی، ابو داؤد طحاوی، ابویعلیٰ، طبرانی، دارقطنی اور حاکم نے روایت کیا جس میں بالجہر اور بالسر دونوں کی تصریح ہے۔ وہ روایتیں جن میں جہر کا ذکر ہے:

(۱) "حدثنا بندار، يحيى ابن سعيد و عبد الرحمن بن مهدي . سفیان ، سلمه بن كهيل ، حجر بن العنيس ، وائل بن حجر قال سمعت النبي ﷺ قرأ غير المغضوب عليهم ولا الضالين فقال آمين ومدبها صوتها" ۱۹۔

بندار حضرت یحییٰ سے وہ اور عبد الرحمن سفیان ثوری سے وہ سلمہ بن کھیل وہ حجر ابن العنسی وہ وائل ابن حجر سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے "ولا الضالین" کے بعد آمین کہا اور آواز دلا دیا۔

شیخ محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ: حدیث میں آیا ہوا لفظ "مدبها صوتها" آمین بالجہر پر وضع دلالت نہیں کرتا کیونکہ مد کے معنی موضوع لہ جہر کے نہیں دراز کرنے کے ہیں۔ اور آواز کی دو قسمیں ہیں جہر اور سر یعنی اس لفظ کا لغوی ترجمہ ہوا "آواز دراز کی" اور جب سر بھی آواز ہی ہے تو دراز کرنا اس کی بھی صفت ہوگی۔ اور مطلب حدیث کا یہ ہوگا کہ حضور ﷺ نے آمین کو مد کے ساتھ ادا کیا، بالقصر نہیں پڑھا تو اس روایت سے بلند آواز کے ساتھ آمین کہنا ثابت نہ ہوا۔

اس کا جواب اور جواب الجواب ذکر کر کے ہم بحث کو طول دینا نہیں چاہتے اس لیے دوسری روایت کا ذکر کرتے ہیں جس میں رفع صوت اور جہر صحت کا ذکر ہے۔

(۲) "محمد ابن كثير ، سفیان ثوری ، سلمه بن كهيل . حجر ابی العنيس . وائل بن حجر كان رسول الله ﷺ اذا قرأ ولا الضالين قال آمين ورفع بها صوتها" ۲۰۔ حضور ﷺ نے "ولا الضالین" پڑھ کر بلند آواز سے آمین کہا۔

(۳) مخلد بن خالد الشعری ، ابن نمیر علی ابن صالح (اعلاء) سلمة ابن كهيل حجر ابی العنيس ، وابن حجر انه صلى خلف رسول الله ﷺ فجهر آمين" ۲۱۔

میں نے حضور ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی تو آپ نے بلند آواز سے آمین کہی۔

(۴) "عن محمد بن سلمه ، سلمه ابن كهيل ، قالوا رفع صوته بآمين" ۲۲۔ محمد بن سلمہ بن کھیل سے روایت کی آمین کے ساتھ آواز بلند کی۔

پست آواز سے آمین کی روایت: "شعبة عن سلمة بن كهيل عن حجر ابی العنيس عن علقمه ابن وائل عن ابيه ان النبي ﷺ قرأ غير المغضوب عليهم ولا الضالين فقال آمين واخفى بها صوته" ۲۳۔

(۱) "وروى هذا الحديث" یہی شعبہ نے سلمہ بن کھیل انہوں نے حجر ابو العنسی انہوں نے علقمہ بن وائل انہوں نے وائل سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے "غير المغضوب عليهم ولا الضالين" کے بعد پست آواز سے آمین کہی۔

(۲) "يحيى بن محمد بن صاعد ، ابو الشعث ، يزيد بن ذريع . سلمه بن كهيل عن حجر ابی العنيس عن علقمه بن وائل ، وائل قال صليت خلف رسول الله ﷺ فسمعت حين قال غير المغضوب عليهم ولا الضالين قال آمين واخفى بها صوته" ۲۴۔

یحییٰ بن محمد ابو الاشعث سے وہ یزید بن ذریع سے وہ شعبہ سے وہ سلمہ بن کھیل سے وہ حجر ابو العنسی سے وہ علقمہ ابن وائل سے اور وائل کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پیچھے میں نے نماز پڑھی تو آپ نے ولا الضالین کہہ کر پست آواز میں آمین کہی۔

بادی النظر میں یہ چھ روایتیں ہیں لیکن اصل میں یہ ایک حدیث ہے جس کے راوی حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، جنہیں زندگی میں صرف دو بار تھوڑے تھوڑے دن کے لیے حضور ﷺ کی ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ حضرت وائل کے بعد بھی تین درجہ تک ایک ہی ایک راوی ہیں۔ چوتھے درجہ پر حضرت سلمہ بن کھیل سے اس کو چار صاحبوں نے روایت کیا، حضرت سفیان ابن سعید ثوری، حضرت شعبہ ابن الحجاج یضری رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضرت علاء ابن صالح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور حضرت محمد بن سلمہ رحمۃ اللہ علیہ۔ جن میں دو اول الذکر تو امامانِ قرین حدیث اور مقتدا یان اسلام ہیں اور علاء ابن صالح کے بارے میں آراء مختلف ہیں۔ یحییٰ ابن معین ثقہ کہتے ہیں، علی ابن المدینی کافر مان ہے "روی احادیث مناکیر" منکر حدیثیں روایت کرتے ہیں۔ ۲۵۔

تقریب میں ہے: "صدوق له أوهام من السابعة" بچے تو ہیں مگر روایت کرنے میں وہم میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ ۲۶۔

میزان الاعتدال للذہبی میں ہے: "من علق الشيعة" یہ تو شیعوں کے سردار تھے؟ ان تنقیدوں سے ان کی روایت کا حال ظاہر ہے۔

چوتھے آدمی محمد بن سلمہ ہیں جو بالافتاق ضعیف، وہابی ذاہب الحدیث ہیں۔ ۲۷

اس طرح دیکھا جائے تو اس روایت میں اصل اختلاف حضرت سفیان ثوری اور امام شعبہ میں ہے کہ اول الذکر جبر کے راوی ہیں اور آخر الذکر سر اور مخالفت کی روایت کرتے ہیں اور یہ دونوں ہی بزرگ علم رجال حدیث میں امامت کا درجہ رکھتے ہیں۔ پس انصاف کا تقاضا تو یہ تھا کہ یا تو دونوں کی عظمت کا خیال کر کے دونوں ہی روایتوں کو صحیح کہا جاتا جیسا کہ بعض محدثین کا خیال ہے۔

"وقد قال بعض العلماء ان الخبرين بالجهر بها وبالمخافة بها صحيحان وعمل لكل منهما جماعة من العلماء" ۲۸۔

بعض علماء فرماتے ہیں: جبر اور سر دونوں روایتیں صحیح ہیں اور ہر ایک روایت پر علماء کے ایک گروہ نے عمل کیا۔

یا ابن قطان کی طرح سے اختلاف شعبہ اور سفیان کی وجہ سے مضطرب قرار دے کر دونوں روایتوں کو مذکور و متروک قرار دیتے۔ امام زیلعی فرماتے ہیں:

"وقد بين في حديث وائل اضطراب من اربعة وجوه كلها يرجع الى اختلاف ثوري وشعبة في الاسناد والتمتن - والحديث الى الضعف اقرب منه الى الحسن" ۲۹۔
یحییٰ بن سعید قطان نے اس حدیث وائل میں چار طرح کا اضطراب بتایا سب کی بنیاد ثوری اور شعبہ کا اختلاف ہے، اسناد میں بھی اور متن میں بھی۔ یہ حدیث "حسن" سے زیادہ "ضعیف" کے قریب ہے۔

لیکن ہوا یہ کہ ہزار جتن کر کے حدیث شعبہ کو ضعیف اور حدیث ثوری کو قوی ثابت کرنے کی کوشش کی گئی تاکہ اہل سر کو سنت کا مخالف ثابت کیا جائے۔ تنقید اور اس کا جواب ہم ذکر کرتے ہیں جس سے کئی ایک عبرت تاک حقیقتیں سامنے آئیں گی۔

تنقید: (۱) امام شعبہ نے ایک راوی کا نام غلط لیا۔ اصلی نام جبر ابن العنسی ہے اور حضرت شعبہ نے ان کو جبر ابو العنسی کہا حالانکہ جبر کی کنیت تو ابو السکن ہے۔ انہیں ابو العنسی کہہ کر بیٹے کو باپ بنادیا۔ ۳۰

تنقید: (۲) حضرت شعبہ نے ابن العنسی اور وائل ابن جبر کے درمیان ان کے صاحبزادے علقمہ کا اضافہ کیا حالانکہ اصل حدیث سفیان کی روایت کے موافق ہے یعنی اصل حدیث براہ راست وائل

سے مروی ہے ان کے صاحبزادے کا واسطہ درمیان میں نہیں۔ ترمذی نے اپنی تصحیح میں تو نہیں البتہ کتاب العلل میں امام بخاری کے حوالہ سے اتنا مزید فرمایا:

"سئلت محمد بن اسماعيل هل سمع علقمة عن ابيه فقال انه ولد بعد موت ابيه بستة اشهر" ۳۱۔

بخاری نے کہا کہ علقمہ نے باپ وائل کی موت سے چھ ماہ بعد پیدا ہوئے اس لیے ان کا سماع اپنے باپ سے ثابت نہیں۔

تنقید: (۳) امام شعبہ نے روایت لفظ "خفص بها" سے کی جب کہ اصل روایت "مذبها صوتہ" ہے۔ ۳۲

جواب تنقید: (۱) ان تینوں اعتراضوں کے موجد امام بخاری اور ناقل اور مؤید امام ترمذی ہیں بلاشبہ یہ حضرات فن جرح و تعدیل کے بھی امام ہیں۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ یہ اعتراض یا تو کسی دھم کی بنیاد پر ان سے سرزد ہوئے یا بے جا تعصب نے انہیں یہ کہنے پر مجبور کیا۔ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ جبر کی کنیت حسب روایت امام بخاری ابو السکن بھی ہے اور ابو العنسی بھی، وہ ایک عنسی کے باپ ہیں اور ایک عنسی کے لڑکے بھی۔ اس لیے جس نے ابن العنسی کہا اس نے بھی صحیح نام لیا کہ جبر کے باپ کا بھی نام عنسی تھا۔ اس لیے وہ ابن العنسی ہوئے اور جس نے ابو العنسی کہا اس نے بھی صحیح کہا کہ وہ ایک عنسی کے باپ تھے اور کوئی ابو السکن کہتا تو وہ بھی صحیح ہی کہتا۔ اس لیے امام شعبہ سے نام لینے میں کوئی غلطی نہیں ہوئی۔ امام یحییٰ بحوالہ ابن حبان فرماتے ہیں:

"هو العنسي حجر ابن العنسي وحزم به ابن حبان في الثقات فقال كنيته كاسم ابيه وقول محمد يكنى ابالسكن لا ينافي ان تكون كنيته ابو العنسي لانه لا مانع ان يكون لشخص واحد كنيثان" ۳۳۔

یہ ابو العنسی حجر ابن العنسی ہیں ابن حبان نے انہیں ثقات میں گنایا ہے اور کہا کہ ان کی کنیت ان کے باپ کے نام کی طرح ہے۔ اور امام بخاری کے ابو السکن کنیت بتانے سے کوئی حرج واقع نہیں ہوتا اس میں کوئی حرج نہیں کہ ایک آدمی کی دو کنیت ہو۔

حضرت ابن جبر بھی تہذیب میں یہی باتیں فرماتے ہیں:

"حجر ابن العنسي ابو العنسي يقال له ابو السكن ، وذكر ابن حبان في الثقات في التابعين ثم قال في اتباع التابعين حجر ابن العنسي ابو العنسي" ۳۴۔

حجر ابن العنسی ابو العنسی ہیں ان کی کنیت ابو الحسن بھی ہے ابن حبان نے ان کو ثقات میں شمار کیا ہے اور ان کو تابعی یا تابع تابعی بتایا ہے۔

ان تصریحات کی روشنی میں ہم حیران ہیں کہ اتنے بڑے بڑے امامان فن کی اس غفلت کو ہم کس چیز سے تعبیر کریں جس چیز کے اتنے سارے ثبوت ہیں، اس کا اس صفائی سے انکار؟

ع خامہ انگشت بدنداں ہے اسے کیا کہئے
اور اگر اس کے بعد بھی اصرار ہے کہ حجر ابو العنسی صحیح نہیں ابن العنسی ہی صحیح ہے اور شعبہ کی روایت میں یہ لفظ ہونے سے وہ روایت ہی قابل جرح ہے تو مندرجہ ذیل حدیث کے بارے میں کیا خیال ہے؟

”حدثنا محمد ابن كثير اخبرنا السفيان الثوري عن سلمة بن كهيل عن حجر ابى العنيس الحضرمي عن وائل ابن حجر قال كان رسول الله ﷺ اذا قرأ ولا الضالين قال امين ورفع بها صوته“ ۳۵۔

محمد ابن كثير سفیان ثوری سے روایت کرتے ہیں کہ وہ سلمہ ابن کہیل سے وہ حجر ابو العنسی حضرمی سے وہ وائل ابن حجر سے کہ رسول اللہ ﷺ ”ولا الضالين“ کہہ کر آمین بلند آواز سے کہتے۔ ہم نہایت ادب سے گزارش کریں گے کہ اگر شعبہ ابن العنسی کے بجائے ابو العنسی کہہ کرنا قابل اعتبار ہو گئے تو بروایت ابوداؤد حضرت ابوسفیان بھی تو اسی علت میں گرفتار ہوئے پھر ان کے بارے میں کیا حکم ہے؟

ع ایں گناہست کہ در شہر شائیز کنند

جواب تنقید: (۲) اس سوال کے دو پہلو ہیں: حضرت علقمہ اپنے باپ وائل کے انتقال کے چھ مہینے بعد پیدا ہوئے، ان کی ملاقات اپنے باپ سے ثابت نہیں۔ لیکن یہ حیرتناک حقیقت ہے کہ یہ دونوں ہی باتیں بالکل بے اصل اور خلاف واقعہ ہیں۔ اس کی حقیقت خود امام ترمذی سے سنئے۔

”محمد بن يحيى ثنا محمد بن يوسف عن اسرائيل ثنا سماع بن حرب عن علقمة بن وائل الكندي عن وائل بن حجر عن ابيه ان امره“ (الحديث) ۳۶۔

محمد بن یحییٰ محمد بن یوسف سے وہ اسرائیل سے ان سے سماع بن حرب نے وہ علقمہ وائل وہ وائل بن حجر وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں۔

امام ترمذی چونکہ علقمہ عن ابيه پر اعتراض کر چکے تھے، اور یہاں اس کو سند میں پیش کیا تو منافی

میں ارشاد فرماتے ہیں:

”علقمة بن وائل. ابن حجر سمع عن ابيه وهو اكبر من اخيه عبد الجبار بن وائل والجبار لم يسمع من ابيه لانه وُلد بعد ابيه لاشهر“ ۳۷۔

علقمہ بن وائل ابن حجر نے اپنے باپ سے سنا ہے اور یہ اپنے بھائی عبد الجبار وائل سے بڑے ہیں جبار نے البتہ اپنے باپ سے نہیں سنا ہے۔ یہ اپنے والد کی وفات کے کئی مہینے بعد پیدا ہوئے۔

اللہ اکبر! کس درجہ حیرت انگیز یہ امر ہے کہ جو راوی کتاب العلل میں قابل جرح اور متروک تھا اسی مصنف کی دوسری کتاب ترمذی میں وہ تنقید سے پاک و صاف ہو گیا۔ انصاف کا یہ دوہرا معیار نہایت درجہ افسوس ناک ہے۔ خیر یہ ثابت ہو گیا کہ علقمہ کی روایت اپنے والد سے صحیح ہے اور ان کی لقا ثابت ہے اور یہی ہم کو بتاتا تھا کہ حضرت شعبہ کی روایت پر یہ دوسرا اعتراض بھی بالکل غلط اور بے معنی ہے اور ان کی روایت بے داغ ہے۔ حضرت امام بخاری فرماتے ہیں:

”ان دخول علقمة في الوسط ليس يعيب لانه سمع من علقمة اولا بنزول ثم رواه عن وائل يعلو بيته الكهجي في سنن الكبرى“ ۳۸۔

ابن العنسی اور وائل کے بیچ میں علقمہ کا آجانا کوئی عیب نہیں، ابن العنسی نے باپ بیٹا دونوں سے ہی روایت سنی کبھی بلا واسطہ روایت کی کبھی بواسطہ کبھی نے اپنی سنن کبریٰ میں اس کی توضیح کی ہے۔

جواب تنقید: (۳) تیسرا اعتراض کہ حضرت شعبہ نے ”خفض بها صوته“ غلط کہا ہے، اصل میں یہ لفظ ”مذبها صوته“ ہے اس کی تائید امام دارقطنی نے بھی کر رکھی ہے۔ ”وهم فيه شعبة“ امام شعبہ کو اس حدیث میں وہم ہو گیا۔

سوال یہ ہے کہ اس کی بنیاد کیا ہے، کیا وہی دو تنقیدیں جو اوپر مذکور ہوئیں؟ ان کی تو غلطی بالکل واضح ہو چکی ہے بلکہ اس کو تنقید کا نام دینا ہی شرمناک ہے اور اس بنیاد پر حضرت شعبہ پر وہم کا یہ الزام بھی بے حقیقت، ورنہ پھر یہ سوال ہو گا کہ آخر شعبہ ہی کیوں وہم میں مبتلا ہوئے۔ یہ بھی تو ممکن ہے کہ سفیان ثوری کو وہی وہم ہو گیا ہو۔ امام بخاری فرماتے ہیں:

”وقول الدار قطنی وهم شعبة يدل على قلة اعتناؤه لكونه غير معصوم موجود في السفیان فرما یكون هو وهم“ ۳۹۔

اور دارقطنی کا یہ کہنا کہ حضرت شعبہ کو وہم ہوا اور انہوں نے جرح کے بجائے پست کہہ دیا۔ یہ دارقطنی کے قلت پر پردہ لالت کرتا ہے کیونکہ معصوم تو حضرت سفیان بھی نہیں تو یہ بھی ممکن ہے کہ سفیان ہی کو

وہم ہو گیا ہوا اور پست کے بجائے جبر کہہ دیا۔

تنقید: (۴) جی چاہے اس کو مستقل تنقید قرار دیا جائے اور جی چاہے تو اس کو امام مثنیٰ کے اس بھر پور سوال کا جواب قرار دیا جائے کہ خاص شعبہ کے لیے وہم کی بات اس لیے کہی جا رہی ہے کہ علم حدیث میں ان کا رتبہ سفیان ثوری سے کم ہے۔ خود حضرت شعبہ کو اس کا اعتراف ہے۔ ”ان سفیان احفظ منی“ ۳۰

سفیان مجھ سے زیادہ یاد رکھتے ہیں۔ لہذا سفیان کی روایت کو شعبہ کی روایت پر ترجیح حاصل ہے۔ جواب تنقید: (۴) ہم تہذیب التہذیب سے ان دونوں بزرگوں کے حالات لکھتے ہیں جس سے ہر شخص یہ فیصلہ کر سکتا ہے کہ کون کس سے عالی ہے۔

حضرت سفیان ثوری: حضرت سفیان ثوری بن سعید کو ۹۷ھ/۱۶۱ رکوفہ میں سکونت تھی بصرہ میں وفات ہوئی۔ ائمہ مجتہدین میں شمار ہوتے ہیں۔ علم، ورع اور زہد میں یکنائے روزگار تھے۔ حفظ، معرفت، ضبط و اتقان میں ممتاز تھے۔

تعدیل: شعبہ بن عیینہ، ابو عاصم ابن معین نے ان کو امیر المؤمنین فی الحدیث کہا۔ ابن مبارک نے ایک ہزار شیوخ سے افضل بتایا، وکیع نے اپنے سے بڑا حافظ کہا۔ وہب حضرت سفیان کو امام مالک پر ترجیح دیتے تھے۔ یحییٰ بن سعید قطان نے ان کو شعبہ پر مقدم گردانا، یحییٰ خیال ابو داؤد اور یحییٰ بن معین کا ہے۔ اسی کے قریب امام احمد کا قول ہے، ابو حاتم، ابو زرعا اور یحییٰ بن معین نے انہیں شعبہ سے بڑا حافظ بتایا۔ یحییٰ بن سعید نے امام مالک سے بڑا مجتہد کہا۔

جرح: حضرت ابن معین کہتے ہیں ان کے مراسلات ہوا کے برابر ہوتے ہیں۔ حضرت صالح ابن محمد کہتے ہیں سفیان کی حدیثیں امام مالک کی حدیثوں سے زائد ہیں۔ لیکن امام مالک راویوں کی پرکھ کرتے تھے اور سفیان بھی سے روایت کرتے تھے۔ حضرت عبد اللہ بن مبارک کہتے ہیں کہ ایک حدیث کی روایت میں سفیان ثوری تہ لیس کر رہے تھے، مجھے دیکھا تو کہا آپ سے روایت کرتا ہوں۔

حضرت شعبہ: ابن الحجاج بصری ۸۲ھ/۱۶۰ ارزہد و تقویٰ، عبادت و ریاضت میں یکنائے روزگار تھے علم حدیث، شعر و نحو میں امام تھے۔ صدق، حفظ و اتقان اور نقد رجال میں اعلیٰ درجہ پر فائز تھے۔ حضرت وکیع بن الجراح نے ان کے جنتی ہونے کی امید ظاہر کی۔ ابن معین نے ثقہ، مامون، ثبت اور حجة کہا تعدیل: حضرت سفیان ثوری اور حاتم نے ان کو امیر المؤمنین فی الحدیث کہا اور امام ائمہ بتایا اور اپنا استاذ مانا، امام احمد بن حنبل نے ان کو حضرت اعمش اور سفیان ثوری پر علم میں فضیلت دی اور فرمایا

ان کے زمانہ میں علم حدیث میں ان کا کوئی ہمسر نہ تھا۔ حدیث ٹھیک ٹھیک الفاظ میں بیان کرتا ان کا حصہ تھا، علم رجال میں پوری ایک قوم پر بھاری تھے۔

زیاد بن سلمہ نے کہا حدیث شعبہ سے سیکھو اور ابن زید نے کہا روایت شعبہ کی کوئی مخالفت کرے مجھے پرواہ نہیں۔ حضرت امام شافعی نے شعبہ کی تعریف کی۔ یحییٰ بن سعید قطان نے صرف شعبہ کو اور ابن اور لیس نے دونوں کو احسن الحدیث کہا۔ یحییٰ نے طویل حدیثوں کی یادداشت میں شعبہ کو سفیان پر ترجیح دی شعبہ کو سفیان سے بڑا عالم رجال کہا اور سفیان کو شعبہ سے بڑا فقیہ، ابو داؤد نے سفیان ہی نہیں تمام محدثین سے احسن الحدیث شعبہ کو کہا۔

جرح: یہ نام لینے میں غلطی کرتے ہیں لیکن اس سے نہ حدیث کی مقبولیت میں فرق آتا ہے نہ ان پر اس میں کوئی عیب (ابو داؤد) غلطی کہتے ہیں کہ نام کی غلطی بھی کبھی کبھار ہوتی ہے۔ دارقطنی نے بھی نام کی غلطی کی بات کہی اور کہا یہ اکثر غلطی کر جاتے ہیں۔

مذکورہ بالا تفصیل سے ظاہر ہے کہ دونوں ہم عصر بزرگ ہیں۔ فضائل میں یہ فیصلہ کرنا مشکل ہے کہ کون زائد ہے اور کون کم ہے۔ امام شعبہ کی تعریف میں صدق، حفظ، اتقان اور نقد رجال میں امتیازی شان کے مالک کہا گیا تو سفیان ثوری کو بھی حفظ، معرفت، ضبط و اتقان میں ممتاز مانا گیا ہے۔ ان کو زہد و تقویٰ و ورع میں یکنائے روزگار مانا گیا تو امام شعبہ کو بھی حضرت وکیع جیسے بزرگوں نے جنتی گردانا۔ چند ناقدین اگر سفیان ثوری کو امیر المؤمنین فی الحدیث کہتے ہیں تو اسی درجہ کے لوگ بلکہ خود سفیان ثوری بھی حضرت شعبہ کو امیر المؤمنین فی الحدیث گردانتے ہیں۔

اگر کچھ لوگوں نے سفیان کو شعبہ پر ترجیح دی ہے تو کتنے اماموں نے صرف سفیان ثوری ہی پر نہیں اس زمانے کے تمام محدثین سے شعبہ کو افضل مانا ہے اور فرمایا کہ شعبہ کسی بات کی روایت کر دیں تو مجھے کسی کی بھی مخالفت کی پرواہ نہیں حضرت شعبہ کی یہ خوبی بلا اختلاف ہے کہ نقد رجال میں ان کا درجہ حضرت سفیان سے بڑھا ہوا ہے اور مثن حدیث کو یہ سفیان سے بہتر روایت کرتے ہیں۔

حضرت سفیان پر تین جرحیں ہیں۔ (۱) مراسل بالکل ناقابل اعتبار (۲) یہ ثقہ اور غیر ثقہ دونوں قسم کے راویوں سے روایت کرتے ہیں۔ (۳) یہ مدلس ہیں۔

اور حضرت شعبہ پر صرف ایک جرح ہے کہ ناموں کی صحت کا خیال نہیں کرتے۔ لیکن یہ بات قابل اعتراض نہیں اس پوری تفصیل کے بعد بھی اگر کوئی شخص ثوری کو شعبہ پر ترجیح دے وہ بھی اس حد تک کہ ان کے مقابلہ میں شعبہ کی روایت ترک کر دے تو ایسے شخص کے بارے میں اس کے سوا اور کیا کہا جاسکتا

ع۔ مجھ کو تو پسند ہے اپنی نظر کو کیا کہوں؟

لیکن اس کے لیے اتنی لمبی چوڑی بحث کی کیا ضرورت تھی سرے سے یہی کہہ دیتے ہمیں تو آمین بالجہر ہی پسند ہے۔

تفقید: جی چاہے اس کو بھی مستقل تفقید سمجھا جائے یا اوپر کی پیدا شدہ صورت حال کا جواب۔ سفیان و شعبہ میں کسی کو دوسرے پر ترجیح دینا مشکل ہو تو ہو لیکن یہ بات بالکل صاف ہے کہ سفیان کی روایت کو شعبہ پر ترجیح حاصل ہے اس لیے کہ سلمہ بن کھیل کے تین اور شاگرد حضرت سفیان کی تائید کرتے ہوئے۔ ”جہر بہا صوتہ“ روایت کرتے ہیں (جب کہ حضرت شعبہ پست کی روایت میں منفرد ہیں) جن کا ذکر اوپر گزر چکا۔ ایک علاء بن صالح دوسرے علی بن صالح تیسرے محمد بن سلمہ۔

”لو سلم ان حدیث شعبہ سالم عن الاضطراب فلفظ اخفی بہا صوتہ فیہ شاذ فانہ قد تغرد بہذا اللفظ شعبہ خالف فیہ ثلاث ثقات وضعیفاً من الرواة جسلمة ابن کھیل وسفیان وعلی بن صالح وعلاء بن صالح محمد بن سلمہ“ ۴۱۔

اگر روایت شعبہ کو اضطراب سے سالم مان لیا جائے تو لفظ ”اخفی بہا صوتہ“ شاذ ہے کیونکہ اس لفظ میں یہ منفرد ہیں۔ اور ان کی مخالفت پر تین ثقہ اور ایک ضعیف راوی ہے۔ علی، علاء، محمد، سفیان۔

تفقید (۵) کا جواب: روایت شعبہ پر شاذ کا حکم لگانا غلط ہے۔ اصول حدیث حکمی مشہور و متداول کتاب نزہۃ شرح نجبہ میں فرماتے ہیں:

الشاذ ما رواہ المقبول مخالفاً لما هو اولیٰ منه هذا هو المعتمد فی تعریف الشاذ بحسب الاصطلاح ۴۲۔

شاذ کی معتبر اور مستند تعریف یہ ہے کہ کسی مقبول راوی نے اپنے سے زائد مقبول راوی کے مخالف روایت کی ہو۔

جس کا صاف مطلب یہ ہوا کہ حضرت شعبہ کی روایت کے مخالف جن جن حضرات نے روایت کی ان کے بارے میں یہ ثابت ہو کہ وہ لوگ روایت حدیث میں حضرت شعبہ سے بلند پایہ ہیں۔

جب کہ صورت حال یہ ہے کہ جن چار مخالف راویوں کا نام لیا گیا ہے ان میں سے ایک علی ابن صالح وہی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ سرے سے انہوں نے یہ حدیث روایت نہیں کی کہ غلطی سے ابو داؤد نے علاء بن صالح کی جگہ علی ابن صالح کہہ دیا۔

”العلاء ابن صالح التیمی الاسدی الکوفی وسماء ابو داؤد فی روايته علی ابن

صالح وهو وہم ۴۳۔

علاء بن صالح تیمی اسدی کوفی ابو داؤد نے ان کا نام اپنی روایت میں علی بتایا یہ ان کا وہم ہے۔ تو صاحب مرعۃ نے اس کو ایک مزید راوی بنا دیا یہ ایک ایسی جرأت ہے جو شاذ ہی نہیں منکر بھی ہے کہ کوئی بھی اس باب میں ان کا ہم نہ انہیں۔

ایک راوی محمد بن سلمہ ہیں جو بالاتفاق ضعیف ہیں اور علاء بن صالح کا حال ہم اوپر ذکر کر آئے ہیں کہ وہ شیعوں کے سردار ہیں۔ یہ حضرات حضرت شعبہ سے اعلیٰ تر تو کیا ان کے برابر بھی نہیں ہو سکے۔ پھر ان کی مخالفت کی بنیاد پر امام شعبہ کی حدیث کو شاذ گردانا کہاں کا انصاف ہے؟

لے دے کے حضرت امام سفیان ثوری رہ گئے۔ اس لیے گھوم پھر کر بات پھر اسی مرحلہ پر پہنچ جاتی ہے کہ شعبہ افضل ہیں یا ثوری اور اس پر گزشتہ اوراق میں کافی روشنی ڈالی جا چکی ہے اور اس وقت پوری حدیث ”مدبہا“ ہو یا ”خفص بہا“ مضطرب قرار پائے گی جیسا کہ ابن سعید کے حوالہ سے ہم ذکر کر آئے۔

آخری سہارا: یہ ساری بحثیں تو ہیں لیکن اس کا کیا کیا جائے کہ اعظم محدثین روایت شعبہ کے بجائے روایت ثوری (رحمہما اللہ) کو ترجیح دیتے ہیں۔ اس لیے سب کچھ ہوتے ہوئے بھی ان شخصیتوں جس کی رائے کو تقدیم اور حدیث سفیان کو ترجیح ہوگی۔

”وقال البیہقی قد اجمع الحفاظ البخاری وغیرہ علی ان شعبہ اخطأ فی هذا الحدیث فقد روی من اوجہ فجہر بہا“ ۴۴۔

امام بیہقی فرماتے ہیں کہ حفاظ مثلاً بخاری وغیرہ اس بات پر متفق ہیں کہ شعبہ نے اس حدیث کی روایت میں غلطی کی کئی وجہوں سے فجہر بہا مردی ہے۔

گزارش: سبحان اللہ! یہ کب سے الٹی لنگا بیٹھنے لگی اور اجتہاد چھوڑ کے تقلید ہونے لگی اور علمائے حدیث کی رائے پر ایمان لایا جانے لگا۔ ساری بحث سامنے آگئی اور ان ائمہ ذی شان نے جو بے وجہ ترجیح قائم کی تھیں ان کا سقم بلکہ صریح بطلان ظاہر ہو چکا۔ پھر اب ان کی رائے کی ترجیح کے لیے کیا رہ گیا اگر یہی تحقیق ہے تو اندھی تقلید کیا ہوگی جس کے خلاف پوری امت صف آرا ہے۔

الختصر: اس نوع دوم کی بحث کا خلاصہ بھی یہی نکلا کہ اگر حدیث ابن وائل سے تائید ہوتی ہے تو دونوں ہی فریق کی جیسا کہ بعض علما کے قول کے حوالہ سے اوپر ہم لکھ آئے ہیں اور اگر حدیث قاتل استدلال نہیں تو دونوں فریق کے لیے جیسا کہ یحییٰ ابن سعید کے حوالہ سے ہم اوپر عبارت نقل کر آئے اس

لیے اصحاب جبر کو اس حدیث پر اترانے کا کوئی موقع نہیں۔

تنبیہ: حدیث ابن وائل سے استدلال میں اہل جہر کے لیے سب سے بڑی دقت یہ ہے کہ اس حدیث کے راوی حضرت سفیان ثوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئین بالجہر کے قائل نہ تھے وہ خود آئین بالسر کرتے تھے۔ ۴۵

اور قاعدہ یہ ہے کہ راوی کا عمل جب اپنی روایت کردہ حدیث کے خلاف ہو تو یہ اس امر کی بڑی دلیل ہے کہ یہ حکم خود راوی کے نزدیک منسوخ ہے۔

نوع سوم: وہ روایتیں جن میں آئین بالجہر کا بیان ہے، لیکن وہ حدیثیں ضعاف ہیں کہ اس کے راوی مجروح ہیں۔

”(۱) محمد بن اسماعیل فارسی، یحییٰ بن عثمان بن صالح، اسحاق بن ابراہیم عمر ابن حارث، عبد اللہ ابن سالم زبیدی، زہری ابو سلمہ وسعید عن ابی ہریرۃ کان النبی ﷺ اذا فرغ من قرأۃ أم القرآن رفع صوته وقال آمین“ ۴۶۔

حضور ﷺ سے ابو ہریرہ روایت کرتے ہیں کہ آپ جب قرأت أم القرآن سے فارغ ہوتے تو ہجر آئین کہتے۔

اس حدیث کی سند کو ارقطی نے حسن کہا۔ حاکم نے صحیح علی شرط الشیخین کہا اور امام بیہقی نے حسن صحیح کہا لیکن خود صاحب مرعاۃ کو اقرار ہے کہ اس حدیث میں اسحاق بن ابراہیم زبیدی ہیں ان کو نسائی نے غیر ثقہ بتایا اور ابو حاتم کہتے ہیں بڑھے ہیں گوار ہیں، لیکن لوگ اس سے حسد کرتے ہیں۔

یہ حاسد لوگ کون ہیں ایک نسائی کا نام مذکور ہوا۔ وہ فرماتے ہیں: ”لیس بثقة“ کہ ثقہ نہیں۔ ابو داؤد کہتے ہیں: ”لیس بشیء“ یہ کچھ نہیں ہیں۔ محدث حمص محمد ابن عون کہتے ہیں ”یکذب“ جھوٹے ہیں۔ (میزان الاعتدال)

”وروی الاجری عن ابی داؤد ان محمد بن عون قال ما اشدک ان اسحاق ابن

ابراہیم ابن زہریق یکذب“ ۴۷۔

آجری نے ابو داؤد سے روایت کیا کہ محمد بن عون کہتے ہیں کہ اسحاق بن ابراہیم بن زہریق کے جھوٹے ہونے میں مجھے شبہ نہیں۔

ناظرین: اسی سے اندازہ لگائیں کہ کیا ایسے راوی صحیحین کے شرط پر صحیح اتر سکتے ہیں۔ یہی حدیث ابو داؤد اور ابن ماجہ نے بشر بن رافع کی سند سے روایت کیا۔ نصر بن علی صفوان بن عیسیٰ بشر بن رافع

ابی عبد اللہ عم ابی ہریرہ عن ابی ہریرہ۔

”قال کان رسول اللہ ﷺ اذا تلا غیر المغضوب علیہم ولا الضالین قال امین حتی

یسمع من یلیہ من الصف الاول“ ۴۸۔

حضور ﷺ جب ”غیر المغضوب علیہم ولا الضالین“ پڑھتے تو آئین کہتے تو صف اول میں جو آپ کے قریب ہوتا وہ سن لیتا۔

”محمد بن بشار. صفوان بن عیسیٰ، بشر بن رافع. ابی عبد اللہ عم ابی ہریرہ عن ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال ترک الناس التامین وکان رسول اللہ ﷺ اذا قال غیر المغضوب علیہم ولا الضالین قال امین حتی یسمعه اهل الصف الاول فیرجع بہا المسجد“ ۴۹۔

ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ لوگوں نے آئین کہنا چھوڑ دیا حضور جب ”غیر المغضوب علیہم ولا الضالین“ پڑھتے آئین کہتے یہاں تک کہ صف اول والے سن لیتے اور مسجد گونج جاتی۔

یہ روایتیں بھی نہ معنی صحیح ہیں نہ لفظاً۔ معنی کا حال یہ ہے کہ دونوں روایتوں کے راوی تقریباً ایک ہیں مگر ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ جو نہہ محتاط ہیں اور ان الفاظ میں روایت کرتے ہیں۔ صف اول میں جو رسول اللہ کے قریب ہوتا وہ آپ کی آئین سن پاتا۔ جس کا واضح مفہوم یہ ہے کہ پوری صف اول نہیں سن پاتی تھی لیکن ابن ماجہ جو اس درجہ محتاط نہیں ہیں وہ ان الفاظ میں روایت کرتے ہیں ”پوری صف اول سننی تھی حدیث کہ مسجد گونج اٹھی تھی“ ان دونوں باتوں میں صاف تعارض موجود ہے۔ اس لیے یہ حدیث اپنے متن کے لحاظ سے مضطرب ہوئی۔ حیر مردود اور نا قابل استدلال ہے۔ نخبۃ الفکر میں ہے۔

”من اقسام المردود المخالفة بابد الہ ولا مرجح فہذا هو المضطرب“ ۵۰۔

احادیث مردودہ کی ایک قسم مضطرب بھی ہے جس میں راوی یا لفظ بدلے ہوئے ہوتے ہیں اور کسی کے لیے کوئی ترجیح نہیں ہوتی۔

روایت تنقید: راویوں کے اعتبار سے اس روایت کا حال یہ ہے کہ بہ اتفاق جمہور محدثین بشر بن رافع ضعیف اور منکر الحدیث ہیں اور ابو عبد اللہ مجہول ہیں۔ محمود بدر الدین یعنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ”بشر ابن رافع الحارثی قد ضعفہ البخاری والترمذی والنسائی واحمد وابن معین وقال سعید بن قطان بشر بن رافع ابوالا سباط الحارثی ضعیف وهو یروی عن ابی عبد اللہ عم ابی ہریرہ وابو عبد اللہ هذا لا یعرف حالہ ولا یروی عنہ غیر بشر والحديث لا یصح

من اجله ۵۱۔

بخاری، ترمذی، نسائی، احمد بن معین نے بشر ابن رافع کو ضعیف قرار دیا اور ابن قطان نے ان کو ضعیف اور ابو عبد اللہ کو مجہول قرار دیا۔ بشر کے علاوہ کوئی ان سے روایت نہیں کرتا اور حدیث انہیں کی وجہ سے صحیح نہیں ہے۔

استدراک: جی ہاں بشر پر کچھ لوگوں نے جرح کی ہے لیکن کچھ لوگوں نے توثیق بھی تو کی ہے

”بشر ابن رافع وثقة ابن معین وابن عدی وضعفه غیر واحد وابو عبد اللہ

مقبول“ ۵۲۔

بشر ابن رافع کی ابن معین اور ابن عدی نے توثیق کی ہے اور کئی لوگوں نے ضعیف بھی کہا ہے اور ابو عبد اللہ کو تقریب میں مقبول کہا ہے۔

جواب: جرح اور تنقید کے اس طوفان میں ان دو صاحبوں کی توثیق کا کیا وزن اس کا پتہ چلانے کے لیے ہم تہذیب سے ان دونوں راویوں کا حال تحریر کرتے ہیں بشر کے بارے میں ہے۔

دارمی: یحییٰ حاتم۔ ابن اسماعیل نے انہیں ثقہ کہا میں نے تعجب ظاہر کیا تو بولے منکر حدیثیں روایت کرتے ہیں۔

عبد اللہ بن احمد: اپنے والد سے روایت کرتے ہیں: ”لیس بشیء ضعیف الحدیث“ ان کی کچھ حقیقت نہیں یہ ضعیف الحدیث ہیں۔

امام بخاری: روایت میں کوئی بھی ان کی موافقت نہیں کرتا۔

ترمذی و نسائی: منکر الحدیث ہیں ان کی ایک حدیث بھی مستقیم نہ پائی۔

حاکم: لیس بغوی عندهم ”علمائے حدیث کے نزدیک قوی نہیں۔

دارقطنی، ابن عبد البر: منکر الحدیث ہیں ابن عبد البر یہ بھی کہتے ہیں کہ ان کی حدیث کا

متروک ہونا متفق علیہ ہے۔ اس میں علما کی دورائے نہیں۔

ابن کثیر: یہ طومار کے راوی ہیں۔

امام بخاری، ابن معین، ابن کثیر میں اس امر میں اختلاف ہے کہ یہ اور ابوالا و ساط ایک ہی شخص ہیں یا دو فرد ہیں۔ اور بر تقدیر ثانی ابن رافع ابوالا و ساط سے زیادہ منکر ہیں۔

ابو عبد اللہ: ان کا نام عبد الرحمن اور باپ کا نام حضا ض یا ابن حضا ض ہے (ابو حاتم)

ان کے باپ کا نام معلوم نہیں یہ ضعفاء کے کوئی بزرگ ہیں۔ (ابو احمد)

یہ عبد الرحمن ابن صامت ہیں اور ثقہ ہیں۔ (ابن حبان)

صنعانی اور ہیں اور دوی اور ہیں۔ ۵۳۔ (ابن عبد البر)

اسی لیے ابن قطان نے یہ فیصلہ دیا کہ ان کا پتہ ہی نہیں اس کے باوجود مستدللین کا یہ کہنا ہے کہ حدیث صحیح ہے اور راوی مقبول ہیں شاید اس لیے کہ یہ معاملہ آمین بالجبر کا ہے۔

اسحاق ابن راہویہ نے تخریج کی کہ ام حصین بیان کرتی ہیں۔

”انہا صلت خلف رسول اللہ و علیہ وسلم فلما قال امین فسمعتہ فی صف

النساء“

ام حصین نے حضور کے پیچھے نماز پڑھی آپ نے آمین کہی تو عورتوں کی صف سے انہوں نے آپ کی آواز سنی۔

اس حدیث کو مجمع زوائد میں نقل کر کے فرماتے ہیں: اس حدیث میں اسماعیل بن مسلم کی ہیں جو ضعیف ہیں۔

استدراک: اسماعیل بن مسلم کی مخدومی۔ اسماعیل بن مسلم بصری ثم کی دو ہیں۔ ثانی الذکر صدوق ہیں۔ ظاہر یہی ہے کہ اس سند میں یہ دوسرے والے ہیں۔ کیونکہ زیلعی اور عینی نے بھی یہ روایت ذکر کی مگر اس پر کچھ جرح نہیں کی تو ان کی قنوتی دلیل صحت روایت ہے۔ ۵۴۔

گزارش: سبحان اللہ کس درجہ حیرت انگیز بات ہے کہ تین اماموں نے جرح نہیں کی چوتھے نے جرح کیا تو تین کی خاموشی سے چوتھے کی جرح کو بے اعتبار بنا دیا۔ یہ منطق بالکل خاشہ ساز ہے اور اس کی وجہ اس کے سوا اور کچھ نہیں سمجھ میں آتی کہ اس حدیث سے آمین بالجبر کا ثبوت ملتا ہے۔

صاحب مجمع الزوائد صاف صاف کہتے ہیں کہ اس سند میں ابو مسلم کی ضعیف ہیں۔ ادھر بڑے اطمینان سے صرف اپنے گمان سے ان کی بات رد کر دی جاتی ہے اور کہا جاتا ہے کہ یہ اسماعیل بن مسلم بصری ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ع محو حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائے گی

مزید: یہ روایت اپنی موجودہ صورت میں روایت ابوداؤد کی محارض ہے کہ اس میں صرف اس کے سننے کی تصریح ہے جو صف اول میں حضور ﷺ سے قریب ہوتا اور یہ حدیث بتاتی ہے کہ عورتوں کی صف سے میں نے سنا، تو ان دونوں میں صاف تعارض ہے وہ روایت مرد ابو ہریرہ کی اور یہ روایت عورت کی اس لیے بھی یہ روایت مرجوح اور ساقط ہے۔

حضرت مولانا علی سے دو روایتیں حاکم نے یا الفاظ ”رفع صوته بآمین“ اور ابن ماجہ نے ”سمعتہ قال آمین“ فرمایا۔ اور ان روایتوں کے بارے میں خود مستدللین کو اعتراف ہے کہ اس میں عبد الرحمن ابن لیلیٰ آتے ہیں جو بالاتفاق ضعیف ہیں۔ ۵۵

جب کہ خود حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب بھی اس حدیث کے خلاف ہے المختصر: نوع ثالث میں کل تین حدیثیں ہیں۔ بروایت ابو ہریرہ، بروایت علی، بروایت ام حصین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ اور ان کے کئی کئی سلسلے ہیں لیکن نگاہ اٹھا کے دیکھ لیجئے ان میں ایک سلسلہ روایت بھی بے داغ نہیں۔ سب پر تنقیدیں ہیں اور شدید تنقیدیں مگر ادعا کا یہ عالم ہے کہ کہا جاتا ہے۔

”قد ورد فی الجہر احادیث کثیرة اکثرها صحیحة“ ۵۶۔ آمین بالجہر میں کثیر حدیثیں مروی ہیں جن میں اکثر صحیح ہیں۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ اب دین میں بھی اس درجہ سیاسی پروپیگنڈہ شامل ہو گیا ہے، خدا کی پناہ۔ ”اکثرها صحیحة لا لایل کلتھا ضعاف“

نوع چہارم: (۱) محمد ابن عبد اللہ بن الحکم، شعیب بن اللیث، لیث بن سعد، خالد بن یزید، سعید بن ابی ہلال نعیم مجمر

عمل صحابہ و تابعین: ”صلیت وراہ ابی ہریرہ فقرأ بسم اللہ الرحمن الرحیم ثم قرأ بام القرآن حتی بلغ ”غیر المغضوب علیہم ولا الضالین“ فقال الناس آمین ویقول کلتھا سجد اللہ اکبر واذا قام من الجلوس فی الاثنین قال اللہ اکبر واذا سلم قال والذی نفسی بیدہ انی لا شبہکم بصلاة رسول اللہ علیہ وسلم“ ۵۷۔

نعیم مجمر کہتے ہیں کہ: میں نے حضرت ابو ہریرہ کے پیچھے نماز پڑھی انہوں نے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کر ام القرآن پڑھا۔ غیر المغضوب علیہم ولا الضالین پڑھا آمین کہا سب لوگوں نے آمین کہی اور جب سجدہ کرتے اور رکعت کے بعد اٹھتے اللہ اکبر کہتے سلام پھیر کر کہا جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے نماز میں میں تم سب سے زیادہ رسول اللہ کے مشابہ ہوں۔

دعویٰ یہ ہے کہ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ ﷺ جہر فرماتے تھے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جہر فرمایا اور ان کے پیچھے صحابہ و تابعین نے آمین بالجہر کہا۔

”وثبت من هذا الحديث الصحيح أنه صلى الله عليه تعالى وسلم كان يجهر بالتأمين وثبت منه أيضا أن الصحابة والتابعين كانوا يجهرون بالتأمين“ ۵۸۔

رسول اللہ ﷺ خود بھی آمین بالجہر فرماتے اور صحابہ و تابعین نے بھی آمین بالجہر کیا۔ تنقید: اس حدیث کو مرفوع اور صحیح کہنا صحیح نہیں۔ امام زیلعی نے اس پر مندوجہ ذیل تنقیدیں کی ہیں۔

(۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آٹھ سو شاگردوں سے صرف اکیلے نعیم مجمر نے ان الفاظ میں روایت کی ہے۔ لہذا وہ اس باب میں متفرد ہوئے۔

(۲) اگر یہ حدیث اس پایہ کی ہوتی تو امام مسلم و امام بخاری اس مسئلہ میں اتنے متشدد ہونے کے باوجود اس کو چھوڑ کر حضرت ابو ہریرہ کے دوسرے شاگردوں کی روایت نہ نقل کرتے۔ اور معرض بیان میں عدم ذکر عدم کے حکم میں ہوتا ہے۔ ”وروينا عن الدار قطنی انه قال لم يصح عن النبی ﷺ فی الجہر شیء“ (فتح القدیر جلد اول ص ۱۵۵)

(۳) اس حدیث کے اس ٹکڑے کی وجہ سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ فرمایا کہ میری نماز رسول اللہ ﷺ کے مشابہ ہے۔ پوری حدیث کو مرفوع قرار دینا زیادتی ہے۔ نہ تشبیہ کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ جمع کم و کیف مشبہ مشبہ کے مثل ہو۔ نہ اس حدیث میں یہ ممکن کیونکہ اس حدیث میں چار چیزوں کا ذکر ہے۔

(۱) بسم اللہ پڑھنا (ب) سورۃ فاتحہ کی تلاوت (ج) آمین کہنا (د) تکبیرات انتقالات اگر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بسم اللہ بالجہر پڑھی تو انہوں نے کم از کم ایک بات میں ضرور رسول اللہ ﷺ کی مشابہت ترک کی۔ کیونکہ صحیحین کی حدیث میں انہیں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز میں الحمد سے قرأت شروع کرتے تھے۔ تو عین ممکن ہے کہ اس طرح آمین بالجہر میں بھی انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی مشابہت ترک کی ہو اور مشابہت کا دعویٰ صرف دو باتوں تلاوت فاتحہ اور تکبیرات انتقالات میں ہو۔

(۳) یہ حدیث آمین بالجہر کے باب میں صریح نہیں کیونکہ پوری حدیث میں ایک بھی لفظ اس بات پر دلالت نہیں کرتا کہ حضرت ابو ہریرہ یا ان کے مقتدیوں نے آمین بالجہر کی ہو۔ صرف اس گمان پر کہ حضرت نعیم مجمر نے سنا ہوگا تبھی تو روایت کی اور سنا ہوگا تو آمین بالجہر ہی رہی ہوگی۔ آمین بالجہر کا حکم لگانا صحیح نہیں کہ نہ سنتے کے لیے جہر ضروری نہ بیان کرنے کے لیے سنا ضروری۔ آخر سبحانک اللہم اور تسبیحات رکوع و سجود بھی تو جہری نہیں مگر روایتوں میں یونہی ذکر ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ کیا: وهذا غیر مستلزم

للجہر لجواز سماع نعیم مع اخفاء ابی ہریرہ (فتح القدیر ص ۱۵۵ ج ۱)

پس حدیث اولاً مرفوع نہیں ایک صحابی کا عمل ہے تو جانب سر میں بھی بے شمار صحابہ کے اعمال موجود ہیں۔ ثانیاً یہ حدیث باب جہر میں نص نہیں تو اس سے جہر پر استدلال غلط۔ ثالثاً نعیم جہر اس روایت میں منقرد ہیں۔

(۲) عبد الرزاق ابن جریج قال قلت لعطاء اکان ابن الزبیر یؤمن علی اثرام القرآن قال نعم یؤمن ویؤمن من ورائه حتی ان للمسجد للجة ۵۹۔

میں نے حضرت عطاء سے پوچھا کہ عبد اللہ بن زبیر آمین کہتے تھے؟ کہا ہاں! وہ بھی آمین کہتے تھے اور جو ان کے پیچھے پڑتے وہ بھی آمین کہتے تھے حتیٰ کہ مسجد گونج اٹھتی تھی۔

اثر نعیم جہر اور اثر ابن زبیر سے یوں استدلال ہے۔ ان دونوں صحابی کے فعل پر جب کسی نے نکیر نہیں کیا اور سب موجودین نے ان کی اتباع کی تو یہ اجماع ہو گیا۔

”ان ابن زبیر آمن بالجہر فی المسجد لم ینکر علیہ احدو کان اجماعاً منهم علی الجہر بالتامین“ ۶۰۔

ابن زبیر نے مسجد حرام میں آمین کہی اور اس پر کسی نے انکار نہیں کیا تو آمین بالجہر پر اجماع ہو گیا۔

جواب: آدمی اگر دوسرے کے طریقہ استدلال سے مطمئن نہ ہو تو خود اپنے دعویٰ کے اثبات میں اسے برتنا نہیں چاہیے۔ آپ جب مسئلہ اجماع میں خفیوں کے ہمنوا نہیں تو اس موقع پر اجماع کا دعویٰ بھی بے سود ہے۔ ثانیاً ایک کا قول اور بقیہ لوگوں کا سکوت اس وقت اجماع قرار دیا جاتا ہے جب سلف سے کوئی اختلاف مروی نہ ہو اور مسئلہ دائرہ میں تو دوافر تعداد میں صحابہ اور تابعین کا خلاف مروی ہے۔ نوع سوم میں ہم حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث بحوالہ ابن ماجہ نقل کر آئے ہیں جس میں خود حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اعتراف فرماتے ہیں: ”ترك الناس التامین“ لوگوں نے آمین چھوڑ دیا۔ اس اقرار کے باوجود حضرت ابو ہریرہ یا حضرت ابن زبیر کے فعل سے اجماع کیسے ثابت ہوگا؟ بلکہ اس روایت سے تو یہی تاثر ہوتا ہے کہ عام روش ترک جہر ہی تھی۔ ان حضرات کا فعل شخصی اور جزئی تھا۔ اس لیے اس کو اجماع کہنا تو دور کی بات ہے عمل جمہور کے خلاف کہنا چاہیے۔

ثالثاً: ایسے اجماع کی پوزیشن ان حدیثوں سے کوئی زائد مضبوط نہیں جو آپ نے مابقی میں نقل کی ہیں لہذا یہاں لفظ اجماع کا استعمال بر محل نہیں۔

پوری بحث ایک نظر میں: یہاں تک آمین بالجہر والوں کے دلائل اور ان کی تنقیدات کا

بیان ہوا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ان حضرات نے چند احادیث اور عمل صحابہ سے استدلال کیا ہے۔ ابو ہریرہ کی حدیثیں وائل بن حجر، حضرت علی، ام حصین سے مروی ہیں۔ ان میں جو حدیثیں صحیح ہیں ان میں جہر کا صراحۃً کہیں ذکر نہیں اور جن حدیثوں میں صراحۃً جہر کا ذکر ہے وہ سب ضعیف ہیں بلکہ حدیثوں کا مدار ایسے لوگوں پر ہے جن میں کوئی طبقہ سادہ کا ہے، کوئی نامہ، کوئی عاشرہ کا۔

اور عمل صحابہ میں دونوں ہی قسم کی روایتیں موجود ہیں جس سے صاف روشن ہے کہ اہل جہر کے پاس مضبوط دلائل نہیں۔ البتہ دعویٰ نہایت بلند بائگ اور گرجدار ہے۔

سر کے دلائل تنقید اور جواب

نوع اول، قرآن سے استدلال: جمہور کا قول یہ ہے کہ آمین دعا ہے۔ جیسا کہ ہم شروع میں اس کا حوالہ تحریر کر آئے۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ادعوا ربکم تضرعاً وخفیۃ﴾ اپنے رب سے گڑ گڑا کر خفیہ طور پر دعا مانگو۔ پس اس دعا آمین کو بھی خفیہ آواز میں ادا کرنا چاہئے۔

اس دلیل کا کبریٰ تو قرآن عظیم کی آیت ہے۔ جس کے ثبوت کے لیے مزید کسی دلیل کی ضرورت نہیں اور صفحہ ۱۱ یعنی آمین کا دعا ہونا۔

(۱) جمہور کا قول ہے: لا۔

(ب) قرآن عظیم میں حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کو خطاب ہوا۔ ﴿اجیب دعوتکم﴾ آپ دونوں کی دعائیں مقبول ہوئیں اور روایتوں میں ہے کہ حضرت ہارون علیہ السلام صرف آمین آمین کہتے تھے، تو قرآن عظیم سے آمین کا دعا ہونا ثابت ہوا۔ ۱۲۔

(ج) امام بخاری نے حضرت عطاء سے نقل کیا کہ آمین دعا ہے۔ ۱۳۔

اور جب یہ دعا ہے تو بحکم قرآن پست اور آہستہ کہنا چاہئے، یہ کتاب اللہ سے استدلال ہے جو حدیث پر مقدم ہے اور جہری حضرات کا دامن اس سے خالی ہے۔

اعتراض: جہری حضرات نے اس پر دو اعتراض کئے۔

(۱) صفحہ ۱۱ کا انکار یعنی ہم کو یہ تسلیم نہیں کہ آمین دعا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے اس دعا کا طابع یعنی خاتم قرار دیا ہے اور یوں بھی یہ اصل دعا نہیں ہے دعا کا تابع اور پیوند ہے اور جب دعا نہیں تو بحکم قرآن آہستہ کہنا بھی نہیں۔ ۱۴۔

جواب: ہر بات پر الٹا سیدھا کچھ نہ کچھ تو کہا ہی جاسکتا ہے، لیکن ایک عام آدمی بھی یہ دیکھ سکتا ہے کہ ”طا“ سے دعا کا طابع اور خاتم مانویا ”ت“ سے دعا کا تابع اور پیوند نہ طابع اور خاتم ہونا دعا ہونے

کے منافی ہے، نہ تابع اور پیوند ہوتا۔ دونوں صورتوں میں یہ لفظ دعائی رہے گا۔

سب جانتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ خاتم النبیین ہیں اور ”آمن الرسول“ سے آخر سورت کو اصطلاح شرع میں خواتیم سورہ بقرہ کہا جاتا ہے۔ تو کیا رسول اللہ ﷺ خاتم ہونے کی وجہ سے رسولوں کے زمرے سے خارج ہو گئے، یا یہ آیتیں خاتم ہونے کی وجہ سے قرآن اور سورہ نہیں رہیں، ہمارے رسول ﷺ خاتم النبیین ہو کر بھی نبی رہے اور آیتیں خاتم بقرہ ہو کر بھی بقرہ کا جز رہیں تو آئین دعا کا خاتم اور تابع ہو کر بھی دعائی رہے گی اور بحکم قرآن آہستہ کہی جائے گی۔

(ب) کبریٰ کا انکار: معلوم ہوتا ہے کہ اس موقف کی کمزوری سے جبری حضرات خود واقف تھے اس لیے دوسری شق اختیار کی کہ دعا ہو تب بھی آہستہ نہ کہنا چاہئے آخر سورہ الحمد شریف بھی تو دعا ہی ہے۔ اس کو تمام جبری نمازوں میں بالجبر ہی پڑھا جاتا ہے اسی طرح آئین کو بھی دعا ہونے کے باوجود بالجبر کہا جائے گا۔

جواب: الحمد شریف دعا ہونے کے ساتھ ساتھ کلام اللہ بھی ہے اور اس کو بالجبر پڑھنا خود قرآن سے ہی ثابت ہے، احادیث مشہورہ سے ثابت ہے۔ الحمد شریف کو بالجبر کلام اللہ ہونے کی وجہ سے پڑھا جاتا ہے اور آئین نہ قرآن، نہ اس کا جز، خالص دعا، پس اس کو الحمد پر قیاس کر کے کیوں بالجبر پڑھا جائے اور قرآن کی حکم عددی کی جائے۔

معذرت: اصل میں حکم قرآن اپنی جگہ برحق ہے لیکن ہم نے ان حدیثوں کی وجہ سے یہاں حکم قرآن کو مخصوص کر دیا ہے کہ ہماری ذکر کی ہوئی حدیثوں سے آئین بالجبر ثابت ہے لہذا آئین کا حکم سری دعاؤں سے علاحدہ ہوگا۔

جواب الجواب: اس معذرت سے دو باتیں ظاہر ہوئیں۔

(۱) قائلین جبر کے پاس کوئی آیت نہیں جسے ”اہل سر“ کی طرح یہ لوگ اپنے دعویٰ کے ثبوت میں پیش کر سکیں۔

(ب) ان کا سارا سرمایہ وہی ضعیف حدیثیں ہیں جن کا تفصیلی بیان گذشتہ صفحات میں گزرا اور اس کے سہارے ان لوگوں نے اتنی بڑی جرأت کر ڈالی کہ قرآن کے عام حکم کو خاص کر ڈالا کیونکہ صاحب مرعۃ کا آخری جواب یہی ہے۔

ولو سلم ان آمین دعاء بالاصالة فنقول ان الجهر بالتأمين مخصوص منه لاحادیث الجهر بالتأمين ۶۵۔

اگر مان بھی لیا جائے کہ آئین اصالة دعا ہے تو میں کہوں گا کہ آئین بالجبر کو قرآن کے حکم عام سے احادیث جبر کی وجہ سے خاص کر لیا گیا ہے۔

اسی سے یہ امر واضح ہو گیا کہ ”اہل سر“ کا دعویٰ قرآنی آیات کی ٹھوس چٹان پر قائم ہے جب کہ ”صاحبان جبر“ اپنے مدعا کے ثبوت میں احادیث ضعاف کا سہارا لیتے ہیں۔

نوع ثانی احادیث بخاری وغیرہ سے استدلال

گذشتہ صفحات میں ”ہم بھی منہ میں زبان رکھتے ہیں“ کے عنوان سے ہم یہ بتا آئے ہیں کہ حدیث ابی ہریرہ سے جس طرح جبری صاحبان استدلال کرتے ہیں۔ اسی طرح یہی روایت اصحاب سر کی بھی دلیل ہے اور حق یہ کہ ان کا استدلال قوی ہے۔ حدیث ابی ہریرہ بخاری شریف میں ان الفاظ میں بھی مروی ہے۔

”عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ ﷺ قال اذا قال الامام ”غیر المغضوب علیہم ولا الضالین“ فقولوا آمین“ ۶۶۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب امام ﴿غیر المغضوب علیہم ولا الضالین﴾ کہے تو تم لوگ آمین کہو۔

اس حدیث مبارک میں مقتدیوں کے آئین کہنے کو امام کے ”ولا الضالین“ کہنے پر معلق کیا گیا ہے اگر امام بھی آمین بالجبر کہتا تو قرین قیاس یہی ہے کہ آئین امام پر ہی مقتدیوں کے آئین کو معلق کیا جاتا جیسا کہ حدیث مبارک ”انما يجعل الامام لیؤتم به فاذا کبر فکبروا“ امام اس لیے بتایا گیا ہے کہ اس کی اقتدا کر دجب وہ تکبیر کہے تو تم تکبیر کہو۔ میں امام کی تکبیر پر مقتدی کی تکبیر کو معلق کیا گیا ”ولا الضالین“ پر معلق کرنے کا مطلب یہی ہے کہ آئین بالجبر نہیں ہوگی ”ولا الضالین“ ہی بالجبر ہوگی۔ ۶۷۔

(۱) ”اسماعیل بن مسعود، یزید بن زریع، معمر، زہری، سعید ابن مسیب عن ابی ہریرۃ قال: قال رسول الله اذا قال الامام غير المغضوب عليهم ولا الضالين فقولوا آمين فان الملائكة تقول آمين والامام يقول آمين“ ۶۸۔

اس حدیث کو احمد، دارمی، اور ابن حبان نے روایت کیا سند اس کی صحیح ہے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ آئین اتنی زوردار ہو کہ مسجد گونج اٹھے تو رسول اللہ ﷺ کو یہ بتانے کی ضرورت تھی کہ امام بھی آمین کہے گا۔ صاف ظاہر ہے کہ فرشتوں کی طرح مقتدی کے لیے امام کی آمین بھی سماع سے بالاتر ہوگی اس لیے ”ولا الضالین“ کے لیے آئین کہنے کی جگہ بتا دی اور امام دونوں

کے بارے میں اطلاع دے دی کہ وہ بھی آمین کہیں گے۔

اس دلیل کی قوت: صاحب مرعاۃ کو اس بات کا اعتراف ہے کہ یہ دلیل صحیح ہے چنانچہ وہ فرماتے ہیں:

”وهذا قد كان يجوز ان يستل به لو لم يكن ذلك مذكورا في حديث وائل ابن حجر الذي تقدم ذكره واذا كان كذلك لم يكن فيما استدلوا به طائل“ ۶۹۔

یہ استدلال اس وقت صحیح ہوتا کہ وائل ابن حجر کی حدیث میں جہر کی تصریح نہ ہوتی اور جب اس کا ذکر ہے تو اب استدلال میں کوئی فائدہ نہیں۔

ہماری معروضات: اس عبارت کا مفاد یہ ہے کہ یہ استدلال درست تو ہے لیکن یہاں قایل قبول نہیں۔ کیونکہ اس حدیث سے ”آمین بالسر“ کا ثبوت ضمناً ہے اور حدیث وائل ابن حجر سے آمین بالجہر کا ثبوت صراحۃً ہے اور صریحی دلالت کی موجودگی میں ضمنی دلالت قایل قبول نہیں۔ لیکن گذشتہ ابحاث سے یہ بات بالکل واضح ہو چکی ہے کہ اگر حدیث وائل سے آمین بالجہر کا ثبوت صراحۃً ہے تو ”آمین بالسر“ کا ثبوت بھی صریحی ہے اس لیے بقول صاحب مرعات اب تو یہ دلیل قایل قبول بھی ہے۔

البتہ ہماری مزید گزارش یہ ہے کہ جہر کی تصریح میں حدیث وائل پر اعتماد ظاہر کر کے یہ اقرار کر لیا گیا کہ خود حدیث ابو ہریرہ میں جہر کی کوئی تصریح نہیں۔ یہ وہی بات ہے جس کو گذشتہ صفحات میں ہم نے ظاہر کیا ہے کہ خود حدیث ابو ہریرہ میں جہر یا سر کی کوئی تصریح نہیں اس لیے اس کو جہر کی دلیل بنا کر پیش کرنا صحیح نہیں۔

ثانیاً: معلوم ہوا کہ اصحاب جہر کی کل پوچھی وہی حدیث وائل بن حجر ہے جس میں جہر کی طرح مخالفت کی بھی تصریح ہے اور جوئی اور اثبات کے درمیان جھول رہی ہے پس ایک ایسی حدیث پر اعتماد کر کے صحیح حدیث کے متفقہی کو رد کرنا کہاں کی دانشمندی ہے؟

یہ امر ہر شخص پر خود ہی روشن ہے۔ ہم اگر کچھ کہیں تو شکایت ہوگی۔

ع ہم اگر شکر کریں گے تو شکایت ہوگی۔

المختصر: اصحاب سر کی دلیل اول بے مزاحت ہے کہ ان کی بات آیات قرآنی سے ثابت ہے۔ جب کہ آمین بالجہر والوں کے پاس کوئی آیت نہیں جس سے وہ آمین بالجہر ثابت کریں اور اہل سر اصحاب جہر کی دلیل نوع اول میں مزاحم ہیں کہ حدیث ابی ہریرہ جس کو جہر کے ثبوت میں پیش کیا گیا تھا۔ ”آمین بالسر“ پر بھی دلالت کر رہی ہے جس کی مقبولیت مخالف کو مسلم ہے۔ البتہ اس کو قبول نہ کرنے کا وہ عذر بیان

کرتے ہیں جو درحقیقت عذر رنگ ہے تو نوع ثانی میں اصحاب سر کا پلہ ہی بھاری رہا۔
دلیل نوع ثالث حدیث وائل ابن حجر

شعبہ، سلمہ بن کھیل، حجر ابی العنبر، علقمہ بن وائل عن ابیہ

”انه صلى مع النبي ﷺ فلما بلغ غير المغضوب عليهم ولا الضالين قال امين

واخفى بها صوته ولفظ الحاکم وخفف بها صوته“ ۷۰۔

حضرت وائل بن حجر کہتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی۔ جب آپ ”ولا الضالین“ پر پہنچے تو آپ نے خفی آواز میں آمین کہی۔ حاکم نے روایت کیا آمین بالسر کہی۔

اس حدیث کو امام احمد بن حنبل، ابوداؤد و طحاوی، ابویعلیٰ، موصلی نے اپنے اپنے مسانید میں اور طبرانی نے معجم میں، دارقطنی نے سنن میں اور حاکم نے مستدرک میں روایت کیا۔ امام حاکم نے فرمایا یہ حدیث صحیح ہے مگر مسلم بخاری نے اس کو روایت نہیں کیا۔

اس حدیث کے سلسلہ میں ہمیں مزید کچھ کہنا نہیں اس سلسلہ میں طرفین کے تفصیلی بیان سے گزشتہ اوراق مزین ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حدیث وائل ابن حجر اگر قایل استدلال ہے تو اہل جہر اور اہل سر دونوں کے لیے اور ناقابل استدلال ہے تو دونوں کے لیے اس طرح دلیل کی اس نوع میں دونوں گروہ مزاحم و مساوی ہیں

نوع رابع احادیث محتملہ

(۱) یزید، سعید، قتادہ، حسن، شمرة بن جندب

”ان سمره بن جندب وعمران ابن حصين تذاكرا فحدث سمره انه حفظ من رسول الله ﷺ مسكتين مسكتة اذا كبر وسكتة اذا فرغ من قراءة غير المغضوب عليهم ولا الضالين فحفظ ذلك سمره وانكر عمران فكتب في ذلك الى أبي بن كعب فكان في كتابه أو في رده اليهما ان سمره قد حفظ“ ۷۱۔

سمرہ بن جندب اور عمران بن حصین مذاکرہ علمیہ کر رہے تھے۔ سمرہ نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ سے دو خاموشی یا اور کئی ایک اللہ اکبر کے بعد اور ایک ولا الضالین کے بعد عمران نے ان کا انکار کیا تو ان دونوں نے حضرت ابی بن کعب کو خط لکھا انہوں نے خط میں یا جواب میں یہ تحریر کیا کہ سمرہ نے یاد رکھا۔

(۱) ابن المشی، عبد الاعلیٰ، سعید، قتادہ، حسن، سمرہ۔

”قال سكتان حفظهما من رسول الله قال سعید قلنا ما هاتان قال اذا دخل فی

الصلوة واذا فرغ من القراءة وقال بعد اذا قال غير المغضوب عليهم ولا الضالين ۷۲۔
حضرت سمرہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے دو سکتے یاد رکھے۔ سعید کہتے ہیں کہ ہم نے
قماہ سے ان سکتوں کے بارے میں پوچھا وہ بولے ایک نماز میں داخل ہوتے وقت دوسرا قرأت سے
فارغ ہو کر پھر کہا ولا الضالین سے فارغ ہو کر۔

حضرت قماہ کی اس روایت سے یہ امر واضح ہو گیا کہ بعض روایتوں میں مطلقاً بعد اترأت کا جو
لفظ آیا ہے اس میں بھی مراد سورۃ فاتحہ کی قرأت ہے۔
ان دونوں روایتوں میں پہلے سکتہ میں تو یہ بات بالاتفاق تسلیم ہے کہ دعا ثنا پڑھی جاتی ہے جو
پست آواز سے ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

”عن ابی ہریرۃ قال کان رسول اللہ ﷺ اذا کبر سکت بین التکبیر والقراءة فقلت
لہ ﷺ یا بی انت وامی یا رسول اللہ اریتک سکونک بین التکبیر والقراءة اخبر ما تقول قال
اللہم باعد الحدیث“ ۷۳۔

میں نے تکبیر اور قرأت کے درمیان تھوڑی دیر تک حضور ﷺ کو غموش دیکھا عرض کی یا رسول اللہ
میرے ماں باپ آپ پر قربان یہ آپ کا چپ رہنا کیسا ہے؟ فرمایا: ”اللہم باعد الی آخرہ“ پڑھتا
ہوں۔

دوسرا سکتہ ظاہر اور متبادر یہی ہے کہ آمین کہنے کے لیے تھا، تو ثابت ہوا کہ رسول اللہ ﷺ سرا
آمین کہتے تھے۔

سوال و جواب: کہا جاتا ہے کہ سکتہ آمین کہنے کے لیے نہیں تھا بلکہ سانس برابر کرنے کے
لیے تھا، اولاً تو اس پر یہ گزارش ہے کہ یہ دعویٰ بلا دلیل اور ظاہر کے خلاف ہے۔
ثانیاً: سانس برابر کرنے کے لیے تو رسول اللہ ﷺ ہر آیت پر وقفہ فرماتے تھے۔ ام سلمہ رضی اللہ
تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں:

”قالت کان رسول اللہ ﷺ تقطع قرأته يقول الحمد لله رب العالمین ثم یقف ثم
يقول الرحمن الرحیم ثم یقف“ ۷۴۔

حضور ﷺ قرأت میں ہر آیت پر وقف کرتے، الحمد لله رب العالمین کہتے پھر غموش
رہتے، الرحمن الرحیم کہتے پھر غموش رہتے۔

تو اگر یہ دونوں سکتے بھی دم برابر کرنے کے لیے تھے تو ان کی خصوصیت کیا تھی کہ حضرت سمرہ اور

عمران رضوان اللہ علیہم اجمعین میں اس کے بارے میں اختلاف پڑا اور حضرت ابی بن کعب کو فیصلہ کرنا
پڑا۔ اس لیے ظاہر یہی ہے کہ یہ دونوں سکتے ان معروف سکتوں کے علاوہ تھے جن میں ایک ثنا کے لیے اور
دوسرا آمین کے لیے تھا۔

تقدید مزید اور جواب: یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آمین بالسر حضور سے ثابت نہیں، اس لیے وہ
سکتہ آمین کا نہیں ہو سکتا۔ تو گزارش ہے کہ اس حدیث سے تو یہی ثابت ہوتا ہے کہ حضور ﷺ بجائے آمین
بالجہر کے غموش رہتے۔

اور حدیثوں میں جس مقام پر آمین کا حکم ہے۔ آمین میں وہاں سکوت اور غموشی کا حکم ہے کیونکہ
حدیث مبارک کا صریح ترجمہ یہی ہے کہ آپ ”ولا الضالین“ کے بعد غموش رہتے۔ رہ گئی ”آمین بالسر“
کے ثبوت کی بات تو ہم نے طرفین کی پوری بات نقل کر دی ہے۔ جس سے ہر شخص اندازہ لگا سکتا ہے کہ کیا
ثابت ہے، اور کیا ثابت نہیں؟ کسی دوسرے کو قلمہ دینے کی ضرورت نہیں۔

(۳) ”لا تباہروا والامام اذا کبر فکبروا واذا قال ولا الضالین فقولوا آمین“ (مسلم من
حدیث ابی ہریرۃ) ۷۵۔

امام پر سبقت نہ کرو جب امام تکبیر کہے تو تکبیر کہو اور جب ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو۔
اس حدیث مبارک میں رسول اللہ ﷺ نے مقتدیوں کو امام پر سبقت کرنے سے منع فرمایا اور
جس چیز پر سبقت کی ممانعت کی اگر وہ جبری ہے تو حضور ﷺ نے خاص اسی کا ذکر کیا ہے۔ مثلاً تکبیر میں
فرمایا ”کبر فکبروا“ تکبیر امام جبری تھی تو خود اسی کا ذکر کیا اور اسی اصول پر اگر آمین بھی جبری ہوتی تو
تکبیر کی طرح اس میں بھی حضور فرماتے: ”اذا امن فامنوا“ یہ نہ کہہ کر ”ولا الضالین“ پر محمول کرنا اس
بات کا صریح قرینہ ہے کہ آمین بالجہر نہیں۔

اعتماد: چونکہ ایک دوسری حدیث میں آپ ”اذا امن الامام فامنوا“ فرما چکے ہیں اس لیے
اس حدیث کے الفاظ ”اذا قال الامام ولا الضالین“ کے معنی بھی ”اذا قال الامام آمین“ مراد لیے
جائیں گے۔ ۷۶۔

گزارش: یہ عذر ٹھیک مالکیوں کے قول کی طرح ہے جس کو انہوں نے اپنے استدلال کے
سلسلہ میں کہا تھا کہ چونکہ رسول اللہ ﷺ سے بروایت صحیح ”اذا قال الامام ولا الضالین“ ثابت ہے۔ اس
لیے روایت ”اذا امن الامام“ کی تاویل کی جائے اور اس کا مطلب ”اذا بلغ الامام موضع التأمین“

قرار دیا جائے۔

پس کیا وجہ فرق ہے کہ آپ کی تاویل تو مقبول اور مالکیہ کی تاویل نامقبول اور مردود قرار دی جائے۔
 رہ گیا یہ کہنا کہ یہ روایت اصل اور مشہور ہے۔ یہ تحکم اور قول بلا دلیل ہے۔ جب روایت ایک ہے
 تو کسی ایک لفظ کو راجح اور دوسرے کو مرجوح قرار دینا زیادتی ہے۔
 نوع خاص عمل صحابہ و تابعین:

(۱) عن ابی ہریرۃ قال ترک الناس التامین ۷۷۔

حضرت ابو ہریرہ کا بیان ہے کہ لوگوں نے آمین کہنا چھوڑ دیا۔

یہ حدیث اصحاب جہر کی تائید میں ان کی طرف سے دلیل نوع سوم میں ہم مکمل لکھ آئے ہیں یہاں
 اصحاب سر کی تائید حدیث کے اس ٹکڑے سے ہوتی ہے کہ وہ اپنے عہد کے بارے میں یہ عمومی اعتراف
 کرتے ہیں کہ عام طور پر لوگوں نے آمین چھوڑ دیا ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ یہ چھوڑنے والے بھی انہیں کی
 طرح صحابہ اور تابعین میں سے تھے پس اہل جہر اگر ایک ابو ہریرہ کے قول سے سند پکڑ سکتے ہیں تو اہل سر کو
 اسی عہد کے جمہور کے قول سے کیوں تقویت نہیں پہنچا سکتی؟

رہ گئی یہ بات کہ اس حدیث کے راوی اسحاق بن ابراہیم زبیدی مجروح مقدوح ہیں۔ تو گزارش
 ہے کہ اس سلسلہ میں تو فریقین برابر ہیں۔ اسحاق بن ابراہیم مجروح ہیں تو دونوں کے لیے اور معتبر ہیں تو
 دونوں کے لیے۔

(۲) سلیمان ابن شعیب الکسانی۔ علی ابن معبد، ابو بکر بن عیاش، ابو سعید،
 ابو وائل قال کان عمرو علی لا یجہر ان بسم اللہ الرحمن الرحیم ولا بالتعوذ ولا
 بالتامین ۷۸۔

حضرت عمر فاروق وحید کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہما بسم اللہ اعوذ باللہ اور آمین کو بالجہر نہیں کہتے تھے۔
 یہ حدیث مبارک اس امر کا واضح بیان ہے کہ خلفائے راشدین میں دو امام برحق خلیفہ دوم و چہارم
 رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا مسلک آمین یا سر تھا۔

استدراک: اس حدیث پر یہ اعتراض ہے کہ اس میں ابو سعید بقال راوی ضعیف ہیں۔
 ”الجواب ان هذا الاثر ضعیف جدا فان سندہ سعید بن موزیان البقال ۷۹۔
 سعید بقال کی وجہ سے یہ اثر بہت ضعیف ہے۔

جواب: بے شک ابو سعید کو محدثین کا ایک گروہ ضعیف کہتا ہے لیکن دوسرا گروہ ان کی تحمیں بھی

کرتا ہے اور اپنی جوامع میں ان سے حدیث نقل کرتا ہے۔ امام ترمذی نے اپنی صحیح جلد اول ص ۱۲۸ اور جلد
 دوم ص ۱۷۵ پر ان سے روایت کی اور فرمایا:

”هذا حديث حسن غریب من هذا الوجه“ ۸۰۔

یہ حدیث حسن ہے اور اس سلسلہ روایت سے غریب ہے۔

صاحب زوائد نے اپنی ”مجمع“ میں ان کی توثیق کی۔ ۸۱۔

خود امام ترمذی نے علل کبریٰ میں امام بخاری کا قول نقل کیا کہ وہ ابو سعید بقال کو مقارب الحدیث
 کہتے ہیں۔ ۸۲۔

اسی طرح ابن جریر طبری اور طبرانی سے بھی اس کی توثیق مروی ہے۔ خصوصاً اس حال میں کہ
 حضرت عمر رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے اس کے خلاف کوئی عمل بھی مروی نہیں بلکہ تائید ہی ملتی ہے۔
 ”عن ابراہیم قال قال عمر اربع یخفین الامام، التعوذ و بسم اللہ و امین واللہم
 ربنا لك الحمد“ ۸۳۔

ابراہیم نخعی فرماتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے چار چیزوں کے پست پڑھنے کا حکم آیا
 ہے۔ اعوذ باللہ، بسم اللہ، آمین اور ربنا لك الحمد۔

ایسی صورت میں حضرت بقال کی جرح کو بہانہ بنا کر ان کے اثر کو ترک کرنا کہاں کی دانشمندی
 ہے۔؟

علاوہ ازیں حدیث ابو ہریرہ بروایت ابن ماجہ، روایت علی و ام حصین بھی ضعیف ہی ہیں اور ضعفا
 سے مروی ہیں۔ لیکن اصحاب جہر اپنے مذہب کی تائید میں بے دھڑک ایسی روایتیں پیش کر دیتے ہیں۔
 آخر یہ دو ہر معیار انصاف کیوں اختیار کیا جاتا ہے۔؟

(۳) ہشیم، حصین۔ مغیرہ عن ابراہیم النخعی

”قال یخفی الامام بسم اللہ الرحمن الرحیم والاستعاذۃ امین وربنا لك

الحمد“ ۸۴۔

ابراہیم نخعی فرماتے ہیں کہ امام بسم اللہ، اعوذ باللہ، آمین اور ربنا لك الحمد کو اخفا کرے گا۔

محمد عن ابی حنیفۃ عن حماد عن ابراہیم

”اربع یخافت بہن الامام سبحانک اللہم وبحمدک والتعوذ من الشیطان الرجیم

وبسم اللہ الرحمن الرحیم و امین“ ۸۵۔

ابراہیم نخعی فرماتے ہیں کہ امام چار چیزوں کو آہستہ کہے گا سبحانک اللہم، اعوذ باللہ، بسم اللہ اور آمین۔

”عن ابراہیم قال قال عمر اربع يخفص الامام التعوذ و بسم الله الرحمن الرحيم وامن واللهم ربنا لك الحمد“ ۸۶۔

حضرت امام نخعی نے حضرت عمر سے روایت کی کہ امام چار چیزوں کو پوشیدہ کہے گا۔ اعوذ باللہ، بسم اللہ، آمین اور ربنا لك الحمد۔

یہ اثر مخالف کو بھی تسلیم ہے انکار اس بات سے ہے کہ یہ تابعی کا قول ہے جو احادیث مرفوعہ کے مقابلہ میں مقبول نہیں۔

اس پر گزارش یہ ہے کہ یہ احادیث مرفوعہ کے مقابلہ میں پیش نہیں کیا گیا ہے بلکہ ان احادیث مرفوعہ کی تائید میں پیش کیا گیا ہے جن سے آمین کا اختفاء ثابت ہے اور اس امر کی توضیح ہے کہ صحابہ و تابعین کا عمل بھی اختفاء آمین میں رہا ہے۔

”ان عمرو علیاً یكونان لا یجهران بآمین وقال الطبری وروی ذلك عن ابن مسعود وقال كنت مختاراً اخفض الصوت بها اذ كان اکثر الصحابة والتابعین علی ذلك“ ۸۷۔

بے شک حضرت عمر رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین آمین بالجہر نہیں فرماتے تھے اور امام طبری نے ابن مسعود سے بھی یہی نقل کیا۔ خود ان کا مختار بھی آمین بالسری ہے کہ اکثر صحابہ و تابعین کا یہی مسلک تھا۔

حضرت فاروق و علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بارے میں تو پہلے ہی معلوم ہو چکا ہے تھا امام مجتہد امام طبری کے اس بیان سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب بھی اختفاء آمین ہی تھا بلکہ اکثر صحابہ و تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کا مذہب بھی اختفاء آمین ہی تھا۔ ان سب پر سنت کی مخالفت کا الزام لگانا بڑی جسارت ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اس سے محفوظ رکھے۔

نوع ششم دعویٰ نسخ: (۱) قال ابن مسعود و ترك الناس الجهر بالتأمين وما تركوه الا لعلمهم بالنسخ“ ۸۸۔

ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ لوگوں نے آمین کو چھوڑ دیا یہ چھوڑنا نسخ کی دلیل ہے۔ صحابہ علم نسخ کے بغیر رسول اللہ ﷺ سے ثابت عمل کو نہ چھوڑتے۔

(۲) عن ابی هريرة رضي الله تعالى عنه قال ترك الناس بالتأمين“ ۸۹۔

لوگوں نے آمین چھوڑ دیا حالانکہ رسول اللہ ﷺ اتنی آواز سے آمین کہتے کہ پہلی صف میں

سنائی دیتا۔

(۳) حضرت سفیان ابن سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن سے حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث بالجہر مروی ہے وہ خود اپنی روایت کے خلاف عمل کرتے تھے اور ان کا مذہب اختفاء آمین ہی تھا۔ ۹۰۔

پہلی اور دوسری روایت میں صحابہ و تابعین کا علی العموم آمین بالجہر کو ترک کرنے کا بیان ہے اور پہلی روایت میں یہ استدلال بھی قائم کیا کہ عام صحابہ و تابعین پر یہ الزام قائم کرنا کہ انہوں نے حدیث رسول پر عمل ترک کر دیا۔ اس سے بہتر یہی ہے کہ یہ کہا جائے کہ انہیں آمین بالجہر کے منسوخ ہونے کی اطلاع تھی اسی لیے انہوں نے جہر کی حدیث پر عمل ترک کر دیا۔

تیسری روایت میں اس امر کا بیان ہے کہ خود راوی حدیث حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مذہب اور عمل اپنی روایت کردہ حدیث کے خلاف تھا۔ اور راوی کا اپنی روایت کے خلاف عمل کرنا بھی اس امر کی دلیل ہے کہ وہ روایت ان کے نزدیک منسوخ ہے۔ امام طحاوی فرماتے ہیں:

”نحن نحسن الظن به فلا يتوهم عليه انه يترك ما سمع من النبي ﷺ الا الى مثله والاتسقط عدالته“ ۹۱۔

ہم راوی کے ساتھ حسن ظن کریں اور اس پر یہ بدگمانی نہیں کریں گے کہ اس نے حضور ﷺ سے سنی ہوئی بات کو ترک کیا بلکہ یہ کہیں گے کہ اس نے اس لیے ترک کیا کہ اس کو معلوم ہو گیا کہ بعد میں خود حضور ﷺ نے اس سے ممانعت کر دی ہے۔

اس لیے ضروری ہوا کہ مسئلہ دائرہ میں یہی تسلیم کیا جائے کہ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کے علم میں بھی یہ بات آگئی تھی کہ آمین بالجہر کا حکم منسوخ ہے۔ جمعی انہوں نے ترک جہر کو اپنا مذہب بنایا۔

جواب: اس کے جواب میں یہ کہا جاتا ہے کہ وائل بن حجر کی حدیث جس سے جہر ثابت ہے وہ مؤخر ہے کیونکہ دربار نبوت میں ان کی حاضری بالکل اخیر وقت میں ہوئی اس لیے نسخ کا دعویٰ غلط اور محکم ہے۔

ہماری گزارش: اولاً یہ جواب اس وقت دیا جاسکتا ہے کہ مدعیان نسخ یہ تسلیم کرتے کہ جہر وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث سے ثابت ہے اور وہ منسوخ ہے۔ لیکن ان کے نزدیک تو اس حدیث سے ”سر“ ثابت ہے اس لیے یہ حدیث تو خود ان کے دعویٰ نسخ کی موبد ہوئی۔

ثانیاً: صحابہ و تابعین کا یہ عمل عام جس کا ذکر حضرت ابو ہریرہ و عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے

کیا ہے اور جس سے اصحاب "سر" نے نسخ کا استنباط کیا ہے وہ لازماً حضرت واکل بن حجر کی حدیث سے متاخر ہے۔

المختصر: اصحاب سر کا یہ کہنا ہے کہ آئین بالجہر کا مسئلہ ایک ایسا عامۃ الورد مسئلہ ہے کہ اگر واقعہ ہوتا تو دن میں تین بار ضرور دہرایا جاتا۔ جس کو روزانہ ہزار ہا افراد سنتے بلکہ حج وغیرہ مواقع پر لاکھوں افراد نے سنا ہوتا اور اس کی بے شمار روایتیں ہوتیں۔ لیکن جہر کی صرف دو ضعیف روایتیں مولانا علی اور ام حصین رضوان اللہ علیہما کی اور ایک ضعیف روایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ اور حضرت واکل بن حجر کی ایک روایت جو جہر اور سر کے درمیان مضطرب ہے۔ ادھر صحابہ کے عمل کا یہ حال ہے کہ اکثریت ترک جہر کرتی ہے۔ حدیہ کہ جن لوگوں نے جہر کی روایتیں کیں ہیں ان کا عمل اور مذہب بھی اس کے خلاف آئین یا سر کا ہے۔ ایسی صورت میں یہ کہنا کہ آئین بالجہر تو رسول اللہ ﷺ سے ثابت شدہ سنت ہے صحابہ کرام کی اکثریت نے سنت کے خلاف ترک جہر کیا نہ دین کے موافق ہے نہ دیانت کے سزاوار۔

اس لیے حقیقت امر یہی معلوم ہوتی ہے کہ آئین بالجہر کا حکم دراصل منسوخ ہو گیا ہے، جن لوگوں کو نسخ کی خبر پہنچی انہوں نے جہر ترک کر دیا اور جو بے خبر رہے کہتے رہے۔ اس طرح دونوں گروہ صحابہ کے عمل کی توجیہ بھی ہو جاتی ہے اور اصل مسئلہ کا حکم بھی ظاہر ہو جاتا ہے۔

پس اصحاب نسخ پر حکم کا حکم لگانا خود تحکم اور زیادتی ہے۔ مذکورہ بالا دلائل کی روشنی میں اصحاب سر کے نزدیک آئین آہستہ کہنے کو ترجیح ہے اور وہ آئین بالجہر کو منسوخ کرتے ہیں۔

اس لیے تمام مسلمانوں کو ہمارا نیک مشورہ یہی ہے کہ درغلانیوں کے دھوکے میں نہ آئیں بھلا جو مسئلہ خیر القرون میں طے نہ ہو سکا اور ائمہ مجتہدین جس میں متحد نہ ہو سکے آج چودہ سو سال کے بعد کون طے کر سکتا ہے اور قطعیت کے ساتھ یہ فیصلہ کر سکتا ہے کہ یہی صحیح ہے اور اس کے خلاف غلط ہے۔ مختلف فیہ مسائل میں تشدد سے احتراز ہی صحیح راستہ۔ تمام مسلمان ادھر ادھر کی باتیں چھوڑ کر اپنے امام کی پیروی کریں اور غیر مقلد کی لالچنی باتوں پر کان نہ دھریں کہ موجودہ دور میں یہی سلامتی کی راہ ہے۔

﴿صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ﴾ [الفاتحہ: ۷] آمین

۱۔ (یعنی ج ۳۸ ر ج ۶/ بیضاوی ج ۱۱) ۲۔ (یعنی ج ۳۷ ر ج ۶)

۳۔ (بیضاوی ج ۱۱) ۴۔ (بخاری شریف جلد اول ص ۱۵۷)

۵۔ (یعنی جلد ۶ ص ۵۱)	۶۔ (یعنی جلد ۶ ص ۵۱)
۷۔ (ایضاً)	۸۔ (ایضاً)
۹۔ (نظام تعلیم و تربیت)	۱۰۔ (ایضاً)
۱۱۔ (شامی جلد ۳ ص ۳۰۹)	۱۲۔ (تقویۃ الایمان ص ۹۹ ر ۱۰ ملخصاً)
۱۳۔ (الاحادیث المشد فی البخاری جلد اول ص ۱۵۷/۱۵۸)	
۱۴۔ (مرعات جلد ۳ ص ۱۲۱ لعید اللہ الرحمانی)	
۱۵۔ (یعنی جلد ۶ ص ۵۲)	۱۶۔ (قرآن عظیم)
۱۷۔ (بخاری شریف جلد اول ص ۱۱۵)	۱۸۔ (یعنی جلد ۶ ص ۵۰)
۱۹۔ (ترمذی جلد اول ص ۳۳)	۲۰۔ (ابوداؤد و باب التابین و راہ الامام)
۲۱۔ (ایضاً)	۲۲۔ (دار قطنی جلد اول، دوم)
۲۳۔ (ترمذی جلد اول ص ۳۳)	۲۴۔ (دار قطنی جلد اول ص ۳۲۳)
۲۵۔ (تہذیب التہذیب جلد ۸ ص ۱۶۳)	۲۶۔ (تقریب ص ۶۲)
۲۷۔ (مرعات جلد ۳ ص ۱۵۴)	۲۸۔ (یعنی جلد ۶ ص ۵۱)
۲۹۔ (نصب الراية جلد اول ص ۳۶۹/۳۷۰)	۳۰۔ (ترمذی جلد اول ص ۳۳)
۳۱۔ (ذیلی جلد اول ص ۳۷۰)	۳۲۔ (ترمذی جلد اول ص ۳۳)
۳۳۔ (یعنی جلد اول ص ۵۱)	۳۴۔ (تہذیب التہذیب)
۳۵۔ (ابوداؤد ص ۱۰۰)	۳۶۔ (ترمذی باب القصص)
۳۷۔ (ترمذی جلد اول ص ۷۵)	۳۸۔ (یعنی جلد ۶ ص ۵۱)
۳۹۔ (یعنی جلد ۶ ص ۵۱)	۴۰۔ (ذہبی)
۴۱۔ (مرعاة المفاتیح جلد اول ص ۱۵۴)	۴۲۔ (نزہۃ ص ۴۰)
۴۳۔ (تہذیب التہذیب جلد ۷ ص ۱۶۳)	۴۴۔ (مرعاة جلد ۳ ص ۱۵۴)
۴۵۔ (معارف السنن جلد دوم ص ۴۰۹)	۴۶۔ (دار قطنی جلد اول ص ۲۳۷)
۴۷۔ (میزان الاعتدال)	۴۸۔ (ابوداؤد جلد اول ص ۱۵۱)
۴۹۔ (ابن ماجہ جلد اول ص ۶۲)	۵۰۔ (نخبۃ الفکر ص ۶۲/۶۳)
۵۱۔ (یعنی جلد ۵ ص ۵۱)	۵۲۔ (مرعاة جلد ۳ ص ۱۵۲)

رکوع کا بیان

(۱) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ رکوع میں الصاق کعبین کی شرعی حیثیت کیا ہے، سنت ہے یا کچھ اور؟ مجدد اعظم امام اہل سنت سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے فتاویٰ رضویہ جلد سوم ص ۵۸/۵۹ پر اس کی سنیت کا قول فرمایا۔ اور دو احادیث صحیحہ سے ثابت بھی فرمایا کہ اس تحقیق کے بعد مزید کسی انکار کی گنجائش نہیں۔ مزید برآں یہ فرمایا کہ بحالت رکوع الصاق کعبین پر ہر روز ۳۲ بار کا تجربہ شاہد ہے۔ نیز در مختار میں بصراحت مذکور ہے کہ الصاق کعبین مسنون ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی اقوال فقہاء اس کی مسنونیت میں ہیں۔ مگر صدر الشریعہ علیہ الرحمہ فتاویٰ امجدیہ جلد اول ص ۸۰/۸۱ پر رقم طراز ہیں:

”در مختار میں رکوع کے اندر الصاق کعبین کو سنت تحریر کیا ہے۔ مگر کچھ میں نہیں آتا ہے کہ اس کی سنت کا ماخذ کیا ہے۔ مجھے خیال ہے کہ بہار شریعت میں اس در مختار کے حوالے سے میں نے الصاق کعبین کو سنن میں شمار کیا تھا مگر اعلیٰ حضرت نے اسے نکال دیا۔ (فتاویٰ امجدیہ جلد اول ص ۸۰/۸۱)

المملو ظ میں مذکور ہے: عرض: در مختار و کبیری و صغیری وغیرہ میں لکھا ہے کہ رکوع میں دو قوں ٹخنوں کا ملانا سنت ہے۔ ارشاد: ”لم یثبت“ کہیں ثابت نہیں ہے۔ دس بارہ کتابوں میں یہ مسئلہ لکھا ہے اور سب کا منتہی زاہدی ہے۔ (المملو ظ چہارم ص ۵۷)

فقیر عصر شارح بخاری نائب مفتی اعظم ہند حضرت مفتی شریف الحق صاحب امجدی صاحب نے حاشیہ فتاویٰ امجدیہ میں المملو ظ کی ذکر کردہ عبارت نقل فرمائی اور کہا اس لیے معتبر اور معتمد یہی ہے جو المملو ظ میں ہے اور جو صدر الشریعہ علیہ الرحمہ نے بیان فرمایا۔ واللہ اعلم (فتاویٰ امجدیہ ص ۸۱ ج ۱)۔

در یافت طلب امر یہ ہے کہ الصاق کعبین کی شرعا کیا حقیقت ہے۔ اور اس سلسلہ میں قول مفتی بہ و مذہب محقق و راجح اور اسلم کیا ہے۔ اس کا ماخذ کون سی حدیث ہے۔ کیا اعلیٰ حضرت کی حدیثیں غیر مقبول و معتمد اور یا لائق تمسک و حجت نہیں کیا اس امر کی تمام حدیثوں کا منتہی صرف زاہدی ہی ہے اور یہ معتزلی ہے۔ نیز صحابہ کرام و تابعین عظام کا عمل اور فتویٰ اس کے متعلق کیا ہے۔ بر تقدیر جو فقہائے کرام کی تصریحات کا کیا جواب ہوگا۔ امور مذکورہ کی تحقیق کامل اور تنقیح غامض فرمائیں۔ اور حوالے سے مزین فرمائیں۔ تاکہ عوام قند سے محفوظ رہیں۔ اور تعارض ختم ہو جائے۔ اور سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز اور تمام فقہائے کرام کی عبارتیں صحیح اور بے غبار ہو جائیں۔ اور شکوک و شبہات کا سد باب ہو جائے۔

۵۳	تہذیب التجذیب ص ۱۸	۵۴	(مرعات جلد ۳ ص ۱۵۳)
۵۵	(مرعاة جلد ۳ ص ۱۵۳)	۵۶	(مرعاة جلد ۳ ص ۱۵۱)
۵۷	(نسائی جلد اول ص ۱۴۳)	۵۸	(مرعاة جلد ۳ ص ۱۵۲)
۵۹	(بخاری جلد اول ص ۱۵۵)	۶۰	(مرعات جلد ۳ ص ۱۵۳)
۶۱	(یعنی جلد ۶ ص ۳۸)	۶۲	(یعنی جلد ۶ ص ۵۳)
۶۳	(بخاری جلد اول ص ۱۰۷)	۶۴	(مرعاة جلد ۳)
۶۵	(مرعاة جلد ۳ ص ۱۵۶)	۶۶	(بخاری شریف جلد اول ص ۲۵۸)
۶۷	(مرعات سوم ص ۱۲۱)	۶۸	(نسائی جلد اول ص ۱۴۷)
۶۹	(مرعات جلد تین ص ۱۲۱)	۷۰	(یعنی جلد ۶ ص ۵۰)
۷۱	(ابوداؤد جلد ۱ ص ۱۲۵)	۷۲	(ابوداؤد جلد ۱ ص ۱۲۵)
۷۳	(ابوداؤد جلد ۱ ص ۱۲۹)	۷۴	(مشکوٰۃ ص ۱۹۱)
۷۵	(مرعاة جلد ۳ ص ۱۵۴)	۷۶	(مرعات جلد تین ص ۱۵۶)
۷۷	(ابن ماجہ جلد ۱ ص ۶۲)	۷۸	(طحاوی جلد ۱ ص ۱۲۰)
۷۹	(مرعات جلد ۳ ص ۱۵۵)	۸۰	(ترمذی جلد ۲ ص ۲۷۵)
۸۱	(زوائد طبع ہند ص ۱۸۴)	۸۲	(نصب الراية جلد ۳ ص ۳۶۶)
۸۳	(ابن شیبہ جلد ۱ ص ۴۱۰)	۸۴	(ابن شیبہ جلد اول ص ۴۱۰)
۸۵	(کنز العمال جلد ۳ ص ۲۳۹)	۸۶	(جوہر النقی جلد اول ص ۱۳۲)
۸۷	(جوہر النقی جلد اول ص ۱۳۲)	۸۸	(عنایہ السلسل حوالہ فتح القدیر اول ص ۲۵۷)
۸۹	(ابن ماجہ جلد ۱ ص ۶۲)	۹۰	(معارف السنن جلد ۲ ص ۳۰۹)
۹۱	(معانی الآثار جلد اول ص ۱۳)		

نوٹ: جو لوگ درمختار باب الصلوٰۃ اور فتاویٰ رضویہ کی عبارتوں پر عمل پیرا ہیں ان کا کیا حکم ہوگا؟
محمد عید الشکور سوداگر

الجواب

اولا حالت رکوع میں الصاق کعبین سنت اگر ہے تو عام نہیں ہے۔ صرف انہیں لوگوں کیلئے جو اس کو پہ آسانی کر سکیں۔ معذوروں کے لیے علامہ احمد طحاوی اور ابن عابدین رحمۃ اللہ علیہما نے اس کی تصریح فرمائی اور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے یوں مزید تشریح فرمائی:

”ہاں جسے قریبی مفراط وغیرہ کوئی نذر ایسا ہو کہ سرے سے پیروں کے پنجوں کے بیچ چار انگلی کا فصل نہ رکھ سکے بلکہ معتد بہ زیادت پر مجبور ہو۔ مثلاً بالشت بھر کا فاصلہ تو وہ بیشک کعبین نہ ملا سکے گا۔“

اقول: پاؤں کمزور ہو گئے ہوں تب دونوں پاؤں قریب رکھ کر کھڑے ہونے میں زحمت ہوتی ہو۔ اس لیے دونوں پاؤں کو ذرا فاصلہ پر رکھنا پڑتا ہے تاکہ ٹینس درست رہے اور آوی نہ پڑے۔

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں: ایسا شخص نہ اس سنت قیام یعنی فرجہ چہار انگشت پر قادر نہ ہم اس کے لیے الصاق کو مستنون کہیں۔ (فتاویٰ رضویہ حصہ سوم سنی دارالاشاعت لائل پور پاکستان ص ۷۸/۷۹)

ثانیاً: اس کے سنت ہونے کا پتہ نہ احادیث کریمہ سے چلتا ہے نہ قابل بھروسہ روایات فقہ سے۔ (یعنی ظاہر الروایۃ متون سے)

اس امر کی صراحت مذکورہ بالا فتویٰ کے سوال میں مفتاح الصلوٰۃ کی اس عبارت سے کی گئی ہے۔ ”محتمل کہ تصنیف امام زاہدی است از مستنونات رکوع الصاق کعبین یا استقبال انگشتان بسوئے قبلہ گفتہ است، لیکن در حدیث و کتب ظاہر الروایۃ ظاہر نہیں شہود۔“

ترجمہ: صرف امام زاہدی نے الصاق کعبین در رکوع یا استقبال انگشتان ذکر کیا۔ حدیث صحیح یا ظاہر الروایۃ میں ثابت نہیں۔

اور امام احمد رضا خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے فتاویٰ حصہ سوم ص ۸۳ میں یہی فرمایا جو مذکورہ بالا فتویٰ کے ۱۳/۱۴ سال بعد ۳۰ھ میں آپ نے دیا ہے۔

واقضى ما يقال ان عامة كتب المذهب خالية عنه وانما انه للزاهدي والباقرين انما اتبعوه و كما بنيت في كتابي كفل الفقيه الفاهم ان الغرابة لا تندفع بكثرة الناقلين اذا لم يكن مرجعهم الا واحد لا سيما مثل الزاهدي (و في كفل الفقيه) والقنية مشهورة بضعف الرواية و صرحوا انها اذا خالفت المشاهير لم تقبل بل قد نصوا انها اذا خالفت القواعد لم

تقبل ما لم يعضدها نقل معتمد من غيرها (وقیما بعد) ولا القنية ليس كالظهيرية فائى تغرب منه الغرابة وبالبته لم یکن الا غریبا فیكون كالشاذ ولكنه كالمنکر۔

(فتاویٰ رضویہ جلد ۷ ص ۱۴۱)

مذکورہ بالا عبارتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ اس روایت پر اعتراض یہ ہے کہ فقہ حنفی کی عام کتابیں اس سے خالی ہیں صرف امام زاہدی نے یہ بات کہی۔ اور بعد کے جن حنفی فقہوں نے اپنی کتابوں میں اس کا ذکر کیا انہیں سے نقل کیا ہے۔ اور ان کے بارے میں مشہور یہ ہے کہ یہ ضعیف الروایۃ ہیں۔ تو ان کی جو روایت قواعد فقہیہ کے خلاف ہو یا عام کتب فقہیہ کے خلاف ہو منکر اور غیر مقبول ہے۔ اور جو ایسی نہیں وہ شاذ کے حکم میں ہے۔

اور آپ نے اپنے سوال میں جو یہ لکھا ہے کہ ”اعلیٰ حضرت نے اپنے فتاویٰ میں اس کی سنیت کی تائید میں دو حدیثیں نقل کی ہیں۔“ تو آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ وہ دونوں حدیثیں حالت رکوع میں الصاق کعبین کے بارے میں نہیں۔ بلکہ جماعت کے اندر حالت قیام میں ایک مقتدی کے صف سیدھی کرنے کے لیے اپنے پاؤں کی ابھری ہوئی ہڈی کا باہری رخ اپنے پاس والے دوسرے مقتدی کے پاؤں کی باہری ہڈی کے مقابل رکھنے کے بارے میں ہے۔ اسی کو دوسری روایت میں یوں بیان کیا کہ ”ایک مقتدی اپنا موٹہ حاد دوسرے مقتدی کے موٹہ سے ملائے رکھے“ رکوع کی حالت کے بارے میں تو اوپر مفتاح الصلوٰۃ کی عبارت گذری کہ کسی صحیح حدیث اور فقہ حنفی کی معتبر روایت سے ثابت نہیں۔ اور اعلیٰ حضرت نے اپنے فتویٰ میں اس کے علاوہ جو کچھ لکھا ہے وہ صاحب مفتاح کے اس قول کے تردید میں ہے۔ کہ الصاق کعبین رکوع میں ممکن نہیں۔

البتہ پہلے فتویٰ سے یہ ظاہر نہیں کہ زاہدی کی یہ روایت غریب ہے یہ تو آپ کے ایک ایسے فتویٰ میں ہے جو آپ نے ۱۳/۱۴ سال بعد ۳۰ھ میں دیا۔ کچھ اور بعد میں آپ نے المملوٰۃ جلد چہارم میں یہ صراحت کی کہ یہ روایت ثابت نہیں اور دوسری کتابوں میں جو مستنون لکھا ہے تو انکا دار و مدار زاہدی پر ہے۔ اس لیے جو ان کی روایت کا حکم ہے وہی ان فقہاء کی نقل کا ہے۔

الحاصل مذکورہ بالا تفصیلات کی روشنی میں یہی ظاہر ہو رہا ہے کہ رکوع میں الصاق کعبین کی روایت صرف زاہدی معتزلی نے کی ہے جو مرجوح ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ضلع منو ۱۱ شعبان ۱۴۱۸ھ

سجدہ کا بیان

(۱) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ

زید باصلاحیت عالم باعمل سنی صحیح العقیدہ ہے اس کے دونوں پیر کا پنجہ اس طرح ہے دائیں پیر کا پنجہ بائیں طرف اور بائیں پیر کا پنجہ دائیں طرف ہے موصوف جب نماز ادا کرتے ہیں تو سجدہ میں پیر کی انگلیوں کا پیٹ زمین پر لگتا ہے لیکن انگلیوں کا رخ اتر اور دھن ہوتا ہے، باقی سارے ارکان شریعت مطہرہ کے مطابق ادا کرتے ہیں موصوف اپنے گاؤں کی مسجد کے امام بھی ہیں۔ اس گاؤں میں علم و عمل میں سب سے اچھے ہیں مگر کہتا ہے کہ زید کے پیچھے کسی کی نماز نہیں ہوتی ہے۔ ایسی صورت میں زید کے پیچھے لوگوں کی نماز ہوگی یا نہیں؟۔ شریعت مطہرہ کا جو حکم ہوا گاہ فرمائیں اور حوالہ درج فرمادیں۔

المستفتی عبدالکریم نعیمی خادم مدرسہ عربیہ اہل سنت نور العلوم

پوسٹ انٹی رامپور ضلع گونڈہ ۱۲ جمادی الاخرہ ۱۴۰۶ھ

الجواب

سجدے میں پیر کی کم از کم ایک انگلی مضبوطی سے زمین پر جمانا فرض ہے۔

در مختار میں ہے: يفترض وضع اصابع القدم ولو واحد نحو القبلة۔ (۲/۱۲۰)

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی فتاویٰ رضویہ جلد سوم ص ۳۶۳ میں فرماتے ہیں:

العقود الاعتقاد وقد بين هذا القول ليكون الاعتماد عليها وانما عبرته بالتوجيه نحو القبلة لان المصلي ان اراد في سجوده الاعتماد على بطن اصبع قدمه لم يمكن ذلك الا بتوجيهها نحو القبلة۔

پس آپ نے جس امام کا ذکر کیا ہے ان کی چونکہ قدم کی انگلیوں کا پیٹ مضبوطی سے زمین پر جم جاتا ہے لیکن نیچے مڑے ہوئے ہونے سے انگلیوں کا سرا قبلہ سے منحرف ہو جاتا ہے۔ تو ان کی امامت میں کوئی حرج نہیں کیونکہ اصل فرض کی ادا لگی ہو جاتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ ۵ رذوالقعدہ ۱۴۰۶ھ

(۲) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع خیر المسلمین اس مسئلہ میں

کہ زید نے امام کے پیچھے نماز پڑھی مگر جب امام سنت پڑھ رہا تھا تو دیکھا کہ سجدہ میں جانے وقت امام کا دونوں پاؤں زمین سے الگ ہو جاتا ہے مگر جب تسبیح پڑھتا ہے تو لگا رہتا ہے ایسی صورت میں

نماز ہوگی کہ نہیں اگر نہ ہوئی تو اس سے پہلے جو نمازیں زید پڑھ چکا ہے اس کا دہرانا ضروری ہے کہ نہیں جواب مفصلاً تحریر فرمائیں۔
المستفتی نظام الدین ابن محمد الفضل محلہ کریم الدین پور گھوسی یو پی

الجواب

رسول اللہ ﷺ نے کثرت سوال اور قیل وقال سے منع فرمایا امام کو سنت پڑھتے دیکھ کر فراموش کا قیاس کیا پھر اس پر اتنی بڑی سوال کی عمارت کھڑی کر دی کہ فراموش میں اس کی اقتداء درست ہے یا نہیں؟ سجدہ میں جاتے وقت پاؤں کی انگلیاں زمین پر جمانا ضروری نہیں۔

بہار شریعت میں پاؤں کی تین انگلیوں کا پیٹ زمین پر لگنا حالت سجدہ میں واجب بتایا گیا ہے سجدہ میں جاتے وقت اگر پاؤں زمین سے اٹھے گا تو اس کا کوئی لحاظ نہیں نماز ہو جائے گی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم
عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ۱۲ جمادی الاول ۱۴۱۲ھ

(۳) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ
کوئی حالت نماز میں بالخصوص سجدہ کی حالت میں داہنے پیر کی انگلی وانگوٹھا اپنی جگہ سے ہٹ جائے تو چاہے وہ زمین سے لگ کر بٹے چاہے الگ ہو کر تو نماز ہوئی یا نہیں؟ اگر امام کا ایسا ہوتا ہے تو نماز ان کے پیچھے ہوئی یا نہیں؟
مسٹر محمد امیر حسن اہر اپور پٹی یا پور ضلع سارن چھپرہ

الجواب

نماز میں سجدہ سے اٹھ کر کھڑے ہوتے ہوئے کسی ایک قدم کا آگے یا پیچھے سرکانا مکروہ ہے۔ ظاہر یہی ہے کہ مکروہ تنزیہی ہے نماز ہو جائے گی۔

اور سجدے کے اندر ہر پیر کی کم از کم تین انگلیوں کا پیٹ زمین سے لگنا واجب ہے۔ جس میں انگوٹھا بھی شامل ہے (بہار شریعت بحوالہ فتاویٰ رضویہ) اگر تین بار سبحن ربی الاعلیٰ کہنے کی مقدار تک تین میں سے کوئی انگی رہ گئی تو نماز مکروہ تحریمی قابل اعادہ ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ضلع متھو ۲۳ رجب ۱۴۱۸ھ

(۴-۵) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

(۱) اگر نماز کی حالت میں امام کا پاؤں اپنی جگہ سے تھوڑا سا کھسک گیا، یا سجدے کی حالت میں پاؤں کی انگلیاں کبھی اپنی جگہ سے دو تین انگلی کھسک گئیں، یا پاؤں کی انگلیاں زمین سے اٹھ کر پھر زمین میں لگ گئیں جب کہ امام ابھی سجدے ہی کی حالت میں ہے تو ایسی صورت میں نماز ہوگی کہ نہیں؟

(۲) زید ذاتی خلش کی بنا پر امام کے پیچھے جماعت سے نماز نہیں پڑھتا اور دوسرے لوگوں کو بھی

درغلاتا ہے کہ اس امام کے پیچھے نماز مت پڑھو۔ جس کی وجہ سے کچھ لوگ جماعت سے محروم رہ جاتے ہیں اور وجہ پوچھتے پڑید کہتا ہے کہ ہمارا امن نہیں بھرتا۔ ایسی حالت میں زید پر کیا حکم شرعی دیا جائے گا؟۔

استفتی محمد یاسین سہیل۔ سکرٹری بڑی مسجد نمبر (۱) پی ایم بستی سیکنڈ لین شب پارہ ہونڈہ نمبر ۲

الجواب

(۱) پاؤں کی دس انگلیوں میں سے ایک کے پیٹ کا سجدے میں زمین پر لگنا فرض ہے۔ رہ گیا یہ کہ زمین پر ٹکی ہوئی انگلیاں تھوڑا دھرا دھر کھسک گئیں یا ایک لمحہ کے لیے انھیں پھر جم گئیں۔ تو اسمیں نماز میں خلل نہ ہوگا، لیکن امام صاحب کو اس بات کا خیال رکھنا چاہئے کہ پاؤں زمین سے نہ انھیں۔ کتابوں میں اسے خلاف اولیٰ لکھا ہے۔

(۲) عذر شرعی کے بغیر صرف ذاتی رنجش کی بناء پر جیسا کہ سوال میں درج ہے جماعت چھوڑنا سخت گناہ ہے۔ حدیث شریف میں ہے: حضور ﷺ نے فرمایا جو لوگ شام کی نماز میں شریک نہیں ہوتے ہیں میں چاہتا ہوں کہ ان کا گھر آگ سے پھونک دوں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی منو

وتر کا بیان

(۳-۱) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ

(۱) ایک شخص نے تین رکعت وتر پڑھنے پر اعتراض کیا اور کہا کہ صرف ایک رکعت وتر نبی کریم سے ثابت ہے حضور ایک رکعت ہی پڑھا کرتے تھے جو لوگ تین رکعت پڑھتے ہیں وہ خود ساختہ طریقہ استعمال کرتے ہیں تو دوسرے نے جواب دیا کہ حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ اصحاب کرام آسمان کے ستارے ہیں اور ان میں سے تم جن کی اقتدا کرو گے ہدایت پاؤ گے، اسی پر اس شخص نے کہا کہ ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مسلک میں تین رکعت پڑھنا ہے، اور یہ ابو حنیفہ کا طریقہ ہے، حضور کا نہیں اگر قرآن حکیم میں تین رکعت کا اشارہ ملتا تو حضور ہمیشہ تین رکعت ہی پڑھتے، ایک کبھی نہیں پڑھتے، پھر ہم پیغمبر ﷺ کے خلاف کام کیوں کریں، لہذا اپوری وضاحت کے ساتھ بیان فرمائیں۔

(۲) اور ایک شخص نے اپنی عورت کو طلاق دی اور وہ طلاق شدہ ابھی عدت ہی میں تھی کہ اس شخص نے طلاق شدہ عورت کی بہن سے نکاح کر لیا تو کیا اس شخص کو اپنی سالی سے جب کہ اس کی عورت عدت کی ابتدائی دور میں ہے نکاح کرنے سے نکاح ہوگا؟ اگر نہیں ہوا تو نکاح پڑھانے والے اور دونوں گواہوں پر

شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟

(۳) اور ایک شخص کی بیوی ہندو شخص کے ساتھ فرار ہو گئی تلاشی کے ڈیڑھ ماہ بعد اس مسلم شخص کی بیوی کو ہندو کے ساتھ دوسری جگہوں میں پکڑا گیا اور اس عورت نے جو اپنے سابقہ شوہر کو دیکھا تو اپنے مسلم شوہر کیساتھ رہنے پر تیار ہو گئی اور شوہر بھی رکھنے کے لیے تیار ہو گیا اور اپنے گھر لے آیا مگر ساتھ ہی محلہ کے لوگوں نے جو چند مسلمان تھے بیچ میں آ کر دونوں کو الگ رکھے ہوئے ہیں اور مسئلہ دریافت کر رہے ہیں، لوگوں سے عورت نے اپنا بیان دیا ہے کہ اس نے ہندو شخص سے ہندو عقیدہ کے مطابق یا کوئی شادی یا دیا قبول مذہب جیسا کوئی کام نہیں کیا ہے، بلکہ صرف اپنی خواہشات نفس کو بجھایا ہے لہذا شریعت مطہرہ کی روشنی میں تحریر فرمائیں؟

(۴) اور نعوذ باللہ ایک شخص اپنی لڑکی سے زنا کاری میں پکڑا گیا اور لڑکی نے بھی اقرار کیا کہ میرا باپ مجھ سے پہلے دو اور بہنوں کو بالکل خراب کر چکا ہے اگر میں نہیں کہوں گی تو شاید ہم سے چھوٹی والی کا بھی یہی حشر ہوگا لہذا شریعت مطہرہ کی روشنی میں رہنمائی فرمائیں۔

الجواب

(۱) ﴿لَبَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْكَافِرِينَ﴾ [آل عمران: ۶۱] جھوٹوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے، یہ مرتج جھوٹ ہے کہ صرف ایک رکعت وتر نبی ﷺ سے ثابت ہے، امام نسائی نے اپنی سنن میں اپنی سند سے روایت کیا ہے کہ "قالت عائشة كان رسول الله ﷺ يوتر بثلاث لا يسلم الا في آخرهن" (ارواء الغلیل: ۲/۱۵۰)

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ وتر تین رکعت پڑھتے اور آخری رکعت میں سلام پھیرتے تھے ایسا ہی امام حاکم نے اپنی مستدرک میں بخاری اور مسلم کی شرط کے موافق روایت کیا، خود بخاری میں حضرت عائشہ کی حدیث سے یہی ثابت ہوتا ہے۔

"كان رسول الله ﷺ لا يزيد في رمضان ولا في غيره على احد عشر ركعة، اربعاً فلا تسئل عن حسنهن وطولهن، ثم يصلي اربعاً فلا تسأل عن حسنهن وطولهن، ثم يصلي ثلاثاً، وقالت عائشة: فقلت: يا رسول الله! اتمام قبل ان توتر، فقال: يا عائشة! ان عيني تنامان ولا ينام قلبي" (بخاری شریف: ج اول)

رسول اللہ ﷺ رمضان اور اس کے علاوہ مہینوں میں گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے پہلے چار رکعت پڑھتے تو اس کے حسن اور طول سے مت پوچھو مطلب یہ کہ بڑی لمبی قرأت حسن ادا کے ساتھ

پڑھتے اور اس چار رکعت کے بعد پھر چار رکعت اسی طرح پڑھتے پھر تین رکعت پڑھتے، اس پر میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا یا رسول اللہ! آپ وتر پڑھے بغیر سو گئے تھے کیا یعنی یہ تین رکعت آپ نے وتر پڑھی آپ نے فرمایا: میری آنکھیں سوتی ہیں اور دل جاگتا ہے، تو وتر پڑھے بغیر سو جاتا ہوں پھر وقت پر جگ جاتا ہوں۔

اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ آخر میں آپ نے تین رکعت وتر پڑھی، جس نے یہ کہا کہ تین رکعت وتر رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں، صریح جھوٹ بولا، اسی طرح صحابہ کرام کا حوالہ دینے کے بعد یہ کہنا کہ تین رکعت وتر پڑھنا امام ابوحنیفہ کا طریقہ ہے، یعنی صحابہ کرام کا طریقہ نہیں، یہ بھی صاف جھوٹ ہے۔ بخاری شریف میں ہے: ”وقال القاسم ورأينا الناس منذ ادر كنا يوترون بثلاث“ امام قاسم بن محمد فرماتے ہیں کہ جب سے ہم نے ہوش سنبھالا لوگوں کو تین رکعت وتر پڑھتے ہی دیکھا۔ یہ امام ابوحنیفہ کے پہلے مسلمانوں کا حال تھا۔ حضرت حسن بصری فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہو گیا ہے کہ وتر تین رکعت ہی ہے اور سلام آخری رکعت پر پھیرتا ہے، اس کو صرف امام ابوحنیفہ کا مذہب بتانا صریح غلط ہے اور اس سلسلے میں سرے سے قرآن عظیم کا نام لینا ہی غلط ہے، اس میں تو وتر کا صریح بیان ہے نہ اس کی رکعتوں کا، یہ تو حدیث سے ثابت ہے، وہ شخص یا تو بہت بڑا جاہل ہے یا افترا پرداز ہے۔

(۲) یہ نکاح ناجائز ہوا، قرآن عظیم میں ہے: ﴿وَإِنْ تَحَمَّصُوا بَيْنَ الْأَخْتَيْنِ﴾ [النساء: ۲۳] اور ہدایہ میں ہے: ”واذا طلق امرأته طلاقاً بائناً اور رجعاً لم يحز له ان يتزوج بائناً حتى تنقضي عدتها“ اپنی عورت کو طلاق دے دی تو اس کی بہن سے عدت باقی رہنے تک نکاح جائز نہیں، (۳) صورت مسئلہ میں وہ شخص اپنی عورت کو اپنے ساتھ رکھ سکتا ہے دوبارہ نکاح کی ضرورت نہیں زنا کاری سے نکاح نہیں ٹوٹتا مگر شوہر کو عورت کو یوں آزاد نہیں چھوڑنا چاہئے کہ جہاں چاہے بھاگ جائے۔ (۴) اس شخص کی حقیقی سزا تو پروردگار دیکھ مسلمان اس کا بالکل بائیکاٹ کر دیں اور ان لڑکیوں کو کسی اچھے مسلمان سے بیاہ دیں اور باپ سے علیحدہ کر دیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی

(۵) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ

زید نے وتر کی نماز پڑھائی تیسری رکعت میں دعائے قنوت بھول گئے رکوع میں چلے گئے مقتدیوں نے اللہ اکبر کہا جس سے زید نے لوٹ کر دعائے قنوت پڑھی اور مقتدیوں نے بھی پڑھی، بڑھ کر

رکوع کیا اور سجدہ کیا پھر سجدہ سو کر لیا اکثر لوگ چلے گئے ہم تین آدمیوں نے پھر دہرایا آیا نماز فاسد ہوئی یا نہیں۔ محمد قدیر صاحب مسکھی

الجواب

صورت مسئلہ میں رکوع سے قیام کے لیے لوٹنا اسانت ہے، نہ نہ ہوگی نہ اس کے دہرانے کی ضرورت ہے۔

ور مختار میں ہے: ”ولو نسيه اي القنوت ثم تذكره في الركوع لا يغت فيه لغوت محله ولا يعود الى القيام في الاصح لان فيه رفض الغرض للواجب فان عاد اليه وقت ولم يعد الركوع لم تفسد صلوته (ملخصاً) (۲/۳۸۸)“

شامی میں ہے: ”لان فيه رفض الغرض للواجب“

خانیہ میں ہے: ”وهو مبطل للصلوة على قول وموجب الاساءة على قول آخر والحق الثاني“ واللہ تعالیٰ اعلم عبد المنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور ۱۲/رجب ۱۴۲۸ھ

الجواب صحیح: عبد الرؤف غفرلہ مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ

جماعت کا بیان

(۱) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

زید شہر کی جامع مسجد کا امام ہے، زید نے باہر سے آئے ہوئے ایک عالم دین سے نماز پڑھانے کی گزارش کی، حضرت نے قبول کر لیا، مگر حضرت مسجد میں اس وقت آئے جب انتظار شدید کے بعد امام صاحب نے خطبہ دس منٹ کی تاخیر سے پڑھا دیا۔ اس کے بعد امام صاحب اور مصلیان مسجد صف بھٹ کھڑے ہو گئے اس کے بعد بھی حضرت کا انتظار رہا اچانک حضرت مسجد میں تشریف لائے اور جمعہ کی نماز پڑھائی۔ امام مسجد کا جمعہ کے لیے کسی کا انتظار کرنا کیسا ہے؟

یہ جانتے ہوئے بھی کہ مجھے نماز پڑھانا ہے پھر بھی تاخیر کرنا کیسا ہے؟

خطبہ کوئی اور پڑھائے اور نماز کوئی اور پڑھائے بغیر کسی شرعی عذر کے ایسا کرنا کیسا ہے؟

سائلان: نوجوانان کمیٹی پالی

الجواب

آپ حضرات کی تسلی کے لیے میں فتاویٰ رضویہ جلد سوم باب الجماعت سے ایک مسئلہ نقل کر رہا ہوں:

امام کو کسی مقتدی مسجد کے لیے جو میر مدرسہ میر محلہ اور سید ہو، باوجود گذر جانے وقت معین کھڑی جماعت کے لیے انتظار کرنا کیا ہے؟ امام کے نزدیک سب مقتدیوں کی عزت برابر ہونی چاہئے یا نہیں؟
الجواب: درست ہے جب کہ حاضرین پر گراں نہ ہو اور وقت میں وسعت ہو، جس کی دینی عزت زائد ہو اور ہر مسلمان کے نزدیک جائز ہے، اس کی وہ رعایت کی جائے گی جو دوسروں کی نہیں کی جائے گی، جب تک کوئی شرعی حرج لازم نہ آئے۔ (فتاویٰ رضویہ حصہ سوم ص ۳۹۶ مطبوعہ لائل پور)

باہر سے آئے عالم صاحب آپ سب کے مقتدی اور رہبر تھے، ابھی آپ کے امام صاحب نے ان سے نماز جمعہ پڑھانے کی درخواست کی۔ دس منٹ کی تاخیر کوئی ایسی بڑی تاخیر نہیں تھی کہ آپ کی نوجوان پارٹی نے اس تاخیر کا شرعی حکم ضروری سمجھا۔ ایسا کئی بار خود عہد رسالت میں ہوا ہے۔ اقامت ہو جانے کے بعد بھی ایک مرد نے دیر تک رسول اللہ ﷺ سے بات کی پھر جماعت ہوئی۔

(بخاری شریف باب الاذان)

حضور ﷺ بنی عمر ابن عوف میں مصالحت کراتے گئے اور جماعت کا وقت ہو گیا تو ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مؤذن نے کہا: آپ نماز پڑھا دیں تو آپ تیار ہو گئے۔ اس لیے تھوڑی تھوڑی باتوں پر قدغن نہیں ہونی چاہئے۔ اسی طرح غیر خطیب کے نماز پڑھانے کے بارے میں فتاویٰ رضویہ میں غیر مناسب لکھا ہے۔ الفاظ یہ ہیں: غیر خطیب کا نماز پڑھانا اولیٰ نہیں۔ (حوالہ مذکور بالا ص ۷۰۸)

عبداللہ النان اعظمی شمس العلوم گھوٹی منو ۲۸ محرم ۱۳۲۶ھ

(۲) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

ایک بستی کی کل آبادی اکیس گھر ہے اور سب اہل سنت و جماعت ہیں اور ایک گھر اہل حدیث کا ہے۔ پورے گاؤں میں کل پچیس افراد مکلف ہیں پہلے گاؤں میں کل ایک مسجد اہل سنت و جماعت کی تھی موجودہ پٹائش میں وہ اہل حدیث کی ہو گئی۔ بستی میں سنی مسلمان بدھویاں نے اپنی زمین میں ایک پختہ مسجد اپنے پیسہ سے بنوائی ہے۔ سنت جماعت کی طرف نسبتاً قدیم مسجد میں (اہل حدیث) کے مقتدیوں کی کثرت ہے۔ گاؤں کے ایک فرد نے کئی اداروں سے اس مسجد کے مسجد ضرار ہونے کا فتویٰ حاصل کیا۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ فتویٰ کا کیا حکم ہے؟ اور ہم لوگوں کو کس مسجد میں نماز ادا کرنا چاہئے؟

محمد سلیمان موضع کرت پور پوسٹ ضلع مظفر پور

الجواب

صورت مسئلہ میں جب کہ غیر مقلدین نے سنیوں کی قدیم مسجد پر قبضہ کر لیا تو وہ لوگ سنیوں کو

اپنی الگ جماعت قائم کرنے سے ضرور روکتے ہوں گے اور فتنہ و فساد پر آمادہ ہوتے ہو گئے۔ تو سنیوں کا فساد سے بچنے اور اپنی نماز درست کرنے کے لیے قطعاً جائز و درست ہے کہ وہ اپنی علیحدہ مسجد تعمیر کریں اس کو مسجد ضرار کہنا باطل اور لغو ہے۔

تفسیر احمدی شریف میں ہے: "لما فتح الله الامصار على عهد عمر رضي الله تعالى عنه امر المسلمين ان يسكنوا مساجد وان لا يتوافوا في المدينة مسجدين يضار احدهما صاحبه" اس ادب سے ثابت ہوا کہ کسی مسجد کو ضرر پہونچانے کی نیت سے نئی مسجد بنانا منع ہے اور موجودہ صورت میں یا تو کسی پرانی مسجد میں غیر مقلدوں کی اقتداء میں نماز پڑھی جائے، یا اپنی الگ جماعت قائم کریں۔ پہلی صورت کی اجازت سنیوں کا مذہب نہیں دیتا اور دوسری صورت میں غیر مقلدین آمادہ فساد ہوں گے اس لیے سنی ہر حال میں پہلی مسجد میں نماز پڑھنے سے معذور ہیں، اس لیے اپنی جماعت کے قیام اور اپنی نمازوں کی حفاظت کے لیے سنیوں کا الگ مسجد بنانا درست ہے اور جدید مسجد بھی تمام مساجد کی طرح خاتہ خدا ہے اس کو مسجد ضرار کہنا زیادتی اور ظلم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم عبداللہ النان اعظمی:

الجواب صحیح عبدالعزیز عفی عنہ الجواب صحیح عبدالرؤف غفرلہ

(۲-۳) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

(۱) ہماری مسجد میں دو امام ہیں صدر و نائب صدر، صدر امام پیر سے جمعہ تک نماز پڑھاتے ہیں اور نائب امام سنچر اور اتوار کو پڑھاتے ہیں تو اس دوران صدر امام گھر ہوتے ہوئے باجماعت نماز کے لیے نہیں آتے اور کبھی نہیں آتے ہیں تو از روئے شرع کیا حکم ہے اور ان دنوں غلیل ہونے کا بہانہ کرتے ہیں تو ترک جماعت کے لیے کتنی بیماری عذر ہو سکتی ہے۔

(۲) شیر کا حکم شرعی کیا ہے، یعنی کسی بھی کمیٹی سے یہ شیر شائع ہوتے ہیں اور اس میں بطور بیع شامل کیا جاتا ہے، کمیٹی فائدہ میں ہو تو اس کے بعد حصہ ملتا ہے اور نقصان میں ہو تو اس کے بعد کمیٹی کا یہ شیر خریدنا جائز ہے یا نہیں؟ یہاں حکومت عیسائی ہے۔

(۳) سائن (دستخط) کر کے یہاں سرکار اور حکومت سے پاؤنڈ لیے جاتے ہیں اسی میں حکومت کے آدمی سوال کرتے ہیں کہ تم لوگ کام پر ہو یا نہیں تو کام کرنے والے بھی وہاں خود کو بے کار ثابت کرتے ہیں۔ اس طرح جھوٹ بول کر حکومت سے بھی لیتے ہیں اور کام کے ذریعہ بھی لیتے ہیں تو کیا عیسائی حکومت سے اس طرح کرنا جائز ہے اور کبھی کبھی وہ پوچھتے ہیں تو جو قمار دیا جاتا ہے اس میں لکھا ہوتا ہے جس پر لکھا ہوتا ہے کہ ہمیں کام نہیں ملتا ہے حالانکہ کام پر ہوتے ہیں جو امام ایسا کرتا ہو تو اس کے پیچھے نماز

کا کیا حکم ہے

BLACKBURN BAYWOOD STREET 35

LANCIS BBICNS U.K.

الجواب

(۱) یہاں دو چیزیں ہیں ایک مسجد کی حاضری اور ایک نماز یا جماعت مسجد کے پڑوسی کے لیے مسجد کی حاضری افضل ہے جس کی تاکید حدیث شریف میں بھی ہے مگر حاضری فرض یا واجب نہیں کہ آدمی مسجد میں حاضرتہ ہو تو گنہگار ہے۔

البتہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا واجب ہے کہ بلا عذر ایک بار کا چھوڑنے والا مستحق سزا ہے اور کئی بار ترک کرے تو فاسق ہے (بہار شریعت بحوالہ درمختار) ترک جماعت کے لیے ایسی بیماری عذر ہے کہ بیمار کو مسجد میں جانے میں مشقت ہی مشقت ہو۔

فاسق معلن کی اقتدا میں نماز مکروہ تحریمی قابل اعادہ ہے کہ پڑھ لیا تو دہرائیں اور ایسے آدمی کو امام بنانا شرعاً منع ہے۔ اور مقرر ہو گیا ہو تو بشرط استطاعت امامت سے علیحدہ کرنا ضروری ہے۔

رد المحتار میں ہے: "ومشئ فی شرح المنیۃ علی ان کراہۃ تقدیمہ کراہۃ تحریم"

پس صورت مسئلہ میں آپ کے امام صاحب مذکورہ بالا حد تک بیمار ہوں کہ مسجد کی حاضری ان کے لیے دشوار ہو، یا ڈیوٹی کے دنوں کے علاوہ گھر میں ہی جماعت سے نماز پڑھ لیتے ہیں اور نائب امام میں کوئی عیب منافی امامت ہو تو ایسی صورت میں ان کی اقتداء میں نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں، اور ان امور میں سے کوئی بات نہ ہو تو ان کی امامت کا حکم اوپر بیان ہو چکا کہ مکروہ تحریمی ہے۔

(۲) اس سوال کی وجہ سے آپ کے سوال کے جواب میں دو سال کی تاخیر ہوئی جب آپ کا سوال آیا اس وقت یہ مسئلہ اشرفیہ مبارکپور کی مجلس شرعی میں زیر غور تھا مگر بحث و تحقیق کا سلسلہ اتنا طویل ہوا کہ دو سال سے زائد بیت گئے خلاصہ بحث مندرجہ ذیل ہے شیئر بازاری کے کاروبار میں سرمایہ کاری کے تین بنیادی طریقے ہیں (الف) مساواتی حصص (ب) ترجیحی حصص (د) سودی قرضہ جات۔ ان ذرائع سے حاصل شدہ سرمایہ سے کمپنی تجارت بھی جاز و ناجاز ہر طرح سے کرتی ہے۔ پھر اسی سے حاصل شدہ منافع کو کمپنی سال بسال لوٹاتی ہے یعنی شرکاء میں تقسیم کرتی ہے۔

مجلس شرعی کے شرکاء کا ایک گروپ اس کاروبار کو مطلقاً ناجاز و حرام کہتا ہے۔ دوسرا گروہ ترجیحی حصص اور سودی تمسکات (قرضہ جات) کے ذریعہ سرمایہ کاری کو بالکل حرام کہتا ہے۔ صرف مساواتی

تھیں کے ذریعہ سرمایہ کاری کو جائز کہتا ہے، لیکن اس کے لیے بھی حیلہ کی شرطیں عائد کرتا ہے۔ مثلاً کسی قسم کی سودی رقم نہ لوں گا کمپنی کو قرض دے تب بھی شرط لگائی جائے کہ میں اس پر سود نہ دوں گا وغیرہ وغیرہ اس کے بعد بھی کمپنی کا ڈائریکٹر ان کو شرعاً گناہگار قرار دیتا ہے کہ موجودہ شیئر بازار میں حصہ داروں اور دیگر معاملہ داروں کے ساتھ وہ قسم قسم کی غیر شرعی حرکتوں کا مجرم ہوتا ہے۔

ادھر اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے گراں قدر فتاویٰ کی جلد ہفتم صفحہ ۱۱۱، وصفہ ۱۱۵ پر دو ایسے فتوؤں کے جواب میں جن میں ایک میں تفصیل کے ساتھ ترجیحی حصص اور قرض تمسکات کا ذکر ہے۔ اور دوسرے میں اجمالاً کمپنیوں کے حصص کی خریداری کے بارے میں سوال ہے دونوں کے جواب میں ہلا کسی تفصیل کے ناجائز ہونے کا فتویٰ دیتے ہیں۔

مجلس شرعی کی بحثوں کا نتیجہ تو معلوم نہیں کب ظاہر ہو گا ایسی صورت میں اس سے پرہیز کرنے میں ہی ہمارے نزدیک سلامتی ہے کہ

بدریاد منافع بے شمار است اگر خواہی سلامت برکنار است

(۳) یہ معاملہ شرعاً ناجائز و حرام ہے کہ غیر مسلم سے بھی اس کا مال دھوکہ دے کر لینا حرام ہے، ہدایہ میں ہے "لان مالہم مباح فی دارہم فیای طریق اخذہ الخلفاء مباحاً اذا لم یکن غدرآ" اور کام پر ہوتے ہوئے جھوٹ بولنا یا غلط و تحفظ کرنا بلاشبہ دھوکہ دہی اور غدر ہے ایسے اشخاص کی امامت بھی ناجائز و مکروہ ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی

(۶-۵) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ

(۱) زید و بکر عالم ہونے کے باوجود باجماعت نماز نہیں ادا کرتے ہیں حالانکہ مسجد اور مدرسہ ایک ہی جگہ ہے دیکھا جاتا ہے کہ بجائے مسجدوں میں نماز پڑھنے کے کمرہ ہی میں پڑھ لیتے ہیں حالانکہ کوئی عذر شرعی ان کے پاس نہیں ہے، اور جب کہا جاتا ہے کہ آپ ہی نماز پڑھائیے تو انکار کرتے ہیں، حضور پوچھتا یہ ہے کہ ایسے شخص کی اقتداء میں نماز درست ہے کہ نہیں اور ایسا شخص فاسق ہے یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں تحریر فرمائیں۔

(۲) زید و بکر عالم ہونے کے باوجود غیر محرم عورتوں سے دل لگی اور مذاق کرتا ہے اور مسلمانوں میں بذریعہ چغلی پھوٹ ڈالتا رہتا ہے، اور جعلی سرٹفیکٹ سے نوکری کرتا ہے کیا ایسے آدمی کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں، اور جعلی سرٹفیکٹ سے جو رزق حاصل ہوتا ہے حرام ہے یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں

جواب عنایت فرمائیں۔ فقط والسلام

المستفتی: محمد ریاض الدین سکریٹری مدرسہ گلشن طیبہ منہر خورد پوسٹ آنجن وایا بان کے بازار ضلع گیا (بہار)

الجواب

بر تقدیر صدق مستفتی، اگر واقعی عالم صاحب کے پاس جماعت چھوڑنے کا کوئی عذر شرعی نہیں اور وہ یونہی مسلسل جماعت چھوڑتے رہتے ہیں تو فاسق معلن ہیں، ان کی امامت ناجائز ہے اور ان کے پیچھے نماز پڑھ لی تو دہرائیں۔

(۲) اس سوال کا بھی وہی جواب ہے کہ بر تقدیر صدق مستفتی ایسا عالم جس میں وہ عیوب ہوں فاسق ہے، مگر آج کل مسلمانوں کا حال یہ ہے کہ جس عالم سے راضی رہے اس کی جائز و ناجائز معاف، بلکہ ان امور میں خود بھی شریک رہے اور جب خفا ہو گئے تو ان کے خلاف فتویٰ پوچھنے لگے، خود ہزار برائیوں اور گناہوں میں مبتلا اور عالم سے دشمنی ہو گئی، اس میں کیڑے ڈالنے لگے، یہ حرکتیں بھی ویسے حرام اور غیر شرعی ہیں اور ان پر بھی وہی فسق کا فتویٰ عائد ہوگا۔ اللہ تعالیٰ علماء اور عوام دونوں کو ہدایت دے آمین واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ۱۳ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۱ھ

(۷) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

ہمارے یہاں ایک پیش امام صاحب ہیں ان کے روزانہ کا یہ معمول ہے کہ ایک دو وقت کی نماز میں آتے نہیں ہیں اور جماعت ہو جانے کے بعد نماز پڑھتے ہیں، جب کہ گاؤں میں ہی کام کرتے ہیں اور عید کے دن لوگ مذکورہ امام کو گھوڑے پر بیٹھا کر ڈھول تاشے بجا کر عید گاہ بجاتے ہیں کیا ایسے امام کے پیچھے نماز درست ہے؟ قرآن و حدیث کی روشنی میں سوال کا جواب عنایت فرمائیں۔

المستفتی: عبد الرحیم اشرفی خادم مدرسہ احمدیہ قصبہ کپاس ضلع جنگو راجستھان

الجواب

بلا عذر ترک جماعت کرنے والا فاسق معلن ہے اور اس کی امامت مکروہ ہے۔

شامی میں ہے: "ومشی فی شرح الحنیۃ علی ان کراہۃ تقدیمہ کراہۃ تحریم (۲۵۵/۲) گھوڑے پر بیٹھا کر عید گاہ جانے میں کوئی حرج نہیں ڈھول تاشا بجا نا حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ۲۳ رجب المرجب ۱۴۱۲ھ

(۸) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

مسجد میں جماعت سے نماز ہو رہی ہے، اس وقت کوئی شخص تنہا نماز فرض الگ ہی مسجد میں پڑھتا

ہے، وہ جماعت میں شامل نہیں ہوتا ہے، عین جماعت کے وقت ادھر جماعت ہو رہی ہے ادھر وہ شخص اکیلا فرض پڑھنے میں لگا ہے، یہاں ایک مولوی صاحب دیوبند کے فاضل ہیں، کبھی کبھی ایسا کرتے ہیں کہ جماعت میں ابھی دس منٹ باقی ہیں وہ پہلے ہی دو چار آدمیوں کو لے کر فرض نماز پڑھ لیتے ہیں اور مسجد میں جو امام صاحب مقرر ہیں وہ وقت مقرر پر ایک مقتدی کے ساتھ فرض نماز ادا کرتے ہیں، کیا ان مولوی صاحب دیوبندی کو حق حاصل ہے کہ مسجد کے امام صاحب کے ہوتے ہوئے دس منٹ پہلے ہی وقت مقررہ سے مقتدیوں کو لے کر جماعت سے نماز پڑھیں؟ نابالغ لڑکا تنہا ہو تو فرض نماز جماعت کے ساتھ صف میں شامل ہو سکتا ہے یا صف کے پیچھے پڑھے؟ حافظ مرتضیٰ ضلع بلیا۔

الجواب

اگر جماعت صحیحہ شرعیہ ہو رہی ہے تو الگ نماز پڑھنا سخت گناہ ہے۔ حدیث شریف میں اس کی سخت تاکید آئی ہے: "اذا اقيمت الصلوة فلا صلوة الا المکوبة" (سنن نسائی: ۱۱۷/۲) بلکہ حکم یہ ہے کہ اگر نماز فرض شروع کی ہی تھی کہ امام نے جماعت سے نماز شروع کر دی تو نیت توڑ کر نماز میں شریک ہو جائے۔

"شرع فیہا اداء منفرداً ثم اقيمت الصلوة یقطعہا قائما مسلمة واحدة و اقتدی باہامہ" [در مختار ص ۱۴۸-۱۴۹]

اگر امام مقرر صالح امامت ہے تو یہ دیوبندی مولوی کی نماز نماز ہی نہیں تو اس کو امامت سے کیا علاقہ یہ سخت خطا کا رہے کہ ایک مقررہ جماعت کے حق میں رخنہ اندازی کرتا ہے۔ در مختار میں ہے: "مقرر امام کو اس جماعت کا حق حاصل ہے۔"

(۲) تنہا لڑکا صف میں کھڑا ہو سکتا ہے۔ تنویر الابصار میں ہے: "یصف الرجال ثم الصبيان ظاہرہ تعددہم فلو واحد ادخل فی الصف" (کتاب الصلاة: ۲/۲۶۵) واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ

الجواب صحیح: عبد الرؤف مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ الجواب صحیح عبد العزیز عفی عنہ

(۹) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

زید حسب عادت آج بھی ٹیوشن پڑھانے گیا اور قریب محلہ ایک دیوبندی مسلک کی مسجد ہے جس میں امام بھی دیوبندی ہے، زید اس وقت مسجد میں داخل ہوا جس وقت جماعت شروع ہو رہی تھی دریافت طلب امر یہ ہے کہ عند الشرح زید کی شرکت جماعت کے ساتھ درست ہے یا نہیں؟ چونکہ زید

جماعت اہل سنت سے تعلق رکھنے والا ہے۔ مینا تو جروا

المستفتی: محمد ناظم حسین اشرفی سہرلہ، مقام و پوسٹ مہر یو اویا سلکری بازار سہرہ (بہار)

الجواب

دیوبندی کے پیچھے نماز جائز نہیں، اس لیے سنی اس جماعت میں شریک نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالننان اعظمی شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ ۱۶ محرم الحرام ۱۴۰۸ھ

(۱۰) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

مسجد میں نماز کی پہلی صف کے بیچ والی صف میں کھبے ہیں مقتدیوں کو کھبے کے آزد بازو کھڑا ہونا پڑتا ہے یا سرے سے جگہ بدل کر پیچھے یعنی جہاں تیسری صف ہوتی تھی وہاں دوسری صف بنانے سے پہلی صف سے فاصلہ دور ہو جانے سے درمیان کیلئے مسئلہ بہار شریعت میں دو صفوں کے درمیان تیل گاڑی نہ جاس کے اتنا کم فاصلہ ہونا چاہئے تو زید کے جواب سے کھبے کی وجہ سے گاڑی نہیں جاسکتی تو کیا مفصل کھبوں کے بازو کرنے یا پیشہ کر پیچھے کرنے کی کیا صورت ہے۔

الجواب

در میں صف لگانا مکروہ ہے البتہ مسجد میں تنگی ہو تو اور بات ہے اور جماعت کے لیے تیل گاڑی سے کم فاصلہ ہونے کی بات تب ہے کہ کوئی عذر ہو اور یہاں کھبوں کا عذر ہے۔

(۱۱) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

ایک عید گاہ میں بلا عذر شرعی متعدد جماعت جائز ہے یا نہیں؟ اگر نہیں جائز ہے تو بعد میں پڑھنے والے کی نماز ہوئی یا نہیں بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ محراب سے ذرا ہٹ کر امام کھڑے ہو جائیں تو نماز ہو جائے گی۔ شریعت کا اس میں کیا حکم ہے؟ مفصل جواب عنایت فرمائیں عین کرم ہوگا۔

السائل محمد یوسف خان مدرسہ غوثیہ ایجوکیشن مقام جمنا کاری ضلع شہید ول ۷۷ رشوال المکرم ۱۴۱۹ھ

الجواب

مسئلہ یہ ہے کہ نماز عید کی متعدد جماعتیں جائز ہیں۔

در مختار جلد اول ص ۵۶۱ پر ہے: "تودی بمصر واحد بمواقع کثیرۃ اتفاقاً"

مگر اس کی امامت کا مسئلہ دوسری نماز کی طرح نہیں ہے کہ ہر صالح انسان اس کی امامت کر سکتا ہے بلکہ نماز عیدین و جمعہ کی امامت یا تو خود بادشاہ کرے، یا اس کا نائب اور ماذون کرے، اور آج کل چونکہ اسلامی حکومتیں نہیں رہیں تو اس شہر کا سب سے بڑا عالم دین عالم اہل سنت کرے، یا اس کا ماذون

و مقرر کردہ امام کرے، اور اگر عالم بھی نہ ہو تو مسلمانان اہل سنت اتفاق سے کسی کو مقرر کریں اور یہ تقرر ضرورۃً و مجبوراً ہے۔

اگر ایسا مقرر و متعین امام نماز عیدین و جمعہ کی امامت نہ کرے تو نماز ہوگی ہی نہیں اسی لیے امام اہل سنت مجدد اسلام حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب فاضل بریلوی نے اپنے فتاویٰ رضویہ جلد سوم ص ۸۲۳ میں ایک ایسے ہی سوال کے جواب میں تحریر فرمایا:

ان تینوں جماعتوں میں جس کا امام متعین و مقرر تھا اس کی اور اس کے مقتدیوں کی نماز ہوگئی باقیوں کی نہیں اور کسی کا امام ایسا نہ تھا تو کسی جماعت کی نماز نہ ہوئی اور آجکل عام طور سے ایک عید گاہ کے لیے کئی کئی امام مقرر نہیں ہوتے ایک ہی امام متعین ہوتا ہے۔

پس سطور بالا کی روشنی میں آپ کے سوال کا جواب یہ ہے کہ متعدد جماعتوں کے امام اگر شرعی طور پر مقرر اور متعین تھے تو تمام جماعتوں کی نماز ہوگئی۔ اور اگر آج کل کے دستور کے موافق مقررہ امام تو ایک ہی تھا۔ بغیر جماعت کے لوگوں نے وقتی طور پر کسی صالح امامت کو آگے بڑھا دیا اور نماز پڑھ لی تو ان کی نماز عید ادا ہی نہ ہوئی۔ کیونکہ انہوں نے بلا ضرورت شرعی مقرر امام کی اقتداء ترک کی۔

اس صورت میں پہلے اور بعد میں پڑھنے کا کوئی اثر نہ ہوگا۔ نہ ہی محراب سے ادھر ادھر کھسک کر پڑھنے سے نماز جائز ہوگی۔ جس نے یہ شکوہ نکالا اس نے خلط بحث کیا۔

یہ مسئلہ پنجوقتہ نماز کے بارے میں ہے تو نماز عید پر اس مسئلہ کو جاری کرنا غلط ہے۔ وہ بھی ایسی مسجد کے بارے میں جو محلہ کے اندر ہو اور اس کا امام اور مؤذن مقرر ہو۔ اور مقررہ امام نے اذان و اقامت کے ساتھ نماز پڑھ لی ہو۔ اور دوسرے لوگ آئے جو نماز باجماعت پڑھنا چاہتے ہیں تو پہلی جماعت کی جگہ سے ہٹ کر بغیر اذان کے جماعت پڑھ سکتے ہیں۔

در مختار میں ہے: "ویکرہ تکرار الجماعة باذان واقامة فی مسجد محلة لا فی مسجد طریق او مسجد لا امام له ولا مؤذن" (در مختار: ۲/۲۶۶)

اور شامی میں ہے: "اذا صلی فی مسجد المحلة بغیر اذان یباح اجماعاً" (شامی: ۲/۲۶۶)

محلہ کی مسجد میں جس کا امام و مؤذن مقرر ہو دوبارہ اذان و اقامت کے ساتھ جماعت مکروہ ہے۔ شاہراہ اور بے امام و مؤذن والی مسجد میں یہ پابندی نہیں اور وہاں اگر بے اذان جدید پڑھیں اور مقام جماعت اولیٰ سے ہٹ کر پڑھیں تو حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم عبدالننان اعظمی شمس العلوم گھوسی

امامت کا بیان

(۱) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علماء دین مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

زید جسے قطرہ آنے کی بیماری ہے اور وہی اپنے محلہ کا امام ہے کیونکہ اس کے علاوہ کوئی دوسرا اس کے لائق نہیں۔ نماز کی حالت میں بھی کبھی کبھی قطرہ آجاتا ہے آیا زید کی امامت از روئے شرع درست ہے۔
المستفتی محمد مرتضیٰ سپاہ اعظم گڑھ

الجواب

جو نماز وضو کر کے بے قطرہ آئے پڑھادیں اس میں امامت صحیح ہو جائے گی اور جس میں قطرہ آجائے اس نماز کی امامت صحیح نہ ہوگی۔

مراقی الفلاح اور اس کے حاشیہ میں ہے:

”المعذور صلاته ضرورية فلا يصح اقتداء غيره به ای اذا تواضع العذر او عذر عليه بعده امالو تواضوا و صلى حاليا عنه كان في حكم الصحيح“

معذور کی (جیسے زید) کی نماز ضروریہ جائز قرار دی گئی ہے، اس لیے کسی دوسرے کو اس کی اقتداء صحیح نہیں، مطلب یہ ہے کہ عذر کی حالت میں وضو کیا ہو، یا وضو کرنے کے بعد وہ عذر پیدا ہو گیا ہو اور اگر وضو کے بعد عذر پیدا ہوئے بغیر صاف ستھری نماز پڑھالے گیا تو وہ تندرست کے حکم میں ہے اور امامت صحیح ہو جائے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم عبدالمنان اعظمی دارالعلوم شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ ۲/۲/۸۶

(۲-۹) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علماء دین مندرجہ ذیل مسائل میں کہ

(۱) دیوبندی، تبلیغی، وہابی، جماعت اسلامی اور اہل حدیث کے اماموں کے پیچھے سنیوں کی نماز ہو سکتی ہے کہ نہیں، اور وہ امام ظاہر میں سنیوں جیسا کہتا ہے باطن میں دیوبندی ہے جو جماعت اسلامی کی کتابوں پر عمل کرتا ہے ان اماموں کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے حالانکہ وہ سنی ہے مگر مجبوری سے سب کو ہوں ہوں کہتا ہے۔

(۲) اب گاؤں میں ماحول برائے جھگڑے فساد کا ہے لوگ سنی ہیں مگر علم نہیں امام سنی جیسا کہتا ہے اور دیوبندی ہے اس لیے فرض نماز مسجد میں اکیلے پڑھنے یا مجبوراً گھر میں پڑھنا کیسا ہے فرض نماز گھر میں ہوتی یا نہیں؟

(۳) ایک دیوبندی امام جمعہ کے دن ممبر پر کھڑے ہو کر یہ کہہ دے کہ جب فجر کی اذان میں

مؤذن الصلوۃ خیر من النوم کہے اور آدمی نماز کے لیے نہیں اٹھا تو شیطان کان میں پیٹا کر کے چلا جاتا ہے۔ تو اسی وقت امام کو روک دینا کیسا ہے؟

(۳) بیت المال کے روپیوں میں سے ماہانہ ایک آدمی کو ۱۵ روپیہ دینا اور ماہانہ ایک سو ساٹھ (۱۶۰) روپیہ لے لینا اور اس طرح پیسہ بڑھانا اور ان پیسوں سے دیگ لاکر کرانے پر دینا کیسا ہے؟
(۵) ماہانہ چھٹی ڈال کر اس کے سود کے روپیوں سے مسجد کے کام میں لینا اور مسجد کا گنبد بنانا۔ ایسی مسجد میں نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

(۶) ایک مسلمان نے داڑھی چھوڑا ہے اس کو گورنمنٹ بس میں ڈرائیور کا کام مل رہا ہے اس لیے گورنمنٹ نے کہا تم داڑھی نکال دو اور فوٹو نکالو ورنہ آپ کو کام نہیں ملے گا۔

(۷) ایک مسلمان مرد عبدالغنی اور ہندو عورت چالیس برس تک ساتھ رہے اور ان کا ۲۵ برس کا لڑکا ہے جس کا نام عبدالشیر ہے، چالیس برس کسی جماعت نے ان کا خیال نہیں کیا اب ہندو عورت جماعت سے کہتی ہے کہ میں مسلمان بننا چاہتی ہوں۔ اور ان کے ساتھ میرا نکاح کر دیا جائے اب ان کا نکاح کس طرح کرنا چاہئے۔ دیوبندی عالم کہتا ہے کہ عورت اور مرد کو تین مہینہ تیرہ دن عدت کرانا چاہئے یہ غلط ہے یا صحیح؟

(۸) سیدنا غوث اعظم کی گیارہویں شریف دھوم دھام سے کن لوگوں کو کرنا ہے اور قرض لے کر کرنا کیسا ہے؟

المستفتی احمد خاں بینکوائینڈ کوکونٹ انجمن محلہ شریف بیر ۱۱۳ء ۵ کڈور تعلق چک منگلور ڈرنگ کرنا تک

الجواب

(۱) وہابی، دیوبندی، تبلیغی، جماعت اسلامی یہ تمام فرقے گمراہ و بددین ہیں جو امام ان بدعتیہ لوگوں میں سے ہو یا ان کی گمراہی پر مطلع ہو کر بھی انہیں سچا پکا مسلمان سمجھتا ہو، ادنیٰ درجہ اس کا یہ ہے کہ وہ خود بدعتیہ و گمراہ ہے۔ ایسے شخص کے پیچھے نماز ناجائز ہے اور جان بوجھ کر ایسے آدمی کو امام بنانا گناہ ہے عالم گیری میں ہے: ”وان كان هو لا يكتف به صاحبه تجاوز اصوله خلفه مع لكرلة والا فلا“ (۱۰۷/۱)

جس کی گمراہی حد کفر کو پہنچی ہو اسکے پیچھے نماز ہوتی ہی نہیں اور جس کی گمراہی ایسی نہ ہو اس کے پیچھے نماز پڑھنا گناہ اور پڑھ لیا تو دہراؤ۔

ایمان و اعتقاد کے بارے میں مجبوری کی حد یہ ہے کہ جان جانے یا کسی عضو کے تلف ہونے کا خطرہ ہو اس سے کم ہو تو مجبوری نہیں مدافعت ہے۔

ان اکره علی ذلک بحسب او بضرب او قید لم یحل ذلک الا ان ینکرہ بما یحاف منہ علی نفسه او عضو من اعضائه۔

ایسے امام کے پیچھے بھی نماز مکروہ تحریمی قابل اعادہ ہے۔ وہابیوں، نجدیوں، تبلیغیوں، جماعت اسلامی اور اہل حدیث کے عقائد معلوم کرنے کے لیے ”المصباح المجدید“ دیوبندی مذہب، زلزہ وغیرہ کتابیں مطالعہ کیا کریں۔

(۲) نماز اکیلے بھی ہو جاتی ہے اور گھر میں بھی۔ لیکن بلا ضرورت گھر میں ہی پڑھنا اور مسجد میں نہ جانا منع ہے۔ حدیث شریف میں ہے:

لا صلوة لحدار المسجد الا فی المسجد۔ (العنن الکبریٰ: ۷۵/۳)

اسی طرح بلا ضرورت جماعت چھوڑنا بھی گناہ ہے۔

حدیث شریف میں ہے:

الجماعة من سنن الهدی لا یخلفها الا العناقی۔ (نصب الرایۃ: ۲/۲۱)

لیکن اگر کوئی شرعی عذر ہو جیسے امام غلط ہو جیسا کہ سوال میں لکھا ہے تو اگر اپنی جماعت مسجد میں ممکن ہو تو وہیں علیحدہ جماعت سے پڑھیں اور اس میں فتنہ و فساد کا اندیشہ ہو تو اکیلے ہی مسجد میں علیحدہ پڑھیں اور اس میں بھی فساد کا اندیشہ ہو تو گھر میں یا جماعت یا تنہا جیسا ممکن ہو پڑھ سکتے ہیں۔

(۳) حدیث میں اتنی تفصیل نہیں مگر یہ ہے کہ دن نکلنے کے وقت تک سونے والے کے کان میں شیطان پیشاب کرتا ہے، الفاظ یہ ہیں:

ذکر عند النبی ﷺ رجل فقیل مازال نائما حتی أصبح ماقام الی الصلوة قال ذلک رجل بال الشیطان فی اذنه۔ (مشکاۃ: حدیث ۱۲۲۱)

اس لیے جو آدمی ممبر یا کہیں بھی یہ حدیث بیان کرے اس کو روکنا نہیں چاہئے باقی دیوبندی امام کو ممبر پر کھڑا کرنا ہی ناجائز ہے۔

(۴) یہ جوئے کا کاروبار ہے اور ایسا کرنا حرام ہے۔

قرآن شریف میں ہے: ﴿والخمر والمیسر﴾

جتنا پیسہ جن جن لوگوں سے زائد لیا ہے۔ اس کو واپس کریں یہی اس کے توبہ کا طریقہ ہے۔

(۵) سود کا پیسہ مسجد میں لگانا حرام ہے۔

ان الله لا یقبل الا الطیب۔

جن لوگوں نے ایسی حرکت کی سب سخت گنہگار ہوئے مسجد میں نماز پڑھنا جائز ہے۔

(۶) روزی کے لیے حد شرع سے داڑھی کم کرنا جائز نہیں کسی دوسرے ذریعہ سے روزی تلاش

کرے جس میں یہ حرام کاری نہ ہو اللہ و رسول کی خلاف ورزی میں کسی کی اطاعت نہیں کیجا سکتی۔

(۷) بر تقدیر صدق مستقی کسی عبد الغنی نے وہ گناہ کیا ہے کہ اگر اسلامی حکومت ہوتی اور وہ شادی

شدہ ہوتا تو پھر مار مار کر اسے ہلاک کر دیا جاتا۔ اور کنوارا ہوتا تو سو کوڑے مارے جارتے۔ اب آزادی ہے او

ر مسلمان دین و مذہب سے بیگانے، جب ہوس کی آگ بجھ جاتی ہے تو اللہ و رسول یاد آتے ہیں۔ موجودہ

صورت میں سب سے پہلا حکم تو یہ ہے کہ وہ دونوں ایک دم علیحدہ ہو جائیں کوئی تعلق نہ رکھیں۔ عبد الغنی صدق

دل سے توبہ کرے اور آئندہ کے لیے عزم کرے کہ ایسا گناہ نہ کروں گا۔ اور عورت اسلام لے آئے اس کے

بعد دونوں کا نکاح ہو سکتا ہے عدت کی ضرورت نہیں حکم یہ ہے کہ۔ لاحرمۃ لعماء الزانی۔

(۸) حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گیارہویں شریف کی فاتحہ نہ فرض ہے نہ واجب، نہ

اس کی کوئی خاص مقدار ہے کہ اتنی ہی مقدار میں ہو یہ تو حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حسن اعتقاد

ہے۔ جس آدمی سے جتنی ہو سکے اور جب ہو سکے۔ نہ اسکے لیے قرض لینا ضروری کہ پاس پیسہ نہ ہو تو قرض

لے کر کر دے۔ وہابی دیوبندی اس کو منع کرتے ہیں۔ اہل سنت کے نزدیک یہ باعث ثواب اور مستحسن فعل ہے

۔ واللہ تعالیٰ اعلم عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ ۲۸ جمادی الاخریٰ ۱۴۰۶ھ

(۱۰) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

حضور والا آپ کی خدمت میں ایک مسئلہ بھیج رہا ہوں امید ہے کہ آپ مسئلہ کا جواب ٹھیک اور پر

امن طور پر دے دیں گے، ہمارے گاؤں میں تقریباً ۱۵۰ افراد ایک سو پچاس مسلمانوں کی آبادی ہے جس میں

کوئی عالم فاضل نہیں ہے ایک صاحب ہیں جو شروع سے نماز پڑھاتے تھے، لیکن قریب ایک سال سے

فاتحہ، قیام، سلام اور بزرگان دین کو نہیں مانتے ہیں، اور اس معاملے میں ایک صاحب جوان کے بھتیجے گتے

ہیں وہ صاحب ان سے بحث کئے تو امام صاحب نے بلا تھجک کہہ دیا کہ ہمارے پیچھے آپ لوگوں کی نماز

نہیں ہوگی اور فاسد ہو جائے گی، پھر وہ تین مہینہ تک نماز نہیں پڑھاتے اور اس درمیان انہیں کے انتخاب

کیے ہوئے امام نماز پڑھاتے تھے اور بذات خود ان کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے تھے یہ سلسلہ تین مہینے تک چلتا

رہا اس کے بعد گاؤں کے چند لوگ نے ان کو دوبارہ امامت کے لیے لائے تب سے دو فرقہ ہو گیا ایک نیاز

، فاتحہ، اور قیام و سلام کرنے والے اور ایک نہیں ماننے والے، سبھی سے مسجد میں دو جماعت ہونے لگی ہم

لوگوں کی جماعت میں زیادہ ان پڑھ لوگ ہیں اس میں وہی لوگ امامت کے قابل ہیں ایک صاحب تو

امامت کرتے ہیں، لیکن ان کی معلومات کچھ محدود ہے ایک صاحب امامت کرنے سے گھبراتے ہیں، کیونکہ وہ نس بندی کراچکے ہیں وہ نس بندی اس وقت کرائے تھے جب کہ امام بخاری صاحب کا اعلان تھا۔ آپ صرف اس مسئلہ میں یعنی کہ وہ امامت کر سکتے ہیں کہ نہیں؟ جو نس بندی کراچکے ہیں۔ دوسرا یہ کہ ہم لوگ پہلے والے امام یعنی جو قیام سلام اور فاتحہ نہیں کرتے ان کے پیچھے نماز پڑھیں یا نہیں؟ اگر پڑھیں تو کس شرط پر نماز پڑھیں آپ اس مسئلہ کا جواب قرآن وحدیث کی روشنی میں دیں۔ فقط والسلام آپ کا مشکور اقبال احمد صفی اللہ انصاری، نصیر احمد انصاری، شرعی خاں، مقام نوارہ پوسٹ نگر ضلع بلیا۔ یوپی

الجواب

(۱) قیام و سلام وغیرہ مندوبات کے منکر آجکل وہابی دیوبندی ہیں جن کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ ان کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے پڑھ لی تو دہرا نا واجب اور ایسے شخص کو امام بنانا گناہ ہے۔
شامی میں ہے: ”ومشی فی شرح المنیة علی ان کراهة تقدیمة کراهة تحریم“
(در مختار: ۲/۲۵۵)

(۲) نس بندی کرنا ضرور گناہ ہے۔ لیکن ایسا شخص اگر توبہ صادقہ کر لے اور اللہ تعالیٰ سے اپنے جرم کی معافی چاہ لے تو اس کی امامت میں کوئی خلل نہیں جب کہ دوسرا کوئی امر امامت کے منافی نہ ہو۔
حدیث شریف میں ہے: ”التائب من الذنب کمن لا ذنب له“۔ واللہ تعالیٰ اعلم
عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ ۵۵/۵۵۵ و القعدہ ۱۴۰۶ھ

(۱۱) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک عید گاہ میں تقریباً تیرہ (۱۳) چودہ (۱۴) گاؤں کے لوگ عیدین کی نماز پڑھنے آتے ہیں جس میں ایک امام صاحب عیدین کی نماز بہت عرصہ تقریباً پچاس سال سے امامت کرتے چلے آ رہے ہیں، اب کافی ضعیف ہو چکے ہیں مگر آسانی کے ساتھ نماز عیدین پڑھا سکتے ہیں، اب امام صاحب اپنی حیات میں اپنے پوتے کو نماز عیدین کی امامت سپرد کرنا چاہتے ہیں، ایک جماعت کثیر تعداد میں اس بات کو پسند نہیں کرتی ہے، اب علمائے دین کی خدمت میں عرض ہے کہ کیا امام صاحب جو قدیم زمانہ سے امامت کے عہدے پر فائز ہیں انہیں کو حق پہونچتا ہے کہ جس کو چاہیں امام منتخب کریں یا عوام کو اختیار ہے جس سے چاہیں امامت کی خدمت انجام لیں۔ لہذا حضور عالی سے پر خلوص استدعا ہے کہ اس مسئلہ کو تفصیل کے طریقہ سے قلمبند فرمائیں کہ ہم عوام کے درمیان اختلاف و انتشار کی صورت پیدا نہ ہو سکے۔

احقر محمد وصی اللہ بیکلی کالونی کوڑی دام گورکھ پور

الجواب

امامت کوئی جائیداد یا میراث نہیں ہے کہ باپ کے بعد بیٹا یا پوتا پائے جو شخص امامت کے لائق ہو اس کو مصلے سپرد کرنا چاہئے، امام صاحب کا پوتا اگر اہل ہو امامت کر سکتا ہے اور مسلمانوں کو بھی اس پر راضی ہو جانا چاہئے اور نا اہل ہو تو امام صاحب لاکھ مقرر کریں وہ امام ہونے لگا۔ امام صاحب امامت سے استعفا دے دیں یا ان کا انتقال ہو جائے تو البتہ اہل محلہ کو اس کا حق پہونچتا ہے کہ وہ جس کو اپنے میں افضل دیکھیں اسی کو امام مقرر کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ ۸ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۷ھ

(۱۲) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ درگاہ گاؤں میں عفت اللہ صاحب میاں جی جو خاندانی جامع مسجد کے پیش امام ہیں یہ کچھ دعا تعویذ کر کے اپنی زندگی گزارتے ہیں اور چند برسوں سے ان کی سوسائٹی سوکھنے اور اوجھنے یعنی غیر مسلموں کے ساتھ مل کر اپنا ذریعہ معاش بنالے ہیں نماز و جماعت کی پابندی بالکل ترک کر دی ہے بلکہ کبھی نماز پڑھانے آتے ہیں تو نماز بعد دیکھا جاتا ہے کہ غیر مسلم سوکھا لوگ مسجد سے نکلتے ہیں تو ان کو لے کر اس قسم کے کام کے لیے لے کر نکل جاتے ہیں۔ پیش امام کے رویے پر گاؤں کے عوام الناس میں بے اعتمادی پائی جاتی ہے چونکہ بالکل جاہلوں کی آبادی ہے اور خاندانی میاں جی ہیں پورے گاؤں پر یہ خوف طاری رہتا ہے کہ ان کی اس رست کا ذکر کرو یا جائے میاں جی شاید ہماری نماز جنازہ وغیرہ نہ پڑھائیں کچھ لوگوں نے ہمت کر کے کبھی سمجھانے کی کوشش کی تو انہوں نے جواب یہی دیا کہ ہم ان لوگوں کو (یعنی سوکھا) اس لیے ساتھ رکھتے ہیں جناتوں میں کئی قوم ہوتی ہے جن میں ایک قوم خبیث کی ہوتی ہے۔ ان کو جب پکڑا جاتا ہے وہ خنزیر بنکر مابدان میں چھپ جاتے ہیں اس لیے وہاں سے پکڑنے کے لیے ان لوگوں کو بھیج میں ساتھ لیے رہتا ہوں۔ اور اس طریقے سے ہم لوگ مل جل کر کام کرتے ہیں ایک ہر ایک کے مقدمے میں عدالت میں شہادت دے کر کھانا و خرچ کے علاوہ ایک جوڑا جوتا بھی بخشش میں لیے یہ کہاں تک جائز ہے۔

ہمارے گاؤں میں ایک مسلمان آدمی کچی شراب کی دوکان کھول رکھا ہے جو مسجد سے پچاس گز کے فاصلہ پر واقع ہے، شراب بیچنے والے وہاں چند مسلمانوں کے کھانے کھلانے سے انکار کرنے پر عفت اللہ میاں جی نے مسجد میں اعلان کیا کہ میں اور میرے ساتھ جتنے ہمراہی ہیں شراب بیچنے والے اور پینے والے کے یہاں کھائیں گے اور کھلائیں گے۔ بلکہ کچھ جملہ بھی استعمال کیا گاؤں میں مسلمانوں میں آپسی

نافاقی اور کشیدگی بڑھ گئی۔

گاؤں والوں کی بے حد مجبوری ہے کہ مجبوراً مصلحتاً ان کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں چونکہ ہم لوگ بالکل جاہل و گنوار ہیں ایسی صورت میں ہماری نماز ہوئی یا نہیں؟ اس کے بارے میں مسئلہ بیان فرمائیں۔ عفت اللہ میاں جی و دھپال سوکھا کو لے کر ہفتوں ہفتوں تک روزی روٹی کے لیے نکل جایا کرتے ہیں۔ اور شراب پیچنے والے کا جس کا صرف ذریعہ معاش شراب ہی ہے اس کے دہاں کھانا کھانا کیسا ہے یا کسی کے یہاں دعوت میں کھانا کیسا ہے؟ ان مسئلوں کو تحریر فرمائیں۔ فقط والسلام محمد نصیر الدین موضع درگاہ شریف ضلع اعظم گڑھ

الجواب

بر تقدیر صدق مستفتی سوال میں ذکر کئے ہوئے امام کا کم سے کم شرعی حکم یہ ہے کہ وہ فاسق متعلن ہے۔ حدیث شریف میں ہے:

”ومن اتى كاهنا فقد كفر بما انزل على محمد ﷺ“ (التاریخ الكبير: ۱۷/۳)

ایسے شخص کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعداء اور ایسے آدمی کا امام بنانا گناہ اور امام ہو گیا ہو تو بشرط استطاعت اس کو امامت سے علیحدہ کرنا واجب ہے۔

شامی میں ہے: ”مشی فی شرح المعنی علی ان کراهة تقدیمہ کراهة تحریمہ“

(در مختار: ۲/۲۵۵)

ایسے شخص سے جنازہ کی نماز پڑھوانا بھی جائز نہیں تو اس بات کا ذکر کیا کہ وہ نماز جنازہ نہیں

پڑھائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ

(۱۳) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ

زید مولوی ہے اور امامت کرتا ہے۔ اور اس کے سارے لڑکے بھی

مولانا ہیں اور زید کی بیوی بالغ لڑکے کو ساتھ لے کر جنگل گئی۔ اور شام

کو گھر آئی اور لوگوں نے جاتے دیکھا اور آتے دیکھا اب وہ لڑکی زید کے لڑکے کے ساتھ حالت نکاح میں

ہے یا وہ طلاق کے لائق ہے؟ اس میں زنا کا ثبوت ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اب گاؤں والے کہتے ہیں کہ زید

امامت کرتا ہے اور اس کی بیوی لڑکے لے کر جنگل جاتی ہے اس لیے زید امامت کے لائق نہیں۔

لہذا حضور والا سے گزارش ہے کہ شریعت کیا حکم دیتی ہے قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب

عنایت فرمائیں عین کرم ہوگا۔ المستفتی مولوی محمد نظام الدین مقام پوسٹ چو بے ضلع ہزاری باغ بہار

الجواب

صرف اتنی بات سے اس عورت پر زنا کا ثبوت نہیں ہوتا۔

قرآن شریف میں ہے: ﴿لَوْلَا جَآؤُا عَلَيْهِ بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ﴾ [النور: ۱۳]

زنا کے ثبوت کے لیے چار عینی گواہ کیوں نہیں لائے۔

جنہوں نے دونوں کو مصروف دیکھا ہو۔ نیز زانی عورت کو طلاق ضروری نہیں۔

شامی میں ہے: ”لا تحب تطليق الفاجرة“

ہاں ایسی عورت کی تنبیہ اور ہدایت اور نگرانی بلکہ گھر میں روک رکھنا ضروری ہے۔ پھر بھی عورت کا

اجنبی کے ساتھ یوں بے پردہ باہر رہنا حرام ہے۔ اس کے شوہر کو لازم ہے کہ وہ اپنی عورت کو اس حرکت

سے باز رکھے ورنہ وہ بھی اس گناہ پر راضی ہونے کی وجہ سے گنہگار ہوگا۔ رہ گیا زید اس کے اوپر شوہر جیسی

ذمہ داری نہیں پھر بھی اس کو یہ ضروری ہے کہ اس کو روکے اور منع کرے۔ اور اس کی اس حرکت سے برأت

ظاہر کرے اگر وہ ایسا کرتا ہے تو اس کی امامت میں خلل نہیں۔ ورنہ اس کا حکم بھی وہی ہے جو اس کے لڑکے

کیلئے لکھا گیا۔ لیکن شریعت کا مسئلہ صرف امام صاحب اور ان کے گھر والوں کے لیے نہیں تمام مقتدی بلکہ

اور پورے علاقہ کے مسلمانوں پر لازم ہے کہ اپنی اپنی عورتوں کو بے پردہ گھومنے سے منع کریں۔ یہ نہیں کہ

امام کے لیے فتویٰ پوچھیں اور اپنی عورتوں کو آزاد جنگل سے لکڑی کاٹنے کے لیے چھوڑے رکھیں۔ واللہ تعالیٰ

اعلم عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ ۸ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۹ھ

(۱۳-۲۰) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین ان مسائل میں کہ

(۱) کیا ایسے شخص کی اقتدا جائز ہے اور امامت کر سکتا ہے جو واڑھی تراشتا ہو اور سر میں اور واڑھی

میں خضاب لگاتا ہو؟

(۲) ایک مسلمان دوسرے مسلمان پر بغیر عینی شہادت کے کوئی الزام لگایا اس کے لیے شریعت کا

کیا حکم ہے اور ایسے کے پیچھے نماز ہوگی کہ نہیں؟

(۳) امام کے لیے کن کن شرائط کا ہونا ضروری ہے اور وہ شرائط کیا ہیں تفصیل سے تحریر کریں۔

(۴) کیا بیاج لینے والے کے پیچھے نماز جائز ہے اور کیا نا اہل کے پیچھے نماز ہو سکتی ہے؟

(۵) کیا حکم ہے کہ ایک مسجد ہے، ایک وقت میں کئی حفاظ ہیں اور کئی قرا بھی ہیں اور کئی پرہیزگار

بھی ہیں اور مقررہ امام سے قوم خلاف ہو گئی ہے کسی وجہ سے بغیر عینی شہادت کے، تو اس حالت میں امام کا

چناؤ کس طریقہ سے کیا جائے گا؟ تفصیل سے تحریر کریں۔

(۶) ایسے امام کے پیچھے نماز جائز ہے جس کی بیوی باہر پھرتی ہے؟

(۷) اگر کوئی مسلمان کسی بات پر قرآن اٹھاتا ہے تو دوسرے کو کیا کرنا چاہئے اس میں بھلائی امام ہی کی کیوں نہ ہو شریعت کیا کہتی ہے جو مسلمان قرآن کی قسم نہ مانے۔
المستفتی المحکم قادری ایاز احمد چشتی

الجواب

(۱) سیاہ رنگ کا خضاب منع ہے دوسرے رنگ کا ہو تو منع نہیں واڑھی منڈانا حد شرع سے کم کرنا حرام ہے۔

در مختار میں ہے: "ویحرم قطعه والسنة فيه القبضة"

واڑھی منڈانے والا فاسق معطن ہے ایسے آدمی کو امام بنایا گیا ہے یا بن گیا تو بشرط استطاعت علیحدہ کرنا واجب۔

شامی میں ہے: "ومشی فی شرح المنیة علی ان کراهة تقديمه کراهة تحریمه"
ایسے کے پیچھے نماز پڑھنا منع اور پڑھ لی ہو تو لوٹائیں۔

اسی میں ہے: "وکل صلاة ادیت مع کراهة تحریمه تحب اعادتها"

(در مختار: ۲/۱۳۰)

(۲) یہ سوال بہت مبہم ہے سوال سے ظاہر نہیں ہوتا کہ جس پر الزام لگا اس کے بارے میں پوچھا جا رہا ہے یا جس نے الزام لگایا اس کے بارے میں سوال ہے، پھر جواب میں اس سے بھی فرق پڑے گا کہ الزام صحیح ہے یا غلط کیونکہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ الزام صحیح ہو لیکن اس کے ثبوت کے لیے آدمی کے پاس گواہ نہ ہوں۔

الغرض پہلے تو الزام کی نوعیت معلوم ہونا چاہئے کہ کسی ایسی بات کا الزام لگا ہے جس سے وہ شخص فاسق ہو جاتا ہو جس پر الزام لگایا گیا ہو یعنی اس کے خلاف گناہ کبیرہ کا الزام ہو۔ ایسا الزام اگر واقع میں صحیح ہو لیکن شہادت نہ ہونے کی وجہ سے اس کا ثبوت نہ ہو سکا تو اس کا فسق بالاعلان نہ ہوا۔ اس لیے اس کے پیچھے نماز ہو جائے گی اور اگر الزام ہو اور یہ شخص اس قسم کی الزام تراشی میں مشہور نہ ہو تو یہ بھی فاسق معطن نہ ہو اس کی اقتدا بھی جائز ہوگی۔

(۳) کتب فقہ میں چھ شرطیں ہیں۔ (۱) اسلام (۲) بلوغ (۳) عاقل (۴) مرد (۵) قرأت (۶) معذور نہ ہونا۔ مگر یہ بے حد مجمل ہے اور تفصیل بہت لمبی ہے۔ بہار شریعت حصہ سوم ص ۱۱۰ اور اس

کے بعد فتاویٰ رضویہ جلد سوم ص ۲۸۵ میں تفصیل دیکھی جائے۔

(۴) سود لینا حرام ہے سود خور کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے، تاہل کی آپ نے تشریح نہیں کی اس سے کیا مراد ہے اس لیے جواب سے معذور ہیں۔

(۵) یہاں بھی آپ نے گول مول بات کی جب تک خلاف ہونے کی وجہ نہیں ظاہر کی جائے گی صحیح حکم نہیں لگایا جاسکتا۔

(۶) اگر عورت کو بے پردہ گھومنے پر منع کرتا ہے، لیکن وہ نہیں مانتی تو امام کا قصور نہیں اس کی امامت جائز ہے، اور اگر امام اس کے اس فعل سے راضی ہے یا یونہی خاموش ہے تو یہ بھی فاسق ہو اور اس کی امامت مکروہ ہے۔

(۷) مسلم قسم کھاتا ہے اور اس کے خلاف کوئی شرعی ثبوت نہیں تو مسلمان کو اس کی قسم کا ضرور اعتبار کرنا چاہئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ضلع منو ۲۲ مرزا القعدہ ۱۴۰۹ھ

(۲۱) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ
زید کو عالم سمجھ کر بعض لوگوں نے استفتاء کیا کہ دیوبندی کے پیچھے نماز ہوگی کہ نہیں۔ تو انہوں نے جواب میں کہا کہ کیوں نہیں ہوگی۔ بالکل ہو جائے گی۔ اس لیے کہ وہ بھی خدا کا کلام پڑھتا ہے۔ نہ کہ اپنا۔ لہذا اتمام لوگ دیوبندی کے پیچھے نماز پڑھنے لگے اور حقیقت یہ ہے کہ زید عالم بھی ہے۔ اور صوفی وقت بھی تو زید پر کیا حکم کیا جائے۔ اسکے حکم سے دیوبندیوں کے پیچھے پڑھے وقت فی نماز ہوگی کہ نہیں۔ اگر نہیں تو کیوں قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔ بنیو تو جروا
المستفتی منزل حسین شمس العلوم گھوسی

الجواب

زید صاحب نہ عالم ہیں نہ صوفی، عالم تو اس لیے نہیں کہ انہوں نے غلط مسئلہ بتایا۔ کیا غیر مسلم قرآن سے نماز پڑھا دے تو نماز ہو جائے گی؟ امامت کے لیے ایمان اور اسلام ضروری ہے۔ عالم گیری میں ہے:

"وان کان صاحب هوی لایکفر بها صاحبها یجوز الصلوة خلفه مع الکراهة والا
(عالم گیری: ۱/۱۰۷)

اور دیوبندیوں پر عرب و عجم کے علماء نے کفر کا فتویٰ دیا ہے۔ اس لیے ان کے پیچھے ہرگز نماز نہ ہوگی۔

جو شخص جان بوجھ کر ان کے پیچھے نماز پڑھے یعنی ان کے کفریات پر مطلع ہو کر۔ وہ خود انہیں کی طرح ہو گیا۔ صوفی صاحب نے تو نماز کے جواز کا فتویٰ دیا ہے طریقت کا مسئلہ کچھ اور سخت ہے۔ جو شریعت کا مسئلہ نہ جانتے وہ اللہ کا مجید کیسے جانے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مؤ

(۲۲) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

زید ایک جاہل آدمی ہے۔ وہ چند سورہ رٹ کر نماز پڑھتا ہے اور نماز کے مسائل سے بھی واقف نہیں اس کے پیچھے ایک لڑکا تعلیم حاصل کر رہا تھا۔ بعد فراغت وہ گھر آیا تو اس سے زید نے کہا کہ اب تک نماز میں پڑھتا تھا اب امامت آپ کو سپرد کرتا ہوں اس کے بعد خالد (عالم) نماز پڑھانے لگا لیکن کچھ دنوں کے بعد ملازمت کی غرض سے باہر چلا گیا۔ جاتے وقت خالد نے زید سے کہا: میں باہر جا رہا ہوں میری عدم موجودگی میں آپ نماز پڑھائیں۔ پھر جب واپس آؤنگا تو پڑھاؤں گا۔ چند ماہ بعد جب خالد گھر آیا اور نماز پڑھانا شروع کیا تو زید لوگوں سے کہنے لگا کہ خالد کے پیچھے نماز درست نہیں کہ وہ باہر رہتا ہے جب بھی گھر آئے گا مسافر رہے گا۔ اور مسافر کے پیچھے مقیم کی نماز درست نہیں۔

(۲) اس وقت زید نماز پڑھتا ہے مگر اس کا تعلق دیوبندیوں سے زیادہ رہتا ہے اور اس مسجد میں دیوبندیوں کا آنا جانا بھی ہے، خطرہ یہ ہے کہ پورا گاؤں دیوبندی نہ ہو جائے اور خالد عالم کا کہنا ہے کہ نماز میں پڑھاؤں گا، کہیں کہ میری اور تمام مصلیان کی نماز ایسے جاہل اور بد عقیدہ کے پیچھے درست نہیں۔ مینوا تو جروا۔

امستثنیٰ مولوی عبد الحمید مقام محی الدین پور پوسٹ فتح پور تال گھوسی ضلع مٹو

الجواب

بلاشبہ مسافر کے پیچھے مقیم کی نماز درست ہوتی ہے۔ زید نے غلط فتویٰ دیا اس کو توبہ کرنی چاہئے، اسی طرح خالد جب اسی گاؤں کا باشندہ ہے تو وہ جب بھی اپنے گاؤں آئے گا مقیم ہو جائے گا۔ زید کا یہ کہنا بھی غلط ہے کہ مسافر رہے گا۔ بر تقدیر صدق مستقی بد عقیدہ کی امامت ناجائز۔ اور اس کو امام بنانا گناہ۔

شامی میں ہے۔ ”ومشی فی شرح المعنیہ ان کراہۃ تقدیمہ کراہۃ تحریمہ“۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مؤ ۸ صفر المنظر ۱۰ھ

(۲۳) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ

زید سنی عالم ہے اس وجہ سے اپنے گاؤں کا مستقل امام بھی ہے لیکن کچھ دنوں سے سرکاری ملازمت اختیار کر لینے کے بعد نماز جمعہ دیوبندیوں کے پیچھے ادا کرتا ہے آیا اب اس کے پیچھے سنیوں کی نماز

ہو سکتی ہے یا نہیں؟ اس کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

امستثنیٰ اصغر علی مدرس مدرسہ علمیہ رضاء العلوم سنہ فتح پوری

الجواب

اگر دیوبندی کے کفر پر مطلع ہو کر انہیں مسلمان سمجھ کر ان کے پیچھے نماز پڑھتا ہے تو اس کی امامت درست نہیں اور اس کے پیچھے نماز باطل ہے اور اگر لاعلمی میں یا گناہ سمجھ کر پڑھتا ہے جیسے بعض لوگ تازی شراب پینے لگتے ہیں تو اس کی امامت مکروہ اس کو امام بنانا گناہ اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی کہ پڑھ لی تو وحرآء۔ عالم گیری میں ۱۰۲/۱ پر ہے:

وان كان صاحب هوى لا يكفر بها صاحبهاتجوز الصلوة خلفه مع الكراهة والافلا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مؤ ۵ ربیع الاول ۱۳۱۰ھ

(۲۴) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک آدمی شادی کیا تھا لیکن اس کی بیوی کچھ دن بعد ایک شخص کے ساتھ بھاگ گئی وہ اب تک طلاق نہیں دیا اور امامت کرتا ہے تو اس کی نماز جائز ہے یا نہیں؟ جواب سے مطلع کریں۔

الجواب

اگر زید عورت کے اس فعل پر راضی نہیں تو اس کا کوئی گناہ نہیں نہ اس کا حشر عورت کو طلاق دینا اس پر ضروری ہے۔ شامی میں ہے: ولا يجب عليه تطليق الفاجرة

ایسے شخص کی امامت میں کوئی حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم شمس العلوم گھوسی مؤ ۵ ربیع الاول ۱۳۱۰ھ

(۲۵) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

ایک خاندان کے تین چچیرے بھائی تھے۔ (۱) عمر (۲) بکر (۳) خالد

عمر اپنا وطن چھوڑ کر رنگون چلا گیا، عمر کی دولڑکی شادی شدہ ایک کا نام ہندہ اور چھوٹی لڑکی کا نام خالدہ، عمر رنگون جاتے وقت اپنے بھائی کو اپنی جائیداد یعنی کھیت وغیرہ کا مالک بنا دیا تھا اور بارہا خطوط بھی لکھتا تھا کہ میرے کھیت کے مالک تم ہی ہو۔ خالد بھی عمر کی لڑکی کو ہر تقریب کے موقع پر اپنے گھر بلا لیتے اور باعزت رخصت کرتے رہے۔ اب دوسرے خاندان کا شخص زید عمر کی بڑی لڑکی ہندہ کے گھر جا کر ہندہ کو لالچ دیتا ہے اور کہتا ہے کہ اب تمہارا کون ہے۔ تمہارے والد تو رنگون گئے اور وہیں بس بھی گئے۔ لہذا تم اپنے نام سے کھیت کر لو اور ہمارے نام سے لکھو دو۔ اب تم ہمارے گھر آنا جانا، اس بات پر ہندہ نے

جواب دیا کہ میری ایک بہن خالدہ بھی تو ہے۔ زید نے کہا بڑی لڑکی کا نام ہی پہلے ہوتا ہے۔ ہندہ کے نام سے کھیت کرنے کے بعد زید اپنے نام سے ہندہ سے کھیت لکھوایا قیمت طے ہوئی سترہ ہزار روپے اور وہ بھی پانچ ماہ بعد دینے کے لیے زید نے ہندہ سے کہا۔ پھر ادھر جب خالدہ کو معلوم ہوا کہ میرا کھیت تو زید نے اپنے نام سے لکھوایا ہے تو خالدہ خوب رویا یہاں تک کہ تین دن فاقہ بھی رہا۔ بعدہ خالدہ کو بلایا اور سارا قصہ بیان کیا خالدہ منکر روتی ہوئی زید کے گھر گئی اور ان سے کہا کہ کیسے ہمت ہوئی کھیت لکھوانے کی جب کہ میرے چچا خالد ہیں۔ زید نے جواب دیا کہ اب تم چلی جاؤ جو کرنا ہو کر ڈالو، خالدہ اب اپنے چچا خالد کے گھر آتی ہے بعدہ اپنے آدھے حصہ کے لیے مقدمہ کرتی ہے، پھر اب چند ماہ بعد ہندہ بیچاری بھی روتی ہوئی اپنے چچا خالد کے پاس آتی ہے اور اپنے چچا سے غلطی کی معافی مانگتی ہے اور سارا قصہ چچا کو سناتی ہے اس وقت دونوں بہن ملکر مقدمہ لڑ رہی ہیں زید مقدمہ لڑنے کے لیے ایک غیر مسلم راجپوت کو لگا دیتا ہے یہ راجپوت دونوں لڑکیوں کو ڈراتا دھمکا تا رہتا ہے، کیا زید جو کہ داڑھی رکھا ہے میلاد و جلسہ میں نصیحت کرنا ہے اور امامت بھی کرتا ہے، ایسے شخص کے ساتھ بیٹھنا، اٹھنا سلام و کلام کرنا اور ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے اس قسم کے شخص کے بارے میں شریعت کیا کہتی ہے۔ قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں عین کرم ہوگا۔

المستفتی محمد صدیق پھنا۔ دیوریا

الجواب

بر تقدیر صدق مستفتی زید فاسق معین ہے اس کو امام بنانا گناہ اور بناو یا تو ہٹانا واجب اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے۔ شامی میں ہے۔ ومشی فی شرح المعنیۃ علی ان کراہۃ تقدیمہ کراہۃ تحریم۔ واللہ تعالیٰ اعلم عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ضلع منو ۱۳ ربیع الاول ۱۴۱۰ھ

(۲۷-۲۸) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ (۱) جامع مسجد کے امام کہتے ہیں کہ محرم منانا حرام ہے اور عوام کہتی ہے جائز ہے لہذا اس صورت میں امام کے پیچھے نماز جائز ہوگی یا نہیں؟ قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں نیز اس کا قول صحیح ہے۔ فقط

(۲) نس بندی کرانے والا شخص امامت کر سکتا ہے یا نہیں؟

محمد عرفان الحق ساکن انوائیاں پتھراء روڈ بلیا (یوپی)

الجواب

(۱) اگر امام صاحب کی مراد محرم منانے سے مروجہ تعزیر داری ہے تو یہ بے شک حرام ہے اور امام

صاحب صحیح کہتے ہیں، صرف اتنی بات پر ان کی امامت میں کوئی فرق نہیں آیا۔ اگر ان میں اس کے علاوہ اور کوئی ایسی خرابی نہ ہو جس سے ان کی امامت میں فرق پڑتا ہو۔

(۲) نس بندی کرنا ضرور ناجائز ہے لیکن اگر ایسا شخص تو بہ کر لے تو اس کی امامت جائز ہے۔ حدیث شریف میں ہے: "الثائب من الذنب کعن لا ذنب له" (الترغیب: ۹۷/۴) واللہ تعالیٰ اعلم عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی منو ۲۸ ربیع الاول ۱۴۱۰ھ

(۲۸-۲۹) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ (۱) زید جامع مسجد کا خطیب و امام ہے دوران خطابت متعدد مرتبہ کہہ چکا ہے کہ جب آدم علیہ السلام سے گناہ ہوا اور ٹوکنے کے بعد کبھی اپنی بات کو واپس نہیں لیا۔ سوال طلب امر یہ ہے کہ انبیاء و مرسلین سے بھی شرعاً گناہ کا صدور ہو سکتا ہے یا نہیں، اور انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ذات مقدس کے لیے لفظ گناہ کا استعمال اور اس کے قائل کے لیے کیا حکم ہے؟ مسلمان و مومن رہا یا خارج اسلام ہو گیا امام مذکور زید کی اقتداء میں نماز جائز ہے یا نہیں، اور جن نمازوں کی اقتداء امام مذکور زید کی کی گئی ہیں وہ درست ہوں گی یا واجب الاعادہ ہیں؟ صاف صاف حکم صادر فرمائیں۔

(۲) نیز امام مذکور زید اپنے آپ کو حافظ ہونے کا دعویدار ہے حالانکہ یہ امر گزشتہ رمضان المبارک میں مشاہدہ میں آچکا ہے کہ اچانک کوئی حافظ آیا اور بغرض ادا کیے گی نماز تراویح امام مذکورہ کی اقتداء کر لی، امام مذکور ایک سورہ تو بعید ایک آیت بھی صحیح طریقے سے نہیں پڑھ سکا۔ مختصر یہ ہے کہ قرآن مجید اسے صحیح طریقے پر یاد نہیں ہے، عوام الناس مقتدی جاہل ہیں اور حافظ مذکور نذرانہ کے لالچ میں لوگوں کو مکر و فریب میں ڈالے ہوئے ہے، اس مکر و فریب اور قرآن مجید صحیح یاد نہ ہونے کی بنیاد پر امام کے پیچھے ختم تراویح کی نماز جائز ہے یا ناجائز؟۔ بینوا تو جروا

المستفتی عبدالبجاء خاں موضع اوسیا ضلع غازی پور یوپی

الجواب

(۱) بر تقدیر صدق مستفتی زید آدم علیہ السلام کی لغزش کو گناہ کہہ کر فاسق ہوا اور سمجھانے کے بعد بھی نہیں مانتا تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا منع ہے۔ شامی میں ہے: "ومشی فی شرح المعنیۃ علی ان کراہۃ تقدیمہ کراہۃ تحریم" فاسق کی امامت مکروہ تحریمی ہے کہ پڑھ لی تو دہرائیں اور اس کو امام بنانا گناہ ہے انبیاء کی زلات کو گناہ کہنے والا گمراہ ہے۔

(۲) تراویح کی نماز میں صحیح خواں کی اقتداء کی جائے۔ غلط خواں بسا اوقات نماز فاسد کر دیگا۔

ایسوں کو امام بنانا جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مسو ۹ رجمادی الاولیٰ ۱۴۱۰ھ

(۳۰) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

ہماری ابو بکر چال اندھیری مارکیٹ کے پیچھے اندھیری ویسٹ میں واقع فاروقیہ مسجد میں کافی عرصہ سے جمعہ اور رمضان المبارک میں پنجوقتہ اور عیدین کی نمازیں لاؤڈ اسپیکر پر پڑھائی جاتی تھیں، اور بقیہ نمازیں بغیر لاؤڈ اسپیکر کے ادا کی جاتی ہیں۔ اختلاف شدید کے پیش نظر ابھی تک مانک بند نہیں کیا گیا تھا۔ لیکن حسن اتفاق تقریباً تین مہینہ قبل مناظر اہل سنت حضرت علامہ الحاج محمد اور لیس رضا خاں مدظلہ النورانی کی جمعہ میں آمد ہوئی۔ انہوں نے درمیان تقریر لاؤڈ اسپیکر کا مسئلہ بیان فرمایا اسی روز سے جمعہ کی نماز بھی بغیر لاؤڈ اسپیکر کے ادا کی جانے لگی۔

اب بہت سے لوگوں کا اعتراض ہے کہ مانک کیوں بند کیا گیا؟ ہم لوگ زمانے سے مانک سے نماز پڑھتے چلے آ رہے ہیں اور قلاں قلاں مسجد مثلاً زکریا مسجد، مینارہ مسجد، صابری مسجد وغیرہ میں لاؤڈ اسپیکر پر نماز پڑھائی جاتی ہے۔ کیا وہاں کے امام عالم نہیں ہیں؟

دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ کیا لاؤڈ اسپیکر پر نماز ادا کرنا درست ہے یا نہیں؟ نیز جو لوگ مانک کی تکبیرات انتالیہ پر رکوع و سجود کرتے ہیں ان کی نماز ہوتی ہے یا نہیں؟ نیز تراویح و عیدین و جمعہ کی نمازیں لاؤڈ اسپیکر سے پڑھانا شرعاً درست ہے یا نہیں؟ اور جن مسجدوں میں لاؤڈ اسپیکر سے نماز پڑھائی جاتی ہے کیا ان مسجدوں میں مانک استعمال کرنے کی وجہ سے لاؤڈ اسپیکر پر نماز جائز ہو جائے گی؟

وضاحت کے ساتھ ساتھ آسان لفظوں میں جواب عنایت فرما کر شکر یہ کا موقع عنایت فرمائیں۔ نیز ملتجیانہ و مؤدبانہ گزارش ہے کہ جتنی جلدی ہو سکے جواب دینے کی کوشش فرمائیں۔

والسلام العبد: ماشاء اللہ غلامی متجانب: حاجی غلام نبی جنرل سکریٹری فاروقیہ مسجد

الجواب

بعون الملک الوہاب: سکری جناب حاجی غلام نبی صاحب سلام مسنون۔

میں آپ کو مسئلہ لاؤڈ اسپیکر پر نماز کے بارے میں کوئی فتویٰ نہیں لکھتا مشورہ دیتا ہوں، لاؤڈ اسپیکر ایک نوا ایجاد چیز ہے، فقہاء مجتہدین اور ائمہ و مشائخ متاخرین کے عہد میں اس کا وجود نہیں تھا۔ اس لیے فقہ کی متداول کتابوں میں اس کا کوئی جزئیہ مذکور نہیں۔ ایسی کوئی بھی چیز جب ظہور میں آتی ہے اس میں اختلاف ہو جاتا ہے۔ چنانچہ دارالعلوم دیوبند سے پہلے اس کی حرمت کا فتویٰ شائع ہوا پھر اس کے جواز کا

فتویٰ شائع ہوا۔ اور پہلا حکم منسوخ ہو گیا۔ ہمارے علمائے حق اب تک اس مسئلہ پر متفق نہ ہو سکے۔ ہندوستان میں علمائے اہل سنت کی ایک مختصر جماعت اس کو جائز کہتی ہے اور بڑی جماعت ناجائز کہتی ہے۔

میرے استاد حضور حافظ ملت لکھا کرتے تھے، اس مسئلہ میں احتیاط یہی ہے کہ لاؤڈ اسپیکر نماز میں نہ استعمال کیا جائے۔ وجہ یہ تھی کہ اگر بغیر لاؤڈ اسپیکر کے نماز پڑھی جاتی ہے تو دونوں فریق اس کو جائز ہی کہیں گے کوئی ناجائز نہیں کہے گا۔ جب کہ ایک بڑا گروہ لاؤڈ اسپیکر پر نماز پڑھنے کی صورت میں عدم جواز کا فتویٰ دے گا تو کام وہی کیا جائے کہ جس کے جواز میں کسی کا اختلاف نہ ہو، مگر ہمارے عوام اس مسئلہ میں علماء سے زیادہ بے یاک واقع ہوئے ہیں۔ لاؤڈ اسپیکر نماز کے لیے کوئی ضروری نہیں مگر اس کے لیے ضد پر آگئے۔ اور بس چلا تو لاؤڈ اسپیکر پر نماز نہ پڑھانے والے امام کو ہٹا کر دوسرے کو لائے خواہ وہ دیوبندی ہو یا دوسرے مذہب کا ہی کیوں نہ ہو۔ اور بس نہ چلا تو وہاں نماز پڑھنا ہی چھوڑ دی اور دوسری مسجد میں چلے گئے خواہ وہاں دیوبندی یا کوئی دوسرا مذہب ہی امام کیوں نہ ہو اور اس سلسلہ میں دنگ، فساد اور لڑائی جھگڑے سے بھی باز نہیں رہتے۔ میرا مشورہ فریقین کو یہ ہے کہ فتنہ فساد سے بچا جائے کہ الفتنۃ اشد من القتل۔ فقط والسلام۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مسو

(۳۱) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

زید کی شادی ہوئی کچھ دنوں کے بعد دونوں میاں بیوی الگ الگ رہنے لگے۔ مثلاً ایک چھپرہ میں دوسرا کھٹکے میں اور یہ تفریق دائمی طور پر بلاشبہ دونوں میں ہے۔ بعدہ زید نے اپنی بیوی کو طلاق دے دیا، اس پر عورت کا خرچ واجب ہوگا یا نہیں؟ اگر واجب ہوتا ہے تو عدم ادائیگی کی صورت میں اگر امامت کرے تو اس کی امامت درست ہوگی یا نہیں؟

عبدالمجید بگڑ بھر پور چھپرہ بہار

الجواب

نکاح صحیح کے بعد عورت کا نفقہ شوہر پر اس وقت واجب ہے جب عورت شوہر کے پاس رہے۔ یا شوہر کے پاس رہنے پر تیار ہو خود شوہر ہی اپنے پاس نہ لے جائے۔ اور عورت شوہر کے پاس جانے سے انکار کرے اور اس کا انکار ناحق نہ ہو تب بھی نفقہ پائے گی۔ رہا ناحق چلی گئی تو نفقہ نہیں پائے گی۔ سوال میں جس تفریق کا ذکر ہے یہ نہیں اس میں زیادتی مرد کی ہے یا عورت کی، اگر عورت کی طرف سے ہو تو عورت مستحق نفقہ نہیں۔ یونہی چند مہینے کا نفقہ شوہر پر واجب تھا، اور عورت اس کے مکان سے بے اجازت چلی گئی تو یہ نفقہ بھی ساقط ہو گیا۔ عورت شوہر سے معقول وجہ کی بنا پر علیحدہ رہی اور شوہر سے اپنا نفقہ طلب نہ

کیا۔ اپنا گزارا کرتی رہی تو اب مطالبہ کا حق نہیں ہے۔

الغرض وجوب نفقہ کا مسئلہ تفصیل طلب ہے اور طویل الذیل بھی، اس کو بنیاد بنا کر اس کی امامت کی صحت اور عدم صحت کا مسئلہ کھڑا کرنا درست نہیں۔ کیونکہ آپ کی یہ کوشش کسی کے خلاف انتقاماً ہو تو اس کے لیے آپ خود ہی مایوس ہوں گے۔ اور آپ خود امام ہوں اور احتیاطیہ مسئلہ پوچھ رہے ہیں تو یہ کہاں کی احتیاط ہے۔ کہ حق العباد ہڑپ رہے ہیں اور حق اللہ میں احتیاط کے طالب ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ضلع منو ۹ رشتوال ۱۳۲۱ھ

(۳۲-۳۳) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

ایک شخص مدرسہ میں مدرس ہے۔ اور جمعہ کی نماز پڑھتا ہے۔ نماز پنجگانہ کا پابند نہیں ہے۔ دعا تعویذ کا کام کرتا ہے۔ غیر محرم عورتوں کی بھیڑ بھی رہتی ہے۔ بے پردگی سے باتیں کرتی ہیں۔ غیب کی باتیں بھی بتاتے ہیں۔ الوکی ہڈی وغیرہ بھی مریضوں سے طلب کرتے ہیں۔ مجبوری ظاہر کرنے پر کہتے ہیں کہ آپ خرچہ دے دیں ہم حاصل کر لیں گے۔ اس طرح پیسے حاصل کرتے ہیں۔

(۱) کیا ان کے پیچھے نماز جائز ہے؟

(۲) کیا یہ مندرجہ بالا باتیں جائز ہیں؟ نور الہدی کلاتھ مرچنٹ عظیم باغ پلتھر اروڈ بلیا

الجواب

ترک نماز معصیت کبیرہ ہے۔ یوں ہی غیر محرم عورتوں سے ملنا اور ان سے بے پردہ بات کرنا، ایسا شخص اگر قصد نماز ترک کرے تو فاسق ہے۔ اس کے پیچھے نماز پڑھی تو مکروہ تحریمی کہ دوبارہ پڑھو۔ ایسے شخص کو امام بنانا گناہ اور امام ہو گیا ہو تو بشرط استطاعت اس کو امامت سے علیحدہ کرنا واجب۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ضلع منو ۲۸ جمادی الاخریٰ ۱۳۲۲ھ

(۳۴) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

امام صاحب نے جمعہ الوداع کا خطبہ مانگ سے پڑھا اور مکرمین کی تقرری بھی مانگ کے ذریعہ بالا اعلان کی۔ بعدہ مانگ منبر کے اتر جانب رکھ دیا گیا اور کپڑا سے ڈھاک بھی دیا گیا۔ مگر مؤذن صاحب سے مانگ اچھی طرح بند نہ ہو سکا جس کی وجہ سے نماز کے بعد معلوم ہوا کہ مانگ امام صاحب کی آواز پکڑ رہا تھا۔ مکرمین کرام نے امام صاحب کی آواز پر اپنی اپنی ذمہ داریاں نبھائیں۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا ایسی صورت میں نماز ہوئی یا نہیں؟ فقط والسلام

المستفتی: اراکین کمیٹی جامع مسجد رسول پور گورکھ ناتھ گورکھ پور

الجواب

امام صاحب کی آواز کو لاؤڈ اسپیکر کے ذریعہ سن کر اقتدا کرنے والے کی نماز کے صحیح ہونے اور صحیح نہ ہونے کے سلسلہ میں ہندوستان میں علماء اہل سنت کے درمیان اختلاف ہے۔ بڑی تعداد ایسی اقتدا کو غلط اور اس طرح پڑھی جانے والی نماز کو ناجائز کہتی ہے۔ اور کم تعداد میں علمائے کرام اس کو جائز قرار دیتے ہیں۔

آپ کے وہاں امام کی آواز پہنچانے کے مسنون طریقہ پر بھی عمل ہوا کہ مکرمین بھی مقرر کئے گئے۔ اور انہوں نے امام کی تکبیر تحریرہ اور تکبیرات انتقالات پہنچائیں بھی۔ مگر مشین پوری بند نہ ہونے سے لاؤڈ اسپیکر بھی جاری رہا۔ اور امام کی آواز اس سے بھی نشر ہوتی رہی۔

ایسی صورت میں جن قلیل التعداد کے نزدیک لاؤڈ اسپیکر کی آواز عین امام کی آواز ہے ان کے نزدیک تو سب مقتدیوں کی نماز ہو گئی۔ اور جن کثیر التعداد علماء کے نزدیک لاؤڈ اسپیکر کی آواز (امام بولنے والے) کی آواز کے غیر ہے ان کے قول پر بھی امام اور اس کے آس پاس کے وہ لوگ جنہوں نے امام کی آواز سنی اور اس پر اقتدا کی ان کی نماز بھی ہو گئی اور جن لوگوں نے امام کی آواز نقل کرنے والے مبلغین کی آواز پر اقتدا کی ان کی نماز بھی صحیح ہو گئی۔ البتہ جن لوگوں نے بالتصد لاؤڈ اسپیکر کی آواز پر اقتدا کی ان کی نماز صحیح نہیں ہوئی۔ وہ لوگ اس دن کی چار رکعت ظہر کی نیت سے قضا کریں۔ اور آئندہ پوری احتیاط سے نماز کے وقت لاؤڈ اسپیکر بند رکھا جائے۔ تاکہ کسی قسم کی کوئی غلط فہمی نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ضلع منو ۱۵ رشتوال ۱۳۲۲ھ

(۳۵-۳۸) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

(۱) وہ شافعی امام جو ایک مشت سے کم داڑھی رکھ کر چین کی گھڑی پہن کر نماز پڑھتا ہے۔ تو کیا

ایسے امام کے پیچھے خفیوں کی نماز جائز ہے یا نہیں؟ اور پڑھی ہوئی نماز کا کیا حکم ہے؟

(۲) جمعہ کے دن دوسرے خطبہ میں شافعی حضرات ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے ہیں تو خفیوں کو ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا کیسا ہے؟ جب کہ درمیان خطبہ درود پڑھنے کی بھی اجازت نہیں۔

(۳) یہاں پر اذان ثانی مسجد کے اندر ہوتی ہے۔ کیا شافعی مسلک میں اس کے جواز کی کوئی

مسئمت ہے؟

(۴) کسی آلہ کے ذریعہ مادہ منویہ کو حمل کے لیے کسی لاجبیہ کے رحم میں داخل کرنا جائز ہے کہ

نہیں؟ مینو اتو جروا المستفتی: مولوی عبید الرحمن قادری الشافعی السنی الاسلامیہ کالی کٹ کیرلا

الجواب

یہ امر تو جملہ اہل علم حضرات پر واضح ہے کہ مذاہب اربعہ مائکلی، حنفی، شافعی، حنبلی کا اختلاف اسلام کے ایسے بنیادی عقائد و اعمال میں نہیں۔ جن پر مغفرت اور نجات کا مدار ہو۔ بلکہ فرعی اور عملی مسائل میں ہے۔ جن کو چاروں مذاہب کے علماء و مجتہدین نے اپنے طے شدہ اصول و قواعد کے موافق قرآن و حدیث سے استخراج کیا ہے۔ ان مسائل شرعیہ میں ہر امام اپنے اجتہاد کا پابند ہے اور اس کے مقلدین پر اس کے احکام، ارشادات و اجتہاد کی پابندی ضروری ہے۔ اور ہر امام اور اس کے مقلدین اپنے احکام و مسائل کو حق و صواب سمجھیں، مگر دوسرے گروہ یا ان کے مسائل کو غلط اور تا صواب کہنے کا انہیں حق نہیں۔

مثلاً اعمال صالحہ میں نماز ایک بنیادی عبادت ہے اس کی صحت کے لیے طہارت شرط ہے اور نماز طہارت کے بغیر پڑھی جائے تو حنفی شافعی کسی کے یہاں صحیح نہیں۔ یہ مسئلہ فریقین کا اتفاق مسئلہ ہے اور اس امر میں بھی دونوں کا اتفاق ہے کہ جو نجاستیں، پیشاب اور پاخانہ کے راستہ سے باہر آئیں ان سے طہارت ختم ہو جاتی ہے اور دوبارہ وضو واجب ہو جاتا ہے۔

لیکن جو نجاستیں ان دونوں راستوں کے علاوہ جسم سے خارج ہوں جیسے خون جو جسم سے بہا اس کے ناقض وضو ہونے میں حنفی شافعی اختلاف ہے۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اخراج خون سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں نہیں۔

اس صورت میں حنفیوں اور شافعیوں کی جماعتیں الگ الگ ہوتیں تب بھی کوئی الجھن نہیں کہ دونوں اپنے اپنے اصولوں کے موافق نماز ادا کرتے۔ مگر واقعہ یہ ہے کہ شافعیوں کے پیچھے حنفیوں کی اقتدا یا حنفیوں کے پیچھے شافعیوں کی اقتدا کی اجازت ہے۔ پس اگر کسی حنفی نے کسی شافعی کی اقتدا کی جس نے خون کے خروج کے بعد وضو نہیں کیا تو شافعی کی نماز تو اس کے مذہب پر ہو گئی۔ مگر حنفی کی نماز اس کے مذہب پر ہو گئی ہی نہیں۔ کہ اس کے مذہب پر امام بے وضو تھا۔

اس لیے ائمہ احناف نے مسئلہ اقتدائے مخالف میں قید لگائی کہ حنفی کو شافعی کی اقتدا کرنا اس وقت صحیح ہے کہ شافعی المذہب حنفی مذہب کی رعایت کرے۔ مثلاً خون نکلنے پر بھی اعادہ وضو کر لیا کرے۔

فتاویٰ رضویہ جلد سوم ص ۲۱۹ میں ہے: ”جس خاص نماز کا حال معلوم ہوا کہ امام نے کسی فرض یا شرط وضو یا امامت میں مذہب حنفی کی رعایت نہیں کی اس صورت میں حنفی کی نماز اس کے پیچھے باطل“۔ و فی القنیۃ اما الاقتداء بالمخالف فی الفروع کا لشافعی ہو مالم یعلم منه ما یفسد الصلوۃ علی اعتقاد المقتدی و علیہ الاجماع انما الاختلاف فی الکراہیۃ۔

اور یہی مذہب علمائے شوافع کا بھی ہے، فقہ علی مذاہب الاربعہ میں عبدالرحمن جزیری فرماتے ہیں ”من شروط الائمة ان تكون الصلوة الامام صحيحا علی مذهب العاموم قلو صلی حنفی خلف شافعی فسأل منه الدم ولم يتوضأ او صلی شافعی خلف حنفی مس المرأة فصلوة العاموم باطل“

فتاویٰ رضویہ جلد سوم ص ۲۱۶ میں ہے: خاص نماز کا حال معلوم نہ ہو مگر اس کی حالت معلوم ہو کہ غالباً امور مذکورہ میں مذہب مقتدی کی رعایت نہیں کرتا تو اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے۔ اور صفحہ ۲۲۲ میں ہے ”مخالف مذہب میں کوئی امر موجب کراہت تحریمی ہو مثلاً داڑھی حد شرع سے کم کرنا“۔ تو دونوں کے سوا کوئی تیسرا امام پیدا کریں۔ اسی میں شامی سے ہے:

”خالفهم العلامة الشيخ ابراهيم البيري بناء على كراهة الاقتداء بهم لعدم مراعاتهم فی الواجبات والسنن۔ (کتاب الصلاة: اذا صلی الشافعی قبل الحنفی ۲/۲۶۰)

مذکورہ بالا حوالوں سے معلوم ہوا کہ صورت مسئلہ میں حنفی کی نماز شافعی کے پیچھے مکروہ تحریمی ہوگی۔ کہ ان کے پیچھے نماز پڑھنا گناہ اور پڑھ لیا تو اعادہ واجب۔ درمختار میں ہے:

”کمل صلوۃ ادیت مع الکراہة تجب اعادتها“۔

اور شامی میں ہے: ”بل مشی فی شرح المنیۃ علی ان کراہة تقدیمہ کراہة تحریمہ“ (کتاب الصلاة: تکرار الجماعة ۲/۲۵۵)

(۲) جس مخالف فی الفروع کی اقتدا صحیح ہو اس میں بھی اپنے مذہب کے خلاف کی اتباع صحیح نہیں۔ فتاویٰ رضویہ جلد سوم صفحہ ۷۷ میں ہے: جب وہ مخالف فی الفروع ایسے امور سے بری ہو اور اس کی اقتدا صحیح ہو، اس وقت بھی ایسی باتوں میں اس کی اتباع نہ کریں۔ جو اپنے مذہب میں یقیناً ناجائز اور نامشروع ہیں۔

شامی میں ہے:

تكون المتابعة غير جائز اذا كانت في فعل بدعة او منسوخ او مالا تعلق له بالصلوة مجمع الانهر وغيره میں ہے: ما كان مشروعاً يتابع و ما كان غير مشروع لا۔ (شامی: ۱۴۶/۲)

(۳) اس مسئلہ کو حضرات شافعیہ سے دریافت کریں۔ مذہب احناف میں تو اذان مسجد کے اندر مطلقاً مکروہ و ممنوع ہے۔

(۴) یہ ناجائز و حرام ہے۔ یہ صورت جاہلیت کے استيفاع کے مثل ہے۔ جس کو حضور ﷺ نے

حرام قرار دیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ضلع مو ۲۶ رشتوال ۱۴۲۲ھ

(۳۹) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

امام صاحب ڈیڑھ ماہ کی رخصت پر گھر گئے۔ کمیٹی نے ان سے کہا کہ معاوضہ میں آپ کسی صاحب کو یہاں مقرر نہ کریں۔ مؤذن صاحب امامت کر لیں گے۔ امام صاحب جب دورے سے واپس آئے تو کمیٹی نے ایک مولانا کا تقرر کر لیا تھا۔ لہذا ان کو ان کا نائب بنا دیا۔ پھر نیابت سے علیحدہ کر کے رمضان میں تراویح کی اجازت دی۔ پھر اس سے بھی علیحدہ کر دیا گیا۔ کمیٹی کا یہ فیصلہ امام صاحب کے لیے درست ہے کیا؟ اس طرح سے امام کو دھوکا دے کے کمیٹی والوں نے برطرف کیا ہے، کیا درست ہے؟ جو بھی شریعت کا حکم ہے کمیٹی کے اوپر جواب عنایت فرمائیں۔ کیا شریعت میں یہ حکم ہے کہ کمیٹی امام کو نائب امام بنائے یا نائب امام سے مدرس کے عہدہ پر فائز کرے۔ جو حکم ہو کمیٹی پر شریعت کا حکم عنایت فرمائیں۔ ایک عالم دین کو اچھی طرح سے معلوم ہے کہ اس مسجد میں امام ہے۔ اور چھٹی پروٹن گیا ہوا ہے امام کے آنے کے بعد بھی امام کے بغیر اجازت نماز پڑھائے کیا یہ امامت درست ہے؟ کیا یہ عالم کے لیے درست ہے؟ کہ امام کے ہوتے ہوئے عالم امامت کرنے لگے۔ اسلام میں اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟ جواب عنایت فرمائیں عین کرم ہوگا۔

الجواب

صورت مسئلہ میں جب کہ امام صاحب باقاعدہ چھٹی لے کر گئے اور وعدہ پڑھیک آگئے اور ان میں کوئی کوتاہی بھی ایسی نہ ہوئی کہ ان کی امامت صحیح نہ ہو تو بلاعذر ان کو امامت سے علیحدہ کرنا ضرور ظلم اور زیادتی ہوگی۔ جو کہ شرعاً ممنوع ہے۔ اور نئے مولوی صاحب اس ظلم میں کمیٹی کے شریک ہیں۔

شامی حاشیہ در مختار میں ہے: "لا ینعزل صاحب وظیفۃ بلا جنحة"

وقف کا کوئی ملازم بغیر قصور کے ملازمت سے علیحدہ نہیں کیا جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ضلع مو ۲۸ رشتوال القعدہ ۱۴۲۲ھ

(۳۰-۳۱) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

(۱) فاسق معلن جس کی داڑھی حد شرع نہ ہو اس کی امامت صحیح ہے؟

(۲) جہاں سب کے سب فاسق معلن ہی ہوں تو ان میں سے کون امامت کرے گا؟

زید کہتا ہے کہ ہر نیک و بد کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے۔ اس لیے جب جہاں کل کے کل فاسق معلن ہی ہوں تو ان میں سے کوئی ایک فاسق معلن امامت کر سکتا ہے۔ با دلیل جواب مرحمت فرمائیں۔

المستفتی: قاری محمد یونس عزیز می مدرس مدرسہ ہذا

الجواب

(۱) داڑھی حد شرع سے کم رکھنے والے کو امام بنانا گناہ اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی کہ پڑھ لی تو دوبارہ اس کا اعادہ کرے۔ فتاویٰ رضویہ اور شامی میں ہے: منشیٰ فی شرح النبیۃ علیٰ ان کراہۃ تقدیمہ کراہۃ تحریم۔ فاسق کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے۔

(۲) اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا صاحب قبلہ نے فتاویٰ رضویہ حصہ سوم باب الامتۃ میں فرمایا کہ اگر اعلانیہ فقیہ و فاجر کرتا ہو اور کوئی دوسرا امامت کے قابل نہ مل سکے تو تنہا پڑھیں۔ فان تقدیم الفاسق اثم و الصلوۃ خلفہ مکروہۃ تحریمۃ و الجماعة واجبة فہما فی درجۃ واحده و در العفاسد اہم من جلب المصلح۔ ترک جماعت فاسق کے پیچھے نماز پڑھنا ایک ہی درجہ کے گناہ ہیں۔ اور نقصان سے بچنا فائدہ حاصل کرنے سے زیادہ اہم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ضلع مو ۲۹ رشتوال القعدہ ۱۴۲۲ھ

(۳۲) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

زید عالم اہل سنت ہے اور بکریوبندی ہے۔ بکر کہتا ہے کہ صلاۃ و سلام، تاج گانے کی طرح ہے۔ میلاد شریف میں اینٹ پتھر چلانے کی باتیں کرتا ہے۔ اولیاء کرام کو گالیاں بھی دیتا ہے اور علمائے اہل سنت کو بھی گالیاں دیتا ہے۔ زید ایسے شخص کو اپنے گھر میں بلا کر کھانا پلاتا ہے۔ ایسے شخص کے گھر جا کر دعا تعویذ کرتا ہے اور اس کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا، آنا جانا رکھتا ہے۔ زید مسلک اہل سنت کا دعویدار ہے اور عالم اور عاشق رسول بنتا ہے، چتر ویدی بھی ہے اور بڑے بڑے پروگراموں میں جا کر اچھی اچھی باتیں لوگوں کو بتاتا ہے۔ فقط عشق رسول پر تقریریں کرتا ہے اور کہتا ہے کہ دیوبندیوں سے پرہیز کرو جب کہ خود پرہیز نہیں کرتا، نماز جمعہ کے علاوہ ایک وقت کی نماز ادا نہیں کرتا اور ادارہ اہل سنت کا استاذ حدیث بھی ہے۔ جب کہ گھر کے پڑوس میں نوری جامع مسجد موجود ہے جو اہل سنت ہی کی ہے اور ٹی وی بھی اپنے گھر میں لگا کر ہر طرح کا پروگرام بھی دیکھتا ہے جب کہ اذان ہوتی رہتی ہے اور ٹی وی چلتی رہتی ہے، تاش بھی کھیلتا ہے اور لوگ کہتے ہیں کہ ٹائیز میں جا کر سینما بھی دیکھتا ہے۔ عورت بے پردہ گھومتی ہے۔

ایسے عالم دین کے بارے میں قرآن وحدیث کا کیا حکم ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں

جواب عنایت فرمائیں کیا وہ نماز جمعہ پڑھا سکتا ہے یا نہیں؟ نیز جمعہ میں تقریر کر سکتا ہے یا نہیں؟

المستفتی: ریاض احمد ابن سراج احمد انصاری بڑی کھریا علی نگر موٹیو پٹی

الجواب

آپ نے زید پر جتنے الزام لگائے ہیں اگر وہ صحیح اور واقع کے مطابق ہیں اور زید ان گناہوں کو پہلی الاعلان کرتا ہے تو وہ فاسق معطن ہوا۔ کسی نماز کا اس کو امام بنانا گناہ اور اس کی اقتدا میں نماز پڑھنا مکروہ تحریمی کہ پڑھ لیا تو اس نماز کو دہراؤ۔ اور اس کی تقریر سننا بھی منع، اور اگر وہ اپنی حرکت سے باز نہ آوے تو سب مسلمان ملکر اس کا بایکاٹ بھی کر سکتے ہیں یہ حکم ہر قسم کے فاسقوں کا ہے۔

مگر یہ وہ کر سکتا ہے جو گناہوں سے پاک اور دین دار مسلمان ہو، جب کہ عام حال یہ ہے کہ کم ہی مسلمان ایسے نکلیں گے جو تمام عیوب سے پاک نکلیں، کوئی نہ کوئی دینی کمزوری عام طور پر مسلمانوں میں سرايت کر گئی ہے آپ کسی دوسرے کی کمزوری کے خلاف فتویٰ حاصل کریں گے تو وہ آپ کی کمزوریوں کے خلاف فتویٰ حاصل کرے گا، تو منشأ ہر مستفتی کا غلطی کی اصلاح اور عوامی درستگی کے بجائے مقابل سے انتقام لینا اور دشمنی کا بدلہ لینا ہوتا ہے۔ ایسی حالت میں سوال و جواب کا کوئی حاصل نہیں ہوتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مؤ ۲۹ جمادی الاخری ۱۴۲۳ھ

(۲۳) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

گلشن رضا مسجد و منزل عمارت ہے مقتدیوں کی تعداد تقریباً سات سو (۷۰۰) ہے اکثر نماز جمعہ و عیدین اور رمضان المبارک میں بالخصوص نماز تراویح میں اور پانچوں وقت کی نماز میں مانیک پر نماز نہ ہونے کی وجہ سے مقتدیوں کا آپس میں بہت بڑا اختلاف ہے کہ لوگ مانیک پر نماز نہ ہونے کی وجہ سے سخت ناراض ہیں کیونکہ امام کی آواز یا قرآن پاک کی آواز تراویح میں دو منزل عمارت تک نہیں پہنچتی ہے لوگ دلیل دیتے ہیں کہ بڑودہ کی اکثر مسجدوں میں مانیک پر نماز ہوتی ہے اور اس مسجد میں مانیک پر نماز نہ ہونے کی وجہ سے قرآن پاک کی آواز یا امام کی آواز مقتدیوں تک نہیں پہنچتی ہے اور چار مکمر باشرع وقت نماز پر بہت مشکل ہیں۔

ایسی صورت میں مقتدیوں کا روز بروز اختلاف بڑھتا جا رہا ہے، کافی پریشانی ہوتی ہے لہذا مانیک پر نماز ہونے کی اگر کوئی گنجائش ہو تو اس کا جواب شرعاً عنایت فرمائیں۔

المستفتی: سید حیدر حسین الطاف حسین، فرحت منزل نواب واڑہ راولپورہ بڑودہ، مہجرات

الجواب

نماز میں لاؤڈ اسپیکر کے استعمال اور اس کی آواز پر اقتدا کرنے کے بارے میں ہندوستان میں علمائے اہل سنت کے دو گروہ ہیں۔ بڑا طبقہ اس پر اقتدا ناجائز مانتا ہے اور مختصر علماء کی جماعت جائز کہتی

ہے، ہمارے نزدیک نماز میں لاؤڈ اسپیکر سے پچتا ہی بہتر ہے مگر اس کے لیے فتنہ و فساد اور جنگ و جدال کو ہم سخت برا سمجھتے ہیں۔ قرآن شریف میں ہے: الفتنۃ اشد من القتل۔ مسلمان پر اس سلسلہ میں جنگ و جدال حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مؤ ۲۹ جمادی الاخری ۱۴۲۳ھ

(۲۴) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

زید ایک حافظ قرآن ہے مگر باوجود حافظ قرآن ہونے کے قرآن پڑھتے ہیں تو اصطلاح قراء کے اعتبار سے مجہول پڑھتے ہیں، کہیں کہیں لحن خفی، اور کہیں کہیں لحن جلی لازم آتا ہے۔ اور زید نہ تو صحیح طرح سے وضو کرتا ہے اور نہ صحیح طرح سے نماز پڑھتا ہے۔ تو کیا ایسی صورت میں زید کی امامت درست ہے؟ کیا امام ہونے کے لیے صرف حافظ ہونا یا عالم ہونا کافی ہے، چاہے قرأت درست ہو یا نہ ہو؟ المستفتی: انیس ریوڑی تالاب بنارس

الجواب

(۱) معروف، مجہول، لحن خفی، لحن جلی، یہ سب قاری حضرات کی اصطلاحیں ہیں جن کی رعایت وہ حضرات تلاوت قرآن کے وقت ملحوظ رکھتے ہیں اور اس سے قرآن پاک کی تلاوت میں حسن و خوبی اور زیب و زینت پیدا ہوتی ہے۔ اور یہ امر مستحسن ہے۔ لیکن نماز و امامت کی صحت کا دار و مدار ان پر نہیں۔ صدر الشریعہ مولانا شاہ امجد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب بہار شریعت حصہ سوم ص ۱۰۵ میں فرماتے ہیں: ”اس باب میں قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ اگر ایسی غلطی ہوئی جس سے معنی بگڑ گئے تو نماز فاسد ہوگی ورنہ نہیں۔“ اس کے بعد آپ مختلف قسم کی غلطیوں کی تفصیل بیان کرتے ہیں، مثلاً:

(۱) اعراب یعنی زبر، زیر، پیش، تنوین، تشدید اور جزم کی غلطیوں کے بارے میں فرمایا: ان کا حکم یہ ہے کہ اگر غلطی ایسی ہو جس سے معنی نہ بگڑے تو نماز باطل نہیں ورنہ باطل ہے۔ ان کی چند مثالیں آپ نے بیان کی ہیں۔

(۲) آیات قرآنی میں حروف اور کلمات کی کمی بیشی۔ اس کا حکم بھی وہی ہے کہ معنی فاسد ہوں تو نماز فاسد، اور معنی فاسد نہ ہوں تو نماز صحیح۔

(۳) اسی طرح حروف صحیح ادا کرے اور کسی حرف کی جگہ کوئی اور حرف پڑھنے کا حکم بھی یہی تحریر فرمایا کہ ان صورتوں میں بھی نماز کی صحت و فساد کا مدار معنی کے صحت و فساد پر ہے۔

اور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی امام احمد رضا خان صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فتاویٰ رضویہ جلد سوم ص ۲۱۱ پر فرمایا: اگر ایسی غلطی نہیں کرتا جس سے فساد معنی ہو تو خود اس کی نماز بھی صحیح اور اس کے پیچھے

سب کی صحیح۔ پھر اگر حالت ایسی ہے کہ تجوید کے امور ضروریہ واجبات شرعیہ ادا نہیں ہوئے، جن کا ترک گناہ ہے جیسے متصل بقدر ایک الف جب بھی اس کو امام نہ بنایا جائے کہ نماز اس کے پیچھے شدت مکروہ ہوگی۔ اور اگر ضروریات سب ادا ہوتے ہیں صرف محضات زائدہ مثل اظہار، اخفا، روم، اشمام، تحم، وترقی وغیرہ میں فرق پڑتا ہے تو حرج نہیں۔ ہاں قواعد ادا کی امامت اولیٰ ہے۔

یہ تو نماز کے ایک رکن قرأت کی ایک شتمہ تفصیل ہے۔ جس سے اندازہ ہو گیا ہوگا کہ کسی کے بارے میں صرف مبہم اصطلاحی الفاظ لکھ کر اس کی نماز یا امامت کے بارے میں صحیح حکم نہیں معلوم کیا جاسکتا جب تک کہ خاص اس مقام کی جہاں اس نے غلطی کی ہو نشان دہی نہ کی جائے۔

اسی طرح وضو اور طہارت جو نماز کے لیے شرط ہے، جس کے مسائل کی تفصیل اسے صفحات کتب بھرے پڑے ہیں۔ اس کے بارے میں گول مول لفظ وضو بھی صحیح نہیں کرتا یا نماز بھی صحیح نہیں پڑھتا، لکھ دینے سے حکم نہیں بتایا جاسکتا۔

(۴) امام ہونے کے لیے نہ اصطلاحی عالم ہونا ضروری نہ قاری نہ حافظ۔ صحت امامت کے لیے صحیح العقیدہ اہل سنت و جماعت ہونا، فسق و فجور و معصیت سے پاک ہونا، باعمل دین دار ہونا، نماز و متعلقات کے معتد بہ مسائل سے واقف ہونا، اور ایسی صلاحیت ہونا کہ بوقت ضرورت پیش آمد مسائل کو کتابوں سے نکال سکے۔ قرآن عظیم کو صحت کے ساتھ پڑھنے والا ہونا، اسی طرح کی شرائط اور بھی ہیں۔ امام مقرر کرتے وقت اگر شرائط پر پورے کئی آدمی ہوں تب عالم کو ترجیح ہوگی اگر عالم بھی کئی ہوں تو قاری کو ترجیح ہوگی اسی طرح اہل ترجیحات کا بھی کتب فقہ میں ذکر ہے۔

اب جو صالح مسلمان امامت کے لیے مقرر ہو گیا تو یہی حق دار امامت ہے۔ دوسرا کوئی عالم حافظ یا قاری یا بزرگ آجائے نماز مقررہ امام ہی پڑھائے گا یا وہ جس کو اجازت دیدے۔ بے اجازت اگر کسی نے نماز پڑھا دی تو نماز تو خیر ہو جائے گی مگر مقررہ امام پر ظلم ہوگا۔ البتہ اگر کوئی آدمی جو مقررہ امام سے افضل و بزرگ ہے، آجائے تو مقررہ امام کو چاہئے کہ اسے از خود آگے بڑھا دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی منو ۱۶ ریشوال ۱۳۲۵ھ

(۴۵) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

زید جامع مسجد کے امام و خطیب ہیں اور مدرسہ کے مدرس بھی ہیں مگر شادی بیاہ کے موقع پر ان کے گھر کی عورتیں محلے کی عورتوں کے ساتھ گانا بجانا باواز بلند کرتی ہیں زید سے منع کیا گیا کہ شادی بیاہ کے موقع پر آپ جیسے لوگوں کا حال یہ ہے تو ادوروں کا حال کیا ہوگا۔ منع کرنے پر باز نہیں آئے، گانا بجانا جاری

رہا۔ کیا زید امامت کے لائق ہے؟ بالتفصیل جواب مرحمت فرمائیں۔
مستفتی: غلام محمد رضوی نوشہرائین پورا عظم گڑھ

الجواب

صورت مسئلہ میں اگر زید راضی نہ ہو اور عورتوں کو منع کرتا ہے مگر وہ مانتی نہیں تو زید پر کوئی الزام نہیں۔ قرآن شریف میں ہے: ﴿وَلَا تَقْرُؤْ وَازِرَّةً وَزَرَ الْآخِرَى﴾ [الانعام: ۱۶۸] اور اگر وہ ان عورتوں کی اس حرکت پر راضی ہو اور انہیں منع نہ کرنا ہو تو اس کے پیچھے نماز مکروہ ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی منو ۳ محرم ۱۳۲۶ھ

(۴۶-۵۰) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

(۱) جو شخص پانچوں وقت کی نماز پڑھتا ہو وہ شخص حافظ و قاری بھی ہے اور جماعت میں پیش امامت کی جگہ پر رکھا گیا ہو اور وہ شخص مدرسہ میں پڑھاتے ہیں اور بشمول اور غریب بچوں کے لیے ادھر ادھر چندہ کرنے کے لیے نکل جاتے ہیں جماعت کے لوگوں نے پیش امام صاحب سے کہا کہ پانچوں وقت کی نماز پڑھانے کے لیے یہاں رہیں، مگر پیش امام صاحب نے جواب دیا کہ بھائی صاحب میں مدرسے کا ملازم ہوں، جتنا وقت مجھے ملتا ہے میں مسجد میں آ کے نماز پڑھا دیتا ہوں اس لیے ہم کو جہاں وقت ملتا ہے میں نماز پڑھ لیتا ہوں مسجد کی طرف سے ایک روپیہ بھی نہیں ملتا۔ ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟

(۲) کیا ایسے شخص کے پیچھے نماز درست ہے جس کے تلفظ کی ادائے گی نہیں ہے اور وہ پانچوں وقت کی نماز پڑھاتا ہے تو اس کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟

(۳) مسجد میں اتنی آمد کا ذریعہ نہیں ہے کہ پیش امام پانچوں وقت کے لیے مقرر کر سکیں۔ اتنی آمدنی صرف ہے کہ مسجد کی لائٹ فیس اور موزن کی تنخواہ دے سکتے ہیں۔ ایسی صورت میں قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

(۴) کیا مسجد کے اندر شور شرابہ کرنا درست ہے کہ جس سے دوسرے شخص کو نماز پڑھنے میں تکلیف ہوتی ہے اگر منع کیا جائے تو بولتے ہیں کہ مسئلہ کی بات کر سکتے ہیں۔ اگر کر سکتے ہیں تو کتنی آواز سے کر سکتے ہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں اس کا جواب عنایت فرمائیں۔

(۵) جماعت اور کمیٹی والوں نے حافظ صاحب کو نماز پڑھانے کے لیے رکھا، فی سبیل اللہ اس شرط کے ساتھ جب آپ کو وقت ملے تو نماز پڑھا دیا کریں۔ نو سال تک اسی طریقہ سے چلتا رہا کمیٹی

والوں کے ساتھ مجبوری اس بات کی ہے کہ مستقل پیش امام پانچوں وقت کے لیے اس لیے نہیں رکھ پاتے ہیں کہ مسجد کی آمدنی کا ذریعہ کم ہے، صرف اتنی آمد ہے کہ لائٹ کا خرچ اور مؤذن صاحب کے لیے آمد کا ذریعہ ہے، مؤذن کو پندرہ سال ہو گئے اسی طرح اذان دیتے ہوئے لیکن جماعت ہی میں سے ایک شخص نے اعتراض کیا آپ نماز نہیں پڑھا سکتے، آپ اگر پانچوں وقت پڑھائیں گے تو آپ کے پیچھے نماز پڑھیں گے ورنہ نہیں۔ اور جب مؤذن صاحب اذان کا وقت بدلتے ہیں تو ایک دن پہلے جماعت میں اعلان کر دیتے ہیں مثلاً پانچ بجے اذان ہوگی پانچ بیس پر جماعت ہوگی جیسے ہی وقت کے مطابق تکبیر دینے کے لیے کھڑے ہوتے ہیں تو ایک شخص کہتے ہیں تھوڑی دیر تک جائیں جب میں سنت پڑھ لوں گا تب تکبیر کہیں ایسا کہنا کیسا ہے؟

الجواب

(۱) ایسا آدمی جو حافظ اور بخیر وقت نماز کا پابند ہو اور فی سبیل اللہ نماز پڑھتا ہو اگر دینی ضرورت کی وجہ سے کسی وقت مسجد میں نہ آتا ہو تو یہ بات اس کی امامت میں خلل نہیں ڈالتی اگر کوئی دوسری خرابی جو اس کی امامت میں خلل ڈالنے والی نہ ہو تو بلاشبہ اس کی امامت جائز ہے، پانچوں وقت کسی ایک مسجد میں امام کی حاضری ضروری نہیں۔

(۲) اگر ایسی غلطی ہو جس سے قرآن شریف کے معنی بگڑ جاتے ہوں تو خود اس کی نماز ہونا مشکل ہوگا، بھلا وہ امامت کے لائق کیا ہوگا؟ نماز میں قرآن شریف پڑھنا فرض ہے۔

(۳) جب مصلیوں میں اتنی سکت نہیں کہ امام کو تنخواہ دے سکیں تو ان کو موجودہ امام پر غیر حاضری کا اعتراض کرنا غلط ہے۔

(۴) مسجد میں کسی وقت بھی بلند آواز سے بات کرنا منع ہے دینی بات کی البتہ اجازت ہے۔ درمختار میں ہے: "رفع الصوت بالذكر الا للمحتفظة" (۳۷۶/۲) لیکن اس میں طرفین کو ایک دوسرے کی رعایت کرنی چاہئے اتنی بلند آواز سے دینی بات بھی نہ کریں کہ نماز پڑھنے والوں کو تشویش ہو۔ اور نمازیوں کو بھی سوچنا چاہئے کہ دینی باتیں کرنے والوں پر بوجھ نہ ہوں جیسے آج کل وہابی مزاج کے لوگ عادت بنا لیتے ہیں کہ جب سنی مسجد میں سلام پڑھیں اور ہم مسجد میں نماز پڑھنے کے بہانے سے روکیں اور اس کی وجہ سے اکثر وہ فجر کی جماعت چھوڑ دیتے ہیں۔

(۵) اس سوال کا جواب دیا جا چکا کہ جب مصلی امام رکھنے سے معذور ہیں تو وقتی طور پر کسی صالح امام کو آگے بڑھا کر جماعت کرایا کریں، اور زید کو امام رکھتے وقت یہ طے کر لیا گیا تھا کہ آپ جب مسجد میں

آئیں تو امامت کر دیا کریں تو مصلیوں کا یہ اصرار غلط ہے کہ آپ پانچوں وقت مسجد میں رہیں۔ (۶) جب جماعت کا متعین وقت آگیا ہو تو مصلی کو بیچ صف میں کھڑے ہو کر سنت پڑھنا منع ہے حضور اقدس ﷺ نے ایسے ہی موقع پر فرمایا: "اصلاحان معا جماعت کا مقرر وقت ہو گیا ہو تو آنے والا جماعت کو روکے نہیں خود جماعت میں شریک ہو اور سنت ختم جماعت کے بعد پڑھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوٹی منو ۲۸ ربیع الاول ۱۴۲۶ھ

(۵۱) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

زید حافظ قرآن ہے اور پیش امام بھی ہے۔ بکر کی بیوی سے اس کا کوئی پردہ نہیں تھا ان دونوں میں تعلقات اتنے بڑھ گئے کہ زید سوچنے لگا کہ بکر کا انتقال ہو جائے تو میں اس کی بیوی سے عقد کر لوں اور بکر کی جائداد بھی ہاتھ لگ جائے۔ زید کو گھٹیا ہو گیا اس نے بکر کی بیوی سے مالش کرایا کچھ لوگوں نے زید اور بکر کی بیوی کو ایک چار پائی پر بیٹھے بھی دیکھا اور لوگوں میں یہ خبر پھیلی کہ زید کا اور اس عورت کا ناجائز تعلق ہے۔ زید نے مسجد میں صفائی دی کہ میں اس عورت کو بہن سمجھتا ہوں۔ تقاضا کر کا انتقال ہو گیا اور زید نے اس کی بیوی سے شادی کر لی۔ تو ایسے مشکوک شخص کے پیچھے نماز ہو سکتی ہے یا نہیں؟

محمد رفیق ۱۶۳ صدر بازار بنارس کینٹ۔

الجواب

اگر آپ کا بیان صحیح ہے کہ زید کی بیوی سے جو اس کی غیر محرم ہے بے پردہ ملتا رہا ہے بلکہ ایک چار پائی پر بھی وہ دونوں اٹھتے اور بیٹھتے رہے جس سے لوگوں کو شبہ ہوا تو زید نے بکر کی بیوی سے زنا نہ کیا ہو تب بھی جو افعال اس سے سرزد ہوئے اس کی بناء پر وہ فاسق مطمئن ہو گیا اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی قابل اعادہ ہوگی۔ فتح القدیر میں ہے: "قال اصحابنا لا ينبغي ان يقتدى بالفا سق" (۳۵۹/۱)

شامی میں ہے: "و مشی فی شرح العنبة علی ان کراہة تقدیمہ کراہة تحریم" ہاں اگر وہ اپنے سابقہ گناہوں سے علی الاعلان توبہ کرے تو اسکے پیچھے بلا کراہت نماز جائز ہوگی البتہ بکر کی موت کے بعد اس عورت سے شادی کرنا ایک جائز کام ہے۔ اس کی بناء پر زید پر شرعی قباحت لازم نہیں آتی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ عبدالمنان اعظمی ۲۳ رذوالحجہ ۱۴۰۸ھ

الجواب صحیح عبدالعزیز عثی عنہ

الجواب صحیح عبدالرؤف غفرلہ

(۵۲) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

زید نے عمرو، بکر، خالد کو جو قطعی وہابی ہیں اپنا دینی حکم و فیصلہ کن بخیر و بجا عدالت میں تحریری طور پر

مان لیا تو زید کی امامت میں ہم سینوں کی نماز ہوگی یا نہیں؟ دونوں پہلو کی دلیل بیان کریں۔ فقط
شوکت علی کلرک و سرگ پور ضلع بستی ۲۱ جون ۱۹۵۹ء

الجواب

آجکل کے وہابی کم از کم گمراہ ہیں ان کو برضاء و رغبت بلا کسی عذر شرعی مجبوری کے کوئی ایسی جگہ دینا جس میں ان کی تعظیم ہونا جائز اور گناہ ہے۔

حدیث شریف میں ہے: "من قرصا حب بدعة فقد اعان علی ہدم الاسلام۔"
(تفسیر قرطبی: ۱۳/۷)

جس نے کسی بدعتی کی تعظیم کی تو اس نے اسلام ڈھانے میں اس کی مدد کی۔ اس لیے زید فاسق ہو گیا اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہوگی۔ فتح القدیر میں ہے: "قال اصحابنا لا ينبغي ان يقتدى بالفاسيق۔ فاسق کی اقتداء نہیں کرنے چاہئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔"

عبدالمنان اعظمی ۲۲ فروری ۱۹۶۹ء الجواب صحیح عبدالعزیز عفی عنہ الجواب صحیح عبدالرؤف غفرلہ
(۵۹-۵۳) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

(۱) کسی عالم کا وہ عمل جو ناجائز ہو اس کا ثبوت ہوتے ہوئے کیا اس عالم کی اقتداء کی جاسکتی ہے؟
(۲) مزارات کی توہین کرنا کسی عالم کے لیے جائز ہے اور وہ اس طرح کہ کبھی جائز قرار دے اور کبھی ناجائز؟

(۳) رسول خدا ﷺ کی ایک پوسٹ مین کی حیثیت بتائے اور عالم جلسہ میں حضور کا نام گرامی بلا لحاظ و ادب لے؟

(۴) چہلم کے فاتحہ کا کھانا ناجائز قرار دے اور دیگر قوم میں تیرہویں کا کھانا کھاتا رہے؟
(۵) اگر ایسے عالم کے قیام سے قوم میں تفرقہ پیدا ہو گیا تو ایسے عالم کا قیام۔ جو نفاق پیدا کرنے کی صورت اختیار کر رہا ہو جائز ہے؟

(۶) میلاد شریف میں سلام کے لیے کھڑے ہونا کبھی جائز قرار دے کبھی ناجائز؟

(۷) فاتحہ کا تبرک ناجائز قرار دے کر پھینک دے اور کبھی خود کھائے؟

نصفہ خاں پروپ رائٹرائٹنگ کمپنی گونا۔

الجواب

بر تقدیر صدق مستفتی سوال میں جس امام کا ذکر ہے وہ قبیحہ باز وہابی معلوم ہوتا ہے اور تیسرے نمبر کا

جو خیال ظاہر کیا گیا ہے اس کی گمراہی حد کفر تک پہنچی ہوئی ہے اس امام کا کم از کم حکم فاسق و مبتدع کا ہے اس کے پیچھے نماز ناجائز اور بشرط استطاعت امامت سے علیحدہ کرنا واجب ہے۔

شامی میں ہے: "اما الفاسق فقد عللوا کراہۃ تقدیمہ بأئہ لا یہتم لا مردینہ وبان فی تقدیمہ للامامۃ تعظیمہ وقد وجب علیہم اہانتہ شرعا فهو کالمبتدع نکرہ امامتہ بکل حال بل مشی فی شرح العنبر ان کراہۃ تقدیمہ کراہۃ تحریم۔" (۲/۲۵۵)

فاسق کے پیچھے نماز مکروہ ہونے کا سبب یہ ہے کہ وہ مذہبی امور کا اہتمام نہیں کرتا اور یہ کہ اس کو امام بنانے میں اس کی تعظیم ہوتی ہے اور مسلمانوں پر از روئے شرع فاسق کی توہین واجب ہے، پس فاسق کے ساتھ بھی وہی معاملہ ہوگا جو بدعتی کے ساتھ ہوگا کہ فاسق اور مبتدع کی امامت مطلقاً مکروہ ہے اور منیہ کی شرح میں ہے کہ یہ کراہت کراہت تحریمی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

عبدالمنان اعظمی ۲۲ صفر ۱۳۹۹ھ الجواب صحیح عبدالعزیز عفی عنہ الجواب صحیح عبدالرؤف غفرلہ
(۶۰-۶۲) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

(۱) ایک عقیدت مند بریلی نے کسی دیوبندی کے پیچھے نماز پڑھ لی تو اس کی نماز ہوئی کہ نہیں؟
(۲) یہ کہ کسی عقیدہ دیوبند سے سلام کرنا یا اس کے سلام کا جواب دینا جائز ہے یا نہیں؟
(۳) یہ کہ ان سے تعلقات نکاح ہو چکے ہوں اس کے متعلق کیا حکم ہے؟
محمد حنیف صدیقی مورخہ ۲۱/۳/۶۰ء عبدالرحیم

الجواب

(۱) اگر وہ دیوبندی اپنی گمراہی میں حد کفر کو پہنچ گیا ہو تو ضرور اس کے پیچھے کسی مسلمان کی نماز نہیں ہو سکتی۔ عالمگیری میں ہے: "حاصلہ ان کان ہوی لا یکفر بہ صاحبه یجوز الصلوۃ خلفہ مع کراہتہ والا فلا۔" (۱۰۷/۱)

(۲) اور ایسے شخص سے تمام اسلامی معاملات خواہ معاشرتی یا مذہبی ناجائز ہیں۔
حدیث شریف میں ہے: "ایاکم وایاہم لا یضلو نکم ولا یفتنونکم" واللہ تعالیٰ اعلم
عبدالمنان اعظمی مبارکپور عظیم گڑھ

(۶۳) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ
زید ایک مسجد کا پیش امام ہے لیکن شیعہ سے دوستی رکھتا ہے۔ اس سے ملنا جلتا ہے سلام علیک
مخاصہ اور معافیت بھی کرتا ہے اس کی تعریف بھی کرتا ہے کھانا وغیرہ بھی ساتھ بیٹھ کر کھاتا ہے امام صاحب کا

شیعہ سے دوستی رکھنا دیکھ کر لوگ بھی اس منصب کی جانب مخاطب ہوتے ہیں، وہ لوگ کہتے ہیں کہ پیش امام صاحب محبت رکھتے ہیں، ہم لوگوں کے رکھنے میں کیا حرج ہے۔ اب ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے کہ نہیں۔ یا ایسا شخص امامت کر سکتا ہے کہ نہیں؟

سائل بشیر الدین قادری عفی عنہ ۱۲ جولائی ۶۸ء

الجواب

ایسا امام جو بد مذہبوں سے میل جول رکھے فاسق معطن ہے، بالخصوص اس صورت میں کہ اس کے طرز عمل سے شیعوں پر ناگوار اثر پڑے اور مذہب کو نقصان پہنچے اس کو امام بنانا جائز نہیں اور اس کو بشرط استطاعت امامت سے علیحدہ کر دینا ضروری ہے۔ شامی میں ہے:

”مشى في شرح المعنى على ان كراهة تقديمه كراهة تحريم“ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ،

الجواب صحیح عبدالرؤف غفرلہ

(۶۳) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

ایک عورت کا شوہر مر گیا مرنے کے دو سال بعد اس عورت کو حمل ہو گیا حالت حمل میں دوسرے مرد سے نکاح ہو گیا اور اسی حمل سے ایک لڑکا پیدا ہوا وہ لڑکا ولد الزنا ہے یا نہیں؟ اگر ہو تو اس ولد الزنا کی رو سے اس کی امامت درست ہے کہ نہیں؟ ازراہ کرم جواب مع حوالہ تحریر فرمائیں۔

المستفتی عبدالکریم ابوالعطائی موضع وپوست برہیلی ضلع پورنیہ

الجواب

ولد الزنا کی امامت مکروہ ہے اور اگر جماعت میں صوم و صلوٰۃ مسائل نماز اس سے زیادہ جاننے والا اور اس سے افضل کوئی نہیں تو اسی کی امامت بہتر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

عبدالمنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ ۱۰ مفر ۸۷ھ

الجواب صحیح عبدالرؤف غفرلہ مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ

(۶۵) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

بعد نماز جماعت امام صاحب کو رخ بدل کر دعا کرنا صحیح معتبر کتابوں سے حوالہ دیتے ہوئے جواب مرحمت فرمائیں۔ پنجوقتہ نماز فریضہ کے بعد ہر چار طرف سے رخ بدل کر دعا کرنا کن کن صحابیوں سے روایت ہے، جواب عنایت فرمائیں۔ بنو اتو جروا۔ المستفتی حافظ محمد جمیل

الجواب

بعد نماز جماعت امام کے رخ بدلنے کے بارے میں مشکوٰۃ شریف میں حسب ذیل احادیث ہیں: ”عن سمرة جندب قال کان رسول اللہ ﷺ اذا صلى اقبل الينا بوجه“

(مسند: ۶/۷۶۱)

رسول اللہ ﷺ نماز پڑھ کر رخ ہماری طرف پھیر لیتے۔

عن انس قال کان رسول اللہ ﷺ ينحرف عن يمينه (مشكاة: ۶۴۶)

رسول اللہ ﷺ دائیں طرف مڑتے تھے: ”عن عبد الله ابن مسعود قال: لا يجعل احدكم للشيطان من صلوة يری ان حقا عليه ان لا ينصرف الا عن يمينه لقد رأيت رسول الله ﷺ كثيرا ينصرف عن يساره“ (مشكاة: ۶۴۶)

حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں کہ کوئی اپنی نماز میں شیطان کا حصہ نہ مقرر کر لے کہ اس بات کو ضروری سمجھے کہ نماز کے بعد رخ دائیں ہی جانب کو موڑنا چاہئے بسا اوقات میں نے رسول اللہ ﷺ کو بائیں طرف بھی مڑتے دیکھا ہے: عن المبسرة قال: كنا اذا صلينا خلف رسول الله احبنا ان نكون عن يمينه يقبل علينا بوجه قال فسمعته يقول رب قنا عذابك يوم تبعث او تجمع عبادك“ (الترغيب: ۱/۳۲۰)

حضرت میسرہ کہتے ہیں کہ ہم جب حضور ﷺ کی اقتدا میں نماز پڑھتے تو یہ زیادہ پسند کرتے تھے کہ آپ کی دائیں طرف ہوں کیونکہ نماز بعد آپ دائیں طرف مڑتے۔ حدیثیں اور بھی ہیں مگر طوالت کے خیال سے ہم نے اتنے ہی پر اکتفا کیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ ۱۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۸ھ

الجواب صحیح عبدالعزیز عفی عنہ

الجواب صحیح عبدالرؤف غفرلہ مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور

(۶۶-۶۹) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

(۱) غیر مقلدوں کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے، ان کے مدرسہ کی امداد کرنا جائز ہے یا نہیں، ان سے شادی بیاہ ہو سکتا ہے یا نہیں؟

(۲) اپنے بچوں کو علوم دین کے بجائے علوم دنیوی پڑھانے سے والدین کے سر سے تعلیم کا بوجھ اٹھ جائے گا یا نہیں؟ علوم کے معلمین مستحق ثواب ہیں یا نہیں؟

(۳) بارہ برس کی لڑکیوں کو بے پردہ عریاں لباس پہن کر کھیل کود کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور جن والدین نے اس کی اجازت دے رکھی ہے، گنہگار ہوں گے یا نہیں؟

(۴) جمعہ کے دن بعد اذان ثانی ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا جائز ہے یا نہیں؟
محمد عباس نجفی محلہ بانس کٹرہ پور تپور ضلع میر و بھوم

الجواب

(۱) غیر مقلد گمراہوں کا ایک فرقہ ہے۔ ان کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی قابل اعادہ ہے یا فاسد عالم گیری میں ہے: "ان کان ہوی لایکفر بہ صاحبہ تجوز الصلوہ خلقہ مع الکراہۃ والا فلا" (عالم گیری: ۲/۱۰۷)

اس لیے ان کے پیچھے نماز نہ پڑھی جائے نہ ان کے مدرسوں کی مدد کرنی چاہئے۔ نہ ان سے رشتہ قائم کرنا چاہئے۔ حدیث شریف میں ہے: "ایاکم وایاہم لایضلونکم ولا یفتنونکم"

(۲) ایک بہت مشہور حدیث ہے: "طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم ومسلمۃ" اس کی شرح اربعہ الملعات میں ہے: "مراد علمیت کہ ضرورت وقت مسلمانان است" پس جس علم کا سیکھنا ضروری ہے، وہ نماز روزہ اور حج و زکوٰۃ اور اسی قسم کے دینی مسائل جن کی ضرورت ہر مسلمان کو پڑتی ہے اور اسی کی تعلیم کی ذمہ داری والدین پر ہے۔ دوسرے علوم پڑھانے پر یہ ذمہ داری ختم نہ ہوگی۔ ہاں دیگر زبانوں میں بھی وہ دینی علم پڑھوائے جائیں تو والدین ذمہ داری سے سبکدوش ہوں گے۔

(۳) ناجائز ہے: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لَأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءَ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ﴾ [الاحزاب: ۲۲]
اے پیغمبر اپنی بیویوں، لڑکیوں اور عام مسلمان عورتوں سے فرما دیجئے کہ اپنے اور اپنی چادریں ڈالیں۔

ثمامی میں ہے: "قد اعطوها البالغة من حين بلوغ حد الشهوة اختلافوا في حد الشهوة فقيل سبع وقيل تسع وسياتي في باب الامامة الصحيحة عدم اعتبار لسن بل معتبر ان صلح للجماع بان تكون عيلة ضخمة"

اس سے معلوم ہوا کہ اگر گداز اور سمد رست لڑکی اگر دس سال کی ہو تو اس کے لیے بھی پردہ کا حکم ہے اور ماں باپ بے پردگی سے منع نہ کریں تو ضرور مجرم ہیں۔

(۴) دعا نہ مانگنا چاہئے۔ درمختار میں ہے: "وينبغي ان لا يحجب بلسانه اتفاقا الاذان"

بین یدی خطیب وعنه رحمۃ اللہ علیہ اذا خرج الامام لا صلاة ولا كلام " (در مختار: ۳/۳۱)
واللہ تعالیٰ اعلم۔ عبدالمنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ

الجواب صحیح عبدالعزیز عفی عنہ الجواب صحیح عبدالرؤف غفرلہ مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور
(۷۰) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

ہمارے محلہ کے امام داڑھی منڈواتے ہیں ایک مرتبہ تبرہ ہو رہا تھا کہ جو شخص داڑھی منڈواتا ہے اس کے پیچھے نماز نہیں ہوتی۔ اس پر بعض مسلمان بحالت غیض و غضب پوچھنے لگے کہ اس کا ثبوت ہمیں قرآن و حدیث سے ملنا چاہئے۔

حج کے سب کتنے فرض ہیں۔ مستفتی عطاء اللہ مصر پور تپا پورہ ۵/ذوالحجہ ۱۳۷۸ھ

الجواب

علی الاعلان داڑھی منڈوانے والا فاسق معطن ہے۔ اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی قابل اعادہ ہوگی۔ فتح القدیر میں ہے: "قال اصحابنا ينبغي ان لا يقتدى بالفاسق" فاسق کی اقتداء نہیں کرنا چاہیے۔

حج کے فرائض تین ہیں: احرام باندھنا، وقوف بعرفہ، یعنی نویں ذی الحجہ کو آفتاب ڈھلنے سے دسویں کی صبح تک کسی وقت عرفات میں ٹھہرنا۔ اور طواف زیارت کا اکثر حصہ یعنی چار پھیرے۔

درمختار میں ہے: "والحج فرضه ثلاثة الاحرام والوقوف بعرفة في آوانه ومعظم طواف الزيارة" (درمختار: ۳/۳۱۵) واللہ تعالیٰ اعلم۔

عبدالمنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ
الجواب صحیح عبدالعزیز عفی عنہ الجواب صحیح عبدالرؤف غفرلہ مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور

(۷۱-۷۲) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

(۱) زید حافظ قرآن ہے اور ایک مسجد میں امام ہے، اپنے متولی اور خازن کے متعلق کورٹ میں یہ جھوٹا بیان دیا کہ متولی اور خازن دونوں نماز جمعہ اور پانچوں وقت کی نماز ادا کرتے ہیں۔ رمضان کے روزے بھی رکھتے ہیں جب کہ یہ تمام اوصاف متولی اور خازن میں نہیں ہیں۔ دونوں صلوٰۃ و صوم کے پابند نہیں ہیں۔ زید نے یہ بھی کہا: دونوں بڑے متقی اور پرہیزگار ہیں۔ تو کیا جھوٹی گواہی دینا درست ہے یا نہیں؟ اور ایسے کے پیچھے نماز درست ہوگی۔

(۲) بکرا ایک مولوی حافظ پیش امام ہے ایک واقعہ بیان کیا کہ ایک بار حضرت جبرائیل امین سرکار

اعظم ﷺ کی خدمت میں وحی لے کر تشریف لائے۔ سرکار نے فرمایا یہ پیغامات تمہیں کون دیتا ہے۔ تم نے کبھی دیکھا ہے؟ جبرائیل امین نے کہا ایک پردہ کے پیچھے سے مجھے سنائے جاتے ہیں کہ جبرائیل میرے حبیب سے ایسا کہو۔ سرکار نے کہا کہ ابھی جا کر دیکھو۔ آواز آنے پر پردہ کا کونڈا اٹھا کر دیکھنا کہ یہ پیغام کون دے رہا ہے۔ جبرائیل امین واپس عرش پر تشریف لے گئے۔ پردہ کے پیچھے سے آواز آئی۔ جبرائیل امین نے بحکم سرکار پردہ اٹھا کر دیکھا، نظر آیا کہ خود سرکار اعظم حبیب اکرم ﷺ کھڑے ہوئے سفید عمامہ باندھے جارہے ہیں اور کہے جارہے ہیں۔ جبرائیل امین کو حیرت ہوئی کہ ابھی تو سرکار دو عالم ﷺ کو زمین پر چھوڑ کر آ رہا ہوں پھر یہ بات کیا ہے۔ کہ سرکار خود تشریف فرما ہیں اور پیغام دے رہے ہیں۔ فوراً ہلک جھپکتے ہی زمین پر تشریف لائے اور خدمت نبوی ﷺ میں حاضر ہوئے کہ یہاں بھی اسی طرح کھڑے ہوئے سرکار عمامہ باندھ رہے ہیں جس طرح عرش اعظم پر پردے کے پیچھے دیکھا تھا۔

یہ واقعہ تمام سن کر ہم لوگوں نے یقین کر لیا، حسن اتفاق کہ دوسرے ہی دن عرفان شریعت کے مطالعہ کے وقت اسی واقعہ پر اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حکم پڑھا، کہ ایسا واقعہ بیان کرنا اور اس پر یقین رکھنا کفر ہے۔ جب چند معزز قابل دین و آراء دیوں کے روبرو حافظ صاحب مذکور کی توجہ اس حکم کی طرف دلائی اور توبہ کے لیے کہا تو جو نابا حافظ صاحب نے فرمایا کہ میں نے جس کتاب میں پڑھا ہے جب تک اس میں دوبارہ نہ دیکھ لوں گا توبہ نہیں کروں گا۔ ان سے کہا گیا واقعہ جو آپ نے بیان کیا وہی تو عرفان شریعت میں ہے۔ اور اس واقعہ مذکورہ پر اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حکم ہے۔ لہذا آپ کو اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم کی پابندی کرنی چاہئے کہ آخر آپ بھی اسی سلسلہ میں بیعت ہیں۔ مگر حافظ صاحب بعذر رہے اور توبہ نہ کیا۔ کیا ایسے شخص کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟ حافظ عبدالحفیظ ٹہن والے کھٹک محلہ جبل پور

الجواب

(۱) جھوٹ گناہ کبیرہ ہے: "لعنة الله على الكاذبين" اور گناہ کبیرہ کرنے والا فاسق ہے۔
بیضاوی شریف میں ہے: "والفاسق في الشرع الخارج عن امر الله بارتكاب الكبيرة اور فاسق کی امامت مکروہ تحریمی ہے: "ومشی في شرح السنية على ان كراهة تقليد كراهة تحريم" پس صورت مسئلہ میں بر تقدیر صدق مستفتی امام صاحب مذکور اگر اپنے گناہ سے توبہ نہ کریں تو ان کی امامت مکروہ اور ان کو بشرط استطاعت امامت سے علیحدہ کرنا چاہئے۔

(۲) ان حافظ صاحب کا معاملہ نمبر ایک سے زیادہ سخت ہے۔ اگر وہی ان کا اعتقاد ہے تو یقیناً کفر ہے۔ اور ان کے پیچھے نماز ہوگی ہی نہیں۔ عالمگیری میں ہے: "ان مكان هو لا يكفر به صاحبه

بحوز الصلوة خلفه مع الكراهة والا فلا" ان پر ضروری ہے کہ از سر نو توبہ کریں اور تجدید ایمان و تجدید نکاح کریں، اور اعتقاد نہ ہو تو بھی تجدید ایمان و تجدید نکاح کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ ۲۸ جمادی الاخریٰ ۱۳۸۸ھ
الجواب صحیح عبد العزیز عثی عنہ الجواب صحیح عبدالرؤف غفرلہ مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور
(۷۳) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

ایک حافظ صاحب (پیش امام صاحب) نے مسجد میں بقرعید کے روز نمبر پر کھڑے ہو کر خطبہ کے بعد قسم کھائی کہ اب میں یہاں نہیں رہوں گا اور نہ کبھی مسجد میں پڑھاؤں گا۔ چاہے جو بھی ہوا اگر ایک ہاتھ میں ماہتاب دے کر بھی کوئی کہے رہے تو میں کبھی نہیں رہوں گا، اور اس کے بعد وہ فوراً اپنے ملک چلے گئے پھر چار ماہ بعد آئے دھیرے دھیرے پھر اس مسجد میں رہنے سہنے لگے اور نماز پڑھانے کو تیار ہوئے تو اس پر آپس میں دو فرقے (گروہ) ہو گئے۔ ایک کہتا ہے کہ ان کے پیچھے نماز جائز نہیں جب کہ یہ قسم کھا چکے ہیں دوسرا یہ کہتا ہے کہ ان کے نہ رہنے سے ہم لوگ دوسرے کو نہیں رکھیں گے، چاہے یہ غلطی ہی کیوں نہ کرتے ہوں، چونکہ حافظ صاحب نے ایک غیر مسلم کی رقم مسجد میں لگا دی دوسرے ایک پیشہ ور عورت نے ایک سو روپیہ دیا تو اس روپیہ سے مسجد میں میلاد شریف کرایا کئی حضرات یہاں سو خور ہیں ان کے گھر کھا نے پینے سے باز نہیں آتے اس لیے یہ سب اتنی بات بڑھ گئی اور ان کے پیچھے نماز سے لوگ اعتراض کرنے لگے۔ لہذا صورت حال کو مد نظر رکھتے ہوئے جواب عنایت فرمائیں۔

مسائل قاسم علی میاں متولی مسجد ڈاکخانہ گھائی مرشد آباد بنگال

الجواب

اگر سو خور کی آمدنی کے دوسرے حلال ذرائع سودی کاروبار سے کم ہیں تو اس کے وہاں کھانا ضرور فق ہے اور ایسے امام کے پیچھے نماز ضرور مکروہ تحریمی اور قابل اعادہ ہے اور اس کو امام بنانا گناہ ہوگا۔ لیکن اگر امام اپنی قسم کا کفارہ ادا کرے اور اپنے فسق سے توبہ کرے اور خلاف شرع حرکات سے بچتا رہے تو اس کو امام بنایا جاسکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ ۲۵ جمادی الاخریٰ ۱۳۸۷ھ
الجواب صحیح عبد العزیز عثی عنہ الجواب صحیح عبدالرؤف غفرلہ مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور
(۷۴) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

کہ زید ایک مسجد کا امام ہے وہ تین بھائی ہیں ان لوگوں کا ایک ہی مکان ہے اور ایک ہی آگن

ہے جس آنگن میں عورتوں کے لیے کوئی پردہ نہیں ہے غسل یا پیشاب کرنے کے لیے نہ مردوں نے کوئی پردہ کا انتظام کیا ہے آنگن میں ایک دروازہ بھی ہے لیکن کواڑ نہیں ہے بالکل ہی کھلا ہے وہ لوگ مجبور بھی نہیں بلکہ خوشحال ہیں لیکن پردہ کا خیال عورتوں کے لیے نہیں کرتے ہیں زید مرید اور سلسلے کا خلیفہ بھی اور مسجد کا امام بھی ہے اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ ایسے امام کے پیچھے نماز ہوگی یا نہیں؟ اور زید کے اوپر شرع کا کون قانون نافذ ہوگا۔ از روئے شرع جواب عنایت فرما کر شکر یہ کا موقع عنایت فرمائیں۔

المستفتی، محمد اسحاق تنخی رشتراہنگی

الجواب

سوال مبہم سا ہے، خالی از مکان نہیں اگر واقعہ ایسا ہے کہ صورت مسئلہ میں اجنبی مردوں کی نگاہیں مکان کی بے پردگی کی وجہ سے مکان میں رہنے والی عورتوں کے ان اعضاء پر پڑتی ہوں جن کے چھپانے کا حکم ہے اور گھر کے مرد اس صورت حال پر راضی ہوں تو وہ قاسق ہیں ان کی امامت مکروہ ان کے پیچھے نماز پڑھی تو لوٹائے ان کو بشرط استطاعت امامت سے علیحدہ کرنا ضروری ہے اور ان کو امام رکھنا گناہ جب تک توبہ نہ کریں اور اپنی اصلاح نہ کر لیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ۳۶ ربیع الثانی ۱۳۱۳ھ

(۷۵) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

اگرچہ امام سنی ہے اور دیوبندی کی نماز جنازہ پڑھائے اور اس کو جانکاری ہے کہ میت دیوبندی کی ہے اور اس نے نماز جنازہ پڑھا دیا کیا وہ امامت کے لائق ہے یا نہیں اور اس نے نہ کلمہ پڑھا نہ نکاح کیا اور نہ توبہ اس کے بارے میں کیا حکم ہے۔

المستفتی، محمد جلال الدین خاں کیر آف محمد فیروز خاں مقام چک پھول۔ پوسٹ بدسری جاگیر ضلع بلیا

الجواب

دیوبندی کے کفر پر مطلع ہو کر اور اس کو مسلمان سمجھ کر اس کی نماز پڑھا دے تو ایسا شخص اسلام سے خارج ہو گیا اس پر توبہ اور تجدید ایمان و نکاح ضروری ہے اور اس کو کافر جان کر پڑھائی تب بھی سخت گناہ ہوا۔ بغیر توبہ صادقہ کے اس کی امامت مکروہ تحریمی ہوگی توبہ کرے تو فیہا ورنہ اس کو امامت سے علیحدہ کر دیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ۱۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۴ھ

(۷۶) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

زید جو کہ ایک مدرسہ کا صدر و مہنجر ہے کچھ مجبور یوں کے تحت اپنے عہدہ سے مستعفی ہو گیا۔ کمیٹی

کے ممبران کے سمجھانے کے باوجود زید عہدہ لینے پر راضی نہ ہوا تب کمیٹی کے چودہ ممبران کے دستخط سے استعفیٰ منظور کر لیا گیا جس کو بکر جو مدرسہ کا صدر مدرس ہے اس نے اپنے قلم سے کارروائی رجسٹر پر درج کیا۔ بکر پر اعتبار کرتے ہوئے اراکین نے کارروائی رجسٹر بکر کے حوالے کر دیا اور حفاظت کا عہدہ لیا لیکن بکر نے زید کے ساتھ مل کر کارروائی رجسٹر غائب کر دیا، ہفتہ بعد پھر جب میٹنگ ہوئی تو بکر سے اراکین نے رجسٹر کارروائی طلب کیا تو اس نے کہہ دیا کارروائی رجسٹر زید مذکور لے گیا جس کی تحریر خود بکر مذکور نے اراکین کو دی اور تحریر میں یہ بھی بیان دیا کہ ۱۵/ اگست کی بیٹھک میں (جس میں استعفیٰ منظور کیا گیا تھا) کارروائی میں نے ہی تحریر کی پھر یکم اکتوبر کو بیک شگھا ادھیکاری کے یہاں زید کا استعفیٰ منظور ہو گیا تو زید مذکور نے ایک رٹ ہائی کورٹ میں داخل کیا جس میں زید نے اپنے استعفیٰ کا انکار کیا اور اس کی تصدیق میں بکر مذکور نے ہائی کورٹ میں یہ بیان دیا۔

”میں مختلف بیان کرتا ہوں اور قسم کھاتا ہوں کہ میں نے زید کے خلاف کوئی تحریری رپورٹ نہیں دی ہے اور میں مختلف قسم کھاتا ہوں کہ میرا بیان میرے ذاتی علم سے صحیح و سچ ہے کوئی بات چھپائی نہیں گئی ہے اللہ میری مدد کرے۔“

اب بکر مذکور کے بارے میں شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے جب کہ اس نے امانت میں خیانت کی اور جھوٹا حلف لیا کیا ایسا شخص نماز کی امامت کسی مذہبی ادارہ کی صدارت وغیرہ جیسے اہم مناصب پر قائم رکھنے کے لائق ہے۔ تفصیلاً بیان کریں نیز زید مذکور کے بارے میں بھی شرعی حکم بیان کریں معلوم ہو کہ زید نے اپنا استعفیٰ جامع مسجد میں مجمع عام میں بھی سنایا تھا۔ بینا و تو جروا

المستفتی، علی حسین ساکن گولہ بازار گورکھ پور

الجواب

آج سے غالباً دو ماہ قبل اسی واقعہ سے متعلق ایک استفتاء افضل حسین امین انور علی نے کیا تھا جو زید اور خالد فرضی ناموں سے تھا اور آج زید اور بکر کے نام سے یہ سوال علی حسین کے نام سے آیا ہے گزشتہ سوال میں یہ تشریح تھی کی دفتر کی کنجی زید کے پاس تھی اور اسی نے کارروائی رجسٹر کو نکال کر اپنے پاس رکھ لیا صدر مدرس نے دیگر اراکان کو اس کی اطلاع ایک ہفتہ بعد دی جب ان لوگوں نے پوچھا۔ صرف اس تاخیر کی بنیاد پر جن لوگوں نے صدر مدرس کے پیچھے نماز چائز نہ ہونے کا فتویٰ دیا ضرور غلط اور ناجائز کیا۔ یہی ہم نے پہلے استفتاء کے جواب میں لکھا جو حکم شرع ہے۔

موجودہ سوال سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ صدر مدرس نے بعد میں الہ آباد ہائی کورٹ میں واقعہ کے

خلاف حلفیہ غلط بیان دیا اگر سائل کا بیان صحیح ہے۔ اور صدر مدرس کی طرح سائل بھی جھوٹ نہیں بول رہا ہے تو صدر مدرس اب اپنی اس جھوٹی گواہی سے ضرور فاسق ہو گیا۔ اور جب تک اپنے اس گناہ سے توبہ صادقہ نہ کر لے اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعداء ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ۱۱ جمادی الاخریٰ ۱۴۱۲ھ

(۷۷) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

ایک امام صاحب اور ایک دوسرے آدمی نے ایک دکان سے ایک ساتھ دس دس روپے کا سودا خریدا۔ امام صاحب نے دوکاندار کو دس کا ٹوٹ دیا اور دوسرے نے پچاس روپے کا دوکاندار نے غلطی سے چالیس روپے امام صاحب کو لوٹا یا یہ لے کر وہاں سے فوراً چلے گئے دوسرے شخص نے چالیس روپے کا مطالبہ کیا دوکاندار نے غلطی محسوس کر کے اس کو بھی چالیس روپے دیئے تھے۔

ایک ہفتہ کے بعد امام صاحب سے دوکاندار نے چالیس کا مطالبہ کیا تو انھوں نے انکار کیا، اس پر وہ انہیں مارنے لگا تو انھوں نے اقرار کیا، امام صاحب غیبت اور چغلی بھی کرتے ہیں، حق بات کہنے سے گریز کرتے ہیں آپس میں ایک دوسرے کو لڑا دیتے ہیں، ان کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟ اس امام کے بارے میں کیا حکم ہے۔ فقط المستفتی، محمد حبیب عالم مقام دلائی پوسٹ گراں نکلاں ضلع گریڈ یہ۔ (بہار)

الجواب

بر تقدیر صدق مستفتی سوال میں جتنی باتیں امام کے متعلق بیان کی گئی ہیں اس میں کچھ فرق و گناہ ہیں ایسے شخص کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی اور ایسے آدمی کو جان بوجھ کر امام بنانا گناہ اور بشرط استطاعت اسے امامت سے علیحدہ کرنا ضروری۔

شامی میں ہے: "ومشی فی شرح المعنی علی ان کراهۃ التقليد کراهۃ تحریم"

پس صورت مسئلہ میں یا تو امام صاحب اپنے تمام گناہوں سے صدق دل سے توبہ کریں۔ اور آئندہ ایسے گناہوں سے پرہیز کا پختہ عہد کریں۔ اور اس پر ثابت قدم رہیں تو مسلمان بدستوران کے پیچھے نماز پڑھیں۔ اور توبہ نہ کریں یا توبہ کے بعد پھر گناہوں میں مبتلا ہو جائیں۔ تو ان کو امامت سے الگ کر دیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ۱۸ شوال المکرم ۱۴۱۳ھ

(۷۸-۷۹) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان عظام مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں کہ

(۱) زید ایک مسجد کا امام ہے۔ جو کسی بھی وقت مقررہ پر نہ اذان دیتا ہے اور نہ جماعت ہوتی ہے۔ اسی پر اراکین مسجد نے زید سے کہا کہ آپ کیوں نہیں وقت پراذان دیتے ہیں تو امام زید نے اور اس کے

لڑکے بکرنے یہ جملہ اپنی اپنی زبان سے کہا کہ بڑے بڑے نمازیوں کو دیکھا گیا ہے تو ایسی صورت میں زید امام کے پیچھے نماز پڑھنا کیا ہے مفصل جواب عنایت فرمائیں۔

(۲) زید جو امام مسجد کہلاتا ہے اس کے گھر میں تاڑی رکھی رہتی ہے اور اس کا لڑکا بکر ہے وہ اس تاڑی کو پیتا بھی ہے۔ حالانکہ امام مسجد کو معلوم ہے کہ ہمارا لڑکا تاڑی لا کر گھر میں رکھتا ہے اور اس کو استعمال بھی کرتا ہے، اب اس صورت میں اس امام کی اقتداء کرنا درست ہے یا نہیں اور امام مسجد اگر توبہ کرے تو کس طریقے سے شریعت محمدیہ کی روشنی میں جواب مرحمت فرمائیں۔ فی الفور

المستفتی، اقبال احمد ماسٹر مدرسہ عربیہ بحر العلوم ناکیہ مسجد برج بازار ضلع دیوبند یا دیوبند

الجواب

(۱) زید نے اور اس کے لڑکے نے جملہ سخت کہا ایسا نہیں کہنا چاہئے تھا لیکن اس بات سے اس کی امامت میں کوئی خلل نہیں۔ اگر اس میں اور کوئی خرابی متانی امامت نہیں تو اس کے پیچھے نماز جائز ہے۔

(۲) زید اگر اپنے لڑکے کے اس فعل سے راضی نہیں اس کے خلاف نفرت اور بیزاری ظاہر کرتا ہے اور جیسا کہ آج کل اکثر ہوتا ہے کہ لڑکے سرکشی سے ایسی حرکتیں کرتے ہیں تو زید پر کوئی الزام نہیں اس کی امامت جائز ہے، ہاں زید لڑکے کے اس فعل سے راضی ہو تو وہ بھی اس گناہ میں شریک اور فاسق تو اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔

توبہ کا طریقہ یہ ہے کہ زید علی الاعلان اپنے اس فعل پر تادم ہو اللہ تعالیٰ سے معافی مانگے اور آئندہ کے لیے عہد کرے کہ میں ایسا نہیں کروں گا۔ لڑکے کو سختی و نقد اور اس حرام کاری سے باز رکھے اور اس سے نفرت اور بیزاری کا اظہار کرے فقط۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ۲۴ محرم الحرام ۱۴۱۵ھ

(۸۰) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

کسی مسجد میں جمعہ کی نماز تقریباً ایک سال سے ایک مولیٰ جن کی ڈگری منشی، مولوی، عالم اور فاضل ہے اور ساتھ ہی باشرع بھی ہیں پڑھا رہے ہیں اسی مسجد میں بیچ وقت نماز کبھی کبھی کوئی حافظ، مولوی یا مقتدیوں میں سے کوئی پڑھاتا ہے اس بیچ ایک مولوی جس کو وہ ہیں مدرسہ میں تعلیم کے لیے مقرر کیا گیا ہے، اور جس کی ڈگری صرف مولوی کی ہے وہ مشرّع بھی نہیں ہیں بیچ وقت نماز پڑھانے لگے ہیں اب جمعہ کی نماز مولانا جو ایک سال سے پڑھا رہے ہیں ان کو ہٹا کر وہ مولوی صاحب پڑھا سکتے ہیں یا نہیں، اس کی وضاحت کریں اور اسی مدرسہ میں ایک ہیڈ ماسٹر کی تقرری ہوئی ہے جو لیاقت میں فشی مولوی عالم اور

فاضل ہیں، اور ساتھ ہی باشرع بھی ہیں کیا ان کی موجودگی میں وہ مولوی جو بیچ وقت نماز پڑھا رہا ہے، پڑھا سکتا ہے انہیں مولوی صاحب کی نماز پڑھانے کا فیصلہ کمیٹی نے کیا ہے لیکن اس بارے میں شرعی فیصلہ کیا ہے مفصل جواب کا منتظر ہوں۔
المستفتی، کمیٹی مدرّسہ جامعہ العلوم دہری گھاٹ منو

الجواب

جو شخص شرعی وضع قطع نہیں رکھتا مثلاً داڑھی حد شرع سے کم ہو ایسے شخص کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی کہ پڑھ لی تو دہراؤ۔

شامی میں ہے ”کل صلاة ادیت مع الکراهه تحب اعادتها“ (در مختار: ۲/۱۲۰) ایسے شخص کو امام بنانا جائز ہے۔ چاہے بچہ قتی نماز ہو چاہے جمعہ کی نماز، اور امام بن گیا تو اس کو امامت سے علیحدہ کرنا واجب ہے۔

اسی میں ہے ”ومشی فی شرح العنیه علی ان مکراهه تقدیمه مکراهه تحریم“ اور دوسرے امام جمعہ جو باشرع ہیں اور علم اور فضل میں بھی زیادہ ہیں سال بھر سے امام جمعہ ہیں ان کو بلا کسی شرعی کوتاہی کے امامت جمعہ سے علیحدہ کرنا ظلم و ناجائز ہے۔

شامی میں ہے: ”ولا یبغزل صاحب وظیفه بلا جنحة او عدم اهلیه“ (شامی: ۶/۴۵۵) پس صورت مسئلہ میں دو باتیں بالکل واضح ہیں وہ غیر شرعی مولوی کسی نماز کا امام نہیں ہو سکتا اور مقررہ امام جمعہ کو بلا کسی شرعی قصور کے امامت سے علیحدہ نہیں کیا جاسکتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی، ۲ ذی الحجہ ۱۴۱۵ھ

(۸۱) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ زید اپنے گاؤں میں تقریباً ایک سال سے بیچ وقت امامت کرتا ہے لیکن آیات قرآنی کو درست نہیں پڑھتا جابجا غلطیاں کرتا ہے مثلاً ”متصدعا من خشية الله“ کو ”من خشية الله“ اور ”لترآبہ“ کو ”لترتہ“ پڑھتا ہے اور ایسے ہی ”و علی“ کو ”ولا“ پڑھ دیتا ہے بار بار تنبیہ کرنے پر بھی صحیح نہیں کرتا کہتا ہے کہ زبان میں لکھتے ہیں کہ کوشش کرتا ہوں یا وجود کوشش تمام کے الفاظ صحیح ادا نہیں ہو پاتے، تو آیا شخص مذکور کے بارے میں حکم شرعی کیا ہوگا؟

اس کے پیچھے نماز درست ہوگی یا نہیں؟ مفصل و مدلل جواب عنایت فرمائیں تاکہ لوگوں کو شرعی مسئلہ سے آگاہ کیا جائے۔ بینوا تو جروا

المستفتی، محمد زاہد مقام ہیگا پور پوسٹ پلہی پور سلطان پور یو پی

الجواب

صورت مسئلہ میں زید اُمّی معذور ہے وہ زندگی بھر صحیح حروف کی کوشش کرتا رہا کسی طرح وہ صحیح ادا پر قادر نہ ہوا تو اس کی اور اس کے جیسے معذوروں کی نماز اس کے پیچھے ہو جائے گی وہ بھی اس صورت میں کہ جماعت میں کوئی صحیح خوان نہ ہو اور جماعت میں کوئی دوسرا صحیح قرآن شریف پڑھنے والا صالح امامت ہو تو سب پر لازم ہے کہ اس کی اقتداء کریں، ورنہ کسی کی نماز نہ ہوگی ان مسائل کی پوری تفصیل بہار شریعت حصہ سوم صفحہ ۱۱۸ میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی، ۷ ذی الحجہ ۱۴۱۵ھ

(۸۲-۸۳) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ (۱) نس بندی کرانے والا توبہ کرنے کے بعد قابل امامت ہو سکتا ہے یا نہیں؟ چونکہ فسق دائمی ہے لیکن توبہ کے بعد تو نماز کی امامت کی اقتداء جائز ہونی چاہئے اس سلسلہ میں کوئی جزئیہ فقہیہ بیان ہونا چاہئے (۲) ہینڈ پائپ میں کسی لڑکے نے پیشاب کر دیا اب اس کا پانی قابل استعمال ہے یا نہیں؟ بصورت دیگر اس کے پاک کرنے کی کوئی صورت تو نہیں۔

المستفتی، مولانا غل الرحمان دارالعلوم خیرہ نظامیہ بہرام ۳۰-۹-۱۹۹۵ء

الجواب

(۱) علی الاعلان ارتکاب گناہ سے آدمی فاسق ہوتا ہے، اور حدیث شریف میں ہے؟ گناہ سے توبہ کرنے والا بے گناہ کی طرح ہے اور جب ہر گناہ سے توبہ ہے تو کون سا فسق ہے جو دائمی ہے؟ اس لیے توبہ کے بعد فسق تو ختم ہوگا، تو اب صورت مسئلہ یہ ہوئی کہ ایسا شخص جو بیوی سے جماع پر تو قادر ہے مگر اس کے اولاد نہیں ہوگی ایسے شخص کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں جس میں کوئی ایسا جسمانی عیب ہو جس سے لوگوں کو نفرت ہو ان کے پیچھے نماز مکروہ تنزیہی کہ پڑھنی خلاف اولیٰ اور پڑھ لیں تو حرج نہیں۔ ہمارے خیال میں نس بندی جسمانی عیب بھی نہیں، اس لیے اور کوئی عیب نہ ہو تو نماز میں کوئی حرج نہیں۔

(۲) ہینڈ پائپ میں مشین اور پائپ کے بیچ میں چمڑے کی ایک زبان لگی رہتی ہے جس سے اوپر کا پانی نیچے نہیں جاتا اگر مشین بالکل ٹھیک ہو کبھی پانی نہ چھوڑتی ہو تب تو مسئلہ بالکل آسان ہے مشین کھول دی جائے اور پائپ کا زبان والا حصہ اوپر سے دھو دیا جائے پھر مشین فٹ کر کے کام میں لایا جائے زبان کے نیچے کا حصہ ناپاک ہو ابھی نہ تھا اور اگر مشین خراب یعنی چمڑہ کی زبان اوپر کے پانی کو نیچے جانے سے

روک نہ سکتی ہو تو اس پائپ پر پمپنگ سٹانگ کراتا پانی نکال دیا جائے جس سے یہ اطمینان ہو جائے کہ موجودہ پانی نکل گیا ہو گا فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ۲۶ جمادی الثانی ۱۴۱۶ھ

(۸۳-۸۶) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و رج ذیل مسائل کے بارے میں کہ

(۱) زید جامع مسجد کے ساتھ ساتھ عید و بقر عید کا بھی امام ہے موصوف خارج نماز چمن والی گھڑی استعمال کرتے ہیں اور نماز کے وقت اتار لیتے ہیں خالد نے کہا کہ عدم جواز کا حکم مطلق ہے چاہے داخل نماز ہو یا خارج نماز اس پر زید کہتے ہیں کہ عدم جواز کا حکم مطلق نہیں، بلکہ خارج نماز استعمال میں کوئی حرج نہیں۔

(۲) یہ کہ امام موصوف جمعہ، عید و بقر عید میں درمیان خطبہ خطبات علمی کے پورے اشعار کو بھی پڑھتے ہیں، منع کرنے پر کہتے ہیں کہ چونکہ لوگ عربی سے ناواقف ہیں اس لیے اردو میں بھی پڑھتے ہیں۔

(۳) یہ کہ زید کے علاوہ ایک تیسرا شخص ہے مگر جو حافظ قرآن ہے جب سے حافظ ہوئے ہمیشہ دیوبندیوں کے یہاں تراویح سناتے ہیں۔ اور انھیں کے یہاں عید و بقر عید کی نماز پڑھاتے ہیں، دیوبندیوں کے اجتماع میں بھی شریک ہوتے ہیں۔ اور کھلے عام ان کو کافر بھی نہیں کہتے۔ ہمیشہ سے دیوبندی سے تعلقات رہے ہیں اور آج بھی وہی حال ہے، جمعہ کی نماز کے لیے کبھی کبھی امام صاحب اپنی موجودگی میں مگر حافظ کو امامت کے لیے حکم دیتے ہیں اور امام صاحب مگر حافظ کے پیچھے نماز جمعہ ادا کرتے ہیں۔

ایسی صورت میں امام صاحب حافظ صاحب مگر کی اقتداء میں نماز ہوگی یا نہیں؟ تفصیل سے جواب عنایت فرمائیں فقط۔ المستفتی، عبد الحمید دار العلوم غوثیہ دانیال پور لال کوپال سنج لالہ اباد دیوبلی

الجواب

(۱) صورت مسئلہ میں خالد کا قول صحیح اور زید صاحب کی بات غلط ہے۔ دعات کی چین پینے کی ممانعت مطلق ہے، اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب اپنی تصنیف احکام شریعت میں فرماتے ہیں ”گھڑی کی زنجیر سونے چاندی کی مرد کو حرام اور دیگر دھاتوں کی ممنوع ہے۔ اور جو چیز ممنوع ہے ان کو پہن کر نماز اور امامت مکروہ تحریمی ہے“ جس کا صریح معنی یہ ہے کہ اس کا پہننا مطلقاً ممنوع ہے اور اسی لیے اس کے ساتھ نماز اور امامت بھی مکروہ ہے۔

(۲) عربی زبان کے علاوہ کسی دوسری زبانی میں پورا خطبہ پڑھنا یا اس کا کوئی حصہ پڑھنا سنت متوارثہ کے خلاف ہے اور اس کے لیے عوام کی ناسمجھی کو جو دلیل بتایا گیا ہے غلط ہے، عوام تو قرآن اور

دعاؤں کو بھی نہیں جانتے وہ اس کے معانی سے ناواقف ہیں تو کیا نماز بھی اردو میں پڑھائی جائے گی؟

(۳) بر تقدیر صدق مستفتی مگر اگر دیوبندیوں کے کفر پر مطلع ہو کر انھیں کافر کہنے سے انکار کرتا ہے تو اس کا مسئلہ سخت ہے۔ کہ وہ خود بھی دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ اس کو جان بوجھ کر امام بنانا اور اس کی اقتداء کرنا ناجائز و حرام ہے۔ زید کو نرمی سے سمجھا جائے کہ اپنی اس حرکت سے باز آئے اور اپنی اس کوتاہی کی اللہ تعالیٰ سے معافی مانگے۔ اگر وہ ایسا کر رہا ہے تو ٹھیک ورنہ بشرط استطاعت اس کو امامت سے علیحدہ کر دینا ضروری ہے اور مجبوری کی صورت میں اس کی اقتداء نہ کی جائے۔

اور اگر بکر لاعلمی میں دیوبندیوں سے خلاء ملا رکھتا ہے جیسا کہ آج کی تبلیغی جماعت سنیوں کو درغلا کر اپنے چلوں میں لے جاتی ہے۔ تو انکا حکم اتنا سخت نہیں ہوگا، ان کو نرمی سے سمجھانا ہوگا اور امام صاحب کو بھی کہ ایسے بد احتیاط امام کو مصلے پر آگے نہ کریں۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ افراط و تفریط دونوں طرف سے نہ ہونا چاہئے نہ امام صاحب کو غلط مسئلوں پر ضد کرنا چاہئے اور سانکوں کو بھی امام صاحب کی مخالفت نہ کرنا چاہئے، دوسرے مسئلہ میں سنت متوارثہ کی مخالفت ہے مگر اس کی وجہ سے ان کی اقتداء منع نہ ہوگی۔

پہلی صورت میں انتہائی درجہ امام صاحب کے فسق کا ہے مگر جمعہ و عیدین میں ایسے امام کے پیچھے مجبوراً اقتداء کی اجازت ہے، تیسرے مسئلہ کی تفصیل تو لکھ چکے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ۲ رجب المرجب ۱۴۱۶ھ

(۸۷) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

زید ایک عالم دین ہونے کے باوجود عمر و کی بیوی ہندہ سے زنا کا مرتکب ہوا، ہندہ زید صدق دل سے تائب ہو گیا تو ایسے شخص کو امام بنانا جائز ہے کہ نہیں؟ اور پھر زید مگر کی اقتداء میں نماز ادا کرتا ہے جس کا تلفظ صحیح نہیں ہے تو کیا زید کی نماز مگر کی اقتداء میں ہوگی یا نہیں؟ قرآن و حدیث کی روشنی میں بیان فرمائیں

المستفتی، ڈاکٹر محمد احسان اعظمی جمال پور گھوسی متوبولی

الجواب

بلاشبہ اللہ تعالیٰ سچے دل کی توبہ قبول کرتا ہے۔

حدیث شریف میں ہے ”الناصب من الذنب کمن لا ذنب له“

اگر اس میں امامت کے منافی کوئی اور بات نہ ہو تو اس کو امام بنایا جاسکتا ہے، ہاں اتنا دن انتظار کر لیا جائے کہ توبہ کا اثر اس کے اعمال و افعال سے ظاہر یعنی وہ صالح اور نیکو کار ہو جائے، صحیح خوان کی نماز

غلط خواں کے پیچھے نہیں ہوتی اور جماعت میں کوئی صحیح خواں امامت کا اہل ہو تو بکر کی اپنی نماز بھی نہ ہوگی فقط۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ۳ ذی الحجہ ۱۴۱۶ھ

(۸۸) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع تین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ

زید کو قطرے کی بیماری ہے، بار بار قطرہ آتا ہے اور وہ ایک مسبح کا امام بھی ہے، بکر کہتا ہے کہ تم امامت نہیں کر سکتے، زید کہتا ہے کہ کوئی حرج نہیں، بکر کہتا ہے عجب حال ہے آج کل کے دور کا، جس کو لفظ کی ادائیگی بھی ٹھیک سے نہ آتی ہو وہ بھی امام بن جاتا ہے، چھوٹی ”س“ اور بڑی ”ش“ کی بھی تمیز نہیں، وہ امامت کرتا ہے اور عوام کو بھی اس کا خیال نہیں رہتا ہے جو ملتا ہے اس کو رکھ لیا جاتا ہے۔ بہر حال حضور والا سے گزارش ہے کہ شریعت کی روشنی میں جواب مرحمت فرمائیں کرم ہوگا۔

المستفتی، محمد ناظم علی رضوی صدر مدرس گلشن جیت شہر پورہ پوسٹ رضی اللہ پور کوپال منج

الجواب

قطرہ کا اگر کوئی وقت نہیں ہے کہ کب آجائے یا آتا رہتا ہے تو زید واقعہ معذور ہے اور وہ ایسے لوگوں کی امامت نہیں کر سکتے جن کو یہ عذر نہ ہو۔

ہدایہ میں ہے ”لا یصلی الطاهر خلف من هو فی معنی المستحاضة“

(ہدایہ: ۱/۲۶۱)

اور اگر اس حد تک بیماری نہ ہو بلکہ پیشاب کے بعد آتا ہے تو پیشاب کے بعد رک کر یا کسی ایک پہلو پر زور دے کر یا ٹھیل کر یا کلونخ لے کر جس طرح بھی اطمینان ہو سکے پورا اطمینان کر لے کہ اب قطرہ نہیں آئے گا تو وضو کر کے امامت کر سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ۲۱ محرم الحرام ۱۴۱۶ھ

(۸۹) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ

زید جامع مسجد کا امام ہے شیخ وقتہ نیز جمعہ وعیدین کا بھی امام ہے رمضان المبارک میں ایسے حافظ کو نماز تراویح پڑھانے کے لیے بلایا جس کی داڑھی چھوٹی چھوٹی یعنی ترشواتا تھا، وہ حافظ نماز تراویح پڑھانا شروع کیا خالد نے شیخ وقتہ امام سے کہا کہ اس حافظ کے پیچھے تراویح کی نماز کیسے ہوگی جب کہ اس کی داڑھی ایک مشت نہیں ہے بلکہ بہت چھوٹی چھوٹی ہے، یہ حافظ داڑھی کٹواتا ہے اس کے پیچھے نماز تراویح کیسے جائز ہوگی، تو جواب میں امام جامع مسجد نے یہ کہا کہ تراویح کی نماز واجب یا فرض نہیں سنت ہی تو ہے داڑھی کتروانے والا پڑھانے یا داڑھی منڈوانے والا کوئی فرق نہیں پڑتا نماز تراویح ہو جائے گی،

امام جامع مسجد کی اس قول کی تائید کچھ اور لوگوں نے بھی کی امام جامع مسجد خود بھی تراویح میں اس حافظ کی اقتدا کرتے رہے، سوال یہ ہے کہ زید کا یہ کہنا شرع کے اعتبار سے کہاں تک درست ہے کیا نماز تراویح کی شریعت میں کوئی خاص اہمیت نہیں، فاسق یا غیر فاسق جو چاہے پڑھا سکتا ہے اگر زید کا یہ قول و فعل صحیح نہیں تو شرعاً اس پر کیا حکم اور خود اس کی امامت کیسی ہے اور اس کے پیچھے شیخ وقتہ و جمعہ وعیدین کی نماز پڑھنا کیسا ہے فقط۔

خاکسار شمس الدین صدیقی محلہ چوک دارو نمبر قصبہ سیراجہ ضلع وارانسی یوپی

الجواب

فرض نماز ہو یا واجب یا نفل یا تراویح سب کے امام کے لیے ضروری ہے کہ فاسق معطن نہ ہو اور فاسق معطن پڑھائیگا تو نماز مکروہ تحریمی ہوگی۔

در مختار میں ہے ”ومشی فی شرح العینۃ ان کراہہ تقدیمہ کراہۃ تحریمۃ“

اور دائری حدیث میں ہے کہ رکھنا بلاشبہ فسق بالاعلان ہے۔

اسی میں ہے ”السنة فیہ القبضۃ ویحرم قطعہا“ (کتاب الحظر والاباحہ: ۹/۴۹۸) امام صاحب نے ایسے فاسق کو امام رکھ کر اور ان کے پیچھے نماز پڑھ کر خود گناہ کا ارتکاب کیا اور غلط مسئلہ بتا کر اور مجرم و گنہگار ہوئے جب تک توبہ و استغفار نہ کریں ان کو امام نہ بتایا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ۷ ذوالقعدہ ۱۴۱۶ھ

(۹۰) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع تین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ زید نے اپنی لڑکی کا عقد کر دیا مگر ابھی رخصتی نہیں ہوئی کہ اب زید کی لڑکی جا کر غیر مسلم سے زنا کر آئی اور اسی غیر مسلم سے حمل شہر گیا۔ زید کسی بھی طریقہ سے وضع حمل کر دیا اب ایسی صورت میں زید اور زید کے لڑکے کے پیچھے نماز ہوگی یا نہیں۔ بینہذا تو جروا

المستفتی، اصغر علی فیضہ مقام چٹونا پوسٹ منہتی پور ضلع فیض آباد (یوپی)

الجواب

زید اور اس کا لڑکا اس حرام کاری میں اس لڑکی کے شریک رہے ہوں (جس کی توقع ایک باغیرت انسان سے بھی نہیں۔ چہ جائیکہ ایک مسلمان ایسا کرے۔

حدیث شریف میں ”ظنوا العثومنین خیرا“ توبہ توبہ ان کے امامت مکروہ ہے۔ اور اگر ان کی رضا مندی اس میں شامل نہ رہی ہو جیسا کہ قرین قیاس یہی ہے تو لڑکی کے گناہ کا ان پر کوئی وبال نہیں ﴿لا تزرؤ ازرقوزراخری﴾ [الانعام: ۱۶۴] اور ان کے پیچھے بلا کراہت نماز جائز ہوگی۔ ہاں اگر جان

پڑنے کے بعد زید نے حمل ضائع کر لیا تو گنہگار ہوا اور بے توبہ اس کی امامت مکروہ ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم
عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ۲۰ ذوالقعدہ ۱۴۱۰ھ

(۹۱) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان شرع عظام مسئلہ ذیل میں کہ
بکر ایک سنی صحیح العقیدہ عالم ہے لیکن یہ انصاری خاندان سے تعلق رکھتا ہے۔ جس کی وجہ سے زید
اور اس کے محلہ والے نیز شیخ حضرات بھی اس کے پیچھے عید کی نماز نہیں پڑھتے ہیں، اور برسوں سے ایک
ایسے جاہل کھوسٹ بڑھے کی اقتدا کرتے ہوئے چلے آئے ہیں جو نہ کھڑے ہونے پر قدرت رکھتا ہے
اور نہ رکوع و سجود ہی کو کما حقہ ادا کر پاتا ہے اور نہ ہی اس کی قرأت سمجھ میں آتی ہے، زید کا کہنا ہے کہ ان سب
صورتوں میں لوگوں کی نماز ہو جائے گی، اس لیے کہ وہ ذات کے شیخ ہیں۔ اور بکر کے پیچھے نماز نہیں ہوگی
اس لیے کہ وہ انصاری ہے۔

جہد مسلسل اور کافی تنازع کے بعد زید اور اس کے محلہ والوں نے نماز عید پڑھانے کے لیے بکر
کی موجودگی میں ایک جماعت اسلامی سے تعلق رکھنے والے کو اپنا امام منتخب کیا اور سکھوں نے اس جماعت
اسلامی والے کے پیچھے بایں وجہ نماز عید ادا کی کہ وہ ذات کا شیخ ہے حالانکہ اس کی داڑھی حد شرع سے بہت
کم ہے۔

جواب طلب امر یہ ہے کہ کیا واقعی شریعت میں ایسا ہی ہے کہ انصاری، منصوری، دھوبی، نانکی
وغیرہم کو عالم ہونے کے باوجود ایک جاہل شیخ یا ایک جماعت اسلامی والے کو امامت کے لیے آگے
بڑھایا جائے اور ان لوگوں کی اقتداء نہ کی جائے۔

جواب مرحمت فرماتے ہوئے یہ بھی لکھیں کہ جماعت اسلامی والے کے پیچھے جماعت اہل سنت
کی نماز جائز ہوگی یا نہیں؟ اور نہ ہوگی تو ان لوگوں پر شریعت کا کیا حکم عائد ہوتا ہے جنہوں نے اس کی
اقتداء میں نماز عید ادا کی ہے اور ایک سنی صحیح العقیدہ عالم کی موجودگی میں ایک جماعت اسلامی کو جان بوجھ
کر اپنا امام تسلیم کیا ہے۔ بالتفصیل قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں فقط
المستفتی، پیر محمد مقام خواص پور (مالکانہ) ضلع سیوان (بہار)

الجواب

اسلام میں فضل وشرف کا دار و مدار ذات اور برادری پر نہیں علم اور تقویٰ پر ہے۔
قرآن عظیم میں ہے ﴿وَإِنْ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ اتَّقَاكُمْ﴾ [الحجرات: ۱۳]
بکر کے پیچھے جو لوگ اس کے صرف انصاری ہونے کی بنا پر نماز ناجائز بتاتے ہیں سخت جاہل اور

لاعلم ہیں اور انکا یہ حکم اللہ و رسول پر افتراء ہے۔

تنویر البصار میں ہے: "الاحق بالامامة الاعلم باحكام الصلوة ثم الاحسن تلاوة ثم
الاورع ثم الاسن ثم الاحسن خلقا ثم الاحسن وجها ثم الاشرف نسباً ثم الانظف ثوباً"
(۲/۲۵۲)

اس عبارت میں ترجیحات کا بیان ہے کہ سب سے پہلے علم کی ترجیح، جب دو آدمی علم میں برابر
ہوں تو جو قرآن اچھا پڑھتا ہو، جب دونوں یکساں اچھا قرآن پڑھتے ہوں تو جو زیادہ پرہیزگار ہو، صورت
مستولہ میں جب شیخ صاحب جاہل ہیں تو پہلے ہی درجہ میں امامت سے گر گئے کہ بکر عالم ہے، نمبر دو پر بھی
گر گئے کہ بقول سائل شیخ صاحب کے حروف کی ادا صحیح نہیں ہے، تو تیسرے اور چوتھے کا کیا اعتبار،
مودودی کے پیچھے نماز پڑھے کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ اس کی امامت ناجائز اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی
اور اس کو امام بنانے والے گنہگار۔ شامی میں ہے "ومشی فی شرح العنبة علی ان کراہة تقلدہ
کراہة تحریم" واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ۲۰ ذوالقعدہ ۱۴۱۰ھ

(۹۲) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام مسئلہ ذیل میں کہ

زید ذات کا پٹھان ہے اور وہ اپنی ذات پر فخر کرتے ہوئے دنیا میں بسنے والے چھوٹے طبقے کے
لوگوں مثلاً انصاری، منصوری، دھوبی، نانکی کو حقارت اور گری ہوئی نظروں سے دیکھا کرتا ہے۔

ایک مرتبہ زید کے گاؤں والوں نے الوداعی نماز جمعہ پڑھانے کے لیے ایک مولینا صاحب کو
بلا یا، مولینا صاحب ذات کے نانکی ہیں اس پر اس نے کہا اگر واقعی ہم کو یہ معلوم ہوتا کہ مولینا نانکی ہیں تو ان
کے پیچھے نماز نہیں پڑھتا، میں نے دھوکہ میں آ کر نماز پڑھ لی ہے، مولینا صاحب کو یہ بات معلوم ہوئی
انہوں نے زید سے کہا کہ اسلام میں ذات پات پر امامت نہیں ہے، زید کے اس نظریے اور کردار پر
شریعت کا کیا حکم عائد ہوتا ہے، بالتفصیل قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب مرحمت فرمائیں۔ فقط
المستفتی، پیر محمد مقام واپس پور (مالکانہ) سیوان (بہار)

الجواب

اگر اس جماعت میں اس نانکی عالم سے افضل کوئی نہ تھا تو اس کی امامت بلاشبہ جائز بلکہ وہی
امامت کے لیے متعین۔ تنویر البصار میں ہے "وان ہوا حق لا والکراہة علیہم" (۲/۲۵۴)
اگر جس نے نماز پڑھائی وہی قابل امامت تھا تو نماز میں کوئی کراہت نہیں جو اختلاف کرے

اسی پر وبال ہے۔

آدمی کے اعمال و عقائد ٹھیک نہ ہوں تو پٹھان ہونا کوئی قابلِ ثمریات نہیں اور نسب پر فخر و مباہات کی اسلام میں کوئی جگہ نہیں۔

حدیث شریف میں ہے:

”لینتھین اقوام یفتخرون بآباءہم الذین ماتوا۔ انما ہم فحم من جہنم او لیکونن اھون علی اللہ من الجعل الذی یدمھدہ الخراء بانفھ ان اللہ قد اذهب عنکم عتية الجاهلیة وفخرھا بالآباء انما هو مؤمن تقی و فاجر شقی۔ الناس کلھم بنو آدم و آدم خلق من تراب“
(جامع الترمذی: باب فضل الشام واليمن)

لوگ گدھے ہوئے آیا و واجداد پر فخر چھوڑ دیں جزا میں نیست کہ وہ جہنم کے کوسے ہیں، یا اللہ تعالیٰ کے نزدیک گہریلے سے زیادہ تر و لیل ہیں جو اپنی سونڈھ سے پاخانہ لڑھکاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں سے جاہلیت کا غرور اور باپوں پر فخر ختم کر دیا اب تو پاک دامن مؤمن ہے یا بد بخت فاجر ہے، تم سب آدم علیہ السلام کی اولاد ہو اور وہ مٹی سے بنائے گئے تھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ۲۹ ذوالقعدہ ۱۴۱۰ھ

(۹۳) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ

کرزید مستکفیر قوم کا ایک فرد ہے پھر اس کے دو لڑکے حامد اور محمود ہیں پھر اس میں سے حامد عالم ہے اور خود کو سید کہلاتا ہے (یعنی آل رسول) اور زید کا چچا زاد بھائی عمرو ہے گمروہ اپنے کو مستکف قوم ہونے پر فخر کرتا ہے اور زید کے لڑکوں سے رشتہ ناتہ ترک کر دیا، اس لیے کہ وہ (یعنی حامد اور محمود) اپنے کو سید کہتے ہیں بہر حال حامد اپنے محلے کی جامع مسجد کا امام ہے عوام اس کے پیچھے نماز ادا کرتی ہے لیکن بعض لوگ جن میں جاہل اور عالم شامل ہیں، ان کے پیچھے نماز جمعہ اور پنجگانہ ادا نہیں کرتے اور اسی گاؤں کی بیس سالہ مسجد میں نماز جمعہ قائم کر کے نماز پڑھتے ہیں، اس لیے کہ انکا گمان ہے کہ نسل تبدیل کرنے والے کے پیچھے نماز درست نہیں لہذا قرآن و حدیث کی روشنی میں اور اقوال فقہائے کرام و علماء کے مطابق دوسری مسجد میں نماز ادا کرنا درست ہے یا نہیں نیز معصومی سید کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں تسلی بخش فتویٰ مرحمت فرمائیں نوزش ہوگی۔ فقط والسلام

المستفتی، محمد شکیل احمد القادری گورکھ پوری جتلم مدرسہ شمس العلوم گھوسی

الجواب
بر تقدیر صدق مستفتی غیر سید اپنے سید ہونے کا اعلان کر کے فاسق ہوا اور اس کی امامت مکروہ

ہوئی پنجوقتہ نماز چھوڑنے والے معذور ہیں اور جمعہ چونکہ فاسق کے پیچھے بھی ہو جاتا ہے، اس لیے اس میں الگ جماعت قائم نہیں کرنی چاہئے اس کے علاوہ نیا جمعہ قائم کرنا بھی ہر کس و تا کس کا کام نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی یکم ذوالحجہ شریف ۱۴۱۰ھ

(۹۴-۹۵) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

(۱) زید کسی جگہ امامت کرتا ہے اور اسی مسجد میں زید کا کمرہ بھی ہے زید کے کمرے میں نا جائز قسم کا اسلحہ رکھا ہوا تھا جس کو پولیس نے برآمد کیا اور یہ زید غنڈے و غلط قسم کے لوگوں کو اپنے کمرے میں سلاتے اور پناہ دیتے تھے پولیس نے اسلحہ کو برآمد کرنے کے بعد زید کو بھی چالان کیا، اب وہ ضمانت پر چھوڑا کر لائے گئے ہیں اب آپ کتاب و سنت کی روشنی میں واضح کریں کہ زید کے پیچھے نماز ہو سکتی ہے یا نہیں؟۔

(۲) بکر کسی جگہ پنجوقتہ امامت کرتا ہے لیکن خالد بکر کی اجازت کے بغیر جمعہ کو جمعہ کی نماز پڑھاتا ہے اور بکر کو کسی صورت میں پڑھانے نہیں دیتا خالد کی امامت جائز ہے یا نہیں قرآن و حدیث کی روشنی میں واضح کریں۔

الجواب

(۱) غنڈوں سے خلاف شرع احکام کا صدور ثابت ہو اور اس میں امام صاحب کا ان کی تائید و مدد کرنا بھی ثابت ہو تو بغیر توبہ صادقہ کے ان کی امامت جائز نہیں۔ (۲) مقررہ امام کی حق تلفی اور ظلم ہے واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی یکم ذی الحجہ ۱۴۱۰ھ

(۹۶) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ

زید کے گاؤں میں ایک مسجد ہے جس میں ایک نئی صحیح العقیدہ مسلمان امام مقرر ہے ایک روز امام موصوف نے ظہر کی نماز ختم کرنے کے بعد مقتدیوں سے ناگہاں کہا کہ آپ سب لوگ منافق ہیں مقتدی بھی سنی بریلوی ہیں، کسی مؤمن کو منافق کہنا کیا ہے؟ نیز ایسے امام کے پیچھے نماز درست ہو سکتی ہے یا نہیں؟۔ المستفتی، عبدالرشید۔ ساکن گھانسی پورہ مونا تھہ بھجن

الجواب

مسلمانوں کو منافق کہنا قابلِ تعزیر جرم ہے امام صاحب کو مقتدیوں سے معافی مانگنی چاہئے نماز ان کے پیچھے درست ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ۱۰ صفر المظفر ۱۴۱۱ھ

(۹۷-۱۰۰) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علماء دین و محققین مسائل ذیل میں کہ

(۱) کہ زید چند ایام قبل جمعہ و عیدین و تمام دینی امور کا امام تھا، کسی وجہ سے عوام میں زید کے متعلق

تفر پیدا ہو گیا اور عوام نے زید کو امامت سے برخاست کر دیا اور کسی دوسرے سے جمعہ کی نماز پڑھوائی تو زید اپنے پورے گھر والوں کے ساتھ اپنے حقیقی چچا کے پورے اہل و عیال کے ساتھ بغیر جمعہ کی نماز ادا کئے ہوئے مسجد سے باہر چلا گیا اور عوام میں یہ جھوٹی خبر پھیلا دی کہ مجھے مسجد سے زبردستی نکال دیا گیا اور زید یہ کہتا ہے کہ ہم پورے گھر والے اور چچا مع اہل و عیال جماعت سے علیحدہ رہیں گے اور مسجد کو تقسیم کر لیں گے، جتنا حصہ ہوگا اس کی مناسبت سے دیوار دیں گے یا کاٹنا گاڑ دیں گے، مذکورہ بالا جتنی بھی باتیں بیان کی گئی ہیں زید کے لیے ایسا کہنا اور کرنا کیسا ہے اور زید کے لیے شریعت مطہرہ کیا حکم دیتی ہے وضاحت فرمائیں۔

(۲) زید سابق امام تھا جسے عوام نے امامت سے برخاست کر دیا تو رنج میں وہ عوام کے خلاف ورزی کرتا شروع کیا، دریں اثناء ایک روز زید کی ماں ہندہ نے مسجد کے مؤذن کو اذان دینے سے منع کر دیا دریں حالے کہ وہ مؤذن انور کی حقیقی بہن ہے جب کہ بھائی بہنوں کے درمیان اسی وجہ سے ایک سال سے طعام و قیام و آمد و رفت منقطع ہے۔ ہندہ کے ساتھ مؤذن کو اذان سے روکنے والے اور بھی دو شخص ہیں جنکا نام بکر اور عمرو ہے اور یہ دونوں سابق امام زید کے اپنے چچا کے ہی لڑکے ہیں زید کی ماں ہندہ نے تو صرف منع کیا، لیکن بکر اور عمرو نے مؤذن کو چار حاتھ دھمکی بھی دیا کہ اگر آپ اذان دینگے تو آپ کے ہاتھ اور پیر توڑ کر رکھ دیا جائے گا، ایسی صورت میں ہندہ اور بکر اور عمرو کے لیے شریعت مقدسہ کیا حکم دیتی ہے تفصیل سے بیان فرمائیں۔

(۳) امامت کے عہدے سے معزول ہو جانا زید پر بہت گراں گذر رہا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ میں ہی امام رہتا اور زید کا یہ دعویٰ بھی ہے کہ میرے علاوہ کوئی بھی امامت کے فرائض انجام دینگا اس امام کے پیچھے میں نماز نہیں ادا کرونگا خواہ وہ اپنی اس بہتی کا ہو یا باہر کا ہو۔ زید اتنے ہی پر قطع کلام نہیں کرتا بلکہ موجودہ امام جو باہر کا عالم دین ہے اس کی عیب جوئی زبردستی کرنا چاہتا ہے، اس کے علاوہ جو امامت کے قابل بہتی ہی کی شخصیت ہے اس کی عیب جوئی کرتا ہے اور عوام میں ذلیل و خوار کرنا چاہتا ہے، جب کہ زید کا یہ سب کرنا امامت کی ہوس ہے۔ اب زید کے اوپر شریعت کا کیا حکم نافذ ہوتا ہے تحریر فرمائیں۔

(۴) بکر اور عمرو یہ دو شخص ہیں ان دونوں میں آپسی نفاق ہے اور بکر قوم کا صدر بھی ہے جمعہ کے روز بعد نماز و صلوٰۃ و سلام مسجد میں پوری عوام آپسی مصافحہ وغیرہ کرتے ہیں تو اسی وقت عمرو نے بھی سکھوں سے مصافحہ کیا تو بکر (یعنی صدر) کو ناگوار معلوم ہوا اور عوام میں سے کسی کو بکر نے کہا کہ اس سے ملنا جلنا نہیں چاہئے یعنی مصافحہ نہیں کرنا چاہئے، یہ بات عمرو کو معلوم ہوئی تو اس نے کہا کہ مصافحہ سے روک رہا ہے

تو روکے مگر مسجد سے روکے گا تو ہم اسے آگ لگا دیں گے لیکن بکر کا یہ دعویٰ ہے کہ عمرو نے مسجد میں آگ لگانے کو کہا ہے اور بکر ثبوت کے لیے کسی کافر کی شہادت پیش کرتا ہے، صحیح معلوم نہیں کہ مسجد کو آگ لگانے کے لیے کہا ہے یا مسجد سے روکنے والے کو آگ لگانے کے لیے کہا ہے مذکورہ بالا صورت میں عمرو کے لیے شریعت کیا حکم دیتی ہے اور بکر (صدر) کے لیے کیا حکم دیتی ہے۔ بیونود تو جروا۔ فقط المستفتی، محمد رفیق عالم مقام لونڈیگھا تھانہ پائن پلامو (بہار)

الجواب

سوال میں یہ مذکور نہیں کہ زید کو امامت سے کیوں علیحدہ کیا گیا اگر بلا کسی ایسے جرم کے امامت سے علیحدہ کیا گیا جو منافی امامت نہ تھا تو پوری قوم مجرم ہے۔ امام سے معافی مانگے اور اس کو امامت پر بحال کریں شامی میں ہے ”لا ینعزل صاحب وظیفۃ بلا جنحة او عدم اہلیۃ“ (شامی: ۶/۴۵۵)

بلا کسی جرم کے کسی کام سے معزول کرنا جائز نہیں اور اگر کسی ایسے عیب کی وجہ سے اس کو علیحدہ کیا جس کی وجہ سے وہ امامت کے لائق نہیں رہ گیا تھا تو جمعہ چھوڑ کر زید اور اس کے ساتھی گتہاگار ہوئے۔ (۲) چند لوگوں نے مؤذن کو اذان دینے سے منع کیا انھوں نے بھی ناجائز و گناہ کیا مؤذن کو ان کی بات ہرگز نہیں ماننی چاہئے ”لا طاعة لمخلوق فی معصیۃ الخالق“ (در مشور: ۲/۱۷۷) (۳) اس جملے ”ہم اچھوت ہو گئے“ کا مطلب طہر و تعریض ہے کہ اب ہمارا اور جماعت کا کوئی تعلق نہ رہا، یہ الفاظ ناگوار ہیں انھیں استعمال نہیں کرنا چاہئے تھا اور بس۔

(۴) کسی کی بلا سبب غیبت اور عیب جوئی حرام ہے۔

(۵) صرف دعویٰ یا کافر کی گواہی سے کسی مسلمان کے خلاف کوئی بات ثابت نہیں کی جاسکتی عمرو قسم کھا کر یہ کہہ دے کہ میں نے مسجد کو آگ لگانے کے لیے نہیں کہا تھا تو اس کی بات مان لی جائے گی اور مسجد کے لیے کہنے کا اقرار کرے تو اس جملہ سے توبہ کرے صدر نے بھی مسلمانوں کو آپس میں ایک دوسرے سے ملنے سے منع کر کے گناہ کا کام کیا اپنی اس حرکت سے توبہ کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم
عبداللہ بن العظمیٰ شمس العلوم گھوسی ۲۸ صفر المظفر ۱۳۱۱ھ

(۱۰۱) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علماء دین مسئلہ ذیل میں کہ

جو شخص نس بندی کر لے وہ امامت کر سکتا ہے کہ نہیں جب کہ تمام لوگوں میں وہ علم زیادہ رکھتا ہے۔ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ جس نے نس بندی کر لیا اس کی نماز نہ ہوگی حضرت سے استدعا ہے کہ میرے

مسئلہ کا جواب دیں عین توازن و کرم ہوگا اور یہ بھی بتائیں کہ نس بندی کرانے والے کا جنازہ ہو سکتا ہے کہ نہیں۔
المستفتی، حبیب علی بسنت پور گھوگلی ضلع بہرائچ (یوپی)

الجواب

نس بندی کرانے والے کی خود نماز ہو جائے گی بلکہ پڑھنا فرض و ضروری ہے، اور اگر اس نے صدق دل سے اس گناہ سے توبہ کر لی ہو تو امامت بھی کر سکتا ہے۔ وہ خود دوسروں کی نماز جنازہ میں شریک ہوگا اور خود اس کا جنازہ پڑھنا فرض کفایہ ہے اگر لوگوں نے بغیر نماز پڑھے اسے دفن کر دیا تو سب لوگ گنہگار ہوئے جن کو اطلاع ہوئی۔ وھو تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ۳۰ ربیع الاول شریف ۱۴۱۷ھ

(۱۰۲) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علماء دین درج ذیل کلمات کی بابت کہ

چند لوگوں کا کہنا ہے کہ موجودہ زمانے کے علمائے کرام کی زبان میں تاثیر اور وہ قوت ہے ہی نہیں کہ عوام کے اوپر ان کی تقریر کا اثر ہو اور وہ عمل کریں۔ مزید یہ کہنا ہے کہ یہ لوگ کہتے کچھ ہیں اور کرتے کچھ ہیں اور یہ بھی بتائیں کہ وہ امام جو قلمی گانا سنتے ہیں ان کی امامت کی بابت کیا حکم ہے؟
المستفتی، عبد المنان ضیائی خادم مدرسہ اسماعیلیہ سنگارہ

الجواب

یہ بات فی الجملہ صحیح ہے کہ تقریباً ہر زمانے میں علمائے سوء رہے ہیں جن کے قول و عمل میں تضاد رہا ہے، لیکن یہی جملہ طبقہ علماء کی تحقیر کے لیے اگر کوئی استعمال کرے تو اس کو رسول اللہ ﷺ نے منافق کا کام بتایا ہے اور فقہاء نے تحقیر علماء کو کفر لکھا ہے۔

ایسا امام جو علی الاعلان فحش اور مخرب اخلاق گانے ساز باجے کے ساتھ سنے فاسق ملعون ہے، اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے کہ اس کے پیچھے نماز پڑھنا منع ہے، پڑھی تو دہراؤ بشرط استطاعت (توبہ نہ کرے تو) اس کا امامت سے علاحدہ کرنا ضروری۔ وھو تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی یکم ربیع الثانی ۱۴۱۷ھ

(۱۰۳) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

کہ زید جو ایک عالم ہے اس نے بکر سے کہا کہ عمر کو مار دینے پر جتنی بات ہے اس کا فیصلہ ہو جائے گا۔ یہ بات سن کر عمر غصہ آیا اس۔ کہ جواب میں عمر نے کہا کہ لاؤ بھالا اس کو مارو اس کے بعد عمر اور زید میں کافی کشیدگی کی وجہ سے عمر نے کہا کہ اگر بد مجھے قتل کرنے آیا تو اس کی داڑھی کاٹ لوں گا اسی بار۔ کہ

لے کر عوام کے سامنے علمائے کرام عمر اور اس کے چار حامیوں کو توبہ کروائے اور یہ لوگ توبہ کیے مگر زید پہ تہمت لگاتا ہے کہ عمر نے کہا ہے کہ عالم کی داڑھی میں سور باندھ دیں گے حالانکہ عمر اس کا انکار کرتا ہے، دریافت طلب یہ امر ہے کہ توبہ کرانے کے بعد دفن کی ہوئی بات کو از سر نو ابھارنا، تاکہ عمر اور ان کے حامیوں کو ذلیل کیا جاسکے، کیا یہ ایک عالم کو ذیبت دیتا ہے کہ توبہ کے بعد بھی ان سے خاندانی بایکات کا خواہاں ہے۔ اور آپسی میل ملاپ کو ختم کر کے مسلمان کی جماعت میں نفاق ڈالے، ایسے شخص کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ تہمت لگانے والے نا اتفاقی پیدا کرنے والے کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے کہ نہیں۔ ایسا امام جس کی وجہ سے گاؤں میں پارٹی بندی ہو جائے اور ڈر ہے کہ کبھی خون خرابہ بھی نہ ہو جائے تو ایسے ناگزیر حالت میں اس امام کو منصب امامت پر فائز رکھنا درست ہے کہ نہیں؟ شریعت کی روشنی میں جواب دیں۔

المستفتی، محمد عین الحق مقام پوسٹ نرسنگ پور مظفر پور (بہار)

الجواب

توبہ کر لینے کے بعد آدمی گناہ سے پاک ہو جاتا ہے۔ حدیث شریف میں ”التائب من الذنب محسن لا ذنب له“ توبہ کرنے والا بے گناہ کی طرح ہے۔ بر تقدیر صدق مستفتی اس کو مزید التزام لگانے والا مجرم ہے چاہے امام ہو یا مقتدی اس پر لازم ہے کہ توبہ کرے اور جس پر غلط التزام لگایا اس سے معافی مانگے اگر ایسا کر لیتا ہے تو اس کی امامت میں کوئی حرج نہیں جب کہ دوسرا کوئی منافق امامت کا کام اس سے صادر نہیں ہوا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی، ۱۶ ربیع الثانی ۱۴۱۷ھ

(۱۰۴-۱۰۵) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

مخدوم پور مسجد کے حافظ امام صاحب پہلی جنوری ۱۹۹۹ء سے ایک لائبریری کا کھیل تین روپیہ کے حساب سے شروع کئے تھے۔ ایک ماہ میں چار بار ڈرا ہوتا تھا جس میں ساڑھے چار ہزار کارڈ تھے اور ہر کھیل میں آٹھ ہزار روپے کی گاڑی نام لگنے والے کو پرائز میں دی جاتی تھی، چند بار شور و غل ہونے پر دو ماہ میں آٹھ کھیل کھیل کر بند کر دیئے اور چند کارڈ والے میسر کے سامنے اپنی غلطی کا اقرار کر کے توبہ کئے لیکن اپنے مطلب کے مطابق اس لائبریری کے پیسے سے ٹمپو اور ٹھیلہ وغیرہ خرید کر اپنی کمائی کا راستہ شروع کر لیے جو آج کل بھی چل رہا ہے اور اس آمدنی کے خود مالک ہیں ہر ایک دن میں تقریباً پچاس روپیہ کی آمدنی ہوتی ہے۔

کسی بھی کارڈ والے کو ایک پیسہ واپس نہیں کئے اور مانگنے پر اپنے ساتھیوں سے پولیس کی دھمکی

دے کر زبان بند کر دیئے، اور وہی امام صاحب آج بھی مسجد میں امامت کرتے ہیں لہذا ان کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔

چند لوگوں نے تو اس بات سے فوراً پرہیز کرنا شروع کر دیا تو امام صاحب نے ان کے خلاف اپنا فتویٰ لگا دیا کہ جو لوگ میرے پیچھے نماز نہیں پڑھتے میری غیر حاضری میں میری جگہ امامت نہیں کر سکتے، اور اس مسجد میں اذان نہیں دے سکتے۔ یہ سن کر وہ پرہیز گار لوگ مسجد جانا چھوڑ دیئے یہ کہاں تک صحیح ہے۔ اس جگہ علم کی اتنی کمی ہے کہ بات پوچھنے پر ان کے ساتھی جھگڑے پر تیار ہیں۔

مندرجہ ذیل تین سوالوں کے جواب دیں۔

(۱) ساڑھے چار ہزار کارڈ ممبر اس کے ساتھ پچاس آدمی ایجنٹ اور تماشہ بین۔ اتنے آدمیوں کے درمیان غلطی کرنا اور سو آدمی کے سامنے توبہ کرنا صحیح ہے یا غلط۔

(۲) لاٹری کا کھیل جو ہے اس پیسہ سے ٹپو لیا گیا جس سے پچاس روپے روزانہ آمدنی ہے ایسے امام کے پیچھے نماز صحیح ہے یا نہیں۔

(۳) امام کے غلط فتوؤں پر صحیح آدمی مسجد سے الگ ہو گیا کہاں تک درست ہے۔

امستفتی، امیر زادہ خان مخدوم پور جشید پور

الجواب

صورت مسئلہ میں صرف زبان سے توبہ کرنے کا نام توبہ نہیں ہے۔ جب تک جن جن لوگوں سے رقم وصولی ہے واپس نہ کر دیں امام صاحب کی توبہ نہیں ہوئی۔ اور ان کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی اور ان کی امامت ناجائز۔ اور بشرط استطاعت امامت سے ان کو علاحدہ کرنا بھی ضروری ہے۔ اسی میں آپ کے تمام سوالوں کا جواب ہو گیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ۵ رجب المرجب ۱۴۱۱ھ

(۱۰۸-۱۱۳) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

(۱) کہ اگر کوئی شخص باجماعت نماز پڑھ رہا ہو اور تین رکعت پوری کر چکا ہو اور چوتھی رکعت میں حالت قیام میں رتخ خارج ہوگئی، اب وضو کے لیے نکلا اور جب تک وضو کیا جماعت ختم ہوگئی لہذا اس حالت میں مقتدی کیا کرے گا پھر سے نماز پڑھ لیا صرف چھوٹی ہوئی ایک رکعت ہی پوری کرے گا۔ اور اگر امام سے یہی واقعہ رونما ہو تو امام کیا کرے گا وضاحت فرمائی جائے۔

(۲) اور ایک شخص کے پاس ناجائز روپیہ ہے وہ چاہتا ہے کہ اس روپیہ کو کام یعنی تجارت میں

لائے اور اپنے ہی دست و بازو سے کام کرے اور اسے جو فائدہ حاصل ہو وہ اپنے کام میں لگائے مثلاً تجارت میں جو رقم ہے اس روپیہ کو وہ چھوئے بھی نہیں صرف منافع سے اپنا روزی روٹی چلائے کیا ایسی صورت میں اس کے لیے یہ فائدہ جائز ہو جائے گا بیوقوف تو جروا۔

(۳) اور آتش بازی پناہ کی تجارت کرنا کیسا ہے۔

(۴) اور ایک شخص کا کہنا ہے کہ ہندوستان میں بالخصوص حالت حاضریہ میں اگر کوئی بھی شخص معظم کے پاس روپیہ ہو وہ روپیہ اگر چہ حرام کام سے حاصل کیا گیا ہو اور ابھی وہ شخص کے پاس موجود ہے تو اس کے صرف کرنے کے لیے کوئی دوسری تیسری جگہ تلاش کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ اس سے لائسنس کرا کر ہتھیار خرید لینا چاہئے تاکہ مسلمانوں کی عزت و آبرو کی حفاظت ہو سکے کیونکہ فی الوقت جائز و ناجائز کا زمانہ نہیں رہ گیا ہے۔ لہذا برائے کرم میری رہنمائی فرمائی جائے۔ بیوقوف تو جروا

(۵) اور سوکھی ہوئی مچھلی کا کھانا کیسا ہے جس کو عرف عام میں لوگ سکھا مچھلی کہا کرتے ہیں اس کے تجارت کرنے والے مچھلی کو چھوٹی ہو یا بڑی سوکھا کر رکھ دیتے ہیں اور سال چھ ماہ تک بکری کرتے ہیں اور لوگ اس کو خرید کر کھاتے ہیں یا مخصوص بنگالی لوگ زیادہ کھایا کرتے ہیں۔ اس بات پر زید اور عمر میں تلخ کلامی ہوئی زید نے کہا کہ یہ حرام ہے عمر نے کہا کہ زمانہ دراز سے لوگ اس کو کھاتے آرہے ہیں اگر یہ حرام ہوتا تو لوگ اسے حرام سمجھ کر نہیں کھاتے اور ساتھ ہی جھنگا مچھلی سوکھی ہوئی مچھلی کا کیا حکم ہے جب کہ تازہ جھنگا سے بھی بچنے کا حکم ہے۔

(۶) ۹۲ لکھنا ۷۸۶ کے نیچے یاد اپنے طرف کیسا ہے اور کیوں یہ عدد لکھی جاتی ہے اور کب سے لکھی جاتی ہے پوری وضاحت فرمائی جائے اور ساتھ ہی یہ بھی کہ ایک شخص اپنی دوکان پر ایک تھوڑے بہت علم رکھنے والے مولوی کی کو بلایا اور دعاء خیر کروا کے لڈو تقسیم کیا، اس کے بعد اس نے کھاتہ جناب مولوی کے حوالے کیا اور کہا کہ اس میں بسم اللہ شریف لکھ دیجئے، میری خواہش ہے کہ کھاتہ سے متعلق آج پہلی تاریخ ہے اس لیے میں آپ سے بھی رائے لینا چاہتا ہوں کہ کیا لکھا جائے۔ مولوی صاحب نے کہا کہ ٹھیک ہے بسم اللہ لکھ دیا جائے، اس پر اس نے اصرار کیا کہ نہیں اور کچھ بتائیے جو برکت ہو مولوی صاحب نے کہا کچھ لوگ جو ہم سے کئی مرتبہ لکھائے ہیں وہ اسم ذات اور اسم صفات کے چند کلمات ہیں، اس پر ان سے دکاندار نے کہا کہ یہ کیا ہوتا ہے اسم ذات اسم صفات؟ تو مولوی صاحب نے کہا کہ بہتر رہے گا کہ بسم اللہ ہی لکھ دیا جائے، یہی لکھ کر بتائیے، اس پر مولوی صاحب نے لکھ کر بتایا مگر ساتھ ہی ۹۲ کا عدد غفلت ہی میں رقم کاغذ پر ہی لکھا اور جب کھاتہ پر لکھنے لگے تو ۷۸۶ کے بعد نیچے انھوں نے ۹۲ کا عدد لکھ دیا اس پر

دوکاندار نے کافی غم و غصہ ظاہر کیا اور کہا یہ فرقہ پرستی کا لفظ آپ نے کیوں لکھ دیا، ہماری دوکان میں سب لوگ آتے ہیں دیکھیں گے تو کیا کہیں گے اور ایک ہی سانس میں کئی دفعہ کہتا رہا اس پر دوکاندار کے بھائی نے کہا کہ مولوی صاحب اس کو پھول بنا دیجئے تو کافی غصے کی حالت میں مولوی صاحب نے کہا کہ ہم نے لکھ دیا ہماری قلم میں یہ طاقت نہیں کہ محمد ﷺ کے عدد کو کاٹ دیں اور جب آپ کو ہم پر یقین نہیں تو پھر کیوں آپ نے ہمارے سامنے کھاتہ پیش کیا اور یہ آج کی بات نہیں ہے ہم کو آپ لوگ ۱۵-۱۶ سال سے جانتے ہیں کہ ہم کیسے آدمی ہیں اور آپ کے گھرانے میں کتنا عزت رکھتا ہوں اس پر دوکاندار نے کہا کہ کم از کم ہم سے پوچھا تو ہوتا آپ نے کہا کہ میں نے لکھ کر بتا دیا اپنے کھاتہ کو سمجھا دیا پھر اس میں پوچھنے کی کون سی بات رہی اس پر وہ بہت لالچنی باتیں کرنا شروع کر دیا اور شجرہ وغیرہ کی بھی بات چیت شروع کر دیا کہ آپ لوگوں کو شجرہ ملا ہے اس میں دیوبندیوں کو سلام کہنا منع ہے ان کی محفل میں بیٹھنا منع ہے ہم یہ فرقہ پرستی والی بات کو قطعی برداشت نہیں کر سکتے تو مولوی صاحب نے کہا کہ آپ نے پڑھا ہے شجرہ اس نے کہا نہیں مولوی صاحب نے کہا آپ جانتے ہیں کہ دیوبندی کہتے کس کو ہیں اس پر اس نے کہا دیوبندی دیوبند کے عالم لوگ جو ہیں ان کو ان کے پیچھے نماز پڑھنے والوں کو دیوبند کے تمام پڑھنے والوں کو یا پڑھے ہوئے کو کہتے ہیں اس پر مولوی صاحب نے کہا کہ یہ بالکل غلط آپ کو معلوم بھی نہیں ہے کہ دیوبندی کہتے کس کو ہیں آپ علم کے کورے ہیں لہذا میں نہیں کاٹ سکوں گا کسی قیمت پر یہ مجھ سے ہو نہیں سکتا کہ میں حضرت رسول اکرم ﷺ کے ۹۲ کو قلم زد کروں۔ کافی تلخ کلامی ہوئی اور ٹھنڈے دل سے مولوی صاحب نے بعد کو بتایا بھی صلح نامہ جب کفار مکہ اور مسلمانوں کے درمیان لکھا گیا تو کافروں نے اعتراض کیا کہ ہم آپ کو جب محمد رسول اللہ ﷺ مان لیتے تو آپ سے ہماری لڑائی کیسی اور صلح نامہ کیسا اس لیے آپ محمد رسول اللہ ﷺ کاٹ کر محمد ابن عبد اللہ لکھ دیجئے۔ آپ نے فرمایا اے علی محمد رسول اللہ کی جگہ محمد ابن عبد اللہ لکھ دو میں محمد رسول اللہ بھی ہوں اور محمد ابن عبد اللہ بھی ہوں اس پر حضرت علی نے فرمایا کہ یا رسول اللہ محمد رسول اللہ مجھ سے نہیں کٹ سکتا لہذا حضور نے خود اپنے دست مبارک سے محمد ابن عبد اللہ لکھا اس لیے ہمارا محمد ﷺ کے عدد کو کاٹنا گویا سنت صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف کرنے کے برابر ہے ان تمام باتوں کے سننے کے باوجود وہ کاٹنے کے متعلق باتیں کرتا ہے اور فرقہ پرستی بھی بکتا ہے۔ لہذا شریعت مطہرہ کے روشنی میں مکمل وضاحت فرمائی جائے عین کرم ہوگا حضور کے عدد مبارک کو فرقہ پرستی کہنے والوں کے لیے شریعت کا کیا حکم ہے اور مسلمانوں کو اس کے ساتھ کیا برتاؤ کرنا چاہئے۔

المستفتی، ایوب احمد دیو پاپا کھری روڈ آسام

الجواب

(۱) از سر نو دوبارہ بھی پوری نماز پڑھ سکتا ہے اور یہ افضل ہے اور صرف وہی ایک رکعت بھی پڑھ سکتا ہے مگر اس کے لیے اتنی شرطیں ہیں کہ ان کی رعایت ہر آدمی کے بس میں نہیں اس لیے بہتر یہی ہے کہ پھر سے پڑھے، ایسی صورت میں امام کے لیے یہ حکم ہے مقتدیوں میں سے کسی صالح امام کو ہاتھ پکڑ کر اپنی جگہ مقرر کرے اور خود وضو کرنے چلا جائے اور یہ شخص جو قائم مقام ہو بقیہ نماز پوری کرے۔

(۲) جو مال رشوت یا چوری سے حاصل کیا اس پر فرض ہے کہ جس جس سے لیا ان کو واپس کرے، وہ نہ رہے ہوں تو ان کے وارثوں کو دے، پتہ نہ چلے تو فقیروں کو تصدق کرے، خرید و فروخت کے کسی کام میں اس کا لگانا قطعی حرام ہے، بغیر صورت مذکورہ کے کوئی طریقہ اس کے وبال سے سبک دوشی کا نہیں ہے (فتاویٰ رضویہ) یہ فعل حرام ہونے کے باوجود اگر کسی نے اس سے کوئی چیز خریدی اس کی دو صورت ہیں وہ مال خبیث جس سے خرید از قسم روپیہ پیسہ تھا یا از قسم اشیاء جیسے برتن کپڑا یا دیگر اسباب وغیرہ ثانی الذکر کے بدلے حاصل کیا تو وہ سب اس کے لیے حرام و ناجائز ہوا اور اول الذکر کے بدلہ خریدنا ہو یعنی نقد روپیہ اسی کو دکھا کر عقد کیا اور خریدنے کے بعد اسی کو دام میں ادا نہ کیا ہو تو وہ خریدی ہوئی شے اس کے لیے جائز ہے۔ (۳) ناجائز ہے۔

(۴) حفاظت کے خیال سے حرام کاروبار حلال نہیں ہوگا وہ شخص غلط کہتا ہے۔

(۵) فتاویٰ رضویہ کی تصریحات کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر وہ مچھلی اس درجہ بد بودار ہو کہ پکتنے کے بعد بھی اس کی بد بو نہ جائے اور کھانے والے کا منہ بد بو کرنے لگے تو منع ہے ورنہ کوئی ممانعت نہیں اس کا کھانا حلال ہے۔ جھینگے کے بارے میں بھی اختلاف علماء ہے اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان نے کراہت کو ہی ترجیح دی ہے۔

(۶) ۸۶ کے نیچے ۹۲ لکھنے کا رواج ضرور ہے (اس کے افتتاح کی تاریخ بتانا مشکل ہے) مگر شرعاً کوئی حرج نہیں، جب اسلام کے بنیادی کلمے میں اللہ کے اسم مبارک کے ساتھ نبی کریم ﷺ کا نام مبارک ہے تو بسم اللہ شریف کے بعد اسم رسالت لکھنا کیوں منع ہوگا، اس کو فرقہ پرستی سے تعبیر کرنا یا اس وجہ سے ہو کہ وہ شخص خود گمراہ ہو کہ اس کو نام محمد ﷺ سے جڑ ہوتی ہے یا وہ شخص غافل ہے اور کسی نے اس کو درغلا دیا ہو۔ مولوی صاحب نے از خود نام محمد نہیں لکھا ٹھیک کیا لیکن اب معاملہ آگے نہ بڑھائیں کہ یہ ایک مبارک فعل ہے جس کا کرنا ضروری ہے نہ کرنا ضروری ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ۲۲ رجب المرجب ۱۴۱۱ھ

(۱۱۳) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

مولانا جعفر صادق ادری کی جامع مسجد میں نماز جمعہ کی امامت کے فرائض انجام دیتے ہیں اور مدرسہ حنفیہ غوثیہ بجزیبہ کے مدرس بھی ہیں کچھ روز قبل مدرسہ ضیاء العلوم ادری کے فرضی صدر مدرس بن کر جعل سازی سے دھوکہ دے کر گورنمنٹ سے چند مہینے کی تنخواہ وصول کر لی ہے جب کہ مدرسہ میں ایک دن بھی تعلیم نہیں دی ہے۔ حافظ جمال احمد کا اعتراض ہے کہ امام صاحب نے گورنمنٹ کو دھوکہ دیا ہے اور بغیر کام کے معاوضہ لیا ہے، لہذا امام صاحب امامت کے لائق نہیں، جمال احمد کے اعتراض پر مولانا جعفر صادق نے مصلیوں کے سامنے امامت سے زبانی استعفاء پیش کیا۔ مصلیوں نے نائب امام مولانا مصلح الدین صاحب کو امامت کے لیے کہا امام ممبر پر بیٹھ گئے اذان ثانی بھی ہوئی لیکن مولانا جعفر صادق کے چند متعلقین نے بزور طاقت مولانا جعفر کو ممبر پر بیٹھایا جس کی وجہ سے نائب امام ممبر سے مجبوراً اتر گئے اب مولانا جعفر کے امامت کرنے کی وجہ سے ایک تہائی مصلی مسجد سے نکل گئے اور باقی لوگوں نے نماز کا اعادہ کیا، اب یہ امور دریافت طلب ہیں:

- (۱) مولانا جعفر صادق امامت کے لائق ہیں یا نہیں؟ نہیں تو شرعاً کیا حکم ہے؟
- (۲) نائباً حافظ جمال احمد صاحب کا اعتراض درست ہے یا نہیں؟ نہیں تو شرعاً کیا حکم ہے؟
- (۳) ثالثاً نائب امام کو ممبر سے اتارنا درست ہے کہ نہیں، نہیں تو اتارنے والوں پر کیا حکم عائد ہوتا ہے؟

استفتی، ارکان انجمن تحفظ ملت رضا لائبریری ادری مؤ

الجواب

صورت مسئلہ میں بر تقدیر صدق مستفتی، امام صاحب پر جو الزام قائم کیا گیا ہے ضرور گناہ کبیرہ ہے اور اس کا مرتکب فاسق ہے، اور اس صورت میں جب کہ اس کا اعلان عام ہو چکا ہے مناسب تو یہ تھا کہ امام صاحب بالاعلان اپنے گناہ سے توبہ کر لیتے۔ اور جس سے وہ رقم ناجائز طور پر حاصل کی ہے اس کو واپس کر دیتے اور یہ ممکن نہ ہو تو مسلمان غرباء و مساکین پر اسے صرف کرتے یا اس طور کہ ان کو اس کا مالک بنادیتے اور اس عمل کے بعد تمام مسلمان ان کی اقتداء میں نماز پڑھتے۔

حدیث شریف میں ہے "التائب من الذنب کمن لا ذنب له"

مگر صورت مسئلہ میں جب کہ امام صاحب کو بغیر توبہ کے ہی امامت پر اصرار ہے تو ان کی امامت مکروہ تحریمی اور ان کو امام بنانا گناہ ہے۔

شامی میں ہے "ومشی فی شرح العینۃ علی ان کراہۃ تقدیمہ کراہۃ تحریم"

یہ حکم تو امام صاحب اور ان کے حامیوں کے لیے ہے۔ دوسرے لوگ جو ان کو امامت سے الگ کرنے کی طاقت نہ رکھیں وہ سب وقتہ بھی امام صاحب کے پیچھے نہ پڑھیں، جمعہ کی نماز اگر دوسری جگہ اسی آبادی میں ہوتی ہو اور امام صالح ہو تو وہاں جا کر پڑھیں، اور اگر ایسا نہ ہو تو بدرجہ مجبوری اسی امام کے پیچھے پڑھیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۱۱۵) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

ہم سنی صحیح العقیدہ ہیں ہمارے محلہ میں سنیوں کی ایک مسجد ہے جس میں تقریباً پینتیس سال سے ایک شخص مسکنی حافظ شہاب الدین احمد نماز پنجگانہ و جمعہ کی امامت کر رہے ہیں، حافظ شہاب الدین احمد صاحب سنی صحیح العقیدہ مسلک اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے پابند ہیں اور کسی طرح کی کوئی شرعی خرابی ان میں نہیں ہے، مگر پیدائشی بائیں پیر سے ایسے لنگڑے ہیں کہ جوتا بھی پہنتے ہیں سائیکل بھی چلاتے ہیں بغیر کسی سواری کے چلتے پھرتے بھی ہیں، ہر نماز آسانی کے ساتھ کھڑے ہو کر پڑھتے ہیں اور پڑھاتے ہیں نماز کے ضروری مسائل سے اچھی طرح باخبر ہیں قرآن شریف کی تلاوت بھی صحیح و صحت سے کرتے ہیں اس مسجد میں اپنی امامت کی لمبی مدت میں مسجد کی تعمیر اور اس کی آبادی اور مسجد کو دیوبندیوں تبلیغیوں اور وہابیوں کی دخل اندازی سے بچانے میں لائق تحسین خدمت انجام دی ہے، پیر میں معمولی سی خرابی کے علاوہ ان کی ایک آنکھ بھی بیکار ہے مگر ایک آنکھ سے بخوبی سب کام انجام دیتے ہیں، یہ ناقابل انکار حقیقت ہے کہ اگر حافظ صاحب موصوف مسلسل پینتیس سال سے اس مسجد کی دیکھ بھال نہ کرتے ہوتے اور امامت کے فریضہ کو پابندی کے ساتھ انجام نہ دیتے رہتے تو تبلیغیوں کے زور سے اب تک یہ مسجد محفوظ نہ رہتی، یہ بھی واضح رہے کہ حافظ صاحب موصوف تقریباً تیس سال سے نماز جمعہ کے بعد پابندی کے ساتھ بصورت قیام سب مقتدیوں کے ساتھ بارگاہ رسول اکرم ﷺ میں تدارانہ صلوٰۃ و سلام پیش کرتے ہیں، یہ بھی واضح رہے کہ اس مسجد کے مقتدیوں میں کوئی ایک شخص بھی ایسا نہیں ہے جو فریضہ امامت صحیح طور سے انجام دے سکے، یہ بھی واضح رہے کہ جب سے حافظ صاحب موصوف اس مسجد میں امامت کر رہے ہیں ایسا بارہا اتفاق ہوا کہ سیوان و مضافات سیوان کے متعدد سنی علمائے کرام نے حافظ موصوف کے پیر اور ایک آنکھ مذکورہ بالا خرابی کو جانتے ہوئے حافظ صاحب موصوف کی اقتداء میں اسی مسجد میں فرض نماز پڑھی اور حافظ صاحب موصوف نے ان سے اصرار بھی کیا کہ آپ نماز پڑھائیے مگر انھوں نے نماز نہیں پڑھائی اور حافظ موصوف کے پیچھے نماز پڑھی۔

ان حقائق و حالات کی روشنی میں دریافت طلب یہ امر ہے کہ حافظ موصوف کی امامت از روئے

شریعت جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر خدا نخواستہ ان کی اقتدا میں عام مسلمان کی نماز جائز نہیں ہے تو ۳۰-۳۵ سال کی لمبی مدت میں جتنے مسلمانوں نے جتنی نمازیں ان کی اقتدا میں پڑھیں ان میں سے اس وقت کبھی زعمہ نہیں ہیں کچھ انتقال بھی کر چکے ہیں ان کی نمازوں کا کیا حال ہے۔

اور اگر حافظ صاحب موصوف کی امامت از روئے شریعت جائز و درست ہے تو جو لوگ ان کی امامت کو ناجائز کہتے ہیں ان کے بارے میں شریعت کا حکم کیا ہے۔ بیواؤ تو جروا
المستفتی، نسیم احمد تکیہ مرچائی شاہ تیل ہرہ روڈ سیوان ڈاکھانہ ضلع سیوان

الجواب

صورت مسئلہ میں حافظ صاحب موصوف کی امامت جائز ہے اس میں شرعاً کوئی قباحت نہیں۔
عالمگیری میں ہے: "ولو كان بقدم الامام اعوجاج وقام على بعضها يحوز" (۱/۱۰۸)
بالخصوص جب کہ وہی مقررہ امام اور جماعت میں سب سے افضل ہیں یونہی ایک آنکھ سے معذور ہونا بھی عذر نہیں ہے جب کہ دوسری آنکھ سے کل کام ہوتا ہے، حضور ﷺ نے ایک نابینا صحابی حضرت عبد اللہ بن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مسجد نبوی میں امامت کے لیے مقرر فرمایا جب کہ آپ کسی سفر کے لیے کہیں باہر گئے تھے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم
عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی

(۱۱۶) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ
ایک حافظ قرآن صاحب رمضان المبارک میں ایک مسجد میں پنجوقتہ نماز تراویح پڑھاتے ہیں اور بعد نماز مصلے کا ایک گوشہ سوڑ دیتے ہیں اور اعتراض کے باوجود ایسا کرتے رہتے ہیں اور جب متولی نے کہا تو موڑنا چھوڑ دیا اور یہ حکمت بیان کی کہ میں اس لیے موڑ دیتا ہوں تاکہ شیطان نماز نہ پڑھے ایسی صورت میں ان کی اقتدا میں نماز ہوئی یا نہیں مدلل تحریر فرمائیں۔

المستفتی، محمد انعام اللہ پٹیل تھرا روڈ بلایا (پوٹی)

الجواب

مصلے کا کوئی موڑنا نہ گناہ ہے اور نہ ناجائز۔
فتاویٰ رضویہ میں ہے: ابن ابی الدنیا نے حدیث روایت کی: جہاں کوئی پچھوتا بچھا ہو جس پر کوئی سونانہ ہو اس پر شیطان سوتا ہے۔

اس حدیث سے اس کی اصل نکل سکتی ہے اور پورا لپیٹ دینا چاہئے۔

(فتاویٰ رضویہ جلد سوم صفحہ ۹۶)

ہاں خاص یہ بات کہ شیطان اس پر نماز پڑھنے لگتا ہے، روایتوں سے ثابت نہیں، بہار شریعت میں ہے نماز پڑھنے کے بعد مصلیٰ لپیٹ کر رکھ دیتے ہیں یہ اچھی بات ہے کہ اس میں زیادہ احتیاط ہے مگر بعض لوگ جائے نماز کا صرف کونہ الٹ دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ایسا نہ کرنے سے اس پر شیطان نماز پڑھنے لگے گا یہ بے اصل ہے۔ (بہار شریعت حصہ شانزدہم صفحہ ۱۰۴)

دیکھئے مکمل لپیٹ دینے کو دونوں کتابوں میں افضل اور بہتر لکھا ہے، تو نہ لپیٹنا بھی ناجائز و حرام نہ ہوا چہ جائیکہ کونہ لپیٹنا ایسے امام میں کوئی اور بات منافی امامت نہیں تو صرف اتنی بات پر اس کی امامت میں کوئی حرج نہیں، ہاں اس کو بتا دیا جائے کہ مصلے پر شیطان کے نماز پڑھنے کی بات تم نے غلط کہی۔ واللہ تعالیٰ اعلم
عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ۲۳ ربیع الثانی ۱۴۱۲ھ

(۱۱۷-۱۱۸) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسائل میں کہ

- (۱) امامت کی نیت کیسی ہوگی مقتدی کیلئے؟
- (۲) جھوٹا مسئلہ بیان کرنے کی سزا کیا ہے؟
- (۳) نمازی کو مسجد سے اور نماز جماعت سے روکنا جھوٹے مسئلہ کی آڑ میں کیا ہے؟
- (۴) عداوت میں اغلام بازی کی تہمت لگوانا کیا ہے؟
- (۵) جھوٹ بدل کر دوسرے کو ہٹ دھرمی سے جھٹلا کر فتنہ برپا کرنے اور کرانے کی عداوت لینا کیا ہے؟

(۶) ایسے امام کے پیچھے جو نمازیں پڑھی گئیں یا پڑھی جائیگی ان کے بارے میں کیا حکم ہے۔
(۷) ایسے عالم کو مان بہن کی گالی دینے سے کیا کفر ثابت ہوتا ہے۔ ان تمام سوالات کے جوابات نمبر وار عنایت فرما کر ہم پر عین کرم فرما کر مہربانی کریں۔

المستفتی، عبدالمصطفیٰ رضوی عرف استطار حسین، پرائمری اسکول کوٹ دوار روڈ کھاری رام نگر نئی تال

الجواب

مقتدی کی نماز کی صحت کے لیے امام کا اس کی امامت کی نیت کرنا ضروری نہیں، بہار شریعت میں ہے اگر امام نے یہ قصد کیا کہ میں فلاں کا امام نہیں اور اس نے اس کی اقتدا کی نماز ہوگئی۔

(عالمگیری جلد اول صفحہ ۶۶)

بر تقدیر صدق مستفتی ایسا شخص جو علی الاعلان یہ جرائم کرے اس کی امامت مکروہ تحریمی اس کے پیچھے پڑھی ہوئی نمازیں دہرائیں اور بشرط استطاعت اسے امامت سے الگ کریں۔

شامی میں ہے: "ومشئ فی شرح المتیة علی ان کراهة تقدیمہ کراهة تحریم"
ہاں وہ اپنے ان جرائم سے توبہ کرے تو اس کی امامت میں کوئی حرج نہیں۔

حدیث شریف میں ہے: "الناقب من الذنب کمن لا ذنب له"

کسی دنیوی معاملہ میں عالم یا غیر عالم کو ماں کی گالی دینا قابل تعزیر ظلم ہے اور تعزیر اور سزا دینا حاکم اسلام کا منصب ہے ہاں علم کی وجہ سے گالی دے تو اس کو علماء نے کفر لکھا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم
عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ۲۰ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۲ھ

(۱۲۳) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ

مسجد بی ابن آر کے پیش امام حافظ محمد اسراقل اور پورک لین کے رئیس احمد (جس کا کوثر پورک لین میں ہے جس کے بیوی بچے بھی کوثر میں موجود ہیں) میں ناجائز تعلق ہو گیا ہے۔ ایسا کہ سالہا سال سے رئیس احمد رات میں بیوی بچوں کو چھوڑ کر مسجد میں امام صاحب کے کمرہ میں انہیں کی بغل میں سوتا ہے اور بیوی کی طرح ان کی مالش خدمت کرتا ہے۔

لاکھ سمجھاؤ کہ تمہارے رہنے کا ٹھکانا موجود ہے پھر تم کیوں ہر دم امام کے ساتھ لگے رہتے ہو۔ لوگوں میں یہ گمانی پھیلی لیکن دونوں میں کوئی اپنی حرکت سے باز نہیں آیا جس کے نتیجے میں رئیس پر چالیس ہزار روپے قرض ہو گئے جس کو وطن کا کھیت بیچ کر ادا کیا اور اس کے بعد بھی چالیس ہزار روپیہ قرض ہو گیا ہے۔

حالانکہ رئیس گودی میں کام کرتا ہے جس میں کافی منافع ہے۔ سمجھاؤ تو کہتا ہے ہم کو امام صاحب سے محبت ہو گئی ہے۔ ایسی حالت میں امام صاحب کی امامت جائز ہے یا نہیں؟

امستفتی نصر الدین سکریری مسجد

الجواب

سوال میں جتنی باتیں مذکور ہیں سب قیاس اور اندازہ سے ہیں شریعت میں ایسی باتوں پر حکم نہیں لگتا۔ اس کے لیے شرعی گواہوں کی ضرورت ہے جنہوں نے ان دونوں کو غلط حالت میں دیکھا ہو۔

صرف ایک بات قابل لحاظ ہے۔ رئیس کا امام صاحب کے ساتھ ان کے کوثر میں سونا اور رہنا۔

حدیث شریف میں ہے: "اتقوا مواضع التهم" (اتحاف السادة المتقين: ۷/۲۸۳)

تہمت کی جگہوں سے بچو۔

امام صاحب کو چاہئے کہ رئیس کو علیحدہ کر دیں۔ اگر وہ نہیں مانتے تو مسجد کمیٹی کے ذمہ دار امام

صاحب کو مجبور کریں کہ وہ رئیس سے علیحدگی اختیار کریں تاکہ چہ میگوئیاں ختم ہوں اس پر بھی وہ نہ مانیں تو ان کو یعنی امام صاحب کو ہی امامت سے الگ کر دیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ۲۳ محرم الحرام ۱۴۱۱ھ

(۱۲۵-۱۲۹) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ

(۱) حافظ عثمان صاحب ایک رمضان سے ۲۸ رمضان تک تراویح پڑھاتے رہے جماعت نے حافظ صاحب کو عید کی نماز پڑھانے کے لیے روک لیا تو مولانا اطہر صاحب نے چار آدمیوں کو بھیجا کہ حافظ عثمان عید کی نماز نہیں پڑھا سکتے وہ مسافر ہیں مقامی امام ہونا چاہئے۔

(۲) تاج محمد نے اپنی بیوی کو طلاق دیا اس معاملہ کو مفتی محمد نعمان صاحب کے سامنے پیش کیا گیا، انہوں نے طلاق مغلطہ کا حکم دیا یہ قاضیانہ فیصلہ تھا، لیکن مولانا اطہر نے بغیر حلالہ کے نکاح پڑھا دیا پھر مفتی عبد الحلیم صاحب ناگپوری مفتی نعمان صاحب وغیرہ کو راگھو گڑھ بلایا گیا، مفتی عبد الحلیم صاحب نے مفتی نعمان صاحب کے فیصلہ کو حق بتایا لیکن مولانا اطہر صاحب نے اس دونوں حضرات کو رد کیا اور تاج محمد سے تعلقات رکھے رہا ایسے شخص کے لیے شریعت کا کیا حکم ہے۔

(۳) محمد عثمان کے اوپر جھوٹی حرام کاری کا الزام لگا کر ان کی توبہ کی گئی، اس مسئلہ کو لے کر مولانا اطہر صاحب نے جماعت چھوڑی اور مولانا اقبال کے پیچھے نماز پڑھنے سے اعتراض کیا اور اسی مسئلہ کو لے کر محمد منصور نے عبدالعزیز سے کہا کہ آپ تو محمد عثمان کا ساتھ دیتے ہیں جب کہ وہ حرام کاری کرتا ہے تو عبدالعزیز صاحب نے جواب دیا کہ آپ علم میں مجھ سے زیادہ ہیں آپ چلیں میں بہار شریعت دیتا ہوں اس کو دیکھ لیجئے اور جہاں ہم لوگ غلطی پر ہوں سمجھا دیجئے گا تو محمد منصور نے جواب دیا کہ مجھے ابھی کتاب دیکھنے کا وقت نہیں اور اسی مسئلہ کو لے کر وہ نماز پڑھنے سے انکار کیا اور جماعت میں انتشار پیدا کیا اس طرح سے بے بنیاد مسئلہ کو لے کر جماعت چھوڑنا کیسا ہے اور ایسے شخص کے لیے شریعت کا کیا حکم ہے؟ انہیں مسئلوں کو لے کر عبدالعزیز صاحب نے مولانا اطہر کو کہا کہ وہ عالم نہیں شیطان ہے تو عبدالعزیز صاحب کے اوپر شریعت کا کیا حکم ہے؟

(۴) محمد رفیق (بلوا) نے اپنی بیوی کو طلاق دیا اور تمام لوگوں کے سامنے یہ کہا کہ میری بیوی میرے والد سے تعلقات رکھتی ہے اس عورت نے باہر جا کر حلالہ کر لیا پھر آ کر اپنے اسی گھر میں رہنے لگی اور شوہر اول باہر جا کر کام کرنے لگا چھ ماہ کے بعد آیا اس کے بعد مولانا اقبال (شہر قاضی) کے پاس گیا کہ میرا نکاح پڑھا دو جواب ملا کہ تم نے اپنے والد کے اوپر زنا کا الزام لگایا ہے اس لیے جب تک کسی مفتی کا

فتویٰ یا اس کا فیصلہ نہیں آجاتا میں نکاح نہیں پڑھا سکتا کچھ دن رک جاؤ اسی طرح سے دو اور واقعات میں شہر قاضی نے انکار کیا لیکن مولانا اطہر نے ان کا نکاح پڑھا دیا اور پانچ ماہ میں بچہ پیدا ہو گیا، تو یہ غلط کس کا قرار دیا جائے اور قاضی کے لیے شریعت کا کیا حکم ہے۔

(۵) محمد فہیم (ماسٹر) کی شادی ہوئی ہاتھوں میں کنگن باندھے ہوئے مفتی عبدالعزیز صاحب نے کہا کہ کنگن توڑ دو عبدالحمید صاحب نے جواب دیا کہ باندھے ہوئے شریعت ہر جگہ نہیں مانی جاتی۔
المستفتی عبدالعزیز راگھوگر

الجواب

(۱) اگر وہاں پہلے سے کوئی امام نماز عید کے لیے مقرر تھا تو صحیح یہی ہے کہ اس کی اجازت کے بغیر تراویح پڑھانے والے کی عید کی امامت جائز نہیں ہوگی۔

فتاویٰ رضویہ جلد سوم ص ۸۲۷ پر ہے:

نماز عید مثل نماز جمعہ ہے نماز عید کی طرح نہیں، جس میں ہر شخص صالح امامت امامت کر سکتا ہے عیدین اور جمعہ کے لیے شرط ہے کہ امام خود سلطان اسلام ہو یا اس کا نائب ہو یا اس کا ماذون ہو اور نہ ہو تو ضرورت جسے عام مسلمانوں نے امامت جمعہ وعیدین کے لیے مقرر کیا ہو ظاہر ہے کہ ایک مسجد میں ایک نماز کے لیے دو امام نہیں ہوتے تو جو ان میں امام مقررہ نہیں ہے، اس کی اور اس کے پیچھے والوں کی نماز نہیں ہوگی تو صورت مسئلہ میں عید کے لیے مقرر امام کے علاوہ کوئی شخص نماز پڑھائے تو نماز نہ ہوگی تو مولوی صاحب کا بیان کیا ہوا مسئلہ فی الجملہ صحیح ہے۔

(۲) اس مسئلہ میں بھی ہندوستان کے مرکزی دارالعلوم اہل سنت الجامعۃ الاشرفیہ کے مفتی صاحب کا فتویٰ یہی ہے کہ صورت مسئلہ میں تاج محمد کی عورت پر طلاق واقع نہ ہوئی، مولوی نعمان صاحب کے فتویٰ کی نقل جو ہمارے پاس آئی ہے اس میں طلاق مغلطہ کا حکم نہیں ہے، انہوں نے اگر مگر کر کے لکھا ہے کہ پھر اگر تاج محمد نے تین طلاق دی ہے تو طلاق مغلطہ واقع ہوگی، اس عبارت کا مطلب صاف یہ ہے کہ مفتی نعمان صاحب کے نزدیک تاج محمد کا تین طلاق دینا ثابت نہیں۔

الغرض ان دونوں مسئلوں میں مولوی اطہر صاحب کے خلاف مسمیٰ عبدالعزیز کا التزام غلط ہے، بقیہ مسائل کی تحقیق نہ ہو سکی کیونکہ عبدالعزیز کا بیان ہے کہ مفتی عبدالحمید صاحب نے مولوی نعمان کے مسئلہ کو صحیح بتایا ہے اور مولوی اطہر کا بیان ہے کہ دونوں مسئلہ کا فیصلہ (تاج محمد و محمد شعبان) کرانے کے لیے عبدالعزیز صاحب اور ان کے ساتھیوں نے مفتی عبدالحمید صاحب کو بلوایا تھا تو انہوں نے دونوں مسئلوں کو

ختم کر دیا اور مفتی نعمان نے اپنے فتویٰ سے رجوع کر لیا۔

ایسی صورت میں عبدالعزیز کا مولوی اطہر کو شیطان کہنا وہ بھی کسی ذاتی رنج کی بنیاد بنا کر نہیں دینی علم اور مسئلہ شرعی کو بنیاد بنا کر ضرور عالم دین کی توہین ہوئی، اور اس صورت میں مسمیٰ عبدالعزیز کو نہ صرف یہ کہ مولوی اطہر سے معافی مانگنی چاہئے بلکہ توبہ استغفار اور تجدید اسلام اور تجدید نکاح بھی کرنا چاہئے بالقرض اطہر صاحب نے کم علمی کی وجہ سے مسئلہ کو غلط ہی بتایا تھا تو ایک عالم دین کی ایسی توہین و تذلیل نہیں چاہئے۔

اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں صاحب فتاویٰ رضویہ حوالہ مذکورہ بالا میں لکھتے ہیں:
مسئلہ شرعیہ کی بنا پر بات ہے مگر عوام کو سنی عالم مفتی پر کسی لغزش کے سبب ملامت کی اجازت نہیں ہو سکتی۔

فتاویٰ رضویہ ششم ص ۱۸۲ میں ہے:

توہین عالم دین بوجہ علم دین بلاشبہ کفر ہے۔ ورنہ ناشد کبیرہ ہونے میں شبہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم
عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مو ۲۶ محرم الحرام ۱۳۱۷ھ

(۱۳۰) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ
زید ایک مسجد کا امام ہے۔ اس کی بیوی برقعہ پوش ہو کر ایسے انگریزی اس کول میں برائے تعلیم و تعلم جاتی ہے جہاں صرف لڑکیاں ہی پڑھتی ہیں۔ کیا مذکورہ امام کی امامت صحیح ہے۔

الجواب

صورت مسئلہ میں زید کی امامت صحیح ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ

الجواب صحیح عبدالعزیز عفی عنہ الجواب صحیح: عبدالرؤف مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور

(۱۳۱) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ
ناہینا امام کے پیچھے نماز درست ہے کہ نہیں؟ جب کہ حافظ قرآن بھی ہے۔ کچھ لوگوں کا اختلاف ہے کہ ناہینا کے پیچھے نماز درست نہیں ہوگی۔ لہذا عرض خدمت ہے کہ از روئے شرع بحوالہ جواب مرحمت فرما کر ممنون و مشکور فرمائیں۔
المستفتی: وکیل احمد خاں موضع فتح پور محمد آباد غازی پور

الجواب

اندھے کی امامت میں خفیف کراہت ہے۔ وہ بھی اس وقت جب کہ جماعت میں اس سے زیادہ

افضل لوگ موجود ہوں اور اگر پوری جماعت میں ورع و تقویٰ وغیرہ میں وہی افضل ہو تو اس کی امامت میں کوئی کراہت نہیں۔ در مختار میں ہے: "و یکرہ تنزیہا امامۃ اعمی الا ان یکون اعلم القوم"

در مختار: ۲/۲۵۵) واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ ۳ ربیع الثانی ۱۴۸ھ
الجواب صحیح: عبد الرؤف مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور الجواب صحیح: عبد العزیز عفی عنہ

(۱۳۲-۱۳۳) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

(۱) حافظ قرآن شریف مدرس نظام الدین اولیا کے پڑھے ہوئے ہیں صرف قرآن شریف۔ اور کہتے ہیں میرا خیال خفی ہے۔ ان کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔

(۲) چار سال کی عمر میں ایک آنکھ چپک سے بالکل خراب ہے دوسری میں بارہ آنے روشنی ہے۔ دیکھ کر معمولی اردو وغیرہ پڑھ لیتے ہیں۔ آیا ایسی صورت میں ان کے پیچھے نماز پڑھی جاسکتی ہے یا نہیں؟ لوگوں کو شکایت ہے کہ وہاں اس کو ل نہیں انہوں نے مسجد ہی میں پڑھائی کی ہے۔ منشی سید محمد صدر اعظم

الجواب

دلوں کا حال اللہ جانتا ہے۔ احکام شریعت ظاہر پر ہیں۔ سوال میں جس شخص کا ذکر کیا گیا ہے ایسی صورت میں وہ امام بنایا جاسکتا ہے۔ لیکن ایسے لوگوں سے احتیاط ہو سکے تو بہتر ہے کیونکہ دیکھا گیا ہے کہ شروع شروع بالکل سنی بنے رہتے ہیں، لیکن جب اپنے کو مضبوط کر لیتے ہیں تو اپنے دل کی چھپی ہوئی گندگی ظاہر کر دیتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ ۲۲ شعبان ۱۴۳ھ

الجواب صحیح: عبد الرؤف غفرلہ مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ

(۱۳۴) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

موضع میں چند سال سے ایک مولوی صاحب مسجد اور مدرسہ کا کام انجام دیتے ہیں اور خوب اچھی طرح کام انجام دیتے تھے۔ مگر ہم لوگوں کی بد قسمتی ہے چار پانچ ماہ سے یہاں کے مسلمانوں میں پارٹی بندی ہو گئی اور مخالف پارٹی کے لوگوں نے ایک نئے امام صاحب کو لا کر زبردستی مسجد میں بنا دیا ہے۔ جو اس کے قبل جوٹ میل میں کام کرتے تھے اور ضعیف ہیں۔ اور اس کے علاوہ ان کی ایک آنکھ کسی بیماری سے خراب ہو گئی ہے۔ ایک آنکھ سلامت ہے الفاظ بھی امام سابق کے جیسے نہیں ہیں۔ دو امام ہونے کی وجہ سے یہاں پر کئی دفعہ فساد ہونے سے بچ گیا اور ابھی پختارہا ہے جب تک کے لیے ہم لوگوں نے یہ انتظام کیا ہے

کہ ایک امام جمعہ کی نماز پڑھادیں۔ اور دوسرے امام دوسرے جمعہ کو پڑھادیں۔

خاص کر عید کے موقع پر فساد ہو جانے کا امکان تھا تو ہم لوگوں نے ایک تیسرے شخص کو چن کر امام بنایا مگر اس طرح کب تک چلے گا۔ آپ مہربانی کر کے شریعت مطہرہ کی روشنی میں جواب تحریر فرمائیں کہ امامت کا حق دار کون امام ہے اور ایک مسجد میں دو اماموں کا رہنا جائز ہے یا نہیں؟ اور ایک آنکھ والے کے پیچھے نماز جائز ہے کہ نہیں، عقیدہ میں کوئی فرق نہیں ہے سب سنی مسلمان ہیں۔ آپ برائے مہربانی جواب دے کر شکر یہ کا موقع عنایت فرمائیں۔ فقط والسلام آپ کا عبد العزیز بستوی مدرسہ و مسجد بہروی چمپہرہ

الجواب

اگر امام سابق شرط امامت کا جامع ہو تو امامت کا حق دار وہی ہے۔ دوسرے کو امامت کا حق نہیں ہو پختا۔

در مختار میں ہے: "امام المسجد الراتب اولیٰ بالامامۃ من غیرہ"

(در مختار: ۲/۲۵۴)

اور اس کو خواہ خواہ الگ بھی نہیں کیا جاسکتا۔ شامی میں ہے:

"لا یصح عزل صاحب وظیفۃ بلا جنحة او عدم اہلیۃ" (کتاب الوقف: ۶/۴۵۴)

واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ ۷ ربیع الثانی ۱۴۳ھ

الجواب صحیح: عبد العزیز عفی عنہ الجواب صحیح: عبد الرؤف غفرلہ

(۱۳۵) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

محمد سکندر حافظ قرآن عمر ۲۲ سال ہے غیر شادی شدہ صوم و صلوٰۃ کا پابند ہے۔ اب تک کسی نے اسے غیر شرعی فعل کرتے نہ دیکھا ہے اور نہ سنا ہے۔ قرآن کریم بالکل صحیح پڑھتا ہے جس کی تصدیق کئی حافظ کر چکے ہیں۔ گزشتہ کئی سال سے تراویح سنا تا آرہا ہے لیکن چند لوگ اس کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے ہیں، صرف اس لیے کہ وہ حجام ہے، یہ صحیح ہے کہ ذات حجام سے ہے لیکن بذات خود اس پیشہ سے متعلق نہیں۔ بلکہ اس نے حجامت بنانا سیکھا ہی نہیں ہاں ان کے والد ضرور پیشہ اختیار کئے ہوئے ہیں اور صرف لوگوں کے بال تراشتے ہیں۔ کیا مندرجہ بالا صورت حال میں محمد سکندر کی امامت جائز ہے یا نہیں؟ برائے کرم فتویٰ صادر فرمائیں۔ فقط محمد انور حجام معرفت عبد اللطیف فی اسئال لوگوں کا لونی مشرقی پاکستان

الجواب

صورت مسئلہ میں محمد سکندر کے پیچھے نماز جائز ہونے میں کوئی شبہ نہیں، اگر مقتدیوں میں اور کوئی اس سے زیادہ صحیح خواں، مسائل سے واقف اور متقی نہیں ہے تب تو اسی کی امامت افضل ہے۔

اختیار میں ہے: "ان كان الاعرابی افضل من الحضری و العبد من الحر و ولد الزنا من ولد الرشداً فالحكم بالصد"

اگر محمد سکندر کے علاوہ کوئی اور شخص بھی مذکورہ بالا صفات کا حامل ہے اور محمد سکندر کی وجہ سے جماعت میں کمی واقع ہوتی ہے تو بہتر ہے کہ اس دوسرے شخص کو امام بنائیں۔ محمد سکندر کے پیچھے نماز بلاشبہ جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ
الجواب صحیح: عبدالرؤف غفرلہ مدرس اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ

(۱۳۶) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

زید کو مسجد میں امامت کرنے کے لیے امام بنانے کا لوگوں کا خیال ہے ساتھ ہی زید کے گلے میں بہت بڑا گھمبیکا ہے۔ اور روزانہ عصر و مغرب کی نمازیں قضا ہوتی ہیں کیونکہ زید کا پیشہ تجارت ہے۔ اس لیے باہر چلے جاتے ہیں اور شام کے وقت حاضر مسجد ہوتے ہیں۔ اور زید موجودہ حال میں امامت کرتے ہیں۔ ازراہ کرم لوگوں کو اس بات سے مطلع کیا جائے کہ ہم مقتدیوں کی نماز ایسے امام کے پیچھے ہوگی یا نہیں؟ العارض: حاجی رحیم بخش مقام مہراج گنج بازار پوسٹ آفس جوت پارہ ضلع بہرائچ شریف

الجواب

گھمبیکا کے ہوتے ہوئے امامت میں کوئی حرج نہیں۔ لیکن نمازیں قضا کرنا ضرور اثر انداز ہوگا۔ نماز قصد ترک کرنا فقہ ہے۔ درمختار میں ہے:

"و تارکھا عمداً مجانۃ فاسق یحبس حتی یصلیٰ" اور فاسق کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔ "ومشی فی شرح العنبة علی ان کراهة تقلیدہ کراهة تحریم" ہاں اگر نماز ترک سے توبہ کر لے تو اسے امام بنایا جاسکتا ہے جب کہ کوئی اور خرابی نہ ہو جس سے امامت میں خلل پڑے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ ۵ شعبان ۱۳۸۲ھ
الجواب صحیح: عبدالرؤف غفرلہ مدرس اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ الجواب صحیح: عبدالعزیز عفی عنہ

(۱۳۷-۱۳۹) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

(۱) زید کا کہنا ہے کہ لقمہ مقتدی کا امام کو فرض نماز میں درست نہیں سنت نماز جیسے تراویح میں درست ہے۔

(۲) ہمارے یہاں فرض نماز جماعت سے بعد پیش امام صاحب دعاء بلند آواز سے مانگتے ہیں اور مقتدی آمین کہتے ہیں، زید کا کہنا ہے کہ دعاء سری طریقہ پر مانگی جائے۔

(۳) ہم اپنی دعاؤں کو اللہ تعالیٰ سے قبولیت کے خیال سے حضور ﷺ کے وسیلہ سے طلب کرتے ہیں ایسا کرنا کیسا ہے۔ جواب کا طالب ہوں۔

خاکسار ضمیر الحسن خاں موضع مروٹیا ڈاکخانہ روضہ درگاہ ضلع گورکھپور ۶ ستمبر ۱۹۸۶ء

الجواب

(۱) اپنی نماز کی اصلاح کے لیے امام کو لقمہ دینا بعض صورتوں میں واجب ہے اور بعض صورتوں میں جائز اور امام کو لقمہ دینے کے لیے کسی نماز کی کوئی خصوصیت نہیں فرض ہو یا واجب سنت ہو یا افضل۔ ہر جماعت میں لقمہ دیا جاسکتا ہے جس نے یہ کہا کہ صرف تراویح میں لقمہ دیا جاسکتا ہے مسئلہ غلط بتایا۔

حدیث شریف میں ہے: "من السنة ان تفتح علی الامام"

دوسری حدیث شریف میں ہے: "امرنا النبی ﷺ ان نرد علی الامام"

(سنن ابی داؤد: ۱/۲۶۳)

ان حدیثوں میں فرض یا واجب یا تراویح کی تخصیص نہیں ہے اس لیے ہر باجماعت نماز میں مقتدی امام کی غلطی پر لقمہ دے سکتا ہے۔

(۲) حنفیوں کے نزدیک پشت آواز میں دعاء مانگنا افضل ہے لیکن بلند آواز کے ساتھ دعاء مانگنا بھی رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے۔ اس میں کوئی شرعی ممانعت نہیں۔

(۳) اللہ کے نیک بندوں کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنا جائز ہے رسول اللہ ﷺ نے ایک نابینا کو یہ دعاء بتائی جس میں:

"اللهم انی اتوجه الیک بنبیك محمداً"

اے اللہ میں تیری طرف تیرے رسول کے وسیلہ سے متوجہ ہوتا ہوں۔

شامی میں ہے: "وقد عد من الآداب الدعاء التوسل"

وسیلہ کو دعا کے آداب میں شمار کیا گیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ

(۱۳۰-۱۳۱) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسائل میں کہ
(۱) رتسرا جامع مسجد میں امام صاحب آئے اور نماز پڑھانے لگے تو نماز کے ارکان صحیح ادا نہیں کرتے تھے، یعنی سجدے میں پیر کی انگلیاں پیچھے کی جانب موڑ دیتے تھے، جس کی وجہ سے انگلیوں کے پیٹ کے بجائے پشت لگتی تھی، امام صاحب سے کہنے کے باوجود ویسے ہی کرتے رہے۔

(۲) امام صاحب بلا وجہ بات بات میں جھوٹ بولتے ہیں، مثلاً ان کی چادر پر شیر کی تصویر تھی کسی نے کہا اس کو اوڑھ کر نماز کرو تو تحریمی ہوگی تو امام صاحب نے کہا کہ اس کو بہت دھوتا ہوں لیکن جھوٹ نہیں رہا ہے اور آپ جانتے ہیں یہ چادر شیر شاہ سوری کے زمانے کی ہے اس کو دلی سے منگوا یا ہوں یا دلی سے آئی ہے، امام صاحب کی چپل گم ہو گئی تو کہنے لگے کہ جاپانی تھا اس کو ابھی دس برس پہلے اس پر منع بھی کیا گیا مؤذن نے کہا کہ مذاق میں بھی جھوٹ بولنا جھوٹ ہے ایسا نہ کہا کریں اس کے باوجود بھی نہیں مانتے مؤذن صاحب ضعیف آدمی ہیں کبھی نیند آگئی یا وقت نہ معلوم ہوا اذان نہ کہے تو امام صاحب نے نہ خود اذان کہی اور نہ کسی مقتدی سے کہتے جب مصلیان جماعت کے وقت پر حاضر ہوتے تو امام صاحب نے کہا کہ الگ الگ نماز پڑھ لیجئے اذان نہیں ہوئی ہے اس لیے جماعت نہیں ہوگی استنجا کر کے امام صاحب قرآن خوانی میں گئے اور وضو نہیں کیے، پارہ ہاتھ میں لے کر پڑھے، بغیر وضو کئے اور فاتحہ بھی کیا جب کہا گیا کہ بے وضو نہیں پڑھنا چاہئے، یعنی ہاتھ میں لے کر تو امام صاحب نے کہا کہ بغیر وضو جائز ہے اور با وضو بہتر ہے، انہیں وجوہات کی بنا پر کچھ لوگ امام کی اقتدا سے احتراز کرتے ہیں اور کچھ لوگ مجبوراً اقتدا کرتے ہیں اور کچھ لوگ بخوشی اقتدا کرتے ہیں، تمام باتوں کا از روئے شرع جواب عنایت فرمائیں۔

المستفتی: سابق متولی جامع مسجد رتسرا البلیا

الجواب

بر تقدیر صدق مستفتی سوال میں امام صاحب جامع مسجد رتسرا کے خلاف جو الزام قائم کئے گئے۔ اگر فی الواقع ان میں وہ عیوب ہوں تو ان کی اقتداء میں نماز کروہ تحریمی کہ پڑھ لی تو دہرائے ان کو امام بنانا گناہ اور بشرط استطاعت امامت سے علیحدہ کرنا ضروری ہے۔

شامی میں ہے: "ومشی فی شرح المعنی علی ان کراهة تقدیمہ کراهة تحریم" واللہ تعالیٰ

اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ ۳۰ محرم الحرام ۱۴۰۹ھ

(۱۳۲) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

قصبہ رتسرا میں امام کے پیچھے چند آدمی تعداد (۷) نماز نہیں ادا کرتے ہیں، ہر نماز کے بعد وہ الگ الگ نماز ادا کرتے ہیں محمد اسلام صاحب، جو آج کل مدرسہ گھوسی شمس العلوم میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں، ان لوگوں کے سربراہ ہیں، مولانا ہٹاؤ کی تحریک گاؤں میں خفیہ طور پر کئی مہینہ پہلے سے چلا رہے تھے جس کی خبر میرے کانوں میں پہنچی، چند روز قبل محمد اسلام صاحب اپنے ایک ساتھی جو تحریک میں شامل ہیں ان کے ساتھ تین گاؤں کے نوجوان لڑکوں کے ساتھ مولانا کے متعلق بات کر رہے تھے، وہاں اتفاق سے میں بھی پہنچ گیا سوال کیا کس مسئلہ پر بات ہو رہی ہے، موجود لوگوں نے کہا کہ امام صاحب پر ان لوگوں کو اعتراض ہے اسلام صاحب سے پوچھنے پر کہ مولانا صاحب میں کیا کمی ہے اور کس وجہ سے ان کے پیچھے کچھ مقتدیوں کی نماز نہیں ہو رہی ہے، اسلام صاحب نے جواب دیا ڈاکٹر صاحب مولانا میں کوئی کمی نہیں ہے رتسرا جیسے قصبہ میں اونچے عالم چاہئے میں نے ان سے کہا کہ یہ تو آپ نے میرے دل کی بات کہہ دی لیکن سوال یہ ہے کہ اونچا عالم کے لیے زیادہ پیسہ کی ضرورت ہے اور مسجد کی آمدنی اتنی کم ہے کہ موجودہ امام کی تنخواہ دے کر اخراجات کو پورا کرنا ہی مشکل ہے لہذا آپ لوگ مسجد کے بارے میں سوچیں کہ کیسے آمدنی بڑھے اس کے بارے میں غور کیجئے یا ہنگامی چندہ کریں آپ لوگوں کے ساتھ میں بھی شریک ہوں گا اور زیادہ سے زیادہ چندہ وصول کر کے اونچا عالم لایا جائے تو پھر امام کو ہٹایا جائے گا سب لوگ متفق ہو کر کہے کہ اس سے اچھی بات اور کیا ہو سکتی ہے بات طے ہو جانے کے بعد دونوں آدمی چلے گئے اور آپس میں میٹنگ کر کے ہر محلہ سے دو دو آدمی کا انتخاب کر کے مسجد میں میٹنگ بلائے جس میں کچھ لوگ آئے اور کچھ لوگ نہیں آئے بہر حال کوئی بات طے نہیں ہو پائی کل مورخہ ۳۱ رگست کو صبح ۷ بجے کچھ لوگ اسی پر بات کر رہے تھے کہ اسلام صاحب راستے سے گزرے ان کو بلا کر چند سوال کیا جس کا جواب موجودہ لوگوں کے سامنے دیئے وہ کہاں تک صحیح ہے اور کہاں تک غلط ہے اس کا جواب آپ حضرات دیں۔

سوال: اسلام صاحب یہ بتائیے کہ موجودہ امام کے پیچھے کچھ لوگوں کی نماز نہیں ہو رہی ہے کہاں تک درست ہے۔

جواب: اسلام صاحب! جو لوگ امام سے قابل ہیں ان کی نماز امام کے پیچھے نہیں ہو سکتی۔
سوال: میں مانتا ہوں کہ آپ امام سے قابل ہیں، کیونکہ آپ گھوسی کے مدرسہ شمس العلوم میں تعلیم پارہے ہیں لیکن چند لوگ جو امام کے پیچھے نہیں پڑھتے ان کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے جب کہ میں جانتا ہوں کہ ان لوگوں کی تعلیم درجہ پنجم تک ہے اس پر انہوں نے جواب دیا کہ امام کے قابل عبدالغفور

خاں اور حکیم سائیکل والے ہیں عید الغفور خاں سے ہی نماز پڑھوائے۔

لہذا میں نے ان سے کہا کہ عبد الغفور خاں کو بلوایے اور امام صاحب اور عبد الغفور خاں میں امتحان ہو جائے، اگر عبد الغفور خاں امامت کے قابل ہوں گے تو ان کو امام رکھ لیا جائے گا۔ اس کے لیے دس بجے دن کا وقت دیا گیا اور دس بجکر دس منٹ پر جو لوگ سوال و جواب کے دوران موقع پر موجود تھے مسجد میں حاضر ہوئے، لیکن اسلام صاحب جن کی دوکان مسجد کے قریب ہی ہے نہیں آئے۔ ایک آدمی سے خبر کرنے پر کہ لوگ موجود ہیں چلیے جواب دیئے کہ دوکان چھوڑ کر کیسے جائیں۔ آج سے ایک ماہ قبل اسلام صاحب مسجد میں جمعہ کے روز امام صاحب سے اجازت لے کر تقریر کئے جو تقریر میں انہوں نے کہا تھا کہ امام صاحب ہم سے قابل اور بزرگ ہیں جب کہ یہ گھوسی کے عظیم ادارہ میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ اور تسلیم کر رہے ہیں کہ امام سے زیادہ قابل ہیں۔ پھر انہوں نے آج کیسے کہہ دیا کہ عبد الغفور خاں جیسا آدمی امام صاحب سے زیادہ قابل ہے اور اگر کہے تو اس کو ثابت کیوں نہ کیا۔

سوال۔ اسلام صاحب جو لوگ امام کے پیچھے نماز نہیں پڑھ رہے ہیں۔ اور بعد میں جماعت کے ساتھ نماز ادا کرتے ہیں اس سے آنے والی نسل یا جو نوجوان نماز پڑھ رہے ہیں۔ ان پر کیا اثر پڑے گا۔ اور اسلامی نقطہ نظر سے کہاں تک صحیح ہے۔

جواب۔ اس کا جواب میں نہیں دے سکتا (اسلام صاحب) اب میرا سوال آپ حضرات سے ہے کہ کئی مہینوں سے اسلام صاحب امام بننا و تحریک خفیہ طور پر چلا رہے تھے۔

امام کی کمی کو کمیٹی کے سامنے کیوں نہ رکھا بغیر کمیٹی کو اطلاع کئے گاؤں میں دوسرے لوگوں سے گھوم گھوم کر قوم میں اتفاق پیدا کرتا ہے۔ یا نا اتفاق۔ آپ کے مشورہ سے قریب آٹھ سال سے مسجد اور مدرسہ کا نظام جو میں سنبھالا ہوں اس میں گاؤں کے چند لوگ دشواریاں پیدا کرنے کی کوشش کرتے رہے ہیں اور آج بھی کر رہے ہیں۔ آٹھ سال میں چار امام لائے جا چکے۔ جن کو میں نے اپنی طرف سے نہیں بنایا بلکہ کچھ لوگوں کی آوازوں نے ان مولانا صاحب کو مجبور کر دیا بننے کے لیے۔ جیسے ایک امام پر کچھ لوگوں نے آواز اٹھائی کہ ان کو روزانہ احتلام ہوتا ہے۔ یہ بات ان کے کانوں تک پہنچنی اور وہ چھوڑ کر چلے گئے۔ ایک امام پر آواز اٹھی کہ تسطر اکا کھانا ہی ایسا ہے کہ امام کی چوری ہوتی ہے۔

اس پر وہ امام چھوڑ کر پہلے گئے کچھ لوگ امام کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے اور طرح طرح کا پروپیگنڈہ کرتے ہیں۔ تو امام کو ہٹانا ہوں گا اور رکھتا رہوں۔ جب کہ اس گاؤں کا دستور بن چکا ہے انہیں سب باتوں کو لے کر یہ بھی کہتا ہوں کہ جس کو میرا نظام صحیح نہیں معلوم ہوتا وہ میرے عہدہ کو سنبھالیں۔ اس

پر کوئی تیار نہیں ہوتا۔ مہربانی فرما کر کوئی اچھا مشورہ دیں۔ عین کرم ہوگا۔

الجواب

میرے پاس تسطر اسے ہی اس امام کے متعلق ایک سوال آیا ہے جس میں امام صاحب پر بعد میں پاؤں کی انگلیوں کا پیٹ زمین پر نہ لگنے، جھوٹ بولنے، مسئلہ غلط بتانے کا اور بے وضو قرآن شریف چھونے کا الزام ہے، اگر یہ صحیح تو مولوی اسلام صاحب کیا جو جائز مسلمان سنے گا کہ امام صاحب مذکورہ فاسق و جاہل ہیں اور ان کی امامت مکروہ تحریمی ہے اور ان کے پیچھے نماز پڑھی تو دھرا کیں اور بشرط استطاعت ان کو علیحدہ کرنا ضروری ہے۔

در مختار میں ہے: ”یکرہ تقلید الفاسق“ (کتاب الصلاۃ: ۲/۲۴۱)

فاسق کی امامت مکروہ ہے۔

شامی میں ہے: ”ومشی فی شرح المنیۃ علی ان کراہۃ تقلیدہ کراہۃ تحریمہ“

فاسق کو امام بنانا گناہ مکروہ تحریمی قریب یہ حرام ہے۔

ان کو امامت سے علیحدہ کیا جائے اور اگر پہلے ائمہ بھی ان عیوب کی وجہ سے علیحدہ کئے گئے تو ٹھیک

ہی ہوا۔

حدیث شریف میں ہے: ”من رأى منکرا فلیغیرہ یدہ فان لم یستطع فبلسانہ“

(سنن نسائی: کتاب الایمان: ۱۵)

جو برا کام دیکھے ہاتھ سے درست کر سکتا ہو تو درست کرے اور اس کی طاقت نہ ہو تو زبان سے برا

کہے۔

اگر وہ سوال صحیح نہ ہو اور امام صاحب میں علمی یا عملی غلطی نہ ہو کہ جس سے ان کی امامت میں خلل

پڑے۔ تو جماعت چھوڑنے والے غلطی پر ہیں۔ اور سنت مؤکدہ کے تارک ہیں۔

در مختار میں ہے: ”الجماعۃ سنۃ مؤکدۃ“ (در مختار: ۲/۲۴۴)

جماعت سنت مؤکدہ قریب یواجب ہے۔

رہ گیا یہ سوال کہ جب وہ جماعت سے نہیں پڑھتے تو انہیں مسجد میں آنے سے روکا جائے تو اگر وہ

سنی صحیح العقیدہ ہیں اور مسجد میں آ کر خوشی سے نماز پڑھ کر چلے جاتے ہیں، کوئی فتنہ و فساد نہیں مچاتے تو ان کو

مسجد سے روکنے کا کسی کو حق نہیں۔

قرآن شریف میں ہے: ﴿وَإِنَّمَا يَعْزَّمُ مَسَاجِدَ اللَّهِ مِنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ﴾ (التوبة: ۱۸)

سچے مسلمان کا حق ہی یہ ہے کہ مسجد کو آباد کرے۔

اور یہ بات کہ نو جوان نسل پر اس کا برا اثر پڑے گا۔ ہماری سمجھ سے اس کا اثر تارکین جماعت کے خلاف ہی ہوگا۔ کہ یہ لوگ کتنے بد نصیب ہیں۔ کہ مسجد میں آکر جماعت چھوڑتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم
عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ

(۱۳۳-۱۳۶) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسائل ذیل میں کہ

(۱) ایک شخص جو گورنمنٹ ڈپارٹمنٹ میں نوکری کرتا ہے۔ اور اس جگہ قریب مسجد نہ ہونے کی وجہ سے امامت کے فرائض بھی انجام دیتا ہے، اسی شخص نے نماز کا شوق لوگوں کے دلوں میں پیدا کیا۔ اور اسی نے لوگوں کے دلوں میں مسجد بنانے کا جذبہ پیدا کیا خدا کے فضل سے خوبصورت مسجد بنی۔ اور مسجد کے احاطہ میں چند کمرے بھی تعمیر کئے گئے تاکہ بعد میں مسجد چلانے کے کام آسکیں کچھ لوگ اب کہتے ہیں چونکہ گورنمنٹ کی نوکری کرتے ہیں۔ اس میں جھوٹ بولنا پڑتا ہے، جہاز میں نوکری کرتے ہیں، ہو سکتا ہے تیل وغیرہ کی آمدنی کرتے ہوں، اب عالم دین بتائیں کہ پندرہ سولہ برس سے وہ امامت کر رہے ہیں، مسجد میں اذان صفائی اور امامت کے لیے بے لوث خدمت میں ہیں، اب جب کہ چند روم آمدنی کا ذریعہ بن گئے تو ایک مختصر گروہ کہتے ہیں کہ ان کے پیچھے نماز نہیں ہوگی اور اس کو کوئی سند بھی نہیں ہے۔ لہذا ایک سند یافتہ امام رکھا جائے۔ اور اکثریت کا کہنا ہے کہ جب ہم لوگ ان کی امامت میں اتنے دن نماز پڑھے ہیں تو انہیں کے پیچھے پڑھیں گے۔ جب یہ یہاں سے چلے جائیں گے تو دوسرا امام رکھا جائے گا۔ اب علمائے کرام اس کے متعلق شرعی فیصلہ فرمائیں کہ بغیر سند یافتہ امام گورنمنٹ میں نوکری کرنے والا اس کے پیچھے نماز ہوگی کہ نہیں۔ وہ امامت کر سکتے ہیں یا نہیں۔

(۲) ہمارے سماج میں مسجد وغیرہ کا چندہ نہ دینے پر پابندی لگادی جاتی ہے۔ اور اس سے رشتہ ناطہ توڑ لیا جاتا ہے۔ کیونکہ انہوں نے مسجد کا چندہ نہ دے کر مسجد سے ناطہ توڑ لیا ہے۔ سماج کی طرف سے اس پابندی میں اس کے یہاں سارا کام بند کر دیا جاتا ہے۔ لہذا شریعت میں اس طرح کی پابندی درست ہے یا نہیں۔

(۳) ایک عالم اپنی تقریر کے دوران فرماتے ہیں کہ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد کا فرسخے۔ ان کا نام ابو طالب تھا۔ مرتے دم تک انہوں نے اسلام قبول نہیں کیا اور نہ کلمہ پڑھا ابو طالب نام رکھنا بہتر نہیں۔ ذرا باتیں حقیقت معنوں میں اس طرح کا نام بہتر نہیں کسی کا نام ابو طالب نہیں رکھنا چاہئے۔

(۴) مسلمانوں کی اکثریت متفقہ رائے سے کوئی فیصلہ طے کرے اور تمامی لوگ اس پر کئی مہینوں

تک عمل کرتے رہے۔ اور بعد میں چند لوگ ایک گروپ بنا کر اس کی مخالفت شروع کریں ایسی صورت میں شریعت کا کیا حکم ہے۔ ہماری رہنمائی فرمائیں۔

الجواب

(۱) امام کے لیے نہ تو سند یافتہ عالم ہونا ضروری ہے۔ نہ گورنمنٹ کی ملازمت مطلقاً اس کے منافی، امامت کے لیے امام کا سب سے پہلے سنی صحیح العقیدہ ہونا ضروری ہے۔ قرآن عظیم صحیح پڑھنا ضروری ہے۔ اتنے مسائل جاننا ضروری ہے جس سے نماز صحیح طریقہ پر ادا کر سکے اور علی الاعلان گناہ نہ کرتا ہو یعنی فاسق معلن نہ ہو۔

پس سوال میں جس شخص کے بارے میں ذکر ہے۔ اگر ان شرطوں پر پورا اترتا ہے۔ تو اس کی امامت صحیح ہے۔ اور اعتراض کرنے والے غلطی پر ہیں۔ اور اگر ان شرطوں سے کوئی شرط نہ پائی جاتی ہو۔ تو اس کی امامت صحیح نہیں چاہے گورنمنٹ کا ملازم نہ ہو۔ ہمارے نزدیک گورنمنٹ کے ملازم کے لیے جھوٹ بولنا ضروری نہیں۔ ملازم ہو یا غیر ملازم جو علی الاعلان جھوٹ بولے گا۔ فاسق معلن ہوگا۔ اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی اور اس کو امام بنانا ناجائز ہوگا۔

(۲) مسجد میں چندہ دینا ایک مستحب فعل ہے۔ جو چندہ دے گا اس کو ثواب ملے گا۔ اور جو چندہ نہ دے گا ثواب سے محروم رہے گا۔ شریعت نے ایسے شخص کی کوئی سزا یا جرمانہ مقرر نہیں کیا۔ تو ہم کیسے اس کو ایسی سزا دے سکتے ہیں جس کا ذکر سوال میں ہے۔ بلکہ ایسا بائیکاٹ کرنا شرعاً ظلم اور ناجائز ہے۔

(۳) عالم صاحب نے ابو طالب کے بارے میں جو بیان کیا وہ تو صحیح بخاری شریف میں ہے۔ حضور ﷺ نے ابو طالب کے انتقال کے وقت ان سے کہا اے چچا آپ کلمہ پڑھ لیجئے میں اللہ تعالیٰ کے حضور آپ کے لیے اس کی گواہی دوں گا۔ وہیں ابو جہل وغیرہ تھے وہ کہنے لگے اے ابو طالب کیا آپ اپنے باپ عبدالمطلب کے دین سے پھر جائیں گے۔ حضور نے پھر کلمہ کے لیے کہا۔ ابو جہل نے پھر اپنی بات دہرائی یہاں تک کہ ابو طالب نے اخیر میں کہا میں عبدالمطلب کے دین پر ہوں اور کلمہ نہیں پڑھا۔ لیکن اس کو بلا ضرورت بیان نہیں کرنا چاہئے۔ کیونکہ سچی بات کہنے سے بھی بسا اوقات آدمی کو تکلیف پہنچتی ہے۔ اسی طرح ابو طالب نام رکھنے میں بھی حرج نہیں کہ اس لفظ کے معنی میں کوئی خرابی نہیں ویسے حدیث میں عبد اللہ عبد الرحمن محمد وغیرہ نام رکھنے کی فضیلت آئی ہے۔

(۴) شریعت میں عملدرآمد کی بنیاد پر صحیح و غلط کا دار و مدار نہیں۔ اگر فیصلہ غلط ہو تو سالوں عملدرآمد کے بعد بھی حکم یہی ہوگا۔ کہ اس کو چھوڑا جائے۔ اور صحیح راستہ پر آیا جائے۔ اور اگر فیصلہ صحیح ہو اور ایک دن

بھی اس پر عمل نہ ہوا مگر حکم یہی ہوگا کہ اس پر عملدرآمد کیا جائے اور اس کی نیت رنے والے غلطی پر ہوں گے، واللہ تعالیٰ عالم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مؤرخ ۲۲ شوال ۱۲۱۲ھ

(۱۳۷) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کسی نے سنت قبلہ پڑھے بغیر ظہر کی امامت کی اور نماز پڑھادی تو نماز فرض ادا ہوئی یا نہیں۔

الجواب

اگر اتنا وقت باقی ہے کہ سنت پڑھ لینے کے بعد فرض ادا کر لے گا۔ تو سنتوں کے پڑھنے کے بعد نماز پڑھائے۔ فجر کی سنت کی تاکید بہت زیادہ ہے یہاں تک کہ قریب بوجوب ہے۔ بلکہ بعض فقہاء اس کے وجوب کے قائل ہیں۔ اگر سنت فجر بغیر پڑھے ہوئے امامت کرے تو اس کا ترک لازم آئے گا۔ کہ اب اس کی قضا بھی نہیں اور بلاشبہ بے عذر سنت فجر کا ترک اساعت ہے۔ اور ظہر کی سنتیں اگرچہ بعد فرض پڑھ لے گا۔ مگر بلا عذر اس کو اس کی جگہ سے ہٹانا بھی برا ہے کہ سنت قبلہ میں اصل سنت یہی ہے کہ وہ فرض سے قبل پڑھی جائے جماعت قائم ہو چکنے کے بعد مقتدی کا جماعت میں مشغول ہونا اور سنت کا مؤخر کرنا عذر شرعی کی وجہ سے ہے۔ مگر بلا وجہ امام کا مؤخر کرنا سنت کے خلاف ہے۔

اسی سے آپ کے سوال کا جواب بھی ہو گیا۔ نماز تو ہو جائے گی مگر امام نے برا کیا۔ اور اگر مؤخر کرنے کی عادت کر لی ہے اور بار بار یہی کرتا ہے۔ تو گنہگار بھی ہوگا۔

فتاویٰ رضویہ میں ہے: قول الامام الاجل فخر الاسلام ان تارك السنة المنيو كدة يستوجب الاساءة اى بنفس الترك و كراهة اى تحريمية اى عند الاعتباد۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مؤرخ ۱۳ محرم الحرام ۱۲۱۳ھ

(۱۳۸-۱۵۳) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مندرجہ مسائل میں کہ

(۱) اگر امام مرتد ہے اور مقتدیوں میں ہر جماعت کے لوگ ہیں اس میں بدرجہ مجبوری کسی اہل سنت و جماعت کو جماعت میں شامل ہونا پڑے جیسا کہ حج کے موقع پر یا اور کہیں ان کی جماعت میں بعض گمراہ اہل سنت و جماعت کا فرد اپنی نماز کی نیت کر کے پڑھے اور ان کے ساتھ قیام و رکوع و سجود میں شامل رہے تو اس کی نماز ہوگی یا نہیں؟

اگر ہوگی تو اس کی شکل کیا ہوگی کہ اہل سنت نے امام سے پہلے اپنی قرأت ختم کر لی تو خاموش کھڑا رہے اور کچھ پڑھتا رہے۔

(۲) آج کل لوگ شادی بیاہ کے موقع پر نکاح کی پڑھائی لیے بغیر نکاح نہیں پڑھاتے اور پگڑی

کی بندھائی لیے بغیر پگڑی نہیں باندھتے کیا نکاح کی پڑھائی اور پگڑی بندھائی لینا جائز ہے۔

(۳) جن لوگوں کے یہاں حرام کمائی ہے ان کے بچوں کو دینی یا دنیوی تعلیم دے کر تنخواہ لینا اور اسی تنخواہ میں کھانا بھی کھانا جائز ہے یا نہیں؟

(۴) کچھ لوگوں نے ایک جماعت خانہ زکوٰۃ کے روپیہ سے بتویا ہے جو شادی بیاہ یا اور کوئی میٹنگ وغیرہ کرنے کے لیے بھاڑے پر دیتے ہیں اس جماعت خانہ میں نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟ جب کہ قریب میں کوئی مسجد نہیں ہے۔

(۵) ایک شخص نے ایک مدرس کو اپنے بچوں کی تعلیم کے لیے ناظرہ وغیرہ کے لیے ماہواری تنخواہ پر رکھا۔ ان بچوں میں ایک یا کئی جوان لڑکیاں ہیں مدرس نے یہ سمجھ کر کہ قرآن کی تعلیم دینے میں کچھ حرج نہیں ہے پڑھانا شروع کیا۔ کچھ دنوں کے بعد اس کے دل میں یہ بات پیدا ہوئی کہ جوان لڑکی کو پڑھانا خطرے سے خالی نہیں ہے۔ اس نے یہ طے کیا کہ نہیں پڑھائے گا۔

اتفاق سے ایک مہینہ پورے ہونے کے بعد بہار شریعت میں اچانک اس کے سامنے یہ مسئلہ لکھا ہوا ملا کہ غیر محرم کو اندھا آدمی بھی نہیں پڑھا سکتا کیونکہ عورت کی آواز بھی عورت ہے تو اس نے پڑھانا بند کر دیا۔ لڑکی کے والد نے کہا پڑھانے کیوں نہیں آتے تو اس نے مسئلہ کو ظاہر کیا۔ اس پر اس شخص نے غصہ کا اظہار کیا اور سلام و کلام بند کر دیا۔ کیا اس شخص کا ایمان باقی ہے؟ اگر نہیں ہے تو اس کے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہئے۔

(۶) حربی کے بینک میں روپیہ جمع کر کے جو سود ملتا ہے وہ سودان کے بینک سے قرضہ لے کر سود پٹا جائز ہے یا نہیں؟

امستثنیٰ محمد امراہل اشرفی، مدرس انجمن مبین جماعت خانہ پوسٹ شہادہ ضلع وھولیہ مہاراشٹر

الجواب

(۱) سوال میں جس چیز کو مجبوری سے تعبیر کیا گیا ہے ہمارے نزدیک مجبوری نہیں بلکہ مدافعت ہے، کیونکہ آج کل ہندوستان میں عام حالت یہ ہے کہ کوئی جماعت ہو رہی ہو اور بیچ میں سے نیت توڑ کے نکل جائے تو اس کا کوئی کچھ بگاڑتا نہیں تو جماعت شروع سے قبل یہ اطلاع ہونے پر کہ امام مرتد ہے۔ صورتاً ہی جماعت میں شریک رہنے کی کیا مجبوری ہے کون جماعت سے علیحدہ ہونے پر فتنہ و فساد کرے گا۔ علیحدہ ہونے والے کو اذیت دے گا؟ کہ مسائل نے ایسی شرکت کو مجبوری سے تعبیر کیا ہے ہاں یہ بات ہو سکتی ہے کہ اس جماعت میں کچھ لوگ بد مذہب یا مرتد ہیں، جو اس کے ملنے والے ہیں وہ اس علیحدگی سے برامان

جائیں گے تو ان کی خاطر سے شرکت کرنا اور حکم خدا اور رسول کے خلاف کرنا مجبوری نہیں مہانت ہے جو شرعاً ممنوع ہے اور مکہ شریف میں تو انسانوں کی اس بھیڑ میں کون کس کو دیکھتا ہے کہ کیا کر رہا ہے بس اتنی احتیاط کیجئے کہ جب ان کی جماعت ہو رہی ہو اس وقت وہاں جایا نہ جائے اور اگر وہاں پہلے سے موجود ہو تو نماز شروع ہونے سے پہلے ہی اٹھ آیا جائے۔

(۲) پگڑی باندھنے اور نکاح پڑھانے کی اجرت کے طور پر اگر کوئی رقم پہلے سے ملے ہوئی تو اس کو دینا ضروری ہے ورنہ عام طور سے یہ چیزیں انعام اور ہدیہ بطور مسرت کی سوغات کے دی جاتی ہیں اس میں جبر حرام اور بخوشی جو دے دیں لینا جائز ہے۔

(۳) اگر یہ معلوم ہو کہ تنخواہ اور کھانے کی رقم بھینہ حرام کی کمائی ہے تو لینا ناجائز اور یہ معلوم نہ ہو یا اس کے پاس دونوں قسم کی آمدنی ہو اور حلال و حرام آمدنی کو باہم ملا دیا ہو۔ یا یہ معلوم ہو کہ اس کی بیشتر آمدنی جائز ہے تو لینا جائز ہے۔

(۴) ایسے مکان میں نماز پڑھ سکتے ہیں۔

(۵) ایک پرہیزگار مسلمان سے قطع تعلق حرام ہے مگر اس سے ایمان میں خلل نہیں پڑتا ہے۔

(۶) حربی کی ایسی رقم کو سود سمجھ کر لینا جائز نہیں ہے اور ایک مباح رقم سمجھ کر جسے وہ اپنی خوشی سے دیتا ہے لینا جائز ہے، جب آدمی کھانے پینے اور روزی سے بے حد تنگ ہو تو فاقہ سے بچنے کے لیے ضرورت بھر سودی قرضہ لیا جاسکتا ہے ورنہ نہیں۔

(۵) نوٹ: مسائل نے بہار شریعت کے حوالہ سے اندھے کے تعلیم نہ دینے کا جو مسئلہ لکھا ہے وہ اس میں نہیں ہے شاید اسے کوئی غلط فہمی ہوئی ہے، بے شک عورت کی آواز بھی عورت ہے مگر ضرورت وہ انہی مرد کی آواز سن بھی سکتی ہے اور اس کو اپنی آواز سنا بھی سکتی ہے اور قرآن کی تعلیم ایک دینی ضرورت ہے، قرآن پڑھانے والی عورت نہ ہو تو مرد سے تعلیم حاصل کر سکتی ہے، اسی طرح اندھے سے بھی پردہ ہے لیکن تعلیم کے لیے بے پردگی کیا ضروری ہے عورت برقعہ کے اندر ہو اور اس کا جسم چھپا ہو اور ایسا انتظام ہو کہ استاذ سے کسی فتہ کا ڈرنہ ہو تو قرآن سیکھنے میں یا دینی مسائل جاننے میں حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی منو، ۲۰ ربیع الاول ۱۴۱۳ھ

(۱۵۴) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ

بکر جو کہ مومن انصاری برادری سے تعلق رکھتے ہیں کافی دنوں سے گاؤں میں تعلیم اور امامت کا کام انجام دیتے آرہے ہیں اور ان کا ایک شاگرد زید ہے جو کہ خان برادری سے تعلق رکھتا ہے اس کا کہنا

ہے کہ جولاہے کے پیچھے نماز جائز نہیں۔ اور زید اپنے قول کی تائید میں کہتا ہے کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ اپنے فتاویٰ یا کسی رسالہ میں لکھا ہے۔ کیا زید کی بات صحیح ہے، مدلل لکھئے! کیا حقیقت میں اعلیٰ حضرت نے ایسا لکھا ہے یا ان کے اوپر افتراء ہے، اگر افتراء ہے تو پھر شریعت کی جانب سے زید کے لیے کیا حکم ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں مفصل ومدلل جواب تحریر فرما کر تفتنی دل مرحمت فرمائیں کافی مشکور و ممنون ہوں گا۔ واضح ہو کہ استاد اور شاگرد کے مابین اس سے قبل ہی سے سیاسی کشمکش جاری ہے۔

المستفتی: محمد کمال الدین قادری مقام گیا جعفر نگر مہوتری نیپال

الجواب

نہ شریعت میں اس مسئلہ کی کوئی اصل ہے نہ اعلیٰ حضرت نے کہیں ایسا لکھا ہے۔ زید نے اعلیٰ حضرت پر افتراء کیا ہے۔ اعلیٰ حضرت نے تو فتاویٰ رضویہ جلد سوم ص ۲۱۶ پر یہ لکھا کہ امامت میں بعد اس کے کہ دو شخص جامع شرائط صحیح العقیدہ غیر فاسق مجاہر ہوں، قرآن صحیح پڑھتے حروف مخارج سے بقدر تمایز ادا کرتے ہوں، سب سے مقدم وہ ہے کہ نماز و طہارت کے مسائل کا علم زیادہ رکھتا ہو، پھر اگر اس علم میں دونوں برابر ہوں تو جس کی قرأت اچھی ہو، پھر جو زیادہ پرہیزگار ہو، شبہات سے زیادہ بچتا ہو، پھر جو عمر میں بڑا ہو، پھر جو خوش خلق ہو، پھر جو تہجد کا زیادہ پابند ہو، یہاں تک شرف نسب کے لحاظ نہیں، جب ان سب باتوں میں برابر ہوں تو اب شرافت نسب سے ترجیح ہے۔

اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ امامت نماز کی کچھ شرطیں ایسی ہیں کہ ان کے بغیر امامت صحیح ہی نہیں، چاہے کوئی اعلیٰ خاندان کا ہو چاہے ادنیٰ خاندان کا ہو، ان شرطوں پر اعلیٰ خاندان والا پورا اترے تو وہ امام نہیں ہو سکتا، اور ادنیٰ خاندان والا پورا اتر جائے تو وہ امام بن سکے گا، اور اس کا الٹا بھی ہو سکتا ہے۔ ہاں اگر کہیں امام مقرر کرنا ہو اور دو آدمی ایسے ہوں کہ دونوں کے پیچھے نماز صحیح ہو تو اب بہتر یہ ہے کہ ان دونوں میں اس کو امام بنایا جائے جو افضل ہو۔ افضل ہونے کا فیصلہ ان چیزوں سے ہوگا جس کا بیان اعلیٰ حضرت نے بلفظ ”تہجد کا زیادہ پابند ہو“ تک بیان کیا ہے۔ یعنی ان دونوں میں ان چھ باتوں میں سے درجہ بدرجہ کوئی ایک ان دونوں میں سے کسی ایک میں زیادہ پائی جائے تو جس میں زیادہ ہوں وہی امام بنائے جانے کا زیادہ مستحق ہے۔ چاہے کسی برادری سے ہو۔ اس کا مطلب نہ یہ ہے کہ کم والے کی امامت جائز نہیں، نہ یہ ہے کہ کم درجہ والا پہلے مقررہ امام ہو تو اس کو ہٹا کر زیادہ درجہ والے کو امام رکھا جائے، بلکہ یہ ہے کہ امام رکھتے وقت یہ خیال کیا جائے کیونکہ تمام اہل فقہ نے بلکہ خود اعلیٰ حضرت نے تحریر فرمایا:

اگر امام ایسا نہ ہو جس کے باعث اسے امام بنانا شرعاً ممنوع ہے تو اس مسجد کی امامت اسی کا حق

ہوتی ہے، اس کے ہوتے دوسرے کو اگرچہ اس سے زیادہ علم و فضل رکھتا ہو اس کی اجازت کے بغیر امام بنانا شرعاً ناپسند ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اگر امام میں کوئی خرابی ہو جس سے اس کی امامت ناجائز ہے تو کسی برادری کا ہو امام نہیں بنایا جائے گا۔ اور کوئی ایسی خرابی نہ ہو بلکہ امامت کے شرائط پائے جائیں تو کسی برادری کا ہو امام ہو سکتا ہے۔ اگر امام کسی نیچی برادری کا رکھ دیا ہے جو صالح امامت ہے تو کوئی عالم و فاضل اور اونچی برادری کا ہی آدمی کیوں نہ آجائے جو ہر طرح امامت کا اہل ہی نہیں لائق وفاق مگر حق اس مقررہ امام کے امامت کرنے کا ہوگا، ہاں اگر امام مقرر کرتے وقت دو آدمی صالح امامت مل رہے ہوں تو ان میں جو ہر حیثیت سے افضل ہو اس کو امام مقرر کیا جائے، اور اگر کوئی شخص ایسا ہو جس کی وجہ سے جماعت میں نفرت پیدا ہو مسجد میں نمازی کم ہو جائیں تو ایسے شخص کو امام نہ رکھا جائے۔ برادری کی بنیاد پر تفکیک جماعت ہو تب بھی اور دوسری وجہیں ہوں تب بھی، چنانچہ آپ آپ فتاویٰ رضویہ ص ۲۱۷ میں فرماتے ہیں: ہاں اگر ذلیل اس درجہ کا ہے کہ اس کی جماعت سے تمام لوگوں کو نفرت ہو اور جماعت میں خلل پڑتا ہے تو اس کی امامت نہ چاہیے، پورے مسئلہ میں نہ کہیں جو لاہے کا نام ہے، نہ یہ حکم ہے کہ ان کے پیچھے نماز ناجائز ہے، زید کا یہ قول مولانا احمد رضا خاں صاحب اور شریعت دونوں پر افتراء ہے، مسلمانوں کو ایسے مفتزیوں سے پرہیز کرنا چاہئے۔ حدیث شریف میں ہے: ”یا کم وایاہم لایضلوکم ولا یفتنونکم“

کہیں تمہیں گمراہ نہ کر دیں کہیں تم کو فتنہ میں نہ ڈال دیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم
عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مؤ ۱۹ ربیع الثانی ۱۴۱۳ھ

(۱۵۵-۱۶۱) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

ضروری تحریر یہ ہے کہ اہل سنت کا ماننے والا ہوں اور اس وقت جہاں میں ہوں سبھی لوگ دیوبندی خیال کے ہیں اور یہاں پر جتنی مسجدیں ہیں سب مسجد میں امام وغیرہ سبھی دیوبندی ہیں تو ان سب باتوں کے بارے میں جاننا چاہتا ہوں۔

(۱) ہماری نماز دیوبندی امام کے پیچھے ہوگی یا نہیں؟

(۲) یہاں پر اہل سنت کی کوئی مسجد نہیں تو میری جمعہ کی نماز ہوگی کہ نہیں؟

(۳) اگر دیوبندی کا کوئی حافظ رمضان کے مہینہ میں تراویح کی نماز پڑھاتا ہے تو اس کے پیچھے

ہماری نماز تراویح ہوگی کہ نہیں اور میں پڑھ سکتا ہوں یا نہیں؟

(۴) میں پانچوں وقت کی نماز کہاں پڑھوں، گھر پر پڑھوں یا مسجد میں؟ ان لوگوں کی جماعت

کے ساتھ میری نماز ہونی کہ نہیں؟

(۵) جمعہ کی نماز کے لیے میں کیا کروں کیا ظہر کی نماز پڑھ سکتا ہوں یا نہیں اور جمعہ کے دن نماز کہاں پڑھوں مسجد میں جا کر دو رکعت جمعہ کے نماز کے بعد پھر کیا ظہر کی نماز پڑھوں یا کیسے کروں میں تو یہاں آکر چکر میں پھنس گیا ہوں۔

(۶) عید الفطر کی نماز کے لیے کیا کروں۔

(۷) اگر مسجد میں اکیلے نماز پڑھتا ہوں تو یہاں کے لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ آپ اکیلے نماز کیوں پڑھتے ہیں جماعت سے پڑھیں ان سب باتوں کا جواب میرے لیے جلد سے جلد دیجئے کیونکہ رمضان قریب آ گیا ہے۔
امستثنیٰ: محمد حسین محلہ عرفاں شاہ گنج جو پور

الجواب

دیوبندیوں پر عرب و عجم کے علماء نے کفر کا فتویٰ دیا ہے اور کفر کرنے والے کے پیچھے اہل سنت و جماعت کی نماز نہیں ہوگی۔

عالم کیری میں ہے: وان كان صاحب هوى لا يكفر به تحوز الصلوة خلفه مع الكراهة والا فلا۔ آپ کوئی نماز بھی ان کے پیچھے نہیں پڑھ سکتے ہیں، نہ شیخ وقتہ نہ تراویح نہ جمعہ نہ عید۔

شیخ وقتہ نماز کا اگر مسجد میں موقع ملے تو مسجد میں ہی ان سے علیحدہ اکیلے پڑھ لیجئے۔ اور مسجد میں فتنہ فساد کا ڈر ہو تو گھر میں ہی ایک پاک جگہ نماز کے لیے منتخب کر لیجئے۔ اور وہیں پانچوں وقت پڑھ لیجئے آپ کو مسجد کا ہی ثواب ملے گا۔ جمعہ اگر آس پاس میں سنی امام کے پیچھے ملنے کی توقع ہو تو وہیں جا کر پڑھ لیجئے ورنہ اس دن اپنے گھر میں ہی ظہر کی نماز پڑھئے نماز عید بھی اگر کہیں سنی امام کے پیچھے ملے تو سبحان اللہ ورنہ آپ سے معاف ہے۔ جیسے دیہات والوں پر جمعہ و عید نہیں تراویح بھی آپ ان کے پیچھے نہیں پڑھ سکتے۔ تمہا پڑھئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مؤ ۱۲ شوال ۱۴۱۳ھ

(۱۶۲-۱۶۳) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

(۱) ایک عالم دین جو باقاعدہ دارالعلوم سے سند یافتہ ہو، دارالعلوم میں عالمانہ کتابیں پڑھاتا ہو اس پر موریس میلے میں جہاں کشتی جس میں تین چار ڈھول بچ رہے ہوں وہاں عام لوگوں کے ساتھ بیٹھا ہو یہاں تک کہ نماز عصر جماعت کے ساتھ نہیں پڑھی، بعد میں واللہ تعالیٰ اعلم۔ ایسے عالم کو نماز پڑھانے اور وعظ و تقریر کی دعوت دے سکتے ہیں یا نہیں؟ اسکے اوپر توبہ لازم ہے یا نہیں؟ اور توبہ ظاہر میں کرے یا باطن

میں کرے؟ تفصیل سے شرع کی روشنی میں بتائیں۔

(۲) ایک امام صاحب جو حلال حرام کو اچھی طرح جانتے ہیں کہ اسلام میں وصول باجہ حرام ہیں۔ پیر کی درگاہ کا مندر جس میں وصول شہنائی اور عورتیں بھی ساتھ ہیں اور یہ امام صاحب مولود اور نعتیں اسی کے ساتھ پڑھتے ہیں، یہ مندر پورے گاؤں میں پھرایا گیا اور اخیر تک شامل رہا ہے، ایسے امام کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں، تو بہ کرے تو ظاہر میں یا باطن میں؟ تفصیل سے شریعت کی روشنی میں جواب عطا فرمائیں۔ المستفتی: فقیر عثمان غنی رضوی عفی عنہ مدرسہ گلزار طیبہ، طیبہ مسجد گام گڑھ، سیر قسطل ماندوی کچھ

الجواب

آپ کے دونوں سوالوں میں ایسے افعال کا ذکر ہے جس کو علی الاعلان کرنے والے فاسق معطن ہیں۔ جو کشتی کے مقابلوں میں بلا جھجک لڑنے والے پہلوانوں کی کھلی ہوئی رائیں دیکھیں۔ اس کے لیے جماعت کی نماز ترک کریں وصول یاریڈیو وغیرہ آلات لہو و لعب سنیں جو ایسے جلوس میں شرکت کریں جس میں عورتیں ہوں۔ جہاں وصول شہنائی اور لہو و لعب کے آلات اور باجے گجے ہوں۔

جتنے بڑے مجمع میں انہوں نے یہ حرکتیں کی ہیں۔ ایسے ہی مجمع میں علی الاعلان صدق دل سے توبہ کریں تو ان کی امامت جائز ہوگی۔ ورنہ ان کی امامت ناجائز۔ اور ان کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی کہ پڑھی تو نماز لوٹاؤ۔ ان کو امام رکھنا گناہ اور امام ہوں تو بشرط استطاعت انہیں امامت سے علیحدہ کرو۔

شامی میں ہے: "ومشی فی شرح المنیۃ علی ان کراہۃ تقدیمہ کراہۃ تحریمہ" ان سے تقریر بھی نہ کرانی چاہیے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مئو ۱۱ رجب المرجب ۱۴۱۹ھ

(۱۶۲-۱۶۳) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

(۱) ایک امام صاحب ہیں جو شرابی شکاری لوگوں کا مارا ہوا شکار کھاتے ہیں۔ جب ان کو بتایا گیا کہ ایسا کھانا آپ کے لیے جائز نہیں۔ تو امام صاحب فرماتے ہیں۔ کہ اللہ معاف کرے گا۔

(۲) امام صاحب اپنے کو سنی کہتے ہیں، اور دوران تقریر مجمع کے سامنے کہتے ہیں کہ آج کل سلسلہ کی نئی نئی شکلیں نکل گئی ہیں جیسے قادریہ چشتیہ، اشرفیہ، نقشبندیہ، سہروردیہ، یہ سب سلسلے بیماریاں ہیں۔

(۳) امام صاحب کے پاس غیر مذہبی عورتیں جو دم کروانے آتی ہیں ان کو مسجد کی حد میں بلا کر اندر بٹھا کر بغض وغیرہ دیکھتے ہیں جب کہ امام صاحب نہ حکیم ہیں نہ وید۔

(۴) نماز پڑھاتے وقت امام صاحب اپنے سیدھے پاؤں کی ساری انگلیاں اونچی کر لیتے ہیں

اور سجدے کی حالت میں دونوں کہنیاں دونوں رانوں پر رکھ کر پسلیوں سے چپکا لیتے ہیں۔ امام صاحب کو یہ بتانے کے بعد بھی کہ اس طرح نہیں کرنا چاہئے اس پر عمل نہیں کرتے۔

(۵) ایک میت کو دکن طرف سر اور اتر طرف پیر رکھا کر دفن کرنے کو کہا۔ لوگوں نے منع کیا تو یہ سب چلتا ہے، چاہے اتر سر رکھو یا دکن سب جائز ہے۔ کیا یہ صحیح ہے؟

(۶) مسجد کے حجرہ میں بیٹھ کر دوستوں کے ساتھ فنی مذاق کرنا بیڑی سگریٹ پینا اس طرح کے دھواں مسجد میں آتا ہے۔ اس کا کیا حکم ہے؟

(۷) امام صاحب تقریر میں غیر حدیث کو حدیث اور حدیث کو غیر حدیث کہہ کر بیان کرتے ہیں کبھی آیت قرآن کو حدیث کہتے ہیں اور عربی عبارت پڑھتے ہیں، اپنی طرف سے کچھ گھٹاتے بڑھاتے ہیں۔

(۸) امام صاحب کوئی وقت ہو اور کسی کا بھی گھر ہو بے اجازت اور آواز کے گھر میں گھس جاتے ہیں، میاں بیوی ساتھ بیٹھے ہوں وہاں بھی پہنچ جاتے ہیں۔ ان کو بتایا گیا تو کہتے ہیں سب چلتا ہے، اور اس سے ٹی وی چالو کرنے کو کہا اور فلم دیکھنے کی خواہش کی ٹیوشن پڑھاتے ہیں۔ تو سبق پڑھا کر خود ہی چالو کر دیتے ہیں اور بے ہودہ پروگرام دیکھتے رہتے ہیں۔

(۹) امام صاحب قبلہ کی طرف منہ کر کے تھوکتے ہیں۔ کیا ایسے امام کی اقتداء جائز ہے۔ المستفتی اسلام خاں نیر نیوکورٹ بالی اسٹیشن پلان سڑک پالی بالی راجستھان

الجواب

(۱) بسم اللہ اکبر کہہ کر جس حلال جانور کو مسلمان نے ذبح کیا۔ خواہ وہ شرابی ہی کیوں نہ ہو وہ جانور ذبح ہو گیا اور شرعاً اس کو کھانا ہر مسلمان کو جائز ہے۔

(۲) مشہور و معروف طریقت کے سلسلوں کو بیماری کہنا قابل تعزیر جرم ہے۔ کہ قاضی اسلام ہوتا تو مزایا تنبیہ جو مناسب سمجھتا دیتا۔ اور اگر بیماری سے امام صاحب کی مراد گمراہی ہے کہ ان سلسلوں کو امام صاحب گمراہی سمجھتے ہیں تو خود گمراہ ہیں۔

(۳) جو علاج کا طریقہ نہ جانتا ہو اس کو علاج کرنا جائز نہیں۔ اور اخصی عورت کو بلا ضرورت شرمیہ دیکھنا اور چھونا حرام ہے۔

(۴) سجدہ کی حالت میں عورتوں کی طرح سمٹنا مکروہ ہے۔ اور کہنیوں کو ران اور پیٹ سے الگ ہونا چاہئے۔

(۵) اس طرح میت کو قبر میں الٹا لٹا سنت کے خلاف ہے۔ بلکہ کئی طرح سے سنت کی مخالفت ہے اور اس طرح خلاف سنت لٹانے کو جائز کہنا گناہ ہے۔

(۶) اس طرح بیڑی اور سگریٹ پینا کہ دھواں اور بدبو مسجد میں جائے حرام ہے۔

(۷) آپ نے جو کچھ بیان کیا اگر وہ سچ ہے تو امام جاہل اور ہٹ دھرم ہیں۔

(۸) بے اجازت کسی کے گھر میں جانا شرعاً سخت منع ہے۔ اور ناچ گانا اور فحش مناظر کا دیکھنا ٹی وی اور ویڈیو میں ہی کیوں نہ ہو سب ناجائز اور حرام ہے۔

الغرض آپ اگر اپنے بیان میں سچے ہیں۔ اور ٹھیک ٹھیک وہی بیان کیا ہے جو واقعہ ہے۔ اپنی طرف سے اس میں کچھ اضافہ نہیں کیا ہے تو مذکورہ امام صاحب حرام سے لے کر کراہت اور سوا دینی میں جہلا ہیں۔ بلکہ مسائل شریعت پر نہایت جبری اور بے باک ہیں بلکہ ناجائز کو جائز اور مکروہ کو حلال کرنے والے ہیں ان کا پلکا سے پلکا حکم یہ ہے کہ ان کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی کہ جو پڑھی دوبارہ لوٹاؤ۔ ان کو امام بنانا گناہ اور بشرط استطاعت ان کو امامت سے علیحدہ کرنا ضروری۔

شامی میں ہے:

”ومشی فی شرح المنیۃ علی ان کراہۃ تقدیمہ کراہۃ تحریمہ“

تو اگر وہ توبہ صادقہ کریں اور اپنی ان حرکتوں سے باز آئیں تو ان کے پیچھے نماز پڑھی جاسکتی ہے، اور اپنی اصلاح اور توبہ نہ کریں تو ان کو امامت سے علیحدہ کر دیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمستان اعظمی شمس العلوم گھوسی مؤ ۱۳۱۹ شوال المکرم ۱۴۱۹ھ

(۱۷۳) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ زید کی شادی ہندہ سے ہوئی اور دونوں میں کسی بات کی وجہ سے نا اتفاق واقع ہوگئی اور زید نے ہندہ کو تین طلاق دے دیا یہ کہہ کر کہ جا میں نے تم کو طلاق سنت دیا آیا زید کی اقتداء درست ہے کہ نہیں اور اس کے پیچھے نماز ہوگی یا نہیں۔

مسئلہ بالا میں اگر کوئی بھی عدم جواز کی صورت ہو تو اسے ضرور تفصیلاً بیان فرمائیں۔

آپ کا علی اصغر مقام بسہیں ضلع چیمبرہ

الجواب

اسلام میں بلا ضرورت طلاق دینا ضرور ناپسند ہے۔ مگر معصیت اور گناہ نہیں بلکہ اس کو علماء کے ایک گروہ نے مطلقاً مباح قرار دیا ہے۔ اور ضرورت سے دیا تو بالاتفاق سب کے نزدیک جائز و مباح سمجھا

عورت بے نمازی ہو تو طلاق دینا جائز بلکہ مستحسن ہے۔ فتاویٰ رضویہ جلد پنجم ص ۴۰۵

پس صورت مسئلہ میں اگر زید میں کوئی اور عیب منافی امامت نہ پایا جائے تو اس کی امامت میں کوئی حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم عبدالمستان اعظمی شمس العلوم گھوسی مؤ ۱۶ جمادی الاخریٰ ۱۴۲۰ھ

(۱۷۴) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسائل ذیل میں کہ

(۱) زید کہتا ہے کہ امام کے پورے قدم کا نماز میں محراب کے باہر ہونا ضروری ہے۔ اگر صرف امام کی ایڑی محراب سے باہر رہتی ہے تو نماز مکروہ ہوگی۔ ثبوت کے طور پر یہ فتاویٰ فیض الرسول کی مندرجہ ذیل عبارت پیش کرتا ہے۔

امام کو بلا ضرورت محراب میں اس طرح کھڑا ہونا کہ پاؤں محراب کے اندر ہوں مکروہ ہے ہاں اگر پاؤں باہر اور سجدہ محراب کے اندر ہو تو کوئی حرج نہیں ہے۔ (فتاویٰ فیض الرسول ص ۲۳۸) اور مکر کا کہنا ہے کہ اگر پوری ایڑی یا اکثر قدم محراب سے باہر ہے تو نماز بلا کراہت ہو جائے گی۔ اور یوں استدلال کرتا ہے کہ اگر مقتدی کے قدم کا گنا امام کے گنا کے برابر یا پیچھے ہے گو کہ مقتدی کے دراز قدم ہونے سے مقتدی کے قدم کا گنا حصہ امام کے قدم سے آگے ہے مقتدی کا امام کے پیچھے ہونا مان لیا جائے گا۔

لہذا مندرجہ بالا تفصیل کے بعد دریافت طلب امر یہ ہے کہ امام کے پورے قدم کا محراب میں ہونا ضروری ہے یا صرف ایڑی یا نصف قدم سے زائد باہر ہے تو امام کا محراب سے باہر ہونا قرار دیا جائے گا۔

(۲) ممبر کا کتنا حصہ محراب کے باہر ہونا ضروری ہے؟ اگر ممبر کا بعض حصہ محراب کے باہر ہو اور بقیہ اندر یا مکمل ممبر محراب کے اندر ہو تو خطبہ میں کراہت تو نہیں ہوگی؟ نیز یہ واضح کریں کہ محراب مسجد کے بقیہ حصہ سے کتنا اونچا بنایا جاسکتا ہے۔ اگر ۴ رانگل سے زائد اونچا ہو تو اس پر نماز پڑھانے والے کے پیچھے نماز ہوگی یا نہیں۔

دونوں سوالوں کے جواب کتب معتبرہ کے حوالوں سے تحریر فرمائیں۔

المستفتی محمد نسیم خیر آباد ۶/۹/۲۰۰۰

الجواب

حالت امامت میں امام کا بلا ضرورت مسجد کی محراب میں اکیلا کھڑا ہونا مکروہ تنزیہی ہے یعنی شرعاً ناپسندیدہ فعل ہے۔ بہار شریعت حصہ سوم ص ۱۷۳ میں ہے:

امام کو تنہا محراب میں کھڑا ہونا مکروہ ہے اور اگر وہ باہر کھڑا ہو اور سجدہ محراب میں کیا یا وہ تنہا نہ ہو اس کے ساتھ کچھ مقتدی بھی محراب میں ہوں تو حرج نہیں یوں ہی اگر مقتدیوں پر مسجد تنگ ہو تو بھی امام کا تنہا محراب میں کھڑا ہونا مکروہ نہیں۔

حضرت صدر الشریعہ نے حوالہ در مختار اور عالمگیری کا دیا ہے ہم ان دونوں کی عبارت نقل کرتے ہیں:

”یکرہ قیام الامام فی المحراب وحده (وهو الطاق) ولا یکرہ سجوده فیہ اذا کان قائما خارج المحراب هکذا فی التبین۔ واذ ضاق المسجد بمن خلف الامام فلا یاس بان یقوم فی المحراب کذا فی الفتاویٰ البرہانیة۔“ (ہندیہ اول ص ۱۰۸)

”وقیام الامام فی المحراب لا سجود فیہ وقلماہ خارجہ لان العبرة للقدم۔ ولہذا تشترط طہارة مکانہ وکذا لو حلف لا یدخل الدار یحنت بوضع القدمین وان کان باقی بدنہ خارجہا۔ والصید ان کان رجلاہ فی الحرم ورامہ خارجہ فهو فی الحرم۔“

(شامی جلد اول ص ۲۲۳)

فقہ کی اور فتاویٰ کی بہت سی کتابوں میں یہ عبارت مذکورہ دونوں طریقوں سے مروی ہے یعنی۔
”لا یکرہ سجودہ فیہ اذا کان قائما خارج المسجد او سجودہ فیہ قلماہ خارجہ“
پہلی عبارت میں صرف امام کے خارج محراب ہونے کا ذکر ہے اور قدم کی تصریح نہیں۔ اور دوسری میں صرف قدم کا ذکر ہے اور اس کا سبب بھی مذکور ہے کہ اس قسم کے بہت سے احکام خروج و دخول کے باب میں جسم کے اور اعضاء کا اعتبار نہیں قدم کا ہی اعتبار ہوا قدم خارج محراب ہو تو امامت صحیح ہوگی۔ جیسے یہ مسئلہ کہ نماز کے لیے زمین کا پاک ہونا ضروری ہے۔ تو شرط صرف قدم کے نیچے کی زمین کا پاک ہونا ہے۔ ہاتھ گھٹنا یا سر رکھنے کی جگہ کا پاک ہونا ضروری نہیں۔ کسی نے قسم کھائی کہ فلاں کے گھر میں نہیں جاؤں گا۔ تو اس گھر میں دونوں قدم رکھ دینے سے قسم ٹوٹ جائے گی کہ اعتبار قدم کا ہے۔ تو گھر میں صرف دونوں قدم رکھ دینے سے گھر میں داخل مانا جائے گا۔ اسی طرح حرم کے جانور کا شکار حرام ہے۔ شکاری کے دو قدم حرم میں اور بقیہ جسم حل میں ہو تو وہ شکار موضع حرم میں مانا جائے گا۔

شیخ عینی کے حاشیہ شرح کنز میں ہے:

”والمعتبر هو القدم کما فی کثیر من الاحکام الا تری طہارة موضع القدم شرط

(جلد اول ص ۱۵۶)

الخ“

یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ اصل مسئلہ میں صرف مطلق امام خارج محراب یا داخل محراب ہونے کا ذکر ہے قدم کا ذکر نہیں، لیکن اس مطلق کو صرف قدم کے خروج و دخول میں منحصر کرنے کے لیے مشائخ نے مختلف ابواب فقہ کے ایسے مسائل سے شہادت پیش کی جہاں خروج و دخول میں صرف قدم کا اعتبار ہے، مثلاً ایک مسئلہ ابواب نماز کا ہے دوسرا مسئلہ باب قسم سے متعلق ہے اور تیسرا مسئلہ حج کے باب الصيد کا ہے ان مسائل مختلفہ میں قدم ہی کا اعتبار ہوتا ہے۔ تو باب الصلوة میں بھی امام کے خارج محراب اور داخل محراب ہونے میں اس کے قدم کے ہی دخول و خروج کا اعتبار ہوگا۔

عربی میں قدم کا اطلاق پاؤں کی انگلیوں کے سرے سے ایڑی کے سرے تک ہوتا ہے۔ منجھ میں ہے:

”والقدم فی القیاس مابین طرف الابهام وطرف العقب۔“ (ص ۶۱۳)

اور فقہ میں اس کی اور جامع تعریف کی گئی۔

”القدم ما یبطأ علیہ الانسان من الرسغ الی مادونہ و حاشیة طحطاوی علی مراقی الفلاح“ (ص ۱۷)

اس تعریف میں پاؤں کی لبان کے ساتھ ساتھ پیر کے ٹخنوں تک حصہ بھی شامل ہے۔ پس جن روایتوں میں قدم کے خارج محراب کرنے کا ذکر آیا وہاں فقہ کے مشہور و معروف قاعدے لاکٹر حکم الكل کے مطابق بکر کا اکثر قدم مراد لینا غلط قرار دے کر اس مجوشہ جزیعے کو بکر کے خلاف قرار دینا درست نہیں کہ ان دونوں جزیعوں میں باہم تعارض نہیں۔ بکر صرف یہ کہنا چاہتا ہے کہ جس طرح بہت سے احکام شرع میں جسم اور ذات بول کر آدمی کا قدم مراد لیا گیا اسی طرح کئی ایک مسائل شرع میں قدم بول کر اس کا اکثر حصہ مراد لیا گیا۔ تو مسئلہ قیام امام فی المحراب میں بھی خروج قدم سے خروج اکثر قدم مراد لے کر نماز کی عدم کراہت کا کیوں نہ حکم دیا جائے مسئلہ کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

مراقی الفلاح شرح نور الایضاح ص ۱۷ میں ہے:

(۱) ونزع الحف لو کان النزع بخروج اکثر القدم الی ساق الخف فی الصحیح

لمفارقة محل المسح مکانہ وللاکثر حکم الكل۔

موزے کا اتارنا بھی مسح علی الخفین کو توڑ دیتا ہے یعنی اگر قدم کا اکثر حصہ موزہ کی پنڈلی تک پہنچ گیا تو مسح ٹوٹ گیا کیونکہ مسح کا محل الگ ہو گیا کیونکہ پاؤں کا اکثر حصہ اپنی جگہ سے کھسک کر موزہ کی پنڈلی

میں آگیا تو گویا پورا قدم موزہ سے نکل گیا کہ اکثر کے لیے کل کا حکم ہے۔

(۲) جماعت میں صف کے سیدھی کرنے اور اکیلے مقتدی کے امام کے دائیں اور اس کے برابر کھڑے ہونے میں اعتبار ایڑی والے حصہ کا ہے۔ انگلی کے طرف والے حصہ کا نہیں۔

حدیث شریف میں ہے: "سوا صفوفکم وحاذوا بین المناکب"

(الکامل لابن عدی: ۱۱۹۹/۳)

دوسری حدیث میں ہے: "حاذوا بالمناکب" (مسند امام احمد: ۹۸/۲) گردن اور بازو سے صفیں سیدھی کرو۔

امام احمد رضا خاں صاحب ارشاد فرماتے ہیں:

تسویہ صفوں میں گردن کندھے اور شخے آپس میں مقابل رہیں اور خط مستقیم پر ہوں۔

(لحظہ وہ ہڈی ہے جو ایڑی کے اوپر پاؤں کے دونوں طرف ابھری رہتی ہے) یوں ہی امام کے علاوہ ایک آدمی ہو تو اس کو اپنے پیر کا وہ حصہ جس کو پاؤں کا گٹھا کہا جاتا ہے، یعنی وہی لٹخنہ والا حصہ امام کے پاؤں کے لٹخنہ والے حصہ کے برابر رکھے اگر ذرا بھی بڑھ گیا تو مقتدی کی نماز صحیح نہ ہوگی۔

(تسہیل فتاویٰ رضویہ ج سوم ص ۳۹۷)

ان مسائل سے معلوم ہوا کہ صف سیدھی کرنے اور مقتدی کے امام کے برابر کھڑے ہونے میں اعتبار ایڑی والے حصہ کا ہے۔ پاؤں کے پنجوں اور انگلیوں کی برابری کا نہیں کیونکہ صف میں ایک بڑے قدم والے کے پہلو میں ایک چھوٹے قدم والا انسان اور بڑے قدم والے امام کے پہلو میں ایک چھوٹا قدم والا مقتدی کھڑا ہو اور دونوں فریق نے اپنے پاؤں کی انگلیوں کو ایک سیدھ میں رکھ کر ایک دوسرے کے ساتھ کھڑے ہوئے تو پہلی صورت میں صف ٹیڑھی ہوگی۔ کیونکہ ایک شخص کا پیر چھوٹا ہونے کی وجہ سے اس کے پاؤں کا گٹھا دوسرے کے پاؤں کے گٹھے سے آگے ہو جائے گا۔ اور دوسری صورت میں مقتدی کے پاؤں کا گٹھا امام کے گٹھے کے آگے ہو جائے گا اور اس کی اقتداء صحیح نہ ہوگی۔ اور سب کی ایڑیاں اور پاؤں کا گٹھا ایک سیدھ میں ہو تو پاؤں چاہے کتنے ہی چھوٹے بڑے ہوں انگلیوں کے آگے پیچھے ہونے سے کچھ اثر نہ پڑے گا تو معلوم ہوا کہ پاؤں کے معاملہ میں اعتبار ایڑی والے حصہ کا ہی ہے۔

امام عینی فرماتے ہیں: "والمعبر هو القدم كما في اقتداء الطويل كما ذكرنا"

اور اعتبار قدم کا ہی ہے جیسا کہ ہم لے آدمی کی اقتداء کے مسئلہ میں بتا آئے۔ اس حوالہ سے یہ معلوم ہوا کہ خروج عن المحراب والے مسئلہ کو اقتداء طویل والے مسئلہ پر ہی علماء نے قیاس کیا ہے۔ اور

مسئلہ اقتداء میں، اور تسویہ صف میں ایڑی والے حصہ کو خاص اہمیت دی ہے تو ایڑی کی طرف سے اگر امام کا قدم نصف زائد محراب سے باہر ہو جائے تو کراہت ختم ہو جائے گی۔

(۳) امام کا مقتدی سے اوپر کھڑا ہونا مکروہ ہے اس کی مقدار میں کئی روایتیں ہیں۔

صدر الشریعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تین چار انگل کی بلندی کو بھی مکروہ قرار دیا ہے۔

(فتاویٰ امجدیہ جلد اول ص ۱۹۶)

(۴) خطبہ کے وقت امام کا منبر پر ہونا مستنون ہے۔ (شامی جلد اول ص ۵۵۲)

اسی میں بحر الرائق کے حوالہ سے ہے: "ومن السنة ان يخطب عليه اقتداء به ﷺ"

رسول اللہ ﷺ کی پیروی میں منبر پر خطبہ دینا سنت ہے۔

وہیں قہستانی کے حوالہ سے لکھا ہے: "وان يكون على يسار المحراب"

اور صدر الشریعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے (بہار شریعت حصہ چہارم ص ۹۷) پر تحریر فرمایا۔

اور بہتر یہ ہے کہ منبر محراب سے بائیں ہو۔ اس سے یہ ظاہر ہوا کہ منبر کا محراب سے بائیں جانب

ہونا نہ فرض ہے نہ واجب نہ خطبہ کی شرط ہے نہ رکن نہ مستنون بلکہ افضل اور بہتر ہے۔

تو اگر اس جگہ کے علاوہ تھوڑا دھرا دھر ہو جائے تو شرعاً کوئی جرم نہیں اس کی تائید تاریخ سے اس

طرح ہوتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد بھی بہت دنوں تک شاہان اسلام نمازوں کی امامت خود ہی کرتے

تھے اور نماز میں دوست اور دشمن سبھی شریک ہوتے تھے اس لیے ان کی زندگیوں ہر دم خطرہ میں رہتی تھیں۔

اس لیے اپنی حفاظت کے خیال سے انہوں نے محراب اور دیوار قبلہ کو شامل کر کے اور کبھی اس میں مسجد کا

کچھ حصہ بھی ملا کر گھیر دیتے تھے جس کو مقصورہ کہتے تھے۔ اور اس میں کسی اجنبی کو داخل نہیں ہونے دیتے

تھے اور امام کی حفاظت کے خیال سے منبر کو بھی مقصورہ میں بنادیتے تھے حالانکہ رسول اللہ ﷺ کا منبر آپ

کی محراب سے بائیں طرف تقریباً دس گز کے فاصلہ پر رکھا گیا تھا۔

علامہ شامی فرماتے ہیں: "ان المقصورة في زمانهم اسم بيت في داخل الحدار القبلة

عن المسجد كانما يصلي الامراء فيه الجمعة ويمتعون الناس من دخولها خوفا من العدو

فالصف الاول ماعلى الامام من داخلها اذ مابلى المقصورة من خارجها مثل مقصورة

الدمشق يكون الصف الاول مابلى الامام من داخلها وما يتصل بها من طرفيها من خارجها

ولا ينقطع الصف بها كما لا ينقطع بالمنبر الذي هو داخلها۔ (شامی جلد اول ص ۳۸۳)

قرون اولیٰ میں مقصورہ نام کا ایک کمرہ مسجد کی دیوار میں جو قبلہ کی طرف ہو محراب سمیت بنادیا

جاتا جس میں دشمنوں کے ڈر سے جماعت کے وقت امام نماز پڑھتے اور اجنبیوں کو اس میں داخلہ کی اجازت نہ تھی ترتیب یہ ہوئی کہ اس کے اندر امام کھڑا ہوتا اور اس کے پیچھے صف اور مقصورہ سے باہر دوسری صف لگتی اس صورت میں کچھ ائمہ نے مقصورہ کی اندرونی صف کو صف اول کہا اور کچھ لوگوں نے باہر والی صف کو صف اول کہا۔

علامہ شامی کہتے ہیں کہ مقصورہ کی ایک صورت یہ ہوئی کہ محراب منبر اور کچھ حصہ مسجد کا لے کر گھیر دیا جاتا۔ امام اور خواص اس کے اندر رہتے اور سب لوگ باہر رہتے۔

علامہ شامی فرماتے ہیں: اس صورت میں تو صف اول وہی ہوگی جو مقصورہ کے اندر ہے اور مقصورہ کے باہر کی وہ صف جو دیوار قبلہ سے لگ کر دائیں بائیں مسجد کے آخری کناروں تک چلی ہے اس پر کسی نے اعتراض کیا کہ یہ کیسے صف اول ہوگی مقصورہ کی دیواروں نے تو اس کو قطع کر دیا ہے آپ نے جواب دیا منبر بھی تو مقصورہ کے اندر ہی رہتا ہے۔

علماء فرماتے ہیں: منبر کے بیچ میں آنے سے صف نہیں کٹتی اسی طرح مقصورہ کی دیوار سے صف منقطع نہیں ہوگی۔ اس حوالہ سے یہ ثابت ہوا کہ منبر جو عہد رسالت میں محراب سے تقریباً دس گز بائیں طرف تھا اس کو اتنی دوری کے بجائے خاص محراب میں کر دیا گیا تب مسجد کے حصہ میں تھا اب محراب کے حصہ میں کر دیا گیا۔ حدیثوں میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے منبر کی پشت قبلہ کی دیوار سے تقریباً تھوڑے بھر دور تھی، لیکن آج دنیا کے سارے مسلمان اس کو دیوار قبلہ سے بالکل لگا کر بناتے ہیں۔ یا دیوار قبلہ کے اندر بناتے ہیں رسول اللہ ﷺ کا منبر تین زینوں کا تھا اور فقہاء تصریح فرماتے ہیں ضرورت کے موافق زینہ بڑھایا اور منبر کو اونچا کیا جاسکتا ہے۔ حضور ﷺ کا منبر جھاڑ کی لکڑی کا تھا اور آج سنگ مرمر کا بنایا جاتا ہے۔

الغرض اس حیرہ سو سال کی مدت میں منبر کی اصل سے لے کر اس کی صورت وضع قطع اور رکھنے کے انداز اور طریقوں میں بڑا تغیر ہو گیا ہے۔ فقہائے کرام ان سے بہت ساری چیزوں کا ذکر کرتے ہیں اس کے جواز کا حکم دیتے ہیں اور بعد کے علماء بلا تکلیف اس کو اپنی کتابوں میں تحریر کرتے ہیں۔ بات اصل یہ ہے کہ یہ امور خطبے کے بنیادی عنصر نہیں۔ استحباب کا درجہ رکھتے ہیں تو علمائے اسلام نے بھی اس میں توسع رکھا ہے۔ اب کسی کا یہ سوال اٹھانا کہ اگر ایک زینہ مسجد کے اندر نہ ہوا تو ناجائز ہوگا غلط۔ اور شریعت کے خلاف خواہ مخواہ زیادتی اور تشدد ہے۔ ہم نے فقہ کی بہت ساری کتابوں کو تلاش کیا ہم کو یہ مسئلہ کہیں نہیں ملا اور محراب کے اندر اور باہر کھڑے ہونے کے مسئلہ پر اس کو قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے اور نادانی ہے۔ امامت میں چار اہل بھی امام کا مقتدی سے بلند ہونا مکروہ ہے۔ خطبہ کے لیے بلندی پر کھڑے ہو کر خطبہ

دینا سنت۔ ہمیں تفاوت از کجا است تا کجا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مؤ ۲۶ جمادی الاخرہ ۱۴۳۱ھ

(۱۷۵) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

آج سے پانچ سال پہلے نماز عید یا جمعہ لاؤڈ اسپیکر سے نہیں پڑھتے تھے اور آج کل دونوں نمازیں لاؤڈ اسپیکر پر پڑھا رہے ہیں۔ امام احمد رضا فاضل بریلوی کا فتویٰ لوگوں کے پاس ہے اس میں انھوں نے منع فرمایا کہ نماز نہیں ہوتی، آجکل ہمارے سنی علماء میں الگ الگ انجمن احمد رضا، اشرفی، نعیمی، رفاعی، ہماری جماعت سے ہی یہ فتویٰ جواز کا دیا جا رہا ہے آپس میں ہم لوگوں کے خیالات بدل گئے ہیں، مہربانی فرما کر سرور دو جہاں رحمۃ اللہ علیہ کی حدیث مبارک سے جواب عنایت فرمائیں کہ نماز ہو جاتی ہے یا نہیں۔

المستفتی: محمد حسین پالی

الجواب

لاؤڈ اسپیکر ایک جدید مشین ہے اس کا صریح حکم نہ قرآن عظیم میں ہے، نہ حدیث مبارک میں نہ ایک صدی کے فقہائے کرام کی کتابوں میں۔

جب یہ مسئلہ درپیش ہوا تو دیوبندیوں نے بھی لاؤڈ اسپیکر پر نماز ناجائز ہونے کا فتویٰ دیا لیکن بعد میں ان لوگوں نے اپنی بات بدل دی۔ ہماری جماعت اہل سنت میں منع کرنے والے علماء پہلے زیادہ تھے اور آج بھی زیادہ ہی ہیں، یہاں ناجائز کہنے والوں کی تعداد زیادہ ہے اور پاکستان کے علمائے اہل سنت کچھ زیادہ آقا و خیال ہیں اس لیے وہاں منع کرنے والوں کی تعداد بہت کم ہے۔

ادھر عوام میں بطور فیشن مسجدوں میں لاؤڈ اسپیکر لگانے اور خاص طور سے اسے نماز میں استعمال کرنے کا شوق زیادہ ہے ورنہ اس کی وجہ سے نماز میں کوئی خوبی آجائے یا قبولیت بڑھ جائے ایسا نہیں ہے ۱۳ سو سال تک کتنے صحابہ تابعین اولیاء صالحین علمائے کاملین بے لاؤڈ اسپیکر نماز پڑھتے رہے اور ان کی نمازیں مقبول بارگاہ الہی ہوتی رہیں۔ اور ان کو درجاء ملتے رہے اس میں اضافہ ہوتا رہا۔ اگر آج بھی بے لاؤڈ اسپیکر نمازیں پڑھی جاتی ہیں تو اس میں کوئی کمی نہیں ہوتی، عوام کو اس میں بے حد غلو ہے۔ اور منع کرنے پر لڑائی شروع ہو جاتی ہے۔ اور اب تو یہ حال ہے کہ پاس پاس کی دو مسجدوں میں لاؤڈ اسپیکر پر نماز شروع ہوئی ہمارا امام ابھی قرأت کر رہا ہے اور پاس والے امام نے رکوع کے لیے اللہ اکبر کہا تو یہاں کے بہت سے مقتدی رکوع میں چلے گئے اللہ تعالیٰ رحم فرمائے دوسری طرف منع کرنے والوں کو بھی اتنی شدت نہ برتنی چاہئے کہ فتنہ و فساد ہو جائے اور اب تو ایسا نظر آتا ہے کہ ہر طرف عوام کا ہی بول بالا ہے۔ کم ہی

مسجد میں اس سے خالی ہوگی۔ ہم خود اس مسئلہ میں تحقیق کے اس مقام میں نہیں کہ کوئی حکم لگائیں۔ ہمیں امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کسی ایسے فتویٰ کا علم نہیں جس میں انھوں نے نماز کے لاؤڈ اسپیکر پر جائز یا ناجائز ہونے کا فتویٰ دیا ہو آپ کے پاس ایسا کوئی فتویٰ ہو تو اس کی فوٹو اسٹیٹ کا پی روانہ کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ۲۸ صفر المعظم ۱۴۱۶ھ

(۱۷۶) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

عرض یہ ہے کہ ہمارے یہاں بھی شہر بالا گھاٹ میں کم و بیش مسلمانوں کی تعداد چھ ہزار سے لے کر آٹھ ہزار تک ہے اور پورے شہر میں صرف ایک ہی مسجد اور اس کے علاوہ دوسری کوئی مسجد نہیں ہے اور ماشاء اللہ مسجد بھی کافی بڑی اور وسیع ہے عیدین جمعہ اور نماز تراویح میں بڑی جماعت ہوتی ہے کثیر تعداد کی وجہ سے امام کی قرأت کی آواز بھی نمازیوں تک نہیں پہنچ پاتی ہے جس کی وجہ سے خاص طور پر نماز تراویح کے اندر بھی نمازیوں تک قرآن مقدس پڑھنے کی آواز نہ پہنچنے کی وجہ سے لوگ اکتاتے اور گھبراتے ہیں اور بہت سے نمازیوں کو نیند کا غلبہ بھی آنے لگتا ہے اور خیالات بھی بٹنے رہتے ہیں جس کی وجہ سے خشوع و خضوع بھی جاتا رہتا ہے اور یہ ماری خرابی قرآن شریف کے پڑھنے کی آواز نہ ملنے کی وجہ سے ہے جب کہ ہر نمازی یہ شوق اور آرزو کرتا ہے کہ قرآن سن کر اس کی مجبوری کو دیکھتے ہوئے بھی نمازیوں تک مانگ کے ذریعے قرآن شریف پڑھنے کی آواز پہنچائی جاسکتی ہے یا نہیں؟ جواب دے کر شکر یہ کاموقع دیں جب کہ نمازیوں کی تنانوں فیصد کی تعداد یہی چاہتی ہے کہ نماز میں قرآن شریف پڑھنے کی آواز مانگ کے ذریعے بھی نمازیوں تک پہنچائی جائے اس سلسلے میں لوگ قاضی شہر کا پور حضرت مولانا مفتی عبدالسیح صاحب قبلہ کو دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں کہ مانگ پر ہی نماز پڑھاتے ہیں اور ان کے علاوہ بھی حضرت مولانا مفتی افضل صاحب علیہ الرحمۃ، حضرت مولانا مفتی عبدالحفیظ صاحب مفتی اگر علیہ الرحمۃ، فقیہ اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد نور اللہ صاحب نعیمی علیہ الرحمۃ، حضرت مولانا مفتی مجیب الاسلام صاحب قبلہ، حضرت مولانا مفتی سید محمد مدنی میاں صاحب کچھوچھوی قبلہ، یہ وہ بڑی شخصیتیں ہیں جن کے فتوے جائز کے ہی ہیں اور انکا قول ہمارے لیے قابل توجہ اور قابل عمل بھی ہے، پھر بھی ہم حضرت کی بارگاہ عالیہ میں عرض کرتے ہیں کہ ہمیں حکم سے بہت جلد نوازیں شدید انتظار ہے۔

المستفتی: محمد جمال غنی صدر مدرس اسلامیہ بالا گھاٹ ایم پی

الجواب

لاؤڈ اسپیکر پر نماز کی اقتدا کا مسئلہ ابتدا سے ہی علمائے اہل سنت میں مختلف فیہ رہا ہے، دلائل

میں نے دونوں طرف کے کچھ نہ کچھ ضرور پڑھے ہیں لیکن مجھے کسی ایک جانب پر اطمینان نہیں ہے جب کہ حال یہ ہے کہ نماز میں مقتدی کو امام کی قرأت کی آواز سننا ضروری نہیں بغیر قرأت سے ہی نماز ہو جائے گی اور لاؤڈ اسپیکر پر اقتدا کرنے میں علمائے اہل سنت کے ایک بڑے طبقہ کے نزدیک نماز نہیں ہوگی تو احتیاط کا تقاضہ یہی ہے کہ لاؤڈ اسپیکر کا استعمال نہ کیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ۹ محرم الحرام ۱۴۱۶ھ

(۱۷۷) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ

ہمارے قصبہ میں عیدین کی نمازوں میں مصلیوں کا بہت زیادہ اثر دھام ہوتا ہے جس میں امام کی آواز مصلیوں تک پہنچنے میں بہت دشواری ہوتی ہے۔ ایسی حالت میں لاؤڈ اسپیکر لگا کر نماز پڑھ لی جائے جائز ہے یا نہیں؟ بیجا تو جروا۔ فقط برائے کرم جواب سے ضرور مطلع کریں تاکہ آئندہ عید کے موقع پر اسی مسئلہ کی نظام الدین ڈاکخانہ جلاپور فیض آباد کے مطابق عمل کیا جائے۔

الجواب

لاؤڈ اسپیکر پر نماز کی اقتدا جائز ہونے کا مدار اس بات پر ہے کہ لاؤڈ اسپیکر سے جو آواز سنی جاتی ہے وہ آواز امام کی آواز ہے یا نہیں اگر امام کی آواز ہو تو نماز جائز ہوگی ورنہ نہیں۔ لاؤڈ اسپیکر کے بارے میں سائنس والوں کے مختلف بیانات نظر سے گذرے کہیں بعینہ بولنے والے کی آواز بتایا اور کہیں دوسری اس لیے نماز کو خطرہ میں ڈالنے سے اچھا یہی ہے کہ لاؤڈ اسپیکر کا استعمال نماز میں نہ کیا جائے۔ درآں حالے کہ امام کی قرأت مقدیوں کو سننا ضروری نہیں، ہاں کبیرات انتقالات کے سنانے کا مسنون طریقہ مکرمین کا ہے وہی برتا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ ۱۵ رمضان ۱۴۱۶ھ

الجواب صحیح: عبدالرؤف غفرلہ مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ

امامت فاسق کا بیان

(۱۷۸) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ

- (۱) داڑھی منڈے کے پیچھے داڑھی والوں کی نماز ہوگی یا نہیں؟
- (۲) زید نے تقریر میں کہا کہ جس کے گھر کی عورتیں نمازی نہیں اس کے گھر کا کھانا درست نہیں، لیکن خود ہی زید ایسے لوگوں کے گھر کا کھانا کھاتا ہے، تو اس پر شرع کی جانب سے کیا حکم لگے گا؟

الجواب

داڑھی منڈانے والا فاسق معطن ہے، اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے کہ پڑھ لی تو دہرائیں اور ایسے آدمی کو امام بنانا گناہ ہے شامی میں ہے "ومشی فی الشرح العنیه علی ان کراہۃ تقدیمہ کراہۃ تحریم"

(۲) زید نے تقریر میں جو بات کہی زجراً اور توہیناً کہی ہوگی کہ لوگ ڈریں اور نماز پڑھنے لگیں اور اگر کوئی مقتدائے دینی ہو جس کے کھانا چھوڑ دینے سے لوگوں پر اثر پڑے اور لوگ نماز پڑھنے لگیں تو ایسا کر سکتا ہے۔ اور اس کا یہ فعل باعث اجر و ثواب ہوگا۔ ویسے ایسے لوگوں سے کھان پان میل جول رکھنے کے بارے میں علماء کی دونوں قسم کی رائیں ہیں۔ بعض لوگ منع کرتے ہیں اور بعض اس خیال سے کہ چھوڑ دیا جائے تو بالکل بے تعلق ہو جائیں گے۔ اور اصلاح کی کوئی سبیل نہ رہ جائے گی تعلقات جاری رکھنے کے حق میں ہیں اور قول فیصل یہ ہے کہ جو آدمی اس بات سے ڈرتا ہو کہ ان کی بری صحبت مجھ میں اثر نہ کر جائے وہ پرہیز کرے اور جو راسخ العمل ہو نہ چاہا مصلح ہو اور اس کی اچھی صحبت کا اثر دوسرے قبول کرتے ہوں وہ ایسے لوگوں سے تعلق رکھ سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی، ۱۶ ربیع الاول ۱۴۱۲ھ

(۱۸۲-۱۷۹) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسائل ذیل میں کہ

(۱) زید جمعہ وعیدین کی امامت کرتا ہے، ایک روز جمعہ کے بعد جب کسی بات پر عوام سے کڑوی گفتگو ہونے لگی تو درمیان گفتگو زید نے عوام سے کہا کہ جماعت کے تمام حاضرین میرے قدموں میں سر جھکاتے ہیں، اس نے کہا اگر خدا کے سامنے سر جھکاتے ہو تو بتاؤ کہ خدا کہاں ہے۔ لوگوں کا خیال ہے کہ زید کا یہ کلمات بولنا اس کے تکبر کا اظہار کرتا ہے اور خدا کے وجود سے انکار ثابت ہوتا ہے اور زید خود کو نبی گویا خدا تصور کرتا ہے مندرجہ بالا زید کے کلمات کیسے ہیں کیا زید کے یہ کلمات اپنی زبان سے بولنا درست ہے؟ اور عوام کا جو خیال ہے کیا وہ درست ہے؟ قرآن و سنت کی روشنی میں شریعت مطہرہ کے مدلل احکام تحریر فرمائیں۔ بینوا تو جروا

(۲) سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قاتل کے ناموں میں اختلاف ہے کہیں شمر لہین اور کہیں سنان ابن انس، اور کہیں خولی ابن یزید کا ذکر آتا ہے مختلف علماء اسی وجہ سے مختلف ناموں کا ذکر فرماتے ہیں تو عوام میں لاطمینانی پیدا ہوتی ہے، تو یہ تحریر فرمائیں کہ بزرگ علمائے کرام کا کس نام پر اتفاق ہے (۳) سوال (۱) کا جواب اگر کفر یا کلمہ حرام میں ہو تو زید کے ساتھ یہاں کے عوام کس طرح پیش

آئیں؟ اور زید کو کیا کرنا ہوگا؟

(۳) ہر ایک انگلش شراب کی دکان میں ملازمت کرتا ہے اور کافی پیسے کماتا ہے مگر مسجد و مدرسہ میں چندہ دینے کے لیے کسی ایسے آدمی سے پیسہ لیتا ہے جس کی تجارت جائز ہے اور پھر اس قرض کی ادائیگی اپنی اسی کمائی سے کرتا ہے جو اسے شراب کی دکان سے حاصل ہوتی ہے، تو کیا بکر کے چندے کی رقم حلال ہوگئی اور اگر حلال نہیں ہوئی تو جو رقوم بکر کی جانب سے کسی مسجد یا مدرسہ میں لگائی گئیں اس مسجد کی پاکیزگی میں کچھ فرق آیا کہ نہیں جب کہ خصوصاً مسجد میں بالکلیہ حلال اور پاکیزہ رقوم ہی لگ سکتی ہیں حتیٰ کہ زکوٰۃ و فطرات و صدقات کی رقم بھی لگانا جائز نہیں۔ مندرجہ بالا صورتوں میں از روئے شرع مدلل و مفصل وضاحت فرمائیں کہ مسجد کی پاکیزہ ہونے میں کوئی کمی رہی یا نہیں؟ اگر رہی تو جو مسجد پختہ پائے تکمیل کو پہنچ چکی ہے اس کا کیا کیا جائے اور اس میں نماز پڑھی جائیگی ہے کہ نہیں؟ برائے کرم بالتفصیل تحریر فرمائیں؟ بینوا تو جروا

الجواب

(۱) زید کا جملہ مذکورہ کفر بھی ہو سکتا ہے۔ اور تکبرانہ جملہ ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ زید پر اس جملے سے توبہ ضروری ہے اور وہ توبہ نہیں کرتا ہے تو اس کو امامت سے علیحدہ کر دیں تکبر حرام ہے اور علی الاعلان اس کا مرتکب فاسق معطن ہے اور فاسق کی امامت ناجائز ہے۔

شامی میں ہے "ومشی فی الشرح العنیه علی ان کراہۃ تقدیمہ کراہۃ تحریمہ"

(۲) تاریخ اور شہادت ناموں کی مختلف کتابوں میں قاتلان حسین میں مختلف ناموں کا ذکر آتا ہے اور کسی نام پر علماء کا اتفاق بھی نہیں ہے کہ یہ سب روایتیں تاریخ کی ہیں، ان میں سے کوئی احادیث احاد کے معیار پر بھی مبنی نہیں اترتی۔

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور کتاب احیاء العلوم فی الدین میں فرماتے ہیں "فان قبل هل يحوز اللعن علی یزید لانه قاتل الحسين او امره. قلنا: هذا لم يثبت اصلاً فلا يحوز انه قتل او امر به ما لم يثبت نعم يحوز ان يقال قتل ابن ملجم عليا وقتل ابو لولو عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فان ذلك ثبت متواتراً" اگر کوئی پوچھے کہ کیا یزید پر لعنت جائز ہے اس لیے کہ وہ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قاتل ہے یا اس کا حکم دینے والا ہے تو میں کہوں گا کہ یہ بالکل ثابت نہیں کہ یزید نے انہیں قتل کیا یا اس کا حکم دیا تو بے ثبوت کہنا جائز نہیں، ہاں یہ کہہ سکتے ہیں کہ ابن ملجم نے حضرت علی اور ابو لولو نے حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو قتل کیا، کہ یہ بات تو اتر سے ثابت ہے۔ اس سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قاتل کے بارے میں کوئی ایسا ثبوت نہیں ہے۔

رہ گئی عوام کی لاطمینانی تو یہ بے جا ہے، ایک پوری فوج ایک آدمی کو چاروں طرف سے گھیر کر قتل کر رہی ہے اس میں جس نے جس کو جس پر وار کرتے ہوئے دیکھا یا اس میں پیش پیش نظر آیا اس کو کھدیا کہ قلاں نے قتل کیا، جنگ مغلوبہ میں ایسا ہی ہوتا ہے یہ حادثہ کے بعد علماء کے اتفاق کرنے کی بات ہی نہیں ہے۔

(۴) بکرنے جو قرض لے کر مسجد یا مدرسہ کو چندہ دیا وہ حلال ہے اور اس کو مسجد یا مدرسہ میں لگانا جائز ہے۔ بکرنے اپنی حرام کمائی سے جو قرض ادا کیا گناہ کیا لیکن اس گناہ سے قرض والے کا پاک روپیہ ناپاک نہ ہوگا، قرض خواہ کو معلوم ہو کہ یہ روپیہ حرام کمائی کا ہے تو اس کو قرض میں وصول بھی نہ کرنا چاہئے جان بوجھ کر لیا تو اس نے بھی گناہ کیا لیکن اس سے قرض لینے اور اس قرض کی رقم کو چندہ دینے کی نیکی پر کچھ اثر نہیں پڑیگا، جرم کی سزا الگ اور نیکی کا بدلہ الگ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ۲۸ ربیع الاول ۱۴۱۲ھ

(۱۸۳) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کہ دیوبندی، جماعت اسلامی، غیر مقلد کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟ اگر کسی نے ان کے پیچھے

نماز پڑھا تو جنازہ پڑھا تو اس پر شرعاً کیا حکم عائد ہوگا۔ بینوا و تو جروا

امستفتی، کریم الدین پور گھوسی ۲۳ جنوری ۱۹۹۲ء

الجواب

دیوبندیوں پر علمائے عرب و عجم نے کفر کا فتویٰ عائد کیا ہے اور جماعت اسلامی اور غیر مقلدین کھلے ہوئے گمراہ ہیں، اصولی حکم یہ ہے کہ مرتد کے پیچھے نماز باطل بلکہ اس کے کفر پر مطلع ہو کر اسے مسلمان سمجھ کر اس کی اقتداء کی تو خود بھی دائرہ اسلام سے خارج ہو گئے، اور گمراہوں کی اقتداء کر وہ تحریمی کہ جو نماز ان کے پیچھے پڑھی اس کا دہرانا ضروری ہے، ان کو امام بنانا گناہ اور بشرط استطاعت ان کو امامت سے علیحدہ کرنا واجب۔ عالمگیری میں ہے: "وان كان هوى لا يكفر صاحبها تحوز الصلاة خلفه مع الكراهة والافلا" (۱/۱۰۷)

اور شامی میں ہے "ومشني في شرح العنية على ان كراهة تقليد كراهة تحريم" واللہ تعالیٰ اعلم عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ۲۸ رجب المرجب ۱۴۱۲ھ

(۱۸۲-۱۸۳) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلوں میں کہ

(۱) دیوبندیوں کے پیچھے نماز ہوگی کہ نہیں، دیسے کئی لوگوں کے منہ سے ہم نے سنا ہے اور اگر نہیں ہوگی تو کیوں نہیں ہوگی یعنی کون سے ان کے افعال ہیں جن کی بنا پر ان کے پیچھے نماز نہیں ہوگی اور کیا ان کو کافر بھی کہا جاسکتا ہے۔

(۲) قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کرنے والے کو ہمیشہ کیلئے جہنم کا ٹھکانہ ہے (پارہ پانچ سورہ نساء آیت ۹۰-۹۱) اور مولینا لوگ تقریروں میں فرمایا کرتے ہیں کہ جس کے دل میں تھوڑا سا بھی ایمان رہے گا اس کو کبھی نہ کبھی جنت میں داخل ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ جو کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کرے اس کو ہمیشہ جہنم میں رہنا ہے، اس وقت کوئی آدمی مثال کے طور پر فوج میں ہو، کسی ایسے ملک سے جنگ ہو جہاں کے فوجی بھی مسلمان ہوں تو وہاں اگر ان کو مسلمان سمجھ کر چھوڑا جائے تو اپنے ملک سے غداری ہوگی اور اگر ان کو مارا جائے تو قرآن کی باتوں کا خوف ہے، ایسی حالت میں کیا کرنا چاہئے۔

(۳) زید اپنی عورت سے صحبت کیا اور کوئی دوا ایسی بھی استعمال کر دیا ہے کہ حمل نہ ٹھہرے تو کیا ایسا کرنا جائز ہے ان سب سوالوں کا جواب صرف قرآن وحدیث کی روشنی میں بہت جلد دینے کی زحمت فرمائیں۔ المستفتی، محمد شہاب الدین ولد شہار الحق مقام گائے بیر پوسٹ مدھون مٹو یوپی

الجواب

(۱) دیوبندیوں پر علمائے حرمین طہیین نے کفر کا فتویٰ دیا ہے، کیونکہ وہ لوگ رسول اللہ ﷺ کی توہین کرتے ہیں یا توہین کرنے والوں کا ساتھ دیتے ہیں، اور ایسے لوگوں کے پیچھے نماز ہوتی ہی نہیں بلکہ ان کے کفر پر مطلع ہو کر اگر انھیں مسلمان سمجھ کر ان کی اقتداء کی تو خود بھی ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھا۔ عالمگیری میں ہے: "وان كان هوى لا يكفر صاحبها تحوز الصلاة خلفه مع الكراهة والافلا"۔

(۲) قرآن شریف میں قاتل کے لیے جس آیت کا آپ نے حوالہ دیا ہے اس میں یہ حکم نہ ہے کہ جو توہین کے لیے ہے اور علماء نے جو اہل ایمان کے لیے کبھی نہ کبھی جنت میں جانے کی بات کہی وہ بھی قرآن شریف کی آیت ہی ہے ﴿وَإِنَّ السَّلَٰةَ لَا يُخَفِّرُ أَنْ يُشْرِكَ بِهِ وَيُخَفِّرُ مَا تُونِ ذَٰلِكَ﴾ [النساء: ۴۸] اللہ تعالیٰ کافر و مشرک کو نہیں بخشنے گا اس کے علاوہ کو بخش دے گا۔ ایسی نوکری ہی جائز نہیں جس میں ناجائز قتل کرنا پڑے۔

(۳) غرض صحیح سے ایسی دوا کھانا یا لگانا کہ جس سے حمل نہ ٹھہرے جائز ہے، البتہ آپریشن کے ذریعہ ایسی تدبیر کرنا حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوی ۱۳ شعبان المعظم ۱۴۱۲ھ

(۱۸۸-۱۸۷) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ
(۱) حرمین شریفین کے موجودہ امام جو نجدی عقیدہ رکھتے ہیں ان کے پیچھے نماز پڑھنا اور دیگر
مسلمانوں کو ان کے پیچھے نماز پڑھنے کی ترغیب دلانے والا حالانکہ خود الحمد للہ سنی ہے اور اہل سنت کے تمام
معمولات پر بھی عامل ہے اس کے بارے میں شریعت کا حکم کیا ہے؟

(۲) موجودہ وقت میں عوام میں سے معمولی طور پر جن کار حجان دیوبندیت کی طرف ہے حالانکہ
عقائد اہل سنت سے کما حقہ واقفیت نہیں رکھتے ہیں صرف عمل کے حساب سے معمولی طور پر ان کی طرف
ماائل ہیں ایسے سنی مسلمانوں کے بارے میں کیا حکم ہے؟ آیا ان کا بھی وہی حکم ہے جو اکابرین دیوبند کا ہے

الجواب

اگر ان کے وہابی عقیدہ پر مطلع ہو کر انہیں مسلمان سمجھ کر ان کے پیچھے نماز پڑھی اور دوسرے
مسلمانوں کو ترغیب دلائی تو خود دائرہ اسلام سے خارج ہو گیا۔ اس پر توبہ تجدید ایمان و تجدید نکاح ضروری
ہے۔ جو شخص تمام کام اسلام کا کرتا ہو مگر ایک بات بھی اس میں کفر کی پائی گئی تو کافر ہو گیا۔

لا خلاف فی کفر المخالف فی ضروریات الدین وان کان من اهل القبلة
المواظب علی الطاعات کما فی شرح التحریر۔ (در مختار)

در مختار میں کتاب شرح تحریر کے حوالہ سے ہے کہ ضروریات دین میں اختلاف کرنے والا باتفاق
کافر ہے کو اہل قبلہ میں سے ہو اور تمام نیکیوں کو ہمیشہ ادا کرتا ہو۔

(۲) اس سوال کا جواب نمبر (۱) سے ظاہر ہے کہ ضروریات دین میں سے کسی بات کا منکر ہو وہ
کافر ہے۔ اس کے علاوہ اگر کسی خلاف شرع یا جائز بات کا منکر ہو تو وہ کافر نہیں۔

اہل قبلہ کی تکفیر ضروریات دین کے علاوہ کسی امر اسلامی کے انکار پر نہیں کی جاتی، مگر اس کا فیصلہ
کون کرے گا کہ آپ نے جس کو دیوبندیت کی طرف رجحان قرار دیا ہے وہی کہیں ضروریات دین میں
سے کسی ضروری امر دینی کا انکار نہ ہو، اور وہی بات جس کو آپ نے معمولی کہا بنیادی ہو، اور ان کے کفر کا
ذریعہ بنے۔ اس لیے حکم یہ ہے کہ آپ اپنے طور پر اس کے معمولی ہونے کا فیصلہ نہ کریں۔ بلکہ اس شخص
کے ان اعمال خلاف اہل سنت و اعتقادات کے بارے میں تفصیل سے علمائے اہل سنت سے استفسار
کریں کہ فلاں شخص یہ افعال کرتا اور اس اس طرح کی باتیں کرتا ہے اس کا کیا حکم ہے۔ پھر ان کے بارے
میں یہ فیصلہ ہو بھی جائے کہ اس کے اقوال و افعال کفری نہیں۔ تو یہ بھی معلوم کیا جائے کہ یہ اقوال و افعال

مگر یہ تو نہیں کیونکہ گمراہوں سے بھی اجتناب و پرہیز کا حکم ہے۔

حدیث شریف میں ہے: ایاکم و اباہم لایضلوکم و لایفتونکم۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوی متو ۸ رصفہ المظفر ۱۴۱۷ھ

(۱۸۹) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ
زید کبھی ٹیلی ویژن دیکھتا ہے اور روزانہ کیرم بورڈ کھیلتا ہے۔ اور کیرم بورڈ کھیلنے سے منع کرتا ہے
تو زید کہتا ہے اس سے کیا ہو گیا؟ ایسے کی اقتدا میں نماز پڑھنا کیسا ہے؟ مینو او تو جروا

الجواب

حدیث شریف میں ہے: کل لہو المسلم حرام الا من ثلث۔ و کوب الفرس

وملاعبة المرأة والرمی۔ (در مشور: ۱۹۳/۳)

گھوڑ دوڑ، اپنی عورت سے ملاعبت اور تیر بازی کے علاوہ جملہ کھیل مسلمان کے لیے حرام ہیں۔
کیرم بورڈ اگر صرف کھیل تک ہی ہو تب بھی حرام ہے اور اگر اس کے ساتھ پیسے کی ہار جیت ہو تو یہ جو
ہے۔ اور ٹیلی ویژن انواع و اقسام کی محرمات کا مجموعہ ہے۔ فحش گانے، عریاں جسم عورتیں، ناچ باجا، اور
اس کے علاوہ خرافات یہ سخت حرام۔ اس کا دیکھنے والا کم از کم فاسق معلن ہے، اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی
ہے کہ پڑھ لو تو دہراؤ، ایسے شخص کو امام بنانا ناجائز، اور امام ہو تو یہ شرط استطاعت اس کو امامت سے ہٹانا
واجب ہے۔ در مختار شامی میں ہے: منشی فی شرح المنیۃ علی ان کراہۃ تقدیمہ کراہۃ
تحریم۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوی ضلع متو ۶ ربیع الاول ۱۴۱۹ھ

(۱۹۰) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ
ہماری بستی میں ایک عرصہ دراز سے میلاد و قیام و فاتحہ وغیرہ کا سلسلہ چلا آ رہا ہے۔ لیکن تقریباً پانچ
چھ سال ہوئے کہ ایک حافظ صاحب کو بستی والوں نے امام مقرر کیا اور اب بستی کے دو محلوں میں سے ایک
محلہ میں قیام ہوتا ہے ایک میں نہیں۔ امام صاحب بھی ایک طرف قیام کرتے ہیں ایک طرف نہیں کرتے
ہیں۔ اس کے علاوہ امام صاحب علمائے دیوبند سے عقیدت رکھتے ہیں ان کو اپنا رہبر سمجھتے ہیں ان کے
جلسوں میں شرکت کرتے ہیں۔ لہذا دریافت طلب امر یہ ہے کہ ایسے امام کے پیچھے نماز درست ہے کہ
نہیں؟ مینو او تو جروا

الجواب

اگر آپ کا بیان صحیح ہے تو جس امام کا آپ نے ذکر کیا ہے وہ دیوبندی معلوم ہوتا ہے۔ فوراً اس کو

امامت سے الگ کریں۔ حدیث شریف میں ہے: ”ایاکم وایہم لا یصلو تکم ولا یفتنونکم“
واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ ۲۹/ جماد الاول ۱۴۱۱ھ
الجواب صحیح: عبدالرؤف مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ

(۱۹۱) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع تین اس معاملہ میں کہ
یہاں کے ایک پیش امام ہیں جن کے پیچھے بھی لوگ نماز پڑھتے تھے لیکن زمانہ حال میں کچھ ایسے
نقص امام موصوف میں پائے گئے جو امام کے لیے زیبا نہیں دیتا۔

ویسے تو ان کی عادت یہ ہے کہ چلتے پھرتے ہنسی مذاق کرنا حتیٰ کہ عورتوں سے بھی ہنسی مذاق
کرویتے ہیں، اور ہر موہنم طلبہ پر نعت شریف اور قوالی گالیتے ہیں۔ اور بہت سے وجوہ ہیں جس کی بنا پر ہم
لوگوں نے ان کے پیچھے نماز پڑھنا ٹھیک نہیں سمجھا۔

اس کے لیے مسلمانوں کی آپس میں بیٹھک ہوئی اس بیٹھک میں پیش امام صاحب نے اپنی
غلطی کا اقرار کیا اور انہیں منہ پھلنے کا موقع دیا گیا۔ مقتدی صاحبان جو کہ ان کے پیچھے نماز پڑھنے سے باز رہتا
چاہتے تھے۔ پھر بلا تامل ان کے پیچھے نماز پڑھنے لگے۔ چار اشخاص کہ ان لوگوں کا کہنا تھا کہ اگر پیش امام
صاحب ایک ماہ کے اندر اپنے حالات میں اصلاح کر لیں گے تو ان کے پیچھے نماز پڑھیں گے ہم لوگوں کو
کوئی تعرض نہیں ہے۔ اس فیصلے پر مجلس برخاست ہو گئی مگر اس کے برعکس ہوا امام صاحب نہ سنبھلے بلکہ
مسلمانوں میں اور اختلاف ڈال دیئے۔

مثلاً ان کے ایک قرابت دار کے یہاں شادی تھی اس تقریب میں خانہ مالک نے بستی کے لوگوں
کو دعوت دینے کا عزم مصمم کیا تھا۔ لیکن امام صاحب نے خانہ مالک کو بتلایا کہ بستی کے تمام لوگوں کو دعوت
دولیکن چار شخصوں کو (یہ چار حضرات وہی ہیں جو ان کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے تھے، پھر انہوں نے یہ وعدہ کیا
تھا کہ پیش امام صاحب اگر سنبھل جائیں گے تو ہم ان کے پیچھے نماز پڑھیں گے) مت دینا اگر ان لوگوں کو
دعوت دی گئی تو میں اس تقریب میں شرکت نہیں کرونگا۔

اب خانہ مالک کے جو قریبی رشتہ دار تھے وہ پس و پیش میں پڑ گئے اور نتیجہ یہ ہوا کہ دعوت تمام
لوگوں کو دی گئی لیکن ان چار شخصوں کو چھوڑ دیا گیا۔ جب ہم لوگوں کو معلوم ہوا کہ ان چاروں کو دعوت
نہیں دی گئی ہے تو ہم لوگوں نے فوراً دعوت واپس کر دیا۔ خانہ مالک سے پوچھا گیا کہ آخر وجہ کیا ہے جو چار
آدمیوں کو چھانٹ دیا گیا۔ انہوں نے بتایا کہ پیش امام صاحب کا اصرار تھا کہ اگر تم ان کو دعوت دو گے تو

میں اس تقریب میں شامل نہیں ہوں گا۔ اب کیا کریں مجبوری پر ایسا کرنا پڑا۔

حضور والا سے التماس ہے کہ کیا اس طرح کا برتاؤ رکھنا چاہئے کیا ہمارا پاک دین اسلام یہی تعلیم
دیتا ہے کہ کسی مسلمان کو دعوت دینے سے روکا جائے۔ اور امام کو یہ زیب دیتا ہے کہ جماعت میں اختلاف و
انتشار پھیلانے۔ چنانچہ یہ بات واضح طور پر عیاں ہے کہ وہ کھلے عام پارٹی بندی کرتے ہیں۔

ایک واقعہ اور عرض کر دینا مناسب سمجھتے ہیں کہ موضع کچھڑا جو کہ ہم لوگوں کی بستی سے ایک میل کی
دوری پر ہے۔ وہاں پر ایک انصاری بھائی کا انتقال ہو گیا۔ ان کے صاحب زادے واجب حسین نے ہم
لوگوں کو چہلم میں شرکت کرنے کی دعوت دی۔ بعد میں مولوی صاحب یعنی پیش امام صاحب کے پاس
جا کر چہلم میں شرکت فرمانے کے لیے کہا تو مولوی صاحب نے واجب حسین صاحب سے سوال کیا کہ بستی
میں کس کس کو دعوت دیئے ہو۔ واجب حسین نے بتایا کہ بستی کے بہتروں کو دعوت دے دی ہے۔ مولوی
صاحب نے برجستہ جواب دیا کہ ہماری مخالف پارٹی کو جب دعوت دیئے ہو تو میں نہیں جاؤنگا۔ اس پر
واجب حسین بولے کہ خیر گھر میں صلاح و مشورہ کر کے جیسا ہوگا ویسا خبر کرونگا۔ اس کے بعد واجب حسین
کے بڑے بھائی مولوی صاحب کے پاس آئے، ان کو چہلم میں شرکت کرنے کو کہا مولوی صاحب نے
وہی پہلا سوال پیدا کیا کہ وہ لوگ جائیں گے تو میں شرکت نہیں کرونگا۔ قیم صاحب بولے ہمارے چھوٹے
بھائی نے دعوت بستی والوں کو دیا ہے تو پھر ایسی بات تو نہیں ہوگی کہ دعوت دے کر ٹھکرا دیا جائے آپ قبول
کریں یا نہ کریں۔ تعجب ہے کہ آپ پیش امام ہیں اور اس طرح کا خیال رکھتے ہیں اور کہہ کر چلے گئے۔
ٹھیک چہلم کے روز تقریباً بارہ بجے دو چار آدمیوں کے ساتھ مولوی صاحب واجب حسین کے دروازے پر
پہونچے اس وقت شیرینی تقسیم کی جا رہی تھی۔ واجب حسین نے ان لوگوں کو اندر بلایا لیکن مولوی صاحب
نے جواب دیا کہ باہر ہی ٹھیک ہے بلکہ ان کے ساتھ والے جو گئے تھے وہ اندر چلے گئے۔

اس کے بعد جب کھانا کھانے کے لیے کہا گیا تو مولوی صاحب نے واجب حسین سے یہ فرمایا
کہ تم سے ایک سوال ہے اس کا جواب دے دو تو کھانا کھاؤنگا۔ واجب حسین نے جواب دیا کہ مولوی
صاحب معاف کیجئے گا میں نے آپ کو کھانا کھانے کے دعوت دی ہے سوال جواب کرنے کی نہیں۔ اگر
سوال کرنا ہو تو جا کر اپنی بستی میں کیجئے اس پر بھی مولوی صاحب کھانا کھانے پر تیار نہ ہوئے۔ ان کا کہنا تھا
کہ تم مخالف پارٹی کو دعوت دینے ہو اس لیے تمہارے یہاں کھانا نہیں کھاؤنگا۔ اور کھایا بھی نہیں۔ البتہ ان
کے ساتھیوں نے کھانا کھا لیا۔

اس کے بعد چہلم کے تیسرے روز ہم لوگوں نے بستی کے تمام لوگوں کو جمع کیا اور مولوی صاحب کو

بلایا گیا لیکن مولوی صاحب نے صاف انکار کر دیا۔ یہاں تک کہ تین مرتبہ آدمی بھیج بھیج کر بلایا گیا لیکن کچھ بھی اثر نہ ہوا لگاتار تین مجلس کی گئی جس میں مولوی صاحب کو بلایا گیا لیکن ان کو نہ آتا تھا نہ آئے۔ انجام کار تمام لوگوں نے یہ طے کیا کہ امام کہیں دوسری جگہ سے منگانا چاہئے اور ہوا بھی یہی کہ کہیں دوسری جگہ سے امام کو بلایا گیا تو اس دن جمعہ کا دن تھا جوں ہی نئے امام نماز پڑھانے کو اٹھے اس وقت فوراً مولوی مذکور نے امام صاحب سے سوال کیا کہ آپ کس کے حکم سے نماز پڑھانے چلے ہیں۔ مقتدیوں نے جواب دیا کہ آپ کو تین دن بیٹھک میں بلایا گیا لیکن آپ نہیں آئے اس لیے ہم لوگوں نے ان کو امام بتایا ہے۔ اس کے بعد مولوی صاحب برا فروختہ ہو گئے اور مسجد سے یہ کہتے ہوئے نکلے کہ یہاں پر سب لوگ منافق ہیں۔ اس لیے یہاں ٹھہرنا نہیں چاہئے، یہ کہہ کر مسجد سے نکل پڑے نماز نہیں پڑھے، حالانکہ ان کی پارٹی والے بھی اسی مسجد میں تھے۔ اور ان کے والد گرامی بھی موجود تھے۔ ان لوگوں نے نماز بھی پڑھی، مولوی صاحب نے مسجد سے باہر ہو کر یہ بھی کلام فرمایا کہ جس مسجد میں ہنگامہ برپا ہوا اس مسجد کو جلا دینا چاہئے، یہ ہمارے نبی ﷺ کا فرمان ہے۔

اب حضور ہی اس کا انصاف فرمائیں کہ ہنگامہ برپا کس نے کیا، کس نے فتنہ کا بیج بویا، اس کے متعلق آپ کی خدمت میں ہم لوگوں کی عرض ہے کہ ان امام صاحب کے پیچھے نماز جائز ہوگی یا نہیں؟ اور جو یہ مسجد کو جلا دینے کو کہتے ہیں کیا واقعی یہ بات صحیح ہے۔ ہم لوگوں میں اتنی علمیت نہیں ہے کہ اس مسئلہ کو جانیں، اس لیے جناب عالی سے ہم لوگوں کی دست بستہ عرض ہے کہ اس جھگڑے کو ختم کر دیں اور صحیح مسئلہ بتا کر ہم لوگوں کو منون فرمائیں۔ فقط والسلام

نوٹ: مولوی صاحب نے یہ بھی دعویٰ کے ساتھ کہا کہ کس کی مجال ہے کہ جو نماز پڑھانے آئے گا، ہمارا حق ہے۔ اور دائمی بھی کترواتے ہیں مولوی صاحب کے والد گرامی نے یہاں تک کہ کاروائی کرنے کی کوشش کی ہے کہ مسجد میں جھگڑا ہوتا ہے اس لیے چوالیس کرادیا جائے۔ یہ کھیا جی کی ربانی معلوم ہوا ہے۔ انہوں نے یہی بتایا کہ ایسا ایسا رپورٹ ہمارے پاس آیا ہے اس کو دیکھا جائے، جھگڑا کون بکھڑا کیا ہے۔

(۱) احمد سلطان خاں صدر (۲) حفیظ الدین (۳) نظام الدین خلیفہ (۴) رحمت علی خلیفہ (۵) محمد شمس الدین (۶) محمد شریف (۷) شہاب الدین (۸) عبدالشکور (۹) متیر الدین خلیفہ (۱۰) ظہیر الدین۔

الجواب:

بر تقدیر صدق مفتی مولوی صاحب مذکور میں جو باتیں ذکر کی گئی ہیں ان میں کچھ باتیں گناہ اور فسق کی ہیں۔ اگر تنبیہ کرنے کے باوجود امام صاحب نے اس کو نہ چھوڑا تو بستی والوں نے امام صاحب کو علیحدہ کر کے ٹھیک کام کیا ہے۔ شامی میں ہے: "مشی فی شرح العنبة علی ان کراہة تقدیمہ کراہة تحریم" خود امام صاحب اگر اپنی روش درست نہیں کر سکتے تو ان کو امامت چھوڑ دینی چاہئے۔ حدیث شریف میں ہے:

"عن ابن عباس قال قال رسول الله ﷺ ثلاثة لا ترفع لهم صلواتهم فوق رؤسهم شبرا. رجل ام قوما وهم له كارهون" (الدلالی المصنوعة: ۱۱/۲)

حضور ﷺ نے مسجد ضرا کوڑھانے کا حکم دیا ہے جو حدیث مسجد تھی ہی نہیں۔ حضور ﷺ کا ایسا کوئی فرمان نہیں کہ وہ مسجد جس میں لوگ جھگڑیں جلا دینی چاہئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم
عبد المنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ ۲۷ ربیع الثانی ۱۴۳۵ھ
الجواب صحیح: عبدالرؤف مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ

(۱۹۴) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ
ایک حاجی و حافظ صاحب مسجد کے امام ہیں۔ اور یکواس و فحش باتیں کیا کرتے ہیں مثلاً مردود و شیطان کہنا اور ایک حاجی صاحب جو سنی صحیح العقیدہ ہیں ان کو کہتے ہیں کہ تمہارا حج قبول نہ ہوا، چار چھ حج کرو جہنم میں جاؤ گے۔ ایسے فحش کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ اور اس کے متعلق شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے۔ کتب معتبرہ سے جواب عنایت فرمائیں۔ بیوا تو جروا
المستفتی: تبارک اللہ عرف بابو جی موضع جوگی پور ضلع اعظم گڑھ یوپی

الجواب

موصوف کی فحش گوئی، لوگوں کو شیطان و مردود کہنا اور ایذا دہی بالا اعلان ہے تو وہ فاسق معین ہوئے، ان کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہوگی۔ اسی طرح ہر وہ شخص جو کسی گناہ میں علی الاعلان مبتلا ہو اس کی امامت مکروہ ہے۔ شامی میں ہے: "مشی فی شرح العنبة علی ان کراہة تقدیمہ کراہة تحریم" واللہ تعالیٰ اعلم
عبد المنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ
الجواب صحیح: عبدالرؤف مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ

(۱۹۳-۱۹۶) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ ذیل میں کہ

(۱) ایک مولوی صاحب موضع میں بعرض بچوں کو دین کی تعلیم دینے اور نماز پڑھانے کے لیے ملازم رکھے گئے ان سے پوچھا گیا کہ آپ کون برادر ہیں تو انہوں نے کہا کہ میں شیخ انصاری ہوں۔ اور اپنے کو شیخ انصاری ہی سے مشہور کرتے ہیں۔ اتفاق سے کچھ عرصہ بعد مولوی صاحب مذکور کے گھر کے قریب کے لوگ آئے تو پتہ چلا کہ مولوی صاحب قوم کے جوگی ہیں اور دراصل وہ جوگی ہی تھے۔ تو کیا ایسے جھوٹ بولنے والے کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟

(۲) ایک لڑکا نابالغ جس کی نماز پڑھانے کو وارث میت نے مولوی صاحب کو بلایا لیکن مولوی مذکور نے جنازہ پڑھانے سے انکار کر دیا اور میت بغیر نماز جنازہ پڑھے دفن کر دی گئی۔

(۳) ایک مطلقہ عورت جس کی عدت پوری ہو چکی تھی، مولوی مذکور نے گواہی دینے پر بھی اس کا نکاح نہیں پڑھایا؟

(۴) ایک عورت جس کا شوہر عرصہ تین یا ساڑھے تین سال ہوا باہر چلا گیا۔ عورت مذکور کو طلاق بھی نہیں دی۔ گویا نام سے لوگ جانتے ہیں مولوی مذکور نے جانتے ہوئے بھی اس غیر مطلقہ عورت کا نکاح پڑھا دیا۔ اس عورت مذکور کا شوہر جو باہر چلا گیا تھا نکاح ثانی ہونے کے تین ماہ بعد واپس آیا جس کو تمام ہستی کے لوگوں نے اور خود مولوی صاحب نے دیکھا۔

کیا ایسی صورت میں مولوی مذکور کے پیچھے امام بنا کر نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟ علمائے کرام کی زبانی سنا ہے کہ ایسا نکاح پڑھانے والا اور نکاح میں شریک ہونے والے اشخاص کی بیوی کو طلاق ہو جاتی ہے۔ جب تک تجدید نکاح نہ کریں۔ مفصل و مدلل جواب سے مطلع فرمایا جائے۔

احقر: رحم بخش انصاری سکنیہ امام شیخ بازار ڈاکخانہ برد با ضلع بہرائچ شریف یوپی۔ ۱۷ اکتوبر ۱۹۳۳ء

الجواب

(۱) اللہ پاک مسلمانوں پر اپنا رحم فرمائے آج کل عام وہا ہے کہ جس سے راضی ہوں اس کی ناجائز بات کو بھی اسلام ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور جس سے ناراض ہوں اس میں دنیا جہان کے عیب نکالتے ہیں۔ اگر ایک جوگی کا اپنے کو انصاری کہنا جھوٹ ہے؟ تو ایک بنگر کا بھی اپنے کو انصاری کہنا کہ ہم انصار مدینہ کی اولاد ہیں، اور واقع میں ایسا نہیں تو یہ بھی جھوٹ ہے۔ اور علی الاعلان جو بھی جھوٹ بولے اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہوگی۔

(۲) نکاح نہ پڑھانا شرعاً کوئی جرم نہیں۔

(۳) اگر بغیر نماز پڑھے وہ بچہ دفن کر دیا گیا تو وہاں کے سب لوگ مولوی سمیت گنہگار ہوئے اور اگر مولوی صاحب کے علاوہ کوئی نماز پڑھا ہی نہیں سکتا تھا تو اس پر گناہ کا وبال زائد ہے۔ ایسے کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہوگی۔

(۴) ایسا نکاح پڑھانا گناہ تھا۔ مولوی مذکور اس کا مرتکب ہوا نکاح پڑھانے والے کا نکاح ٹوٹنے کی بات غلط ہے۔ مسلمان ایسے شخص کو امامت سے علیحدہ کر کے ایسے شخص کو امام بنائیں جو ہر قسم کے شرعی عیب سے پاک ہو، جھوٹ نہ بولتا ہو، داڑھی نہ منڈواتا ہو وغیرہ وغیرہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ ۱۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۳ھ
الجواب صحیح: عبدالرؤف غفرلہ
الجواب صحیح: عبدالعزیز عفی عنہ

(۱۹۷) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جس شخص نے ہر سر عدالت جھوٹی گواہی دی اور مسجد قریب ہونے کے باوجود جماعت کا پابند نہیں ہے۔ اور ایک قدیم سنی، دینی ادارے کی مخالفت کرتا ہے۔ جس کی وجہ سے مقتدیوں میں کافی اختلاف ہو گیا ہے اور نصف سے زیادہ مقتدی اس کے پیچھے نماز پڑھنا نہیں چاہتے ہیں۔ لیکن وہ چند مقتدیوں اور کچھ باہر کے لوگوں کے بل بوتے پر نماز پڑھاتے ہیں۔ ایسے شخص کا کیا حکم ہے۔ اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟ اور اسے امام مقرر کرنا چاہئے یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

منجانب: مصلیان عید گاہ جہانگیر خج ضلع فیض آباد

الجواب

بر تقدیر صدق مستفتی ایسے امام کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی، اور ایسے ہی ہر اس شخص کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے جو کسی قسم کے گناہ میں مبتلا ہے۔ مثلاً داڑھی کٹنا، جھوٹ بولنا، کسی پر زنا وغیرہ کی تہمت لگانا۔ اگر سائل جھوٹ بول کر غلط فتویٰ حاصل کرنا چاہتا ہے تو خود وہ بھی امامت کے لائق نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ ۲۸ مرداد الحجہ
الجواب صحیح: عبدالرؤف مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ
الجواب صحیح: عبدالعزیز عفی عنہ

(۱۹۸) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ

ایک مسجد کے ایک خادم پر اغلام بازی کا الزام لگا کر مسجد کے مہتمم کو بغیر گواہ کے خبر دی مگر اس کی

اس بات کی کوئی باز پرس نہیں کی۔ مگر ایک سال کے بعد خادم اور مہتمم میں کچھ تنازعات ہوئے تو لوگوں میں چہ میگوئیاں ہونے لگیں تو امام اور مؤذن (جو مسجد کے مہتمم بھی ہیں) ٹرسٹیان مسجد کو تحریری درخواست دی اور اہرام کے متعلق دریافت کیا لیکن ان کو ثبوت نہیں ملا۔ اس کے باوجود اس خادم کو بغیر ثبوت کے مسجد سے خارج کیا۔

غور طلب امر یہ ہے کہ امام اور مؤذن کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟ جو ایک غریب خادم پر غلط الزام لگائے۔ اگر اس خادم نے کوئی حرکت کی تھی تو امام صاحب اور مؤذن کو جب معلوم ہوا تھا تو اسی وقت اس کی تحقیقات کیوں نہیں کیا اور امام اور مؤذن صاحب نے اسے اسی وقت کیوں نہیں مسجد سے نکالا بلکہ امام و مؤذن صاحب اس شخص سے ہر طرح کا تعاون کرتے رہے حتیٰ کہ اس شخص کے ساتھ کھاتے پیتے بھی رہے۔ مگر جب کچھ بگاڑ ہوا تو اسے ملازمت سے نکلوا دیا۔

(۱) ایسی صورت میں ہم مقتدیوں کی سال بھر کی نمازوں کا خمیازہ کس کے سر ہوگا؟
(۲) اب ایسے امام اور مؤذن کے لیے شریعت مطہرہ میں کیا حکم ہے؟ شریعت کی روشنی میں مندرجہ بالا مسئلہ کے متعلق تحریر فرمائیں کہ اس فتنہ کا سد باب ہو۔
ہم آپ کے خادم شیخ اسماعیل سید محمد کامل پان فروش، سلمان خاں مقام آدم بابا

الجواب

بر تقدیر صدق مستفتی جب کہ امام و مؤذن اس خادم پر اہرام ثابت نہ کر سکے فاسق ہوئے ان کو اپنے اس عمل سے توبہ صادقہ لازمی ہے ورنہ نماز ان کے پیچھے مکروہ تحریمی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم
عبد المنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ ۳۴ محرم ۱۴۰۳ھ
الجواب صحیح: عبدالعزیز غنی عنہ الجواب صحیح: عبدالرؤف غفرلہ

(۱۹۹) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ
زید سید ہیں اور ملازمت کرتے ہیں اور سوداگری بھی کرتے ہیں، ان کے بزرگان مدت سے امامت کرتے چلے آئے ہیں۔ ان لوگوں کی وفات کے بعد زید نے بھی کچھ دن امامت کی لیکن سوداگری اور ملازمت کی وجہ سے نماز میں شرکت کرنے سے تباہی کرنے لگے جس کی وجہ سے مصلیوں کو جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے میں دقت ہونے لگی۔ مصلی پریشان ہو گئے مجبور ہو کر ایک امام مقرر کر لیا اور باضابطہ تنخواہ دینے لگے۔ امام صاحب مستعدی کے ساتھ نماز پڑھانے لگے۔ نیز بچوں کو قرآن کریم کی تعلیم بھی دینے لگے، اب زید کی حالت یہ ہے کہ جب کبھی مسجد میں آجاتے ہیں تو بغیر امام کی اجازت کے نماز بھی پڑھانے

لگتے ہیں اور اگر کوئی مصلی کہتا ہے کہ امام صاحب سے اجازت لے لیجئے تو کہتے ہیں کہ میں اس سے اجازت نہ لوں گا چاہے نماز ہو یا نہ ہو۔ امام کو ان کی حرکت ناگوار گذری مگر کچھ مصلی زید کے سید ہونے کی وجہ سے اس کی کافی عزت کرتے ہیں اور اکثر مصلی زید کی اس حرکت سے ناخوش ہوتے ہیں مگر آپس میں تفرقہ پڑ جانے کی وجہ سے کچھ نہیں بولتے ہیں۔ زید نے کچھ زمین بھی لی ہے جو شریعت کی رو سے سراسر سود ہے۔ زید کے پاس کافی دولت ہے مگر وہ اس کی زکوٰۃ نہیں نکالتے ایسی صورت میں ان کے پیچھے نماز پڑھنی جائز ہے یا نہیں؟ بحوالہ تحریر فرمائیں۔ مینو اتو جروا

المستفتی: محمد حبیب خاں مقام وپوسٹ باندہ ضلع غازی پور

الجواب

زید کے ترک جماعت کی وجہ سے مصلیوں کا دوسرا امام مقرر کرنا درست ہے بالخصوص جب کہ زید سود خور اور زکوٰۃ نہ دینے والا ہے کہ ایسا شخص فاسق معلن ہے۔ اور اس کو امام مقرر رکھنا گناہ ہے۔ امامت کے لیے زید کی ضد بلا فائدہ ہے اس معاملہ میں سید ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم
عبد المنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ ۲۸ شوال ۱۴۰۲ھ
الجواب صحیح: عبدالرؤف غفرلہ مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور

(۲۰۰) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ
ہمارے یہاں ایک مسجد کے امام ہیں جو بچوں کو پڑھاتے ہیں بچوں کا سبق یاد نہ رہنے پر قرآن شریف کے پاروں کو امام صاحب اٹھا کر پھینک دیتے ہیں۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس امام کی یہ حرکت شریعت کی نگاہ میں کیسی ہے؟ اور عام مسلمانوں کو اس کی اقتداء جائز ہے یا نہیں۔ ایسے امام کے لیے شریعت کا کیا حکم ہے؟ بیان فرما کر ہم پر احسان فرمائیں۔ مینو اتو جروا
سائل: بخش اللہ خان ابن وٹائپ کوارٹر نمبر ۸۵ کرمرہ جمشید پور

الجواب

قرآن مجید کی تعظیم و کرم فرض عین ہے اور اس کی توہین و تحقیر حرام و سخت حرام ہے۔
فرمان الہی ہے: ﴿وَإِنَّ لِقُرْآنٍ كَرِيمٍ - فَبِیْ كِتَابٍ مَّكْنُونٍ - لَا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ﴾
[الواقعة: ۷۹]
بے شک قرآن کریم بڑی عزت والی کتاب مصاحف میں مکتوب ہے اس کو صرف پاک ہی چھو سکتے ہیں بے وضو ہاتھ نہیں لگا سکتے۔

بچے کے سبق یاد نہ ہونے پر معمولی ہی غصہ ہوتا ہے جس میں آدمی اپنے ہوش و ہواس میں رہتا ہے بحالت ہوش و حواس قرآن مجید کے پاروں کو پھینک دینا اس امام کی بدتمیزی اور بدعتیگی کی دلیل ہے، ایسے بدتمیز اور بدعتیہ شخص کو امام اور مدرس بنانا ہرگز جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ
الجواب صحیح: عبدالرؤف غفرلہ مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور

(۲۰۱-۲۰۳) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

ایک شخص حافظ ہے اور داڑھی صاف کرتا ہے رمضان المبارک کے روزے بھی رکھتا ہے نمازیں بھی پڑھتا ہے اس امام کے پیچھے مسجد کے مصلیان فرض اور تراویح کی نماز ادا کرتے ہیں جب کہ مصلیان اسی کو بہتر سمجھتے ہیں اور اس کے علاوہ کوئی دوسرا حافظ بھی نہیں ہے جو نماز ادا کرنے کے ساتھ داڑھی بھی رکھتا ہو لیکن ایک شخص حاجی ہے وہ کہتا ہے کہ اس حافظ کے پیچھے جو داڑھی نہیں رکھتا ہے کسی قیمت پر نماز نہیں ہوگی اور مصلیوں کو روکتا ہے کہ اس کے پیچھے آپ لوگ نماز نہ ادا کریں بلکہ تنہا پڑھیں تو بہتر ہوگا اس لیے کہ وہ داڑھی نہیں رکھتا ہے۔ ایسے شخص کے بارے میں کیا کیا جائے جب کہ جماعت ٹوٹ رہی ہو۔

(۲) ایک شخص ہے جو پنجوقتہ نماز باجماعت ادا کرتا ہے کبھی کبھی گھر پر بھی پڑھ لیتا ہے۔ داڑھی بھی رکھتا ہے اور اپنے کو امامت کے لائق سمجھتا ہے حالانکہ دوسروں کی شکایت، غیبت وغیرہ میں اس کو کافی دلچسپی ہے اور ہمیشہ دوسروں کی ایک نہ شکایت ڈھونڈھ کر ان کا مذاق اڑاتا ہے اور میلاد شریف یا کسی مجلس میں نہیں جاتا اور دوسروں کو بھی کسی میلاد وغیرہ میں جانے سے روکتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ سب کرانے سے کیا فائدہ؟ جب کہ عام لوگوں کو اس سے فائدہ ہوتے نہیں دیکھا گیا حالانکہ بفضلہ تعالیٰ یہ شخص حاجی ہے البتہ جس میلاد میں ان کو دعوت یعنی ایک وقت کا کھانا کھانے کے لیے کہا جائے تو اس میلاد شریف میں حاضر ہوتے ہیں اور کچھ وعظ وغیرہ بھی کہہ دیتے ہیں اور کھانا بھی کھا لیتے ہیں۔ لیکن مولوی نہیں ہیں بہت سی شکایتیں ہیں۔ لہذا ان کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟

(۳) مندرجہ بالا سوالات میں اس حافظ کے پیچھے نماز پڑھی جائے کہ نہیں؟

یا کہ ایک شخص داڑھی رکھنے والا ہے لیکن نماز پڑھنے سے کوئی مطلب نہیں رکھتا اور اس کے اندر بھی بہت سی شکایتیں ہیں اس کے پیچھے نماز پڑھی جائے۔ ان دونوں میں کون بہتر ہے اور یہ بھی نکھدیں کہ مندرجہ بالا حافظ کے پیچھے تراویح کی نماز پڑھی جائے یا کسی نمازی پر میزگار کے پیچھے سورہ تراویح پڑھی جائے؟ دونوں میں کون افضل ہے مجھ امید ہے کہ مفصل جواب بھیجے گی کوشش کریں گے فقط والسلام حکیم محمد صغیر، ۱۱ رمضان المبارک ۱۳۸۱ھ

الجواب

داڑھی حد شرع سے کم رکھنے والا یا منڈانے والا فاسق ہے اسی طرح جو شخص نماز نہیں پڑھتا، روزہ نہیں رکھتا غیبت کرتا ہے یا اس قسم کے کسی بھی گناہ میں مبتلا ہے سب فاسق ہیں، ان کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے۔ ایسے لوگوں کو امام بنانا منع ہے۔

درالتحاریر میں ہے: "و مشی فی شرح الغنیۃ علی ان کراہۃ تقدیمہ کراہۃ تحریم" اگر ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھی تو اس کا پھیرنا واجب ہے۔

اسی میں ہے: "مکل صلوۃ ادیت مع الکراہۃ نجب اعدانہا" (در مختار: ۱۳۰/۲) ایسا شخص حافظ ہو یا حاجی اس کے پیچھے نماز پڑھنے کا وہی حکم ہے جو مذکور ہوا، اور نماز خواہ فرض ہو یا سنت، افضل یا غیر افضل کا سوال وہاں ہوتا ہے جہاں دونوں کے پیچھے نماز بلا کراہت ہوتی ہو اور جب کسی کے پیچھے مکروہ ہو تو افضلیت کا سوال ہی نہیں۔ صورت مسئلہ میں بہتر تو یہی ہے کہ وہ حافظ صاحب داڑھی رکھ لیس یا پھر کوئی ایسا امام تلاش کریں جو امامت کے ہر طرح لائق ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ ۱۳/۳ و القعدہ ۸۳
الجواب صحیح: عبدالرؤف غفرلہ مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور

(۲۰۳) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

یہاں شہر جیت پور میں ۲۲، ۱۱، ۲۰ھ کے روز سب مسلمانوں کی حاضری میں مولوی سید امید علی ولد غلام حسین بھانوری امام بورا مسجد جیت پور اور مولوی امیر احمد قمر علی خاں امام مدینہ مسجد جیت پور ان دونوں صاحبوں نے سوال و جواب کئے۔ یہاں کے مسلمانوں نے نوٹ کیا اس کے بعد مذکورہ دونوں اماموں سے دستخط لیے گئے اور حاضرین میں بھی کچھ حاجیوں سے دستخط لیے گئے ان تمام سوالات و جوابات کو گجراتی میں بخدمت آپ کے بھیجتا ہوں جس میں خاص سوالات کے جوابات درج ہیں وہ یہ ہیں جو نیچے درج ہیں۔ اب ہم علمائے اہل سنت سے عرض گزار ہیں کہ وہ اس کا جواب دے کر کرم فرمائیں، مذکورہ دونوں امام صاحب خود کو سنی صحیح العقیدہ بتاتے ہیں۔ لہذا ان میں سے کون سنی ہے اور کون وہابی ہے؟

کون امامت کے لائق ہے کون نہیں؟ کون حق بتاتا ہے کون گمراہ کرتا ہے؟ کس کے پیچھے نماز ہوتی ہے اور کس کے نہیں؟ برائے کرم جلد از جلد جواب دے کر مثنوی و مشکور فرمائیں۔ آپ فتویٰ دیں اور دیگر علماء جو وہاں ہوں ان سے بھی دستخط لے کے بھیجیں۔ کسی امام کو علانے وہابی ہونے کا فتویٰ دے دیا ہو اور اس کو امامت کے نالائق ٹھہرایا ہو اس امام کو جبراً مسجد میں امام رکھنے والے علمائے اہل سنت کے فتویٰ کو

نہ ماننے والے متولی کے بارے میں شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے۔ وہ متولی قابل متولی ہے یا نہیں؟ وہ متولی وہابی ہے یا سنی؟ مفصل جواب مرحمت فرمائیں۔ السائل: عبداللہ بن عبدالرحمن ۶ دسمبر ۱۹۸۳ء
(خلاصہ سوال و جواب)

(۱) قبر پر اذان دینا جائز ہے یا نہیں؟ جواب مولوی امید علی جائز ہے (فتاویٰ افریقہ)
جواب مولوی قمر علی خان: قبر پر اذان دینا ثابت نہیں اس لیے نہیں دینا چاہیے۔ (عالمگیری، مسلم، بخاری وغیرہ)

(۲) جنازے کے آگے میلا دڑھنا جائز ہے کہ نہیں؟ جواب مولوی امید علی: جائز ہے۔
جواب مولوی امیر احمد قمر علی خان: مکروہ ہے نا جائز ہے۔ (فتاویٰ عارفیہ، حسینیہ، عالمگیری وغیرہ)
(۳) وعظ و میلا دشریف میں سلام کے واسطے قیام کرنا جائز ہے کہ نہیں؟ جواب مولوی امید علی:

جائز ہے۔

جواب مولوی امیر احمد قمر علی خان: خلاف ادب ہے نا جائز ہے۔

(عارفیہ، حسینیہ، عالمگیری وغیرہ)

(۴) کسی شخص پیر یا ولی کو یا غوث، یا علی، یا حسین، یا داتا، کہکھر پکارنا جائز ہے کہ نہیں؟ جواب مولوی امید علی: جائز ہے۔
(فتاویٰ افریقہ)

جواب مولوی امیر احمد قمر علی خان: سوائے خدا کے کسی کو پکارنا منع ہے اگر فوت ہو گئے ہوں۔

(فتاویٰ عارفیہ، حسینیہ)

(۵) گیارہویں بارہویں شریف یا کسی بزرگ کی نیاز کرنا جائز ہے کہ نہیں؟

جواب مولوی امید علی: جائز ہے۔ (فتاویٰ افریقہ)

جواب مولوی امیر احمد قمر علی خان: گیارہویں یا بارہویں جائز ہے مگر اولیائے کرام کی نیاز کرنا منع

ہے۔ (عارفیہ، حسینیہ)

(۶) اتنیاء علیہم السلام کو علم غیب ہے یا نہیں؟ وہ ہماری فریاد سنتے ہیں اور مدد کرتے ہیں یا نہیں؟

جواب مولوی امید علی ان کو علم غیب عطا کی ہے۔ وہ ہماری فریاد سنتے ہیں اور ہماری مدد کرتے ہیں۔

جواب امیر احمد قمر علی خان: خدا کے سوا کوئی علم غیب نہیں جانتا، کوئی مدد نہیں کر سکتا۔ (عارفیہ، حسینیہ)

(۷) کسی پیر یا ولی کی منت ماننی جائز ہے کہ نہیں؟ جواب مولوی امید علی: جائز ہے۔

(فتاویٰ افریقہ)

جواب مولوی امیر علی قمر علی خان: منت ماننی جائز نہیں۔ (فتاویٰ عارفیہ، حسینیہ)

(۸) نبی اکرم ﷺ کو علم غیب تھا کہ نہیں؟ جواب مولوی امید علی: بے شک علم غیب ہے۔

(فتاویٰ افریقہ)

جواب مولوی امیر علی قمر علی خان: علم غیب نہیں تھا۔ (فتاویٰ عزیزی، اشرفیہ)

(۹) اولیاء کرام کے عرس کرنا ان کے حزاوہل، پھول چڑھانا جائز ہے یا نہیں؟ جواب مولوی

امید علی: جائز ہے۔

جواب مولوی امیر احمد قمر علی خان: عرس کرنا ناجائز ہے۔ پھول چڑھانا بدعت ہے۔

(بخاری شریف، عارفیہ وغیرہ)

الجواب

سوال میں جس مسئلہ کا ذکر ہوا اس میں مولوی امید علی صاحب حق پر ہیں ہر ایک مسئلہ کے بارے میں علمائے اہل سنت کی کتابوں سے حوالہ دیا ہے۔ اب مزید لکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس کے برخلاف مولوی امیر احمد قمر علی خان نہ صرف مسائل غلط بتاتے ہیں بلکہ حوالہ میں بخاری و مسلم، عالمگیری کا نام محض رعب ڈالنے کے لیے جھوٹ موٹ لکھ دیا۔ مولوی امیر احمد ذکر نہ صرف یہ کہ وہابی معلوم ہوتا ہے کہ سوال میں درج کئے ہوئے امور کثیرہ کا انکار آج کل وہابیوں کا شعار ہے۔ بلکہ مزید برآں اس نے غلط حوالہ دے کر علامہ المسلمین کو دھوکا بھی دیا ہے، ایسے شخص کی امان مکروہ ہے اور اس کو امام بنانا ناجائز ہے۔

عالمگیری میں ہے: "وان كان هوى لا يكفر بالصاحبه تجوز الصلوة خلفه مع الكراهة"

شامی میں ہے: "مشی فی شرح المنیة علی ان کراهة تقدیمہ کراهة تحریم"

جو متولی ایسے شخص کو امام رکھنے پر مصر ہو اس کو پرانے طریقہ پر تولیت سے علیحدہ کیا جاسکتا ہے۔

در مختار میں ہے: "وینزع وجوبا لو الواقف تغیرہ بالاولی غیر مامون او عاجز او ظہر

به فسق" (کتاب الوقف: ۶/۹۴۵۲ واللہ تعالیٰ اعلم)

عبدالمنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ

الجواب صحیح: عبدالرؤف غفرلہ مدرس اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ

(۲۰۵) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

ہمارے موضع میں ایک اسکول کھول دیا گیا ہے جس میں نہ ملنے کی وجہ سے ایک معلم جو کہ اپنے کو حافظ کہتے ہیں رکھا گیا ہے۔ لیکن وہ وہابی دیوبندی کا عقیدہ رکھتے ہیں اور ہم لوگ حنفی مذہب رکھتے ہیں

بخیال حافظان کے پیچھے نماز پڑھتے تھے، بدعتیہ کی کے ساتھ ساتھ اس کی کچھ بدکاریاں بھی سامنے آئیں،
(۱) آپ اس کا فتویٰ دیجئے کہ اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟ اب بہت سے لوگ اپنے
اپنے گھروں میں نماز پڑھ لیا کرتے ہیں اور چند لوگ اس کی بدکاریاں جان کر بھی اس کے پیچھے نماز
پڑھتے ہیں۔ جاہل منع کرنے پر بھی نہیں سنتے ہیں ان کے لیے فتویٰ دیجئے۔

(۲) اس اس کو ل میں نہ کوئی غریب بچہ ہے۔ ہر آدمی اپنے بچوں کو فیس اور کتاب، باری سے
کھانا دیتا ہے تو جو غلہ دسواں یا بیسواں نکالا جاتا ہے اس میں صرف معلم کی تنخواہ دی جاتی ہے ایسی حالت
میں جو غلہ بچ جائے وہ پاک ہوتا ہے کہ نہیں؟ اور معلم کی تنخواہ میں دینا جائز ہے کہ نہیں؟

(۳) میرا لڑکا وہابی دیوبندی ہو گیا میں اس کو اپنی جائیداد نہیں دینا چاہتا ہوں۔ شفقت سے بھی
مردود دیجئے گا۔ راقم حاجی محمد اکرم خاں ساکن چھبہ ڈاکخانہ نظام آباد ضلع اعظم گڑھ

الجواب

جس شخص کے بارے میں سوال کیا گیا ہے اس کو مجیب خود جانتا ہے وہ واقعہ وہابی دیوبندی خیال
کا ہے۔ اگر وہ بدکار اور بد فعل نہ بھی ہوتا تب بھی سنیوں کی نماز اس کے پیچھے ناجائز ہے۔ ایسے شخص کے
پیچھے نماز ہو ہی نہیں سکتی۔ جب تک کہ وہ اپنی تمام برائیوں سے توبہ نہ کر لے۔ اور علمائے دیوبند سے اپنی
برأت ظاہر نہ کر دے۔

عالم کیری میں ہے: ”ان کان ہوی لا یکفر بہ صاحبه نجوز الصلوۃ خلفہ مع
الکراہۃ والا فلا“ یعنی آدمی کے ایسے گمراہ عقیدے ہوں جس سے ان کو کافرنہ کہا جائے تو اس کے پیچھے
اگر نماز پڑھ لی تو دھراؤ اور اگر ایسے خیالات ہیں جن کی بنا پر وہ کافر کہا جاسکے تو اس کے پیچھے نماز ہوگی ہی
نہیں اور ایسے شخص سے اپنے بچوں کو تعلیم دلانا بھی منع ہے۔ مشکوٰۃ شریف میں ہے: ”عن ابن سیرین انه
قال ان هذا العلم دین فانظروا عمن تاخذون دینکم“

علم بھی دین ہی ہے تو علم حاصل کرنے کے لیے دیکھ لیا کرو کہ کس سے دین حاصل کرتے ہو۔

(۳) موجودہ صورت حال میں اس مدرس کا علیحدہ کرنا ہی ضروری ہے۔ اور زکوٰۃ وغیرہ
صدقات واجبہ معلم کی تنخواہ میں نہیں دیئے جاسکتے۔ ہاں اگر وہ روپیہ غریب کو دے دیا جائے اور وہ اپنی
طرف سے مدرسہ میں دے دے تو اس کو مدرسہ کی تمام ضروریات میں صرف کرنا جائز ہے۔

(۴) بر تقدیر صدق مستفی اگر اس کا لڑکا وہابی دیوبندی ہو گیا تو مسائل کا ورثہ نہیں ہے۔

متقی البحر میں ہے: ”و یمنع الارث اختلاف الملتین“

لیکن کسی کے بارے میں جو پہلے سنی رہا ہو بالخصوص اپنی اولاد دیوبندی ہونے کے بارے میں
جلدی نہیں کرنی چاہئے۔ ہو سکتا ہے کہ اس کو دیوبندیت کے بارے میں صحیح معلومات نہ ہوں اس لیے اس
کے ساتھ ہمدردی ہوگئی ہو۔ آپ کو اپنی جائیداد کے بارے میں کوئی فیصلہ کرنے کا ہر دم اختیار ہے۔ اس
لیے کوئی قدم اٹھانے سے پہلے ہر طرح اطمینان کر لیجئے۔ نہایت نرمی سے سمجھائیے اور کوشش کیجئے آپ کی
اولاد کیوں بد مذہب ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ ۲۴ رجب ۱۴۲۲ھ
الجواب صحیح: عبدالرؤف غفرلہ مدرس اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ

(۲۰۶) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

زید کسی مسجد کا امام ہے اور ایک مدرسہ کا مدرس ہے، اس کے کردار میں شرعی لحاظ سے کچھ خامیاں
ہیں اور وہ اس کے متعلق ذیل الفاظ میں اقرار بھی کرتے ہیں۔ وقوع واقعہ میں جو صاحب اس وقت موجود
تھے وہ اس کے متعلق اور کچھ انکشاف کرتے ہیں ان صاحب کے علاوہ دیگر صاحب بھی اسی قسم کی باتوں کا
انکشاف کرتے ہیں جن کو ظاہر کرنا شریعت مطہرہ کی اہانت ہے۔ علاوہ ازیں ان صاحب کا ایک لاجتہ
عورت سے بھی تعلق ہے اس لاجتہ عورت کے جو خطوط ان کے پاس آتے ہیں وہ امام صاحب ان خطوط
کے بارے میں اقرار کرتے ہیں کہ یہ میرے ہی خطوط ہیں۔ ان سب حالات کو دیکھتے ہوئے ان کو مسجد کا
امام بنانا کیسا ہے اور اب تک ان کے پیچھے جتنی نمازیں پڑھی گئیں ان کا کیا حکم ہے۔ چند اشخاص نے عوام
کو ان کے پیچھے نماز پڑھنے پر مجبور کیا ان کے علاوہ اچھے چال چلن کا امام مل سکتا ہے ان لوگوں کا یہ فعل
اسلام کے نزدیک کیسا ہے؟ بیاد تو جروا

نوٹ: خطوط کے مضمون کو شرعی مصلحت کی بنا پر اس تحریر میں شامل نہیں کیا گیا۔ اگر ضرورت سمجھی
گئی تو اس کو پیش بھی کیا جاسکتا ہے۔ جواب میں پیدا، ونے والے اعتراض کا موقع نہ دیا جائے۔ استثناء
چند مقامات پر بھیجا جا رہا ہے۔ فقط ماسٹر احمد و انور حسین بازار لین بزارہ مقام جس پور ضلع نئی تال

الجواب

سوال میں امام صاحب کے کسی بھی جرم کا بالتصریح ذکر نہیں، اس لیے صاف حکم بھی نہیں لگایا
جاسکتا ہے۔ اگر واقعہ امام صاحب میں ایسی کوتاہیاں ہیں جن کی بنا پر انہیں فاسق معطل قرار دیا جاسکے تو
ان کو امام بنانا گناہ ہے۔

رد المحتار میں ہے: ”و مشی فی شرح العنبة علی ان کراہۃ تقدیمہ کراہۃ تحریم“

اور ان کے پیچھے جو نمازیں پڑھی گئیں دہرائی جائیں۔

اسی میں ہے: ”کل صلوٰۃ ادیت مع الکراہۃ تجب اعادتها“

اسی سے ان لوگوں کا حکم بھی معلوم ہو گیا جو ان کو زبردستی امام رکھے ہوئے ہیں کہ واقعی اگر امام صاحب مجرم ہیں تو ان کے حمایتیوں کا فعل بھی جرم و گناہ ہے ورنہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ ۲۳ رجب ۱۴۲۵ھ

الجواب صحیح: عبدالرؤف غفرلہ مدرس اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ

(۲۰۷-۲۰۹) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسائل میں کہ

(۱) زید گاؤں کی مسجد کا امام تھا مگر زید نے اپنی منکوحہ کی نس بندی کرالیا، اس دن سے گاؤں کے

لوگ اس کے پیچھے نماز پڑھنا گوارہ نہیں کرتے، کیا واقعی زید کے پیچھے نماز جائز نہیں؟

(۲) بکرامی ان پڑھ ہے مگر چند سورتیں یاد کر لیا ہے نماز کے لیے تو کیا اس کے پیچھے پڑھے لکھے

کی نماز ہوگی یا نہیں؟

(۳) امامت کی شرط کیا ہے امام بے عمل ہے نماز کی پابندی نہیں کرتا اور دیگر دینی مسئلہ کی بھی

پابندی نہیں کرتا کیا ایسے مولوی کے پیچھے نماز ہوگی کہ نہیں؟

الجواب

(۱) نس بندی شرعاً گناہ ہے، ضبط تولید کے دوسرے جائز طریقوں پر بضرورت عمل کرنا

چاہئے۔ امام صاحب اس فعل سے گناہ گار اور فاسق ہوئے، ان کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی قابل اعادہ کہ

پڑھ لیا تو دوبارہ لوٹائے۔

شامی میں ہے: ”کل صلوٰۃ ادیت مع الکراہۃ تجب اعادتها“

اور اسی میں ہے: ”مشی فی شرح المنیۃ علی ان کراہۃ تقدیمہ کراہۃ تحریم“

ہاں صدق دل سے توبہ کریں یعنی دل میں تادم ہوں اور اللہ تعالیٰ سے معافی مانگیں اور آئندہ کے

لیے عہد کریں کہ اب ایسا کبھی نہ کروں گا اور نس بندی کے ختم کی ترکیب ممکن ہو تو وہ بھی کریں تو ان کی

امامت صحیح ہوگی۔

اللہ کے رسول فرماتے ہیں: ”التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ“

(۳-۲) نماز کی امامت کے لیے یہ ضروری ہے کہ نماز کے مسائل سے آگاہ ہو قرآن صحیح یاد ہو اور

یہ بھی ضروری ہے کہ فاسق اور گنہگار نہ ہو پس چاہئے نمبر ۱۔ والا امی ہو یا نمبر ۲۔ والا عالم کسی کی امامت

بجالت موجودہ صحیح نہیں۔ امامت کے لیے کوئی دین دار جامع شرائط امام تلاش کیا جائے، یا یہی لوگ اپنی کی

درست کر کے امامت کے لائق بنیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲۱۰-۲۱۱) مسئلہ: کیا فرماتے علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

(۱) ہمارے علاقہ میں تین آدمی ہیں ایک آدمی ۶۰ برس کا ہے شرع کے مطابق داڑھی ہے

پر ہیز گار ہے اور تہجد گزار ہے مگر مسجد کے امام کے پیچھے فرنچ داڑھی رکھنے کی وجہ سے نماز جماعت نہیں

پڑھتے جمعہ کے روز جاتے ہیں مگر نماز دہراتے ہیں۔

(۲) مسجد کے امام صاحب حافظ قریب ۳۵ سال کے ہیں فرنچ داڑھی رکھتے ہیں، منع کرنے

کے بعد بھی نہیں مانتے پیچھے کے آدمی پوری داڑھی رکھتے ہیں، کیا ان کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا ناجائز

اور جتنے دن سے پڑھاتے ہیں اتنے دن مقتدی کی نماز ہوئی یا نہیں؟

المستفتی فقیر فتح محمد بانسڈیہ تاریخ ۵/۵/۱۹۸۸ء

الجواب

شریعت میں داڑھی کی مقدار ایک مشت ہے اس سے کم داڑھی رکھنا حرام ہے۔

شامی میں ہے: ”والسنۃ فیہ القبضۃ ویحرم علی الرجل قطعها“

جو شخص حد شرع سے کم داڑھی رکھے وہ فاسق معطن ہے۔ اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب

الاعادہ ہوتی ہے۔ ایسے شخص کو امام بنانا گناہ اور قوت ہو تو اس کو امامت سے علیحدہ کرنا ضروری۔

شامی میں ہے: ”ومشی فی شرح المنیۃ علی ان کراہۃ تقدیمہ کراہۃ تحریم“

جتنی نمازیں اس کے پیچھے پڑھیں دہرائیں جمعہ وعیدین کی نماز مجبوری میں فاسق کے پیچھے پڑھی

جاسکتی ہے اس کو دہرائنا ممکن نہیں، جس طرح عملی خرابی سے امامت میں خلل ہوتا ہے اسی طرح اعتقادی

خرابی سے بھی مثلاً ایک شخص نہایت پابند شرع ہو لیکن گمراہ مثلاً غیر مقلد یا دیوبندی ہو تو اس کی بھی امامت صحیح

نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم عبدالمنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ، ۹ ریشوال المکرم ۱۴۰۸ھ

(۲۱۲-۲۱۳) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسائل ذیل میں۔

(۱) مسجد کا پیش امام صرف ایک مال دار شخصیت کے تابع ہو کر اس کی سازش کے تحت اپنے

مقتدیان پر مقدمہ خلاف حقیقت درج کرائے اور جھوٹا بیان بھی کر دے اور مقتدیان کی تحقیقات پر اپنی

لا علمی ظاہر کرتے ہوئے اتنا ہی قول کرے کہ اس نے اس تاریخ کے سارے اشامپ پر صرف اپنی دستخط

ہی بنا کر مذکورہ بالا شخصیت کو سوئپ دی ہے تو کیا ایسے پیش امام کے پیچھے نماز جائز ہوگی۔

(۲) مسلمانوں کا رہبر عالم ہوتے ہوئے جھوٹ اور بہتان کا شکار ہے ثبوت بھی ہے جس میں اس کی خودنوشتہ تحریر کو جھٹلانے کے لیے غلط بیان بھی دے رکھا ہے تو ایسے عالم کی قیادت مسلم عوام کے لیے جائز ہے؟

(۳) حج کر کے لوٹا ہوا شخص نمازیوں کے بیچ خانہ خدا میں بیٹھ کر کلام پاک کی قسم کھا کر وعدہ کرے اور بعد میں مکر جائے پھر بھی مسلمانوں کی رہبری کا دعویٰ کرے تو کیا اس کی باتوں پر عمل کرنے کی شریعت اجازت دیتی ہے؟

الجواب

(۱) شریعت میں یہ کاغذات ثبوت کے لیے سند نہیں بن سکتے اس لیے جواب صرف سائل کی سچائی کی بنیاد پر دیا جا رہا ہے اگر واقعہ پیش امام نے جھوٹا مقدمہ قائم کیا اور مقتدیوں کے مواخذہ پر غلط کہا کہ میں نے سارے کاغذ پر صرف دستخط کی تھی تو ضرور یہ شخص ظالم اور جھوٹا اور فاسق و فاجر ہوا۔ اس کے پیچھے نماز پڑھنا ممنوع اور بشرط استطاعت اس کو امامت سے علیحدہ کرنا واجب ہے۔

شامی میں ہے: "ومشی فی شرح العنبة علی ان کراہة تقلیدہ کراہة تحریم" ہاں اگر وہ اپنے گناہوں سے توبہ صادقہ کرے اور اس میں کوئی اور خرابی ایسی نہ ہو جس سے اس کی امامت میں خلل ہو تو اس کو امام بنانا جائز ہوگا۔

حدیث شریف میں ہے: "الثائب من الذنب کمن لا ذنب له"۔ واللہ تعالیٰ اعلم
(۲) بر تقدیر صدق مستفتی ایسے شخص کی قیادت بھی منع ہے کہ قائد بنانے میں اس کی تعظیم ہے:
"وانا امرنا باہانتهم"

حدیث شریف میں ہے: "من وقرصا حب بدعة اهتزله عرش الرحمن"

(تفسیر القرطبی: ۱۳/۷)۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) وعدہ کر لے تو شرعاً اپنا وعدہ پر مجبور نہیں کیا جاتا لیکن بلا سبب وعدہ خلافی بلاشبہ فعل فحش ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم
عبد المنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ ۷/۷/۱۴۰۸ھ

(۲۱۵) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ زید امام ہے اور بکر نائب امام ہے لیکن بکر فجر کی نماز گاہ بگاہ پڑھتا ہے اور سنت مؤکدہ اور واجب شاید ہی سمجھی پڑھتا ہے۔ اور ایک روز ایک وہابی کی افتاء میں جنازے کی نماز میں شریک ہوا ہے آیا ایسے شخص کو امام بنانا جائز ہے یا نہیں اور اگر نماز پڑھتا ہے تو مقتدی کی نماز ہوگی یا نہیں اور اگر امام نہیں ہے تو

کس کو نماز پڑھانے کا زیادہ حق ہے مؤذن نماز پڑھا سکتا ہے یا نہیں بالتفصیل جواب عنایت فرمائیں کرم ہوگا۔
المستفتی: محمد مرتضیٰ دقتری بٹنی پور شہر بلیا

الجواب

بر تقدیر صدق مستفتی اگر یہ واقعہ ہے کہ بکر نے نماز فجر اور سنت مؤکدہ اور واجبات کے ترک کی عادت بنالی ہے اور اس نے وہابی کے کفر پر مطلع ہو کر اس کے پیچھے نماز جنازہ پڑھی تو ایسے شخص کا کم سے کم حکم یہ ہے کہ وہ فاسق ہے ایسے شخص کو امام بنانا ناجائز بشرط استطاعت امامت سے اس کو علیحدہ کرنا واجب ہے اور جتنی نمازیں اس کے پیچھے پڑھیں اس کو دہرانا ہوگا۔

شامی میں ہے: "ومشی فی شرح العنبة علی ان کراہة تقلیدہ کراہة تحریم"

ہاں بکر توبہ صادقہ کرے تو اس کی امامت صحیح ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی منو، ۲۸/۷/۱۴۱۲ھ

(۲۱۶) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ولی الدین میاں جو مدرسہ کے سکریٹری ہیں۔ اور مولانا ازہری صاحب کے مرید بھی ان کی شادی ۲۵/۹۲ء کو ہوئی۔ اور جب وہ دولہا بننے لگے تو ویڈیو ریکارڈنگ والے کو بلایا وہاں مولانا قمر الزماں صاحب بھی موجود تھے جو مدرسہ کے صدر مدرس ہیں اور عالم حافظ قاری بھی۔ اور امامت بھی کرتے ہیں جب ان سے پوچھا گیا کہ آپ ویڈیو کیمرہ کے سامنے سے کیوں نہ ہٹے۔ تب مولانا بولے کہ سکریٹری صاحب برامان جاتے۔ اب آپ شریعت کی روشنی میں جواب دیں کہ ایک گھنٹہ سے اوپر مولانا ویڈیو کیمرے کے سامنے رہے۔ اور ہٹنے کا نام نہیں لیا، ایسے کو امام بنایا جاسکتا ہے یا نہیں؟

المستفتی: اسیر حضور مفتی اعظم ہند، محمد رفیع عبد اللہ رضوی

الجواب

بر تقدیر صدق مستفتی سوال کی عبارت سے ظاہر ہے کہ مولوی صاحب موصوف ویڈیو کو تصویر ہی تصور کرتے ہیں اور اس کو حرام ہی سمجھتے ہیں جیسی تو سکریٹری کی ناراضی کا عذر کرتے ہیں۔ تو اگر واقعہ ایسا ہے تو ان کا یہ فعل ضرور فسق ہے ان کو اپنی اس حرکت سے توبہ کرنی چاہئے۔ توبہ کر لیں تو ان کو امام بنایا جائے حدیث شریف میں ہے: "لا طاعة لمخلوق في معصية الله"۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی منو، ۱۹/ربیع الاول ۱۴۱۳ھ

(۳۱۷) مسئلہ: نماز فرض یا سنت یا نفل پڑھتے ہوئے ایک نماز ایک جگہ پر پڑھنے کے بعد دوسری تیسری نماز کے لیے جگہ بدل کر پڑھنا کیسا ہے۔

الجواب

صرف فرض کی جماعت پڑھنے کے بعد جگہ بدلنے کا حکم حدیث شریف سے ثابت ہے بقیہ نمازوں کے لیے نہیں۔
عبد المنان اعظمی مئس العلوم گھوسی مؤ

(۳۱۸-۳۲۰) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین درج ذیل مسائل کے بارے میں کہ

(۱) امام اور مدرس جو وقت کی پابندی نہ کرے اور ذمہ داروں کے اعتراض پر کہے کہ میں دلی یا ابدال نہیں ہوں۔

(۲) جو ذمہ دار آدمیوں کے سامنے اپنی غلطیوں کا اعتراف کرے اور بعد میں مکر جائے اور بات بات پر جھوٹ سے کام لے۔

(۳) امام اور مدرس جو اپنے مفاد کے لیے لوگوں میں انتشار پیدا کرے اور ایسا ماحول پیدا کرے جس سے نقص امن کا خطرہ ہو۔

مذکورہ تمام سوالوں کے جوابات کتاب سنت کی روشنی میں عنایت فرمائیں کیا ایسا امام جو سوالوں میں مذکور ہوا منصب امامت کے لائق ہے، اور جو لوگ اس امام کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں اور اس کے اس فعل سے راضی ہیں ان کے بارے میں شرع کا کیا حکم ہے اور اگر یہ شخص مدرسہ یا مسجد سے ہٹا دیا جاتا ہے یا اپنی مرضی سے مستعفی ہو جاتا ہے تو آیا دوسرے مدرسے یا مسجد میں امامت یا درس کے فرائض انجام دے سکتا ہے۔

المستفتی: سکریٹری مصطفیٰ حسین، مدرسہ عربیہ تعلیم الاسلام دوسرا محلہ نظام پور قصائی واڑہ بمبوٹھی ضلع تھانہ مہاراشٹر

الجواب

سائل اگر اپنے سوال میں سچا ہے تو امام علی الاعلان جھوٹ بول کر فاسق معطن ہو گیا جب تک وہ توبہ نہ کرے اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی اس کو امام بنانا گناہ۔ اور بشرط استطاعت اسے امامت سے علیحدہ کرنا ضروری۔

در مختار کی شرح شامی میں ہے: ”مشی فی شرح المعنی علی ان مکراۃ تقدیمہ مکراۃ تحریم“

شریعت کا مسئلہ سب کے لیے یکساں ہے جب تک وہ اپنے فسق سے توبہ نہ کرے، جہاں پڑھائے گا اور جس کو پڑھائے گا اس کی نماز قابل اعادہ ہوگی۔

اگر اس کو امامت سے علیحدہ کرنے کی طاقت نہ ہو تو اس وقت تک جب تک یہ امام اس مسجد میں رہے لوگ ایسی مسجد میں باجماعت نماز پڑھیں جہاں امام صالح ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم
عبد المنان اعظمی مئس العلوم گھوسی مؤ ۲۸ ربیع الاول ۱۴۱۹ھ

(۳۲۱) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

زید عالم ہے اور مسجد کا امام ہے لیکن وہ جھوٹ بولتا ہے چغلی، غیبت سے بھی باز نہیں رہتا ہے اور آپس میں نفاق ڈالتا ہے، خالد کی شکایت بکر کے پاس بکر کی شکایت خالد کے پاس۔ جس سے لوگ آپس میں الجھے رہتے ہیں اور آپس کی دشمنی برقرار رہتی ہے لوگ معاملے کی تہہ تک نہیں جا پاتے آپس میں لڑائی جاری رہتی ہے کچھ تحقیق کرنے پر پتہ چلا کہ زید جو عالم اور امام ہے وہی یہاں کی بات وہاں اور شکوہ شکایت کر کے لوگوں کو دوغلا تے ہیں اور مقصد اپنا الوسیدھا کرنا ہوتا ہے۔ ازراہ کرم قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں ایسے عالم کی باتوں پر یقین کرنا اور ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟

بمبوا تو جروا

المستفتی: محمد ضیاء الدین رضوی مدرسہ اہل سنت عالیہ قادریہ شمشیر نگر واسع پور و حیدر آباد (بہار)

الجواب

آپ نے اپنے سوال میں دو لفظ تحریر کئے ہیں جھوٹ اور چغلی، جھوٹ کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جو بات خلاف واقع ہے وہ بیان کجائے اور چغلی کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ دو دوستوں کے درمیان تفریق اور پھوٹ ڈالی جائے۔

حدیث شریف میں ہے: ”شرعاً باللہ المشاؤون بالتمیعة والمغفرون بین احبہ“

(در منثور: ۳/۳۱۰)

اللہ تعالیٰ کے زیادہ برے بندوں میں چغل خور ہیں اور جو دو دوستوں کے درمیان تفریق ڈالتے ہیں۔

یہ دونوں امور گناہ کبیرہ ہیں اور دونوں کے ارتکاب سے آدمی فاسق ہو جاتا ہے یعنی آدمی صرف جھوٹ بولے یہ بھی اس کے فاسق ہونے کے لیے کافی ہے اور صرف چغلی کھائے تو یہ بھی اس کے فاسق ہونے کے لیے بہت ہے۔

لیکن کبھی ایسا ہوتا ہے کہ چغلی میں جھوٹ کی بھی آمیزش ہو جاتی ہے حضرت علامہ طیبی اپنی شرح مشکوٰۃ ج ۵ ص ۲۵ میں تحریر فرماتے ہیں: "النمیعة مبنیة علی الکذب والحسد والنفاق"

چغلی میں جھوٹ حسد، نفاق سب کی ملاوٹ ہوتی ہے۔ جیسے ایک صورت یہ ہے کہ آپ کے دوست کے بارے میں آپ کی زبان سے ایسی بات نکل گئی جسے سنا کر اس کو تکلیف ہو، آپ کے دوست تک چغل خور نے یہ بات اس ارادے سے پہونچادی کہ ان دونوں میں دشمنی اور جھگڑا ہو جائے گا۔ یہ صرف چغلی ہوئی، دوسری صورت یہ ہے کہ چغل خور نے آپ کی طرف سے گڑھ کر ایسی بات آپ کے دوست تک پہونچائی جو آپ نے کبھی نہیں۔ مقصد وہی کہ ان دونوں حضرات میں جنگ وجدال ہو یہ چغلی کے ساتھ ساتھ جھوٹ بھی ہوا۔

آپ کی تحریر سے ہم نے یہی سمجھا کہ امام صاحب سے آپ کو شکایت تو دوسری قسم کی چغل خوری کی ہے لیکن سوال میں زور پیدا کرنے کے لیے آپ نے الگ سے جھوٹ کا لفظ بھی ڈال دیا۔

اور بہر تقدیر فاسق کی دو قسم ہے فاسق معلن غیر معلن اعلیٰ حضرت امام اہل سنت حضرت مولانا احمد رضا خاں فرماتے ہیں۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

فاسق اگر معلن نہ ہو یعنی گناہ چھپ کے کرتا ہو مشہور و معروف نہ ہو تو کراہت تنزیہی ہے، یعنی خلاف اولیٰ اور اگر فاسق معلن ہے، یعنی علانیہ گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرتا ہے تو اس کو امام بنانا گناہ اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی کہ پڑھنا گناہ اور پڑھ لی تو پھیرنی واجب۔ (فتاویٰ رضویہ جلد سوم ص ۲۷۰)

آپ کی ہی عبارت سے یہ پتہ چلا کہ آپ کے امام صاحب یہ حرکتیں علی الاعلان نہیں کرتے بلکہ چھپ چھپا کر کرتے ہیں جبھی تو آپ لوگوں کو تحقیق و تفتیش کی ضرورت پڑی اس لیے وہ فاسق معلن نہ ہوئے اس لیے اس کے پیچھے نماز نہ چھوڑیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی مؤ، ۹ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۹ھ

(۲۲۲) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے حق و مفتیان شرع متدرجہ ذیل مسئلہ میں کہ

زید نائی ہے اور نائی کا پیشہ کرتا ہے، اپنے پیسے میں بال بناتا ہے، داڑھی کا فتا ہے اور داڑھی پھیلتا بھی ہے حالانکہ وہ امام ہے اور امامت کرتا ہے، قرآن وحدیث اور فقہ حنفی کی روشنی میں اس کی امامت کیسی ہے برائے کرم جواب سے مرحمت فرمائیں عین کرم ہوگا۔

المستفتی محمد عثمان

الجواب

داڑھی منڈانا یا حد شرع سے کم رکھنا حرام و گناہ ہے۔

در مختار میں ہے: "والسنة فيه القبضة ويحرم على الرجل قطعها"

تو جس نے کانٹا یا کٹایا دونوں مرتکب حرام ہوئے۔ اور فاسق معلن۔ اور فاسق معلن کی امامت مکروہ تحریمی ہے کہ اس کے پیچھے نماز پڑھ لی تو قابل اعادہ اور ایسے آدمی کو امام بنانا گناہ اور امام ہو تو بشرط استطاعت اس کو امامت سے علیحدہ کرنا واجب۔

شامی میں ہے: "ومشی فی شرح علی العین علی ان کراہة تقلیمة کراہة تحریم"

اگر کوئی یہ شبہ کرے کہ یہ تو بال بنانے والے کا پیشہ ہے تو وہ اپنی روزی سے کیسے باز آئے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ حرام کام کو پیشہ بنانا بھی حرام ہے ورنہ تمام شراب فروش، رعدیاں وغیرہ سب کو چھوٹ مل جائے گی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی مؤ، ۸ رجب المرجب ۱۴۱۹ھ

(۲۲۳) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ

زید ایک گاؤں کے امام ہیں جو نصاب کے مالک بھی ہیں، امام زید کی ایک فطرت یہ ہے کہ گاؤں و بازاروں میں کھل کر ہر عام خاص سے بھیک مانگتے ہیں۔ روپیہ سے لے کر پچاس و سو روپے تک سوال کرتے ہیں۔ صرف اپنی ذات کے لیے۔ اپنے مصارف کے لیے۔ جب کہ ایک صاحب امام خود مالک نصاب ہیں، یعنی کہ ایک اچھے خاصے زمین دار ہیں۔ کھانے پینے اور رہنے سہنے میں ایک مال دار شخص میں شمار ہوتے ہیں۔

ہر عام شخص امام صاحب کی مالی حالات سے آگاہ ہے، پورا گاؤں اور پوری جماعت امام صاحب کی ایسی عادت پر بیزار ہے، جب کہ گاؤں و جماعت نے امام صاحب کو امامت کے لیے تنخواہ و پوری سہولتیں دے رکھی ہیں۔ تنخواہ کی مقدار ہزار (۱۰۰۰) چدرہ سو روپے الگ مقرر ہے مزید بالائی آمدنی کا ذریعہ بھی ہے۔ ساتھ میں امام صاحب اپنا ایک خاص ذریعہ یہ بنا رکھے ہیں وہ یہ ہے کہ تعویذ گنڈہ، تعویذات کا یہ عالم ہے کہ بغیر روپے پیسے لکھتے نہیں ہیں یعنی کہ ہر تعویذ والے سے سوال کرتے ہیں کہ آپ کو کس چیز کی تعویذ چاہئے اور کتنی والی تعویذ چاہئے، تعویذات کے روپے پیسے کھل کر مانگتے ہیں۔ ایک دوسری عادت یہ ہے کہ بیچانہ و پیشاب وغیرہ میں احتیاط نہیں کرتے ہیں۔ پیشاب و پاخانہ کے لیے بالکل کھلی جگہ بیٹھتے ہیں۔ پھر یہ کہ آب دست کے لیے کچھ دور چل کر پانی حاصل کرتے ہیں۔ جس کو عام آدمی بھی گوارہ نہیں کرتا۔ پھر دوسری یہ بھی ہے کہ چلنے پھرنے کی یہ عادت ہے کہ بغیر قمیص ٹوپی وغیرہ کے خالی سر اور چڑی پر گھومنا پھرنا عام عادت ہے۔ تو کیا فرماتے ہیں کہ ایسے شخص کو اپنا امام بنا سکتے ہیں اور ایسے شخص کو اپنا امام بنانا کیسا ہے؟ جب کہ گاؤں پچاس فیصد آدمی ان تمام حرکات کو دیکھ کر کافی ناراض ہیں۔ امام

صاحب اپنی دادا گیری اور اپنی تعلقات والے گھروں کے دھونس دھانس کے مدد سے اور گاؤں کے چند ہی افراد کے بل پر امامت کر رہے ہیں۔

تو ایسے شخص کو شریعت کیا حکم دیتی ہے؟ پھر ایسے وقت میں امام کو کیا کیا جائے۔ اور وہاں کی جماعت اس امام کی پیروی کریں یا نہ کریں اگر نماز و دیگر دینی امور کی پیروی کریں گے تو کیا حکم ہوگا۔ تو علمائے اہل سنت سے میری یہ گزارش ہے کہ از روئے شرع مفصل جواب عنایت فرمائیں عین کرم ہوگا۔

المستفتی: جماعت مصلحین بلے بیڑہ ہلی

الجواب

اگر سائل اپنے بیان میں سچا ہے تو امام صاحب میں کچھ عیوب ایسے ضرور ہیں جن کی وجہ سے وہ فاسق معین ہیں۔ اس لیے ان کے پیچھے نماز پڑھنا منع ان کو امام بنانا گناہ، اور ان کے پیچھے نماز پڑھ لی تو وہ بارہ لوٹاؤ۔

شامی میں ہے: ”مشی فی شرح المنیہ ان کراہۃ تقدیمہ کراہۃ تحریم“
منیہ کی شرح میں ہے کہ فاسق کو امام بنانا مکروہ تحریمی۔ بشرط استطاعت انہیں امامت سے علیحدہ کر دینا چاہئے۔

جب امام صاحب علی الاعلان لوگوں سے امداد کے طالب ہوتے ہیں تو ارتکاب حرام کرتے ہیں، یونہی گھٹنے سے ناف تک پورے حصہ جسم کو چھپانا آدمی پر فرض ہے کہ یہ ستر عورت ہے۔ جب وہ بغیر قمیص کے چڑی پہن کر چلتے ہوں گے تو رانیں اور گھٹن ضرور کھلتا ہوگا۔ اور ستر عورت کھولنا حرام ہے۔ اگر وہ ان دونوں باتوں سے علی الاعلان توبہ نہیں کرتے اور اپنی یہ عادت نہیں چھوڑتے تو وہ فاسق معین ہیں۔ ان کو امامت سے علیحدہ کیا جائے۔ اور جو لوگ ان کی بیجا حمایت کریں وہ مجرم اور گنہگار ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی، ۲۳ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۰ھ

(۲۲۳-۲۲۶) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان مسئلہ ذیل میں کہ

(۱) ہمارے شہر مکنڈ گڈھ کے جامع مسجد کے امام جو صرف قرآن کے حافظ ہیں چند با اثر اشخاص کے کہنے پر فضائل اعمال سناتا ہے جو تبلیغی جماعت کے امیر محمد ذکریا کی لکھی ہوئی ہے، یہ امام میلاد بھی پڑھتا ہے، درود و فاتحہ بھی دیتا ہے، اس کے باوجود یہ کہتا ہے کہ نہ کوئی سنی ہے نہ کوئی دیوبندی، یہ دو چکی کے پاٹ ہیں جو قوم کو لڑا رہے ہیں، ایسے امام کے پیچھے نماز درست ہے کہ نہیں؟

(۲) زید کہتا ہے کہ میلاد کا کرنا حرام بدعت شرک اور ناجائز ہے، علمائے اہل سنت کے نزدیک اس کو کیا کہا جائے؟

(۳) ہمارے شہر مکنڈ گڈھ کے بکرنے جو سنی صحیح العقیدہ ہیں غریب مسلمانوں کو لے کر جو سب کے سب سنی ہیں ایک نئی مسجد کی تعمیر کی ہے، اس میں جمعہ کی نماز قائم ہو سکتی ہے کہ نہیں؟ خلاصہ جواب تحریر فرمائیں تاکہ اس میں کسی قسم کا تنازعہ نہ ہو اور ہم بد مذہبوں کا کھل کر مقابلہ کر سکیں۔

المستفتی پھول محمد قصبہ مکنڈ گڈھ وارڈ نمبر ۸ محلہ وایو پاریاں، ضلع جھنجھو (راجستھان)

الجواب

(۱) فتاویٰ رضویہ جلد ششم میں ہے کہ ایسی صورت میں عروسی تو کیا مسلمان بھی نہیں ہے کہ اس کے نزدیک اسلام اور کفر یکساں ہیں۔ اور کفر کا رد جھگڑا ہے۔ آپ کے حافظ صاحب بھی سنیوں اور دیوبندیوں کو یکساں سمجھ رہے ہیں اور ان کا خیال ہے کہ یہ دونوں مل کر مسلمانوں کو لڑا رہے ہیں اس لیے ان کا بھی حکم وہی ہونا چاہئے ان کے پیچھے نماز ہرگز جائز نہیں۔

عالم گیری میں ہے:

”ان کان ہوئی لایکفر بہ صاحبہ یحوز الصلوۃ خلفہ مع الکراہۃ والا فلا“

(۲) وہ سخت بدترین گمراہ ہے مسلمان اس سے قطع تعلق کریں۔

حدیث شریف میں ہے: ”ایاکم وایاہم لایضلونکم ولا یفتنونکم“

اپنے کو ان سے دور رکھو اور ان کو اپنے سے علیحدہ رکھو کہیں وہ تم لوگوں کو گمراہ نہ کر دیں فتنہ میں نہ ڈال دیں۔

(۳) آپ کی بستی مکنڈ گڈھ شہر ہو تو وہاں ضرور جمعہ قائم ہو سکتا ہے۔

حدیث شریف میں ہے: ”لا جمعة ولا تشریق الا فی مصر جامع“

(فتح الباری: ۴/۵۷۷)

آپ کے علاقہ میں جو سنی دین دار عالم دین سب سے علم میں بڑا ہو اس کی اجازت سے جمعہ قائم کریں۔

علامہ عبد الغنی نابلسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی کتاب حدیثہ فیہ میں لکھتے ہیں:

”اذا خلا الزمان عن السلطان فالعلماء ولاۃ الاحکام“

جہاں اسلامی بادشاہ نہ ہوں تو علماء ہی احکام کے مالک ہیں۔ اور کوئی سنی بڑا عالم نہ ہو تو مجبوراً

تیک سنی مسلمانوں کی جماعت ہی جمعہ قائم کر سکتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم
عبد المنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی متوفی ۲۴ ربیع الثانی ۱۴۲۱ھ

نوافل کا بیان

- (۴-۱) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں زید کہتا ہے کہ
- (۱) سنت مؤکدہ اور غیر مؤکدہ دونوں کی ادائیگی میں کچھ باتوں کی کم و بیشی ہے، سنت غیر مؤکدہ کے قعدہ اولیٰ میں التیات کے بعد درود شریف پڑھنا ہے اور تیسری رکعت کے لیے کھڑے ہونے پر ثناء اور تعویذ و تسبیح پڑھنا ہے، کیا یہ زید کا قول حق ہے؟
- (۲) وتر کی قضا میں جب کہ نمازی اکیلا تھا وتر کی قضا پڑھ رہا ہو تو اس کو تیسری رکعت میں دعاء قنوت پڑھنے کے لیے تکبیر کہتے ہوئے ہاتھ اٹھانا بھی درست ہے یا نہیں؟
- (۳) دیہاتوں میں جہاں جمعہ کی شرطیں نہیں پائی جاتی ہیں اور جمعہ قائم ہے وہاں ظہر احتیاطی جمعہ کی دو رکعت کے بعد چھ رکعات سنتیں پڑھنے کے بعد پڑھا جائے یا ان کے پہلے ہی ظہر احتیاطی خالی بھری پڑھی جائے کہ بھری ہی بھری پڑھی جائے۔
- (۴) خروج مذی غسل واجب کرتی ہے یا نہیں جواب سے شرف فرمائیں۔

الجواب

- (۱) زید نے یہ بات صحیح کہی ہے اسی طرح بہار شریعت میں درمختار کے حوالہ سے لکھا ہے۔
- (۲) تنہائی میں پڑھتا ہو تو ہاتھ اٹھائے اور لوگوں کے سامنے پڑھتا ہو تو نہ اٹھائے کہ لوگ اس کی کوتاہی پر مطلع ہوں گے۔ بہار شریعت۔
- (۳) وہ کورہ جہاں جمعہ کی شرطیں بالکل نہ پائی جائیں وہاں ظہر پڑھنا فرض ہے ہاں جہاں شرطوں کے تحقق میں شبہ ہو یا شہر جہاں کئی جگہ جمعہ ہو رہا ہو اور پہلے کہاں قائم ہوا معلوم نہ ہو ایسی جگہ علماء نے حکم فرمایا کہ نحن لا نأمر بذلك امثال هذا العوام بل ندل عليه الخواص۔

(نور الشمعہ بحوالہ فتاویٰ رضویہ جلد سوم باب الجمعہ)

سنت جمعہ کے بعد چار رکعات احتیاط الظہر اس نیت سے ادا کریں کہ پچھلی وہ ظہر جس کا وقت میں نے پایا اور اب تک ادا نہ کی۔ جس پر قضاے عمری نہ ہو چاروں رکعت بھری پڑھے اور قضاے عمری ہو تو آخری دو خالی پڑھے۔ فتاویٰ رضویہ

- (۴) حدیث شریف میں ہے کہ خروج مذی سے صرف وضو واجب ہوتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم
عبد المنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ ۱۸ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۷ھ
- (۵-۷) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ
- (۱) زید ادا نیکی سنت کے لیے نیت باندھنے ہی والا تھا کہ امام نے کہا کہ سنت پڑھنی ہے تو ادھر جائے۔ زید کو خیال ہے کہ امام نے ایسا توہیناً اور تحقیراً کہا۔ اس دن کے بعد سے امام کے پیچھے اس نے نماز پڑھنا بند کر دیا۔
- (۲) مذکورہ امام نے ایک سنی حافظ کے سامنے کہا: جب ہم دیوبندیوں میں ہوں تو کیا مجال کہ کوئی ہمیں سنی کہہ دے۔ اور سنیوں میں ہوں تو کیا مجال کہ ہم کو کوئی دیوبندی کہہ دے۔ یہ امام جب بیان کیا تھا تو گریبان میں اور گھڑی میں چین استعمال کرتا تھا۔ ان وجوہ سے ایک سنی عالم اس کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے۔
- (۳) اس امام کے علاوہ کے رہنے والے ایک سنی حافظ صاحب گواہی دیتے ہیں کہ اس امام کا پورا خاندان دیوبندی ہے۔ لہذا اس امام کے پیچھے نماز درست ہوگی کہ نہیں؟
- مستفتی: بشیر قادری کیراف رستم علی قادری

الجواب

- (۱) مقتدی جانتا ہو کہ جماعت کھڑی ہونے والی ہے اور یہ اس وقت تک سنتوں سے فارغ نہ ہوگا تو ایسی جگہ سنت نہ پڑھے۔ آج کل اکثر عوام اس کا خیال نہیں کرتے اور صف میں گھس کر سنت شروع کر دیتے ہیں۔ (بہار شریعت حصہ چہارم ص ۱۳۸)
- (۲) کسی آدمی کے کفر یا گمراہی یا فسق کی کچھ لوگ شہادت دیں اور وہ اس کا انکار کرے تو اس کا یہ انکار بمنزلہ توبہ قرار دیا جائے گا۔ اور اس کو سنی مانا جائے گا۔ لیکن اگر بار بار اس کی اس گمراہی کا ثبوت ہو جائے کہ سنیوں میں سنی اور دیوبندیوں میں دیوبندی بنتا ہے، تو احتیاط کرنا ضروری ہے۔
- حدیث شریف میں ہے: "ایاکم وایاہم لا یضلونکم ولا یفتنونکم"۔ واللہ تعالیٰ اعلم
عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ضلع منوہر شوال ۱۴۲۱ھ

(۸-۱۰) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

- (۱) ہمارے یہاں رواج ہے کہ ۱۵ شعبان المعظم کو بعد نماز مغرب چھ رکعت نفل نماز ائمہ حضرات جماعت سے پڑھاتے ہیں۔ اور عشاء کے بعد صلوٰۃ التبیح بھی جماعت کے ساتھ۔ تو دریافت

طلب امر یہ ہے کہ نوافل نماز کی جماعت کرنا عند الشروع جائز ہے یا نہیں؟ اور ہمارے یہاں کے محترم علماء نے اس کو جائز کیا ہے۔ اصل حقیقت سے واقف فرمائیں۔

(۲) لاؤڈ اسپیکر پر فرض نماز ادا کرنا کیسا ہے؟

(۳) تصویر نکالنا کیسا ہے؟ جو علماء تصویر کو منع نہیں کرتے ہیں اور خود بھی نکلاتے ہیں۔ تو یہ کس بنا پر؟ شریعت میں کوئی رعایت ہے؟

سید احمد شاہ بخاری قادری پاکیزہ پرفیو مرس کھاری ملا دکھتری چوک بھوج ضلع کچھ گجرات

الجواب

خدا کرے کہ آپ حضرات مع اہل و عیال باخیر ہوں۔

(۱) چند رہویں شعبان رات میں کثرت نوافل اور دن میں روزہ رکھنے کی تاکید رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے کہ اس رات میں غروب آفتاب سے طلوع فجر تک اللہ تعالیٰ آسمان اول پر تجلی فرماتا ہے۔ اور ارشاد ہوتا ہے کوئی بخشش طلب کرنے والا ہے۔ کوئی روزی طلب کرنے والا ہے۔ مگر نوافل تنہا تنہا پڑھنی چاہئے۔ نفل جماعت کے ساتھ پڑھنی مکروہ ہے۔ امام احمد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ چار مقتدی ایک امام کے پیچھے پڑھیں تو مکروہ ہے۔ صرف تین آدمی ایک امام کے پیچھے ہوں تو مکروہ نہیں (فتاویٰ رضویہ ص ۲۸)۔ امام احمد رضا نے مکروہ ہونیکا ثبوت نو کتابوں سے دیا ہے۔

(۲) ہندوستان میں علمائے اہل سنت کی بڑی جماعت لاؤڈ اسپیکر پر اقتدا کو ناجائز کہتی ہے۔ اور تھوڑی تعداد میں علماء اس کے جائز کہنے والے ہیں۔ ہم بھی جواب دیتے ہیں کہ احتیاط اسی میں ہے کہ اسپیکر پر اقتدا نہ کی جائے۔

(۳) احادیث کریمہ میں فرمایا: "ان اصحاب هذه الصور يعذبون يوم القيامة"

(متفق علیہ)

مصوروں کو قیامت کے روز عذاب دیا جائے گا۔

"اشد الناس عذابا عند الله المصورون" (متفق علیہ)

اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے نزدیک عذاب کے سب سے زیادہ مستحق تصویر بنانے والے ہیں۔

یہ تصویر بنانے والوں کا حکم ہوا، تصویر رکھنے والوں کے بارے میں فرمایا گیا:

"لا تدخل الملاحة بيتا فيه كلب ولا تصاوير" (مشکاۃ: ۳۵۵)

جس گھر میں کتا اور تصویر ہو اللہ تعالیٰ کی رحمت کے فرشتے اس میں داخل نہیں ہوتے۔

عن عائشة ان النبي ﷺ لم يكن يترك في بنيه شيئا تصاليب الا نقضه رواه البخاري حضور ﷺ گھر میں کوئی ایسی چیز رہنے نہیں دیتے جس میں تصویر بنی ہو۔

یہ سب حدیثیں مشکوٰۃ شریف ص ۲۸۵، پر ہیں۔

حضور ﷺ کے زمانے میں مجسمہ بنانے کا بھی رواج تھا جس میں جاندار کا پورا پیکر تراشا جاتا۔ یا پتھر کی چٹانوں میں جاندار کی تصویر ابھری ہوئی بنائی جاتی، یا چٹانوں پر کھود کر صورتیں نمایاں کی جاتیں۔ حضور ﷺ نے سب کی ممانعت فرمائی۔

عن ابی ہياج الاسدي قال قال لي علي ما ابعتك وعلي يعني عليه رسول الله ﷺ ان لا ادع تمثالا الا طمته" (مسلم شریف بحوالہ مشکوٰۃ ص ۱۳۸)

حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا: مجھے رسول اللہ ﷺ نے اس کام پر مامور فرمایا کہ میں مجسمہ دیکھوں تو اس کو مٹا دوں۔

کپڑوں پر بنی تصویر کے بارے میں آپ نے فرمایا:

قال رسول الله ﷺ اتاني جبريل عليه السلام وقال اتيتك البارحة فلم يمنعني ان اكون دخلت الا انه كان في البيت قرام ستر فيه تعائيل۔ (مشکوٰۃ ۳۸۶)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے پاس جبریل امین علیہ السلام آئے اور کہنے لگے میں گزشتہ رات آیا مگر گھر میں داخل نہ ہو سکا کہ ایک پردہ لٹک رہا تھا جس میں تصویر تھی۔

حضور ﷺ نے مطلقاً تصویروں سے مسلمان کو منع فرمایا جس میں کسی قسم کی تصویر کی کوئی خصوصیت نہیں، تو حضور ﷺ سے جو حکم مروی ہے وہ تو یہی ہے اور جو لوگ عالم ہوں کہ جاہل، بغیر ضرورت

شرعیہ کے تصویریں کھینچیں یا کچھوائیں، خدا اور رسول کے حکم کے خلاف ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ضلع مو ۲۵ رزوالقعدہ ۱۴۳۱ھ

(۱۵-۱۱) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین ان مسائل کے بارے میں کہ

(۱) اشراق کا وقت طلوع آفتاب کے کتنی دیر کے بعد ہوتا ہے؟

(۲) زید نے تیسویں پارے کی سورہ والطارق پہلی رکعت میں پڑھنا شروع کیا کچھ پڑھنے کے بعد بھول گیا کئی بار کوشش کرنے پر آگے نہ بڑھ سکا تو اس نے سولہویں پارے کی آیت شروع کر کے نماز

پڑھی تو کیا نماز میں کوئی نقص واقع ہوا یا تیسویں کے پارے کی سورہ پڑھنی چاہئے تھی۔

(۳) گھڑی کے چمک والے پڑھنے نماز کے وقت لگانا درست ہے یا نہیں؟

(۳) چادر اوڑھ کر نماز پڑھتے وقت سر پر بھی ہونا ضروری ہے یا نہیں؟

(۵) زید نے کچھ رقم بیہ کرایا اس کا بیڑا ہوا روپیہ مل کر پانچ سال میں ملے گا تو زکوٰۃ ہر سال جمع ہوئے کی دینی ہوگی یا پانچ سال کے بعد پورے ہونے پر جو رقم ملے گی اس کی دینی ہوگی۔

الجواب

(۱) حدیث شریف میں نماز اشراق کا وقت آفتاب بلند ہونے پر لکھا ہے۔

(بہار شریعت حصہ چہارم صفحہ ۲۱)

اور شریعت میں یہ لفظ اس وقت پر بولا جاتا ہے جب وقت مکروہ ختم ہو جائے اور بہار شریعت حصہ سوم صفحہ ۲۱ پر صبح کا وقت مکروہ آفتاب طلوع سے ۲۰ منٹ بعد تک لکھا ہے، اس کا مطلب یہ ہوا کہ طلوع آفتاب کے ۲۰ منٹ بعد اشراق پڑھ سکتے ہیں۔

(۲) خاص یہ جزیہ نظر سے نہیں گذرا، مگر ظاہر یہی ہے کہ ایسا کرنے میں حرج نہیں، بھول جانے کے بعد اس کو فوراً دوسری آیت کی طرف منتقل ہونا چاہئے تھا، اگر ایک رکن کی مقدار سوچنے میں توقف کیا تو سجدہ سہو واجب ہوتا ہے، تو جلدی میں جو آیت یاد پڑ گئی پڑھنے لگا۔ فتاویٰ رضویہ سوم صفحہ ۱۳۵ میں ہے: بسبب بھول جانے اس کو دوبارہ پڑھ کر دوسری آیتوں کی طرف منتقل ہو گیا جب کہ بہ مجبور ہو تھا کچھ کراہت نہیں۔

(۳) فتاویٰ امجدیہ جلد اول صفحہ ۱۹۷ میں ہے: گھڑی اگر کسی دھات سونے چاندی پیتل وغیرہ سے بندھی ہے تو نماز مکروہ ہوگی، اسے اتار کر نماز پڑھنی ہوگی۔

(۴) فتاویٰ رضویہ جلد سوم صفحہ ۳۲۸ میں ایک حدیث نقل کی "لا ينظر الله الى قوم لا يجعلون عماثهم تحت رءسهم" یعنی فی الصلوٰۃ "جو لوگ نماز میں چادر عمامہ کے اوپر نہیں اوڑھتے اللہ تعالیٰ ان کی طرف نظر رحمت نہیں کرتا۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کسی نے نماز میں چادر سر کے اوپر نہیں اوڑھی تو نماز مکروہ ہوگی۔

(۵) جتنی رقم جمع کی ہے اس کی زکوٰۃ سال بسال دے ورنہ جب ملے گی تمام سالوں کی زکوٰۃ ادا

کرتا پڑے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی، ۱۰ رجب المرجب ۱۴۱۲ھ

تہجد کا بیان

(۵-۱) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسائل میں کہ

(۱) کیا نماز تہجد حضور پر فرض تھی؟

(۲) جمعہ کی نماز پڑھنے والے کو مسجد سے روکنا اور پھر اسی بات پر وبال ہو جائے تو کون دوشی ہے

مسجد میں نماز کو جانے سے روکنا کیسا ہے جب کہ برسر عام مسجد سب کے لیے کھلی ہے؟

(۳) محفل وعظ و میلاد میں جب درود و سلام پڑھا جاتا ہے۔ تو کیا حضور حاضر و ناظر ہو کر اس کو

قبول کرتے ہیں، یا ملائکہ مقررین بارگاہ اقدس میں درود و سلام کا تذکرہ نہ لجا کر پیش کرتے ہیں تشریح فرمائیں

(۴) زید کی پہلی بیوی فوت ہو گئی اس سے دو لڑکیاں ہیں جو شادی شدہ ہیں مگر زید نے دوسرا

نکاح کر لیا بوڑھی عورت سے جو لادلد ہے۔ اور اسی کو اپنی جاکنداد بطور بیہ دے دیا اور لڑکیوں کو یکدم نظر

انداز کر دیا یہ کہہ کر کہ لڑکیاں خوشحال ہیں۔ اس طرح کرنے سے از روئے شرع لڑکیوں کو بھی باپ کی ملکیت

میں حصہ ملنا چاہئے یا نہیں؟ پرسل لا کی رو سے کچھ گنجائش ہے کہ نہیں؟

(۵) غازی میاں (سید سالار مسعود غازی) کی چوڑی بنانا، کنوری کرنا، کھانے پر تقریب کرنا اور

ذھول تاشے بجانا، ایام محرم میں ناچنا گانا، چھری سے ماتم کرنا، چھاتی پٹینا، ہائے ہائے کرنا، گلی گلی گھومنا، یہ

سب شعائر اسلام سے ہیں یا جہالت و بیدینی؟ امید ہے کہ جوابات عنایت فرمائیں گے۔ والسلام

المستفتی نذیر احمد خان اشامپ فروش، امیٹھی، سلطان پور یوپی

الجواب

(۱) اس مسئلہ میں علما سے مختلف روایتیں ہیں، امام نووی کی طرف یہ قول منسوب کیا گیا ہے کہ تہجد

پہلے سب پر فرض تھی پھر سب سے فرضیت منسوخ ہو گئی اور اب سب کے لیے افضل ہے، اور ملا جیون رحمۃ

اللہ تعالیٰ علیہ تفسیر احمدی میں لکھتے ہیں:

وعلم من هذا كله ان التهجده فرض على النبي ﷺ ونفل لامته۔

یعنی حضور کے لیے فرض اور امت کے لیے نفل۔

(۲) یہ غلط ہے کہ مسجد میں بلا روک ٹوک سب کو جانے کی اجازت ہے۔

حدیث شریف میں ہے:

من اكلهما فلا يقربن مسجدنا۔ (مسند امام احمد: ۱۹/۴)

جو بھسن و پیاز کھائے وہ ہماری مسجدوں میں نہ آئے۔ یعنی یہ چیزیں کھا کر۔

فتاویٰ رضویہ میں ہے:

اگر بد مذہب گمراہ مثلاً وہابی یا رافضی یا غیر مقلد یا نجری یا ندوی یا تفسیلی وغیرہا ہے اور مسجد میں

اگر نمازیوں کو بہکاتا اور اپنے مذہب ناپاک کی طرف بلاتا ہے تو اسے منع کرنا اور مسجد میں نہ آنے دینا ضرور واجب ہے۔ در مختار میں ہے:

واکل نحو نوم و يمنع منه و کذا کل مودولو بلسانہ۔ (در مختار: ۳۷۷/۲)

ہاں بلا وجہ شرعی خواہ وہ روکنا ضرور ناجائز و حرام ہے۔

قرآن عظیم میں ہے: ﴿وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَنَعَ مَسَاجِدَ اللَّهِ﴾ [البقرة: ۱۱۴]

(۳) میلاد شریف میں کھڑے ہو کر جو سلام پڑھا جاتا ہے وہ رسول اللہ ﷺ کے ذکر مبارک کی تعظیم کے لیے۔ یہ سوچنا غلط ہے کہ حضرت تشریف لاتے ہیں اس لیے پڑھتے ہیں وہ کرم فرمائیں اور تشریف لائیں تو شرعاً اس میں کوئی قباحت بھی نہیں لیکن کھڑے ہو کر سلام پڑھنے کی وجہ وہ نہیں بلکہ تعظیم ذکر ہے، رہ گیا سلام کو سننا اور قبول کرنا تو یہ بھی ممکن ہے کہ خود سنیں فرماتے ہیں: اسمع صلاة اهل محبتی۔ میں اپنے اہل محبت کا سلام خود سنتا ہوں۔

اور یہ بھی ممکن ہے کہ سلام آپ کو پہنچایا جاتا ہو کیونکہ فرماتے ہیں: من صلی علی نابی ابلغت عنہ۔ دور سے سلام پڑھنے والے کا سلام مجھے پہنچایا جاتا ہے۔

(۴) وراثت اور ترکہ کا تعلق آدمی کی موت سے ہے، اپنی زندگی میں آدمی اپنی ہر چیز کا خود مختار ہے، چاہے اس کو رکھے چاہے اس کو بیچے اور چاہے اسے کسی کو ہبہ کر دے، اس کا تصرف نافذ ہوگا اور دوسرے کسی کا بھی اس میں حق نہ پہنچے گا، سکا لڑکا ہی کیوں نہ ہو آدمی اپنی زندگی میں کتنی جائیدادیں ادھر ادھر کرتا ہے۔ رشہ دار خریداروں اور پانی والوں سے کہاں جھگڑا کرتے ہیں کہ اس میں ہمارا حصہ دو، پس اسی طرح اگر بیوی کو اپنی زندگی میں رہ کر قبضہ دلایا تو قانوناً (شرعاً) لڑکیوں کا کوئی حق نہ ہوگا۔ لیکن بلا سبب ایسا کرنے سے باپ سے آخرت میں مواخذہ ہوگا۔

(۵) حضرت سید سالار مسعود غازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نام کی فاتحہ جائز ہے، چاہے اس کا نام کنوری رکھے یا کچھ اور، اسی طرح امامین کریمین کی فاتحہ اور سبیل جائز ہے، باقی جن باتوں کا ذکر سوال میں ہے سب ناجائز و حرام ہیں، ان کا کرنے والا گنہگار ہے اور بے توبہ مراد تو عذاب الہی کا مستحق ہے۔ اللہ تعالیٰ اعظم

عبد المنان اعظمی دارالعلوم گھوسی اعظم گڑھ یوپی

مکروہات نماز کا بیان

(۸-۱) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسائل میں کہ

(۱) اگر امام محراب کے اندر کھڑے ہو کر نماز پڑھائے تو کیا حکم ہے۔

(۲) بروز جمعہ خطبہ کے قبل محن مسجد یعنی منبر سے دور ہٹ کر مؤذن اذان ثانی کہے تو کیا حکم ہے؟

(۳) کو احلال ہے کہ حرام؟

(۴) سیانی و بالغہ بہن بیٹی گھر میں بیٹھی رہے جب کہ والدین فوت ہو چکے ہیں، تو کیا بھائی بندو رشتے دار اس کی شادی و نکاح نہ کریں، یا دینی طلاق دیوہ ہو جائیں تو گھر پر ہی بیٹھی رہیں، ان کے لیے کوئی انتظام کرے تو کیا لڑکی اپنی مرضی سے بذات خود اپنا شوہر تلاش کر لے اور گھر والے اسے تسلیم کر لیں تو وہ اسلامی طریقہ و رسم ہے نہ کہ وہی بے چاری گھر پر ہی بیٹھی، اپنی قسمت نیز والدین و بھائی بند کو کوستی رہیں۔

(۵) گھر میں غازی میاں علیہ الرحمہ کا چوری چور بنانا اور کبھی کبھی درویش کر بلا کر فاتحہ کرانا اور اس کے رہانے میں جو وہ بجاتے ہیں ناچنا کودنا اور لوگوں کو ڈرانا دھمکانا اور یہ کہنا کہ خسی مرعلاً لا دور نہ جان لے لیں گے۔ بیڑا غرق کر دیں گے اور یہ سمجھنا کہ غازی میاں کی سواری آئی ہے جس کو جو پوچھتا ہے پوچھے۔ (یعنی غیب کی بات بتاتے ہیں) اس کو ٹھہری میں عام طور سے آنے جانے سے ڈرنا مرغ کی ہڈیاں اسی کو ٹھہری میں دفن کرنا۔ نیز یہ عقیدہ رکھنا کہ کنوری نہ کرنے سے غازی میاں کی رسیائی بڑھ جائے گی۔ عید الانمعی میں غازی میاں کے نام کی قربانی نہ کر کے محض کنوری ہی کرنا باعث ثواب سمجھے اور قربانی کرنا جائز و روانہ سمجھے جو روکے چھینکے، ان غیر اسلامی طور طریقہ و رسوم شرک و بدعت سے، اسے وہابی، کبابی بنیائی کہا جائے تو پھر یہ گمراہیت و جہالت نہیں تو پھر کیا ہے۔

(۶) بقول ایک مولوی صاحب کے کہ حضور کو حاضر و ناظر کہنا صحیح ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے اسکے لیے حاضر و ناظر بولنا جائز نہیں کیونکہ اسمائے الہیہ توفیقی ہیں یعنی شارع کی جانب سے اس کے اسماء بیان کئے گئے اور ان میں حاضر و ناظر نہیں ہے۔ حضور کو علم غیب حاصل ہے اور کمالات بھی مگر عطا کی ہیں یعنی خداوند قدوس کی عطا سے ہیں، حضور کے لیے حاضر و ناظر کا لفظ بول سکتے ہیں جیسا کہ ایک سوال کے جواب میں انہوں نے لکھا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿النَّبِيُّ أَوْلىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ﴾ [الاحزاب: ۶]

یعنی حضور مومنوں سے زیادہ قریب ہیں ان کی جانوں سے۔ اس پر تشریح تفصیل سے فرمایا کہ بات سمجھ میں آئے، ایک نکتہ غور طلب ہے کہ اگر نفوذ باللہ خدا حاضر و ناظر نہیں اور رسول ہیں تو پھر رسول کے لیے یہ کیسے عطا ہوئی؟ کیا یہ مغالطہ نہیں۔

(۷) بعد نماز جمعہ و عیدین مساجد میں سلام پڑھنا کیا قرون اولیٰ سے ثابت ہے کہ آج کل

ایجاد ہے، نیز دفن میں قفل دفینہ میت پر میلاد پڑھنا، سلام، قیام کرنا، پتاشہ تقسیم کرنا اور بعد دفن قبر پر اذان پکارنا، یہ سب کہاں سے روا دیا جائز ہے؟

(۸) پیلا و گیر وارنگ کا احرام کا لباس پہننا، ادھر ادھر گھومنا، پیری مریدی کرنا، عورتوں کی جھرمٹ میں بھی بیٹھ کر وعظ و نصیحت کرنا اور وارث علی شاہ کے نام کا گن گانا، ان کی کتابیں پڑھ کر سنانا، مگر روزہ نماز پر زور نہ دینا، ایسا کرنا، دین کی خدمت کرنا، سمجھنا مگر سنت کی پیروی نہ کرنا، یہ سب کیا ہے اور کیا حکم ہے؟ براہ کرم سوالات کا جواب دے کر کے اطمینان سے نوازیں۔

المستفتی: محمد نذیر احمد عفی عنہ از جنتی پور سلطان پور

الجواب

(۱) امام کا تنہا محراب میں کھڑا ہونا مکروہ ہے۔

تنویر الابصار میں ہے: وکروہ قیام الامام فی المحراب۔

(۲) اذان مطلقاً چاہے جس نماز کی ہو مسجد میں دینا مکروہ ہے۔

مرآۃ القلاح میں ہے: ویکروہ ان یؤذن فی المسجد۔

اور حدیث شریف میں ہے:

وکان بلال یؤذن علی باب المسجد علی عهد رسول اللہ ﷺ وابی بکر۔

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ

میں اذان ثانی مسجد کے دروازہ پر دیا کرتے تھے، اس لیے آج بھی ایسا ہی کرنا چاہئے۔

(۳) زاغ معروفہ (کوا) حرام ہے۔

حدیث شریف میں ہے:

خمیس فواسق یقتلھن فی الحل والحرم، الحداق والکلب والغراب الی آخر

الحديث۔ (سنن النسائی: ۵/۲۰)

پانچ فاسق جانور ہیں جنہیں حل و حرم ہر جگہ مارا جاسکتا ہے، انہیں میں چیل اور کوا ہے۔ تو جس

پرندہ کو حضور ﷺ نے فاسق جانور بتایا وہ حلال کیسے ہو سکتا ہے۔

(۴) عورت اگر اپنی شادی کسی سے کرے جو اس کا کفو ہو۔ خصوصاً اس صورت میں جب کہ

اولیاء کو اس کی شادی میں کوئی دلچسپی نہ ہو کوئی حرج نہیں۔ پھر بھی بہتر یہی ہے کہ اولیاء کی رضامندی حاصل

کر لی جائے۔

حدیث شریف میں ہے: لانکاح الابولی۔ (المستدرک للحاکم: ۱۶۹/۲)

(۵) ہم نے پہلے جواب میں لکھا ہے نام کوئی رکھا جائے۔ غازی میاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نام کی فاتحہ جائز ہے اس سے زائد جو خرافات آپ نے لکھی ہیں یہ سب غلط اور ناجائز ہیں ان سے عوام کو روکنا چاہئے۔ فاتحہ سے دیوبندی وہابی منع کرتے ہیں آپ نے بھی ان خرافات کے ساتھ فاتحہ سے بھی منع کیا ہوگا اس لیے آپ کو وہابی کہہ دیا۔ اگر آپ یہ کہتے کہ فاتحہ تو کرو مگر ربانہ نہ بجواؤ حاضری نہ بلواؤ وغیرہ وغیرہ تو شاید وہ لوگ آپ کو وہابی نہ کہتے۔

(۶) مولوی صاحب نے جو کہا ٹھیک کہا۔ لیکن آپ کا یہ سوال کہ اللہ حاضر و ناظر نہیں اور رسول اللہ ﷺ ہیں تو یہ کیسے عطا کی ہوئے، اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر کے بجائے شہید و بصیر کہا گیا ہے اس اللہ تعالیٰ نے جو شہید ہے اپنے رسول کو حاضر بنا دیا اور وہ بصیر ہے اس نے اپنے رسول کو ناظر بنا دیا۔ اس موضوع پر ہماری کتاب ”الشاہد“ کا مطالعہ کریں۔

(۷) اللہ تعالیٰ نے قرآن عظیم میں فرمایا:

﴿صَلُّوا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾ [الاحزاب: ۵۶]

رسول اللہ ﷺ پر درود و سلام بھیجو۔ نہ مسجد کی قید نہ غیر مسجد کی، اس لیے جب سلام پڑھیں قرآن کے حکم کے موافق ہوا۔ اسی طرح وقت کی بھی قید نہیں کہ نماز کے پہلے یا بعد تو جب سلام پڑھیں گے جائز ہوگا۔ اسی طرح کیفیت اور ہیئت کی بھی قید نہیں تو کھڑے ہو کر اور بیٹھ کر جس طرح پڑھیں سب جائز ہوگا۔ جب اللہ تعالیٰ نے مطلقاً اجازت دی ہے تو بندے کو کہاں حق پہنچتا ہے کہ منع کرے کہ مسجد میں سلام نہ پڑھو کھڑے ہو کر نہ پڑھو، نماز کے بعد نہ پڑھو۔ میلاد شریف قبرستان میں دفن سے پہلے نہ پڑھی جائے کہ دفن میں جلدی کرنے کا حکم ہے بعد دفن پڑھی جائے بعد دفن قبر پر اذان دینا بھی جائز ہے۔

شامی میں ہے:

یندب للمولود وعند انزال الميت فی القبر قیاساً علی اول عروجه للدنیا۔

(۴۶/۲)

اس موضوع پر اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تصنیف ”ہیئتان الاجر فی

اذان القبر“ پڑھیے۔

(۸) پیلا وارنگ کا کپڑا پہننا جائز ہے صوفیائے کرام نے اسے پہنا ہے۔ احرام کا کپڑا پہننے کی

شریعت میں کوئی ممانعت نہیں۔ جو اہل ہو مرید بھی کر سکتا ہے۔ تاہل کو مرید کرنا جائز نہیں۔ بے فائدہ

گھومنا عیث ہے اور منع ہے۔ ضرورت سے ہو تو جائز ہے۔ بے پردہ عورت کے مجمع میں بیٹھنا یا ان سے خلا ملار کھنا حرام ہے (آپ سیدھے سیدھے چلتے چلتے کبھی بہک جاتے ہیں) وعظ و نصیحت تو اللہ رسول کے فرمان کے موافق ہے، اگر کوئی کرتا ہے تو آپ کو کیا تکلیف۔ وارث علی شاہ صاحب ایک بزرگ تھے ان کی کتاب پڑھ کر سناتے ہیں تو کیا برا کرتے ہیں۔ نماز روزہ کی بھی ان میں تاکید کرنی چاہئے مگر کیا آپ ہمیشہ ان کے ساتھ لگے رہتے ہیں کہ آپ نے فیصلہ کر دیا کہ نماز کے لیے نہیں کہتے۔ ہاں اگر وہ نماز سے روکتے ہوں تو ضرور گمراہ ہیں۔ نہ ان کا وعظ سنا جائے نہ ان سے مرید ہوا جائے۔ وعظ و نصیحت تو سنت ہی کی پیروی ہے، آپ نے ان کا جو کچھ گنا یا اس میں جو سنت کے موافق تھا وہ بھی ہم نے بتا دیا اور جو خلاف وہ بھی ہم نے بتا دیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوی اعظم گڑھ، ۱۲ ارشوال المکرم ۱۴۰۷ھ

(۹) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ میں کہ

زید ایک مسجد کا امام ہے جو پانچ نماز اور لکھنؤں سے نیچے پہنتا ہے اور نماز پڑھاتے وقت بھی یہی صورت ہوتی ہے۔ میں نے ایک مسجد میں لکھا ہوا دیکھا کہ مردوں کو ٹخنوں سے نیچا کرتا لنگی یا پانچ جامہ پہنتا درست نہیں۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ مردوں کے لباس کے متعلق شرعی حکم کیا ہے؟ اور ایسا شخص جو غیر شرعی لباس پہن کر نماز پڑھائے اس کی امامت درست ہے یا نہیں؟ اور خود اس شخص کے بارے میں شریعت کا کیا حکم تحریر فرمائیں۔
المستفتی، محی الدین قادری قصبہ گھوی ضلع سو ۲۲ اگست ۱۹۹۳ء

الجواب

براہ تکبر ٹخنوں سے نیچا کرنا حرام ہے۔

حدیث شریف میں ہے "لا ينظر الله يوم القيامة الى من يجر ازاره"

(مسند امام احمد: ۶۹/۲)

اور ایسے شخص کی امامت بلاشبہ مکروہ اور ناجائز ہے اور اگر براہ تکبر نہیں ہے جیسا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ میرا تہبند تو ایک طرف کوڑھلک جایا کرتا ہے ہاں اس کو پکڑے رہوں تب رکاربے گا، آپ نے فرمایا کہ تم تکبراً نہیں لٹکتے ہو۔ اس لیے عالم گیری میں تکبر نہ ہو تب اس کے لٹکانے کو مکروہ تنزیہی لکھا ہے "ان لم يكن للخيلاء فقهه كراهة تنزيه" بتو بلا تکبر و تاز و تخت بھی لٹکانا نہ چاہئے، مگر اس صورت میں امامت مکروہ یا ناجائز نہ ہوگی، اگر غیر شرعی یعنی ارباب

جو حرام ہے پہن کر نماز پڑھائی تو امامت ضرور مکروہ تحریمی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوی
۵ ربیع الاول ۱۴۱۳ھ

(۱۰-۱۲) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

(۱) زید چین والی گھڑی باندھتا ہے اور کبھی کبھی فرض نماز یا سنتیں گھڑی باندھ کر پڑھ لیتا ہے اور امامت کے وقت گھڑی ہاتھ سے نکال لیتا ہے، رہا یہ کہ چین والی گھڑی پہننا کیسا ہے اور جو چین والی گھڑی باندھتا ہے اس کی نماز کے بارے میں کیا حکم ہے آیا نماز مکروہ تحریمی ہوگی یا تنزیہی، یا درست؟، اگر وہ نماز پڑھاوے تو اس کے پیچھے نماز ہوگی یا نہیں؟

(۲) زید نے قربانی کے لیے ایک بکرا خریدا بکرا خریدنے کے بعد اس کی گردن میں ایک بڑی گٹھنی نکل آئی یا یہ کہ اس کی گردن سوچ گئی کیا اس بکرے کی قربانی جائز ہے یا نہیں اگر علاج کرنے کے بعد وہ صحیح ہو جائے تو پھر قربانی ہو سکتی ہے یا نہیں؟

(۳) عمرو کے گاؤں میں حال ہی میں نکھیا کا چٹاؤ ہوا جس میں دونوں امیدوار ہندو تھے عمرو کے گاؤں کے مسلمانوں نے دونوں ہندو کو ووٹ دیا یعنی دو حصوں میں مسلمانوں نے ووٹ دیا، ایک جماعت کا کہنا ہے کہ جس نے دوسرے ہندو کو ووٹ دیا وہ مسلمان نہیں ہے بلکہ وہ کافر ہے۔ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو کافر کہے یہ بات کسی حد تک صحیح ہے یا نہیں؟ مع حوالہ جواب عنایت فرمائیں کرم ہوگا۔

المستفتی، محمد حمید الحق عزیزی مقام چھتونی پوسٹ نیز ضلع بلیا

الجواب

(۱) گھڑی میں کسی دھات کی چین لگی ہو تو اس کو باندھ کر نماز پڑھنا مکروہ ہے، اور ظاہر یہی ہے کہ یہ کراہت تحریمی ہے فتاویٰ امجدیہ صفحہ ۱۹ جلد اول میں ہے "اگر گھڑی چٹڑے کے قسم یا فیتہ سے بندھی ہو تو باندھ کر نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں"۔ اور اگر کسی دھات، سونے، چاندی، ہتھیل وغیرہ سے بندھی ہو تو نماز مکروہ ہوگی اسے اتار کر نماز پڑھنی چاہئے اسی سے ایسے شخص کی امامت کا حکم بھی ظاہر ہے۔

(۲) عینی جانور اگر اس کا عیب جانا رہے تو اس کی قربانی جائز ہے بہار شریعت حصہ ۱۵ صفحہ ۱۱۶ میں ہے اگر عینی جانور کو خریدا تھا اور بعد میں اس کا عیب جانا رہا تو غنی اور فقیر دونوں کے لیے اس کی قربانی جائز ہے۔

(۳) ووٹ دینے والا اپنے نمائندے کی اس سلسلے کی تمام بھلائیاں اور برائیوں میں حصہ دار ہوتا ہے جس کے لیے ووٹ دیا تو غلط نمائندوں کو ووٹ دینا ناجائز ہے اور صحیح نمائندوں کو ووٹ دینا جائز

ہوگا، اور صرف اس بنیاد پر کسی کو دائرہ اسلام سے خارج کرنا اور اس کے خلاف کفر کا فتویٰ دینا سخت ممنوع اور شنیع ہے احادیث کرمہ میں سخت وعید وارد ہوئی کافر کہنے والے کو توبہ، تجدید ایمان تجدید نکاح کرنا چاہئے۔ فقط والسلام

کتبہ ابوالکلام شمس العلوم گھوسی الجواب صحیح عبدالمنان اعظمی ۲۲ ربیع الاول شریف ۱۴۱۶ھ

(۱۳-۱۲) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں مفتیان دین مندرجہ ذیل سوال کے بارے میں کہ

(۱) زید کہتا ہے کہ داڑھی منڈانے پر نماز ہو جاتی ہے اور بکر کہتا ہے کہ ہرگز نہیں۔

(۲) زید کہتا ہے ٹھیک میں غلط مل سکتا ہے اور بکر کہتا ہے ہرگز نہیں۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید و بکر میں کس کی بات درست ہے۔

المستفتی، محمد رفیق عرف بابو صند پورہ کھیرہ سنبھل ضلع مراد آباد

الجواب

(۱) داڑھی منڈے کی نماز ہوتی تو ہے مگر مکروہ تحریمی ہوتی ہے کہ دوبارہ عیب دور کر کے دہرائی

جائے۔ درمختار میں ہے ”کل صلاۃ ادبت مع الکراہۃ تحب اعادتها“

جو نماز مکروہ پڑھی گئی اس کا دہرانا واجب ہے

مگر اس نے تو داڑھی منڈا رکھی ہے، دوبارہ صحت کے ساتھ پڑھے گا کیسے؟ البتہ داڑھی منڈانے

پر توبہ کر کے پڑھے تو اور بات ہے۔

مختصر یہ کہ اس طرح نماز پڑھنے کے بعد بھی آخرت میں مواخذہ ہوگا، اگر صحیح طریقہ سے دہرایا

نہیں۔ ہاں اس کا عذاب تارک الصلوٰۃ کے عذاب سے کم ہوگا۔

(۲) یہ بات بھی اسی طرح حیل و حجت اور قیل وقال والی جاہلانہ موشگافی ہے، ہمارے پہلے

جواب سے اس کا حل نکالا جاسکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی، ۲۹ شعبان المعظم ۱۴۱۶ھ

(۱۵) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

جو آدمی ایک کلمہ گو ہو کر ایک مشیت سے کم داڑھی رکھتا ہو تو کیا اس کی نماز ہوگی یا نہیں، اگر ہوئی تو

کیسے، شریعت کے حوالہ سے حکم جاری فرمائیں اور کیا وہ شخص مسلم کہنے کا حق دار ہے۔

المستفتی، مولوی محمد نوشاد عالم

الجواب

ایک مشیت سے کم داڑھی رکھنا گناہ ہے، ایسا آدمی اسلام سے خارج نہیں ہوتا، یہی حدیث شریف کا مضمون ہے کہ گناہ سے آدمی اسلام سے خارج نہیں ہوتا، یہ مسلمان ہے اور اس کو مسلمان ہی کہا جائے گا، مگر یہ فاسق اور گنہگار ہے، ایسے شخص کی نماز مکروہ تحریمی ہوگی یعنی دوبارہ پڑھو، تو ایسا آدمی جب تک توبہ نہ کر لے وہ نماز دہرائے گا کیسے، تو داڑھی حد شرع سے کم ہونے کی وجہ سے نماز دوبارہ بھی مکروہ ہوگی۔ درمختار میں ہے ”کل صلوٰۃ ادبت مع الکراہۃ تحب اعادتها۔ واللہ تعالیٰ اعلم“

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی، ۱۰ شعبان المعظم ۱۴۱۶ھ

(۱۶) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ اگر آدمی قصد اٹختہ ڈھنک کر ادا کرے تو اس کے لیے کیا حکم ہے ایسے شخص کی نماز شرعی حکم کے مطابق ہوئی یا اس میں کچھ نقص ہوا۔ ٹختہ کا کھلا رہنا صرف نماز میں ضروری ہے یا ہر حال میں ازراہ کرم وائخ فرمائیں۔

المستفتی، مشتاق احمد انصاری

الجواب

تہ بند یا ازراہ وغیرہ لباس کا مردوں کے لیے ٹخنوں سے اوپر ہونا مسنون اور ٹختہ ڈھک جائے تو ممنوع و مکروہ۔

مشکوٰۃ شریف میں حدیث ہے:

ازار المؤمن الی أنصاف سابقہ ولا جناح علیہ فیما بینہ و بین الکعبین۔

(طبری ۱/۲۴۱)

ازار آدمی کا پنڈلیوں سے ٹخنوں کے اوپر تک ہے، اگر ازراہ ناز و بختر ٹخنوں سے نیچے ہے تو حرام اور ایسا ازراہ پہن کر نماز مکروہ تحریمی اور ایسا نہ ہو بلکہ بے خیالی سے ہو تو مکروہ تنزیہی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی، ۸ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۷ھ

(۱۷-۱۹) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ ذیل میں کہ

(۱) کریم قیس شیروانی کاٹن لگائے بغیر نماز پڑھنا مکروہ ہے اگر مکروہ ہے تو تنزیہی ہے یا تحریمی؟

(۲) ایک صاحب نے شامل ترمذی کی یہ حدیث شریف پیش کی ہے: ”قال اتیت رسول اللہ

ﷺ فی رھط من مزینۃ؟ لنبايعہ وان قميصہ لمطلق او قال زر قميصہ مطلق قال فادخلت

بدی فی قميصہ فمست الخاتم“ اور کہا کہ حالت نماز میں حضور کی قمیص کاٹن کبھی کھلا رہتا تھا، اس

لیے قیص کا مٹن کھول کر نماز پڑھنے میں کراہت نہیں لیکن اس پر مداومت نہیں کرنا چاہئے اس حدیث سے یہ استدلال کرنا کہاں تک درست ہے۔ حدیث کے کس لفظ سے یہ پتہ چلتا ہے کہ حالت نماز میں مٹن کھلا رہتا تھا اور اس حالت میں حضور ﷺ نماز پڑھ لیتے تھے۔

(۳) ایک گاؤں ہے جس میں زمانہ دراز سے جمعہ ہوتا چلا آرہا ہے اس گاؤں میں گرام پنچایت بھی ہے اور ڈاکخانہ اور ضروریات زندگی پوری کرنے کے لیے چند دوکانیں بھی ہیں۔ آبادی دو ہزار سے کچھ زیادہ ہے۔ ایسی جگہ میں نماز جمعہ جائز ہے کہ نہیں؟ اور نماز جمعہ کی ادائیگی سے نماز ظہر ساقط ہوگی یا نہیں؟ بالتفصیل تحریر فرمائیں۔ المستفتی: فرید الدین ساکن بریلانگر

الجواب

اگر مٹن نہ لگانے کی وجہ سے سینہ کھلا رہا تو نماز مکروہ تحریمی ورنہ تنزیہی۔

شامی میں ہے: "لو ادخل يده في كمبه ولم يشد وسطه أولم يزرر ازراه فهو مسيء لانه يشبه السدل" (۳۴۹/۲)

کرتے یا جبے کی آستین میں ہاتھ ڈالا مگر مٹن نہ لگایا تو برا کیا کہ یہ بھی سدل ثوب کے ہی مشابہ ہے۔

در مختار میں ہے: "کرہ تحریمًا سدل ثوبه ای ارساله بلا لبس معتاد"

(در مختار: ۳۴۹/۲)

مشکوٰۃ شریف میں ہے: "عن سلمة بن الأكوع قال قلت يا رسول الله اني رجل اصيد افاصلی فی القمیص الواحد قال نعم وازره ولویشوكة" (الکامل فی الضعفاء: ۳۳۱۹/۶) سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں شکاری آدمی ہوں تو میں کیا ایک ہی قیص میں نماز پڑھ لیا کروں فرمایا ہاں گریبان بند کر لیا کرو چاہے کانٹے سے ہی ہو۔

(۲) جو حدیث اس امر کے ثبوت میں پیش کی گئی ہے کہ مٹن کھلنے میں کوئی حرج نہیں اس سے تو یہ بھی ثابت نہیں کہ حضور ﷺ کی عادت کریمہ نماز کے یاہر ہی سہی یہ تھی کہ مٹن کھلا رکھتے۔ صرف ایک بار اس عالم میں پائے جانے کا پتہ چلتا ہے۔ پھر حدیث سے یہ امر ثابت کیسے ہو سکتا ہے کہ نماز میں گریبان کھولنا مکروہ نہیں اس کے خلاف جو حدیث ہم نے پیش کی ہے اس میں صاف صاف نماز میں نکتہ لگانے کا حکم ہے۔

(۳) حق یہ ہے کہ گاؤں میں مذہب حنفی میں نماز جمعہ فرض نہیں نہ وہاں جمعہ پڑھنے سے فرض ظہر

ساقط ہو۔

حدیث شریف میں ہے: "لا جمعة ولا تشریق الا فی مصر جامع"

(فتح الباری: ۴۵۷/۲)

لیکن ہمارے علماء فرماتے ہیں کہ جہاں قدیم ایام سے جمعہ قائم ہوتا چلا آیا ہو وہاں کا بند نہ کیا جائے کہ اس سے فتنہ کا اندیشہ ہے۔ ﴿وَالْفِتْنَةُ أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ﴾ اور جہاں نہ ہوتا ہو وہاں قائم نہ کیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ

الجواب صحیح: عبدالرؤف مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ

(۲۰) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع تین اس مسئلہ میں کہ

آج کل محفل بنام شینہ بنگال کے بعض اطراف میں مروج ہے۔ بانی محفل کی طرف سے مدعو کیا جاتا ہے۔ حفاظ بذریعہ مانک رات بھر میں قرآن ختم کر دیتے ہیں اولاً تو جمع ہوتا ہے۔ بعد کو زیادہ رات ہونے کی وجہ سے قدر قلیل رہ جاتا ہے سامعین کو اونگھ آتی ہے قرب و جوار کے زن و مرد اپنے اپنے گھر کے کام میں مشغول رہتے ہیں اور ان کی نیند میں خلل آتا ہے۔ استماع و انصات ممکن نہیں۔ تلاوت قرآن کے وقت استماع و انصات بنابر مذہب حنفی فرض ہے یا واجب۔ اس طرح محفل ہونا جائز ہے یا مکروہ در مختار جلد اول میں ہے:

"وفی المحيط بکروہ رفع الصوت للقرأة الخ"

بظاہر ان دلائل سے مکروہ تحریمی معلوم ہوتا ہے۔ عبدالمجید غریبا مارکیٹ اشرفیہ کلکتہ

الجواب

اگر کسی مجلس میں وہی قباح پائے جاتے ہیں جن کا سوال میں ذکر کیا گیا ہے۔ تو اس طرح قرآن پڑھنا ضرور مکروہ تحریمی ہوگا۔ لیکن اس سے علی العموم شینہ نام کی مجالس کو منع کرنا جائز نہیں۔ جو محفل ان مکروہات سے پاک ہو اور سامعین جن کے لیے وہ مجالس قائم کی گئی ہے وہ خلوص اور توجہ سے سنتے ہوں تو اس میں کوئی قباح نہ ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ

الجواب صحیح: عبدالرؤف مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ

(۲۱) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ

ایک پیش امام صاحب مسجد میں امامت کرتے ہیں نماز کے دوران جب وہ سجودے میں جاتے ہیں تو دونوں پیروں کو اٹھا کر آگے رکھتے ہیں اور پھر پیچھے لاتے ہیں۔ بعض دفعہ پیر اوپر اٹھا لیتے ہیں اور قیام میں بھی دونوں ٹخنوں کو بار بار اٹھاتے ہیں اور رکھتے ہیں۔ اس طرح حرکتیں پوری نماز میں کئی مرتبہ کرتے ہیں۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس طرح حرکتیں کرنے سے نمازوں میں کچھ خلل واقع ہوا یا نہیں؟ اور خلل ہوا تو کیا نماز فاسد ہوئی یا مکروہ؟ برائے کرام جواب عطا فرمائیں۔ المستفتی: سید اعظم علی راہ جستان

الجواب

سوال میں جس امر کا ذکر کیا گیا ہے عبث ہے، اس سے نماز مکروہ ہو جاتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم
عبد المنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ ۲۸ جمادی الاولیٰ ۱۴۸۲ھ
الجواب صحیح: عبدالرؤف مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ

(۲۲-۲۳) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ

(۱) یہاں کے چند علماء گھڑی چین کے ساتھ لگا کر نماز پڑھتے ہیں اور امامت بھی کرتے ہیں اگر کوئی اعتراض کرتا ہے کہ یہ چین کی گھڑی لگا کر نماز جائز نہیں تو کہتے ہیں کہ جائز ہے، اگر جائز نہیں تو ثبوت دیں کہ کس کتاب میں ناجائز کا حکم ہے۔ اس لیے امیدوار ہوں کہ اس کے جائز و ناجائز کا فیصلہ ساتھ حوالہ کتاب کے دے کر ممنون فرماویں۔

(۲) اکثر لوگوں کو دیکھا جاتا ہے کہ نماز کے وقت قمیص کے اوپر کاٹن جو کہ گلے کے نزدیک ہے کھول کر نماز پڑھتے ہیں آیا یہ جائز ہے یا نہیں؟ ساتھ حوالہ کتاب سے مطلع فرمایا جائے۔

المستفتی: حکیم محمد حبیب الرحمن موضح متھورا ڈاکخانہ متھورا قصبہ پورنیہ بہار

الجواب

فتاویٰ رضویہ میں اس کو مکروہ لکھا ہے۔ اور اس کے ساتھ نماز پڑھنے کو بھی مکروہ قرار دیا ہے۔ اصل یہ ہے کہ چاندی سونا عورتوں کے لیے زیوروں کی غرض سے جائز ہے اور مردوں کے لیے صرف ساڑھے چار ماشے سے کم کی انگوٹھی چاندی کی جائز ہے اس کے علاوہ دھات مردوں عورتوں دونوں کے لیے حرام ہے۔ شامی میں ہے:

”التختم بالحديد والصفر والنحاس والرصاص مکروہ للرجال والنساء“ (شامی)

(شامی: کتاب المحظر ۹/۴۳۸)

ہاں ضرورت یا مستثنیات کی اور بات ہے۔

(۲) اگر ٹخن نہ لگنے کی وجہ سے سینہ کھلا رہا تو نماز مکروہ ہوگی۔ شامی میں ہے:

”لو ادخل بديه في كعبه ولم يشد وسطه ولم يزر رازاره فهو مسمی لانه يشبه

السدل“

اور در مختار میں ہے: ”مکروہ تحریمًا سدل ثوبہ“

حدیث شریف میں ہے: ”توازيه ولو بشوكه“

اگر سینہ نہ کھلا ہو گلے کے پاس کا کچھ حصہ کھلا رہا تو مکروہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ ۲۸ ربیع الثانی ۱۴۹۲ھ

الجواب صحیح: عبدالرؤف مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ

الجواب صحیح: عبدالعزیز عفی عنہ

(۲۴-۲۵) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

(۱) جمعہ وعیدین میں مصلیوں کی اتنی کثرت ہوئی کہ مسجد اور اس کا محن اور اس کی چھت اور مسجد کی شمالی جانب کے دو کمرے نیچے اور اوپر کی جانب پر ہو گئے۔ مگر مسجد کے مشرقی دروازے کے متصل صاف ستھری پختہ سڑک موجود تھی جہاں صف لگوائی جاسکتی تھی، بلکہ وہاں فرش کا بھی انتظام ہو گیا تھا باوجود سڑک پر جگہ ہونے اور انتظام کر لینے کے امام نے اپنی برابر صف لگوا لیا اب یہ صف امام کے بالکل برابر لگی یاچھ سات انگلی یا ایک باشت امام کے پیچھے۔

اب سوال یہ ہے کہ ایسی صورت میں امام کا برابر صف لگوانا کیسا ہے۔ اس قسم کی صف لگائی جاسکتی ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو اس قسم کی صف لگوانے کے لیے خواہ امام ہو یا مقتدی ان سب کے لیے حکم شرعی کیا ہے؟ اور امام اور جتنے اس کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں ان سب کی نماز کیسی ہوئی؟

(۲) ایک ایسی مسجد ہے کہ اس کے متصل شمال و جنوب کوئی جگہ ہے نہ مشرقی دروازے کے سامنے اور مصلیٰ اتنے زائد ہو گئے کہ مسجد اور اس کا محن اور چھت پر ہو گئے۔ تو ایسی صورت میں امام کے برابر یعنی امام سے صرف ۶/۷ انگلی پر یا ایک باشت یا اس سے کچھ کم و بیش پیچھے صف لگائی جاسکتی ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو صف لگانے اور لگوانے والے کے لیے کیا حکم ہے اور اس قسم کی صف لگا کر جو نماز پڑھی گئی اس کے لیے کیا حکم ہے؟

(۳) منبر کا طح صف ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو منبر کے پاس صف لگانا کیسا ہے اور اس طور پر نماز

پڑھی گئی اس کا کیا حکم ہے؟

(۴) امام کے پیچھے کتنی دوری پر صف لگائی جاسکتی ہے کم سے کم مقدار کیا ہے؟

(۵) "صلوا خلف کل برو فاجر" ہر نیک و بد کے پیچھے نماز پڑھو اس کا صحیح مطلب کیا ہے؟

(۶) داڑھی رکھنے کی کیا حد ہے؟ جو شخص حد شرع سے کم داڑھی رکھے اس کو امام بنانا کیسا ہے؟ ایسے شخص کو امام بنانے والے گنہگار ہیں یا نہیں؟ ایسے امام کے پیچھے جو نمازیں پڑھی گئیں ان کا پھر سے پڑھنا واجب ہے یا نہیں؟

(۷) چاندی کی ایسی انگوٹھی جو ساڑھے چار ماشہ سے زائد ہو یا اس میں کئی ٹکینے ہوں یا وہ بالکل چھلہ جیسی ہو یا چھلہ ہی ہو اس قسم کی انگوٹھیوں کا پہننا مردوں کے لیے کیسا ہے؟ اسی طرح ایک شخص کو دو تین انگوٹھیاں پہننا جائز ہے یا نہیں؟

(۸) لوہے، پتیل، تانبے، اور دھات کا چین پٹہ گھڑی میں لگا کر کلائی میں باندھنا مردوں کو جائز ہے یا نہیں؟ اور اس قسم کا چین پٹہ کلائی پر باندھ کر نماز پڑھنا کیسا ہے اور اس نماز کے لیے شرعاً کیا حکم ہے؟ اگر ان دھاتوں کا چین کلائی میں باندھنا جائز ہے تو گھڑی بھی انہیں دھاتوں کی ہوتی ہے وہ کیوں جائز ہے، بحوالہ کتب دینیہ عبارت، وترجمہ نہایت مدلل و مفصل جواب مرحمت فرمائیں۔ بینو اتو جروا

محمد عمر خادم مدرسہ ضیاء العلوم خیر آباد

الجواب

(۱) جب امام کے پیچھے جگہ تھی تو امام کا صف میں کھڑا ہونا مکروہ ہے اور اس کے اس فعل سے سب لوگوں کی نماز مکروہ ہوئی۔ فتح القدیر میں ہے:

"ترك التقدم لامام الرجال محرم كذا صرح الشارح و سماه في الكافي مكروها و هو الحق"

(۲) ایسی صورت میں امام کے برابر صف لگائی جاسکتی ہے۔

بدائع الصنائع میں ہے: "روی عن عبد الله بن مسعود انه رضی اللہ عنہ هو معمول علی ضیق المكان كذا قال ابراهيم النخعي و هو كان اعلم الناس باحوال عبد الله بن مسعود و منجه"

علاوہ ازیں اس قبیل کے دوسرے مکروہات بھی تنگی مکان کے سبب معاف ہو جاتے ہیں۔

قاضی خاں میں ہے: "و اذا ضاق المسجد علی القوم لا باس بان يقوم الامام فی الطاق"

لمكان العذر و ان كان من غير عذره كره"

جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ شرع میں تقدم امام کا بھی یہی حکم ہے۔

(۳) منبر قاطع صف نہیں۔ شامی میں ہے: "فلا ينقطع الصف بنائها كما لا ينقطع بالمنبر الذي هو داخلها فيما يظهر" اس لیے ایسی نماز میں کوئی خرابی نہیں۔

اسی میں ہے: "من قام في الصف الثاني بحذاء باب المنبر يكون من الصف الاول"

(۴) بقدر کفایت و حاجت کہ مقتدی بخوبی مجدد کر لیں۔ (فتاویٰ رضویہ)

(۵) زمانہ خلافت میں سلاطین خود امامت کرتے تھے اور حضور کو یہ معلوم تھا کہ ان میں فاسق و فاجر بھی ہوں گے اور نیکوں کے دل ان کی اقتداء سے تفر کر دیں گے۔ اور حضور کو یہ بھی معلوم تھا کہ ان بادشاہوں سے اختلاف فتنہ کی آگ بھڑکائے گا۔ اور فتنہ و فساد کا دفع کرنا اقتداء فاسق سے زیادہ اہم تھا۔ اس لیے حکم دیا کہ "صلوا خلف کل برو فاجر" جس طرح دوسری حدیث شریف میں آیا ہے: "اذا ابتلى بيلتين فاختر ادونهما" لیکن اس کا بلا عذر شرعی اور عام حالت میں جائز ہونا کون کہے گا۔ بس اسی طرح فاسق کی اقتداء بھی ہے کہ حالت فتنہ و فساد کے ساتھ خاص ہے۔ (فتاویٰ رضویہ)

(۶) داڑھی کی شرعی مقدار ایک مشت ہے۔ درمختار میں ہے: "السنة به القبضة" اور اس سے کم رکھنا ضرور گناہ ہے۔ اور اسی میں ہے: "و يحرم على الرجل قطع اللحية"

ایسے کو امام بنانا گناہ ہے، اسی میں ہے: "ومشى في شرح المنية على ان كراهة تقليد كراهة تحریم" ایسے کے پیچھے پڑھی گئی نماز دوہرائی جائے گی۔

شامی میں ہے: "كل صلاة ادبت مع الكراهة تجب اعادتها"

(۷) انگوٹھی صرف چاندی کی چار ماشہ کی جائز ہے، اس کے سوا حرام ہے۔

درمختار میں ہے: "و لا يتختم الا بقضة لحصول الاستغناء بها فيحرم بغيرها كذهب و حديد و صفر و لا يزيد على مثقال" (در مختار: ۹/۴۳۷)

کئی ٹکینوں کی انگوٹھی ناجائز ہے: انما يجوز التختم بالقضة لو على هيئة خاتم الرجال اما لوله فصان او اكثر حرم" (شامی: کتاب الحظر: ۹/۴۴۱)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ چھلے یا کئی انگوٹھیاں بھی ناجائز ہیں۔ ایسا شخص جو بلا اعلان خلاف شرع انگوٹھیاں پہنتا ہو اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی اور قابل اعادہ ہے۔

(۸) چین کسی بھی دھات کی ہو زیور کے حکم میں ہے جس طرح بشن کی زنجیر اور گھڑی زیور کے

حکم میں نہیں یہ ضرورت کے لیے ہے اس لیے گھڑی تو جائز ہے اور چین وغیرہ ناجائز ہے۔

عبدالمنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ، ۱۳ جمادی الاخریٰ ۱۴۲۱ھ
الجواب صحیح: عبدالرؤف غفرلہ مدرس اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ

(۳۲-۳۷) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسائل ذیل کے بارے میں کہ
(۱) زید نے نماز پڑھی اس حالت میں کہ چادر اس کے صرف کاندھے تک ہے۔ سر تک نہیں کیا
ایسی صورت میں زید کی نماز ہوئی یا نہیں۔

(۲) زید نے کرتے کے اوپر صدری پہن کر نماز پڑھی جب کہ صدری کے سارے بٹن کھلے تھے
اور اندر سے کرتے کے سارے بٹن بند تھے۔ تو کیا اس صورت میں زید کی نماز صحیح ہوئی۔

(۳) زید جب نماز پڑھتا ہے تو اپنے بائیں جانب کو حد شرع سے زائد ہونے کے ناطے نیچے سے
ظاہری طرف سے موڑ کر یا پھر اوپر کی جانب کھول کر نماز پڑھتا ہے اس مذکورہ صورت میں زید کی نماز
درست ہے یا نہیں۔

(۴) اور جو شخص دھاتوں سے بنی ہوئی چین والی گھڑی پہن کر نماز پڑھے اس کا کیا حکم ہے؟
(۵) زید اپنے پیش امام کی من گڑھت برائیاں بیان کرتا رہتا ہے تو کیا زید کی نماز اس پیش امام
کے پیچھے ہوگی یا پھر موجودہ پیش امام کی غیبت میں زید کی افتداء میں جو نماز پڑھی جائے وہ صحیح نہیں ہے یا
صحیح ہے۔

(۶) زید نے بکر سے پوچھا کہ اگر دو آدمی ہوں اور جماعت کرنا چاہتے ہوں تو مقتدی امام کے
کس جانب کھڑا ہوگا۔ تو بکر نے کہا داہنے کھڑا ہوگا۔ اور زید نے دلیل پیش کرتے ہوئے کہا کہ ایک بار
حضور ﷺ تہا نماز پڑھ رہے تھے پھر ایک صحابی آئے اور آپ کے بائیں جانب کھڑے ہو گئے۔ تو حضور ﷺ
نے اپنے داہنے ہاتھ کو اپنے سر کے پیچھے سے گھما کر اس کے کان کو پکڑ کر اپنے داہنے طرف کھڑا کیا جب
زید نے بکر سے یہ بات سنی تو ہنس لگا اور کہنے لگا یہ من گڑھت مسئلہ ہے حضور جب نماز پڑھا کرتے تھے تو
انہیں دنیا سے کوئی تعلق نہیں رہتا تھا تو پھر ہم آپ کی یہ بات کسی طرح تسلیم نہیں کرتے۔ تو بکر نے اس کے
جواب میں کہا یہ سب کچھ صحیح ہے مگر ہمارے حضور کا جو بھی کام ہوا کرتا ہے۔ اپنی تعلیم امت کے لیے ہوا کرتا
ہے مگر زید بکر کی بات کو کسی طرح ماننے کو تیار نہیں پھر زید کی افتداء میں جو نماز پڑھی جائے درست ہے
یا نہیں تو ایسے شخص پر شرع کا کیا حکم ہوتا ہے۔

المستفتی عبدالمنان جیلانی امام و خطیب جامع مسجد رائدر پور باوا ر ضلع پانی راجستان

الجواب

(۱) مسئلہ صورت میں نماز مکروہ ہوگی فتاویٰ رضویہ جلد سوم ص ۴۳۸
(۲) اگر وہاں کا عرف صدری کے بٹن نہ لگانا ہو تو نماز بلا کراہت ہوگی اور اگر عام طور سے لوگ
بٹن لگاتے ہوں اور اس نے نہ لگائے تو مکروہ ہوئی۔ (فتاویٰ رضویہ جلد سوم ص ۴۶۸)

(۳) اس طرح بھی نماز مکروہ ہوتی ہے۔

عامہ کتب فقہ۔ لانہ کف الثوب۔

(۴) ایسی صورت میں بھی نماز مکروہ ہوتی ہے۔ (فتاویٰ امجدیہ اول ص ۱۹۷)

(۵) من گڑھت برائیاں بیان کرنا زید کا قصور ہے، جب امام بے قصور ہے تو اس کے پیچھے جیسے

سب کی نماز درست ہے اسی طرح زید کی بھی درست۔

(۶) بکر کا بیان صحیح ہے، یہ حدیث بخاری شریف میں ہے اور واقعہ حضرت ابن عباس کا ہے زید

اگر جاہل ہے تو بخاری شریف دکھا کر سمجھایا جائے اگر اس کے بعد بھی نہ مانے تو اس کا حکم دریافت

کیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی منو

(۳۸-۴۰) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسائل ذیل سے متعلق کہ

(۱) بحالت نماز سر سے چادر اوڑھنے کے بجائے کندھے سے چادر اوڑھنا مکروہ تحریمی ہے

یا تنزیہی، بہر صورت حوالہ کسی عربی کتاب سے مرحمت فرمائیں نیز عبارت بھی نقل فرمائیں کرم ہوگا۔

(۲) جو لوگ بینک یا ڈاکخانہ میں دو گنا ہونے کے لیے روپے جمع کرتے ہیں یہ کرنا جائز ہے

یا نہیں۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ایسا کرنا درست ہے کیا ان کا کہنا درست ہے۔

(۳) زید نے اپنے طالب علمی کے زمانے میں مدرسہ کی چند کتابیں اپنے قبضے میں کر لیں، اس

کے کچھ دنوں کے بعد اسے خیال ہوا معلوم نہیں ایسا کرنا میرے لیے درست ہے یا نہیں، بصورت نفی یہ

سوچتا ہے کہ اگر وہی کتابیں واپس کرتا ہوں کہ جو کتابیں لیں ہیں تو عداوت ہوگی، لہذا ایسا کرتا ہوں کہ

جو کتابیں ہیں ان کی آج کل کی موجودہ قیمت مدرسہ کے نام ”برائے کتب“ کر کے ارسال کر دوں اگرچہ

چند سال قبل جب لیا تھا تو ان کی قیمت آج کل کے بسبب کم رہی ہوگی تو آیا زید کے لیے کس طرح برأت

ہوگی، کتابیں واپس کر کے یا ان کی زیادہ قیمت مدرسہ کے نام ارسال کر کے۔ فقط والسلام

المستفتی عبدالسلام سیٹاپور ۱۵ شوال المکرم ۱۴۱۹ھ

الجواب

(۱) ابو نعیم نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے

ہیں۔

”لا ينظر الله الى قوم لا يحملون عماثمهم تحت رداثمهم اى فى الصلوة“

اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی طرف نظر رحمت نہیں فرماتا جو نماز میں اپنے عماموں کو چادروں کے نیچے

نہیں کرتے۔ (فتاویٰ رضویہ جلد سوم ص ۳۲۸)

اللہ تعالیٰ جس کی طرف نظر رحمت نہ کرے یہ اسکے لیے عذاب ہے اور ایسا فعل جس پر عذاب ہو

گناہ کبیرہ تو جو نماز اس حالت میں پڑھی گئی مکروہ تحریمی ہوئی۔ البتہ فتاویٰ امجدیہ میں غیر مکروہ لکھا ہے۔؟

(۲) جس بینک کے تمام مالکان غیر مسلم ہوں وہ زائد رقم دیں وہ مسلمان کے لیے حلال ہے۔

حدیث شریف میں ہے: ”لاریوا بین المسلم والحربی“ (ہدایہ)

یہاں کی حکومت کے بارے میں علمائے اہل سنت کے بڑے طبقے کا خیال ہے کہ غیر مسلم حکومت

ہے۔ تو لازماً سارے سرکاری ادارے غیر مسلموں کے ہوئے اور اس کا حکم آپ بن چکے کہ غیر مسلم اپنی خوشی

سے جو زائد رقم دے وہ مسلمان کے لیے حلال ہے۔ اور ایک چھوٹے طبقے کا خیال ہے کہ حکومت جمہوری

ہے جس میں ہر طبقہ کا حصہ ہوتا ہے تو بینک وغیرہ اداروں میں بھی مسلمانوں کا حصہ ہوا اور ان سے زائد رقم

لینا سود ہے۔

حدیث شریف میں ہے: ”کل قرض جر منفعة فهو حرام“

اس رقم کا لینا حرام ہے اور لیا تو غریب و مسکین مسلمانوں میں تقسیم کر دو کہ وہی ایسی رقم کے مستحق

ہیں۔

(۳) صورت مسئلہ میں زید ان کتابوں کا غاصب ہوا اور وہ کتابیں مغصوب، اس کا اصل حکم

یہی ہے کہ وہی کتابیں مدرسہ کو لوٹائی جائیں اور لوٹانے کے بعد یہ ضروری نہیں ہے کہ آپ مدرسہ والوں کو

بتائیں کہ یہ مدرسہ کی کتابیں ہیں جنہیں میں چاہا تھا کہ آپ کو نہامت ہو۔ آپ ان کتابوں کو اپنے کسی

معتبر آدمی کے ذریعہ یا خود ہی لا کر دیں اور یہ کہہ کر دیں کہ یہ کتابیں مدرسہ کے لیے ہیں۔ کتابوں

کے پہچان لیے جانے کا خطرہ ہو تو ان نشانات کو بدل دیں، جلد پر کاغذ کا کور چڑھا دیں، آپ بری ہو

جائیں گے۔ یجب علیہ رد عین مغصوب فی مکان غصبہ ویرا بردھاو لو یغیر علم المالك

واللہ تعالیٰ اعلم۔ عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی منو کیم ذوالقعدہ ۱۴۱۹ھ

سجدہ سہو کا بیان

(۱) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

نماز عید الفطر کی دوسری رکعت کی تکبیرات میں سہو کی وجہ سے امام نے سجدہ سہو کر کے نماز پوری کی

اس کے بعد کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ نماز نہیں ہوئی۔ کوئی کہتا ہے کہ عیدین میں سجدہ سہو نہیں ہے کوئی کہتا ہے

کہ کچھ لوگوں نے سجدہ سہو کیا اور کچھ لوگوں نے سجدہ سہو نہیں کیا۔ اس لیے نماز نہیں ہوئی۔ اور ایک آدمی نے

جمعہ کے دن مسجد میں کھڑے ہو کر اعلان کر دیا کہ عیدین میں سجدہ سہو نہیں ہے۔ چونکہ امام صاحب نے سجدہ

سہو کر لیا ہے اس لیے کسی کی نماز نہیں ہوگی۔ امام و مقتدی دونوں تو یہ کریں اعلان کرنے والے ایک مولوی

صاحب ہیں۔ لہذا مفتی صاحب قبلہ سے گزارش ہے کہ اس مسئلہ میں شریعت کی رو سے رہنمائی فرمائیں۔

تاکہ عوام الناس کو رہنمائی ہو سکے۔

المستفتی: علاء الدین احمد حنظلوی روڈ سیوری کشی مگر یو پ

الجواب

صورت مسئلہ میں امام نے جو کیا وہ صحیح ہوا۔ مسئلہ یہ نہیں ہے کہ عیدین میں سجدہ سہو نہیں ہے،

بلکہ اصل مسئلہ یہ ہے کہ ”السہو فی صلوة العید والجمعة والمکتوبة والتطوع سواء“

(در مختار: کتاب الصلاۃ۔ باب سجود السہو: ۴۸۹/۲)

سجدہ سہو کے بارے میں عیدین جمعہ پنجویں قرآن اور نوافل سب کا حکم یکساں ہے کہ ان سب

نمازوں میں سہو ہو تو سجدہ واجب ہے، مگر علمائے متاخرین نے جمعہ و عیدین میں ایک شرط کیساتھ سہو کے

سجدہ کو چھوڑ دینا پسند کیا:

”والمختار عند المتأخرین عدمه فی الاولین للدفع الفتنة فیده الوافی اذا حضر

جمع کثیر و الا فلا داعی الی الترتک“

(در مختار و رد المحتار: کتاب الصلاۃ۔ باب سجود السہو: ۴۸۹/۲)

متاخرین نے جمعہ اور عیدین میں سجدہ سہو کو ترک کرنا پسند کیا، جب کہ مجمع کثیر ہو۔ اور مجمع کثیر نہ

ہو تو سجدہ سہو کیا جائے چھوڑا نہ جائے۔ پھر بھی مجمع کثیر میں سجدہ سہو کرنا ناجائز نہیں۔ بس چھوڑنے کی

اجازت ہے۔ شامی میں ہے:

فی جمعه حاشیة ابی السعود عن العزمیة انه لیس المراد عدم جوازہ بل الاولی

ترکہ لئلا يقع الناس فی فتنۃ۔ (۴۸۹/۲)

پھر سجدہ سہو چھوڑنے والی صورت میں بھی سجدہ سہو کرنا ناجائز نہیں، جائز ہی ہے، البتہ ترک بہتر ہے۔

پس صورت مذکورہ مسئلہ میں امام صاحب کا کوئی جرم نہیں، نہ نماز فاسد ہوئی، تو نہ امام اور نمازیوں کو توبہ کرنے کی ضرورت۔ ہاں جو لوگ سجدہ کرنے پر فساد کر رہے ہیں وہی خود مجرم ہیں۔ خصوصاً وہ مولوی صاحب جنہوں نے مسئلہ نہ جانتے ہوئے بھی یہ اعلان کیا کہ چونکہ امام نے سجدہ سہو کر لیا ہے اس لیے کسی کی نماز نہیں ہوئی امام و مقتدی دونوں توبہ کریں۔

حدیث شریف میں ہے: من افنی بغیر علم فضل و اضل۔

جس نے بغیر علم کے فتویٰ دیا تو خود گمراہ ہوا اور دوسروں کو گمراہ کیا۔ پس ان پر لازم ہے کہ پھر جمعہ کے دن تمام مصلیوں کے بیچ معافی مانگیں کہ صاحب مجھے مسئلہ بتانے میں غلطی ہوئی۔ آپ لوگ معاف کریں۔ اللہ تعالیٰ سے توبہ کریں کہ اللہ تعالیٰ میری غلطی کو معاف کر اور میں اب آئندہ اس طرح غلط مسئلہ نہیں بتاؤں گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲-۲) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

(۱) عمر پر سجدہ سہو واجب ہوا قعدہ اخیرہ کے بعد دونوں طرف سلام پھیرنے کے فوراً بعد یاد آیا اور سجدہ سہو کر کے نماز پوری کی۔ یوں ہی زید نے چار رکعت کی نیت کی اور دو رکعت پڑھ کر دونوں جانب سلام پھیرا ہی تھا کہ فوراً یاد آیا کہ دو رکعت ابھی باقی ہیں۔ اٹھ کر چار رکعت پوری کر کے سجدہ سہو کیا۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ عمر و زید کی نماز ہوگئی کہ نہیں؟

(۲) نابالغ چھوٹے لڑکے کو چاندی کے کنگن پہنانا جیسا کہ آج کل رواج ہے یہ درست ہے یا نہیں؟ اسی طرح نابالغ لڑکے کے ہاتھ پاؤں میں مہندی لگانا درست ہے یا نہیں؟ نیز ایسا کرنے والے والدین کے لیے کیا حکم شرع ہے؟

(۳) دور حاضر میں ایک عام رواج ہوتا جا رہا ہے کہ جاہل ہو یا عالم شادی بیاہ وغیرہ کے موقع پر میز کرسی پر کھانا کھلایا جاتا ہے۔ اس طرح میز کرسی لگا کر کھانا کھانا درست ہے یا نہیں؟

الجواب

(۱) فتاویٰ رضویہ میں ہے: سجدہ سہو ایک سلام کے بعد چاہئے دوسرا سلام پھیرنا منع ہے۔

شامی میں ہے:

و لو اتی تسلیعتین سقط عنه السجود۔ (در مختار: ۲/۲۷۲)

تو صورت مسئلہ میں دوسرا سلام پھیرتے ہی یاد آیا تو عمر کو رک جانا چاہئے تھا، نماز ہوگئی اور سجدہ ساقط ہو گیا اور یہ سجدہ سہو جو کیا لغو ہوا۔

(ب) زید کی نماز ہوگئی۔ در مختار میں ہے: سلم مصلی الظهر مثلاً علی الرکعتین توہما تعامها اتمھا اربعاً و سجد للسهولان السلام ساهیا لا یطل لانه دعاء من وجہ۔

(۴۸۸/۲)

(۲) بہار شریعت حصہ سولہ ص ۵۴ میں ہے: لڑکوں کو سونے چاندی کے زیور پہنانا حرام ہے اور جس نے پہنایا وہ گنہگار ہوا۔ اسی طرح بچوں کے ہاتھ پاؤں میں بلا ضرورت مہندی لگانا جائز ہے۔ عورت خود اپنے ہاتھ پاؤں میں لگا سکتی ہے۔ مگر لڑکے کو لگانے کی تو گنہگار ہوگی۔ (در مختار، رد مختار) عورت کو سر کے بال کٹوانا جیسا کہ اس زمانے میں نصرانی عورتوں نے کٹوانے شروع کر دیئے ہیں۔ ناجائز و گناہ ہے۔ بچیاں غیر مکلف ہیں ان کے ماں باپ جو ایسا کرتے ہیں وہ مجرم ہوں گے۔

(۳) کھانے کا یہ طریقہ خلاف سنت ہے۔ حدیث شریف میں اس سے منع کیا گیا ہے اور اگر اس سے نصاریٰ کی تقلید اور نئی تہذیب کی اتباع مقصود ہو تو اور برا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی، ضلع موکیم رنج الاول ۱۴۲۳ھ

(۵-۹) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

(۱) وہ چار رکعتی نمازیں جو ایک تحریمہ سے پڑھی جاتی ہیں ظہر و جمعہ کی چار رکعت سنت مؤکدہ قبلہ و بعد یہ اور عصر و عشاء کی چار رکعت سنت غیر مؤکدہ قبلہ ان نمازوں کے قعدہ اولیٰ کی طرح ہے یا نہیں اگر تشہد کے بعد اللہم صلی علی محمد پڑھنے کی مقدار چپ رہا یا پڑھا تو سجدہ واجب ہوگا یا نہیں؟

(۲) اگر قمازی مذکورہ نمازوں میں قعدہ اولیٰ بھول کر کھڑا ہو جائے تو اسے تشہد کے لیے پلٹنا جائز ہے کہ نہیں اگر پلٹنا اور التحیات پڑھ کر کھڑا ہو باقی دو رکعت پوری کی تو نماز ہوگی یا نہیں؟

(۳) ان مذکورہ نمازوں میں نمازی بھول کر اٹھنے لگے ہنوز ابھی قعدہ سے قریب ہے اور بیٹھا تو اسے سجدہ سہو کرنا ہوگا یا نہیں اگر کھڑے ہونے سے قریب ہے اور بیٹھا تو سجدہ سہو کا حکم ہوگا یا نہیں اور قعدہ اخیرہ التحیات بغیر پڑھے یا پڑھ کر کھڑا ہو گیا تو کیا حکم ہے؟

(۴) مقتدی نے امام کو لقمہ صحیح دیا مگر امام کو بھولا ہوا خود یاد آ گیا، امام نے اس کے بتانے سے

نہیں بلکہ خود سے صحیح کر لیا تو کیا لقمہ دینے والے کی نماز ہوگی یا نہیں یعنی امام نے مقتدی کا لقمہ نہیں لیا جب دواؤں نے لقمہ دیا دونوں نے صحیح دیا تو کیا حکم ہے؟

(۵) مسافر نے بغرض زیارت اجمیر مقدس کا سفر کیا مگر یہ سفر علی الاطلاق نہیں ہے بلکہ مقصد سفر یہ ہے کہ پہلے جین پور میں ہم رک کر زیارت کریں گے، بعد ازاں کچھ چھ شریف میں بھی رکنا ہے، پھر وہاں سے لکھنؤ، اسی طرح جا بجا رکستے ہوئے سفر کو مکمل کرنا ہے، سوال یہ ہے کہ مبارکپور سے باہر ہوتے ہی قصر نماز کرنا ہے یا وہاں سے جہاں سے ۹۲ کلومیٹر علی الاطلاق سفر ہو، پھر واپسی میں قصر نماز وہاں تک کریں گے جہاں سے قصر شروع کیا ہے، یا اپنی ہستی میں داخل ہونے سے پہلے تک، اور جہاں سے سفر علی الاطلاق ہو اس ہستی سے ہی قصر کرنا ہے یا باہر ہونے کے بعد؟

المستفتی، عبدالقادر مصباحی۔ مبارک پورا عظم گڑھ

الجواب

حلی کیرم ۳۲۳ میں ہے:

”الحاصل ان کل رکعتین من النفل صلوة علی حدة من وجہ دون وجہ فاعتبر کونه صلوة علی حدة فی حق القراءة وفی حق عدم لزوم الشفع الثانی قبل القيام فی بطلان الشفعة بالشروع فی الآخرہ۔ وعدم سربان الفساد من شفع الی شفع آخر اما فی غیر هذه الاحکام فالو لی ان یعتبر کون الکمل صلاة واحدة (ملخصاً)۔“

شامی اور درمختار میں ہے: ”ولها واجبات وهی القعود الاول ولو فی نقل علی الاصح وان کان کل شفع منه صلاة علی حدة وکذا ترک الزیادة فیہ علی التشهد

(۳۱۲/۱-۳۱۳)

ایمانی مراقی الفلاح میں: ”ویجب قعود الاول ولا فرق فی ذلك بین الفرائض

والواجبات والنوافل واستحساناً عندهما وهو ظاهر الروایہ والاصح“ (ص ۱۳۶)
ان سب عباراتوں کا خلاصہ یہ ہوا کہ نقل کا ہر شفعہ من کل الوجوه علیحدہ نماز نہیں، بعض احکام کے اعتبار سے علیحدہ ہے اور بعض کے اعتبار سے ایک ہی نماز ہے، جزئیات کی تفصیل میں جانے سے معلوم ہوا کہ ظہر کے نماز سے قبل کی چار سنت مؤکدہ اور جمعہ کے بعد اور پہلے کی چار سنتیں ان کا حکم اور دیگر سنن ونوافل کا حکم اور ہے۔

چنانچہ اسی حلی میں ہے: ”الاصح انه لا یصلی فی سنة الجمعة والظہر“ صحیح قول یہ ہے

کہ جمعہ اور ظہر کی چار سنتوں میں قعدہ اولیٰ میں درود شریف نہ پڑھے ”وفی البواقی یصلی“ اور باقی سنن ونوافل میں قعدہ اولیٰ میں درود شریف پڑھے، لیکن اگر کسی نے جمعہ اور ظہر کی سنتوں کے قعدہ اولیٰ میں بھول کر درود شریف پڑھ دیا تو کیا حکم ہے: ”انه علیه السجود وانه لا سجد علیه“ بعض علماء فرماتے ہیں بحدہ سہو کرے اور کچھ کہتے ہیں اس پر سجدہ سہو نہیں۔ یہاں تک آپ کے پہلے سوال کا جواب ہو گیا،

(۲) فرائض اور واجبات کے لیے مندرجہ ذیل حکم ہے ”ہر کہ در فرض یا وتر قعدہ اولیٰ فراموش کر دہ ایستاد تا جامع ایستاد نہ شود، جو عیش باید پس اگر بنوز قعدہ اقرب بود بحدہ سہو نیست و اگر بقیام نزدیک تر شدہ یا شد بحدہ سہو لازم آید“ (فتاویٰ رضویہ صفحہ ۶۵۴)

اور قیام سے قریب ہو کر بھی لوٹ پڑا اور تشہد پڑھا اس کی نماز فاسد نہ ہوگی اس پر سجدہ سہو واجب ہوا اور نوٹ آنے میں وہ غلط کار ہوا۔

درمختار میں ہے ”فلو عاد لا تفسد لکنه یكون سباً وسجداً لتاخر واجب“۔
اور نوافل و سنن میں یہ صورت در پیش آئی تو یہ حکم ہے: ”سها عن القعود الاول فی الفرائض اما فی النوافل یعود مالم یقیدها بالسجدة (درمختار جلد اول صفحہ ۴۹۸)
نوافل میں لوٹنے کا حکم ہے جب تک تیسری رکعت کا سجدہ نہ کر لے اور اسی سے یہ بھی ظاہر ہے کہ اس کی نماز ہو جائے گی۔

(۳) خاص اس مسئلہ کا جز یہ نگاہ سے نہیں گذرا البتہ قاعدہ اخیرہ سے بھول کر کھڑا ہو گیا تو اس میں اس قسم کا حکم ہے اور سجدہ سہو کا بھی حکم ہے۔ ”ولو سها عن القعود الا خیر عاد مالم یقیدها بسجدة وسجد للسہو لتاخر القعود“۔ قیاس چاہتا ہے کہ یہی حکم یہاں بھی ہو۔
(شامی جلد اول صفحہ ۵۰۰)

(۴) مقتدی کو لقمہ دینے میں جلدی کرنا مکروہ ہے۔
شامی میں ہے ”یسکره ان یفتح من ساعتہ“ اس سے معلوم ہوا کہ لقمہ دینے والے کو اتنا انتظار کرنا چاہئے کہ امام خود نکال لے۔ یوں ہی دود و آدمی ایک ساتھ لقمہ دیں یہ بھی اسی جلد بازی میں داخل ہے، لیکن لقمہ اگر صحیح ہے تو امام کے خود یاد آنے کی صورت میں بھی لقمہ دینے والے کی نماز فاسد نہ ہونا چاہئے۔ درمختار میں ہے ”خلاف فتحة علی اما مہ فانہ لا یفسد مطلقاً“
(۵) کسی بھی مقام سے مسلسل ساڑھے ستاون میل نہ ہو بلکہ درمیان میں ٹھہرنے کا ارادہ ہو تو

مسافر نہ ہوگا اور پوری مسافت سفر کا مسلسل ارادہ ہو تو مسافر آدمی جیسے ہی آبادی سے باہر جائے گا قصر کرے گا اس طرح مسافرت اپنی آبادی میں پہنچنے کے بعد یا کسی آبادی میں پندرہ دن کی نیت اقامت کرنے کے بعد ختم ہوگی۔ تفصیل بہار شریعت اور فتاویٰ رضویہ میں دیکھی جائے فقط۔ واللہ تعالیٰ اعلم
عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی، ۳ شعبان المعظم ۱۴۱۲ھ

(۱۰) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ

کہ زید جو عالم بالنتہ ہے اور مہینوں سے نماز پڑھا رہا ہے اور متعدد بار چار رکعتی نماز میں تیسری رکعت میں بیٹھ جاتا ہے۔ کبھی مقتدیوں کی تلقین، تو کبھی اپنی یادداشت سے اٹھتا ہے، اب زید نے مسئلہ بیان کیا کہ کوئی بھی صورت حال درپیش ہو تو جب تاخیر اتنی نہ ہو کہ نمازی تین بار سبحان اللہ کہہ لے تو سجدہ سہو واجب نہیں ہوتا عمرو نے کہا یہ صرف تفکر کے ساتھ خاص ہے کہ تفکر اگر اتنی دیر تک کرے کہ تین تسبیح کی مقدار ادا رکن یا ادائے واجب میں تاخیر ہو جائے تو سجدہ سہو واجب ہو جاتا ہے، اور تیسری رکعت کے سجدہ سے فارغ ہوتے ہی چوتھی رکعت کے قیام کی طرف انتقال علی الفور واجب ہے، اگر محض قعود کیا گیا اگرچہ تین تسبیح کی مقدار نہ ہو سجدہ واجب ہو جاتا ہے، مگر زید کہتا ہے کہ نہیں عمرو نے زید کو معنیہ المصلی دکھائی جس میں یہ عبارت مرقوم ہے "ولو بمجرد القعود" زید کہتا ہے یہ قول مفتی بہ نہیں۔ اب زید نے دکھا

نے کا وعدہ کیا پھر اس سے اسی طرح کی غلطی نماز میں ہوئی مگر وہ ابھی تک نہ دکھانہ سکا۔
دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید کا قول صحیح ہے یا مردکا۔ نیز تین تسبیح کی مقدار تاخیر ہر ترک واجب میں وجوب سجدہ کے لیے ضروری ہے یا صرف تفکر کے ساتھ خاص ہے؟۔ مستند حوالوں سے مفتی بہ قول کی وضاحت فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

المستفتی محمد رضوان محلہ رضا نگر تنباکی اور ی ضلع مو

الجواب

اتفاق کی مستند اور متداول کتابوں میں یہ مسئلہ مذکور ہے کہ دوسری اور تیسری رکعت میں استراحت نہ کیا جائے۔

ہدایہ کے الفاظ یہ ہیں "فاذا اطعمان ساجدا کبروا مستوی قانعا علی صدور قدمیہ ولا یقیم ولا یعتمد بیدیہ علی الارض"

(اولین صفحہ ۹۲)

کنز الدقائق اور اس کی شرح بحر الرائق میں ہے "وکبر للنہوض بلا اعتماد وقعود

(جلداول صفحہ ۳۲۲)

عالمگیری میں ہے "ثم اذا فرغ من السجدة ينهض على صدور قدميه ولا يقعد ولا يعتمد على الارض" (جلداول صفحہ ۷۵)

نور الایضاح اور اس کی شرح مراقی الفلاح میں ہے "ثم يرفع راسه مكبر للنهوض بلا اعتماد على الارض وبلا قعود۔" (صفحہ ۱۵۴)

ایسا ہی تنویر الابصار و در مختار میں ہے "ویکبر للنہوض بلا اعتماد وقعود" (۳۵۰ جلد اول)
تو ہمیں زید صاحب پر حیرت ہے کہ عالم بالنتہ ہوتے ہوئے اپنے مذہب کی ان تصریحات سے کیوں غافل رہے اور تا کید اور یاد دلانے کے بعد بھی ایسا کیوں کرتے ہیں۔

ہم یہ تسلیم کرتے ہیں کہ زید کا یہ فعل جرم نہیں اور اس سے نماز میں خلل واقع نہیں ہوتا، لیکن مقتدیوں میں تو یہ فعل انتشار کا سبب بنتا ہے اور کتب مذہب میں اس فعل کو مکروہ تزیہی کہا گیا ہے۔

بحر الرائق کے حاشیہ منہ الخالق میں ہے "ومافی المعراج ان جلسة الاستراحة مکروهة عند نا فالمراد بهاتنزیہة" (جلداول صفحہ ۳۲۲)

رہ گئی سجدہ سہو کی بات تو معنیہ میں ایسا ضرور لکھا ہے کہ اس سے یہ سمجھا جاسکتا ہے کہ بیٹھتے ہی سجدہ سہو واجب ہو جاتا ہے۔

عبارت یہ ہے "ولو قام الى الخامسة او قعد في الثالثة فيجب عليه بمحرر القيام والقعود" (مدیہ صفحہ ۲۳)

حضرت امام ابراہیم علی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب غنیۃ میں اس کو جوں کا توں باقی رکھا اور مجرد قعود کی کوئی وضاحت نہ فرمائی۔

آپ فرماتے ہیں: "ویجب علیہ سجود السہو بمجرد القعود فی صورة تاخیر الواجب وهو التشهد او السلام فی صورة القيام و تاخیر الرکن وهو القيام فی صورة القعود" (مدیہ صفحہ ۳۲۲)

لیکن علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

"ولا ینافی هذا ما قلناه الشارح فی الواجبات حیث ذکر ومنہا ترک القعود قبل الثانية والرابعة لان ذلك معمول على القعود الطویل ولذا قیدت الجلسة هنا بالخفیفہ"

واجبات الصلوة کے بیان میں مزید توضیح فرمائی

"وكذا القعدة فی آخر الركعة الاولى والثانية فيجب ترکها ويلزم من فعلها ايضا

تاخیر قیام الثانیۃ والرابعة من محله وهذا اذا كان القعدة طويلة أما الجلسة الخفيفة التي استحباها الشافعی فتركها غیر واجب عندنا بل هو افضل

(جلداول صفحہ ۳۱۵)

ان دونوں عبارات سے واضح ہو گیا کہ جس جلسہ کا ترک واجب ہے اور جس پر بجدہ سہو واجب ہوتا ہے، وہ جلسہ طویل ہے خفیفہ نہیں، اس کی روشنی میں مجرد قعود کا مطلب یہ سمجھ میں آتا ہے، وہ جلسہ جو ذکر سے خالی ہو، مطلب یہ ہے کہ دوسری اور تیسری رکعت کے بعد جلسہ طویل موجب بجدہ سہو ہے، چاہے صرف جلسہ ہی ہو، اس میں کوئی ذکر وغیرہ نہ ہو، یہ مطلب نہیں ہے کہ بیٹھتے ہی، کیونکہ اس سے بجدہ سہو واجب نہیں ہوتا اور تیسری رکعت کے بجدہ سے فارغ ہوتے ہی قیام کی طرف انتقال علی الفور واجب نہیں ہوتا۔

رہ گیا یہ سوال کہ جس جلسہ استراحت سے عند الاحناف بجدہ سہو واجب ہوتا ہے اس کے طول کی کیا مقدار ہے تو کتب فقہ میں اس باب میں طول کے سلسلہ میں حسب ذیل بیانات ہیں۔

(۱) ”وجہر فیما تخافت او خافت فیما یجہر وجب علیہ سجود السہو واختلفوا فی مقدار ما یجب بہ السہو قیل تعتبر فی فصلین بقدر ما یحوز بہ الصلوۃ (ای مقدار آیۃ) صاحب حدایہ اس کی توجیہ فرماتے ہیں: ”والیسیر من الجہر والاحفاء لا یمكن الاحتراز عنه وعن الكثير ممکن وما تصح بہ الصلوۃ کثیر“ (ہدایہ: ۱/۵۸)

صورۃ تفکر میں بھی یہی مقدار کثیر قرار دی گئی ہے۔

بحر الرائق میں ہے ”فالاحسن ان یفسر طول التفکر بان یشغلہ عن مقدار اداء رکن او واجب لیدخل السلام کما فی المحيط“ (البحر الرائق: ۱۷۳/۲)

ہم اوپر تحریر کر آئے ہیں کہ علامہ شامی نے جلسہ استراحت میں تاخیر طویل کو ہی مکروہ اور قابل بجدہ سہو قرار دیا ہے۔ اور باب سہو میں تاخیر طویل حسب بیان علامہ بھی مقدار ادا کے رکن ہے، اس کو جی چاہے تین بار سبحان اللہ کہنے سے تعبیر کریں یا ایک آیت کی مقدار سے بیان کریں۔ یا السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہہ لینے کی مقدار سے۔ پس اتنی ہی تاخیر سے بجدہ سہو واجب ہوگا۔

ہم نے گھڑی دیکھی تو تین بار سبحان اللہ کہنے میں تین سکٹ لگتے ہیں اور اتنی ہی دیر ایک بار سانس اندر کرنے اور باہر نکالنے میں، تو زید صاحب ایک بار پھر سوچ لیں کہ بیٹھ کر ایک بار سانس بہ اطمینان لی تو بجدہ سہو واجب ہو، حفظ والسلام۔ واللہ تعالیٰ اعلم عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی، ۲ ذی الحجہ ۱۴۱۵ھ

قضا نمازوں کا بیان

(۲-۱) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

(۱) ایک انسان کی غفلت کی وجہ سے بہت سے نمازیں چلی گئیں اور وقت بھی بہت گزر گیا، تو

اب یہ گزری ہوئی نماز پڑھنا چاہتا ہے۔ تو قضائے عمری کس طرح پڑھی جاتی ہے خلاصہ بیان فرمائیں۔

(۲) عید گاہ کے اندر نماز جنازہ یا دیگر نماز فرض یا نوافل پڑھ سکتے ہیں یا نہیں۔

(۳) حضور سیدنا سرکار اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی شاہ امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے

تاجدار دین و ملت کا لفظ استعمال کرنا کیسا ہے بعض لوگ کہتے ہیں کہ تاجدار ملت تو صرف ہمارے آقا

جناب رسالت مآب ﷺ کے لیے ہی کہا جاتا ہے دوسروں کے لیے نہیں کہا جاتا ان کا یہ قول صحیح ہے؟ اور

اولیاء اللہ کو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہا جاسکتا ہے یا صرف صحابیوں کو؟

المستفتی، سید احمد شاہ بخاری القادری سراپہ وارڈ نمبر ۶ پھوچہ کچھ گجرات ۳۷۰۰۰۱

الجواب

اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فتاویٰ رضویہ جلد سوم صفحہ ۶۳۵ میں فرماتے ہیں: ”ان سب نمازوں کی قضا کرے۔“ (یعنی بالیقین پوری نمازوں کی تعداد معلوم ہو تو) ورنہ اندازہ سے تعداد متعین کر لے کہ کتنے مہینہ یا سال کی نمازیں قضا ہوئیں، جس قدر روز پڑھ سکے اسی قدر بہتر ہے، مثلاً دس دن کی روز پڑھے یا آٹھ دن یا سات کی اور چاہے ایک وقت میں چاہے متفرق وقت میں“

صفحہ ۶۳۳ پر فرماتے ہیں: ”قضاء ہر روز کی فقط بیس رکعتوں کی ہوتی ہے: دو فجر، چار ظہر، چار عصر تین مغرب، چار عشاء، اور تین وتر۔ قضا میں یوں نیت کرنی ضروری ہے کہ نیت کی میں نے سب سے پہلی فجر کی جو مجھ سے قضا ہوئی، یا پہلی ظہر جو مجھ سے قضا ہوئی۔ اسی طرح ہمیشہ ہر نماز میں کیا کرے (یعنی اس نماز کا نام لے کر مثلاً پہلی عصر جو قضا ہوئی یا پہلی مغرب یا عشاء یا وتر جو مجھ سے قضا ہوئی، یہ ایک روز کی نماز ہوگی، اسی طرح بقیہ ایام کی نماز میں نیت کرے سنتوں کی قضا ضروری نہیں)

اور جس پر قضا نمازیں کثرت سے ہوں وہ آسانی کے لیے اگر یوں بھی ادا کرے کہ ہر رکوع اور بجدہ میں تین تین بار سبحان ربی العظیم اور سبحان ربی الاعلیٰ کے بجائے صرف ایک ایک بار کہے، البتہ یہ خیال رہے کہ جب پوری طرح رکوع یا بجدہ میں پہنچ جائے تب تسبیح کہے اور پوری تسبیح

کہ لے تب ہی سر اٹھائے۔

دوسری تخفیف یہ ہے کہ قاعدہ اخیرہ میں التحیات کے بعد صرف اللہ صلی علی محمد والہ کہہ کر سلام پھیر دے، چوتھی تخفیف یہ ہے کہ وتر کی تیسری رکعت میں دعائے قنوت کے بجائے فقط ایک بار یا تبت یا اللہ اغفر لی کہہ لیا کریں۔

(۲) پڑھ سکتے ہیں کیونکہ عید گاہ ذوقین ہے۔ فرائض خمسہ و سنن نوافل کے بارے میں اس کا حکم مسجد کا ہے۔ فتاویٰ رضویہ میں ہے ”ان صلی فیہ لہا حکم المسجد“ مگر نماز جنازہ کے بارے میں یہ مسجد کے حکم سے الگ ہے کہ مسجد میں نماز جنازہ مکروہ ہے مگر عید گاہ میں مکروہ نہیں مراقی الفلاح میں ہے ”وقید مسجد جماعة لانہا لا تکرہ فی مصلى عید“ نماز جنازہ عید گاہ میں مکروہ نہیں۔

(۳) تاجدار فارسی ترکیب ہے اور یہ عربی لفظ سلطان کے ہم معنی ہے، اور رسول اللہ ﷺ کے علاوہ اس کے اطلاق کے منع ہونے کی کوئی دلیل نہیں شامی میں جمعہ کے خطبہ میں بادشاہ اسلام کے لیے یہ کہنے کی اجازت ہے۔ ”ثم يدعو عن سلطان الزمان بالعدل والاحسان“ اور علمائے دین بلاشبہ اس خطاب کے مستحق ہیں۔ حضرت علامہ عبدالغنی نابلسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ”اذا خلی الزمان عن السلطان فالعلماء ولاية الاحکام“

مسلمان بادشاہ نہ ہوں تو علمائے اسلام ہی ان کے قائم مقام ہیں، حضور کے لیے اس لفظ کے اصرار ہونے پر کوئی دلیل شرعی نہیں۔

صحابہ کرام کو تو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہا ہی جائے گا ان کے علاوہ بھی علماء و صلحاء و بزرگان دین و اولیائے کاملین کو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہہ سکتے ہیں۔

شفاء قاضی عیاض جلد دوم میں ہے: ”یحب تخصیص النبی ﷺ والاتباء بالصلوة والتسليم ولا يشارك فيه سواهم ويذكر سواهم من الائمة المحتهدین من الصحابه والتابعین وغيرهم من العلماء بالغفران والترضى (صفحہ ۱۴۸)“ واللہ تعالیٰ اعلم
عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ۵ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۶ھ

نماز مسافر کا بیان

(۱) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ زید کاشی پور کا باشندہ ہے اور بریلی شریف میں اقامت کرتا ہے ان دو مقاموں کے درمیان

مسافت سفر ہے۔ سچ میں ایک مقام لال کنواں واقع ہے جہاں زید کا ایک دوست رہتا ہے۔ یہ مقام نہ کاشی پور سے مسافت سفر پر ہے اور نہ بریلی شریف سے۔ زید کا جب بریلی سے پندرہ دن پہلے وطن کو مراجعت کا ارادہ ہوتا ہے تو وہ بایں غرض کہ مسافر شرعی قرار نہ پائے گھر سے روانگی کے وقت لال کنواں کا ارادہ کرتا ہے۔ وہاں پہنچ کر ایک شب یا چند گھنٹہ اپنے دوست کے پاس قیام کرتا ہے۔ پھر وہاں سے بریلی کے قصد سے نکلتا ہے۔ مگر کہتا ہے کہ زید کا یہ حیلہ معتبر ہونا چاہئے اور اس کو دوسری صورت مسافر نہیں ہونا چاہئے۔ وہ نظیر میں فتاویٰ رضویہ کی مندرجہ ذیل عبارت پیش کرتا ہے:

آفاقی جو بقصد حاضری مکہ چلا، بے احرام باندھے میقات سے تجاوز اسے حرام ہے۔ اگر حلت چاہے تو علما فرماتے ہیں: حیلہ یہ ہے کہ بین الحرم والمیقات کسی مقام مثلاً جدہ وغیرہ کا قصد کرے، کہ وہاں پہنچ کر اس کے اہل سے ملحق ہو جائے گا۔ اور اب مکہ معظمہ کو جانا داخل میقات سے ہوگا نہ گھر سے۔ (فتاویٰ رضویہ ص ۶۵۷)

اس کے بعد اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں: ظاہر ہے کہ جب اس کی نیت حاضری مکہ معظمہ ہے تو جدہ کا ارادہ کرنے سے دل کا وہ خیال ہرگز منقش نہ ہوا۔ لہذا علما اسے بلفظ حیلہ تعبیر کرتے اور خود ارادہ دخول مکہ بغیر احرام سے تصویر فرماتے ہیں۔ اگر قصد مکہ منقشی ہو جاتا تو ان عبارات کا اصلاً کوئی محل و محل نہ تھا۔ ہاں یہ ہوا کہ قصد مکہ باعتبار مال واستقبال رہا۔ قصد اول جدہ کے لیے قرار پایا۔

اسی فتوے میں فرماتے ہیں: صاحب بحر رحمۃ اللہ علیہ نے ماسور بالبحر کے لیے دخول مکہ بغیر احرام میں اس حیلہ کا جواز مانا کہ جب وہ بایں قصد چلے گا کہ یہاں سے بستان عامر جاتا ہوں۔ پھر وہاں سے مکہ معظمہ چلوں گا تو اس کا یہ سفر حج کے لیے نہ ہوا۔ معلوم ہوا کہ مقصود سیر و ہی مقصود اولی ہوتا ہے و بس۔

(ص ۶۵۸)

مگر کہتا ہے جس طرح آفاقی کو مکہ معظمہ ہی جانا ہے اور یہ ارادہ اس کے دل میں موجود ہے لیکن اس کے باوجود جب اس نے بوقت روانگی جدہ یا بستان عامر کا قصد کیا۔ تو اس قصد کا اعتبار کیا گیا۔ اور اس کو بے احرام میقات سے گذرنا درست ہوا۔ اسی طرح زید کو اگرچہ بریلی ہی جانا ہے لیکن اس نے اولیں قصد لال کنواں کا کیا ہے، پھر وہاں پہنچ کر بریلی کا قصد کیا، اس پر قصر نہیں ہونی چاہئے۔

لیکن خالد کہتا ہے کہ زید کا حیلہ معتبر نہ ہوگا۔ اور اس پر راہ میں اور بریلی پہنچ کر قصر واجب ہے، خالد فتاویٰ رضویہ کی یہ عبارت پیش کرتا ہے: آدمی اگر کسی مقام اقامت سے خاص ایسی جگہ کے قصد پر چلے جو وہاں سے تین منزل ہے۔ تو اس کے مسافر ہونے میں کلام نہیں۔ اگرچہ راہ میں ضمنی طور پر اور مواضع میں

بھی دو ایک روز قیام کی نیت رکھے۔

(فتاویٰ رضویہ ۳۵۸)

اس کا جواب بکریہ دیتا ہے کہ عبارت کے الفاظ خود یہ بتا رہے ہیں کہ یہ اس صورت میں ہے جب کہ آدمی نے راہ میں ضمنی طور پر ٹھہرنے کا ارادہ کیا ہے۔ لیکن زید کا معاملہ یہ نہیں ہے۔ بلکہ اس نے بوقت روانگی لال کنواں کا مستقل ارادہ کیا ہے۔ پھر وہاں پہونچ کر بریلی کا ارادہ کر لیا۔ اگرچہ بوقت روانگی بریلی کا خیال بھی اس کے دل میں تھا لیکن اس کی وجہ سے اس کے مستقل ارادہ پر کوئی اثر نہ ہونا چاہئے۔ جیسا کہ آفاقی کے مسئلہ میں ہے کہ اس نے جب جدہ کا ارادہ کیا تو حالانکہ اس کے دل میں حاضری مکہ معظمہ کی جو نیت ہے وہ منٹھی نہ ہوئی پھر بھی جدہ کا ارادہ کرنے کی وجہ سے اسے میقات سے بے احرام گذرنا جائز ہوگا۔

بکریہ شریعت کی یہ عبارت بھی پیش کرتا ہے: یہ بھی شرط ہے کہ تین دن کا ارادہ متصل سفر کا ہو۔ اگر یہ ارادہ کیا کہ مثلاً دو دن کی راہ پر پہونچ کر کچھ کام کرنا ہے وہ کام کر کے پھر ایک دن کی راہ جاؤنگا۔ تو تین دن کی راہ کا مسلسل ارادہ نہ ہوا۔ اور وہ مسافر نہ ہوا۔ (بہار شریعت جلد چہارم ص ۷۷)

دریافت طلب امر یہ ہے کہ صورت مذکورہ میں زید کے لیے کیا حکم ہے؟ وہ راستے میں اور بریلی پہونچ کر پوری نماز پڑھے یا قصر کرے؟۔ براہ کرم واضح جواب سے احسان فرمائیں۔ اس مسئلہ کی سخت ضرورت ہے۔

عبدالسلام رضوی مسجد اخوندزادہ جموں بریلی شریف

الجواب

اعلیٰ حضرت نے اسی فتویٰ میں جس کا حوالہ سائل نے دیا۔ تمہید میں یہ فرمایا ہے: ”جب دو نہایات مختلفہ مقصود بالذات ہوں تو قصد مقارن اولیٰ ہے۔ اور ثانیہ کے لیے وہی مال اور استقبال کا خیال ہے۔“ سائل نے صورت مسئلہ کے بیان میں کچھ الٹ بھیر کر دی۔ ہم نے اس کا مطلب یہ سمجھا کہ زید اپنے گھر کا شی پور سے بریلی شریف جاتے ہوئے اس خیال سے کہ مسافر نہ ہو جائے لال کنواں کا ارادہ کرتا ہے اور وہاں اترتا اور ٹھہرتا بھی ہے پھر بریلی کی نیت کرتا ہے۔ قابل غور امر یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت تو یہ فرماتے ہیں کہ جب اس کو دو جگہ ٹھہرنا ہو اور وہ دونوں جگہوں کا قیام مقصود بالذات ہو تو دونوں دو سفر مانے جائیں گے۔ اور صورت سوال میں زید خود اقرار کرتا ہے کہ لال کنواں میں اترنا کسی کام سے نہیں صرف مسافر ہونے سے بچنے کے لیے وہاں تک کی نیت کرتا ہوں۔ تو یہ اقامت تو ضمنی ہوئی، اس لیے اس کا اعتبار نہ ہونا چاہئے کہ اصل مقصد تو بریلی جانے کا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مئو ۳۳۳۳۳۳۳۳

(۳-۲) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین متدرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں کہ

(۱) زید اپنے وطن سے دور قریب ۲۰۰ کلومیٹر کی دوری پر امامت کے فرائض کو انجام دے رہا تھا زید حافظ قرآن شریف بھی ہے قریب ۲۰ رمضان المبارک کو زید کا ذہنی توازن بگڑ گیا تو زید اپنے وطن کے لیے روانہ ہو گیا اور زید کی عدم موجودگی میں زید کے فرائض کو دوسرے امام اصحاب انجام دے رہے تھے زید ایک ماہ بعد اپنے گھر سے اس غرض سے نکلا کہ رائجی علاج کرانے جا رہا ہوں، لیکن راہ میں وہ جگہ بھی پڑتی ہے جہاں وہ امامت کرتے تھے، تو اب اس غرض سے اتر گئے کہ روپیہ بھی لے لوں گا، اس کے بعد آگے علاج کے لیے چلا جاؤں گا، لیکن اسی مابین عصر کی نماز کا وقت آ گیا، اب زید امامت کے لیے آگے بڑھا اور چار رکعت نماز پڑھا دی جب کہ کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ زید کو قصر کرنا چاہئے، تو ایسی صورت میں زید پر قصر واجب تھا یا نہیں؟۔ بیٹا تو جروا

(۲) بکر امامت کر رہا تھا گیارہویں پارے کی وہ سورہ یعنی ﴿لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ﴾ [التوبة: ۱۲۸] پہونچا کہ سانس ٹوٹ گئی، پھر بکر حریص سے لے کر آگے بڑھا بعد میں ایک شخص بکر سے کہنے لگا کہ حریص پر ٹھہرنا درست نہیں، تو کیا واقعی اس شخص کا یہ کہنا درست ہے کہ نہیں ٹھہرنا چاہئے یا درست نہیں ہے؟ تو اب اس صورت میں شریعت مطہرہ کا جو حکم ہے بیان فرمائیں۔

المستفتی، عبدالصمد رجوی۔ مقام وپوسٹ بھلمروا ابوسوچی ضلع مدھوینی (بہار)

الجواب

(۱) سوال کی عبارت سے یہ تو ظاہر ہے کہ زید نے مسافت سفر کے بعد اپنی ملازمت کی جگہ قیام کیا مگر اس کی تصریح نہیں کہ چند روز قیام کی نیت کی یا کم کی اگر چند روز ہے کم اقامت کی نیت کی تو وہ مسافر ہی رہا، اس کو قصر کرنا چاہئے پوری پڑھی تو گنہگار ہوا، نماز ہو گئی (بہار شریعت)

(۲) سوال کی عبارت سے ظاہر ہے کہ ”حریص“ پر وقف اضطراری تھا، وقف اضطراری کے لیے کوئی ممانعت نہیں اور جب دوبارہ اس کا اعادہ کر دیا تو کوئی قباحت نہیں، یہ واقعہ ہے کہ بقصد وارادہ اس لفظ پر وقف مناسب نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ۲۶ ذوالقعدہ ۱۴۱۳ھ

(۳-۵) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ان مسئلوں میں کہ

(۱) رسالہ ارشاد القرآن میں صفحہ ۳۲ سطور ۵ پر ایمانی عقیدہ کی یہ عبارت کیسی ہے: ”مسلمانو! خدا سے ڈرو اور صرف خدا سے ڈرو اور خوب یاد رکھو، بے حکم خدا کے کبھی ذرہ نہیں

ہا۔ پڑھیں ہا۔

(۲) سفر ریل میں فرض نماز میں الحمد شریف جو کہ واجب ہے اس کے بجائے صرف تین مرتبہ سبحان اللہ پڑھ لیا جائے تو نماز ہوگی یا نہیں؟ یا کراہت تحریمہ کے ساتھ ہوگی جس کے لوٹنا واجب ہے کہ نہیں؟
ترکی محمد ابراہیم نور محمد سواف

الجواب

(۱) ارشاد القرآن کی یہ عبارت قرآن عظیم کی درج ذیل آیت کا ترجمہ ہے ﴿وَإِذْ قُلْنَا يَا فَارُحُوبُونَ﴾ اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ عبارت کہی ہے۔ اگر کسی کے دل میں قرآن عظیم کی ان آیات سے کھٹک پیدا ہوگی تو وہ ترجمہ کے بارے میں بھی زبان کھول سکے گا۔
(۲) نماز میں قرآن عظیم کی قرأت فرض ہے ﴿فَاقْرَؤْا مَا تَبَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ﴾ پس جس شخص کو قرآن عظیم کے پڑھنے پر قدرت ہو وہ اگر نماز میں صرف سبحان اللہ پڑھے نماز ہوگی ہی نہیں۔
عالمگیری میں ہے:

”لو لم یقرأ فی واحدة منه او قرأ فی واحدة فقط فسدت صلوٰتہ“

ریل کے سفر میں فرائض، واجبات پڑھنے کا طریقہ یہ ہے کہ جب گاڑی اسٹیشن پر رکے تو پڑھے۔ اگر اس انتظار میں وقت جانے کا خطرہ ہو تو یونہی پڑھے۔ پھر اعادہ کرے (بہار شریعت)۔ سوال میں جو ترکیب درج ہے۔ فقہ کی کتابوں میں اس کا کہیں ذکر نہیں۔

عبد المنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ ۷/۷/۸۳ھ
الجواب صحیح: عبد العزیز عفی عنہ
الجواب صحیح: عبد الرؤف غفرلہ

تراویح کا بیان

(۶) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

زید حافظ قرآن ہے اور ہر سال شبینہ پڑھتا ہے وہ بھی لاؤڈ اسپیکر پر۔ عمر کہتا ہے کہ لاؤڈ اسپیکر پر شبینہ پڑھنا اسلام کی مخالفت کرنا ہے۔ اور قرآن پڑھنے میں سجدہ تلاوت کرنا واجب ہے، سننے والے پر بھی اور پڑھنے والے پر بھی۔ لاؤڈ اسپیکر پر قرآن پڑھا جائے گا تو آواز باہر جائے گی۔ اس وقت کوئی حالت جماع میں ہے کوئی بیت الخلاء میں یہ لوگ سجدہ نہیں کر سکتے یا ان کو معلوم نہیں کہ سجدہ ہے کہ نہیں تو لاؤڈ اسپیکر پر شبینہ چائے ہوئے یا نہ ہوئے کی صورت کو مدلل بیان کریں۔ فقط علی اصغر علی بنین چھپرہ

الجواب

اصل مسئلہ یہ ہے کہ لاؤڈ اسپیکر پر نماز پڑھنے والے کی اقتدا درست ہے یا نہیں۔ ہندوستان کے بیشتر علمائے کرام اہل سنت ایسی اقتدا کو ناجائز کہتے ہیں اور کم علمائے کرام اس کو جائز کہتے ہیں۔ تو تراویح کی نماز کا بھی وہی حکم ہوگا کہ کچھ اسے جائز کہیں گے اور کچھ ناجائز، چاہے وہ نماز شبینہ ہو یا غیر شبینہ اور لاؤڈ اسپیکر پر قرآن پڑھنے پر جو آپ نے معارضہ قائم کیا ہے وہ بے ٹکا اور غلط ہے۔ ایک مکان میں مختلف خاندان الگ الگ کمروں میں رہتے ہیں۔ ایک آدمی نے قرآن بلند آواز سے پڑھنا شروع کیا دوسرا اپنے کمرے میں اپنی عورت سے اختلاط میں مصروف ہے۔ بغیر لاؤڈ اسپیکر کے بغل والے کمرہ کی تلاوت یہ سن رہا ہے تو آپ کی بنیاد پر بلند آواز سے قرآن پڑھنا بھی منع ہوتا چاہے سجدہ تلاوت کی ادائیگی فوراً واجب نہیں۔ تو جو شخص جنابت کی حالت میں آیت سجدہ سنتا ہے نہادھو کر بھی وہ سجدہ ادا کر سکتا ہے۔ یہی حکم ہر اس شخص کے لیے ہے جو با وضو نہ ہو۔ اور جاہل ہے یہ نہیں جانتا کہ کہاں سجدہ ہے تو یہ خود اس کا قصور۔ یہاں بھی آپ کی یہ موشگافیاں بے نکل اور از خود غلط ہیں۔ قرآن مجید کی سماعت کے بھی آداب مقرر ہیں۔ بہار شریعت میں ہے ”جب بلند آواز سے قرآن پڑھا جائے تو تمام حاضرین پر سنتا فرض ہے جب کہ وہ مجمع قرآن سننے کی غرض سے حاضر ہوا ہو۔ ورنہ ایک فرد کا سننا کافی ہے۔ اگرچہ اور اپنے کام میں مصروف ہوں۔ ظاہر ہے کہ اپنے گھر میں جو کام میں مصروف ہے اس پر سنتا فرض نہیں۔

ہاں وہ صورت ضرور منع ہوگی کہ بعض مقامات پر لوگ قرآن سننے کی محفلیں مقرر کرتے ہیں اور رات بھر میں باری باری سے حافظ حضرات قرآن شریف پڑھتے ہیں اور ایک ہی رات میں ختم کرتے ہیں۔ اور لوگوں نے اس کا نام شبینہ رکھ دیا ہے۔ اور جو لوگ سننے کے لیے حاضر ہوتے ہیں وہ اسی جگہ چائے میں مصروف رہتے ہیں اور بات چیت بھی کرتے ہیں۔ ایسے لوگ ضرور قرآن سننے کے تارک ہوئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ضلع مئو، ۹ ر شوال ۱۴۳۱ھ

(۷) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

آج کل رمضان المبارک میں لوگ تراویح کے اختتام پر حفاظ کرام کو بطور نذرانہ مجموعی اعتبار سے اور انفرادی طور پر بھی روپیہ کپڑا وغیرہ دیتے ہیں تو حفاظ کرام کو ان کا لینا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو اس کی کیا صورت ہے۔ نیز بر تقدیر صدق اس کو کس مصرف میں استعمال کیا جائے۔

شریعت مطہرہ کی روشنی میں اس کا جواب شافی و کافی عنایت فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

المستفتی: محمد سیف اللہ قادری غفرلہ پھلی پنڈت ضلع گرشنا آندھرا پردیش

الجواب

حضرت مولانا امام اہل سنت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی فتاویٰ جلد ہفتم ص ۱۶۳ میں ایک سوال ”ختم کلام مبارک یعنی رمضان شریف میں نقدی ٹھہرانا جائز ہے یا نہیں؟“ کے جواب میں تحریر فرمایا تین چار باتیں مستثنیٰ ہیں۔ اس میں ختم نہیں اس کے جواز کا حکم نہایت مشکل ہے۔

اسی مسئلہ کو زیادہ وضاحت سے بہار شریعت حصہ چہارم ص ۳۵۸ پر بیان کیا گیا۔ آج کل اکثر رواج ہو گیا ہے کہ حافظ کو اجرت دے کر تراویح پڑھواتے ہیں، یہ ناجائز ہے۔ دینے والا اور لینے والا دونوں گنہگار ہیں۔ اجرت صرف یہی نہیں کہ جو شتر سے مقرر کر لیں کہ یہ دیں گے اور یہ لیں گے۔ بلکہ اگر یہ معلوم ہے کہ یہاں کچھ ملتا ہے۔ اگرچہ اس سے طے نہ ہو یا یہ بھی ناجائز ہے۔ کہ حکم یہ ہے: المعروف کالمشروط۔ ”جو چیز عرف قرار پاگئی وہ شرط لگانے اور طے کرنے ہی کے حکم میں ہے“۔ تراویح کی اجرت حرام ہونے کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قرآن عظیم میں فرماتا ہے:

﴿وَلَا تَشْتَرُوا بِآيَاتِي ثَمَنًا قَلِيلًا﴾ میری آیتوں سے دنیا کی پونجی نہ حاصل کرو۔

اور فقہ کا حکم یہ ہے کہ عبادت کی اجرت لینا ناجائز ہے۔ ہاں اگر لینے دینے کا معاملہ نہ زبان سے طے ہو نہ وہاں کا عرف ہو اور عرف ہو تو طرفین پہلے سے ہی یہ طے کر لیں کہ امام کچھ نہ لیگا اور مسجد والے کچھ دیں گے نہیں۔ امام اللہ واسطے ختم کرے۔ اب اگر مسلمان کچھ رقم جمع کر کے یا انفرادی طور پر دیں تو اب یہ رقم بطور اجرت نہیں ہوگی بلکہ بطور انعام ہوگی۔

قاضی خاں میں ہے: الصریح بفوق الدلالة۔

جب طرفین نے پہلے ہی کچھ طے نہیں کیا ہے بلکہ اجرت و مزدوری پر پڑھنے اور پڑھوانے سے انکار کیا ہے تو اب یہ دینا بطور انعام ہوگا جو شرعاً جائز ہے۔ یہ سب تخصیلات مذکورہ بالا کتابوں کے مذکورہ بالا صفحات میں تفصیل سے تحریر ہیں۔ اور علامہ ابن عابدین شامی علیہ الرحمہ نے اس مسئلہ میں بلکہ ”الغلیل“ کے نام سے ایک مستقل رسالہ تحریر کیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ضلع منو، ۱۰/۱۱/۱۳۲۲ھ

(۸-۱۰) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

(۱) بکر امامت کرتا ہے کبھی حرام کو حلال، کبھی حلال کو حرام کہتا ہے۔ اور اگر حلال کو اپنے لیے فائدہ مند نہ سمجھے تو حرام کہتا ہے۔ اور اگر حرام کو اپنے لیے مفید دیکھے تو حلال سمجھتا ہے۔ اگر اس کی شرعی گرفت کی جائے تو کہتا ہے مجھے معلوم نہ تھا میں جانتا نہ تھا۔ کیا ایسے کو امام بنایا جائے گا؟ اس کی اقتدا میں

نماز ادا کی جائے گی یا نہیں؟

(۲) حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ بہار شریعت میں فرماتے ہیں کہ اکثر رواج ہو گیا ہے کہ حافظ کو اجرت دے کر تراویح پڑھواتے ہیں یہ ناجائز ہے۔ فرماتے ہیں کہ اجرت صرف یہی نہیں کہ پہلے مقرر کر لیں کہ یہ لیں گے یہ دیں گے، بلکہ اگر معلوم ہے کہ یہاں کچھ ملتا ہے اگرچہ اس سے طے نہ ہو یا یہ بھی ناجائز ہے کہ ”المعروف کالمشروط“۔ ہاں اگر کہہ دے کہ کچھ نہیں دوں گا یا لوں گا پھر پڑھے اور حافظ کی خدمت کریں تو اس میں حرج نہیں۔ مگر یہاں معاملہ یہ ہے کہ جب حافظ صاحب کو سات ہزار (۷۰۰۰) روپیہ نذرانہ دیا گیا تو حافظ صاحب ناراض ہو گئے اور کہا کہ یہ کسی فقیر کو دیدو۔ جب پندرہ سو روپے بڑھا کر دیئے گئے تو جائز ہو گئے۔

بہار شریعت کی تحریر کو مد نظر رکھتے ہوئے جواب عنایت فرمائیں ورنہ حالت یہ ہو جائے گی کہ نہ منہ مانگا نذرانہ لوگ پیش کریں گے نہ مساجد میں قرآن پاک ختم ہوگا۔

(۳) رمضان شریف میں چندہ ہوتا ہے، خاص طور سے مسجد میں رنگ سجاوٹ، جرنیئر امام و مؤذن کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ نیز فاتحہ بھی اسی پیسے سے ہوتی ہے۔ اس چندہ میں سے سجاوٹ ہوئی، مؤذن کو دیئے گئے، سات ہزار روپیہ امام صاحب کو دیئے گئے، امام نے ایک گھنٹہ رکھ کر واپس کر دیئے اور بڑھا کر جب دیئے گئے اور نو ہزار روپیہ ہوئے تب حافظ نے رکھ لیے۔ مسجد میں رنگ کے لیے جو روپے بچے، امام نے ایک اور چال چلی اور کہنے لگے یہ باقی جو پیسہ بچا ہے اس کو مسجد میں لگانا حرام ہے۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ یہ بھی مجھے مل جائیں۔ کیا باقی بچا ہوا پیسہ مسجد میں لگانا حرام ہے؟ اگر حرام نہیں تو حلال کو حرام کہنے والے کے لیے جو حکم قرآن و حدیث میں ہو، بیان فرمائیں اور اپنی و بی بی فہمداری کو پوری فرمائیں۔ المستفتی: حافظ محمد عمر خان برکاتی، امام مسجد پتھری لیٹر چوک شہر بیار ضلع اجیر شریف راجستھان (اٹلیا)

الجواب

اللہ تعالیٰ ہم مسلمانوں کے حال پر رحم فرمائے۔

مسئلہ تو صرف اتنا تھا کہ رمضان شریف میں حافظ صاحب کو مزدوری دے کر تراویح پڑھوانا ناجائز ہے۔ جتنی اجرت طے کر کے بھی اور جہاں اجرت کا رواج ہو وہاں بغیر طے کئے بھی پڑھنا پڑھانا حرام ہے۔ اور اس طرح معاملہ کرنے میں لینے اور دینے والے دونوں گنہگار ہوں گے، اس معاملہ کو صحیح اور موافق شرع بنانے کے لیے دو طریقے کتب فقہ میں درج ہیں۔

(۱) پڑھانے سے پہلے امام صاحب صاف کہہ دیں کہ میں معاوضہ نہیں لوں گا اور مسجد والے بھی

کہہ دیں کہ ہم آپ کو کوئی معاوضہ نہیں دیں گے۔ اس طرح صاف کہہ دینے کے بعد طرفین کا پڑھنا پڑھنا اللہ تعالیٰ کے واسطے ہوگا۔ بعد میں مسجد یا گاؤں والے اگر کچھ دیں تو وہ تحفہ اور ہدیہ ہوگا معاوضہ نہ ہوگا اور ظاہر ہے کہ اس پر یہ انکار بالکل غلط ہوگا کہ میں اتنا نہیں اتنا لوں گا۔

(۲) مسجد والے امام کو نوکر رکھیں مگر تراویح پڑھانے کے لیے نہیں اپنے کام کاج کے لیے۔ مثلاً: مسجد والے حافظ صاحب سے کہیں کہ ہم اپنے کام کاج کے لیے ماہ رمضان بھر کے واسطے آپ کو رکھتے ہیں اور کم و بیش کرنے کے بعد طرفین جس پر راضی ہو جائیں وہ حافظ صاحب کی مہینہ بھر کی تنخواہ ہوگی جس کی ادائیگی مسجد والوں پر حاضری کے بعد لازم ہوگی۔ البتہ مسجد والے امام صاحب سے اور کوئی کام لینے کے بجائے تراویح پڑھوائیں اس طرح امام صاحب کو جو معاوضہ ملے گا وہ وقت کی پابندی کا ہوگا، تراویح پڑھانے کا نہیں۔ اور اس کو پیشگی طے کر لینا بھی جائز ہوگا اور طرفین کو بعد میں کم زیادہ کی شکایت بھی نہ ہوگی۔

سائل کو اس مسئلہ کا بیشتر حصہ معلوم بھی تھا کہ صرف حافظ صاحب گنہگار نہ ہوں گے، دونوں ہی گنہگار ہوں گے، اس کے باوجود انہوں نے اس مسئلہ کو سدھارنے کی پیشگی کوئی کوشش نہ کی۔ اور یہ غیر شرعی معاملہ انجام کو پہنچا تو آپ کو اس کے سدھار کی فکر ہوئی وہ بھی اپنی گنہگاری کا کوئی احساس نہیں، ساری فکر امام صاحب کو سزا دینے کی ہوئی۔ کہ ایسے امام کے پیچھے نماز ہوگی کہ نہیں؟ اور ایک کے بجائے دو دو استسجے۔ اور ہر ایک کا محور حافظ صاحب کی امامت کی فکر، مفتی کو بہار شریعت کا حوالہ دے رہے ہیں کہ بہار شریعت کو مد نظر رکھ کر جواب لکھئے۔

اس خرابی کا تو آج کل عام رواج ہو گیا ہے جیسا کہ صاحب بہار شریعت رحمۃ اللہ علیہ نے تشریح فرمائی ہے۔ پہلے ہی سے منتظمین کو آگاہ کر دینا چاہئے تھا کہ اجرت پر حافظ کو تراویح کے لیے نہ رکھے، معاملہ صاف کر لیجئے ورنہ زیر باری اور گنہگاری دونوں ہاتھ آئے گی۔ ایسے حافظ رکھنے سے تو ”الم ترکیف“ سے تراویح پڑھنا اچھا ہے۔

تراویح تو سنت ہے اس کا وقت تو اب نکل چکا، اور سنت چھوٹ جائے یا اس میں نقصان ہو تو وقت کے بعد اس کی قصا نہیں۔ اللہ تعالیٰ سے اخلاص و ندامت کے ساتھ توبہ و استغفار کیجئے اور آئندہ پہلے سے ہی معاملہ صاف کر لیجئے گا۔ اور غلط امام کو تراویح کے لیے مقرر نہ کیجئے گا۔

آپ نے استفتا میں چندہ کا بھی سوال اٹھایا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ چندہ جس کام کے لیے آیا ہے اسی میں خرچ کیا جائے دوسرے کام میں خرچ کرنا جائز نہیں ہے۔ اگر وہ کام ختم ہو گیا اور رقم چندہ

خج گئی دوسرے کار خیر میں ہی کیوں نہ خرچ کرنا ہو چندہ دینے والوں سے دوبارہ اجازت لینا ضروری ہے وہ اجازت دیں کہ فلاں کام میں خرچ کیا جائے تو اسی میں صرف کیجئے ورنہ چندہ دینے والوں کو واپس کر دیجئے۔

(۳) رمضان شریف کا چندہ مختلف مقامات پر مختلف طریقہ سے ہوتا ہے۔ کلکتہ وغیرہ کے لیے سنا گیا ہے کہ وہاں حافظ صاحب کا الگ اور مستقل امام کا الگ اور مؤذن خادموں کا الگ۔ اگر آپ کے وہاں بھی ایسا ہو کہ حافظ صاحب کے نام کا چندہ الگ مانگا گیا ہو تو حافظ صاحب کا فتویٰ صحیح کہ دوسرے مصرف میں اس کو صرف نہیں کر سکتے۔ اور بعض جگہ رمضان شریف کے تمام مصارف کا کچھ چندہ ہوتا ہے اگر آپ کے یہاں ایسا ہو تو آپ نے حافظ صاحب کو صورت حال سے باخبر کر دیا ہو اور اس کے بعد بھی انہوں نے اپنی بات سے رجوع نہ کیا ہو تو بہت برا کیا۔ غلط مسئلہ بتانا حرام ہے انہیں اپنی اس حرکت پر توبہ کرنی چاہئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مؤ ۳ محرم ۱۴۲۶ھ

(۱۱) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص حافظ قرآن ہے لیکن ڈاڑھی منڈاتا ہے۔ اور نماز نہیں پڑھتا۔ سر پر انگریزی بال ہیں۔ ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔ حاجی عبدالخالق فیض آباد

الجواب

سوال میں جس شخص کا ذکر کیا گیا ہے وہ فاسق و معطل ہے۔ اس کے پیچھے تراویح یا غیر تراویح یا کوئی نماز پڑھنا منع ہوگی۔ فتح القدیر میں ہے: ”قال اصحابنا لا ینبعی ان یقتلوا بالفاسق“ فاسق کی اقتدا نہیں کرنا چاہئے۔ (کتاب الصلاۃ: ۱/۳۵۹)

اور شامی میں ہے: ان کراہۃ تقلیدہ کراہۃ تحریم،

فاسق کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

عبدالمنان اعظمی اشرف مبارکپور الجواب صحیح عبدالعزیز عینی عنہ الجواب صحیح عبدالرؤف غفرلہ

(۱۲-۱۵) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ (۱) ہمارے یہاں مسجد چمچا کالری کا متعین امام جو کہ عالم، حافظ، قاری شاعر اور نعت خواں بھی ہے، جس کا ماہانہ تقریباً ایک ہزار روپے ہر ماہ مقرر ہے۔ جس میں ماہ رمضان میں مقرر شدہ ماہانہ کے علاوہ تراویح کی بھی اجرت لیتا ہے۔ اجرت طے کرنا اور متولیوں کا اس کو جبراً دینا کہاں تک درست ہے؟ کیا ایسے امام کے پیچھے نماز درست ہے؟ از روئے شرع مطلع فرمائیں۔

(۲) انجمن اسلامیہ مسجد کیمٹی کے صدر سکریٹری کا یہ دستور بن گیا ہے کہ ماہ رمضان میں انجمن کے کبھی ممبران پر تراویح و اعکاف کا چندہ جبراً فکس کر دیتے ہیں، ہر ممبر کو اتنا دینا ہوگا۔ اگر کسی ممبر نے کسی مجبوری یا پریشانی کی وجہ سے مقرر شدہ نہیں دیا تو صدر سکریٹری انجمن کے رجسٹر میں اس کے نام بقایا چندہ لکھ دیتے ہیں جب کہ اس کے یہاں خوشی و غمی کا موقع آتا ہے، اگر اس نے انجمن سے امام کو مانگا تو صدر سکریٹری بقایا چندہ طلب کرتے ہیں، بقایا چندہ نہ دینے کی صورت میں مندرجہ ذیل پابندیاں عائد کر دیتے ہیں، مثلاً: میلاد، دعوت، ولیمہ، نکاح، میت و جنازہ وغیرہ میں کوئی شرکت نہیں کر سکتا ہے۔ میلاد ہوگی، دعوت و ولیمہ و نکاح ہوگا، میت گھر سے اٹھے گی، جنازہ پڑھنے کے لیے تیار ہوں گے، اس صورت میں جب قلال قلال بقایا چندہ دید و ور نہ نہیں۔

یہاں کا اگر کوئی شخص اپنی مقنطری یا کسی مجبوری کے تحت ممبر نہیں بنا تو اس کے یہاں بھی شادی، خوشی و غمی کے موقع پر مذکورہ پابندی لگادی جاتی ہے۔ اگر کوئی احتجاج کر کے میلاد، ولیمہ، نکاح، میت و جنازہ میں شامل ہوا تو اس پر پابندیاں لگ جاتی ہیں، اور مسجد میں اعلان کر کے بائیکاٹ کر دیا جاتا ہے۔ ان معاملات میں بولنے کا وہی حق دار ہوگا جو کیمٹی کا ممبر ہو، حق بات بھی وہی کہہ سکتا ہے۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ صدر و سکریٹری کا نازیبا سلوک و ظالمانہ فعل کہاں تک درست ہے۔ کیا جائز و حق بات کہنے اور بولنے کے لیے ممبر بننا شرائط دین میں شامل ہے؟ جنازہ، میلاد، ولیمہ، نکاح پر پابندی لگانا، جبری چندہ لینا، بائیکاٹ کرنا، فرض و واجب ہے۔ صدر و سکریٹری کیسا ہوتا چاہئے، مفتی و پریزگار اہل علم یا جواڑی شرابی؟ از روئے شرع مطلع فرمائیں۔

(۳) یہاں مسجد کیمٹی کا مذکورہ امام جس کے قول و فعل کا کوئی اعتبار نہیں، غلط تقریر کرتا ہے، غلط مسئلہ بتاتا ہے، عاشرہ کے دن ڈھول بجاتا ہے، اس کے علاوہ بہت ساری نازیبا حرکتیں کرتا ہے جو کہ لکھنے اور بتانے کے قابل نہیں۔ کتاب و حوالہ دکھانے پر بھی انکار کرتا ہے کہ ہم نے ایسا نہیں کیا ہے۔ ایسے شخص کو امام بنانا کیسا ہے؟ کیا اس کے پیچھے نماز درست ہے؟ اس پر شریعت کے کیا احکام نافذ ہوں گے؟ از روئے شرع مطلع فرمائیں۔

(۴) زید جو کہ عالم و حافظ نہیں جس کا تلفظ بھی صحیح نہیں تقریر کرتا ہے، نعت پڑھتا ہے، غلط مسئلہ بتاتا ہے، فتویٰ دیتا ہے، علما کی توہین کرتا ہے، ان پر غلط الزام لگاتا ہے، منع کرنے پر فخر یہ کہتا ہے کہ میری نیت سمجھو گا تو کوئی عالم ہی۔ جس کے قول و فعل سے لوگوں کی دل آزاری ہوتی ہے جس کی وجہ سے اکثر لوگوں نے مسجد و میلاد میں آنا بند کر دیا ہے، غیر عالم کو تقریر کرنا کیسا ہے؟ جس کا تلفظ صحیح نہیں اس کی انت

پڑھنے سے کیا حضور ﷺ کی توہین ہوتی ہے یا نہیں؟ غیر عالم کو مسئلہ بتانا اور فتویٰ دینا کیسا ہے؟ ایسے شخص کے ساتھ شریعت کا کیا حکم ہے، مطلع فرمائیں۔ مینو تو جروا
امستفتی: منصر خان چرچا کاری ضلع سرگودھہ جیہ پردیش

الجواب

بہار شریعت حصہ چہارم ص ۳۵ میں ہے کہ آج کل اکثر رواج ہو گیا کہ حافظ کو اجرت دے کر تراویح پڑھواتے ہیں، یہ ناجائز ہے اور لینے اور دینے والے دونوں گنہگار ہیں، اجرت صرف یہی نہیں کہ پیشتر سے مقرر کر لیں بلکہ اگر معلوم ہے کہ یہاں کچھ ملتا ہے اگرچہ اس سے طے نہ ہوا یہ بھی ناجائز ہے کہ المعروف کا مشروط۔

اور صورت مسئلہ میں تو حافظ نے باقاعدہ طے کر کے لیا اس کے ناجائز ہونے میں کیا شبہ، اس کی امامت بھی ناجائز ہے۔

(۲) بہار شریعت حصہ پنجم ص ۷۷ میں تجنیس ناصری، تاتار خانیہ، اور عالمگیری کے حوالہ سے نقل کیا:

اذا قال السائل بحق الله تعالى وبحق محمد ﷺ ان تعطى كذا لا يجب في الحكم۔

سائل اللہ اور رسول کا واسطہ دے کر کہے کہ مجھے اتنا دو تو اس کو اتنا دینا واجب نہیں اور یہاں تو چندہ کی بات ہے جو بالکل خوشی کا سودا ہے، اس کے لیے جبر سراسر ظلم و حرام ہے۔ ایسا پیسہ وصول کرنا ناجائز اور اس کا مسجد میں لگانا حرام ہے۔

بہار شریعت کے اسی صفحہ میں ہے: اگر سوال کی حاجت ہی پڑ جائے تو مبالغہ ہرگز نہ کرے کہ بے لیے لوٹیں گے ہی نہیں، اس کی بھی ممانعت آئی۔ ﴿لا يستلون الناس الحاف﴾ اور یہاں اس درجہ تعدی کہ نہ دینے والوں سے کھان پان روک دیا جائے، جنازہ و قن روک دیا جائے، حالانکہ جنازہ اور دفن کرنے کا حق فرض کفایہ ہے۔ ایسا کرنے والے اللہ تعالیٰ کی سخت جرم اور مردے کے حق میں گرفتار ہوئے ان پر توبہ اور استغفار اور ان مسلمانوں سے معافی مانگنا ضروری ہے جن پر انہوں نے بلا استحقاق یہ حکم کیا اور اس طرح وصول کیا ہوا پیسہ مسجد میں لگانا حرام ہے۔

فتاویٰ شامی میں ہے: ان الله طيب ولا يقبل الا الطيب۔
اللہ تعالیٰ پاک ہے اور پاک پیسہ ہی قبول فرماتا ہے۔

صدر سکریٹری کا یہی جرم انہیں اس عہدے سے علیحدہ کرنے کے لیے کافی ہے نہ کہ جواری اور شرابی بھی ہوں جیسا کہ سائل کا بیان ہے۔

(۳) امام کا حکم بیان ہو چکا زید کے جو غیر شرعی افعال نقل کئے گئے ہیں اگر صحیح ہیں تو وہ سب بھی ایسے ہی ہیں کہ نہ اس سے مسئلہ پوچھا جائے نہ تقریر کرائی جائے نہ اس کے پیچھے نماز پڑھی جائے، یہی حکم زید بے قید کا بھی ہے۔

یہاں تک تو ہم نے سائل کے سوال کا جواب دے دیا، اور مفتی سے جیسا سوال ہوتا ہے ویسا ہی جواب دیتا ہے۔ حالات کی تحقیقات اس کی کوئی ذمہ داری نہیں لیکن اگر سائل اپنے بیان میں سچا ہے یہ تو کمیٹی کے لوگ جو نہایت گرے ہوئے انسان ہیں، ان پر ہمارے اس فتویٰ کا کیا اثر ہوگا وہ اور مشتعل ہوں گے۔ اور اگر آپ لوگوں نے فتویٰ اس لیے منکایا ہے کہ لوگوں کو اسے سنا کر انہیں رسوا کریں، فتویٰ پوچھنے والوں کے بارے میں عام اندازہ یہی ہے کہ عمل کرنے کے لیے سوال کم ہوتا ہے دوسروں پر الزام قائم کرنے کے لیے زیادہ تو ذریعہ ہے کہ اس دو طرح کے عمل سے وہاں کوئی فتنہ و فساد نہ برپا ہو۔ تو سن لیجئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَالْفِتْنَةُ أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ﴾ فتنہ قتل سے زیادہ برا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ جس چندہ کے لیے یہ رووقدح ہے کسی اور کام کے لیے نہیں، اللہ تعالیٰ کے گھر کے لیے اس کے وصولی میں منتظمین مسجد جو خلاف شرع حرکتیں کرتے ہیں ان کا حکم تو بیان ہو گیا لیکن آپ کیسے مسلمان ہیں، سالہا سال بیت جاتے ہیں اور ایک پیسہ اللہ کی راہ میں اس کے گھر کے لیے نہیں دیتے یہاں تک کہ آپ کا بائیکاٹ اور مرضی کرنی بند کرنے کی نوبت آتی ہے، آخر روزانہ آپ کھاتے ہوں گے ضرورت پر کپڑا خریدا ہوتا ہو، شادی بیاہ پر حسب حیثیت بلکہ حیثیت سے زیادہ خرچ کرتے ہوں گے آخر آپ کو اپنی زندگی کے تمام پروگرام میں کبھی اللہ کا گھر کیوں یاد نہیں آتا، آپ کیسے مسلمان ہیں؟

غور فرمائیے! آج روپیہ کی قیمت اتنی گھٹ گئی ہے کہ آپ کا بچہ آکر آپ سے پیسہ مانگتا ہے، اور وہ اتنا سمجھتا ہے کہ وہ روپیہ اور پیسہ کا فرق نہیں جانتا لیکن آپ اسے ایک روپیہ کے سکے سے کم دیتے ہیں تو وہ اسے پھینک دیتا ہے، روپیہ سے کم نہیں لیتا۔ اگر آپ کو اللہ کے گھر کی یاد آتی اور روزانہ اپنی ضروریات سے ایک روپیہ کاٹ کر اللہ کے گھر کے لیے رکھ دیتے تو سال میں مسجد کے حصہ کا ۳۶۵ روپیہ ہو جاتا۔ اللہ تعالیٰ ہم کو آپ کو سب مسلمانوں کو دین کا شعور بخشنے، اور اسلام کی قدر و قیمت پہچاننے کی توفیق عطا فرمائے۔

حضرت مولانا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کعبہ کے ایک باغ میں رات بھر پانی چلائی ڈول ایک یادو

کعبہ مزدوری طے تھی، رات بھر کی اجرت ڈیڑھ دو سیر کھجور ہوتی ہوگی، آپ کے روزی حاصل کرنے کا طریقہ یہی تھا۔ حضرت فاطمہ، حسن و حسین اور خود اپنے لیے گھر لیے جارہے تھے مسجد نبوی میں حضور چندہ کے لیے فرما رہے تھے، کپڑے غلہ اور روپیہ کے ڈھیر لگے ہوئے تھے، آپ نے شرماتے ہوئے وہ چھوہارے پیش کئے، حضور پر کیا پوشیدہ تھا دیکھ رہے تھے کہ بال بچوں کا پیٹ کاٹ کر دے رہے ہیں، فرمایا: اس کو تمام ڈھیروں پر بکھیر دو کہ یہ کھجوریں سب سے بھاری ہیں، یہ تھے مسلمان۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ضلع منٹو ۲۵ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۷ھ

(۱۶-۱۷) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

(۱) سعودیہ عربیہ میں تراویح آٹھ رکعت اور قرآن شریف دیکھ کر تراویح پڑھاتے ہیں اور سماعت کرنے والے بھی قرآن دیکھ کر سماعت کرتے ہیں تو کیا ان کو شریعت نے کوئی مخصوص چھوٹ دی ہے یا ان کی ہٹ دھرمی ہے۔ اور ان کی نماز تراویح ہوتی ہے یا نہیں۔ اور اگر ہندوستان میں بھی اس طرح پڑھی جائے تو ہماری نماز ہوگی یا نہیں؟

(۲) ہمارے اہل سنت میں جو یہ بات رائج ہے کہ بزرگوں و لیوں کے نام سے مرغاً چڑھانا۔ غیر پرچار چڑھانا اور پھول چڑھانا تو کیا منت مان کر مرغاً چڑھانا جائز ہے یہ ساجی سوچ ہے اور اس کا کس طرح ثواب بزرگوں کو ملتا ہے۔ اور اس کا مقصد کیا ہے۔ اس فتویٰ کا پوری تفصیل کے ساتھ جواب دیں۔

المستفتی محمد شہاب الدین ولد ثناء الحق، مقام گنگے بیر پوسٹ مدھوبین ضلع منٹو

الجواب

(۱) جمہور اہل اسلام کے نزدیک ۲۰ رکعت تراویح سنت ہوکدہ ہے۔

بحر الرائق میں ہے:

عشرون رکعة بیان لکمیتھا وهو قول الجمهور کما فی المتوطعن یزید بن رومان قال کان الناس یقومون فی زمن عمر بن الخطاب . بثلاث وعشرين رکعة (ای مع الوتر) وعلیہ عمل الناس شرقا وغربا۔

تراویح کی ۲۰ رکعت جمہور اہل اسلام کا قول ہے۔ مؤطا میں یزید بن رومان سے روایت ہے کہ لوگ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں وتر سمیت ۲۳ رکعت پڑھتے تھے۔ اور اسی پر اس زمانہ سے آج تک تمام اہل اسلام کا عمل ہے۔

حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ: علیکم بستی وسنة الخلفاء الراشدین۔

میری سنت کو لازم پکڑو اور خلفائے راشدین کی سنت کو لازم پکڑو۔

تو اکیلے عرفا و روق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سنت ہونا کافی تھا۔ چہ جائیکہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اس کی موافقت کی، مزید کہ آج تک تمام اہل اسلام کا اس پر عمل ہے۔ ایک آدھ مرتبہ بھی اس کا چھوڑنا برا ہے۔ اور جو اس کو چھوڑنے کی عادت بنا لے۔ گنہگار ہے۔

ان تارك السنة المتوكلدة يستوجب الاساءة و كراهة ای تحریم عند الاعتیاد۔

میں ۷۴ء حرمین شریفین کی زیارت سے رمضان شریف میں ہی مشرف ہوا میں نے دیکھا کہ دونوں جگہ تراویح میں رکعت ہی ہو رہی ہے۔ البتہ دو امام پڑھاتے ہیں ایک آٹھ رکعت اور دوسرا ۱۲ رکعت۔ اب ممکن ہے کہ ہندوستان کے غیر مقلدوں اور شیعوں کی طرح انہوں نے بھی اس کو سنت عمری سمجھ کر چھوڑ دیا ہو۔

بہار شریعت میں ہے:

نماز میں مصحف شریف سے دیکھ کر قرآن پڑھنا مفید صلوٰۃ ہے ہاں اگر یاد سے پڑھتا ہو اور مصحف شریف پر نظر ہے تو کوئی حرج نہیں۔

(۲) منت کی دو قسم ہے ایک منت شرعی جیسے کسی نے منت مانی یا اللہ ہمارا مریض اچھا ہو جائے تو ہم سو (۱۰۰) رکعت نماز پڑھیں یا دس روزہ رکھیں گے۔ یا ہزار روپیہ خیرات کریں گے یہ منت شرعی ہے مریض اچھا ہو گیا تو یہ چیزیں واجب ہو گئیں۔ نہیں ادا کریں گے تو گنہگار ہوں گے۔

اور بزرگوں کو ایصال ثواب کرنے یا ان کی قبروں پر پھول یا چادر ڈالنے کی منت شرعی نہیں۔ یہ چیزیں کر دیں تو ٹھیک ہے، نہ کیا تو کوئی گناہ نہیں۔

فتاویٰ رضویہ جلد چہارم میں ہے:

یہ منت کوئی شرعی نہیں پھول چڑھانا اچھا ہے اور قبور اولیاء قدسنا اللہ باسرا ہم پر چادر بقیعہ تبریک ڈالنا اچھا ہے۔

شامی میں ہے:

ويؤخذ من ذلك ومن الحديث ندب وضع ذلك للاتباع ويقاس عليه ما اعتيد في

زماننا من وضع اغصان الأس ونحوه۔ (کتاب الصلاة: مطلب وضع الحريد۔ ۱۴۵/۳)

حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دو قبروں پر کھجور کی تر ڈالی رکھی اس سے قبروں پر اس کا ڈالنا مستحب معلوم ہوتا ہے۔ اس وجہ سے ہمارے زمانہ میں قبروں پر آس کی ڈال اور اس کے مثل (پھول

وغیرہ) رکھے جاتے ہیں۔

عقود الدرر یہ میں ہے:

نحن الان نقول ان كان القصد بذلك التعظيم في اعين الناس حتى لا يحقروا صاحب هذا القبر فهو امر جائز لا ينبغي النهي عنه لان الاعمال بالنيات۔

بزرگوں کے مزار پر چادر اگر اس نیت سے رکھی کہ لوگ صاحب قبر کی تعظیم کریں ان کی قبر سے تحقیر کے ساتھ نہ پیش آئیں تو یہ جائز ہے۔ اس کو منع نہیں کرنا چاہئے۔ کہ عمل کا مدار نیت پر ہے۔

بزرگوں کے نام پر جانور پالنا شرعاً جائز ہے۔ اس کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ اس کا ثواب بزرگوں کے لیے ہوگا۔ اور یہ ذبح اللہ تعالیٰ کے نام پر ہوگا۔

اس مسئلہ پر اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ایک رسالہ ”بل الاصفیاء فی ذبائح الاولیاء“ ہے۔ اس کا مطالعہ کیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مدو یکم محرم ۱۴۱۳ھ

دعا کا بیان

(۱)

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

نماز پنج گانہ یا عصر کے فرض جماعت کے سلام کے بعد دعا کرنا مستنون ہے یا تقریر کرنے کے بعد دعا مستنون ہے، ایک نام نہاد مولوی جو اپنے کو قاسمی اور دیوبند کا قارخ کہلاتا ہے، فرض عصر کی جماعت کے سلام کے بعد تقریر کرنے کھڑا ہو گیا ایک سنی عالم دین نے ڈانٹ کر بیٹھا دیا کہ دعا ہو جانے دو اس کے پیٹھ جانے کے بعد امام صاحب نے دعا کی، نماز و دعا سے فراغت کے بعد سنی بریلوی عالم نے قاسمی مولوی سے سوال کیا کہ کیا تم سلام کے بعد تقریر کرنا ثابت کر سکتے ہو؟ اس جھوٹے قاسمی مولوی نے متعدد کتابوں کے نام گنوائے اور جنب حوالہ طلب کیا گیا تو سوائے ورق گردانی کے کچھ نہیں پیش کر سکا اور اس کے چہرے سے ہوائیاں اڑنے لگیں، جب بریلوی عالم نے حکم دیا کہ ایسے جاہل اور فساد مولوی کو تقریر بھی نہیں کرنا چاہئے کہ یہ لوگوں کو گمراہ کرتا ہے۔ لہذا دریافت طلب یہ امر ہے کہ۔

(۱) نماز عصر کے سلام کے بعد دعا مستنون ہے کہ قاسمی مولوی کا تقریر کرنا۔

(۲) سنی بریلوی عالم نے یہ حکم دیا ہے کہ اس قاسمی مولوی کو تقریر کرنا حرام ہے کیا یہ حکم درست

قرآن وحدیث اور فقہ کی روشنی میں اصل مسئلہ سے آگاہ فرما کر عند اللہ اجر عظیم کے مستحق ہوں۔
امستثنیٰ سکریتری رضویہ اس کو لکھتوں۔ ضلع کوئٹہ راجستھان ۹ ریشوال ۱۳۰۹ھ

الجواب

تمام نمازوں کے بعد دعائے انگنا مستنون ہے اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے۔

﴿فَإِذَا قَرَعْتَ قَانَصَبَ - وَإِلَى رَبِّكَ فَارْغَبْ﴾ [الم نشرح: ۸۰۷]

جب تو فراغت پائے تو مشقت کرا اور اپنے رب کی طرف راغب ہو۔

تفسیر جلالین شریف میں ہے:

”فَإِذَا قَرَعْتَ مِنَ الصَّلَاةِ فَانصَبْ اتعَبْ فِي الدُّعَاءِ وَالْإِلَى رَبِّكَ فَارْغَبْ تَضَرَّعْ“

(تفسیر الجلالین: ۵۹۶)

جب تو نماز سے فارغ ہو تو دعا میں تعب اور مشقت کرا اور اپنے رب کے سامنے تضرع و زاری

بجلا۔

اور حدیث شریف میں ہے:

”قُلْنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ اِی الدُّعَاءِ اَسْمَعُ قَالَ جَوْفَ اللَّيْلِ وَدُبَرَ الصَّلَاةِ الْمَكْتُوبَاتِ۔“

(ترمذی شریف: ۳۶۳/۲)

ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ کون سی دعا زیادہ سنی جاتی ہے فرمایا رات کے نصف اخیر میں اور فرض

نمازوں کے بعد۔

ظاہر ہے کہ نماز عصر بھی فرض ہے تو نماز عصر کے بعد دعائے انگنا سنت ہو اور تقریر کرنے سے دعا میں

تاخیر ہوگی اور تاخیر کرنا سنت کے خلاف ہے۔ اور مولوی جو اپنے کو قاسمی کہتا ہے تو اگر اس سے اس کی مراد

قاسم نانوتوی سے ہے تو اس کے تقریر بھی سننا ناجائز ہے اور آپ کے مولانا نے ٹھیک فرمایا۔

حدیث شریف میں ہے:

”اَيَاكُمْ وَاَيَاهُمْ لَا يَضْلُوَكُمْ وَلَا يَقْتُونَكُمْ“ - وَاللَّهُ تَعَالَى اعْلَمُ

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ ۷ ریشوال ۱۳۰۹ھ

(۳-۲) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ

سوال نمبر ۱۔ میں فراکیہ سراج میں رہتا ہوں یہاں کثیر آبادی اہل حدیث والوں کی ہے حالانکہ

یہاں مسجد کے امام سنی ہیں مگر بعض اوقات اہل حدیث والے اذان دیتے ہیں اور تکبیر میں سنگل ہی اذان

بولتے ہیں۔ جس پر سنی جماعت کے لوگ چھیڑ چھاڑ کر دیتے ہیں اور نوبت جھگڑنے کی ہو جاتی ہے، ایسی حالت میں کیا کیا جائے، بہت سے لوگ کہتے ہیں کہ نماز نہیں ہوگی۔ اور کبھی کبھی ایسا موقع کہ دوسری کسی مسجد میں نماز پڑھنے سے امام اہل حدیث کے ہوتے ہیں تو ان کے پیچھے نماز پڑھی جائے کہ نہیں؟

سوال نمبر ۲۔ غیر مسلم بالخصوص ہندو مسجد کے اندر آگن تک چلے آتے ہیں، پھونک جھاڑ کے لیے بعض لوگ بری طرح جھڑک دیتے ہیں کہ اندر کیوں آئے ایسی حالت میں کیا کیا جائے آیا ہندو کا مسجد میں داخل ہونا منع ہے یا نہیں؟

سوال نمبر ۳۔ یہاں اہل حدیث والوں کے دگرودہ دعا کے معاملے میں ہو گئے ہیں فرض نماز کے بعد بعض لوگ امام کے ساتھ دعا میں شامل ہوتے ہیں بعض لوگ شامل نہیں ہوتے کہتے ہیں حضور ﷺ کے وقت فرض نماز کے بعد دعا مجموعی طور پر نہیں ہوتی تھی۔ لہذا آپ صحیح رہنمائی فرمائیں۔

الجواب

(۱) اہل حدیث بد مذہب اور گمراہ ہوتے ہیں، اگر وہ اذان واقامت پڑھیں تو دہرائی

چائیں۔ نماز کے لیے اذان واقامت فرض نہیں، بے اذان واقامت کے بھی نماز ہو جائے گی۔

(۲) چاہئے تو یہی کہ مسجد کو مطلقاً غیر مسلموں کے داخلہ سے محفوظ رکھا جائے، آگن سے آپ کی مراد

شاید وہ حصہ ہے جو مسجد کے فرش کے بعد ہوتا ہے جہاں لوگ جوتہ اتارتے ہیں۔ وہ چونکہ مسجد میں داخل نہیں

ہے اس لیے وہاں تک آنے میں کوئی حرج نہیں، کسی کو بھی ہونٹنی سے نہ جھڑکنا چاہئے نرمی سے سمجھانا چاہئے۔

(۳) فرض نماز کے بعد احادیث میں مختصر دعائیں وارد ہیں۔

مشکوٰۃ شریف باب الذکر بعد الصلوة میں ہے:

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا انْصَرَفَ عَنْ صَلَاتِهِ اسْتَغْفَرَ ثَلَاثًا وَقَالَ اللَّهُمَّ أَنْتَ السَّلَامُ

(مشکوٰۃ: ۸۸)

وَمِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكَتْ يَا ذَا الْحَلَالِ وَالْأَكْرَامِ۔

دوسری حدیث میں ہے:

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا سَلِمَ مِنْ صَلَاتِهِ يَقُولُ بِصَوْتِهِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ

لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْعِلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ. لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ

الْعَظِيمِ. اللَّهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا عَظَمْتَ وَلَا مَعْطَى لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَمْتَعُ ذَا الْحَدِّ مِنْكَ الْحَدِّ۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ سے مروی ہے:

إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَقُولُ فِي دُبُرِ كُلِّ صَلَاةٍ مَكْتُوبَةٍ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ إِلَى آخِرِهِ۔

رسول اللہ ﷺ ہر فرض نماز کے بعد لا الہ الا وحده الی آخرہ کہتے۔

الغرض اسی قسم کی اور بہت دعائیں حضور ﷺ سے مروی ہیں۔ شاید غیر مقلدوں کو اب رسول اللہ ﷺ کی سنت بھی پسند نہیں، علمائے احناف کا یہی مسلک ہے کہ جن فرض نمازوں کے بعد سنن ہیں دعائیں مختصر مانگی جائیں۔ طویل دعائیں بھی ہیں وہ سنت کے بعد یا جس فرض کے بعد سنت نہیں وہاں فرض کے بعد۔ واللہ تعالیٰ اعلم عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مؤ، ۶ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۷ھ

(۵-۷) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں جو مندرجہ ذیل ہیں کہ

- (۱) زید روزانہ شب میں سورہ ملک پڑھتا ہے تو زید سے قبر میں منکر نکیر سوال کریں گے یا نہیں؟
 - (۲) چغل خوری، رشوت خوری، نس بندی اور داڑھی منڈوانا، ان چاروں میں کون بڑا گناہ ہے؟
 - (۳) زید نے مدرسہ کی رقم کھالی تو زید کو مدرسہ کے ناظم سے معافی مانگنا ہوگا یا اللہ پاک سے؟
- نوٹ: ہر سوال کا جواب حوالہ کے ساتھ ہونا چاہئے۔ فقط غلام جیلانی دھوری، ۱۲ جون ۱۹۷۲ء

الجواب

(۱) سورہ ملک شریف کی یہ فضیلت روایتوں میں آئی ہے کہ اس کی تلاوت عذاب قبر سے نجات دیتی ہے۔ خاص سوال نکیرین سے متعلق کوئی روایت نظر سے نہیں گذری۔

(۲) سوال میں جن چیزوں کا ذکر کیا گیا ہے سبھی گناہ کبیرہ ہیں، پہلی دو چیزوں کی ممانعت خاص نص قرآن سے ثابت ہے۔

(۳) اصل معافی تو یہ ہے کہ وہ رقم مدرسہ میں جمع کی جائے، ناظم کو اس رقم کے معاف کرنے کا کوئی حق نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ ۱۸ جمادی الاولیٰ

الجواب صحیح: عبدالرؤف مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ

(۸) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

ہمارے یہاں ہر جمعہ کو سنن اولیٰ سے فارغ ہونے کے بعد ہماری مسجد کے مؤذن صاحب اپنے دامن ہاتھ میں عصا لے کر مندرجہ ذیل دعا پڑھتے ہیں:

قال الله تعالى في شان حبیبہ ﴿إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾ [الاحزاب: ۵۶] درود: یا معاشر المسلمین رحمکم الله تعالیٰ قد روی عن سید البشر و شفیع الامۃ فی یوم المحشر " سید العرب و العجم

سیدنا محمد ابن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف "انہ کان اذا صعد الخطیب علی المنبر ثم خطب خطبتین فلا یتکلم احدکم فمن تکلم ولغی فلا جمعة له حکم الله فاستمعوا یغفر الله لنا ولکم ولوالدی ولوالدیکم ولا ستادی و اساتذتکم ولجميع المومنین و المومنات و المسلمین و المسلمات ان الله غفور رحیم"

بعد پیش امام صاحب کے ہاتھ میں عصا دیتے ہیں، پیش امام صاحب منبر کے پاس بیٹھے ہوئے لوگوں کو سلام کرتے ہیں اور منبر پر تشریف لے جاتے ہیں، بعد پیش امام صاحب بلند آواز سے السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہتے ہیں۔ ہمارے یہاں یہ طریقہ خلف و سلف سے چلا آیا ہے۔ لیکن ہمارے گاؤں کے ایک صاحب اس سے منع کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مندرجہ بالا تمام امور بدعات میں داخل ہیں۔

لہذا آپ سے از روئے شرع شریف مستفتی ہوں کہ کیا مندرجہ بالا امور بدعت ہیں ہمارے پیش امام صاحب شافعی کی دو کتب یعنی مالا بد منہ الشافعی اور فتح المعین کا حوالہ دیتے ہیں کہ ان دو کتابوں میں انکا پڑھنا جائز لکھا ہے۔ امید ہے کہ اس مسئلہ کا جواب فقہ شافعی کی روشنی میں دیں گے۔

فقط المستفتی غلام غوث

الجواب

اصطلاح میں اس کو ترقیہ کہتے ہیں، امام ابو حنیفہ علیہ الرحمہ اس کو مکروہ قرار دیتے ہیں اور صاحبین اور شوافع کے نزدیک اس میں کوئی حرج نہیں۔ درمختار میں ہے "فالتسوية المتعارفة فی زماننا بکرمه عنده لا عندهما" (در مختار: ۳/۳۴) واللہ تعالیٰ اعلم عبد المنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ ۱۸ جمادی الاولیٰ

الجواب صحیح: عبدالعزیز عفی عنہ

(۹) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

- (۱) خطبہ کی اذان میں انگوٹھا چومنا، جواب دینا، دل سے دعا مانگنا جائز ہے یا نہیں؟
- (۲) داڑھی کی حد شرعی قرآن و سنت سے ثابت ہے یا نہیں؟ یہاں کے مولانا صاحب جو مبارک پور سے فارغ شدہ ہیں وہ کہتے ہیں کہ بخاری و مسلم میں کہیں نہیں ہے۔ مدلل جواب تحریر فرمائیں۔ بینوا تو جروا

الجواب

(۱) فتاویٰ رضویہ میں ہے: ہرگز نہ چاہیے کہ یہی احوط ہے۔ یونہی اذان خطبہ میں نام پاک پر انگوٹھا چومنا اس کا بھی یہی حکم ہے۔ ہاں جواب اذان اور دعا اگر دل سے کی لفظ نہ نکلا تو کوئی حرج نہیں۔

(۲) اگر مولانا صاحب کا یہ مطلب ہے کہ دائرہ ہی بڑھانے کا حکم بخاری و مسلم میں نہیں ہے تو غلط ہے۔ صحیح مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ ”عشرۃ من الفطرۃ قص الشارب و اعفاء اللحية“ (مسلم شریف: ۵۶)

باقی اس سلسلہ کی پوری تفصیل جس سے اس مسئلہ میں ہر قسم کی گمراہی دور ہو جائے اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب کا رسالہ ”اعفاء اللحي“ پڑھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم
عبد المنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ
الجواب صحیح: عبدالرؤف مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ

(۱۰) مسئلہ: یا رسول اللہ انظر حالنا یا حبیب اللہ اسمع قالنا

اننی فی بحر غم مغرق خذ یدی سهل لنا اشکالنا

مندرجہ بالا جو دعائیں تحریر ہیں ان کو فرض نماز میں اور دعاؤں کے ساتھ اگر پیش امام مانگتے تو جائز ہے یا نہیں؟ کچھ لوگوں کا اعتراض ہے کہ اس وقت اللہ تعالیٰ سے مانگتے ہیں، اسی دوران رسول اللہ ﷺ سے مانگنا ٹھیک نہیں۔
احقر عبدالغنی سکندر پوریلہ

الجواب

سوال میں ذکر کئے ہوئے اشعار بعد نماز دعا میں پڑھنا جائز ہے۔ اس کا مطلب قضاء حاجات کے لیے حضور کو خدا کی بارگاہ میں وسیلہ بنانا اور حضور سے اپنے آلام کے دفع کا سبب بننے کی گزارش ہے۔ صحیح حدیث شریف میں حضور ﷺ سے اس قسم کی دعا کی تلقین بعد نماز مروی ہے:

”اللہم انی استلک واتوجه الیک بنیک محمد نبی الرحمة یا محمد انی اتوجه بک

الی ربی فی حاجتی هذه لتقضى لی حاجتی. اللہم فشفعه فی“ (المعجم الكبير: ۳۰/۹)

ملا علی قاری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: ”فی رواية لتقضى بصيغة الفاعل والمعنى تكون سببا لحاجتی“ اور ایک روایت میں ہے یا رسول اللہ آپ میری حاجت پوری فرمائیں،

معنی یہ ہیں کہ آپ میرا سبب بن جائیں۔ یہ حدیث بھراحت اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ

ایسی دعا کرنی چاہئے۔ اور چونکہ احادیث میں یہ الفاظ بھی ہیں: ”صل فیہ رکعتین ثم قل“ دو رکعت

نماز پڑھ کر یہ دعا مانگو۔ اس لیے بعد نماز ایسی دعا مانگنا جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ ۵ جمادی الاولیٰ ۸۴ھ

الجواب صحیح: عبدالرؤف غفرلہ مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ الجواب صحیح عبدالعزیز

(۱۱) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

(۱) دعائے ثانی کا از روئے شرع شریف کیا حکم ہے؟

(۲) اس کا ترک کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(۳) اس کا تارک قابل ملامت ہے یا نہیں؟ اس کے تارک پر ملامت کرنا کیا ہے ملامت

کرنے والے مجرم ہیں یا نہیں؟ (۴) آپ کے یہاں مساجد میں کیا عمل ہے؟

براہ کرم جلد از جلد جواب سے مطلع فرما کر پریشانوں سے نجات دیں۔

الجواب

یہ ایک مستحب کام ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے: ”من سن فی الاسلام سنة

حسنة فله اجرها و اجر من عمل بها من غیر ان ينقص من اجورهم شيئا“ جس نے کوئی اچھا

طریقہ نکالا تو اس کو اس کا ثواب ملے گا اور اس طریقے پر جتنے لوگ عمل کریں گے اس کا ثواب بھی اس کو

ملے گا اور ان کے ثواب سے کچھ کم بھی نہ ہوگا۔

(۲/۳۲) اس کا ترک جائز اور اس کا تارک نہ قابل ملامت ہے نہ بد بخت۔

شامی میں ہے: ”حكمه الثواب على الفعل و عدم اللوم على الترك“

مستحب کام یہ ہے کہ اس کے کرنے والے کو اس کا ثواب ملے گا اور نہ کرنے والے پر ملامت

نہیں کی جائے گی۔ اس لیے ترک کرنے والے پر ملامت کرنے والا ضرور شرعاً مجرم سمجھا جائے گا۔

(۳) ہندوستان کے اکثر حصوں میں دعائے ثانی کا رواج نہیں ہے۔ ہمارے یہاں بھی اس کا

رواج نہیں ہے۔ اہل گجرات اگر مداومت کے ساتھ اس پر عمل کرتے ہیں تو حدیث شریف میں ہے

: ”احب الاعمال الى الله ادومها“ (كشف الخفا: ۵۳/۱) لیکن اگر دوسرے نہیں کرتا اور اس کا انکار

بھی نہیں کرتا تو اس پر اصرار نہ کریں کہ مستحب کا بلا ضرورت اصرار منع ہے۔ ہاں اگر کوئی خواہ مخواہ اس کو

رو کے جیسا کہ آج کل دیوبندی وہابی حضرات کرتے ہیں تو اس وقت اس مستحب پر عمل ضروری ہو جاتا ہے

چنانچہ اگر علاقہ گجرات میں اہل سنت و جماعت کا یہ شعار ہے، اور وہ اس عمل کی وجہ سے دیوبندیوں

وغیرہ بد مذہبوں سے بچانے جاتے ہیں تو ان کے لیے اس علاقے میں یہ کرنا ضروری ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ ۸ ربیع الثانی ۱۳۷۸ھ

الجواب صحیح: عبدالرؤف غفرلہ مدرس اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ

(۱۲) **مسئلہ:** کیا ہر نماز کے بعد دعا کا پڑھنا ضروری ہے، اگر صرف مختصر الفاظ یا اللہ رحم فرما کہنا دعا ہو جائے گا یا طویل دعا پڑھنا ہی ہوگا۔

الجواب

نماز کے بعد دعا نہ مانگے تب بھی گناہ نہیں لیکن مسنون طریقہ یہ ہے کہ جن نمازوں کے بعد سنتیں ہیں ان کے بعد مختصر دعا مانگی جائے اور جن کے بعد سنت نہیں طویل دعا مانگی جائے اتنی لمبی نہیں کہ مقتدی گھبرا جائیں۔
عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مؤ

درود شریف کا بیان

(۳-۱) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسائل ذیل میں کہ

(۱) کسی سنی ادارے کے غیر عالم صدر و سکریٹری ایسا جما لکھیں کہ جشن عید میلاد النبی یا انگریزی میں محبوب خد تعالیٰ کا اسم مبارک لکھ کر درود پاک کی جگہ (s.a.s) لکھیں اور عوام میں تقسیم کریں تو ان لوگوں پر حکم شرع کیا ہے؟
(۲) اگر اسی کام کو جان کر کرے تو اس کے لیے کیا حکم ہے؟ اور انجام میں کرے تو اس کے لیے کیا حکم ہے؟

(۳) غیر عالم کو عالم دین کی موجودگی میں اپنے مطلب سے ایسا لکھنا شریعت کے مطابق کیا ہے؟
لہذا برائے مہربانی بالتفصیل جواب عطا فرمائیں، سنی حضرات کو نقل و قال سے بچائیں۔

فقط احقر: عبدالنور غفرلہ

الجواب

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے پورا درود شریف لکھنے کے بجائے اس کا مخفف یا ایک آدھ حرف جمعی سے اس کی طرف اشارہ کرنے کو سخت ناجائز اور محرومی و بد نصیبی قرار دیا ہے۔ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں پہلا ایسا شخص جس نے درود شریف کا ایسا اختصار کیا اس کا ہاتھ کاٹا گیا، یہ فعل کوئی عالم کرے یا جاہل احکام شریعت میں جہالت عند نہیں اگر صدر سکریٹری نے اپنی ذمہ داری سمجھتے ہوئے ایسا کیا تو کسی ذمہ دار عالم دین سے اس کی تصحیح کرا لینی چاہیے تھی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مؤ ۱۲/ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۳ھ

جمعہ کا بیان

(۱) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ہمارے موضع مصرولی کی آبادی آٹھ گھر کی ہے، ہم لوگ تقریباً دس سال سے جمعہ پڑھتے آرہے ہیں درمیان میں ایک صاحب نے روک دیا کہ یہاں جمعہ جائز نہیں ہے، بلکہ آپ لوگ قصبہ وغیرہ میں جا کر جمعہ ادا کریں گاؤں سے باہر جا کر خاص ہی لوگ پڑھ سکتے ہیں عام لوگ نہیں جاسکتے اور جو آٹھ روز میں پڑھ لیتے ہیں وہ چھوڑ دیں گے، لہذا شرع کے مطابق ہم لوگوں کو آگاہ کیا جائے کہ ہم لوگ یہاں جمعہ پڑھیں یا چھوڑ دیں یہ اس لیے قائم کیا گیا تھا کہ کم سے کم آٹھویں دن لوگ مسجد میں جا کر سجدہ کریں۔
استفتی مسلمانان مصرولی اعظم گڑھ

الجواب

دیہات میں جمعہ جائز نہیں۔ حدیث شریف میں ہے:

لاجمعة ولا تشریق الا فی مصر جامع۔ (فتح الباری: ۴۵۷/۲)

لہذا آپ لوگ جمعہ کے دن بھی ظہر کی نماز باجماعت ادا کریں۔ اس فرض سے بھی سبک دوش ہوں گے اور وہ مقصد بھی پورا ہو جائے گا جو آپ نے لکھا کہ ”کم از کم آٹھویں دن لوگ مسجد میں جا کر سجدہ کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم“

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ

(۲) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

نماز جنازہ فرض کفایہ ہے اور ہمارے یہاں بلکہ اکثر جگہ پر نماز جنازہ موجودہ امام صاحبان ہی اجتماعی حیثیت سے جنازے کی نماز ادا کرتے ہیں، بعض موقع پر جمعہ کے دن میت ہو جانے کی صورت میں کثیر جماعت میں جنازے کی نماز ہوگی یا عیدین کے دن ایسی صورت پیش آنے پر نماز جنازہ جمعہ کی فرض نماز یا عیدین کی نماز کے بعد ادا کی جائے، یا بعد ادا ہوگی سنن و نوافل دعائے ثانی صلاۃ سلام کے پڑھی جاوے اور عیدین میں قبل خطبہ پڑھی جائے یا خطبے کی ادا ہوگی کے بعد نماز جنازہ پڑھی جائے۔
برائے کرم اس مسئلہ کی نوعیت مفصل شرع محمدی کی روشنی میں جواب استفتاء مرحمت فرما کر ثواب دارین حاصل کریں اور شرعی طریقے پر ہم لوگ نماز ادا کرتے رہیں۔

استفتی حافظ محمد الدین

الجواب

آپ نے یہ بات خود لکھی ہے کہ نماز جنازہ فرض کفایہ ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جتنے لوگوں کو اس میت کا علم ہوا، اگر وہ بے نماز پڑھے دفن ہوا تو سب گنہگار ہوئے۔ اور کچھ لوگوں نے پڑھ لیا تو سب سے فرض اتر گیا اس مسئلہ کی روشنی میں اعلان والے مسئلہ کا جواب واضح ہو گیا، اعلان سے جن لوگوں کو علم ہوا اگر سب لوگ یہ سوچ کر چلے گئے کہ اور لوگ ہیں نماز جنازہ پڑھ ہی لیں، اور اس مردے کی نماز ہی نہیں ہوئی۔ بے نماز پڑھے دفن کر دیا گیا تو سب گنہگار ہوئے۔ اور کسی نے بھی نماز جنازہ پڑھ لی تو سب بری ہو گئے۔ عام طور سے تو شہروں میں ایسا نہیں ہوتا کہ کوئی نہ پڑھے اس لیے آزادی بھی ہے اور خدا نہ خواستہ وہ بات ہو کہ بے پڑھے دفن کر دیا تو بندش بھی ہے۔

جمعہ کے دن کسی کا انتقال ہوا تو اگر جمعہ سے پہلے تجھیز و تکفین ہو سکے تو پہلے ہی کر لیں۔ اس خیال سے روک رکھنا کہ جمعہ کے بعد جمع زیادہ ہوگا مکروہ ہے۔ بہار شریعت

کسی بھی فرض کی جماعت کے وقت جنازہ آیا فرض اور سنت پڑھ کر نماز جنازہ پڑھیں۔ اور نماز عید میں پہلے نماز پھر جنازہ پھر خطبہ۔ بہار شریعت

نفل نماز یا صلاۃ وسلام کے لیے تاخیر نہیں کرنا چاہئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم
عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ

(۳) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ

جس گاؤں میں جمعہ کی نماز ہوتی ہے اس گاؤں میں اسی دن ظہر کی نماز اذان و اقامت کے ساتھ یا جماعت پڑھنا فرض ہے یا واجب یا مستحب۔ مدلل و مفصل جواب تحریر فرمائیں عین نوازش ہوگی۔ فقط والسلام
المستفتی عبدالصمد مقام زرگنہ پوسٹ پٹوار ضلع جویندر

الجواب

حنفی مذہب میں دیہات میں جمعہ اور عیدین کی نماز فرض نہیں۔ حدیث شریف میں ہے: "لا جمعة ولا تشريق الا في مصر جامع" تو جہاں یہ فرض ہی نہیں۔ وہاں ظہر کی نماز ضرور اذان و اقامت اور جماعت سے پڑھنا چاہئے۔ ظاہر ہے کہ نماز تو فرض ہوگی اور جماعت سنت منکدہ اور اذان و اقامت بھی سنت ہوتی ہے جیسا کہ پانچوں وقت کی نمازوں میں کچھ نماز فرض ہوتی ہے کچھ سنت ہوتی ہے اور بعض امور سنت قریب بواجب ہوتے ہیں اور کچھ امور مستحب ہوتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مؤ ۲۲ رجب ۱۳۱۰ھ ۳۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۰۹ھ

(۴) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

شیش گڑھ جس کی آبادی تیس ہزار گھر پنچایت ہے، تھانہ ہے، ڈاک خانہ ہے۔ ضروریات کی تمام چیزیں چھوٹی چھوٹی گلیاں اور بازار بھی ہیں، باہر قبرستان بھی ہیں، چار بڑے اسلامی مدارس بھی ہیں۔ انگریزی مدرسے بھی ہیں عید گاہ بھی ہے۔ بینک بھی ہے۔ پانی کی ٹینکی اور مندرج بھی ہے۔ مسجدوں کی تعداد سترہ ہے۔ مکھیہ، پردھان، نائب چودھری، چیسرٹین، تیرہ ممبران بھی ہیں۔ آیا اس قصبہ کے اندر جمعہ فرض ہے یا نہیں؟ کیا جمعہ کے دو فرض پڑھنے کے بعد ظہر کے چار فرض جماعت سے پڑھے جائیں گے یا نہیں؟ اور یہ قصبہ شہر میں داخل ہے یا دیہات میں داخل ہے؟ اور بکر کا یہ کہنا ہے کہ یہ قصبہ شہر نہیں دیہات ہے۔ یہاں پر جمعہ فرض نہیں ہے۔ کیا یہ قول درست ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔ المستفتی: محمد عارف رضوی، رضوی جنرل اسٹور بلاس پور بس اسٹینڈ قصبہ شیش گڑھ بریلی شریف

الجواب

فتاویٰ رضویہ جلد ثالث ص ۲۵۷، مطبوعہ سنی دارالاشاعت لائل پور میں ہے:

زبان عرب میں دو ہی چیزیں ہیں مصر یا قریہ۔ قصبہ ان سے باہر کوئی تیسری چیز نہیں۔ شرع مطہر میں قصبات کو کسی خاص حکم سے مخصوص نہ فرمایا۔ مصر و قریہ کی تقسیم حاضر ہے۔ آبادی پر حد مصر صادق ہو تو مصر ہے۔ والا قریہ لا ثالث لهما۔

اور شہر کی تعریف میں ص ۷۳۷، پر فرماتے ہیں: وہ پرگنہ ہو کہ اس کے متعلق دیہات مگنے جاتے ہوں اور اس میں کوئی حاکم ہو جو فیصلہ مقدمات کا اختیار من جانب سلطنت رکھتا ہو۔

اور ص ۷۳۵، پر فرماتے ہیں: حق اس سے متجاوز نہیں، اس کے خلاف عمل کر سکتے ہیں نہ زہار زہار مذہب ائمہ چھوڑ کر دوسری بات پر فتویٰ دے سکتے ہیں، مگر در پارہ عوام فقیر کا طرز عمل یہ ہے کہ ابتداء خود انہیں منع نہیں کرتا۔ ہاں جب سوال کیا جائے تو جواب میں وہی کہا جائے گا جو اپنا مذہب ہے۔

(ص ۷۳۶)

پس آپ کا قصبہ بھی مذکورہ بالا خصوصیات کے ساتھ تحصیل اور پرگنہ ہو اور وہاں کچھری فیصلہ مقدمات کے لیے حاکم مقرر ہوں تو وہ مصر ہے۔ وہاں جمعہ واجب ہے ورنہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم
عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ضلع مؤ ۷۱ جمادی الآخرہ ۱۳۲۲ھ

(۵-۷) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

(۱) اعلاء کلمہ حق کے لیے قید خانہ میں جمعہ قائم کیا جاسکتا ہے جب کہ حکومت ہند نے اہل ہند کو

ان کے مذہبی شعائر و پوجا پاٹ اور اشاعت دین کی اجازت دے رکھی ہے اور اس طرح مسلمانوں کو بھی کہا جاسکتا ہے کہ آپ لوگ بھی جمعہ کی نماز قید خانہ میں قائم کریں اور مسائل و فضائل دین بیان کریں تو کیا ایسی صورت میں جمعہ قائم کیا جاسکتا ہے؟

(۲) (الف) جمعہ کی نماز پڑھانے کے واسطے باہر سے امام جاسکتا ہے؟

(ب) کیا ایسی صورت میں امام جمعہ سے فرضیت جمعہ ساقط ہو جائے گی؟

(ج) کیا امام قید خانہ میں نماز پڑھا کر دوسری مسجد میں فرضیت جمعہ ادا کر سکتا ہے اور مابقی والی نماز نفل نماز باجماعت پڑھی جاسکتی ہے؟

(۳) ملیٹری میں اماموں کی بھرتیاں اس غرض سے ہوتی ہیں کہ شیخ وقتہ نماز و جمعہ کی نماز ملیٹری کے مسلمان جوانوں کو پڑھائیں اور تعلیم دین تو کیا شرعاً ایسی نوکری جائز ہے۔ اولہ اربعہ کی روشنی میں مفصل جواب عنایت فرمائیں، عین نوازش ہوگی۔

استفتی: حافظ غلام قادر خادم دارالعلوم شاہ علی فدرتہ جاجوکانپور

الجواب

(۱) صحت جمعہ کی چھٹی شرط اذن عام ہے، بلا روک ٹوک جانے کی اجازت ہو، اور جیل خانوں میں پھانگ بند رہتا ہے بلا اجازت پرندہ نہیں مار سکتا۔ اس لیے جیل خانہ میں جمعہ کی نماز صحیح نہ ہوگی۔ اسی کو صدر الشریعہ مولانا امجد علی صاحب بہار شریعت جلد چہارم ص ۹۹ پر فرماتے ہیں:

جیل میں نماز جمعہ فرض نہیں۔ عالم گیری میں ہے: وان غلقوا ابواب المسجد علی انفسهم وجمعوا لم یجز۔ (عالم گیری: ۱/۱۸۷)

اسی میں ہے: نو کذلک السلطان اذا اراد ان یجمع بحشمہ فی دارہ فان فتح باب الدار و اذن اذنا عاما جازت صلوتہ وان لم یفتح باب الدار و اجلس البوابین علیہا لم تجز لہم الجمعة۔

اعلیٰ حضرت مولانا امام احمد رضا خان صاحب فتاویٰ رضویہ جلد سوم ص ۳۶ پر فرماتے ہیں: جمعہ کی ایک شرط اذن عام ہے، جیل میں کوئی نہیں جاسکتا۔ تو اس میں نماز جمعہ باطل اور ناممکن ہے۔ اور ظہر کی نماز بھی باجماعت انہیں جائز نہیں جب کہ جیل حدود شہر میں ہو، ہر شخص تنہا ظہر پڑھے۔ ملازم ہو یا ماخوذ (قیدی)، ہاں اگر جیل بیرون شہر ہو تو جمعہ کے دن بھی نماز ظہر جماعت سے پڑھیں۔

در مختار میں ہے: کرہ تحریم المعتبر ومسجون ومسافر اداء ظہر لجماعة فی

(در مختار: ۳۰/۳)

المصر۔

پس جب شرعاً جیل میں نماز جمعہ جائز نہیں تو حکومت یا کسی کے کہنے سے وہ جائز نہ ہوگی۔ ہاں اس دن یا کسی اور دن ایک جگہ جمع ہو کر مسائل اور فضائل دین بیان کرنے میں حرج نہیں۔

(۳) مذکورہ تفصیل سے آپ کے سوال نمبر اول دوم کے جملہ شقوق الف، با، تا، وغیرہ کا جواب ہو گیا کہ یہ امور جائز نہیں۔ اگر امامت کی اس بھرتی میں کسی خلاف شرع بات کی پابندی نہ ہو تو ایسی نوکری میں شرعاً کوئی قباحت اور ممانعت نہیں۔ ایسی نوکری جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ۱۳ جمادی الاخریٰ ۱۴۲۳ھ

(۸-۱۰) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

(۱) گاؤں دیہات میں جمعہ کی نماز فرض ہے یا نہیں؟ نیز گاؤں دیہات میں جہاں عرصہ سے جمعہ قائم ہے وہاں ظہر بھی جماعت کے ساتھ پڑھنا کیسا ہے؟

ہمارے علاقے میں ایک علی حسن نام کے مولانا ہیں، وہ کہتے ہیں کہ گاؤں دیہات شہر ہر جگہ جمعہ کی نماز جائز و فرض ہے ظہر یا جماعت پڑھنے کی حاجت نہیں، بلکہ ہرگز نہ پڑھی جائے۔ دلیل میں وہ وحید الزماں کیرانوی کا ترجمہ بخاری پیش کر کے کہتے ہیں مولانا وحید الزماں سنی عالم ہیں انہوں نے ترجمہ بخاری شریف باب الجمعہ میں لکھا ہے کہ گاؤں دیہات میں جمعہ کی نماز درست ہے۔

در یافت طلب امر یہ ہے کہ مولانا علی حسن حق رائے پر ہیں یا باطل رائے پر؟ براہ کرم تفصیل کے ساتھ یہ اجاگر کیا جائے۔

(۲) اور یہ کہ بخاری شریف کے مترجم وحید الزماں کیرانوی اہل سنت و جماعت سے تعلق رکھتے ہیں یا دیوبند سے؟ اگر وہ دیوبند ہیں تو محض اپنی بات رکھنے کے لیے دیوبندی مولوی کو سنی عالم ہیں، کہنا کیا ہے؟ اور کہنے والے مولانا حسن علی صاحب کے بارے میں کیا حکم ہے؟

(۳) مولانا علی حسن عام طور پر کہتے ہیں کہ جولاہا، تائی، موچی، برادری کے سبھی لوگ کمینے، نکمے، ہیں اس جملے سے ان پر کون سا حکم شرع عائد ہوتا ہے؟

استثناء کنندگان: اساتذہ کرام جامعہ نوریہ دارالبرکات نوری نواب سنج علی آباد ضلع مہراج سنج

الجواب

(۱) دیہات میں جمعہ کی نماز نہیں ہے۔ حدیث شریف میں ہے: لا جمعة ولا تشریق الا فی مصر جامع، عوام جہاں پڑھتے ہوں تو انہیں منع نہیں کرنا چاہیے۔ اور جہاں نہ پڑھتے ہوں وہاں جمعہ کی

نماز قائم نہ کرنا چاہئے وہاں باجماعت ظہر ہی پڑھی جائے۔

(۲) وحید الزماں کیرانوی دارالعلوم دیوبند میں مدرس تھے جو مولوی دیہات میں بھی نماز جمعہ جائز کہے وہ سنی حنفی نہیں یا پھر لائیک کی وجہ سے یہ غلط مسئلہ بتا رہا ہے۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب مہذب وہی ہے جو نمبر ایک میں بتایا گیا۔

(۳) کاروبار اور پیشہ یا برادری کی بنیاد پر کسی کو مکینہ کہنا بڑی کمینگی ہے۔ قرآن عظیم میں ہے: ﴿وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاهُمْ﴾ [الحجرات: ۱۳] ہم نے آپسی تعارف اور پہچان کے لیے تم کو قبیلوں اور خاندانوں میں یا بنا۔ اللہ کے نزدیک سب سے بزرگ وہی ہے جو سب سے زیادہ نیک ہے۔

حدیث شریف میں ہے: لا فضل للعربی علی العجمی ولا للعجمی علی العربی کلکم من آدم و آدم خلق من تراب۔ (الدور المثلث: ۶/۹۸)

موصوف کی تین باتیں غلط ہیں، انہیں خود مسئلہ نہیں بتانا چاہئے اور مسلمان ان سے دینی مسائل نہ دریافت کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم عید الملتان اعظمی شمس العلوم گھوسی مؤ ۲۱ جمادی الاخریٰ ۱۴۲۳ھ

(۱۱) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ پہلے ایک ویران جگہ تھی، اب وہاں پر ایک فیکٹری قائم ہوئی ہے جس کی وجہ سے کچھ مسلمان بھی رہنے لگے ہیں اور ایک جگہ جمعہ پڑھنے کے لیے مقرر کر لیا ہے وہ جگہ میدان ہے اور وہاں کسی کی طرف سے کوئی رکاوٹ نہیں۔ اب ایک مولوی صاحب کہتے ہیں کہ میدان میں جمعہ جائز اور فرض نہیں ہے۔ یہاں تھانہ اور ضروریات کی چیزیں موجود ہیں، وہاں جمعہ جائز ہے یا نہیں؟ بحوالہ کتب جواب عنایت فرمائیں۔ اور مولوی صاحب کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

جمال الدین احمد خان سائیکل فیکٹری آفسول

الجواب

وہ جگہ اگر پرگنہ اور تحصیل نہیں ہے تو وہاں جمعہ فرض نہیں ہے۔ لا جمعة ولا تشریق الا فی مصر جامع۔ جمعہ اور عیدین شہری میں پڑھنا فرض ہے۔ صرف تھانہ ہونا کافی نہیں، وہاں ایک ایسا حاکم ہونا چاہئے جو جھگڑے کا فیصلہ کر سکے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

عید الملتان اعظمی ۱۲ ربیع الثانی ۱۴۲۸ھ

الجواب صحیح عبدالعزیز عفی عنہ
الجواب صحیح عبدالرؤف غفرلہ

(۱۲-۱۳) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

(۱) ظہر کی نماز دو بجے ہوتی ہے جمعہ کی نماز کا بہتر وقت کون ہے کس وقت پڑھا جائے گا؟
(۲) اگر کوئی سنی عقیدہ کا مسلمان اپنے طبعی رجحان کی بنا پر بجائے یا رسول اللہ کے یا اللہ ہی کہے اور یا علی یا غوث کا کہنا جائز اور باعث ثواب و برکت سمجھے پھر بھی اللہ کہنے پر اصرار کرے تو ایسی صورت میں اس کا ایمان صحیح ہے یا نہیں؟ اور روزِ محشر یا رسول اللہ نہ کہنے کا مواخذہ ہوگا یا نہیں؟
(۳) روزہ، نماز، حج، زکوٰۃ، قربانی وغیرہ احکام خداوندی صرف قوم مسلم پر نازل ہوئے ہیں یا دنیا کے ہر انسان پر؟
المستفتی محمد یحییٰ قصبہ مہنداول ضلع بستی یوپی۔

الجواب

(۱) آپ نے جو وقت نماز جمعہ کا تحریر کیا ہے جاڑوں کے لیے افضل یہی وقت ہے لیکن گرمیوں میں تاخیر مستحب ہے۔

درمختار میں ہے: "والمستحب تاخیر ظہر الصیف مطلقاً و جمعة كالظہر اصلاً استحباباً فی الزمانین والمستحب تعجیل ظہر الشتاء۔" (درمختار: ۲/۹۲۳)
گرمی میں ظہر کا مؤخر کرنا اور جاڑوں میں جلدی کرنا افضل ہے۔ جو ظہر کا اصلی وقت ہے وہی جمعہ کا ہے اور جب جب تاخیر یا تعجیل ظہر میں مستحب ہے اسی وقت جمعہ میں بھی۔

(۲) اس کا ایمان صحیح ہے اور مواخذہ اخروی نہ ہوگا لیکن ایمان کا تقاضا یہی ہے کہ ذکر خدا کے ساتھ ذکر رسول بھی دل کے معمولات میں سے ہو۔

(۳) کفار احکام کے مخاطب نہیں۔ احکام کا خطاب ایمان لانے کے بعد ہوتا ہے۔ تفسیر احمدی شریف میں ہے: "ان الکفار یخاطبون بالایمان والمعاملات والعقوبات فی حق المومنین فی الآخرة اما فی الدنیا فلا۔" ملخصاً۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

عید الملتان اعظمی مبارک پور اعظم گڑھ ۲۳ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۹ھ

الجواب صحیح عبدالعزیز عفی عنہ
الجواب صحیح عبدالرؤف غفرلہ

(۱۵-۲۲) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ
(۱) زید عالم دین اسلام صحیح العقیدہ سنی ہے زید عالم جامع مسجد کے امام و مدرسہ کے معلم تھے جب اپنی ذمہ داری سے سبک دوش ہوئے تو اپنی محلہ میں رہنے لگے اور اپنے محلہ کی مسجد میں نماز جمعہ قائم کیا گاؤں میں سنی دیوبندی دونوں میں ایک ساتھ نماز پڑھنے سے دیوبندی کچھ نہیں کہتا تھا، اب جب کہ نولہ

گاؤں الگ ہوا ہے تو دیوبندی پریشان کرتا ہے، اور زید عالم اس سے لطف لیتے ہیں، اور زید عالم کے پاس جب کوئی سنی میلاد الٰہی ﷺ کے لیے یا فاتحہ قرآن خوانی کے لیے دعوت دینے جاتے ہیں تو زید عالم دعوت نہیں لیتے ہیں، اور زید عالم کہتے ہیں کہ ہمارے مدرسہ کے سکریٹری دوسرے گیٹ میں جانے سے روکتے ہیں ایسا فعل کرتا جس سے مذہب حق میں نقص لازم آتا ہے جیسے سنیوں کو دو گروہ میں تقسیم کر دیتے ہیں اور دیوبندی میں بڑا اتحاد ہے، اور وہ سنیوں پر حملہ کرتا چاہتے ہیں ایسا بندی عائد کرنے والا اور اس پر عمل کرنے والا کیسا ہے؟

(۲) دیوبندی لڑکائی لڑکی کا عقد نکاح زید عالم نے پڑھایا۔

(۳) سنی کی میت ہوئی زید عالم کو کہا گیا کہ آپ نماز جنازہ پڑھا دیں تو اس نے نہیں پڑھا جب کہ زید عالم کے سوا کوئی سنی عالم موجود نہیں تھا۔

(۴) دیوبندی بریلوی کا جھگڑا ہوا، مسجد میں تالا بند کر دیا گیا جب فیصلہ ہوا تو دونوں فریقین سے پوچھا گیا کہ آپ کی نماز سنی عالم کے پیچھے جائز ہے تو دیوبندی عالم نے کہا کہ ہاں جائز ہے اور جب زید عالم سے کہا گیا آپ کی نماز دیوبندی مولوی کے پیچھے جائز ہے تو زید عالم نے کہا ہاں جائز ہے بلکہ دیوبندی مولوی کے پیچھے نماز بھی پڑھی۔

(۵) ماکان محمد ﷺ قرآنی آیت کی تلاوت پر انگوٹھے چومنا کیسا ہے؟

(۶) ایک بنی مسجد میں دیوبندی مولوی، بنگالہ نماز کی امامت کرتا ہے اور صرف جمعہ کی امامت سنی مولوی کرتا ہے اور جب دونوں کے درمیان اختلاف ہوا تب فیصلہ کیا اس فیصلہ پر عمل کرنے والوں پر حکم شرعی کیا ہے۔

(۷) دیوبندی عقیدہ والے کو سنی مدرسہ کا سکریٹری بنانا صرف اس وجہ سے کہ وہ سنی ہو جائے لیکن وہ کسی بھی حال میں سنی ہونے والا نہیں ہے، پھر اس کو اپنا سردار مسلم کرنا اس کی بات پر عمل کرنا کیسا ہے اور عمل کرنے والوں پر حکم شرعی کیا ہے، پورے سنی عوام الناس کا یہ عقیدہ ہے کہ دیوبندی لوگ گمراہ ہیں، مولوی مسلمان کا ان سے سلام و کلام کرنا ان سے رشتہ قائم کرنا ان کے گھر جا کر دعوت کھانا اپنی لڑکی کی شادی دیوبندی کے لڑکے سے کرنا ان سے پرانا رشتہ جوڑنا کیسا ہے؟

(۸) ملنگ کیا ہے بت خانہ میں اس کی بیڑی پر مسلمان لوگ مرعاض کھاتے ہیں اور ملیدہ بنا کر لوگوں میں تقسیم کرتے ہیں، ملنگ پر جانور یا مرعاض کھانے والوں پر حکم شرعی کیا ہے؟
المستفتی، نیک محمد ساک، ٹھن پورہ پوسٹ ہری ضلع سیتا مڑھی

الجواب

(۱) شریعت میں قیام جمعہ کے لیے کچھ شرائط ہیں، اگر ان سب کی پابندی کی گئی ہو تو ضرورت وہاں دوسرا جمعہ بھی قائم ہو سکتا ہے اور شرائط تحقق نہ ہوں تو پہلا جمعہ بھی قابل اعتراض ہوگا، سوال میں کوئی تفصیل نہیں اور مبہم سوال کا کوئی جواب نہیں ہوتا۔

نیاز، فاتحہ، میلاد، قیام اور قرآن خوانی امور مستحبہ میں سے ہیں کہ کریں تو ثواب اور نہ کریں تو کوئی گناہ نہیں، یہی حکم اس میں شرکت کا بھی ہے اور جب وہ عالم بقول مسائل سنی صحیح العقیدہ ہے تو شرکت سے انکار کی وجہ بدعتیہ کی نہیں ہوگی، کوئی دنیاوی رنجش ہوگی تو گوٹ والوں کو خود بھی سوچنا چاہیے کہ ہماری کون سی حرکت ہے جس سے خود سنیوں کے مولیٰ اور ایک سنی ٹولہ کے لوگ ہماری مجلس میں آنے سے پرہیز کرتے ہیں۔

المختصر ان مجالس خیر میں اگر کوئی بلا سبب بھی شریک نہ ہو تو کوئی شرعی حرج نہیں کہ اس کے خلاف فتویٰ دیا جائے، اللہ تعالیٰ دلوں کا مجید جانتا ہے اگر مولوی صاحب مذکور اور محلہ ٹولہ کے ذمہ داروں کی طرف سے گوٹ والوں کیلئے کوئی بدعتی ہوگی تو اللہ تعالیٰ ان سے مواخذہ آخرت فرمایگا، گوٹ والے لوگوں پر خود ضروری ہے کہ بقدر ضرورت دینی مسائل خود جانتیں اور اپنے وہاں کے بچوں کو دینی تعلیم دلائیں تاکہ یہ محتاجی دور ہو۔

قرآن عظیم میں ہے: ﴿قُلْ وَلَا تَقْرَءُ مِنْ كُلِّ ذِكْرٍ مِنْهُمْ طَائِفَةً لَّيُتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ﴾ [التوبة: ۱۲۲]
(۲) سنی لڑکی کا نکاح دیوبندی لڑکے سے نہیں ہوتا ایسا نکاح پڑھانے والا اس کی گواہی دینے والے اور اس میں شریک ہونے والے سب گنہگار ہوئے سب پر توبہ صادقہ فرض ہے۔

(۳) سنی عالم کے انکار کے بعد اگر اس میت کی نماز جنازہ پڑھے بغیر لوگوں نے اس کو دفن کر دیا تو وہ عالم اور یہ سب لوگ اور مزید جن لوگوں نے سنا اور جنازہ پڑھا سکتے تھے نہ پڑھا سب سخت گنہگار ہوئے حقوق عباد و حقوق اللہ میں گرفتار ہوئے اور کسی نے بھی نماز پڑھ دی تو یہ بوجھ سب کے سر سے اتر گیا کہ نماز جنازہ فرض کفایہ ہے اور اس کا حکم یہی ہے۔

(۴) دیوبندی عالم کے پیچھے سنیوں کی نماز نہیں ہوتی، جس نے جواز کا فتویٰ دیا سخت مجرم و گنہگار ہوا اور گمراہ ہوا۔ عالم کیری میں "ان کان ہوی لایکفر بہ صاحبہ تجوز الصلوۃ خلفہ مع

(۱۰۷/۱)

الکراۃ والافلا

(۵) حضور ﷺ کے اسم گرامی کی تعظیم کے لیے چو میں تو کوئی حرج نہیں البتہ چومنا ضروری نہیں

(۶) فیصلہ اگر وہ ہوا جو نمبر چار میں درج ہے تو اس کا حکم بھی اسی نمبر میں بیان ہوا۔

(۷) کسی گمراہ کو اپنے مدرسہ کا سرکاری بنانا سخت ناجائز و حرام ہے۔

حدیث شریف میں ہے ”ایاکم وایہام لا یضلونکم ولا یفتنونکم“ اپنے کو ان سے دور رکھو اور ان کو اپنے سے دور رکھو، کہیں وہ تم کو گمراہ نہ کرویں کہیں تم کو فتنہ میں نہ ڈالیں۔

نہ کہ اس کو اپنا قائد و حاکم بنائیں، بقیہ اعمال کا حکم بھی اسی سے ظاہر کہ ان سے بھائی چارگی قائم کرنا حرام ہے۔

(۸) ملکوں کے عقائد و اعمال کے بارے میں ہمیں علم نہیں، لیکن حسب بیان سائل بت خانہ میں اس کی پیڑھی ہونے سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی انھیں میں سے ہے، پس اس کی پیڑھی پر مرقا و قیام کرنا حرام ہے یا کفر نعوذ باللہ من ذلک۔ واللہ تعالیٰ اعلم عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی (۲۳) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

زید ایک جمعہ مسجد کا امام ہے جو باعتبار قلت داڑھی فاسق معلن ہے، نیز اس کے کچھ افعال خلاف شرع ہیں اور اسی گاؤں کے دوسرے محلے میں ایک مسجد ہے جس میں نماز منجگانہ ادا کی جاتی ہے۔ مگر اب اس مسجد ثانی کے مصلین کے لیے ادائیگی نماز جمعہ کی شریعت مطہرہ کی روشنی میں کیا صورت ہے۔ قرآن و حدیث کے دلائل و براہین سے ہدایت فرمائیں۔ بینو دو جروا۔

المستفتی، محبت اللہ خاں گرام۔ پوسٹ حلاؤں قحلی پور ضلع مئو۔

الجواب

نیا جمعہ قائم کرنے میں بہت سی اڑچیں ہیں۔ بدرجہ مجبوری جمعہ میں فاسق کی اقتداء کر سکتے ہیں، بہار شریعت حصہ سوم میں صفحہ ۱۱ میں ہے ”فاسق کی اقتداء نہ کی جائے“ مگر صرف جمعہ میں کہ اس میں مجبوری ہے باقی نمازوں میں دوسری مسجد میں چلا جائے، اگر جمعہ شہر میں چند جگہ ہوتا ہو تو اس میں بھی اقتداء نہ کی جائے دوسری مسجد میں پڑھے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ۲۶ محرم الحرام ۱۴۱۲ھ

(۲۴-۲۵) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

(۱) زید سنی حنفی دہی اپنے گاؤں میں جمعہ کے بعد ظہر باجماعت پڑھاتا ہے اور عوام الناس کو اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے اور سب ایک مدت مدیدہ سے اسی طرز پر پڑھتے پڑھاتے آئے ہیں کہ اس کے مابین بکر سنی حنفی عالم نے لوگوں سے بیان کیا کہ یہ درست نہیں ہے اور اب سے جمعہ کے بعد ظہر کی نماز با

جماعت نہیں پڑھی جائے گی، ہاں جس کا جی چاہے فرداً فرداً پڑھے۔ تو دریافت طلب امر یہ کہ جمعہ کے فوراً بعد ظہر باجماعت پڑھنا کیسا ہے نیز صورت مسئلہ میں زید خطی ہو گیا بکر؟

(۲) زید سنی حنفی عالم نے اپنے خطبہ کے مابین کہا کہ ہماری سمجھ میں بات یہ آتی ہے کہ قربانی کا گوشت کھال اتارنے کے بعد زمین میں دفن کر دیا جائے اور کسی کو نہ کھلایا جائے اور نہ خود کھایا جائے تو کیا یہ شرعاً درست ہے، نیز حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قربانی کیا ہوا دنبہ کیا ہوا تھا؟

(۳) محرم شریف کی تعزیر داری اور باجا بجانا اور بنانا کیسا ہے نیز اس کا حکم دینے والے کے اوپر شرع مطہر کا کیا حکم عائد ہوگا۔

(۴) حندہ کا نکاح سال بھر پہلے زید سے ہوا، رخصتی بھی ہوئی، اس کے بعد زید بمبئی چلا گیا پھر سال بھر بعد چند روز کے لیے آکر بمبئی چلا گیا، اسی مدت میں حندہ کو چھ ماہ کا حمل ظاہر ہوا، پوچھنے پر اس نے بتایا یہ حمل زید کے بڑے بھائی بکر کا ہے اور بکر اس کی مخالفت حلق بیانی سے کر رہا ہے اور ساج کے لوگ حقہ پانی بند کر دیئے ہیں، مسئلہ اس کہ حندہ اپنے اس قول میں سچی مانی جائے گی یا جھوٹی نیز پیدائش کے بعد بچہ کس کا مانا جائے گا اور کون پرورش کرے گا، نیز کوئی ایسی صورت ہے جس کی وجہ سے گاؤں والے حقہ پانی چالو کریں۔ بینو اتو جروا

المستفتی، عبداللطیف بستوی خادمہ اللہ ریس دارالعلوم اہل سنت فیض حسنیہ حمیدیہ پراسانی مہاراج سنج

الجواب

(۱) ہندوستان میں جو جگہیں تحصیل یا پرگنہ نہ ہوں اور وہاں کے کل بالغ مرد اتنے ہوں کہ وہاں کی سب سے بڑی مسجد میں سانسہ سکیں اور وہاں قدیم ایام سے لوگ جمعہ پڑھتے چلے آ رہے ہوں تو ایسی جگہ خواص جو صحیح نیت کر سکیں، تنہائی میں چار رکعت احتیاطی ظہر پڑھنے کا حکم ہے وہ سب سے آخری ظہر پڑھتا ہوں جس کا وقت مجھے ملا اور میں نے نہیں پڑھی، عوام جو صحیح نیت پر قادر نہ ہوں انہیں بتانا بھی نہ چاہئے، جمعہ اور ظہر دونوں ایک ہی مصلے پر جماعت کے ساتھ نہ پڑھنا چاہئے۔

(۲) وہ زید صاحب سنی حنفی عالم نہ تھے جاہل تھے شریعت کا مسئلہ صرف رائے اور سمجھ سے طے نہیں ہوتا اللہ و رسول کا جو حکم ہوتا ہے اس پر عمل ہونا چاہئے۔ قربانی کے گوشت کے لیے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ”کلوا وادخروا وابتعروا“ اس کو کھاؤ اسے کھاؤ اور جمع کرو یعنی سوکھا کر آئندہ کے لیے بچا رکھو، لہذا ہم کو رسول اللہ ﷺ کے اس حکم پر عمل کرنا چاہئے، اس کا گوشت دفن کرنا اشاعت مال ہے اور حرام ہے۔

(۳) مروجہ تعزیہ داری حرام ہے، اس مسئلہ کا تفصیلی حکم اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب رسالہ تعزیہ داری میں ہے۔ ایسا حکم دینے والا مجرم اور گنہگار ہے۔

(۴) اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے حال پر رحم کرے، سب مل کر ایک برائی کا دروازہ کھولتے ہیں اور پھر برائی ہو جاتی ہے تو سزا دیتے ہیں، لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا حضور شوہر کے بھائی کے بارے میں کیا حکم ہے، یعنی عورت اس سے پردہ کرے یا نہ کرے، تو آپ نے فرمایا ”الحمو الموت“ شوہر کا بھائی تو موت ہے۔ یعنی اس سے پردہ پر بیزار اور علیحدگی تو عورت پر ضروری ہے ورنہ گناہ میں مبتلا ہو جائے گی، آج کل رسول اللہ ﷺ کے اس حکم پر مسلمانوں نے عمل کرنا چھوڑ دیا ہے اور شوہر کے بھائیوں کو کھلی چھوٹ دے دی ہے تو ان معاشرتی برائیوں کو بھگتنا پڑ رہا ہے، بیچ گھر والوں کو مجبور کریں کہ وہ ایسا سخت انتظام اور نگرانی کریں کہ عورت اور اس کے شوہر کا بھائی آمنے سامنے نہ ہو سکیں، اگر اس کے لیے مرد کو گھر سے نکالنا پڑے تو یہ بھی کریں کہ اس کا رہن سہن علیحدہ کر دیں اور عورت کی بھی کڑی نگرانی کریں بلکہ شوہر اس کو اپنے ساتھ ہی رکھے اور اس سے توبہ واستغفار کرائیں اور عہد لیں کہ آئندہ ایسا نہیں کروں گی اور ان کا حقہ پانی کھول دیں، ان سے کوئی مالی جرمانہ نہ لیں کہ یہ حرام ہے۔

ہندہ کی بات خود اس کے حق میں سچ مانی جائے گی اگر اسلامی شریعت کا حکم نافذ ہو تو وہ سنگ سار کر دی جاتی۔ لیکن شوہر کا بھائی جب انکار کر رہا ہے تو اس کو الزام نہیں دیا جاسکتا، اس کا علاج وہی ہے جو اوپر مذکور ہوا، زید اگر اس لڑکے سے انکار نہیں کرتا تو شرعاً لڑکا اسی کا ہے، حضور ﷺ نے فرمایا ”الولد للغرائس وللعاقر الحجر“ لڑکا شوہر کا ہے اور قرانی کے لیے پتھر ہے۔

اور شوہر اس سے انکار کرتا ہے تو ہندہ اس کی ذمہ دار ہے وہ پرورش کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ضلع مکیو پی، ۲۵ ربیع الآخر ۱۴۱۵ھ

(۲۸-۳۰) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسائل ذیل میں کہ

(۱) زید کہتا ہے کہ فتاویٰ رضویہ باب الجمعہ میں جو شہر کی تعریف کی ہے جس کو ظاہر الروایہ کہا گیا ہے وہ درحقیقت مصر عرنی کی تعریف ہے، مصر شرعی کی تعریف تو وہی ہے جو شارح وقایہ حضرت صد الشریعہ وغیرہ نے اختیار فرمائی ہے یعنی ”ما لا یسع اکبر مساجدہ اہلہ المکلفین بہا“۔

(۲) زید نے اپنے ایک بیان میں ”انا المؤمن حقاً“ کہا، بکرنے اس پر اعتراض کرتے ہوئے کہا کہ ”انا المؤمن حقاً“ سے یہ ظاہر ہوا کہ صرف آپ ہی مسلمان ہیں اور کوئی مسلمان نہیں، زید کہتا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ میں مسلمان ہی ہوں کا نہیں، یعنی زید مسند الیہ کو مسند میں محصور مان رہا ہے مگر

بکرمند کو مسند الیہ میں محصور کر رہا ہے جواب یا صواب کی زحمت کریں۔

(۳) التعقیب الجلی علی المولوی ریاست علی اور جامع الفتاویٰ مستبر کتابیں ہیں یا نہیں۔
المستفتی: عتیق الرحمن سیفی راپور

الجواب

(۱) ہمارے نزدیک زید کی یہ موشگافی متدرجہ ذیل وجوہ سے غلط اور بے فائدہ ہے:
(الف) فتاویٰ رضویہ باب الجمعہ میں شہر کی جو تعریف ظاہر الروایہ کہہ کر نقل کی گئی ہے وہ کسی لغت یا جغرافیہ یا زبان و بیان کی کتب کا مسئلہ نہیں وہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی ان چھ کتابوں کا ایک شرعی مسئلہ ہے جن کو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے خاص امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کے نقل کے لیے تصنیف کیا ہے۔ علامہ ابن عابدین شامی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

وکتب ظاہر الروایۃ منا وأنت بالاصول ایضاً

صنفها محمد الشیبانی حرر فیہا مذهب النعمانی

تو مذہبی کتاب کے مذہبی اور شرعی حکم کو عرفی قرار دینا وہ بھی بغیر حوالہ اور دلیل و ثبوت کے نرا حکم

اور بے بنیاد بات ہے۔

(ب) امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے اب تک سیکڑوں ائمہ اعلام وفقہائے کرام (جن کی تھوڑی تفصیل اور کتابوں کا حوالہ فتاویٰ رضویہ باب الجمعہ صفحہ ۶۹۳ میں ہے) نے اس کو اصح راجح قابل اعتماد فرمایا اسی کو صحت جمعہ کے لیے شرط قرار دیا، اسی کے بارے میں فرمایا ہے۔ ہمارے نزدیک ظاہر المذہب ہے، ایسی تعریف کو بیک جنبش قلم شرع کے دائرے سے نکال کر عرف کے خانہ میں ڈال دینا غیر معقول اور لائینی بات ہے۔

(ج) جس تعریف کو زید نے شرعی قرار دیا علمائے محققین نے اس کو غیر صحیح قرار دیا، مجمع الانہر میں

ہے ”وقیل قالہ صاحب الوقایہ صدر الشریعہ وغیرہما ما لو اجتمع اہلہ فی اکبر مساجدہ لا یسعہم وھوا اختیار الثلجی وانما اورد بصیغہ التمریض لانہم قالوا ان هذا الحد غیر صحیح عند المحققین“ (مجمع الانہر: باب الجمعة، ۲۰۸/۱)

یہ ایسی تعریف ہے کہ اس کی بنیاد پر مکہ و مدینہ ہی شہر نہیں رہے۔

نکتہ شرح منیہ میں ہے:

”اختلفوا فی تفسیر المصر اختلافا کثیرا والفصل فی ذلك ان مکة والمدینة

مصران تقام بهما الجمعة من زمن النبي ﷺ الى اليوم فكل موضع كان مثل احدهما فهو مصرو كل تفسير لا يصدق على احدهما فهو غير معتبر حتى التعريف الذي اختاره جماعة من المتأخرين كصاحب المختار والوقايه وغيرهما وهو مالواجمت اهل في اكبر مساجده لا يسعهم فانه منقوض بهما ذ مساجد كل منهما يسع اهل و زيادة۔

(غنية المستعمل: فصل في صلاة الجمعة. ۵۵۰)

مصر کی مختلف تعریفیں بیان کی گئی ہیں، اس بارے میں قول فیصل یہ ہے کہ مکہ و مدینہ دو ایسے شہر ہیں جہاں عہد رسالت سے ہی جمعہ ہوتا رہا ہے، تو جو شہر ان میں سے کسی ایک جیسا ہو وہاں جمعہ جائز ہونا چاہئے اور مصر کی ایسی تعریف غیر معتبر ہوگی جو ان پر صادق نہ آئے، اور اکبر مساجد والی تعریف مکہ و مدینہ پر صادق نہیں آتی کہ وہ دونوں مسجدیں تمام مکلفین کے آجانے کے بعد بھی خالی رہتی ہیں۔ تو یہ کتنی بڑی زیادتی ہے کہ جو تعریف محققین کے نزدیک صحیح نہ ہو سکی جس کی بنیاد پر خود مکہ و مدینہ ہی شہریت سے خارج ہو جاتے ہیں وہ تو شرعی تعریف ہے، اور جو تعریف صحیح، ظاہر الدلیہ، ظاہر المذہب، مکہ و مدینہ کی شہریت کی ضامن ہو وہ عرفی ہو کر نکال باہر کر دی جائے، ان لله وانا الیہ راجعون۔

(۵) اور اگر بطور حتم زید کی خاطر اس تعریف کو عرفی مان بھی لیں تو صرف عرفی ہونے کی وجہ سے اس کی سند اور اعتبار میں کوئی فرق نہیں پڑیگا،

حضرت علامہ ابن نجیم رحمۃ اللہ علیہ الاشباہ والنظائر میں فرماتے ہیں: "اعلم ان اعتبار العادة والعرف ترجع الیہ فی الفقہ مسائل كثيرة حتى جعلوا ذالك اصلاً"

عادت اور عرف کے اعتبار کو فقہ کے کثیر مسائل میں دخل ہے اسی لیے اس کو بھی فقہی اصل میں شامل کیا گیا تو یہ تعریف عرفی ہو کر بھی معتبر رہے گی اور ائمہ احناف نے صحت جمعہ کے لیے منصوص طور پر اسی کو شرط قرار دیا تو زید و عمر یا خالد، ولید کو کوئی حق نہیں ہو چلتا کہ اس کو عرفی کہہ کر بے اعتبار ظہرائیں یہ بات تو جب ہوتی کہ مسئلہ یوں ہوتا کہ صحت جمعہ کے لیے شہر کا شرعی ہونا شرط ہے تو ہم کو گنجائش شرعی اور عرفی کی تفریق پیدا کرنے کی ملتی، اب ہمیں کہنے کے لیے کچھ باقی نہیں رہ گیا اس لیے یہ بحث بے فائدہ اور فضول ہے۔

(۲) مختصر المعانی صفحہ ۶ میں ہے:

"الشأنی یعنی اعتبار تعریف الجنس قد يفيد قصر الجنس على شئ تحقيقا نحو زيد الامير اذالم يكن اميرا سواه او مبالغة لکماله نحو عمرو الشجاع - الحاصل ان المعروف

بلام الجنس اذا كان مبتداً فهو مقصور على الخبر وان جعل خبراً فهو مقصور على المبتداء وقوله يفيد بلفظ قد اشارہ الى انه قد لا يفيد القصر كما في قدال الخنساء اذا قبح البكاء على قتيل وأيت بكائك الحسن الجميلاً"

اس حوالہ کی روشنی میں یہ مطلب بھی ہوگا کہ میں بلاشبہ مسلمان ہوں بلا افادہ قصر۔ اور قصر کا افادہ ہو تو بیکر کی بات صحیح ہے کہ خبر کے معرف ہونے کی وجہ سے ایمان پر مقصور ہوگا یعنی میں ہی مسلمان ہوں لیکن یہ قصر حقیقی نہ ہوگا ورنہ کذب ہو جائے گا بلکہ قصر ادعائی بطور مبالغہ ہوگا یعنی میرا ایمان کامل ہے کیونکہ احناف کے نزدیک تصدیق میں نقصان دہی ہو تو ایمان ہی نہ رہے گا۔

(۳) مجھے ان دونوں کتابوں سے واقفیت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوڑی ۱۲ رجب المرجب ۱۴۱۵ھ

(۳۱) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

کہ ایک مولانا کسی بستی میں گئے، جمعہ کا دن تھا مسجد کے امام نے جمعہ کی فرض نماز پڑھائی مولانا نے بھی جماعت میں شریک ہو کر نماز پڑھ لی، نماز ختم ہوتے ہی مولانا نے لوگوں سے بستی کے متعلق کچھ پوچھنا چھ کرنے کے بعد کہا کہ اس بستی میں جمعہ جائز ہونے میں مجھے شک ہے، لہذا ہمیں احتیاطی ظہر پڑھ لینی چاہئے۔ یہ کہہ کر مولانا نے اسی وقت اسی مسجد میں جمعہ کے فرض پڑھ لیے جانے کے فوراً بعد ظہر کی فرض نماز جماعت کے ساتھ اپنی امامت میں پڑھائی مولانا کا یہ فعل کیا ہے۔

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ تو فرماتے ہیں کہ جن بستیوں میں جمعہ ہوتا ہے اگر مسئلہ اختلافی ہو بھی تو اب اس کو روکنا نہیں چاہئے، دوسرے آپ کا فرمان یہ بھی ہے کہ ظہر احتیاطی عوام کو نہیں پڑھنی کیونکہ وہ اس کی نیت کرنے کے صحیح طریقہ سے واقف نہیں ہوتے، صرف خواص اپنے طور پر چہا پڑھ سکتے ہیں اور جن شہروں میں جمعہ شرعاً واجب ہے وہاں ظہر کی فرض نماز مسجد تو کیا کہیں دوسری جگہ بھی جماعت سے پڑھنے کا حکم نہیں ہے، مگر یہاں تو اسی مسجد میں جس میں چند لمحے پہلے جمعہ کے فرض پڑھے جا چکے تھے جماعت کے ساتھ ظہر کی فرض نماز پڑھی گئی۔ جواب صائب سے ممنون فرمائیے گا۔ بیوا تو جروا۔

اے، ایم، رحمت

الجواب

فتاویٰ رضویہ کے غائر مطالعہ کے بعد میں بھی اسی نتیجہ پر پہنچا جو آپ نے اپنے سوال میں بیان کیا ہے کہ یہ منفرد پڑھی جائے گی، جماعت کے ساتھ نہیں صرف خواص پڑھیں گے عوام کو اس کی خبر بھی نہ

دی جائے گی اور یہ وہیں پڑھی جائے جہاں جمعہ کے وجوب میں شبہ ہو اور وہاں جمعہ قائم ہو۔

اور میں اسی کے موافق جواب دیتا آیا ہوں۔ پانچ سات سال پہلے بھی ایک جگہ سے سوال آیا، صاحب معاملہ مرحوم میرے مخلصین میں سے تھے میں نے ان سے استھواب کیا انھوں نے کوئی جواب نہیں دیا تو میں نے یہی حکم لکھا کہ ایسا کرنا غلط ہے۔ پھر اسی سال ہمبر پور سے ایک سوال مفتی جلال الدین صاحب کے فتوے کے ساتھ آیا، میں نے ان سے بھی استفسار کیا۔ ان کا جواب آیا کہ اگر اعلیٰ حضرت نے کہیں ایسا لکھا ہو کہ یہ نماز باجماعت جائز نہیں تو میں اپنے فتویٰ سے رجوع کر لوں گا۔ میں نے ان کو ایک طویل تحریر لکھی جس کا کوئی جواب نہ ملا، کئی مہینہ کے بعد ان سے ملاقات ہوئی تو میں نے ان سے خط کے بارے میں تذکرہ کیا انھوں نے کہا کہ خط نہیں ملا اس کی دوسری نقل بھیج دیجئے۔ ہم نے کہا کہ اصل ہی لکھنا بڑا مشکل ہوتا ہے۔ ہم پرانے لوگوں کے یہاں خط کی نقل کا کوئی اہتمام نہیں اس پر وہ مطمئن ہو گئے پھر دو تین مہینہ کے بعد ہماری ان کی ملاقات ہوئی اس دوران کاغذات میں وہ مسودہ مل گیا تھا میں نے کہا وہ مسودہ تو مل گیا ہے اگر میں دوبارہ بھیج دوں تو ملنے کی کیا گارنٹی ہے۔ انھوں نے فرمایا میرا لڑکا کسی کام سے گھوسی جائے گا تب آپ انھیں کے بدست دے دیجئے گا۔ لگ بھگ چھ مہینے ہو گئے اب تک تو کوئی آیا نہیں۔ آپ کا یہ سوال دیکھ کر خیال ہوا کہ آپ کو ہی اس کی نقل بھیج دوں کل کافی تلاش کیا لیکن پھر وہ خط نہیں ملا، فی الحال میں اس بات میں آپ سے متفق ہوں کہ ان مولوی صاحب کو ایسا نہیں کرنا چاہئے تھا بعد میں پتہ چلا کہ علمائے بریلی بھی ایسی جگہوں پر دوبارہ جماعت قائم کرنے کا حکم دیتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ۱۲ اشوال المکرم ۱۳۵۵ھ

ما قولکم رحمکم اللہ

(۱) مولانا نور الحسن نوری جو دارالعلوم غوثیہ تیغیہ رسول آباد کے صدر مدرس اور شیخ الحدیث بھی ہیں انھوں نے ایک پوسٹر بنام ضروری مسائل شائع کیا جس میں یہ عبارت نقل کی دیہات میں جمعہ جائز نہیں (عامہ کتب) لیکن اگر عوام پڑھتے ہوں تو انھیں منع نہ کیا جائے (فتاویٰ رضویہ ۳) چونکہ دیہات میں جمعہ جائز نہیں اس لیے دیہات میں جمعہ پڑھنے سے اس دن کی نماز ظہر ساقط نہیں ہوتی لہذا دیہات میں جمعہ پڑھنے کے بعد چار رکعت ظہر فرض پڑھنا ضروری ہے (عامہ کتب) آیا یہ عبارت صحیح ہے کہ نہیں دیہات میں جمعہ پڑھنے کے بعد فوراً اسی مصلیٰ پر ظہر باجماعت کے ساتھ پڑھ سکتا ہے کہ نہیں، اور جس امام نے دیہات میں جمعہ پڑھایا ہے۔ پھر وہی امام بلا تکبیر کے اسی مصلیٰ پر ظہر کی امامت کر سکتا ہے کہ نہیں؟

(۲) مذکورہ مدرسہ کے متصل ایک مسجد ہے اس مسجد میں قریب پانچ سال سے جمعہ کی نماز ہوتی

تھی مگر مذکورہ مدرسہ کے پرنسپل نے جمعہ بند کر کے ظہر جماعت کے ساتھ پڑھنا شروع کر دیا، جب سوالات ہوئے تو جواب میں پرنسپل صاحب نے کہا کہ چونکہ یہ مسجد نہ امام اعظم علیہ الرحمۃ کے قول کی بنا پر شہر میں ہے نہ ہی امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے قول کی بنیاد پر اس لیے یہاں جمعہ درست نہیں ظہر پڑھنا چاہئے، حالانکہ مولانا مذکور اس سے قبل اس مسجد میں جمعہ پڑھتے تھے، تو جواب دیا کہ جب علم ہوا تو عمل کر نے لگا آیا یہ عمل مولینا کا درست ہے کہ نہیں؟ وہاں پر ظہر ہی پڑھیں، چونکہ اس مسجد میں صرف مدرسہ کے طلبہ اور انٹر کالج کے طلبہ اور کچھ ۶/۵ آدمی باہری بھی جمعہ کو شرکت کرتے ہیں لیکن مسجد کا پیٹ کبھی نہیں بھرا ہمیشہ چار صف سے زیادہ نہیں ہوئی مولینا کے اس فعل کی بنا پر کچھ علاقہ میں شور و غل ہوا جس میں کچھ نام نہاد مولوی بھی پیش پیش ہیں آیا ان لوگوں پر کیا حکم شرع کا ہے۔

(۳) دریں اثناء مولینا اور لیس رضا حشمتی بھی تشریف لائے ان کے سامنے ان مولویوں نے مسئلہ پیش کیا اس پر مدرسہ کے پرنسپل و شیخ الحدیث مولینا اور لیس صاحب سے ملنے گئے تو انھوں نے کہا کہ آپ نے ایسا پوسٹر کیوں نکالا جب کہ صدر الشریعہ، حافظ ملت، مارہرہ شریف میں، گھوسی میں مبارکپور میں جمعہ قائم کیا اور خود پڑھتے پڑھاتے رہے کیا ان کو اس مسئلہ کا علم نہیں تھا کیا آپ ہی ایک عالم ہیں جب کہ اس وقت گھوسی مبارکپور مارہرہ دیہات تھا اس پر پرنسپل صاحب نے دلیل طلب کی تو بگڑ کر کہنے لگے کہ آج بھی مذکورہ جگہوں میں جمعہ ہو رہا ہے یہی دلیل ہے، اس پر پرنسپل صاحب نے کہا کہ صدر الشریعہ نے بہار شریعت میں لکھا ہے اور فتاویٰ رضویہ فتاویٰ فیض الرسول، ہدایہ وغیرہ میں یہ مسئلہ ہے تو آخر مذکورہ بزرگوں کے قول و عمل میں تطبیق کی کیا صورت ہے؟

(۴) مولینا اور لیس رضا صاحب کے قول کی بنا پر چند مولویوں نے اس مسئلہ کو اس قدر اچھا لیا کہ ہے کہ علاقہ میں اب یہ شہرت ہے کہ پرنسپل کو کچھ نہیں آتا اس لیے غلط فتویٰ دیا۔ پوسٹر نکال دیا۔ حالانکہ پرنسپل کے پاس دلائل بھی ہیں مدرسہ کے پرنسپل نے ایک جگہ یہ مسئلہ تقریر میں بیان بھی کیا کہ جہاں جمعہ قائم ہے۔ وہاں جمعہ توڑنا نہ جائے مگر دیہات میں ظہر ضرور پڑھ لی جائے جس پر ایک گاؤں میں عمل بھی ہو کہ جمعہ کے بعد ظہر بھی جماعت کے ساتھ ہوئی اس پر علاقہ میں کچھ شور و غل ہوا ہے آیا یہ مذکورہ مسائل واقوال درست ہیں، جن لوگوں نے اس مسئلہ پر شور و غل کیا ان پر شریعت کا کیا حکم ہے؟ مولینا اور لیس رضا کا قول درست ہے کہ پرنسپل اپنے پوسٹر سے رجوع کریں، مولینا اور لیس رضا صاحب نے مزید چند مثالیں دیں کہ اعلیٰ حضرت نے تو یہ بھی لکھا ہے کہ مزار پر صرف ایک چادر چڑھا سکتے ہیں، فاسق کی نماز درست نہیں، تو اس کے لیے بھی پوسٹر نکالو اور فتاویٰ رضویہ لے کر گھومتے رہو، کون سنتا ہے تمہاری، مگر پرنسپل ادب

کی بنیاد پر خاموش سنتے رہے کوئی جواب نہیں دیا اگر جواب دیتے بھی تو اس پر مولانا سخت انداز میں بولنے لگے تھے جس کہ وجہ سے مولانا کی عزت پر کافی دھبہ عوام کی نظر میں تھا، حضور سے گزارش ہے کہ مذکورہ مسائل کا جواب مفصل اور مدلل مع صفحہ جواب عنایت فرما کر شکر یہ کا موقع عنایت فرمائیں عین کرم ہوگا۔

(۵) مدرسہ کے متصل ایک عید گاہ بھی ہے جس میں آج قریب پچاس سال سے عید کی نماز ہوتی چلی آرہی ہے اس مسئلہ پر یہ مسئلہ کھڑا ہوا کہ جب جمعہ نہیں تو عید بھی درست نہیں اس پر مدرسہ کے پرنسپل نے یہ جواب دیا کہ جمعہ نہ ہونے پر ظہر ہے اور عید کے نہ ہونے پر کوئی مقابل نہیں اور عیدین کے متعلق شدید خطرہ ہے، اس لیے عید پڑھ سکتے ہیں، دوسرا جواب یہ دیا کہ چوں کہ امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے قول کے بنا پر جس عید گاہ میں اس قدر آدمی آئیں کہ وہ ان کے لیے ناکافی ہو تو وہ شہر ہے، اس عید گاہ میں ۱۲ گاؤں کے لوگ آتے ہیں اور وہ ان کے لیے ناکافی بھی پڑتی ہے اس لیے عید پڑھ سکتے ہیں آیا یہ جواب کہاں تک درست ہے۔ بیوقوف تو جروا

الجواب

(۱) فتاویٰ رضویہ جلد سوم باب الجمعہ کے مطالعہ سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ بستیوں کی تین قسمیں ہیں (الف) وہ کوردہ جو نہ امام اعظم کی راج اور صحیح تہذیب پر شہر قرار دیئے جاسکتے، نہ امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کی روایت نادرہ کی بنا پر شہر قرار دیئے جاسکتے ہیں، ایسی جگہ کے بارے میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: جہاں جمعہ بحسب مذہب بلاشبہ ناجائز و باطل ہے جیسے وہ کوردہ جو کسی روایت مذہب پر مفسر نہیں ہو سکتے وہاں ظہر آپ ہی عیناً فرض ہے۔ اور جمعہ پڑھوانے اور چار رکعت احتیاطی بتانے کی اصلاً گنجائش نہیں۔ (فتاویٰ رضویہ سوم صفحہ ۲۳ پاکستان)

ایسی جگہ جمعہ کی جماعت قائم کرنے پر اپنے متعدد گناہوں کے ارتکاب کا حکم دیا ہے چنانچہ آپ فرماتے ہیں: ایسی جگہ جمعہ یا عیدین پڑھنا مذہب خفی میں گناہ ہے نہ ایک گناہ بلکہ چند گناہ۔

اولاً جب نماز جمعہ و عیدین وہاں صحیح نہیں تو یہ ایک امر غیر صحیح میں مشغولی ہے اور یہ ناجائز ہے۔

فی الدور المختار تکرہ تحریماً لانه اشتغال بما لا یصح لان المصر شرط الصحة

(کتاب الصلاة. باب العیدین. ۴۳/۳)

ثانیاً: اس امر ناجائز کو یہ قصد و نیت فرض و واجب ادا کیا، یہ مفسد عقیدہ ہے۔

او صواباً بترك التزام المستحب اذا خيف ان يظنه العوام واجبا

ثالثاً: جب واقع میں وہ نماز جمعہ نہ تھی تو ایک نماز قفل ہوئی کہ باجماعت و اعلان و تداعی ادا کی گئی

یہ ناجائز ہے۔ فی رد المحتار و هو نفل مکروه لادائه بالجماعة۔

رابعاً: جمعہ میں اس کے سبب جو ظہر نہ پڑھیں وہ ترک فرض کے مرتکب ہوئے اور ظہر تہماً تہماً پڑھیں تو ترک جماعت کے مرتکب ہوئے اور دونوں گناہ ہے۔ (ملخصاً فتاویٰ رضویہ سوم صفحہ ۷۲۶)

اقول: جس صورت میں جمعہ کے بعد احتیاطی ظہر کا حکم دیتے ہیں وہاں فرماتے ہیں: ہاں وہ نرے جاہل عامی لوگ کہ تصحیح نیت پر قادر نہ ہوں یا ان رکعت کے باعث رسماً جمعہ کو غیر فرض یا جمعہ کے دن دو نمازیں فرض سمجھنے لگیں۔ انھیں ان رکعات کا حکم نہ دیا جائے گا بلکہ اس کی ادا پر مطلع نہ کیا جائے کہ "مفسدہ اعظم و اشد کادفع اعلیٰ و اہم" ہے (رضویہ سوم صفحہ ۶۹۵) تو جب جمعہ اور ظہر دونوں ایک مصلے پر ہی باجماعت پڑھی جائے گی تو "عوام کا لانعام" کو جمعہ کے دن دو نمازوں کے فرض ہونے کا گمان نہ ہوگا؟ جس کو اعلیٰ حضرت مفسدہ اشد و اعظم فرماتے ہیں اسی لیے ایسی جگہوں کے بارے میں صرف ایک حکم ہی دیا ہے فرماتے ہیں: جہاں یہ بھی نہ ہو (یعنی کسی روایت مذہب پر وہ جگہ شہر نہ ہو) وہاں پر ہرگز نماز جمعہ خواہ عید خفی مذہب میں جائز نہیں ہو سکتا ہے بلکہ گناہ ہے (رضویہ سوم صفحہ ۷۲۲) دوسری جگہ اس سوال کے جواب میں کہ ایسے کوردہ میں اقامت جمعہ کے بعد چار رکعت اس خیال سے پڑھیں کہ جمعہ نہ ہوگا تو یہ ظہر کے قائم مقام ہو جائیں گے فرماتے ہیں گاؤں میں جمعہ اصلاً ناجائز نہیں تو وہاں اس امر کی اجازت نہیں ہو سکتی کہ ایک ناجائز کام کریں اور ان چار رکعت احتیاطی سے اس کی تلافی چاہیں۔ (حوالہ مذکورہ بالا صفحہ ۷۰۴)

تفصیلات بالا سے یہ ظاہر ہوا کہ ایسی بستیوں میں جمعہ کے دن بھی صرف اقامت ظہر کا حکم ہے نیا جمعہ قائم کرنا یا پہلے سے قائم شدہ کی جماعت میں شریک ہونا یا اس میں امامت کرنا یا اس کے جواز کا فتویٰ دینا ناجائز و معصیت ہے مگر جاہل عوام اگر پڑھتے ہوں تو انھیں منع کرنے کی ضرورت نہیں (... صفحہ ۷۲۱)

(ب) ایسی بستیاں جن پر قاضی ابو یوسف کی روایت نادرہ والی مصر کی تعریف صادق آتی ہے "ان کان اہلہا بحیث لو اجتمعوا فی اکبر مساجلہم لا یسعہم"

استدراک: اس تعریف کی توضیح میں سائل کو غلط فہمی ہوئی کیوں کہ ان کی تحریر سے یہ سمجھ میں آرہا ہے کہ ان کے نزدیک حاضر مصلیوں کی مقدار پر مدار ہے اگر ان سے مسجد بھر گئی تو وہ جگہ شہر ہو گئی اور نہ بھری تو شہر نہیں چاہے مصلی ایک بستی کے ہوں یا دس بستی کے جس میں تو انھوں نے رسول آباد کی ایک مسجد کے پیٹ نہ بھرنے کی وجہ سے اس کو شہر قرار دینے سے انکار کر دیا اور اسی بستی کی عید گاہ کا پیٹ بھر جانے کی وجہ سے اس کو شہر کیا حالانکہ وہاں نماز پڑھنے والے ۱۲ گاؤں سے آتے ہیں جس سے یہ قیاحت لازم آتی ہے کہ ایک ہی

بستی ایک ہی وقت میں شہر بھی ہے اور دیہات بھی یہ قیاحت مذکورہ بالا تعریف نادارہ کا صحیح مطلب نہ سمجھنے کی وجہ سے ہوئی۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا یہ مطلب واضح فرمایا ہے بعض علماء نے جو یہ روایت اختیار کی ہے اس میں بستی کی مردم شماری مقصود نہیں بلکہ خاص وہ لوگ جن پر جمعہ فرض ہے یعنی مرد عاقل بالغ مقیم۔ (ص ۷۰۴) تنویر البصار میں ہے ”وہو ما لا یسع اکبر مساجد اہلہ المکلفین بہا“ (شامی جلد اول صفحہ ۵۱۶)

شرح وقایہ وغیرہ میں ہے ”ہو مالو اجتماع اہلہ فی اکبر مساجد ہم لا یسعہم“ (بحوالہ فتاویٰ رضویہ ص ۷۳۵)

کتاب فقہ و فتاویٰ کی مندرجہ بالا عبارتوں سے ظاہر ہے کہ اس تعریف میں شہریت کا مدار بالفصل حاضر مصلیوں کی تعداد نہیں بلکہ پوری بستی کے مکلف مردوں کی تعداد ہے، اگر ان کی تعداد اتنی ہے کہ بستی کی بڑی سے بڑی مسجد ان کے لیے تنگ ہو تو وہ بستی شہر ہے ورنہ دیہات، پس صورت مذکورہ میں صرف حاضر ہونے والے مصلیوں کی تعداد کے اعتبار سے اس کو دیہات قرار دینا صحیح نہ ہو عین ممکن ہے کہ بستی میں مزید اتنے مکلف مرد ہوں کہ وہ سب آجائیں تو مسجد تنگ پڑ جائے، پھر شہریت کے فیصلہ کے لیے ترازہ مسجد کی تنگی و کشادگی کو معیار بنانا تب صحیح ہوگا کہ وہ مسجد بستی کی سب سے بڑی مسجد ہو ہر مسجد کو معیار نہیں بنایا جاسکتا بصورت دیگر اس کی کشادگی اور تنگی کو معیار بنانا بھی غلط ہوگا اسی طرح عید گاہ کے حاضر مصلیوں پر تنگ ہونے کی وجہ سے اس کو شہر قرار دینا بھی غلط ہے کیوں کہ معیار تو گاؤں کی سب سے بڑی مسجد ہے نہ کہ عید گاہ اور وہیں کے مقیم غیر معذور مکلف مردوں کی تعداد ہے نہ کہ دوسری بستیوں کے آدمیوں کی تعداد تو پرنسپل صاحب کے دونوں ہی فیصلے غلط ہو سکتے ہیں یہ تو ایک جملہ معترضہ تھا اب ہم پھر اپنے سلسلہ بیان کی طرف لوٹتے ہیں بستی نمبر (ب) کے احکام مندرجہ ذیل ہیں۔

(الف) ایسی بستیوں میں احناف کے اصل مذہب کی رو سے جمعہ جائز نہیں اس لیے ایسی بستی میں ہم خود جمعہ قائم نہیں کریں گے اگر ہم سے کوئی فتویٰ پوچھے گا تو ہم یہی حکم دیں گے کہ یہاں جمعہ قائم کرنا جائز نہیں۔ (ب) ایسی بستی میں چوں کہ روایت نادارہ کی بنا پر جمعہ صحیح ہوتا ہے، اور متاخرین کی ایک جماعت نے اس پر فتویٰ دیا ہے اس لیے قائم کرنے والوں کو ہم منع نہیں کریں گے۔

(ج) ایسی بستیوں میں جمعہ پڑھنے والے خواص بعد جمعہ چار رکعت ظہر احتیاطی اس نیت سے ادا کریں کہ جو آخری ظہر مجھے ملی اور میں نے اب تک ادا نہ کی ہے پڑھ رہا ہوں، یہ نماز مفرداً بلا جماعت پڑھی جائے گی اور عوام کو اس کی خبر نہ کی جائے گی، اب ہم بالترتیب حوالے پیش کرتے ہیں۔

(الف) نہ ہم اس کے خلاف عمل کر سکتے ہیں نہ زہار زہار مذہب ائمہ چھوڑ کر دوسری بات پر فتویٰ دے سکتے ہیں۔ ہاں ہم سے جب سوال کیا جائے گا تو وہی کہا جائے گا جو اپنا مذہب ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ص ۷۳۶)

(ب) جس گاؤں میں یہ حالت پائی جائے اس میں اس روایت نادارہ کی بنا پر جمعہ وعیدین ہو سکتے ہیں اگرچہ اصل مذہب کے خلاف ہے (ایضاً صفحہ ۷۳۲) مگر دربارہ عوام فقیر کا طریق عمل یہ ہے کہ ابتداء بخود انھیں منع نہیں کرتا نہ انھیں نماز سے باز رکھنے کی کوشش پسند کرتا ہے، ایک روایت پر صحت ان کے لیے پس ہے وہ جس طرح خدا اور رسول کا نام لیں غیبت ہے۔ (صفحہ ۷۳۶)

(ج) وہ شہر و قصبات جن میں شرائط جمعہ کے اجتماع میں اشتباہ واقع ہو ایسی جگہ ہمارے علمائے کرام نے حکم دیا ہے کہ چار رکعت احتیاطی اس نیت سے ادا کرے، وہ کچھلی ظہر جس کا وقت میں نے پایا اور اب تک ادا نہ کی۔ (ص ۷۰۱)

علماء نے فرمایا کہ ایسے لوگوں (عوام) کو ان رکعتوں کا حکم نہیں دیا گیا ان کے حق میں یہی بہتر ہے کہ بعض روایتوں پر ان کی نماز ٹھیک ہو جائے ہاں خواص یہ احتیاط بجالائیں تاکہ یقیناً فرض خدا ادا ہو جائے (صفحہ ۷۰۲) یہ فرض احتیاطی بہ جماعت نہیں ہوتے مفرداً بہت آخر ظہر پڑھے جاتے ہیں وہ بھی صرف خواص کے لیے عوام کو نہ بتائے جائیں۔ (ص ۷۰۹)

مذکورہ بالا تفصیلات کی روشنی میں آپ اپنے سوالات کا جواب نکال سکتے ہیں مثلاً بستی پہلی قسم کی ہو یا دوسری قسم کی اگر عوام پہلے وہاں جمعہ پڑھ رہے تھے اور ان کو اشتہار نکال کر روکا گیا تو یہ ایک نامناسب کام ہوا پہلی قسم کی بستی تھی اور عوام وہاں پہلے سے بنام جمعہ نماز پڑھتے تھے تو کو ابتداء انھیں روکنا مناسب نہ تھا لیکن جماعت بحکم شرع ناجائز تھی اس لیے کسی عالم کا اس میں شریک ہونا یا اس کی امامت کرنا کسی طرح جائز نہ تھا لا علمی کی اور بات ہے اور بستی دوسری قسم کی تھی تو عالم کو اس میں بھی شریک نہ ہونا چاہئے تھا اور شریک ہو تو ظہر احتیاطی تھا پڑھنا چاہئے جماعت نہیں۔

(ج) تیسری قسم کی وہ بستی ہے جس میں متعدد کوچے ہوں دواہی بازار ہوں اور وہ پرگنہ ہو کہ اس کے متعلق دیہات گنے جاتے ہوں اور اس میں کوئی حاکم مقدمات رعایا فیصل کرنے پر مقرر ہو جس کی شوکت و حشمت اس قابل ہو کہ مظلوم کا انصاف ظالم سے لے سکے ایسی بستی میں اصل مذہب کی بنا پر اقامت جمعہ فرض ہے۔

اب صرف ایک بات رہ گئی ہے یعنی ایک بیرونی عالم صاحب کی پرنسپل صاحب کو زبردستی اور

اس کے لیے مبارکپور گھوسی اور مارہرہ شریف کی بستیوں سے سند لانا بھی ان کی غلط فہمی ہے ان بستیوں پر شہر کی دوسری شرائط از قسم متعدد کوچے اور دوامی بازار ہونا تو صادق آ رہی ہیں رہ گئی تیسری شرط باختیار حاکم کا ہونا جو مظلوم کا ظالم سے انصاف کر سکے گھوسی تو اس میں صد ہا سال سے شہر ہے یہ مقام پرگنہ اور تحصیل ہے یہاں پہلے صرف تحصیل دار ہوتا تھا جو مقدمات فیصل کرنا تھا اب تو ڈپٹی بھی ہفتہ میں دو دن یہاں مقدمات دیکھتا ہے تو اس کی شہریت میں کیا شبہ؟ مبارکپور میں ہمارے عنفوان شباب میں اور اس سے پہلے بھی کچھری قائم تھی اور اس کے لیے آنریری مجسٹریٹ مقرر تھے جو باقاعدہ مقدمات فیصل کرتے تھے تو وہ بھی بہت دنوں سے شہر ہو چکا ہے، اور مارہرہ کے بارے میں صاحب تذکرہ مشائخ قادریہ لکھتے ہیں:

مارہرہ شریف یوپی کے ضلع سے تقریباً سولہ میل کے فاصلہ پر بجناب مغرب واقع ہے علمائے کرام، اولیائے خدام، صوفیائے عظام اہل علم و ہنر اور صاحبان صنعت و حرفت کی بستی ہے اور اپنی اسی خصوصیت کی وجہ سے اپنے ضلع کے ایک پرگنہ کا درجہ حاصل کئے ہوئے ہے (کتاب مذکورہ صفحہ ۳۲۳)

تو یہ مبارک آبادی بھی شہر ہوئی کہ اعلیٰ حضرت نے شہریت کے سلسلہ میں لفظ پرگنہ کا خاص طور سے ذکر کیا ہے تو یہ بستی بھی از روئے مذہب احناف شہر ہوئی اور یہاں بھی اقامت جمعہ صحیح ہوگی۔

مختی انور راہدایت کی واردات میں سے ہے نہ اول پر دل تنگ ہونا چاہئے نہ ثانی سے مغرور ہر چہ از دوست میرسد نیکوست۔ واللہ تعالیٰ اعلم

نوٹ:- جن مولوی صاحبان نے نفس مسئلہ میں پرنسپل صاحب کی تذلیل تجہیل کی یعنی پہلی قسم کے دیہاتوں میں قیام جمعہ کے جواز کا قول کیا اور شور و غل مچا کر فتنہ پھیلایا ان کے بارے میں اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں البتہ وہ عالم کہلانے والے کہ مذہب امام بلکہ مذہب جملہ ائمہ حنفیہ کو پس پشت ڈالنے کی تصحیحات جناب میر انور تریج و فتویٰ کو پیٹھ دیتے اور ایک روایت نا درہ مروجہ غیر صحیح کی بنا پر یہاں کے کوردہ میں جمعہ قائم کرنے کا فتویٰ دیتے ہیں ضرور مخالفت مذہب کے مرتکب اور ان جہلا کے گناہ کے ذمہ دار ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی ۱۱ رجب المرجب ۱۳۶۸ھ

(۳۲) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

ایک دیہات میں کافی دنوں سے نماز جمعہ قائم ہے لیکن عیدین کی نماز نہیں ادا کی جاتی تھی لیکن عوام کی جستجو اس طرف ہوئی کہ عیدین کی نماز گاہوں میں ادا کی جائے، اس پر علمائے کرام نے سخت مخالفت کی انہیں مخالفین میں سے ایک باصلاحیت عالم سے نماز عید پڑھنے کے لیے لوگوں نے اصرار کیا تو انہوں نے بر جستہ انکار کر دیا اور کہا کہ میں ایک ماہ رمضان کا روزہ رکھ کر اس کے بعد نماز پڑھا کر اپنے روزوں کو

برباد نہیں کر سکتا، مگر ایک سال بعد اسی عالم نے عوام کی خوشنودی کی غرض سے نماز عید پڑھا دی جب کہ ایک دوسرے عالم دین سے اس کے بارے میں مسئلہ طلب کیا گیا تو انہوں نے بتایا کہ آپ لوگ جس جگہ نماز عید ادا کرتے تھے وہیں جا کر ادا کریں نیز انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے فتاویٰ رضویہ جلد سوم میں یہ فرمایا ہے کہ زمانہ قدیم سے جہاں جمعہ و عیدین قائم ہے روکا بھی نہیں جاسکتا اور جہاں قائم نہیں وہاں قائم نہیں ہو سکتا تو یہ بات بھی حضور والا ظاہر کر دیں کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے زمانہ قدیم سے کیا مراد لیا ہے اور زمانہ قدیم کا اطلاق ایک سال یا دو سال پر بھی ہو سکتا ہے، لہذا حضور والا سے اپیل ہے کہ اس استفتاء میں مفصل طریقے سے یہ بھی بیان فرما دیں کہ اس عالم اور عوام الناس کے بارے میں کیا حکم ہے اور نیز یہ بھی بتا دیں کہ عیدین کی نماز وہاں ادا کی جائے گی یا نہیں اور جن لوگوں نے نماز عید ادا کی ہے ان کی نماز ہوئی یا نہیں۔ بنیاد تو جبر و انقضاء والسلام

امستفتی، مولوی عبد المجید رضوی مقام پوسٹ چیلواویہ بیگ بازار بہرائچ شریف (یوپی)

الجواب

حدیث شریف میں ہے "لا جمعة ولا تشریق الا فی مصر جامع" نماز جمعہ و عیدین صرف شہر میں جائز ہے، دیہات میں جائز نہیں، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شریعت میں آبادی کی صرف دو قسم مانی گئی شہر و دیہات لیکن شہر کی تعریف میں اختلاف ہونے کی وجہ سے آبادی تین قسم کی بن گئی جسکو ہم تفصیل سے ذیل میں ذکر کرتے ہیں۔

پہلی قسم کی آبادی: جہاں متعدد دگمیاں ہوں دوامی بازار ہوں اور وہ پرگنہ ہو، اس کے متعلق دیہات مانتے جاتے ہوں اور اس میں کوئی حاکم رعایا کے مقدمات فیصل کرنے کے لیے مقرر ہو جس کی شوکت و حشمت اس قابل ہو کہ وہ ظالم سے مظلوم کا انصاف لے سکے یہ شہر کی صحیح تعریف ہے۔ یہی ظاہر الروایۃ ہے۔ اور یہی ائمہ کا مذہب ہے۔ ایسی جگہ ائمہ و مشائخ علماء بالاتفاق نماز جمعہ جائز کہتے ہیں، ایسی جگہ جمعہ کے جائز و فرض ہونے میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں۔ ہمارے زمانہ میں آج کل ایسی آبادی کو تحصیل کہا جاتا ہے بعض جگہ اسی کو پرگنہ اور بہار وغیرہ میں سب ڈویژن کہتے ہیں۔

دوسری قسم کی آبادی: جہاں کے تمام مکلف مرد وہاں کی سب سے بڑی مسجد میں سامنے سکیں، قاضی ابو یوسف علیہ الرحمۃ سے نا در روایت ہے۔ اس کو بھی شہر کہا گیا ہے اور علمائے متاخرین میں سے کچھ لوگوں نے ایسی جگہ بھی جمعہ کی اجازت کا فتویٰ دیا ہے، لیکن خود ہمارے تینوں اماموں اور جمہور علماء احناف کا مسلک اس کے خلاف ہے، وہ اس کو شہر نہیں مانتے دیہات گنتے ہیں اور ایسی جگہ نماز عید ناجائز ہونے کا

فتویٰ دیتے ہیں۔

وہ لوگ شہر کی اس تعریف کو غلط محسوس اور مرجوح کہتے ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ اس دوسری جگہ جمعہ کے جواز میں اختلاف ہے، بڑا اور معتبر حصہ، علما کی جگہ یہ نمازیں ناجائز کہتا ہے، اور متاخرین کی ایک جماعت جائز۔ آبادی کی تیسری قسم: دیہات جہاں شہر کی یہ دوسری تعریف بھی صادق نہ آئے، ایسی جگہ نماز جمعہ اور عیدین باتفاق جمیع علمائے احناف ناجائز ہے، بلکہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایسی جگہ نماز جمعہ وعیدین قائم کرنا پانچ گناہوں کا مجموعہ ہے۔ (فتاویٰ رضویہ جلد سوم ص ۲۵۷ رو ۷۲۶)

لیکن عوام پڑھتے ہیں تو یہ انہیں روکیں گے نہیں، اس کی تصدیق آپ اسی فتاویٰ رضویہ کے ص ۳۶، ۳۷، ۳۸ میں دیکھئے، مگر ہمارے زمانہ کی مصیبت یہ ہے کہ ایسے مقامات پر مولوی صاحبان ہی آگے کود کر امامت کرتے ہیں اور مولوی حضرات ہی ڈنڈا لے کر مخالفت کرتے ہیں ﴿اننا لله وانا الیہ راجعون﴾ اور جس پر شہر کی تعریف نمبر دو صادق آتی ہے اس کے لیے اعلیٰ حضرت ہی فرماتے ہیں ہم سے پوچھا جائے تو ہم وہی بتائیں گے جو ہمارے ائمہ نے حکم دیا کہ ایسی جگہ جمعہ ناجائز ہے، اس مسئلہ کو بھی فتاویٰ مذکورہ بالا صفحہ ۳۶ پر دیکھ لیا جائے رہ گئی عوام کو منع کرنے کی بات، تو ٹھیک دیہات میں بھی منع کرنا پسند نہیں کرتے تو یہاں کیسے پسند کریں گے جس کو علمائے متاخرین کی ایک جماعت نے بھی جائز فرمایا بلکہ صفحہ ۳۲ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مسئلہ اختلافی مسائل کے دائرہ میں آگیا جو لوگ متاخرین کے فتویٰ پر عمل کریں تو متاخرین کے فتویٰ کے لحاظ سے جائز ہوگا اپنا مسلک وہی بتاتے ہیں کہ اصل مذہب پر فتویٰ دیں گے اور ناجائز کہیں گے۔ قیام جمعہ کے سلسلہ میں زمانہ قدیم و جدید کی کوئی بحث ہماری نظر سے فتاویٰ رضویہ سوم میں نہیں گذری البتہ صفحہ ۶۶ پر ایک جزیہ ان الفاظ میں ہے اگر وہ پرگنہ نہیں یا وہاں کوئی حاکم فصل مقدمات پر مقرر نہیں مگر زمانہ سلطنت اسلام میں ایسا تھا اور جب سے اس میں جمعہ ہوتا تھا تو اب بھی پڑھا جائے گا۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ جو جگہ اسلامی سلطنت کے زمانہ میں شہر تھی، اور اس وقت سے اب تک وہاں جمعہ ہوتا رہا، اگرچہ فی الوقت اس جگہ شہریت ختم ہو گئی ہے تو ایسی جگہ جمعہ ہی ہو۔

اب آپ ہی بتائیے کہ اس مسئلہ میں قدیم و جدید کی مدت مقرر کرنے کا سوال کہاں اٹھتا ہے یہاں تو خاص مقام کا ذکر ہے جو زمانہ سلطنت اسلام میں شہر تھے لوگوں کا عجیب حال ہے مسئلہ کچھ ہوتا ہے اس کا مطلب اپنے من سے کچھ اور نکالتے ہیں جزیہ کو کلیہ بناتے ہیں پھر سوالات قائم کرتے ہیں۔ اور مسئلہ بتاتے ہیں۔

خبر صادق علیہ السلام نے صحیح فرمایا "ان الله يقبض العلم بقبض العلماء واذالم يبق عالما

اتخذنا للناس رؤسا جهالاً ففسلوا فافتوا بغير علم فضلوا واضلوا۔

(مشكاة المصابيح: کتاب العلم، ۵۸/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ۱۹ ذوالحجہ ۱۴۱۶ھ

(۳۳) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ خالد آج سے تیرہ سال پہلے ہی اپنی مسجد اور عید گاہ و مدرسہ بنا کر اپنا الگ ہی نظام بنا لیا اسی تیرہ سال کے درمیان پھر ایک بار جامع مسجد کے نظام میں خلل ڈالنے آیا تھا، تھانہ نے فیصلہ کیا کہ تم جامع مسجد میں نماز تو پڑھ سکتے ہو لیکن جامع مسجد کے بنے ہوئے نظام میں کوئی خلل نہیں ڈال سکتے اس فیصلہ کو خالد نے تسلیم کر کے پھر اپنے نظام کے مطابق اپنے مکان کی چھت پر نماز جمعہ ادا کرتا رہا، پھر اس وقت وہ جامع مسجد میں آنا چاہتا ہے، ڈر اس بات کا ہے جامع مسجد کے نظام میں خلل ڈالے گا تو فساد ہونے کا ڈر ہے۔ ایسے شخص کے بارے میں قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں؟

مستفتی، محمد شرف الدین متولی جامع مسجد نیا دیو پور (یوپی)

الجواب

جس شخص کے مسجد میں آنے سے شر و فساد کا خطرہ ہو اس کو مسجد میں آنے سے روکا جاسکتا ہے۔ قرآن عظیم میں ہے ایسے لوگ مسجد میں داخل نہ ہوں مگر ڈرتے ہوئے۔ درمختار میں ہے: "يمنع منه کل مود ولو بلسانہ" جو مسجد میں آکر لوگوں کو زبان سے بھی تکلیف دے اس کو بھی مسجد میں آنے سے روکا جائے گا نہ کہ ایک ایسا فسادی آدمی جس نے جامع مسجد عید گاہ وغیرہ علیحدہ کر لی، اس کو مسلمان اپنی مسجد میں آنے سے ضرور منع کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی، ۱۶ محرم الحرام ۱۴۱۷ھ

(۳۴-۳۵) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسائل ذیل میں کہ

(۱) دیہات میں جمعہ فرض ہے کہ نہیں؟

(۲) دیہات میں جمعہ کے بعد جو چار رکعت نماز ظہر پڑھی جاتی ہے تو پڑھنا ضروری ہے کہ نہیں؟

(۳) ایک ہی محلے پر دو فرض نماز ایک ہی وقت میں ہو سکتی ہیں کہ نہیں؟

(۴) اگر دیہات میں جمعہ جائز نہیں تو مسئلہ یہ بھی ہے کہ دیہات میں اگر نماز جمعہ ہو رہی ہے تو

منع کرنا بھی جائز نہیں تو کیا بعد نماز جمعہ باجماعت ظہر پڑھ سکتے ہیں کہ نہیں قرآن وحدیث کی روشنی میں

مستفتی، محمد نور عالم ہر چند مظفر پور (بہار)

جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب

(۱) حنفی مذہب میں جمعہ فرض ہونے اور اس کے ادا کرنے کے لیے شہر ہونا شرط ہے۔

حدیث شریف میں ہے ”لا جمعة ولا تشریق الا فی مصر جامع“

تو دیہات والوں پر نہ جمعہ فرض نہ دیہات میں جمعہ جائز۔ شہر کس کو کہتے ہیں اس میں ائمہ سے دو

قول مروی ہیں۔

(۱) جہاں کوچہ و بازار ہوں اور جہاں ایسا حاکم ہو جو مظلوم کا انصاف ظالم سے لے سکے یہ تعریف

امام صاحب سے مروی ہے۔ اور یہی کتب ظاہر الروایۃ میں ہے۔

(۲) امام قاضی ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حاکم نہ ہو لیکن وہ جگہ ایسی ہو کہ وہاں

کے سارے مکلفین کو وہاں کی سب سے بڑی مسجد میں جمع کیا جائے تو سمانہ سکس تو وہ بھی شہر ہے وہاں بھی

جمعہ قائم کیا جائے گا۔ اس قول پر بھی بہت سے علماء نے فتویٰ دیا ہے۔

ورغبار میں ہے ”علیہ فتویٰ اکثر مشائخ لظہور التوانی فی الاحکام“

پہلی والی تعریف پر ضلع اور تحصیل پر شہر کی تعریف صادق آتی ہے۔ بقیہ سب آبادیاں دیہات

ہیں۔ لیکن دوسری تعریف پر قصبات و بڑے بڑے دیہات بھی جنکا وہ حال ہے کہ وہاں کے مکلف

باشندوں پر وہاں کی سب سے بڑی مسجد تک ہو تو وہ بھی شہر ہیں، وہاں جمعہ قائم کرنا جائز ہے آجکل لوگ بلا

امتیاز ہر جگہ جمعہ قائم کر دیتے ہیں یا پڑھتے آ رہے ہیں اس کے بارے میں شریعت کا یہ حکم ہے کہ عوام کو منع

نہ کیا جائے جو کریں کرنے دیا جائے ورنہ ظہر تو چھوڑے ہی ہوئے ہیں جو ایک جگہ جمع ہو کر اللہ کا نام لیتے

ہیں یہ بھی ختم کر دیں گے، باقی رہ گئی یہ بات کہ ان پر ظہر چھوڑنے کا گناہ ہوگا یا نہیں جمعہ کے نام پر جتنی ظہر

چھوڑی ہیں ان کو قضا کرنا اور آئندہ ظہر پڑھنا ضروری ہے یا نہیں تو اس بارے میں تفصیل دیکھنی پڑے گی

کہ وہ جگہ کیسی ہے اگر ایسی ہے جس پر شہر کی دوسری تعریف ہی سہی۔ صادق آ رہی ہے تو یہ لوگ گناہ کے

مرتکب نہ ہوں گے اور ظہر کی قضا ان پر لازم نہیں ہوگی۔ یہ حکم عوام کا ہے اور اہل علم جو صحیح نیت پر قادر ہوں

ان کو چاہئے کہ چار رکعت احتیاطی ظہر تجھا خاموشی سے پڑھ لیں عوام کو اس کی اطلاع بھی نہ دیں ایسی جگہ اگر

کوئی شخص دوبارہ ظہر باجماعت قائم کرے گا تو ضرور گنہگار ہوگا اس کو اس سے باز آنا چاہئے اور اگر وہ جگہ

بالکل کورہ ہے کہ دوسری تعریف پر بھی شہر نہیں بن پاتا تو عوام کا الانعام کو تو ان کے جمعہ سے نہیں روکا

جائے گا لیکن اس کے بارے میں جب فتویٰ پوچھا جائے گا تو یہی حکم دیا جائے گا کہ ایسی جگہ جمعہ پڑھنا

گناہ ہے اور ظہر نہ پڑھی ہو تو اس کی قضا واجب ہے چاہے کوئی مولینا صاحب پڑھیں یا کوئی اور۔ فتاویٰ

رضویہ جلد سوم صفحہ ۲۵ میں ہے کہ اسی جگہ جمعہ یا عیدین پڑھنا نہ صرف ایک گناہ ہے بلکہ چند گناہ ہیں،

تو ایسی جگہ اگر کوئی شخص ظہر کی نماز باجماعت جمعہ کے بعد پڑھتا ہے تو کوئی غلط کام نہیں کرتا شرع کے موافق

ہی کرتا ہے لیکن خود ایسے آدمی کو جمعہ جماعت کے ساتھ نہیں پڑھنا چاہئے کہ ایسا جمعہ ناجائز و ممنوع ہے اسی

سے آپ کے تیسرے نمبر کا بھی جواب ہو گیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی مفسر العلوم گھوسی ۳ صفر المظفر ۱۴۱۱ھ

(۳۸-۴۲) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

رسترا ضلع جگلی کا مشہور صنعتی علاقہ۔ تقریباً چالیس ہزار مسلمانوں کی آبادی ہے مگر نہ تھانہ ہے نہ

کورٹ پہلے سے پانچ مسجدیں تھیں سکھوں میں جمعہ و عیدین کی نمازیں ہوتی ہیں۔ پانچ سال قبل ہسٹنگ

جوٹ مل کے مزدوروں نے ہسٹنگ لائن کے اندر مسجد تعمیر کرانے کی درخواست مل منیجر سے کی، مزدوروں

کی خواہش پر منیجر نے لائن کے اندر نئی مسجد تعمیر کرا دی، امام کا تقرر ہوا اب باقاعدہ جماعت سے بیچ وقتہ

نمازیں پڑھی جاتی ہیں، تعمیر مسجد کے دو سال بعد مسجد کے سکریٹری محمد عثمان نے دارالعلوم ضیاء الاسلام ہوڑہ

کے صدر مدرس حضرت مولانا ابوالکلام احسن القادری صاحب قبلہ کو جو رسترا ایک جلسہ میں آئے تھے۔ لائن

مسجد کے حالات بتائے اور نماز جمعہ قائم کرنے کی اجازت طلب کی مولینا مذکور نے حالات کو مد نظر رکھتے

ہوئے نماز جمعہ قائم کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی، مورخہ ۱۸ اگست ۱۹۸۹ء کو نئی مسجد میں نماز جمعہ قائم ہو

گئی، جمعہ قائم ہونے کے بعد علاقائی امام نے سکریٹری کو بلا کر دریافت کیا کہ کس کی اجازت سے جمعہ قائم

کیا گیا، سکریٹری محمد عثمان نے کہا کہ مولینا ابوالکلام صاحب قبلہ سے اجازت لے کر قائم کیا گیا ہے، امام

نے کہا کہ جب تک امام جامع مسجد اجازت نہیں دیتے جمعہ قائم نہیں کیا جاسکتا، دلیل میں بہار شریعت کا

حوالہ پیش کیا اور امام نے کہا کہ کیا اس کتاب کو مانتے ہیں، سکریٹری محمد عثمان نے کہا کیا ہم مسلمان نہیں ہیں

ضرور اس کتاب کو مانتے ہیں۔ تو علاقائی امام نے کہا تب جمعہ بند کرو بیٹھے، سکریٹری محمد عثمان نے کہا کہ اب

جمعہ قائم ہو گیا ہے۔ آپ کو قائم ہونے سے پہلے کہنا چاہئے تھا اب بند کیسے کیا جائے اگر بند کرنے کا کوئی

مسئلہ ہے تو دکھائیے، اس پر امام نے کتاب بند کر دیا اور محمد عثمان کو بغیر اطلاع کے چند دنوں کے بعد کافر ہو

نے کا اعلان کر دیا اور امام نے کہا کہ کتاب کو نہیں مانے اس لیے کافر ہو گئے ان کی بیوی بھی نکاح سے نکل

گئی۔ اور جو محمد عثمان کو سپورٹ کرے گا ساتھ دے گا وہ کافر ہو جائے گا۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ جہاں جمعہ کے شرائط نہ پائے جاتے ہوں۔ جمعہ قائم کرنے یا

بہار شریعت کے جمعہ والے مسئلہ کے خلاف کرنے سے محمد عثمان یا ان کے ساتھی کافر ہوئے کہ نہیں؟ اگر

کافر نہیں ہوئے تو انھیں کافر کہنے والے پر شریعت کا کیا حکم ہوگا اگر مسئلہ کی مدد سے دیکھا جائے تو یہاں کسی مسجد میں نماز جمعہ جائز نہیں اس لیے کہ یہاں کوئی حاکم وقت نہیں نماز جمعہ قائم ہونے کے ایک جمعہ بعد حضرت مولانا محمد فاروق خان صاحب قبلہ رضوی امام جامع مسجد رسٹرا سے اجازت طلب کی گئی، انھوں نے اجازت دیدی، اب ۱۸ اگست ۱۹۸۹ء سے تقریباً سیکڑوں مسلمان نماز جمعہ ادا کرتے ہیں اور کسی مسجد کی جماعت میں کمی نہیں ہوتی ہے از روئے شرع کے جواب سے مطلع فرما کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں علاقائی امام نے چوبیس گھنٹہ وقت بھی دیا کہ جمعہ بند کرنا ہے یا نہیں محمد عثمان نے کہ دیا اب بند نہیں ہوگا۔

(۲) زید نے حامد کے پاس خط لکھا خط کے اوپر ۸۶/۷۹۱ لکھا حامد نے ۹۱۷ کے اعداد کو گالی کہہ کر لوگوں کو گمراہ کیا اور گالی کے اعداد نکال کر مسجد کے سکریٹری محمد شہید کو دکھایا اور قوم مسلم میں زبردست ہنگامہ کرا دیا حامد کے ہمدرد مشتعل ہو کر زید کو مارنے کے لیے اس کے دروازے تک پہنچ گئے، زید ڈیوٹی سے آیا تو حالات معلوم ہوئے، اس وقت زید کے دروازے پر بہت حضرات تھے زید نے نقش قدیری لے کر تمام حضرات کو دکھایا کہ اس میں بھی ”نحمدہ ونصلی و نسلم علی حبیبہ الکریم ہے اور اسی کے اعداد ۹۱۷ ہیں اب ایسے شخص کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے جو ۹۱۷ کو گالی کہے اور قوم مسلم میں اختلاف ڈالے۔

(۳) حامد ایک مسجد کا امام ہے بابو جان نے حامد کو مورخہ ۱۳ اگست ۱۹۸۹ء دسویں محرم الحرام ۱۴۱۱ھ کو روحانی مسجد میں دعوت دی، حامد نے وعدہ کیا کہ دس بجے دن میں ضرور روحانی مسجد میں حاضر ہو جاؤں گا اراکین جلسہ نے اور بھی مقرروں کو دعوت دی تھی، تمام مقرروں کا اعلان مسجدوں میں اور اشتہار کے ذریعہ کرایا لیکن حامد اپنے وعدہ کیے ہوئے وقت پر تشریف نہیں لائے۔ صدر جلسہ حضرت مولانا محمد فاروق صاحب قبلہ امام جامع مسجد رسٹرا اپنی تقریر شروع کر چکے تھے۔ حامد غالباً گیارہ بجے روحانی مسجد میں پہنچے صدر جلسہ نے اعلان کیا کہ میرے بعد حامد کی تقریر ہوگی۔ جب صدر جلسہ اپنی تقریر ختم کر چکے تو بابو جان نے حامد سے کہا کہ حضرت اب آپ تقریر کیجئے حامد نے کہا کہ اب وقت نہیں ہے صلاۃ و سلام پڑھ لیا جائے پھر بھی بابو جان نے اصرار کیا کہ ابھی وقت ہے دس منٹ کچھ بھی کہہ دیجئے حامد انکار کر گیا۔ اور حامد کے کہنے کے مطابق صلاۃ و سلام پڑھ لیا گیا جلسے کا اختتام ہوا، اور بعد ازاں حامد جا کر سکریٹری شہید صاحب سے کہا کہ ہم کو بہت بے عزت کیا گیا سکریٹری نے کہا مولانا کیا بے عزت کیا گیا۔ حامد نے کہا تقریر کرنے کے لیے روحانی مسجد میں دعوت دی گئی، مگر تقریر کرنے کے لیے نہیں کیا گیا۔ حامد کی اس بات پر قوم مسلم میں انتشار ہو گیا اراکین جلسہ کی طرف سے نذر لے کر بابو جان حامد کے پاس پہنچا تو

حامد نے نذر نہیں لیا اور یہ کہہ کر نذر کو ٹھکرا دیا کہ میں نے تقریر نہیں کیا ہے۔ اور نذر نہیں لوں گا، سکریٹری محمد شہید اور بابو جان سے کچھ تکرار ہو گئی محمد بابو جان تنگی اپنے گھر واپس ہو گئے۔ بعد ازاں عبدالقیوم پہلوان حامد کے پاس پہنچے تو حامد نے ان سے کہا کہ آج سکریٹری نے بابو جان کو بہت جھاڑا ہے۔ اس پر عبدالقیوم نے کہا آخر کیوں، حامد نے کہا ہم کو تقریر کرنے کے لیے دعوت دی گئی لیکن تقریر کرنے کے لیے نہیں کہا گیا۔ اس پر عبدالقیوم نے کہا کہ آپ تاخیر سے پہنچے پھر بھی آپ کو تقریر کا وقت دیا گیا آپ کو کم از کم اتنی تقریر کرنا لازم تھا جو کہ تقریر صدر صاحب نے کی ہے اس پر عمل کیا جائے تو بہت ہے اس پر حامد خاموش ہو گیا۔ اور بعد میں قوم میں انتشار کرا دیا۔ حامد جب سے رسٹرا میں آیا ہے طرح طرح کے فتنے پھیلاتا رہتا ہے، کبھی برادری کا فتنہ اٹھا کر قوم میں انتشار کیا، کبھی رسٹرا میں اہل سنت و جماعت میں دو گروپ کرا کر اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ ایسے شخص کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے جو قوم میں طرح طرح کے فتنے پیدا کرے جھوٹ جس کا تکیہ کلام ہے۔ امامت کے لائق ہے کہ نہیں؟

(۴) حامد ایک مسجد میں امامت کرتا ہے مگر سنت کا پابند نہیں۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ بغیر حجر کی سنت پڑھے فرض پڑھا دیتا ہے، ایک دن حامد اپنے حجرہ میں نماز عشاء پڑھا کر چلا گیا تحقیق کے لیے اختر حسین تنگی بھی حجرہ میں گیا تو دیکھا کہ حامد بیٹھا پان کھا رہا ہے، دریافت کیا آپ سنت وتر لٹل نہیں پڑھے اور پان کھانے لگے حامد کہنے لگے آپ کے پیر صاحب کی سنت ادا کر رہا ہوں حالانکہ میرے پیر صاحب ایسا نہیں کرتے نہ میں نے کبھی دیکھا ہے نہ سنا۔ اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ ایسے امام کی اقتداء میں نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں۔

(۵) حامد ایک مسجد کا امام ہے اکثر اپنی تقریروں میں کہا کرتا ہے کہ غیر مسلموں سے میل جول اتحاد حرام ہے مگر حامد خود ہی غیر مسلموں سے چائے ناشتہ پان وغیرہ منگا کر کھاتے پیتے ہیں۔ اور غیر مسلموں کو بلا کر حجرہ میں بات کرتے ہیں ایسے شخص کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہوگا۔

المستفتی، محمد بابو جان تنگی و محمد عثمان تنگی خادم روحانی مسجد رسٹرا اہلی (۳۰ نومبر ۱۹۹۹ء)

الجواب

بہار شریعت میں جمعہ قائم کرنے کی سب سے پہلے شرط اس جگہ کا شہر ہونا ہے چنانچہ مصنف بہار شریعت ۹۳/۴ پر تحریر فرماتے ہیں معروہ جگہ ہے جہاں متعدد کوچہ بازار ہوں اور وہ ضلع یا پرگنہ ہو ہمارے علاقہ میں جس کو پرگنہ کہتے ہیں بہار میں اسی کو سب ڈویژن کہتے ہیں۔ اور وہاں تحصیلدار رہتا ہے جو چھوٹے موٹے مقدمات کا فیصلہ کرتا ہے اور اس حاکم کا مسلمان ہونا ضروری نہیں۔

اسی میں صفحہ ۹۴ پر ہے: جس شہر پر کفار کا تسلط ہو گیا وہاں بھی جمعہ جائز ہے جب تک دارالاسلام رہے، اگر آپ کا گاؤں شہر نہیں جیسا کہ آپ کی عبارت ”یہاں کوئی حاکم وقت نہیں ہے“ سے اندازہ ہوتا ہے تو نہ پہلے مولانا صاحب کو اجازت دینی چاہئے تھی نہ دوسرے مولانا صاحب کو، عوام اگر خود قائم کر لیتے تو اس کے ذمہ دار وہ ہوتے مگر ایسے جمعہ کو بھی روکنا اور منع کرنا اعلیٰ حضرت نے جاہلوں کا کام بتایا ہے۔

فتاویٰ رضویہ جلد سوم صفحہ ۵۲ پر ہے ”قال الله تعالى ﴿وَأَرَأَيْتَ الَّذِي يَنْهَى عَبْدًا إِذَا صَلَّى﴾ [العلق: ۱۷] دیہات میں نماز جمعہ وعیدین حنفی مذہب میں جائز نہیں مگر جہاں ہوتا ہے اسے بند کرنا جاہل کا کام ہے۔ جو انہیں کافر کہتا ہے گمراہ اور بدوین ہے“ مگر آج کل ہماری شامت اعمال ہے کہ ہم پر جاہل مولوی مسلط ہو گئے ہیں نہ اجازت دینے والوں نے کتاب دیکھنے کی ضرورت محسوس کی نہ منع کرنے والے کو خوف خدا اور رسول رہا۔ یہ مسئلہ کا ایک رخ ہوا۔

اب اجازت دینے والی شرط کا حال سنئے: بہار شریعت کے جمعہ کے بیان میں کہیں نہیں لکھا ہے کہ جامع مسجد کے امام کی اجازت سے جمعہ قائم ہو سکتا ہے، بلکہ اجازت جمعہ کے سلسلہ میں یہ تحریر ہے۔ جمعہ قائم کرنا بادشاہ اسلام یا اس کے نائب کا کام ہے اور جہاں اسلامی حکومت نہ ہو۔ وہاں پر جو سب سے بڑا فقیہ سنی صحیح العقیدہ ہو احکام شرعیہ جاری کرنے میں سلطان اسلام کے قائم مقام ہے لہذا وہی جمعہ قائم کرے بغیر اس کی اجازت کے نہیں ہو سکتا۔ اور یہ بھی نہ ہو تو عام لوگ جس کو امام بنائیں۔ (بہار شریعت چہارم صفحہ ۹۵) دیکھئے اس عبارت میں امام جامع مسجد کا کہاں ذکر ہے ہاں اگر اس علاقہ کا امام جامع مسجد سب سے بڑا سنی صحیح العقیدہ فقیہ ہو تو اس کو شہر میں اجازت دینے کا حکم ہے۔ مگر امام جامع مسجد ہونے کی وجہ سے نہیں سب سے بڑے فقیہ اور سنی صحیح العقیدہ ہونے کی وجہ سے۔ اور جمعہ قائم کرنے والوں کو کافر بتانا تو بہت بڑی گمراہی ہے جیسا کہ فتاویٰ رضویہ کی عبارت سے گذرا۔ ایسے شخص کو امام بنانا گناہ بشرط استطاعت اس کو امامت سے علیحدہ کرنا ضروری ہے، اور اس حالت میں جتنی نمازیں اس کے پیچھے پڑھیں ان کا دہرانا ضروری ہے اور اس علاقائی امام پر اپنے اس غلط فتوے سے توبہ صادق ضروری ہے اور جن مسلمانوں کو کافر کہا ان سے معافی مانگنا ضروری ہے۔

شامی میں ہے ”ومشئ فی شرح العنبة علی ان کراہة تقلیدہ کراہة تحریم“

(۲) ایسا شخص ظالم اور فسادی ہے، شریعت میں اس کو قتل سے بڑا گناہ بتایا گیا ہے:

﴿وَالْفِتْنَةُ أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ﴾ [البقرة: ۱۹۱]

(۳) بر تقدیر صدق مستفتی، اگر حامد صاحب بلا کسی عذر شرعی کے اپنے دیئے ہوئے وقت پر جلسہ

وعظ میں نہ پہنچے تو یہ خود ان کی کوتاہی ہے اور اگر یوں بھی مقررین کی کثرت یا کسی وجہ سے حامد صاحب کو قائم نہ ملتا تو اس میں ان کی شرعاً کوئی توجہ نہ ہوتی۔ چہ جائیکہ منتظمین جلسہ نے ان سے بعد میں تفریر کر نے کی درخواست بھی کی۔ اگر اس بنیاد یا کسی غیر شرعی بنیاد بلکہ کسی امر مباح یا مستحب کے لیے بھی حامد صاحب فتنہ پیدا کریں تو یہ شرعاً ناجائز ہوگا اور حامد صاحب ملزم ہوں گے۔

وعظ خالصاً لوجه الله ہونا چاہئے۔ لوگ کچھ خدمت کر دیں اس میں کوئی حرج نہیں۔ اور جو شخص اسی مقصد سے وعظ کہے کہ لوگوں سے اس کا معاوضہ وصول کرے یہ آمدنی اس کے لیے غیبت ہے قرآن عظیم میں ہے ﴿وَلَوْلَا إِلَٰهَكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوْا الْحَيَاةَ الدُّنْيَا بِالْآخِرَةِ﴾ [البقرة: ۹۶] (فتاویٰ رضویہ وہم صفحہ ۱۲۵)

مولوی صاحب جو یہ کہتے ہیں کہ میں نے وعظ نہیں کیا، اس لیے نذرانہ نہیں لوں گا اس سے توبہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ نذرانہ وعظ کوئی کا معاوضہ سمجھتے ہیں جو حرام و غیبت ہے۔

(۴) سنت منکودہ کا علی الاعلان ترک کرنا ضرور فسق ہے اگر رسائل اپنے سوال میں بچا ہے تو ایسے شخص کی امامت ضرور مکروہ تحریمی ہے۔ نفل نماز میں اختیار ہے چاہے پڑھے یا نہ پڑھے۔ اسی طرح اگر سنت غیر منکودہ بھی چھوڑتا ہے تو شرعاً کوئی جرم نہیں بنتا۔

(۵) میل جول اور اتحاد اور چیز ہے جو غیر مسلموں سے حرام ہے اور بحکم قرآن منع ہے۔ اور معاملہ اور چیز ہے۔ خرید و فروخت اور کسی ضرورت سے بات کر لینا معاملات میں آتا ہے۔ سائل کو خود اپنا محاسبہ بھی کرنا چاہئے کہ اس کا کون عمل راہ شریعت میں ہے اور کون باہر ہے۔ یہ اماموں کے پیچھے پڑا رہنا کہ فلاں امام یہ کرتا ہے اور فلاں وہ کرتا ہے، ظاہر ہے کہ اگر غلط الزام قائم کیا یا نیت خواہ خواہ امام کو اذیت پہنچانے کی ہے تو خود یہ فعل شرعاً جرم ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ۵ رجب المرجب ۱۴۱۷ھ

(۴۳) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

کہ دیہات میں بعد نماز جمعہ ظہر احتیاطی بجماعت پڑھنا کیسا ہے اور اس پر تاکید کرنے والوں کا شریعت کے نزدیک کیا حکم ہے۔ مستفتی، محمد اکبر علی مظفر پوری۔

الجواب

دیہات جہاں نماز جمعہ فرض ہی نہ ہو وہاں احتیاطی ظہر پڑھنے کا کوئی سوال ہی نہیں ہے۔ ایسی جگہ جہلاء اگر جمعہ کے نام پر نماز پڑھتے ہیں تو ان کو روکا نہ جائے۔ مگر علماء اور جو مسئلہ پر عمل کرنا چاہتے ہیں

ان کو نماز جمعہ میں عوام کا ساتھ نہ دینا چاہئے وہ اپنی ظہر کی نماز پڑھیں احتیاطی ظہر کا مسئلہ تو وہاں کے لیے ہے جہاں نماز جمعہ کی صحت میں کوئی شبہ ہو وہ بھی عوام کو نہیں خواص کو فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ۱۶ رجب المرجب ۱۴۱۸ھ

(۴۴) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ زید کے گاؤں میں پہلے سے ایک مسجد قائم ہے جس میں جمعہ و پنج گانہ نمازیں ہوتی ہیں لیکن گاؤں میں کچھ تفرقہ ہونے کی وجہ سے جامع مسجد کے خلاف ایک نئی مسجد قائم کی گئی جس میں فی الحال نماز جمعہ و پنج گانہ نمازیں ادا کی جاتی ہیں باوجودیکہ نئی مسجد کے امام اشرف علی تھانوی کے معتقدین میں سے ہیں۔ لوگ متفرق طور پر دونوں مسجدوں میں نماز ادا کرتے ہیں، جامع مسجد کے خلاف نئی مسجد قائم کرنا اور اس میں جمعہ کی نماز ادا کرنا کیسا ہے؟ اور جن لوگوں نے مسجد قائم کیا اور اشرف علی تھانوی کے معتقدین کے پیچھے نماز ادا کر رہے ہیں ان کا کیا حکم ہے؟ قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں، کرم ہوگا۔

امستفتی: محمد حسنین ساکن پورہ پوسٹ بھوگا بھنگاؤں ضلع پورنیہ بہار

الجواب

سوال کی عبارت سے ظاہر ہے کہ جس بستی کے بارے میں سوال ہے وہ گاؤں اور دیہات ہے۔ احناف کے نزدیک گاؤں میں جمعہ نہیں ہوتا۔ حدیث شریف میں ہے: لا جمعة ولا تشریق الا فی مصر جامع۔ عید اور جمعہ کی نماز شہر میں ہوگی۔

اس لیے علماء فرماتے ہیں کہ دیہات میں جمعہ قائم کرنا نہیں چاہئے۔

مولوی اشرف علی تھانوی نے حضور ﷺ کے علم کو جانوروں، بچوں اور پاگلوں کے علم سے تشبیہ دی اس پر علمائے حرمین شریفین نے ان پر کفر کا فتویٰ دیا، جو شخص اشرف علی کے اس کفر پر مطلع ہو کر بھی اس سے اعتقاد رکھے اور اس کو پیشوا جانے اس کے پیچھے اہل سنت و جماعت کی نماز نہیں ہوتی، نہ جمعہ کی نہ پنج وقتہ۔

(فتاویٰ رضویہ جلد سوم) واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ضلع متو ۲۸ رجب المرجب ۱۴۱۹ھ

(۴۵) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ وہ کوردہ دیہات جو کسی روایت مذہب پر شہر نہیں، نہ اس پر امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کی روایت نادرہ کا اطلاق (ایسے موضع میں جہاں صرف ایک متوسط چھوٹی مسجد ہو اور بالغ افراد اتنے نہیں کہ اکٹھا ہوں تو مسجد میں سنا نہ سکیں) وہاں جمعہ کی نماز سے ظہر کی نماز ساقط ہوگی یا نہیں؟ اگر نہیں تو ظہر کی نماز جماعت

سے پڑھی جائے یا نہیں؟ اگر کوئی تنہا پڑھے تو تارک جماعت ہوگا یا نہیں؟ نیز اتوار و جمعہ کی شہرت اللہ رضوی خادم مدرسہ نوریہ بنی نگر کھٹلا بازار سدھارتھ نگر

الجواب

ایسی جگہ ظہر کی نماز ساقط نہ ہوگی اور صرف جمعہ پڑھنے والے گنہ گار ہوں گے۔ نہ صرف ایک گناہ بلکہ حسب تصریح صاحب فتاویٰ رضویہ متعدد گناہ۔ اگر مسئلہ شرعی پر عمل کرنے والے کئی آدمی ہوں تو جماعت قائم کریں۔ ولا یاس بالجماعة للظہر للقروی تنہا آدمی ہو تو اکیلا پڑھے۔ البتہ جو جاہل عوام جمعہ پڑھتے ہوں انہیں چھیڑا نہ جائے کہ عوام جس طرح اللہ تعالیٰ کا نام لیں غنیمت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ضلع متو ۲۸ رجب المرجب ۱۴۱۹ھ

(۴۶) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

مصر کی متعدد حدود و علامات میں کون سی تعریف رائج اور مستحب ہے، نیز دیہات میں گرام پنچایت آج کل قائم ہے تو کیا وجوب جمعہ اور عیدین کے واسطے ان پر مصر کی تعریف صادق آجائے گی یا نہیں؟ اگر ایسا ہے تو وہ گاؤں جس میں گرام سماج ہے اور وہاں ہندوؤں کی اکثریت ہے صرف دس پندرہ مسلمان آباد ہیں۔ ایسی صورت میں ان پر جمعہ فرض ہے یا نہیں؟

ایک گاؤں جس میں سب مسلم ہیں اور وہاں ایک پنچایت بھی اس میں دو مسجدیں ہیں ایک پرانی عید گاہ بھی ہے۔ نیز اس کی بڑی مسجد میں مسلمان نہیں ساکتے۔ اگر کوئی عالم دین اتفاقاً وہاں پہنچ جائے تو وہ جمعہ کی امامت یا نماز جمعہ میں شرکت کر سکتا ہے یا نہیں؟ اور اگر موضع کے باشندے طلوع صبح صادق کے بعد قبل نماز عید قربانی کریں تو وہ جائز ہوگی یا نہیں؟

فقط والسلام: عبد الواحد کیراف چھوٹے دوکاندار چونس والا محلہ باڑہ شاہ مسجد چھپرہ والی مراد آباد

الجواب

صحیح تعریف شہر کی یہ ہے کہ ایسی آبادی ہو جس میں متعدد کوچے ہوں، دوامی بازار ہوں وہ جسے کیٹ کہتے ہوں اور وہ پرگنہ ہو کہ اس کے متعلق دیہات گنے جاتے ہوں، اور اسی میں کوئی حاکم مقامات رعایا فیصلہ کرنے پر مقرر ہوں جس کی شہرت و شوکت اس قابل ہو مظلوم کا انصاف ظالم سے لے سکے۔ شرح منیہ میں ہے: "الحل الصبیح ما اختاره صاحب الهدایة انه الذی له امیر وقاض ینفذ الاحکام ویقیم الحدود" اس سے معلوم ہوا کہ گرام سماجوں سے دیہات شہر نہ ہوگا۔ تفصیل کے لیے اعلیٰ حضرت قاض

بریلوی کے فتاویٰ دیکھے جائیں۔

(۲) وہ عالم دین اگر اسی میں دینی مصلحت دیکھے تو شریک ہو سکتا ہے۔ شامی میں ہے:

”العالم الذی يعرف مقتضى النصوص والاخبار وهو من اهل الدراية يجوز له ان يعمل عليها وان كان مخالفا لمذهبه اقول هذا في غير موقع الضرورة فقد ذكر في البحر الخ۔“ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ ۸۴ھ

الجواب صحیح: عبدالرؤف مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور الجواب صحیح: عبدالعزیز عفی عنہ

(۵۲-۵۳) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مندرجہ مسائل میں کہ

- (۱) شریعت مطہرہ نے کتنی آبادی کو شہر بتلایا ہے جہاں جمعہ قائم کرنا درست ہے؟
- (۲) ذمی اور حربی کافر میں کیا فرق ہے اور مسلمان کو کیا دونوں کے تعلقات میں یکساں حکم ہے؟
- (۳) ایک شخص صوم و صلوٰۃ کا پابند ہے اور خیال بھی اہل سنت و جماعت ہے اگر اس کے تعلقات دیوبندیوں سے ہیں یہاں تک کہ کھانا اور پینا بھی ہے اس کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟
- (۴) بہار شریعت حصہ اول میں لکھا ہے ”جو رطوبت عورت کے آگے سے نکلتی ہے بغیر پاک کئے ہوئے نماز ہو جاتی ہے، اور رطوبت کا کیا حکم ہے؟

(۵) عیدین کی نماز میں ہجوم ہونے کی وجہ سے امام کی تکبیر پہنچانے کے لیے چند آدمی تکبیر کہا کرتے ہیں یہ جائز ہے یا نہیں؟

(۶) سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے انہوں نے جان نور مصطفیٰ ﷺ کی جناب میں عرض کی یا رسول اللہ ﷺ والدہ کا انتقال ہو گیا ہے کیا اپنی والدہ کے نام پر صدقہ جاری کروں۔ اس دلیل سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ کھانا نذر فاتحہ کر کے کہنا قباح ہے تو یہ کھانا بھی ہر امیر و غریب کو جائز ہے یا نہیں؟ کیونکہ امام سعد کے نام سے یہ باوری آج تک مشہور ہے۔ اور ہر امیر و غریب اس سے پانی پیتے ہیں، عام فہم زبان میں جواب دے کر داخل حسنت ہوں۔

نوٹ: یہ بھی تحریر کر دینا سودا کا لینا ذمی کافر سے کیا جائے یا حربی سے یا دونوں فریق سے ناجائز ہے؟

امستفتی: مشتاق احمد فرخ آباد

الجواب

(۱) شہر کی تعریف میں آبادی کا کوئی ذکر نہیں کہ کتنی ہونی چاہیے یعنی دس پانچ ہزار کی کوئی تعداد

مقرر نہیں۔ ہدایہ میں ہے: ”المصر الجامع کل موضع له امیر وقاض ینفذ الاحکام ویقیم الحدود“ (ہدایہ: ۱/۱۶۸)

شہر جہاں جمعہ کی نماز جائز ہو وہ جگہ ہے جہاں امیر و قاضی ہو جو احکام نافذ کرے سزائیں دے۔ (۲) ذمی اسلامی حکومت تسلیم کر کے اس کا خراج گزار شہری بن جاتا ہے۔ پھر اس کی جان و مال کی حفاظت مسلمانوں کی جان و مال کی طرح ضروری ہے۔ حدیث شریف میں ہے: ”دماءہم کدمائنا واموالہم کاموالنا“ اس کے برخلاف کافر دارالحرب کا ہو تو حربی کہلائے گا اور اس کو اس قسم کی کوئی مراعات حاصل نہیں۔ سودی کاروبار ذمی کے ساتھ ناجائز ہے اس کے برخلاف حربی سے منافع وصول کرنا سود نہیں۔ ہدایہ میں ہے: ”لاربو المسلم و الحربی فی دار الحرب“ (ہدایہ اخیرین: ۸۶)

(۳) دیوبندیوں سے میل جول رکھنا اگر ان کے کفر پر مطلع ہو کر مسلمان سمجھتے ہوئے تو وہ خود انہیں کے ساتھ ہو گیا اور اسکے پیچھے نماز نہیں ہوگی اور اگر مسلمان نہ سمجھا تو میل جول کی وجہ سے فاسق ہوگا۔ اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہوگی۔

عالمگیری میں ہے: ”تجوز الصلوٰۃ خلفہ مع الکراہۃ والا فلا۔“

(۴) اس رطوبت کا کوئی خاص نام کتب فقہ میں نظر سے نہیں گذرا۔

(۵) جتنے مکملوں کی ضرورت ہوتے رکھنا مستحب ہے ضرورت سے زائد مکروہ ہے۔

شامی میں ہے: ”اتفق الائمة الاربعة علی ان التبلیغ عند عدم الحاجة الیہ تکرار

مکروہ اما عند الاحتیاج الیہ فمستحب“ (شامی: ۱۵۲/۲)

(۶) فاتحہ کا کھانا صدقہ نقلی ہے۔ اس لیے امیر کے واسطے جواز میں تو کلام نہیں ہو سکتا ہے۔ لیکن اس میں بھی شبہ نہیں کہ مردے کو امیر کے کھانے کے بعد کم ثواب ملے گا اور فقیر کو کھلانے کے بعد زیادہ ثواب حاصل ہو جاتا ہے۔ نیز عام مردوں کے لیے یہ ایصال ثواب ان کا کفارہ ذنوب ہے اور بزرگوں کیلئے گناہ کا کفارہ نہیں کہ گناہ سے محفوظ ہیں ان کے لیے رفع درجات کا سبب ہے۔ اس لیے عام مردوں کی فاتحہ کا کھانا نذر اکو کھلایا جائے۔ عبدالمنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ

الجواب صحیح: عبدالرؤف مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ

(۵۳) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

چھوٹا باری ایک گاؤں ہے جس کی آبادی تقریباً گیارہ سو ہے اور وہاں پارچوں، درزی، بساطی، لوہار، کھار، بوہتی، کپڑے اور غلے کی دوکانیں ہیں ایک دواخانہ بھی ہے دو بڑی فیکٹریاں بھی ہیں جس میں

آٹا کی چکی، تیل مشین، دھان مشین، رائس مشین اور روٹی مشین ہے۔

اس سے چھوٹا باری اور اس کے قرب و جوار سات میل کے باشندوں کی ضرورتیں پوری ہوتی رہتی ہیں۔ اور چھوٹا باری کی سرحد سے ملا ہوا بڑھیا گاؤں میں ایک بہت پرانا بازار ہفتہ میں دو روز لگتا ہے۔ جس میں بخارہ اور ضرورت کی تمام چیزیں بھی فروخت ہوتی رہتی ہیں گرام پنچایت کا سجا پتی بھی چھوٹا باری میں ہی رہتا ہے اس کے علاوہ چھوٹا باری کے قریب متعدد گاؤں ہیں جس کی آبادی اور مسافت حسب ذیل ہے۔

آبادی ملحقات	چھوٹا باری کی سرحد سے	چھوٹا باری سے
(۱) بڑھیا	۱۵۰۰	۲ فرلانگ
(۲) منڈیا	۱۵۰۰	۲ فرلانگ
(۳) صدر یا پور	۲۵۰	۲ فرلانگ
(۴) بھورا	۴۰۰	۲ فرلانگ
(۵) کتراول	۱۰۰۰	۲ فرلانگ

چھوٹا باری میں تقریباً ایک صدی سے جمعہ وعیدین کی نمازیں ہوتی ہیں جس میں جمعہ کے لیے منڈیا کے لوگ اور عیدین کے لیے مذکورہ بالا گاؤں کے لوگ اور اس کے علاوہ کئی گاؤں کے لوگ آتے ہیں۔ اب لوگوں میں اختلاف ہو گیا ہے۔ اور ۴/۵ آدمیوں نے جمعہ پڑھنا چھوڑ دیا ہے وہ کہتے ہیں کہ چھوٹا باری میں جمعہ پڑھنا درست نہیں ہے۔ پس دریافت طلب امر یہ ہے کہ چھوٹا باری میں جمعہ ہو سکتا ہے یا نہیں؟ مذکورہ بالا گاؤں کے لوگ چھوٹا باری میں جماعت میں شریک ہو سکتے ہیں یا نہیں؟ ایسی حالت میں جو لوگ ظہر پڑھتے ہیں ان کی ظہر ادا ہوتی ہے یا نہیں؟

واضح رہے کہ چھوٹا باری میں صرف ایک مسجد اور ایک عید گاہ ہے۔ جواب مدلل مع حوالہ کتب فتاویٰ تحریر فرمائیں۔ یہاں عدالت پنچایت کا سرخیج رہتا ہے عدالت بہت سے گرام سجاؤں سے مل کر بنتی ہے جس کو معمولی فوجداری اور مالی فیصلے کا اختیار ہوتا ہے۔ جینو تو جروا

حکیم: ظفر احمد چھوٹا باری ۱۱ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۱ھ

الجواب

چھوٹا باری کو آپ نے بھی ایک گاؤں ہی لکھا ہے اور جو تفصیل آپ نے بتائی ہے اس سے بھی وہ ایسا شہر ثابت نہیں ہوتا جس میں نماز جمعہ فرض ہو۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: "لا جمعة

ولا تشریق الا فی مصر جامع" لیکن وہاں کے لوگ آپ کے قول کے مطابق جو صدیوں سے نماز جمعہ وعیدین ہو رہی ہے اس کو روک کر فتنہ و فساد پیدا کرنا چاہتے ہیں (البقرة: ۱۹۱) دیہات میں جہاں جمعہ قائم نہ ہو وہاں قائم نہ کیا جائے اور جہاں قائم ہو وہاں روکا نہ جائے کہ عوام اسی بہانے خدا کی یاد کرتے ہیں۔ ایسی جگہ جو لوگ ظہر کی نماز پڑھتے ہیں قابل ملامت نہیں۔ خلاصہ ہم نے تحریر کر دیا ہے۔ تفصیل اعلیٰ حضرت مجدد مائے حاضرہ احمد رضا خاں صاحب فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے فتاویٰ جلد سوم میں دیکھی جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ ۱۳۸۲ھ
الجواب صحیح: عبدالرؤف غفرلہ مدرس اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ

(۵۲۳) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

ہمارے اطراف کے دو ایک گاؤں میں کچھ نوجوان مولینا صاحبان چند مہینوں سے جمعہ کے دن خطبہ کے بعد دو رکعت فرض جمعہ پڑھنے کے بعد سلام پھیر کر فوراً تکبیر پڑھوا کر جماعت سے چار رکعت فرض ظہر بھی پڑھواتے ہیں، جب کہ وہاں پر اس سے پہلے وہ لوگ خود بھی اس طرح دو مرتبہ فرض جمعہ اور ظہر جماعت سے نہیں پڑھتے پڑھواتے تھے بلکہ بعض بڑے بڑے پرانے مولینا صاحبان بھی آئے اور جمعہ کے دن جمعہ کے فرض کے بعد اس طرح ظہر کی جماعت نہیں کی پوچھنے پر یہ مولینا صاحبان بتاتے ہیں کہ دیہاتوں میں جمعہ نہیں جائز ہے۔ جب کہ ان جگہوں پر پچاسوں سال پہلے سے بھی جمعہ کی نماز پڑھی جاتی ہے کچھ مولینا صاحبان سے معلوم کرنے پر معلوم ہوا کہ دیہات میں اگر نماز جمعہ قائم ہے۔ تو ختم نہیں کرنا چاہئے مگر نیا نہ قائم کریں صرف ظہر کی جماعت کریں البتہ عالم صاحبان نیت کی باریکیاں جانتے ہوں تو تنہا تنہا بغیر لوگوں کو بتائے احتیاطی ظہر پڑھیں ایسی صورت میں لوگوں کو کیا کرنا چاہئے اوپر لکھے طریقے سے ظہر و جمعہ دونوں کے فرضوں کی جماعت کریں یا کسی ایک پر اکتفاء کریں، گاؤں میں دونوں نمازوں کی فرضوں کی ایک کے بعد فوراً دوسری جماعت کرنا کیسا ہے؟

المستفتی: محمد صابر خان، پرنس ٹیلرس کین یونین آفس بلراپور ضلع کوٹہ

الجواب

حقی مذہب میں جمعہ فرض ہونے اور اس کے ادا کرنے کے لیے شہر ہونا شرط ہے۔

حدیث شریف میں ہے: "لا جمعة ولا تشریق الا فی مصر جامع"

تو دیہات والوں پر نہ جمعہ فرض نہ دیہات میں جمعہ جائز ہے شہر کس کو کہتے ہیں اور شہر کی تعریف

کیا ہے، اس میں ائمہ سے دو قول مروی ہیں۔ (۱) جہاں کو چہ و بازار ہوں اور جہاں ایسا حاکم ہو جو مظلوم کا انصاف ظالم سے ملے سکے یہ تعریف امام صاحب سے مروی، اور یہی کتب ظاہر الروایت میں ہے۔ (۲) قاضی امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے روایت ہے کہ حاکم نہ ہو لیکن وہ جگہ ایسی ہے کہ سارے مکلفین کو وہاں کی سب سے بڑی مسجد میں جمع کیا جائے تو سامنے کیس تو وہ بھی شہر ہے اور وہاں بھی جمعہ قائم کیا جائے اس قول پر بھی بہت سے علماء نے فتویٰ دیا۔

در مختار میں ہے: "علیہ فتویٰ اکثر مشائخ لظہور التوائی فی الاحکام"

پہلی والی تعریف پر ضلع اور تحصیل پر شہر کی تعریف صادق بقیہ سب جگہ دیہات ہے لیکن دوسری تعریف پر قصبات اور بڑے بڑے دیہات بھی جن کا وہ حال ہے کہ وہاں کے مکلف باشندوں پر وہاں کی سب سے بڑی مسجد تک ہو تو وہ بھی شہر ہیں وہاں جمعہ قائم کرنا جائز ہے۔ آج کل لوگ بلا امتیاز ہر جگہ جمعہ قائم کر دیتے ہیں یا پڑھتے آ رہے ہیں ان کے بارے میں شریعت کا حکم یہ ہے کہ عوام کو منع نہ کیا جائے جو کریں کرنے دیا جائے ورنہ ظہر تو چھوڑے ہی ہوئے ہیں، اور یہ جو ایک جگہ جمع ہو کر اللہ کا نام لیتے ہیں یہ بھی ختم کر دیں گے باقی رہ گئی یہ بات کہ ان پر ظہر چھوڑنے کا گناہ ہوگا یا نہیں؟ جمعہ کے نام پر جتنی ظہر چھوڑی ہے اس کو قضا کرنا اور آئندہ ظہر پڑھنا ضروری ہے یا نہیں؟ تو اس بارے میں تفصیل دیکھنی پڑے گی کہ وہ جگہ کیسی ہے اگر وہ جگہ ایسی ہے جس پر دوسری ہی تعریف پر کسی شہریت ثابت ہو رہی ہے تو یہ لوگ گناہ کے مرتکب نہ ہوں گے اور ظہر کی قضا ان پر لازم نہ ہوگی؟ یہ حکم عوام کا ہے خواص اہل علم جو صحیح نیت پر قادر ہوں ان کو چاہئے کہ چار رکعت احتیاطاً ظہر تہا خاموشی سے پڑھ لیا کریں عوام کو اس کی اطلاع بھی نہ دیں۔ ایسی جگہ اگر کوئی ظہر یا جماعت قائم کرے تو ضرور گنہگار ہوگا۔ اس کو اس سے باز آنا چاہئے اور اگر وہ جگہ بالکل کورہ ہے کہ دوسری تعریف پر بھی وہ شہر نہیں بن پاتا تو عوام کا لانا عوام کو تو نہیں روکا جائے گا لیکن اس کے بارے میں جب فتویٰ پوچھا جائے گا تو وہی حکم دیا جائے گا کہ ایسی جگہ جمعہ پڑھنا گناہ اور ظہر نہ پڑھی تو اس کی قضا واجب، چاہے مولانا پڑھیں چاہے کوئی اور۔ فتاویٰ رضویہ جلد سوم ص ۲۵ میں ہے کہ ایسی جگہ جمعہ یا عیدین پڑھنا نہ ایک گناہ بلکہ چند گناہ ہیں، تو ایسی جگہ اگر کوئی ظہر کی نماز یا جماعت پڑھتا ہے تو کوئی غلط کام نہیں کرتا شرع کے موافق ہی کرتا ہے، واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ ۲۲ ریشوال المکرم ۱۴۰۸ھ

(۵۵-۶۵) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسائل ذیل میں کہ

(۱) تعامل حضرات اکابر اہل بصیرت علمائے کرام و حضرات اجلہ صاحبان ولایت مشائخ عظام

رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین شرع کے کسی درجہ میں دلیل ہے یا نہیں؟

(۲) دیہات میں جہاں عرصہ سو پچاس سال سے لوگ جمعہ پڑھتے ہیں۔ اور ان گاؤں کے حضرات علمائے کرام بھی جمعہ پڑھتے اور پڑھاتے رہے اور چند ماہ سے بعض علمائے کرام نے یہ دستور نکالا ہے کہ جمعہ کو جمعہ بھی ادا کرتے اور اس کے بعد باقائت جماعت سے چار فرض ظہر کی بھی ادا کرتے ہیں واضح رہے کہ یہ حضرات علمائے کرام اپنی نجی ضرورتوں سے اپنے گاؤں کے قریبی شہر و قصبہ جات میں برابر ملازمت کے سلسلے میں یا بازار سے سودا سلف خریدنے وغیرہ ضرورتوں سے بازار کو روزانہ اور کوئی کوئی اکثر و بیشتر آتے رہتے ہیں، جہاں پہنچنے کے لیے مشکل سے گھنٹہ سوا گھنٹہ لگتا ہے آنے جانے کے لیے سائیکلیں، یکہ، رکشہ اور بس وغیرہ استعمال کئے جاتے ہیں، ایسی صورت میں فتاویٰ رضویہ شریف جلد سوم ص ۵۶ پر ایک وقت میں دو فرض ہر گز نہیں ص ۶۸۳ گاؤں میں اصلاً جمعہ جائز نہیں تو وہاں اس کی اجازت نہیں ہو سکتی کہ ایک ناجائز کام کرے اور ان چار رکعت احتیاطی سے اس کی تطانی چاہیں ص ۷۰۰ جہاں جمعہ بحسب مذہب بلاشبہ ناجائز امر باطل ہے جیسے وہ کورہ جو کسی روایت مذہب پر مصر نہیں ہو سکتے، وہاں ظہر آپ عینا فرض ہے اور جمعہ پڑھوانے اور چار رکعت احتیاطی بتانے کی اصلاً گنجائش نہیں ان تحریرات منیرہ کی روشنی میں کیا مذکورہ بالا ہیئت میں فرض جمعہ و فرض ظہر دونوں باجماعت پڑھنا درست ہے؟

(۳) بہار شریعت جلد چہارم ص ۹۴: بلکہ بعض نے تو یہ فرمایا ہے کہ اگر شہر سے دور جگہ ہو مگر بلا تکلف واپس جاسکتا ہو تو جمعہ پڑھنا فرض ہے (در مختار) کیا اس روشنی میں مذکورہ بالا گاؤں کے علمائے کرام پر اپنے شہر و قصبہ جات میں پہنچ کر جمعہ ادا کرنا ضروری نہیں ہے؟ جب کہ اور نجی ضرورتوں سے وہاں برابر آنا جانا ہوتا رہتا ہے جیسا کہ اوپر تحریر کیا گیا۔

(۴) فتاویٰ رضویہ شریف حصہ سوم ص ۶۸۸: ایسی جگہ علمائے کرام نے چار رکعت احتیاطی کا حکم دیا مگر خواص کے لیے نہ ایسے عوام کو جو صحیح نیت پر قادر نہ ہوں ان کے لیے ایک مذہب پر صحت بس ہے۔ ص ۶۷۲: ایک روایت نادرہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے آئی ہے کہ جس آبادی میں اتنے مسلمان مرد و عاقل بالغ ایسے ہندوستان جن پر جمعہ فرض ہو سکے آباد ہوں کہ وہ وہاں کی بڑی سے بڑی مسجد میں جمع ہوں تو نہ سائیکس یہاں تک کہ انہیں جمعہ کے لیے مسجد جامع بنانی پڑے وہ صحت جمعہ کے لیے شہر سمجھی جائے گی، جس گاؤں میں یہ حالت پائی جائے اس روایت نادرہ کی بنا پر جمعہ و عیدین ہو سکتے ہیں اگر چہ اصل مذہب کے خلاف ہے مگر اسے بھی ایک جماعت متاخرین نے اختیار فرمایا، ص ۶۸۱: ان کے حق میں یہی بہت ہے کہ بعض روایت پر ان کی نماز ٹھیک ہو جائے گی۔

ص ۶۷۴: ان کے لیے اسی قدر بس ہے کہ بعض روایات واقوال ائمہ مذاہب پر ان کی نماز صحیح ہو جائے گی۔
ص ۷۱۳: مگر دربارہ عوام فقیر کا طریقہ عمل یہ ہے کہ ابتداء بخود انہیں منع نہیں کرتا نہ انہیں نماز سے باز رکھنے کی کوشش پسند رکھتا ہے ایک روایت پر صحت ان کے لیے بس ہے۔

ص ۷۳۲: بایں ہمہ اگر عوام پڑھتے ہوں منع نہ کریں گے۔
ص ۷۵۲: دیہات میں نماز جمعہ وعیدین مذہب حنفی میں جائز نہیں مگر جہاں ہوتا ہے اسے بند کرنا جاہل کا کام ہے۔

ص ۷۱۹: جمعہ وعیدین دیہات میں ناجائز ہے اور ان کا پڑھنا گناہ مگر جاہل عوام اگر پڑھتے ہوں تو ان کو منع کرنے کی ضرورت نہیں کہ عوام جس طرح اللہ و رسول جل جلالہ ﷺ کا نام لے لیں غنیمت ہے، فتاویٰ امجدیہ جلد اول ص ۳۹۰: دیہات میں جمعہ ناجائز جمعہ کے لیے مصر یا فتائے مصر شرط ہے مگر جو لوگ پڑھتے ہوں انہیں منع نہ کیا جائے۔

ص ۳۹۶: مگر چونکہ یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے، لہذا جو لوگ پڑھتے ہوں اور بیشتر سے وہاں رائج ہو ان کو منع نہ کیا جائے۔

ان ارشادات جلیلہ کی روشنی میں کیا اب سو برس یا اس سے زیادہ اور کہیں ساٹھ ستر برس سے جن گاؤں میں لوگ جمعہ پڑھتے چلے آتے ہیں، اس روز خاص اہتمام بھی کرتے ہیں کیا ان کی نظر میں مذکورہ بالا انداز میں دو ہرے فرضوں کو ایک وقت میں باجماعت ادا کرنا دو ہرے فرضوں کا یقین دلانا اور عوام کی نظر میں جمعہ کی اہمیت گھٹانا اور فرامین مقدسہ سے انحراف نہیں ہے اور ایسا کرنا شرعاً کیا ہے۔

(۵) احتیاطی ظہر اپنی بعض شرطوں کے ساتھ جو خواص کے لیے خاص ہے جس پر عوام کو مطلع کرنے کو فساد اشد اعظم ارشاد فرمایا ہے،

ملاحظہ ہو فتاویٰ رضویہ شریف حصہ سوم ص ۶۷۴: ہاں وہ نرے جاہل عامی لوگ کہ صحیح نیت پر قادر نہ ہوں یا ان رکعات کے باعث راساً جمعہ کو غیر فرض یا جمعہ کے دن دو نمازیں فرض سمجھنے لگیں انہیں ان رکعات کا حکم نہ دیا جائے بلکہ ان کی ادا پر مطلع نہ کیا جائے کہ مفسدہ اشد واعظم کا دفع آکدواہم ہے ان کے لیے اس قدر بس ہے کہ بعض روایات واقوال ائمہ مذاہب پر ان کی نماز صحیح ہو جائے گی۔

ص ۶۷۵: چار رکعات احتیاطی کا خواص کو حکم اور تاہم عامیوں کے حق میں اغماض۔
ص ۶۸۰: عام لوگوں کو احتیاطی ظہر کی کچھ ضرورت نہیں ہے۔

ص ۶۸۱، ۶۸۰: لہذا اسی طرح گول نیت بے خیال تردد بجالائے اور واقع کا معاملہ علم الہی پر

چھوڑ دے پھر ایسی صحیح نیت نرے جاہلوں کو ذرا دشوار ہے اور ان سے یہ بھی اندیشہ کہ اس کے سبب کہیں یہ نہ جانے لگیں کہ جمعہ سرے سے خدا کے فرضوں میں نہیں یا سمجھنے لگیں کہ اس دن دو ہرے فرض ہیں دو رکعتیں الگ چار رکعتیں الگ، اسی لیے علماء نے فرمایا کہ ایسے لوگوں کو ان رکعتوں کا حکم نہ دیا جائے ان کے حق میں یہی بہت ہے کہ بعض روایات پر ان کی نماز ٹھیک ہو جائے۔

ص ۶۸۷: یہ فرض احتیاطی یا جماعت نہیں ہوئے منفرداً بہ نیت آخر ظہر پڑھے جاتے ہیں وہ بھی احتیاطی کا حکم دیا مگر خواص کے لیے نہ ایسے عوام کو جو صحیح نیت پر نہ قادر ہوں۔

ص ۷۰۹: احتیاطی ظہر کی عام لوگوں کو حاجت نہیں۔
ص ۷۲۳: اگر شبہ ضعیف ہے احتیاطی ظہر مستحب ہے اور قوی ہے تو واجب مگر اس کا حکم خواص کے لیے ہے عوام کو حاجت نہیں۔

ص ۷۵۶: ایک وقت میں دو فرض ہرگز نہیں اور جمعہ جب ادا ہو جائے گا ظہر ساقط ہو جائے گی ایسے ہی خیالوں سے بچنے کو علماء کرام نے عوام کو ظہر احتیاطی کا حکم نہ دیا۔

فتاویٰ امجدیہ حصہ اول ص ۲۹۲: اور ظہر احتیاطی خواص کے لیے ہے عوام کے لیے نہیں۔
بہار شریعت حصہ چہارم ص ۹۵: ظہر احتیاطی خاص ان لوگوں کے لیے ہے جن کو فرض جمعہ ہونے میں شک ہو اور عوام کہ اگر احتیاطی ظہر پڑھیں تو جمعہ کے ادا ہونے میں انہیں شک ہوگا وہ نہ پڑھیں۔

ان فرمودات مقدسہ کی روشنی میں جمعہ کے دو فرض پڑھنے پڑھانے کے بعد دیہات میں عوام کو چار فرض ظہر بجماعت پڑھانا کس حد تک درست ہے۔

(۶) جن علماء کرام نے عالم ہونے کے دس بیس سال بعد تک نماز جمعہ ان دیہاتوں میں پڑھیں اور پڑھائیں اور اب چند ماہ سے ظہر کا فرض بھی بجماعت پڑھوانے لگے کیا، ان کو اپنے گزشتہ ان فرضوں کا قضا ادا کرنا فرض نہیں جو ہمیشہ جمعہ کو صرف جمعہ کے فرض پر اکتفا کرتے رہے۔

(ب) ان علانیہ قضاؤں کا یا کم از کم بزم خود ناجائز کے ارتکاب سے علانیہ توبہ و رجوع لازم ہے یا نہیں؟

(ج) اپنے گاؤں کے علاوہ جن دوسرے گاؤں میں برائے تبلیغ دین و چندہ و دوسرے ضروریات سے پیونج پیونج کر جمعہ پڑھی پڑھائی وہاں کے عوام کو بھی آگاہ کرنا ان سے توبہ کرانا ان کو ظہر کے قضا کا حکم سنانا اور بتانا ضروری ہے کہ نہیں؟

(د) جمعہ کے دن تو جمعہ کے ساتھ فرض ظہر بجماعت پڑھنا پڑھانا مگر عیدین کی نماز بلا تکلف

انہیں مواضع میں پڑھنا پڑھانا ایسے حضرات علمائے کرام کے لیے شرعاً کیا ہے؟

(۸) ایسے دیہاتوں کے عید گاہ جات سیکڑوں ہزاروں کی تعداد میں آج برہمہا برس سے بنے ہیں ان تعمیرات اور آرائشات کا شرعاً کیا مصرف ہوگا؟

(۹) ہمارے اطراف کے علمائے کرام نے جو ایجاد کی ہے کہ جمعہ کے دن دوہرے فرض جماعت ادا ہوں جیسا کہ اوپر مذکور ہے ان کو کیا حضور پر نور سیدنا الکریم سرکار مفتی اعظم ہند قبلہ قدس سرہ العزیز کی کوئی تحریری تقریری قولی یا عملی تائید و توثیق حاصل ہے یا ان کی ذات بابرکات سے منسوب کر کے ان پر افتراء و بہتان کرنا ہے اور ایسا کرنا شرعاً کیا ہے؟

(۱۰) مارہرہ مطہرہ، مبارکپور، تلمی پور، پچھڑوا، کھرگو پور، اکوئہ، وغیرہ میں ادا نیکی جمعہ کی شرطیں پائی جاتی ہیں یا نہیں؟ بر تقدیر ثانی ان جھگڑوں میں جمعہ ادا کرنا کیا ہے اور ادا کرنے والوں پر شرعاً کیا حکم ہے؟

(۱۱) جمعہ کے دن دیہاتوں سے بیس بیس یا بیس بیس میل چل کر حضور سرکار مفتی اعظم قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شہر آنے کی صعوبت و مشقت برداشت فرمانا کیا اس بات پر بین دلیل نہیں ہے کہ عوام کو اس معاملے میں ان کے حال پر چھوڑ دیا جائے ورنہ کیا خود ہی اسی طرح جمعہ و ظہر ادا نہ فرمالیا کرتے یا جمعہ بند کر کے صرف ظہر ادا فرماتے؟ المستفتی: عبدالوہاب حسینی نوشہرہ پلرامپور ۲۹ رزیقہ ۱۴۰۸ھ

الجواب

(۱) نص اور ظاہر الروایۃ کے خلاف کسی کا تعامل معتبر نہیں۔ علامہ ابن عابدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے رسالہ نشر العرف میں تحریر فرماتے ہیں:

”اذا خالف العرف دلیل الشرعی فان خالفه من کل وجه بان یلزم منه ترک النص فلا شک فی ردہ کتعارف الناس کثیرا من المحرمات من الزنا و شرب الخمر و لبس الحریر بما ورد تحریمہ نصاً۔“ (ص ۱۱۶)

نیز ص ۱۲۵ میں ہے:

”اذا خالف العرف ما هو ظاهر الروایۃ فنقول اعلم ان مسائل الفقہ اما ان تكون ثابتة بصریح النص وھی الفصل الاول“

اور یہ مسئلہ عدم قیام جمعہ فی القرئی اسی قسم کے مسائل میں سے ہے جو حدیث صحیح سے ثابت ہیں:

”لا جمعة ولا تشریق الا فی مصر جامع“

اور ظاہر الروایۃ بھی یہی ہے پس اس میں کسی کا تعامل معتبر نہیں ہے جیسے اذان میں یدعی الخطیب

کے مسئلہ میں اعلیٰ حضرت نے پورے ہندوستان کے عمل درآمد کا بالکل لحاظ نہیں کیا حالانکہ اس پر بے شمار علمائے ربانین کا تعامل رہا ہے۔

(۲) مسائل نے جس کثرت سے فتاویٰ رضویہ کی عبارتیں نقل کی ہیں بالخصوص جلد سوم ص ۶۸۳ اور ص ۷۰۰ اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ مسائل اس امر سے ضرور واقف ہے کہ وہ دیہات جہاں آج کل نماز جمعہ پڑھی جاتی ہے دو قسم کے ہیں۔

نمبر (۱) وہ دیہات جہاں نماز جمعہ اصلاً کسی روایت مذہب پر ہوتی ہی نہیں۔
نمبر (۲) وہ دیہات جن پر قاضی ابو یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول پر مصر کی تعریف صادق آتی ہے اور جمعہ ہو جاتا ہے پہلے قسم کے دیہات کا یہ حکم ہے کہ وہاں نماز جمعہ پڑھنا جائز نہیں۔
(فتاویٰ رضویہ ص ۶۸۳)

اس لیے نہ وہاں خواص کو نماز جمعہ پڑھنے کی اجازت دی جاسکتی ہے نہ عوام کو، ہاں یہ بات البتہ ہے کہ اگر عوام پڑھیں تو انہیں زبردستی روکا نہ جائے گا، اب صورت حال یہ ہو گئی کہ عوام نے از خود علماء کی ترغیب سے ظہر کی نماز یا جماعت پڑھنی شروع کر دی جو ان پر واجب بھی ہے اور جائز بھی ہے تو شرعاً کس جماعت کو جائز قرار دیا جائے ظہر یا جمعہ ظاہر ہے کہ جمعہ پہلے بھی جائز نہ تھا تو اب کیا جائز ہوگا، ظہر جو شریعت کی طرف سے ان پر واجب بھی ہے وہی جائز قرار دی جائے گی، اب یہ جاننے کے وہ مولانا لوگ یہ باطل نماز خود تو ہرگز نہ پڑھیں اور سمجھا سکیں تو عوام کو بھی اسی پر راضی کریں تاکہ دو دو گناہ سے بچیں ایک تو باطل جمعہ کے قیام، دوسرے بیک وقت دو فرض کی اقامت، اس پر مسائل کا بیمار شریعت چہارم ص ۹۲ کے حوالہ سے یہ کہنا کہ ان پر قرمی شہر میں جا کر جمعہ پڑھنا واجب ہے زیادتی ہے کیونکہ یہ قول بعض ہے۔ لیکن مفتی یہ قول یہی ہے کہ وہ لوگ جمعہ کے لیے حاضر ہوں جو جمعہ کی اذان کی آواز سنتے ہوں، درمختار میں ہے: ”فان کان یسمع النداء یحب علیہ عند محمد وبہ یفتی“

در مختار: ۲۵/۳

بلکہ علامہ شامی نے تو یہ لکھا ہے: ”قد علمت بنص الحدیث والاثرو الروایات عن ائمتنا الثلاثة واختیار المحققین من اهل الترخیص انه لا عبرة ببلوغ النداء ولا بالقلوة والامیال فلا علیک من مخالفة غیرہ وان صح“ (شامی: ۲۶/۳)

پس حضرت صدر الشریعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا وہ جزیرہ اختلاف سے ٹکٹنے کے لیے ہے اس امر کے لیے نہیں کہ اگر کوئی دیہات سے قرمی شہر میں جمعہ نہ پڑھنے جائے تو آپ اس پر الزام قائم کریں۔ یونہی

حضرت مفتی اعظم کے عمل سے بھی الزام نہیں دیا جاسکتا کیونکہ یہ ان کا تقویٰ تھا۔ کہ وہ میں بائیس میل دور جا کر جمعہ پڑھتے تھے۔ ورنہ فتویٰ تو یہی ہے کہ اہل قریہ پر جمعہ فرض نہیں۔

البتہ وہ دیہات جہاں بعض روایات مذہب پر جمعہ ہو جاتا ہے۔ وہاں ظہر کی دوسری جماعت قائم کرنا ضرور خلاف شرع اور ممنوع ہے وہاں مسائل کی تصریحات کے موافق وہ خواص جو صحیح نیت پر قادر ہوں چار رکعت احتیاطی پڑھ سکتے ہیں عوام کو اس پر بھی مطلع نہیں کرنا چاہئے۔ اور یہ احتیاطی رکعتیں تنہا پڑھی جائیں گی۔ ان کی جماعت قائم نہیں کی جائے گی۔

یہاں تک مسائل کے پانچ سوالوں کا جواب ہو گیا۔ چھٹا سوال بے مقصد معلوم ہوتا ہے کیونکہ اس کا تعلق جس طرح ان لوگوں سے ہے جو دس دس بیس بیس سال تک نمبر ایک قسم کے دیہاتوں میں جمعہ پڑھتے رہے پھر ظہر کی جماعت بھی قائم کر لی اس طرح ان لوگوں سے بھی متعلق ہے جو ایسے دیہاتوں میں مسلسل جمعہ پڑھائے جا رہے ہیں، کیونکہ ایسے دیہاتوں میں جمعہ قائم کرنے کو امام اہل سنت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے بوجہ گناہ بتایا ہے۔

ملاحظہ ہو: (فتاویٰ رضویہ جلد سوم ص ۷۲۵)

ایسی جگہ جمعہ یا عیدین پڑھنا مذہب حنفی میں گناہ نہ ایک گناہ بلکہ چند گناہ۔

اولاً: جب نماز جمعہ اور عیدین وہاں صحیح نہیں تو یہ ایک غیر صحیح امر میں مشغولی ہوئی جو ناجائز ہے۔

ثانیاً: نہ صرف مشغولی بلکہ اس امر ناجائز کو بے قصد و بے نیت فرض و واجب پورا کیا یہ مفسدہ عقیدہ

ہے۔

ثالثاً: جب کہ وافع میں نماز جمعہ وعیدین تھی تو ایک نماز نفل ہوئی کہ باجماعت و اعلان و تدائی

ادا کی گئی۔ یہ ناجائز ہوا۔

رابعاً: جمعہ میں ان سب پر جو ظہر نہ پڑھیں فرض وقت ہی رہے گا جو گناہ کبیرہ ہے۔ ملخصاً تو جب دونوں فریق کیلئے حکم یکساں ہے تو صرف ان کے بارے میں سوال کا کیا مطلب جو ایک ظہر کی جماعت بھی قائم کرنے لگے ہیں۔

اگر یہ مطلب ہے کہ ان کے بارے میں یہ حکم معلوم کر کے اس کی اشاعت اور ان کی تحقیر کی جائے تو یہ ایک نہایت ذلیل مقصد ہے۔ اور حدیث شریف میں اس کو منافقت فرمایا گیا:

”ثَلَاثَةٌ لَا يَسْتَحِفُّ بِحَقِّهِمْ إِلَّا مَنَافِقٌ بَيْنَ النِّفَاقِ ذُو الْعِلْمِ وَذُو الشَّيْبَةِ فِي الْإِسْلَامِ وَامَامٌ

(بحوالہ فتاویٰ رضویہ ششم ص ۷۹)

مقسط

اور اگر یہ مقصد ہے کہ اخلاص سے تنہائی میں انہیں شرعی حکم سے مطلع کر کے ان کی اصلاح کریں

تو یہ بلاشبہ ایک مبارک مقصد ہے۔ مگر اس کے لیے سائل کو صرف ایک ہی فریق نہیں دونوں فریق کے ہاں جانا ہوگا اور پہلے سروے کرنا ہوگا کہ یہ دیہات قسم اول میں ہے۔ یا قسم دوم میں۔ اگر قسم اول میں ہے تو اس کے ائمہ نے ظہر کی نماز بھی پڑھی ہے یا نہیں؟ اگر جمعہ کے ساتھ ظہر بھی پڑھتے رہے ہوں تب تو صرف گناہوں سے توبہ کی تلقین کریں۔ ظہر کی ادا چھوڑتے رہے ہوں تو ظہر کی قضا جماعت قائم کرنے والوں سے اس وقت تک ظہر کی قضا اور رکاب گناہ سے توبہ کی تلقین کریں اور ظہر کی جماعت نہ قائم کرنے والوں سے آج تک کی ظہر کی قضا اور توبہ دونوں کی تلقین کریں رہ گیا اس کا اعلان تو ہر چند کسی کی تسوۃ السیر بالسنو والاعلان بالا اعلان ہے، لیکن یہ بھی ایک اصول ہے کہ دفع مضرت جلب منفعت پر مقدم ہے اور یہاں اس قسم کے دیہاتوں میں اس اعلان سے کہ بھائیو اب تک میں نے جو جمعہ پڑھا سو گناہ کیا اس سے توبہ کرنا ہوں وہی نقصان ہے جس کی وجہ سے عام جمعہ پڑھنے والے دیہاتیوں کو منع کرنے سے روکا گیا اور قسم دوم کے دیہاتوں میں ظہر کی جماعت قائم کرنے والوں کو اس سے روکنا ہوگا۔

(۷) جمعہ کی تفصیل سے عید کا حکم بھی معلوم ہو گیا البتہ عید کی قضا نہیں۔

(۸) یہ سوال صرف قسم اول کے دیہاتوں کے بارے میں اٹھ سکتا ہے اس کی ایک نظیر فتاویٰ

رضویہ میں ہے۔

امام باڑہ وقف نہیں ہو سکتا وہ جس نے بنایا اسی کی ملک ہے اور وہ نہ رہا تو اس کے وارثوں کی ملک

ہے انہیں اختیار ہے تعزیر داری البتہ ناجائز ہے ملخصاً۔ (فتاویٰ رضویہ ششم ص ۳۳۳ نیز ۳۱۶)

معلوم ہوا کہ گناہ کے کام کے لیے وقف کیا جائے تو وقف صحیح نہیں۔

(۹) اس سوال کا جواب متعلقہ علماء ہی دے سکتے ہیں۔

(۱۰) اور مقامات کے بارے میں مجھے ذاتی علم نہیں ہے یہاں مبارک پور میں مدتوں ایک آنریری

مجسٹریٹ رہا ہے جو مقدمات فیصل کرتا رہا تو حاکم والی شرط بھی پائی گئی اور بقیہ علامات مصر میں کوئی شبہ ہی نہیں ویسے مصر کی ایک تعریف یہ بھی ہے کہ۔

”لایسع اهلها اکبر مساجلها“

علماء نے اس قول پر فتویٰ بھی دیا ہے اور اعلیٰ حضرت نے خواص کے لیے ایسے ہی مقام پر چار

رکعت احتیاطی کا حکم دیا ہے اور بقیہ لوگوں کے لیے ایک روایت پر صحت کافی بتایا ہے تو ایسی جگہ پر ایک

روایت پر بھی جمعہ صحیح ہونے کی تصدیق اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی فرماتے ہیں۔

(۱۱) اس کا جواب گزر چکا کہ یہ مفتی اعظم کا فتویٰ تھا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی دارالافتاء شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ ۲۲ رشتوال ۱۴۰۸ھ

(۶۶) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ

قصبہ نل گھاٹ میں ایک مسجد تقریباً بیس (۲۰) سال سے ہے اور اس میں بیچ وقت نماز ادا بھی ہوتی ہے مگر دوسری مسجد جو صدیوں پرانی ہے جس میں بیچ وقت نماز کے ساتھ نماز جمعہ بھی ادا کی جاتی ہے اور اطراف و جوانب کے مسلم حضرات بھی آکر نماز جمعہ وغیرہ ادا کرتے ہیں در انحالیکہ جامع مسجد کے امام صاحب سنی صحیح العقیدہ اور حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان سے شرف بیعت بھی حاصل ہے، لیکن بغیر قاضی کے حکم کے مسجد اول بیس سال والی میں کچھ ذاتی معاملات کو لے کر علاوہ ازیں گروہ بندی اور مسلمانوں میں پھوٹ پیدا کر کے امام صاحب کی اقتدا کو چھوڑ کر تقریباً ایک ماہ سے نماز جمعہ مسجد اول میں ادا کرنے لگے ہیں جس کے سبب مسلمانوں کا شیرازہ منتشر ہو رہا ہے لہذا اس مسئلہ کی رو سے فقہ حنفی کی مستبر کتابوں سے جواب مرحمت فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔ بینوا تو جروا

المستفتی: عطاء اللہ قادری و مصلیان جامع مسجد قصبہ نل گھاٹ گورکھپور

الجواب

نماز جمعہ بیچ گمانہ نمازوں کی طرح نہیں کہ ہر شخص صالح امامت اس کی امامت کر سکتا ہے نماز جمعہ اور عید کے لیے یہ شرط ہے کہ امام خود سلطان اسلام ہو یا اس کا نائب یا ماذون ہو اور یہ نہ ہو تو بضرورت جسے عام مسلمانوں نے جمعہ اور عیدین کے لیے مقرر کیا ہو اور یہاں جب سنی صحیح العقیدہ عالم دین موجود ہے تو عوام کا اس کی اجازت کے بغیر کسی کو امام جمعہ مقرر کر کے علیحدہ جماعت قائم کرنا جائز نہیں۔

حدیقہ ندیہ میں ہے:

إذا خلی الزمان من السلطان فالعلماء ولاية الاحکام۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی دارالافتاء شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ ۷ رذو قعدہ ۱۴۰۸ھ

(۶۷) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسائل ذیل میں کہ

کسی دیہاتی گاؤں میں زمانہ قدیم سے جمعہ کی نماز ہوتی رہی بعدہ گاؤں نذر دریا ہو کر دو کلو میٹر کے فاصلے پر گاؤں بسا ہے اور مسجد کا سامان خنقل کر کے بے ہوئے گاؤں میں مسجد بنائی گئی ہے تقریباً بارہ تیرہ سال سے جمعہ کی نماز ہو رہی ہے ایسی صورت میں جمعہ جائز ہے یا نہیں؟

نیز مسجد نمازیوں سے پر نہیں ہوتی ہے اس کے باوجود جمعہ کے لیے گاؤں کے کچھ لوگ اپنے پر

و مرشد کے حکم پر دوسری بنا کے جمعہ پڑھتے ہیں اور گاؤں کی قدیم مسجد کا قدیم امام جو گاؤں کا بڑا عالم بھی ہے مسجد ثانی میں پڑھنے یا پڑھانے سے انکار کر دیا اور پہلی مسجد میں جمعہ پڑھاتے رہے اب انکا وصال ہو چکا ہے اس وقت دونوں مسجد میں جمعہ کی نماز ہو رہی ہے دریں صورت مسجد ثانی میں جمعہ پڑھنا درست ہے یا نہیں؟۔ بینوا تو جروا

یا تفصیل جواب عنایت فرمائیں۔ المستفتی: العبد الفقیر اقبال احمد جامعہ عربیہ خیر آباد سلطان پور

الجواب

اصل مسئلہ کا جواب یہ ہے کہ دیہات میں حنفی مذہب پر نماز جمعہ نہیں ہوتی۔

حدیث شریف میں ہے: "لا جمعة ولا تشریق الا فی مصر جامع"

جمعہ اور عید کی نماز شہر میں ہی ہو سکتی ہے۔

اگر کہیں کے عوام دیہات میں جمعہ پڑھنے لگیں تو نماز اگرچہ نہیں ہوتی مگر انہیں روکا نہ جائے۔ یہ حکم نہیں ہے کہ خود پڑھنے لگا جائے پس نئی مسجد ہو یا پرانی اگر وہ ایسے ہی دیہات میں ہو جہاں کے بالغ مسجد میں جمع ہو جائیں تب بھی وہ نہ بھرتی ہو تو وہاں جمعہ قطعاً جائز نہیں چاہے گاؤں کے بڑے عالم پڑھائیں چاہے چھوٹے عالم پڑھائیں یا جاہل صاحبان از خود پڑھنے لگیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اہل سنت شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ ۷ ر محرم الحرام ۱۴۰۹ھ

(۶۸) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ

بشترط لصحة الجمعة المصر وهو مالا یسع اکبر مساجدها اهلها المكلفین بها

وعليه الفتوى اکثر الفقهاء الحنفی۔

(الدر المختار علی هامش رد المختار ج ۱ ص ۵۳۶) یہ مفتی بہ ہے یا نہیں؟۔

المستفتی: محمد منظور الحسن فریدی مالی مدھول وایا یکساوان ضلع ویشالی بہار

الجواب

شہر کی یہ تعریف ظاہر الروایت اور اصل مذہب کے خلاف ہے۔ مگر متاخرین کی ایک جماعت نے اس پر بھی فتویٰ دیا ہے۔ تو جس گاؤں میں یہ حالت پائی جائے۔ اس روایت نوادر کی بنیاد پر اس میں جمعہ و عیدین ہو سکتے ہیں۔ (فتاویٰ رضویہ ص ۷۳۷)

اشرفیہ کے مفتی صاحبان بھی آج کل اسی پر فتویٰ دیتے ہیں۔ ہم کو اعلیٰ حضرت کی وہی بات پسند ہے کہ دیہات میں نیا جمعہ قائم نہ کیا جائے اور جہاں عوام پڑھتے ہوں انہیں روکا نہ جائے خود اصل مذہب

پر عمل کیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مؤ ۱۳ شوال المکرم ۱۲ھ

(۶۹) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ بہت عرصہ کی پرانی مسجد جو کچی دیوار کھپڑیل والی تھی دس سال تک ویران تھی اس مسجد کی زمین بھی ہموار ہو گئی تھی۔ اس مسجد کی موجودگی میں ایک کچی مسجد تیار ہوئی جس کی دوری چالیس قدم ہے۔ دوسری کچی مسجد میں پانچوں وقت کی جماعت اور جمعہ کی نماز پڑھی جاتی ہے پہلی مسجد کے کارکنان کے اندر ایمانی حرکت پیدا ہوئی۔ اور پہلی مسجد کا ازسرنو بہت شاندار کچی عمارت بنائی گئی آج چار سال سے مسجد تیار ہے دونوں مسجدوں کے کارکنان الگ الگ ہیں۔ پہلی مسجد کے کارکنوں نے بنا فتویٰ منکائے پھر سے پہلی روایت کے مطابق اس میں جمعہ قائم کر دیا مسلمانوں کی تعداد بھی قلیل ہے دونوں مسجدوں میں جمعہ کے دن کافی جگہ خالی رہتی ہے اگر کسی ایک میں جمعہ ہو تو پھر بھی جگہ باقی رہ جائے گی۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ جمعہ کس میں قائم ہو اور کس کو ترک کیا جائے دونوں مسجدوں والے کارکنان اپنی اپنی ضد پراڑے ہیں۔ حضور سے اپیل ہے کہ پہلی فرصت میں جواب دے کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔ المستفتی: صغیر احمد، سکھوری ضلع بلیا

الجواب

آپ نے اور آپ کے ساتھیوں نے صرف چالیس قدم کی دوری پر دوسری مسجد بنوائے وقت نہ علماء سے رائے لینے کی ضرورت سمجھی نہ ویران مسجد کے کارکنوں سے مشورہ کیا۔ اب جب اس کے کارکنان اپنی مرضی سے جمعہ قائم کر رہے ہیں تو آپ کو فتویٰ کی ضرورت ہو رہی ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ مفتی بہ مذہب میں دیہات میں جمعہ اور عید کی نماز قائم نہیں ہو سکتی۔ حدیث شریف میں ہے: لا جمعة ولا تشریق الا فی مصر جامع۔ جمعہ اور نماز عید تو شہر میں ہی ہو سکتی ہے۔

پس اگر آپ کا گاؤں سکھوری دیہات ہے تو شرعاً نہ آپ کی نماز جمعہ ہوتی ہے نہ ان لوگوں کی۔ اور اگر تحصیل یا سب ڈویژن ہے۔ اور دونوں جگہ وہاں کے سب سے بڑے عالم یا عالم نہ ہونے کی صورت میں صالح اور دین دار صاحب رائے مسلمانوں کی رائے سے جمعہ قائم ہو تو دونوں جماعتیں اور جمعہ کی نمازیں ہو جائیں گی اور جس نے ان دونوں شرطوں میں سے کسی ایک پر عمل نہ کیا ہو اس کی نماز نہ ہوگی۔ اور اگر اتحاد و اتفاق قائم ہو جائے تو بعینہ اللہ کیا بڑی بات تھی ہوتے جو مسلمان بھی ایک۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مؤ ۲۶ محرم الحرام ۱۳۱۳ھ

(۷۰) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ایک گاؤں میں کئی مسجدیں ہیں ان میں سے ایک مسجد ہے جس میں اس گاؤں کے اکثر لوگ نماز جمعہ ادا کرتے ہیں اور اس مسجد کا امام زید ہے اور زید کے دروازہ پر انصاف کے لیے لوگوں نے انتخاب کیا تھا اور جب لوگ انصاف کے لیے جمع ہوئے تو زید نے ان لوگوں کو دھکارتے ہوئے کہا کہ یہاں سے چلے جاؤ اور دوسری جگہ انصاف کرو، اسی سبب سے لوگ اس سے مخالف ہو کر مسجد ثانی کا قیام عمل میں لائے تو ازروئے شرع نماز جمعہ کس مسجد میں ادا کی جائے مدلل جواب تحریر فرمائیں۔ المستفتی: عبدالسلام رضوی، ساکن بالونج کلثیا رہار

الجواب

قیام جمعہ کے لیے سب سے پہلی شرط اس جگہ کا شہر ہونا ہے جہاں جمعہ قائم ہو آج کل کی اصطلاح میں وہ جگہ سب ڈویژن یا تحصیل ہو اگر وہ جگہ ایسی نہیں ہے تو کوئی جمعہ قائم کرے قائم نہ ہوگا۔ دوسری شرط یہ ہے کہ جمعہ قائم کرنے والا بادشاہ اسلام ہو یا اس کا نائب ورنہ وہاں کا سب سے بڑا عالم اہل سنت، اور یہ بھی نہ ہو تو بدرجہ مجبوری اصحاب رائے عامۃ المسلمین، اگر ان دونوں شرطوں پر عمل ہو تو جہاں اور جس مسجد میں جمعہ قائم ہو جائے ہوگا ورنہ نہیں۔

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے حال پر رحم کرے، مزید نے عام مسلمانوں کو اپنے دروازے سے دھکارتے غلط کیا اس کو مسلمانوں سے معافی مانگنی چاہئے۔ اور لوگوں نے بھی اس بنیاد پر اس کے خلاف نعرہ بغاوت بلند کر کے غلط کیا انہیں بھی اپنی اس حرکت سے باز آنا چاہئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مؤ ۱۸ ربیع الاول ۱۳۱۳ھ

(۷۱) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ہم مسلمان موضع کٹائی چور تقریباً بارہ سال سے نماز جمعہ پڑھتے آ رہے ہیں۔ کل آبادی قریب قریب چالیس گھر پر مشتمل ہے، نماز جمعہ باقاعدہ تین چار صف ہو جاتی ہے۔ کٹائی چور سے سلطان پوری آبادی ایک کلومیٹر ہوگی، مگر کٹائی چور میں نماز جمعہ ختم کر دی جائے تو سلطان پور کا نماز ادا کرنے والے پانچ سے زیادہ نہ ہوں گے جب کہ خود کٹائی چور میں پڑوسی موضع کے کیر نام نہانہ اور شور پار سے لوگ نماز جمعہ ادا کرنے آتے ہیں۔ ایک آدمی جو جماعت اسلامی کا رکن ہے پہلے کبھی کبھی امامت بھی کرتا تھا مگر اب امامت سے محروم کر دیا گیا، اب اس کا کہنا ہے کہ کٹائی چور میں نماز جمعہ جائز نہیں ہے کیا ایسی صورت میں کٹائی چور میں نماز جمعہ ادا کرنا جائز ہے؟ نیز جو آدمی کہتا ہے کہ نماز پڑھنا جائز نہیں ہے وہ جماعت اسلامی

کا آدمی ہے بارہ ربیع الاول شریف میں چندہ نہیں دیتا ہے اور کہتا ہے کہ اگر کوئی نیک کام ہوتا تو چندہ دیتے یا اگر اس کے علاوہ کوئی کام رہتا تو چندہ دیتے نیز وہ بیوی کو طلاق بھی دے دیا ہے اور خرچ بھی نہیں دیا ہے دوسری شادی کر لیا ایسے آدمی کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے مدلل و مفصل جواب عنایت فرمائیں کرم ہوگا۔

المستفتی: عبدالکلام کٹائی چور

الجواب

جماعت اسلامی جو مودودی کی قائم کردہ ہے گمراہوں کا ایک فرقہ ہے، جو شخص اس جماعت اسلامی سے تعلق رکھتا ہو اس کو امام بنانا گناہ اور اس کے پیچھے نماز منع ہے۔ حنفی مذہب میں اقامت جمعہ کے لیے شہر ضروری ہے دیہات میں جمعہ واجب نہیں ظہر کی نماز پڑھنی چاہئے۔ شہر کی تعریف میں البتہ اختلاف ہے، کچھ علماء فرماتے ہیں کہ شہر سے مراد ایسی بستی ہے جسے آج کل کی اصطلاح میں تحصیل کہا جاتا ہے اور کچھ علماء اس بستی کو شہر کہتے ہیں جہاں کی سب سے بڑی مسجد میں اگر وہاں کے تمام بالغ مسلمان جمع ہو جائیں تو مسجد میں سامنے سکیں، اگرچہ صحیح پہلی ہی تعریف ہے مگر دوسری تعریف پر علماء نے فتویٰ دیا ہے اور آج کل بھی فتویٰ دیتے ہیں۔

اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی مشہور کتاب فتاویٰ رضویہ جلد سوم ص ۷۳۱ پر لکھتے ہیں: تحقیق یہی ہے کہ جمعہ کے لیے شہر شرط ہے، ہم اسی پر فتویٰ دیتے ہیں لیکن دیہات میں جمعہ پڑھنے سے عوام کو نہ منع کرتے ہیں نہ منع کرنا پسند کرتے ہیں۔ ایک روایت پر جمعہ صحیح ہو جاتا ہے عوام جس طرح بھی خدا اور رسول کا نام لیں غیبت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی، شمس العلوم گھوسی، مؤ، ۲۵ ربیع الثانی ۱۴۱۳ھ

(۷۶-۷۷) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسائل ذیل کے بارے میں کہ (۱) دیہاتوں میں جمعہ کی بابت حضرت علامہ مفتی شریف الحق امجدی و مفتی محمد نظام الدین رضوی الجامعۃ الاثریہ مبارکپور اعظم گڑھ کا فتویٰ ہے کہ۔

شرط لصحة الجمعة المصرو هو ما لا يسع اكبر مساجدها اهلها المكلفين بها وعليه فتوى اكر الفقهاء الحنفى۔ (الدر المختار)

(۲) مجدد اعظم اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ احکام شریعت جلد دوم ص ۲۸۶ پر جواب دیتے ہیں۔ دیہاتوں میں مذہب حنفی میں جمعہ جائز نہیں۔ مذہب شافعی میں تو ہو جائے گا۔

﴿وَأَرَأَيْتَ الَّذِي يُنْفِي - عَبْدًا إِذَا صَلَّى﴾ - [العلق: ۱۰، ۹]

سے فرق کرنا چاہئے تو جہاں دیہاتوں میں جمعہ رائج ہے وہاں اگر حنفی جمعہ پڑھے تو احناف فرض ظہر ساقط ہونے کا فتویٰ دیتے ہیں کہ نہیں؟۔

(۳) جن دیہاتوں میں جمعہ قول امام ابو یوسف علیہ الرحمۃ والرضوان پر صحیح ہے۔ وہاں جمعہ پڑھنے کے بعد ظہر یا جماعت پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟۔

(۴) حضرت مولانا شاہ محمد محی الدین پھلواروی کے بارے میں اہل سنت و جماعت کا موقف کیا ہے؟۔

(۵) دیہاتوں میں شہروں میں عام طور پر امام حضرات کا تلفظ درست نہیں۔ ان حضرات کی اقتداء میں نماز ہوگی یا نہیں۔ بحوالہ کتب تحریر فرمائیں۔ بینوا تو جو روا

الجواب

(۱) سوال میں مصر کی جو تعریف مرقوم ہے وہ قاضی ابو یوسف علیہ الرحمۃ کی ایک نادر روایت پر ہے اور متاخرین علماء کی ایک جماعت نے اس پر فتویٰ دیا ہے۔ لیکن ہم اس کی تصدیق نہیں کر سکتے امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فتاویٰ رضویہ میں امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مصر کی یہ تعریف نقل کی: انه بلدة كبيرة فيها سبك واصواق ورساتيق وفيها وال يقدر على انصاف المظلوم من الظالم۔ اور اسی کو ظاہر الروایہ فرمایا (جلد سوم ص ۶۹۲) نہ ہم اس کے خلاف عمل کر سکتے ہیں نہ نہ ہمارے ہر ائمہ چھوڑ کر دوسری بات پر فتویٰ دے سکتے۔

(۲) یہ حکم عوام کے لیے ہے۔ فتاویٰ جلد سوم ص ۶۲ پر فرماتے ہیں: باجماع جملہ ائمہ حنفیہ اس میں جمعہ وعیدین باطل ہیں۔ اور جمعہ پڑھنا گناہ۔

تمام متون و شروح و فتاویٰ میں ہے: "شرط صحتها المصرو" ہم عوام کو ابتداء خود منع نہیں کریں گے اور نہ پڑھیں گے، حکم پوچھا جائے گا تو فتویٰ یہ دیں۔ جہاں نہیں ہوتے ہیں قائم نہ کئے جائیں بایں ہمہ عوام پڑھتے ہوں تو منع نہ کریں گے۔

ص ۷۳۶ پر ہے: ایک روایت میں صحت ان کے لیے بس ہے۔ وہ جس طرح خدا اور رسول کا لیں غیبت ہے۔ اس عبارت سے پتہ چلا کہ سقوط فرض کا تو فتویٰ نہیں دیا جائے گا البتہ ان کے بارے چشم پوشی کی جائے گی۔

(۳) اذ ان المفتى به المنع لان الحكم بعدم الصحة المصرو هو ما لا يسع

مساجده اهلہ۔

قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا قول نہیں ہے۔

قول تو ان کا بھی یہی ہے جو امام صاحب کا ہے۔

یہ ایک روایت نادرہ ہے اس کا مطلب یہ ہوا کہ مضبوط اور صحیح روایت امام ابو یوسف قاضی علیہ الرحمہ سے بھی وہی ہے جو امام صاحب سے ہے وہ ظاہر روایت ہے۔

کسی نے امام قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے یہ روایت کی کہ مصر کے بارے میں فرماتے ہیں۔ جو آپ نے سوال نمبر ۱۔ میں نقل کیا لیکن یہ روایت خود قاضی صاحب علیہ الرحمہ کے مذہب کے ہم پلہ نہیں ہے مرجوح اور مرجوح ہے۔ (فتاویٰ سوم ص ۳۶ مطبوعہ پاکستان)

فتاویٰ رضویہ جلد سوم ص ۳۶ پر ہے: جہاں جمعہ بحسب مذہب بلاشبہ باطل و ناجائز ہے جیسے وہ کوردہ جو کسی روایت مذہب پر مصر نہیں ہو سکتے وہاں ظہر آپ ہی عینا فرض ہے۔ اور جمعہ پڑھوانے اور چار رکعت احتیاطی بتانے کی اصلاً گنجائش نہیں ان کا محل وہاں ہے کہ صحت جمعہ میں اشتباہ و تردد قوی ہو جیسے وہ مواضع جن کی مصریت میں شک ہے۔ یا باوصف اطمینان صحت کی جانب خلاف کچھ وقعت رکھتی ہو۔ صورت اولیٰ میں ان چار رکعت کا حکم ایجاباً دنا کیدا ہوگا۔ اور ثانیہ میں استحباباً اور ترجیحاً ہوگا۔

اس عبارت کا مطلب ہمارے نزدیک یہ ہے کہ جو دیہات ایسے ہوں کہ مذکورہ بالا دونوں تعریفوں میں سے کوئی تعریف صادق نہ آتی ہو۔ وہاں تو جمعہ پڑھنا گناہ ہوگا اور ظہر پڑھنا ضروری وہاں یہ حکم ہوگا کہ جمعہ نہ پڑھیں اور ظہر باجماعت پڑھیں۔ عوام کو البتہ نہیں روکا جائے گا۔ کہ کہیں وہ یہ جو اللہ کا نام لیتے ہیں وہ بھی نہ چھوڑ دیں۔

اور ایسی آبادی جو روایت نادرہ پر تو شہر ہو جاتی ہے لیکن مذہب صحیح پر نہیں۔ وہاں خواص کو چار رکعت احتیاطی کا تاکید حکم ہوگا۔ مگر اس کو وہ باجماعت نہیں پڑھیں گے بلکہ تنہا تنہا۔ کہ عوام کو خبر نہ ہو۔

فتاویٰ سوم ص ۴۰۲ میں مرقا الفلاح کے حوالہ سے ہے: لا یفتی بالاربع الا الخواص۔

خود اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

عوام جاہلوں کو ان کا حکم نہ دیا جائے گا۔ عوام کے لیے یہی کافی ہے کہ بعض روایت پر ان کی نماز ہوگئی اور اس صورت میں اس جگہ مصریت میں شبہ قوی ہے تو اس صورت میں ان چار رکعت کا حکم ایجاباً ہوگا۔ اور ایک آبادی میں جو مفتی بہ روایت پر (ظاہر الروایہ) شہر ہے اگر چند جگہ جمعہ ہو تو وہاں خواص کو استحباباً چار رکعت کا حکم ہے۔ عوام کا وہی حال ہے جو روایت بالا میں ذکر ہوا۔ بلکہ اس صورت میں تو جمعہ کی صورت ہی رائج ہے۔ اور یہاں صحت جمعہ میں صرف شبہ ہے۔

(۳) ان کے بارے علمائے اہل سنت و جماعت کے موقف کا ہمیں علم نہیں۔

(۵) یوں کہ کسی ایک حرف قرآن کا بدل لینا بھی تحریف و کفر ہے جب کہ قصد اس کا ارادہ ہو اور

لفظ اصل اور محرف میں امتیاز و تغایر ہو ورنہ نہیں۔

فتاویٰ رضویہ جلد سوم میں ہے۔

ض، د، ذ، ز، یہ سب حرف متغایرہ ہیں۔ ان میں کسی کو کسی سے قصد بدلنا اس کی جگہ سے پڑھنا نماز ہو خواہ بیرون نماز حرام قطعی و گناہ عظیم افزا علی اللہ و تحریف کتاب کریم ہے۔

منح الروض میں ہے: کون نعملہ کفراً لا کلام فیہ۔

حاشیہ جلالین میں تفسیر کبیر کے حوالہ سے

﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكَمْ بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ﴾ [المائدة: ۴۴] کی تفسیر میں نقل کیا۔

وقال عكرمة قوله ومن لم يحكم بما أنزل الله تعالى إنما يتناول من أنكر بقلبه ووجد بلسانه إماماً من عرف بقلبه كونه حكم الله وأقر بلسانه كونه حكم الله إلا أنه أتى بما يضاده فهو حاكم بما أنزل الله تعالى. ولكنه تارك له فلا يلزم دخوله تحت هذه الآية كذا في الكبير۔ (تفسير الجلالين: ۱۰۱)

اس سے ثابت ہے کہ خطایا سہوا اور نسیان سے یہ حکم نہیں۔

اور اندازہ ایسا ہے کہ خود بکر بھی اس فرق پر مطلع تھا جیسی تو وہ زید کو یوں مخاطب کرتا ہے۔ آپ نے لوح جواب پر قرآن شریف کی آیت یقیناً ہوش و حواس کے ساتھ لکھی ہے جس میں جی کوئی جان بوجھ کر لکھا ہے۔ لیکن صرف اتنی بات سے کہ زید نے ہوش و حواس میں یہ آیت لکھی اس کے سہو و نسیان کا انکار

نہیں کیا جاسکتا۔ اور نسخہ کو الف لکھدینے کو عدا تبدیل اور تحریف نہیں قرار دیا جاسکتا۔

اعلیٰ حضرت کے ملفوظات مفتی اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جمع فرمائے۔ اس میں کتب اللہ لا غلبین انا اور سلی کے بجائے ختم اللہ لکھدیا گیا۔ اور لگ بھگ چالیس سال تک ایسا ہی بار بار چھپ رہا تو کیا اس کے شائع کرنے والے تمام لوگوں کو جس میں خود مفتی اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھی شامل ہیں

قرآن کی تحریف کرنے والا اور کافر کہا جائے گا۔ حاشا حاشا یہ وہی سہو و نسیان ہے جس کا اعتراف زید کو۔ وہ بھی صرف تغیر اتنا ہوا کی غلطی سے حرکت کو حرف لکھدیا جس میں تغایر نہیں اور لغت عرب میں ایسا ہوتا۔

کہ فتحہ کو الف اشباع سے بدل دیتے ہیں۔ المختصر زید پر بکر صاحب کا یہ فتویٰ غلط ہے۔

اس طرح سے جواب زید صاحب کا بکر پر احکام کفر جاری کرنا بھی درست نہیں۔

امام اہل سنت مولانا احمد رضا خان صاحب فرماتے ہیں:

انما يحل الا كفار با كفار المسلم اذا كان ذلك لاعتن شبهة وتاويل والا فلا هذا هو التحقيق عند فقهاء الكرام ايضا يزعم بذلك من احاط بكلامهم واطلع على مرامهم رحمة الله تعالى عليهم اجمعين الا ترى ان الخوارج عزلهم الله تعالى فقد كفروا امير المؤمنين ومولى المسلمين عليا رضي الله تعالى عنه ثم هم عندنا لا يكفرون كما نص على في اندر المختار۔

تو یہاں بھی بکری کی تکفیر جائز نہ ہوگی اور زید پر ان کا احکام کفر لگانا منع ہوگا کاش جو کام اب ہوا وہ کام طرفین نے پہلے ہی کر لیا ہوتا۔ یعنی طرفین فتویٰ بازی سے پہلے استفتاء کر کے اپنے سے زیادہ جاننے والا جسے سمجھتے اس سے پوچھ لے ہوتے۔

ارشاد الہی ہے: ﴿فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ﴾ [الانبیاء: ۷]

فتاویٰ رضویہ حصہ ہفتم میں ہے: بے تحقیق مسئلہ کا جواب دینا حرام ہے۔

اس لیے دونوں صاحبان کو اپنے فتاویٰ سے رجوع کرنا چاہئے۔ اور دونوں صاحبان کو ایک دوسرے کی ایذا دہی کی معافی مانگنی چاہئے۔ جس کو کچھ قرآن یاد اگر چہ ایک ہی آیت کیوں نہ ہو اس کی یعنی جس کو کوئی آیت یا نہیں اقتداء نہیں کر سکتا۔

اور امی امی کے پیچھے پڑھ سکتا ہے۔ جس کو کچھ آیتیں یاد ہیں مگر حروف صحیح نہیں ادا کر سکتا جس کی وجہ سے معنی قاسم ہو جاتے ہیں وہ بھی اسی کے مثل ہے۔ (بہار شریعت حصہ سوم)

یعنی صحیح خواں کی امامت نہیں کر سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مؤ ۱۶ رجب المرجب ۱۴۱۳ھ

(۷۷) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ

دیہات میں جمعہ کی نماز ہوتی ہے کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ دیہات میں جمعہ کی نماز نہیں، لیکن جہاں عتوں سے جمعہ ہوتا ہے تو کیا جمعہ کی نماز نہ پڑھی جائے۔ اگر جمعہ کی نماز پڑھی جائے تو کیا بعد جمعہ ظہر بھی پڑھی جائے۔ تو اگر بعد نماز جمعہ ظہر پڑھی جائے گی تو فردا فردا نماز ظہر پڑھی جائے گی یا جماعت سے پڑھی جائے گی۔

المستفتی مولوی علامہ ارشد شاہد قادری

الجواب

شریعت کے نزدیک آبادی کی دو قسمیں ہیں۔ شہر اور دیہات شہر میں نماز جمعہ صحیح ہے۔ اور

دیہات میں نہیں۔ حدیث شریف میں ہے: "لا جمعة ولا تشريقه الا في مصر جامع" اور شہر کی دو تہیں کی گئی ہیں۔ ایک تو آجکل جو پرگنہ اور تحصیل کہلاتا ہے۔ اسی کو صحیح الروایہ اور ظاہر الروایہ اور ائمہ احناف کا متفقہ مذہب بتایا گیا ہے۔ یعنی یہی تعریف صحیح اور درست ہے۔ دوسری تعریف یہ ہے کہ جہاں کی سب سے بڑی مسجد میں وہاں کے تمام بالغ اور مکلف سامنے سکیں اس تعریف کو تا در الروایات اور مرجوح قرار دیا گیا ہے۔ یعنی یہ تعریف صحیح نہیں مگر متاخرین کی ایک جماعت نے اس پر بھی فتویٰ دیا ہے۔

اس طرح اب آبادی کی تین قسمیں ہو گئیں۔ وہ دیہات جس پر شہر کی مذکورہ بالا تعریفوں میں سے کوئی تعریف صادق نہ آئے۔ اس کا حکم یہ ہے کہ یہاں جمعہ واجب ہی نہیں۔ تو ایسی جگہ جمعہ پڑھنا گناہ ہے جمعہ نہ پڑھا جائے اور باجماعت نماز ظہر ادا کی جائے۔

ہاں اگر جاہل عوام جمعہ پڑھتے ہوں تو انہیں منع نہ کیا جائے۔ وہ آبادی جس پر دوسری تعریف صادق آتی ہے۔ لیکن چونکہ وہاں پر دوسری تعریف کے لحاظ سے وہ دیہات ہی ہے۔ اس لیے فتویٰ تو یہی دیا جائے گا کہ جمعہ صحیح نہیں لیکن عوام اگر جمعہ پڑھتے ہوں تو روکا نہیں جائے گا۔ ہاں اگر وہ خواص جو جمعہ کی جماعت میں شریک ہوئے ایسی صورت میں ان کو یہ حکم ہے کہ نماز جمعہ کے بعد جو سنت چار رکعت پڑھی جاتی ہے اس کے بعد فرض اس نیت سے پڑھیں جو آخری ظہر میرے ذمہ رہ گئی اس کو پڑھ رہا ہوں۔ مگر عوام کو اس کا پتہ بھی نہ چلے۔ اور جو جگہ یہی تعریف صحیح و رائج پر شہر ہے وہاں تو جمعہ واجب ہی ہے، وہاں پر جمعہ ادا کیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مؤ ۳۰ رجب المرجب ۱۴۱۳ھ

(۷۸) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ

جمعہ کے خطبہ میں عصا لینا واجب ہے یا سنت ہے یا مستحب؟ اور نہ لینے والے پر شریعت کا کیا حکم صادر ہوگا؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

المستفتی: محمد شمیم عالم دران مسجد تعلقہ پراج ضلع سانبر کاٹا سبھرات

الجواب

اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی کتاب فتاویٰ رضویہ حصہ سوم باب الجمعہ میں فرماتے ہیں: خطبہ میں عصا ہاتھ میں لینے کو بعض علماء نے سنت لکھا ہے اور بعض نے مکروہ اور ظاہر ہے کہ سنت بھی ہو تو سنت مکروہ نہیں تو بنظر اختلاف اس سے بچنا بہتر ہے مگر جب کہ کوئی عذر ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مؤ ۲۱ روال المکرم ۱۴۱۹ھ

(۸۱-۷۹) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسائل ذیل سے متعلق کہ

(۱) زید ایک ایسے دیہات میں نماز عید و جمعہ پڑھتا ہے جہاں عید و نماز جمعہ فرض نہیں، لیکن زید نماز جمعہ جب پڑھنے کے لیے جاتا ہے تو چودہ رکعت پڑھتا ہے اور اس طرح نیت کرتا ہے: اول چار رکعت میں سنت جمعہ کی نیت، اس کے بعد دو رکعت فرض میں جمعہ کی نیت، پھر اس کے بعد چار رکعتوں میں مذکورہ نیت کے ساتھ چار رکعت سب کے آخر میں فرض ظہر کی نیت سے ادا کرتا ہے۔ اس کے برخلاف بکر اس طرح چودہ رکعت ادا کرتا ہے۔ اول چار رکعت سنت مؤکدہ بہ نیت ظہر، اس کے بعد دو رکعت فرض بہ نیت جمعہ، پھر اس کے بعد چار رکعت فرض بہ نیت ظہر، پھر دو رکعت سنت مؤکدہ بہ نیت ظہر، اس کے بعد آخر میں دو رکعت نفل بہ نیت ظہر۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید و بکر میں سے کس کا خیال درست ہے؟ یا کچھ اور؟

(۲) عید گاہ میں نماز جنازہ درست ہے یا نہیں؟ نیز عید گاہ میں نماز پنجگانہ یا جماعت درست ہے یا نہیں؟ نیز ایک عید گاہ کا چندہ دوسری عید گاہ کی تعمیر میں صرف ہو سکتا ہے یا نہیں؟

(۳) ایک جگہ کچی کوٹھری نما مسجد تھی کچھ دنوں کے بعد جب کچا مسجد بنانے کا منصوبہ بنا تو کچی کوٹھری کو شہید کر دیا گیا اور اس جگہ سے تھوڑا بٹا کر دھن طرف کی زمین پر نئی کچی مسجد تعمیر ہوئی اس نئی تعمیر میں پرانی مسجد کی دو تین ہاتھ جگہ داخل ہے باقی جگہ یوں ہی میدان ہے اس خالی جگہ پر جہاں پر پہلے کچی مسجد تھی وضو کرنا یا جوتے اتارنا یا اس جگہ اذان کہنے و مسجد کا سامان رکھنے کے لیے حجرہ بنانا درست ہے یا نہیں؟ نیز بارش ہونے کی وجہ سے اگر اذان داخل مسجد کچی جائے تو درست ہے یا نہیں کیونکہ اگر باہر سے اذان کچی جائے گی تو مؤذن بارش کی وجہ سے بھیکس جائے گا لہذا حکم کیا ہے؟ فقط والسلام المستفتی: نور محمد نوری میتا پور

الجواب

(۱) ایسا دیہات جہاں نماز جمعہ فرض ہی نہ ہو وہاں جمعہ پڑھنا گناہ ہے صرف ظہر کی نماز پڑھنا چاہئے۔ درمختار میں ہے: ”بکرو تحریمًا لانہ اشتغال بما لا یصح لان المصّر شرط الصحة“ (در مختار: ۴۲/۳)

البتہ عوام پڑھیں تو ان کو روکنے اور الجھنے کی ضرورت نہیں۔ (فتاویٰ رضویہ ص ۷۲۲ تا ۷۲۶) اسی میں ہے: جہاں جمعہ بحسب مذہب بلاشبہ ناجائز و باطل ہے جیسے وہ کوردہ جو کسی روایت مذہب پر مہر نہیں ہو سکتے وہاں ظہر آپ ہی عینا فرض ہے۔ جمعہ پڑھوانے اور چار رکعت احتیاطی بنانے کی

اصلاً گنجائش نہیں تو اس صورت میں اس سوال کی گنجائش ہی نہیں کہ کس میں ظہر کی نیت کرے اور جمعہ کی نیت کب کرے۔ چار رکعت احتیاطی کا حکم وہاں ہے جہاں جمعہ صحیح ہونے میں شبہ ہو۔

فتاویٰ رضویہ میں ہے: ایسی جگہ ہمارے علماء نے حکم دیا کہ بعد جمعہ چار رکعت فرض احتیاطی اس نیت سے ادا کرے کہ کچھلی وہ ظہر جس کا وقت میں نے پایا اور اب تک ادا نہ کیں۔ یہ چاروں جمعہ کے بعد کی سنت کے بعد پڑھے۔ پھر جمعہ کے بعد کی دو سنتیں، بہ نیت سنت وقت پر پڑھے۔ فتاویٰ رضویہ ص ۷۰۱ اس سے معلوم ہوا کہ زید و بکر دونوں کچھ نہ کچھ نیت میں گڑبڑی کرتے ہیں۔

واضح ہو کہ احتیاطی ظہر کا حکم عام جاہلوں کو نہیں خواص کو ہے۔

مراقی الفلاح میں ہے: ”لا یفتی بالاربع الا الخواص“

اور یہ جماعت کے ساتھ نہیں پڑھ جائیں۔

(۲) مصلی عید گاہ میں جنازہ کی نماز جائز ہے۔

درمختار میں ہے: ”اما المتخذة للصلاة الجنائز او عید فهو مسجد فی حق جواز الاقتداء وان انفصل الصفوف رفقا بالناس لافی حق غیر“ (کتاب الصلاۃ: ۳۷۲/۲) اور اس میں پنجوقتہ نماز بھی پڑھی جاسکتی ہے اس کا چندہ نہ کسی دوسری عید گاہ میں لگ سکتا ہے اور نہ کسی اور کام میں۔

(۳) پرانی کوٹھری نما جگہ جو عرصہ تک مسجد رہی اور مسلمان اسے مسجد جان کر نماز پڑھتے رہے اب ہمیشہ کے لیے مسجد ہو گئی اس جگہ اذان کہنا یا سامان مسجد کے لیے حجرہ بنانا جائز نہیں، بہتر یہ ہے کہ جس طرح اسکی دو تین ہاتھ زمین مسجد میں شامل کی اس کو بھی مسجد ہی میں شامل کر لیں جس سے نمازیوں کے لیے بھی جگہ کشادہ ہو جائے گی اور مسجد بے حرمتی سے بھی محفوظ ہو جائے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مئو ۲۹/شوال المکرم ۱۴۱۹ھ

(۸۳-۸۲) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسائل میں کہ

(۱) زید کسی حنفی عالم دین ایک مدت سے اپنے گاؤں میں جمعہ کی فرض نماز پڑھانے کے فوراً بعد اسی مصلیٰ پر ظہر کی نماز فرض تکبیر جدید کے ساتھ پڑھاتا رہا۔ اس کے بعد بکر سنی حنفی عالم نے اس مسجد کے مصلیوں کو اس طرح فعل سے منع کیا اور کہا کہ جماعت سے ظہر نہ پڑھکر الگ الگ احتیاطی ۴ رکعت ظہر فرض پڑھ لیں جس کے ثبوت میں بکر نے بہار شریعت کا حوالہ بھی پیش کیا پھر بھی زید ماننے کے لیے تیار نہیں ہے جس کی وجہ سے دیگر مصلیوں میں انتشار پیدا ہونے کا خطرہ ہے اب مسئلہ مذکورہ میں

زید مٹلی ہے یا بکر۔

(۲) زید ایک مدت سے اپنے گاؤں میں ایک دینی درسگاہ قائم کر کے علماء کو رکھ کر بچوں کے درس و تدریس کا کام انجام دلاتا رہا، کچھ دن گذر جانے کے بعد ناجائز خرچ دکھا کر زمین رقم کا جرم کیا جس کی پاداش میں گاؤں کے دیگر حضرات نے اس کے قبضے سے لے کر خالد کو دے دیا کہ وہ جس کو چاہے کمیٹی میں رکھ کر مدرسہ بحسن و خوبی چلائے۔ بہر حال خالد نے اپنی نظامت میں اور لوگوں کو شامل کر کے کمیٹی رجسٹرڈ کرائی اور زید کا پرانہ رجسٹریشن برقرار تھا۔ اب زید اسی رجسٹریشن کے ذریعہ دینی درسگاہ کا حلیہ بدل کر جو نیرہائی اسکول کی مانتا لے کر غیر مسلم بچوں کا نام شامل کیا اب اس مسئلے کو لے کر جدید و قدیم کمیٹی میں اختلاف ہو گیا ہے جس کا نتیجہ مقدمہ تک پہنچ گیا ہے۔ اب زید مدرسے کا حوالہ دے کر زکوٰۃ و فطرہ کی رقم وصول کرتا ہے اور مقدمہ میں خرچ کرتا ہے جب کہ اس کا مدرسے میں کوئی عمل دخل نہیں ہے۔ نیز دینے والے اچھی طرح جانتے ہیں کہ ہماری زکوٰۃ کا مصرف مقدمہ ہو رہا ہے۔ اور خالد بھی (جو کہ بروقت مدرسہ چلا رہا ہے) غیر مسلموں کے قبضہ سے بچانے کے لیے انہیں رقموں کو خرچ کر رہا ہے۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس اختلاف میں زید حق پر ہے یا خالد ان کا یہ رقم خرچ کرنا کہاں تک درست ہے، نیز جانتے ہوئے زید کی مدد کرنے والے کے بارے میں شرع کا کیا حکم ہے؟

المستفتی: احقر محمد لطیف امجدی ساکن بھٹنی پورہ چائیکلاں کبیر نگر، ۷ ارڈی القعدہ ۱۴۱۹ھ

الجواب

آبادیاں تین قسم کی ہیں۔

(الف) شہر۔ یہ ایسی آبادی ہے جس میں متعدد کوچے، محلے، دائمی بازار ہوں اس سے متعلق دیہات گئے جاتے ہیں۔ عادتاً اس میں کوئی حاکم مقرر ہوتا ہے۔ کہ مقدمات کا فیصلہ کر کے مظلوم کا حق ظالم سے دلا سکے۔ (فتاویٰ رضویہ جلد سوم ص ۷۲۲)

امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے یہی تعریف مروی ہے۔ یہی ظاہر الروایہ اور اصل مذہب ہے جمعہ وعیدین ایسی ہی آبادی میں مسلمانوں پر فرض و واجب ہیں۔

حدیث شریف میں ہے: "لا جمعة ولا تشریق الا فی مصر جامع"

جمعہ وعید شہر میں واجب ہیں۔

ایسی جگہ معبودوں کو بھی جمعہ کے دن ظہر کی نماز جماعت سے پڑھنا منع ہے۔

بحر الرائق میں ہے: "اداء الظہر جماعة مکروه يوم الجمعة فی المصر"

یہ تعریف ہندوستان کی مٹی بڑا شکر، پرگنہ پو تحصیل پر صادق آتی ہے بلوچان جگہوں میں جمعہ کی نماز فرض ہے۔ (ب) ایسی آبادی جس میں اور باتیں تو پائی جاتی ہوں لیکن وہاں کوئی ایسا حکم نہ ہو۔ جو مقدمات فیصلہ کر سکے۔ جیسے بعض قصبات اور اس کے مشابہ آبادیاں، اصل مذہب حنفی میں یہ آبادیاں شہر نہیں۔ نہ یہاں کے باشندوں پر جمعہ فرض۔ یہاں کے باشندوں کے لیے یہی حکم ہے کہ ظہر کی نماز روزانہ کی طرح سے باجماعت پڑھیں۔ یہ ائمہ متقدمین کا مذہب ہے لیکن امام ثانی قاضی ابو یوسف صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ایک نادر روایت ہے کہ ایسی آبادی جس میں اتنے لوگ ہوں کہ تمام مکلف افراد اہل اسلام جمع ہو جائیں تو گاؤں کی سب سے بڑی مسجد بھی تنگ ہو جائے تو یہ آبادی بھی شہر ہے۔ اور وہاں کے مسلمانوں پر جمعہ فرض ہے۔ یہ تعریف اگرچہ مرجوح اور غلط ہے۔ لیکن علمائے متاخرین کے ایک گروہ نے اس کے موافق بھی فتویٰ دیا ہے۔

حضرت مولانا امام احمد رضا خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے فتوؤں میں مذکورہ بالا دونوں تعریفیں ذکر کی ہیں اور اول کو مضبوط دلائل سے ثابت کیا۔ اور اسی کو اصل مذہب اور ظاہر الروایہ قرار دیا۔ اور دوسری تعریف پر متعدد اعتراض وارد فرمائے اور فرمایا اس کے موافق فتویٰ دینا صحیح نہیں۔

آپ کے الفاظ یہ ہیں:

نہ ہم اس کے خلاف عمل کر سکتے ہیں، نہ زہار نہ زہار مذہب ائمہ چھوڑ کر دوسری بات پر فتویٰ دے سکتے ہیں مگر دربارہ عوام فقیر کا طریق عمل یہ ہے کہ ابتداء خود انہیں منع نہیں کرتا۔ انہیں نماز سے باز رکھنے کی کوشش پسند نہیں کرتا۔ جس طرح وہ اللہ و رسول کا نام لیں غنیمت ہے۔ ہاں جب سوال کیا جائے تو وہی کہا جائے گا جو اپنا مذہب ہے۔ (فتاویٰ رضویہ سوم)

باب جمعہ ص ۷۰۲ پر ہے: (احتیاطی) رکعتوں کا حکم نہ لے جاہلوں کو نہ دیا جائے گا۔ ان کے حق میں یہی بہت ہے کہ بعض روایات پر ان کی نماز (ٹھیک) ہو جائے انہیں ایسی احتیاط کی حاجت نہیں۔ ہاں خاص لوگ جو اس طرح نیت کر سکتے ہوں اور ان سے یہ اندیشہ نہ ہوں یہ احتیاط بجالائیں۔ اس احتیاطی نماز کا حکم خواص کو دیا جائے گا۔ اور وہ اس کو گھر میں ادا کریں گے۔ ص ۷۰۹ پر فرماتے ہیں۔ یہ فرض احتیاطی جماعت نہیں ہوں گے۔

(ج) وہ کوردہ ہستی جو کسی تعریف پر شہر نہ ہو سکے وہاں جمعہ ادا کرنے اور احتیاطی ظہر پڑھنے سے

آپ نے سختی سے منع فرمایا۔ ص ۷۰۳ پر ہے:

گاؤں میں جمعہ اصلاً جائز نہیں۔ تو وہاں اس کی اجازت نہیں ہو سکتی۔ کہ ایک ناجائز کام کریں۔

اور چار رکعت احتیاطی سے اس کی طمانی چاہیں۔ ص ۲۰ پر تحریر فرماتے ہیں۔

جہاں جمعہ بحیثیت مذہب بلاشبہ ناجائز اور باطل ہے۔ جیسے وہ کوردہ جو کسی روایت مذہب پر مصر نہیں ہو سکتے۔ وہاں ظہر ہی عینا فرض۔ اور جمعہ پڑھوانے اور چار رکعت احتیاطی بتانے کی گنجائش سے منع فرمایا۔ ص ۷۰ پر ہے:

ہاں وہ عالم کہلانے والے کہ مذہب امام، بلکہ مذہب جملہ ائمہ حنفیہ کو پس پشت ڈالتے، تصحیحات جمہیر ائمہ ترجیح و فتویٰ کو پیٹھ دیتے اور ایک روایت نادرہ موجودہ و موجودہ عنہا غیر صحیح کی بناء پر ان جہاں کو کوردہ میں جمعہ قائم کرنے کا فتویٰ دیتے ہوں۔ یہ ضرور مخالفت مذہب کے مرتکب ہیں اور جہلاء کے گناہ کے ذمہ دار ہیں۔

ہاں اگر جاہل خود پڑھتے ہیں تو ان کو منع کرنے کی ضرورت نہیں۔

ص ۷۱ پر ہے: جمعہ وعیدین دیہات میں ناجائز اور اتکا پڑھنا گناہ۔ مگر جاہل عوام اگر پڑھتے ہیں تو ان کو منع کرنے کی ضرورت نہیں کہ جاہل عوام جس طرح اللہ و رسول کا نام لیں غنیمت ہے۔

مذکورہ بالا تفصیلات کی روشنی میں زید و بکر دونوں ہی غلطی پر معلوم ہوتے ہیں کہ جس آبادی کا معاملہ ہے اگر وہ دوسری قسم کی آبادی ہے۔ اور جمعہ اگر زید نے قائم کیا تو اس کو رائج مذہب پر جمعہ قائم کرنا نہیں چاہئے تھا۔ اور اگر پہلے سے قائم تھا۔ تو زید کو اس میں شریک نہ ہونا چاہئے تھا۔ اور بعد میں جو چار رکعت احتیاطی بتایا تو اس کو خواص کو بتانا چاہئے تھا جو صحیح نیت پر قادر ہوں۔ اور انہیں عام جماعت سے نہ پڑھنا چاہئے تھا۔ بکر کی کوتاہی یہ معلوم ہوتی ہے کہ مقتدی تو عام طور سے جاہل ہی ہوتے ہیں زید بھی جب ان کا ساتھ دے کر اسی زمرہ میں آگئے تو بکر صاحب کو روکنا نہیں چاہئے تھا۔

اعلیٰ حضرت نے عوام کو چھیڑنے سے منع کیا ہے۔

اور اگر وہ دیہات کوردہ تھا تو جمعہ پڑھنا اور پڑھانا قطعاً ممنوع و گناہ تھا جس کے ذمہ دار زید صاحب تھے لیکن بکر نے پھر وہی غلطی کی کہ عوام کو اس سلسلہ میں چھیڑ کر فتنہ و فساد کی صورت پیدا کی۔ جب کہ امام اہل سنت بار بار اس کی تاکید کرتے ہیں، اہل علم کو نہ تو عوام کی اس جہالت میں شریک ہونا چاہئے نہ ان کو روکنا چاہئے۔

(۲) زکوٰۃ کی رقم غریبوں مسکینوں وغیرہ سات قسم کے محتاجوں کا حق ہے۔ شریعت نے اس کے لیے پابندی لگائی کہ غریبوں کو اس کا مالک بنایا جائے۔ اگر مباح کر دیا جائے اور مسکین ہی اسے استعمال کریں تو زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔

مثلاً: زکوٰۃ کی رقم کا کھانا پکا کر مسکینوں اور محتاجوں کو بلا کر انہیں اجازت دی جائے کہ تم اس کو کھا لو تو زکوٰۃ ادا نہ ہوگی انہیں دیدودہ چاہیں کھائیں چاہے لیجا کر دوسرے کو کھلائیں، اسی لیے فقہ کی کتابوں میں تصریح ہے کہ زکوٰۃ کی رقم کسی دوسرے مصرف خیر میں بھی براہ راست خرچ نہیں ہو سکتی۔ ہاں مجبوری ہو تو زکوٰۃ کی رقم محتاجوں کو دے کر ان کو اس کا مالک بنادیا جائے اور وہ اپنی طرف سے متولی کو دے دیں کہ وہ انہیں مصارف خیر میں صرف کر دیں۔

فتاویٰ رضویہ میں عالمگیری وغیرہ کتابوں کے حوالہ سے ہے:

”وفی جمیع ابواب الحبلہ ان يتصدق بمقدار زکوٰۃ علی فقیر ثم یامرہ ان یتصرف

الی هذه الوجہ یتادی“

دنیاوی تعلیم کا رثواب نہیں تو اس کے لیے زکوٰۃ کی رقم گھما پھرا کر خرچ کرنا بھی جائز نہیں۔ پس صورت مسئلہ میں مسائل کے سچے ہونے کی صورت میں زید پر شرعاً کئی فرد جرم عائد ہوتی ہیں۔ (۱) خیانت کسی کے مال میں ہو جرم و حرام ہے۔ نہ کہ دینی مدرسہ میں۔

در مختار میں ہے: ”فتنہ و جوبہ ولو البانی فغیرہ اولیٰ“ (کتاب الوقف: ۶/۴۵۲) اور لا خود بانی خیانت کرے تو اس کو بھی معزول کر دینا چاہئے۔ دوسرے کو بدرجہ اولیٰ خیانت کے جرم میں نکال باہر کرنا واجب ہے۔

(۲) اور اب ناجائز قانونی چارہ جوئیوں سے اس پر قبضہ غاصبانہ کرنا دوسرا حرام ہوا۔

(۳) اس دینی مدرسہ کے نام پر زکوٰۃ کی رقم وصول کرنا دھوکہ۔ اور پھر ناجائز قبضہ غاصبانہ

کرنا تیسرا حرام ہوا۔

(۴) اور اس رقم سے ناجائز مقدمہ لڑنا چوتھا حرام ہوا۔

جن لوگوں نے جان بوجھ کر زکوٰۃ کی رقم اس کام کے لیے دی ان کی زکوٰۃ ادا نہ ہوئی۔

خالد کے خلاف اس بیان مسائل سے کوئی جرم نہیں بنتا، لیکن دنیا اب اتنی خود غرض ہو گئی ہے۔ کہ اس کی بھی سخت نگرانی کی ضرورت ہے۔ اس نے بھی کوئی بیجا خرچ کیا تو ناجائز اور حرام ہی ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مؤ ۲ رزوالحجہ ۱۴۱۹ھ

(۸۴) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین ذیل کے مسئلہ کے بارے میں کہ ایک مستقل امام صاحب اپنی کسی ضرورت کی وجہ سے باہر چلے گئے اور نماز جمعہ پڑھانے کے لیے کسی سے نہیں کہا جب جمعہ کا وقت ہو گیا تو لوگ پریشان ہوئے۔ ایک مولانا صاحب ایک کمرے میں

بیٹھے تھے ان سے نماز پڑھانے کے لیے کہا گیا، اس پر انہوں نے کہا کہ ہم دیہات میں نماز جمعہ نہیں پڑھتے اور ہم کو اجازت بھی نہیں ملی ہے۔

مزید کہا کہ اس گاؤں میں دو مسجد ہے جو پہلی مسجد ہے وہی جامع مسجد مانی جائے گی اسی میں جمعہ کی نماز ہوگی دوسری مسجد میں جائز نہیں مولانا نے لوگوں کو کتاب میں مسئلہ بھی دکھایا لیکن ان لوگوں نے کہا کہ ہم کتاب وغیرہ نہیں مانتے جواب طلب امر یہ ہے کہ اس کا شرعی حکم کیا ہے۔

المستفتی: عبدالستار ساکن دارالافتاء مظفر پور بہار

الجواب

دوسرے مولانا صاحب نے امامت نہ کرنے کا جو یہ عذر بیان کیا کہ ہم دیہات میں جمعہ نہیں پڑھتے، یہ کافی تھا۔ اگر مستقل امام اجازت دیجاتے تب بھی تو آپ جمعہ کی امامت نہیں کر سکتے تھے۔ کیونکہ آپ دیہات میں جمعہ نہیں پڑھتے تو پڑھائیں گے کیسے۔ اس کے بعد انہوں نے ایک مسجد اور دو مسجد کی بات جو کبھی وہ اور بھی بلا ضرورت اور غلط بھی۔

امام احمد رضا خان صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فتاویٰ رضویہ جلد سوم ص ۷۹ مطبوعہ سنی دارالاشاعت لاکل پور پاکستان میں فرماتے ہیں:

قصبہ و شہر جہاں جمعہ جائز ہے وہاں نماز جمعہ متعدد جگہ بھی ہونا جائز ہے۔ اگرچہ افضل ایک جگہ ہی ہوتا ہے۔ اور اگلی مسجد جامع کے ترک کرنے کا اگر یہ معنی ہے کہ اس میں نماز ہی چھوڑ دی جائے۔ تو قطعاً ناجائز کہ مسجد ویران کرنا ہے۔ اور اگر یہ مراد کہ نماز تو وہاں ہوا کرے گی مگر جمعہ وہاں کے بدلے اب اس مسجد میں ہو۔

اس میں اگر وہاں کے اہل اسلام کوئی مصلحت شرعیہ رکھتے ہیں جو قابل قبول ہو تو کیا مضائقہ۔ ورنہ جامع مسجد وہی جامع قدیم ہے۔ اس میں جمعہ کا ثواب زائد ہے۔

اس عبارت میں کہاں لکھا ہے کہ قدیم مسجد میں نماز جمعہ ہوگی۔ اور دوسری مسجد میں جائز نہیں ہوگی۔ اس میں تو یہ لکھا ہے کہ پہلی مسجد ویران کر دی جائے کہ اس میں کوئی نماز نہ ہو یہ ناجائز ہے۔ اور دونوں میں جمعہ اور جماعت ہوا کریں یا پرانی مسجد میں بیوقوفہ نماز ہو اور نئی میں جمعہ کسی مصلحت سے ہو مثلاً پہلی مسجد تنگ تھی یہ وسیع ہو گئی۔ تو نئی مسجد میں جمعہ قائم کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ اور بے کسی مصلحت بھی صرف نئی میں جمعہ ہو اور پرانی میں بیوقوفہ یا دونوں میں تو پرانی میں ثواب زیادہ اگر ایسی کتاب کے نہ ماننے کی بات کسی نے کہی تو اس پر کیا الزام۔ بلکہ میرا خیال تو یہ ہے کہ کسی سنی کتاب میں یہ نہیں ملے گا کہ دوسری

مسجد میں نماز نہ ہوگی۔

اعلیٰ حضرت تو فتاویٰ رضویہ میں بار بار تحریر کرتے ہیں کہ نماز کے لیے عمارت ضروری نہیں کلی زمین پر بھی نماز ہو سکتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی سنو ۱۲۷۰ ہجری ۱۳۲۰ھ

(۸۵) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

دیہات میں جمعہ کے دن ہمارے یہاں کچھ مقامات پر جمعہ و ظہر دونوں نمازیں باجماعت ادا کی جاتی ہیں ان دونوں میں کون سا طریقہ مطابق شرع ہے اور کون خلاف شرع، نیز دیہات میں جمعہ کی نیت کس طرح کی جائے؟ واضح رہے کہ ہمارے یہاں کافی دنوں سے جمعہ کے بعد ظہر باجماعت ادا کی جاتی تھی، مگر ابھی گذشتہ جمعہ کو ایک عالم صاحب نے بہت زور دے کر فرمایا کہ صرف جمعہ کی نماز ادا کی جائے۔ لہذا التماس ہے کہ جلد از جلد مدلل جواب دے کر کرم فرمائیں۔ لوگ کافی تشویش میں ہیں۔

المستفتی: محمد اسحاق نوری ۲۳ شعبان ۱۳۲۹ھ

الجواب

حدیث شریف میں ہے: "لا جمعة ولا تشریق الا فی مصر جامع"

جمعہ اور عید کی نماز شہر میں جائز ہے و دیہات میں نہیں۔

امام اہل سنت مولانا احمد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

(۱) شہر و مدینہ اسی آبادی کو کہتے ہیں جس میں متعدد کوچے و محلے ہوں اور متعدد دائمی بازار ہوں، وہی پرگنہ ہوتا ہے اور اس کے متعلق دیہات گننے جاتے ہیں۔ عادتاً اس میں کوئی حاکم ہوتا ہے کہ فیصلہ مقدمات کرے اپنی شوکت سے مظلوم کا انصاف ظالم سے لے سکے اور جو ایسی نہیں وہ قریب، و دیہہ، گاؤں، کہلاتی ہے۔ شرعاً یہی معنی متعارف و مراد و مدار حکام جمعہ وغیرہ ہیں۔

(۲) اور یہ تعریف کہ جس کی سب سے بڑی مسجد میں اس کے سکان اہل جمعہ نہ سائیں اگر بطور تعریف مانی جائے تو صریحاً باطل ہے تو جمعہ جائز ہونے کے لیے اس جگہ کا پرگنہ ہونا لازم ہے۔ بطور خلاصہ فرماتے ہیں نہ ہم اس کے خلاف عمل کر سکتے ہیں اور نہ زہار مذہب ائمہ چھوڑ کر دوسری بات پر فتویٰ دے سکتے ہیں اور دربارہ عوام فقیر کا طریقہ عمل یہ ہے کہ ابتداء انہیں خود منع نہیں کرتا۔ دوسری جگہ فرماتے ہیں دوسری تعریف کی طرف اشارہ کر کے کہ جس گاؤں میں یہ حالت پائی جائے اس میں روایت نو اور کی بنا پر جمعہ و عیدین ہو سکتے ہیں اگرچہ یہ اصل مذہب کے خلاف ہے مگر اسے بھی ایک جماعت متاخرین نے

اختیار فرمایا اور جہاں یہ بھی نہیں وہاں ہرگز ہرگز جمعہ خواہ عید مذہب خفی میں جائز نہیں ہو سکتا بلکہ گناہ ہے۔
(۳) کوردہ جس پر نہ شہر کی پہلی تعریف صادق آئے نہ دوسری ایسی آبادی میں جمعہ ہوتا ہی نہیں روزانہ کی طرح ظہر کی نماز ہی فرض۔ ایسی جگہ جمعہ کی نماز پڑھنا گناہ ہے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی فرماتے ہیں، البتہ وہ عالم کہلانے والے کہ مذہب امام بلکہ مذہب جملہ ائمہ حنفیہ کو پس پشت ڈالتے ہیں تصریحات جمہیر ائمہ ترجیح و فتویٰ کو چھوڑ دیتے ہیں اور ایک روایت نادرہ موجودہ عنہا وغیرہ صحیح کی بنا پر ان جہال کو کوردہ میں جمعہ قائم کرنے کا فتویٰ دیتے ہیں یہ ضرور مخالفت مذہب کے مرتکب اور ان جہلاء کے گناہ کے ذمہ دار ہیں۔

اعلیٰ حضرت کی ان تحریرات کی روشنی میں ہم یہی سمجھتے ہیں کہ پہلی قسم کی آبادی میں جمعہ واجب ہے اس میں کسی کا اختلاف نہیں۔ تیسرے قسم کی کوردہ آبادیوں میں ظہر فرض ہے جمعہ نہیں پڑھنا چاہئے اور دوسرے نمبر کی آبادی میں متاخرین نے جمعہ جائز ہونے کا فتویٰ دیا ہے مگر یہ خلاف مذہب ہے اس کا حکم یہ ہے کہ ہم سے اگر کوئی فتویٰ پوچھے تو ہم یہاں جمعہ کے ناجائز ہونے کا فتویٰ دیں گے۔ اور اپنی طرف سے پڑھنے والوں کو منع نہیں کریں گے۔ بالخصوص عوام کو وہ جس طرح خدا کا نام لیں بہتر ہے اگر کوئی مسلمان جو طبقہ خواص و علماء میں سے ایسی جماعت کی شرکت میں مبتلا ہو جائے تو وہ بعد میں چار رکعت احتیاطی ظہر کے پڑھے مگر عوام کو اس پر مطلع نہ کیا جائے جو صحیح نیت پر قادر نہ ہوں۔
کوردہ آبادی میں نہ خود جمعہ پڑھائے نہ کسی کو پڑھنے کا فتویٰ دیا جائے اور جو جاہل عوام پڑھتے ہیں ان سے چھیڑ چھاڑ نہ کیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مؤ ۵ شوال المکرم ۱۳۲۰ھ

خطبہ کا بیان

(۱) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کیا جمعہ کا خطبہ اردو زبان میں دیا جاسکتا ہے؟ یا اس میں اردو لفظ پڑھی جاسکتی ہے۔
سیدنا شرف مدرسہ فیض عام شری نگر پورنہ

الجواب

خطبہ میں عربی زبان کے علاوہ کوئی دوسری زبان ملانا سنت متوارثہ کے خلاف ہے۔ ہدایہ میں ہے: "فان افتتح الصلوٰۃ بالفارسیۃ یصیر معیبا مخالفاً للسنۃ المتوارثۃ کذا الخطبۃ

والتشہد" ملحظاً (ہدایہ: ۱/۱۰۱) واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ
الجواب صحیح عبدالعزیز عینی عنہ الجواب صحیح عبدالرؤف غفرلہ مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور
(۲) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ایک شخص مسجد کا امام ہے، اور وہ جمعہ کے دن ممبر پر کھڑے ہو کر خطبہ پڑھتے وقت ہاتھ میں عصا لیتا ہے جس پر ایک شخص کہتا ہے کہ عصا لینا مکروہ تحریمی ہے۔ اس کی کیا حقیقت ہے۔ احادیث کے حوالے سے تفصیل کے ساتھ جواب عنایت فرما کر ممنون و مشکور فرمائیں۔
استفتی: العبد الحقیر شاہ محمد مشتاق احمد قادری چشتی نقشبندی اورنگ آباد

الجواب

فتاویٰ رضویہ جلد سوم ص ۷۰۵ پر ہے:

خطبہ میں عصا ہاتھ میں لینا بعض علماء نے سنت لکھا ہے، بعض نے مکروہ اور ظاہر ہے کہ اگر سنت بھی ہو تو کوئی سنت مؤکدہ نہیں ہے، تو بنظر اختلاف اس سے بچنا ہی بہتر ہے مگر جب کوئی عذر ہو۔
اس عبارت سے ظاہر ہے کہ اس مسئلہ میں دو قسم کی روایتیں ہیں نہ سنت مؤکدہ ہے نہ مکروہ تحریمی بلکہ عذر نہ ہونے کی صورت میں عصا ہاتھ میں لینا زیادہ سے زیادہ خلاف اولیٰ ہے۔
عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ضلع منو ۱۸ محرم ۱۴۱۸ھ

عیدین کا بیان

(۱) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ عید کی نماز بارش کی وجہ سے مسجد میں چار مرتبہ میں ادا کی گئی اور حسب دستور امام بھی تہلیل ہونے لگے اس کے بارے میں کچھ لوگوں کا خیال یہ ہے کہ یہ نماز صحیح نہیں۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں واضح فرمانے کی زحمت گوارہ کریں، کرم ہوگا۔
نظام شمشیر عالم

الجواب

عید اور جمعہ کی نماز عام نمازوں کی طرح نہیں کہ جو چاہے پڑھا دے، عید کی نماز وہ شخص پڑھا گا جس کو بادشاہ اسلام، وہ نہ ہو تو علم علمائے بلند یا بذریعہ مجبوری عام اہل اسلام نے امام جمعہ یا عید بنا اگر یہ چاروں ایسے تھے کہ ان کو امامت کی اجازت تھی تو چاروں کی نماز ہو گئی اور اجازت نہ ہو تو

اجازت نہ تھی ان کی نماز نہ ہوئی۔ فتاویٰ رضویہ جلد سوم۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ

(۲) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

ہمارے یہاں کپاسن میں دو جگہ عید کی نماز ہوتی ہے، ایک عید گاہ میں اور دوسری قلندری مسجد میں، قلندری مسجد کے پیش امام کو لوگ گھر سے نعت شریف پڑھتے ہوئے مسجد لیجاتے ہیں اور دوسرے پیش امام کو لوگ ڈھول اور تاشے بجاتے ہوئے عید گاہ لیجاتے ہیں، جب انھیں منع کیا جاتا ہے کہ اس طرح ڈھول اور تاشے کے ساتھ جانے سے نماز نہیں ہوتی تو وہ کہتے ہیں کہ ہمارے باپ دادا اسی طرح کرتے ہوئے آئے ہیں اور مزید کہتے ہیں کہ عید گاہ کے علاوہ قصبہ میں اور جگہ عید کی نماز نہیں ہوتی۔ کیا یہ درست ہے یا نہیں؟ خلاصہ جواب عنایت فرمائیں اور جو فتویٰ کو نہ مانے اس کے بارے میں کیا حکم ہے۔

امستفتی، عبدالرحیم اشرفی کپاسن چٹوڑ گڑھ راجستھان

الجواب

ڈھول تاشا آلات ملاہی میں ہے یونہی اس کا بجانا حرام ہے حدیث شریف میں ہے "کل لہو المسلم حرام" نہ کہ عید گاہ میں امام کیساتھ نماز کے لیے جاتے ہوئے بجانا اور اس کو باپ دادا کی رسم کہہ کر اس پر اثر رہنا جہالت اور غموم ہے، ہم تو نعت شریف پڑھتے ہوئے جانے کے حق میں بھی نہیں بلکہ مستحب طریقے کے مطابق عید و بقرعید کے لیے جاتے وقت تکبیر تشریق پڑھنا اور پڑھنا چاہئے۔ عید میں آہستہ آہستہ اور بقرعید میں بلند آواز سے اس کے خلاف نہ کیا جائے البتہ اس سے نماز کی صحت پر اثر نہیں پڑتا، نماز صحیح ہوئی اور ڈھول بجانا ایک ممنوع فعل ہوگا جس کا گناہ بجانے والوں اور شریک ہونے والوں پر ہوگا۔

نماز عید بستی کے اندر بھی ہو سکتی ہے اور باہر بھی بستی کے باہر نماز عید پڑھنا افضل ہے، بڑھے اور کمزور لوگ بستی میں پڑھیں اور تندرست اور جوان بستی کے باہر۔ یہ کہنا کہ بستی کے اندر نماز عید نہیں ہوتی جہالت اور لاعلمی ہے۔ فقط۔ واللہ تعالیٰ اعلم عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ۶ ازوالقعدہ ۱۴۱۵ھ

(۳) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ

نماز عیدین پڑھنے کے لیے مسجد کی جائے نماز کو عید گاہ میں لے جاسکتے ہیں اس میں کوئی شریعت کی طرف سے پابندی تو نہیں؟

امستفتی، مولانا رضوی رام پور بلیا (یوپی)

الجواب

مسجد کا فرش عید گاہ میں لیجانا جائز ہے، فتاویٰ رضویہ جلد سوم صفحہ ۸۲۸ میں ہے۔ عید گاہ میں مسجد کا

مال لے جانا ممنوع ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم عبدالمنان اعظمی شمس العلوم گھوسی، ۷ ربیع الثانی ۱۴۱۶ھ

(۹-۳) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسائل میں کہ

(۱) عید کی نماز ہم لوگ مسجد میں پڑھیں اسکے تنگی کی وجہ سے ہمارے امام صاحب بولے کہ عید کی نماز ادا کہاں کی جائے گی محلہ والے بولے ایک بہت بڑا میدان ہے ہم لوگ وہیں پر نماز پڑھیں گے وہ زمین سرکار کی ہے وہاں عید کی نماز جائز ہے یا نہیں۔

(۲) اگر مسلمان نے لائف انشورنس میں روپیہ رکھا یعنی پانچ ہزار کچھ دن کے بعد دس ہزار روپیہ

ہوا وہ روپیہ جائز ہے یا ناجائز؟

(۳) بکر نے سروں کیا اور ہر مہینہ میں تنخواہ پایا اور اس کے بعد سروں سے رتناڑ ہو گیا اس کے بعد

بھی پنشن پائی کچھ کم ملا وہ روپیہ کھانا جائز ہے یا ناجائز؟

(۴) سنی امام صاحب کا وہابیوں کا نکاح پڑھانا جائز ہے یا ناجائز؟

(۵) وہابیوں سے دوستی کرنا اور برادری کو کھانا پینا جائز ہے یا نہیں؟

(۶) جامع مسجد سے نکل کر کچھ لوگ تھوڑی دوری میں ایک چھوٹا سا گھر بنائے وہیں پہ جمعہ کی نماز پڑھتے وہ سرکاری جگہ ہے خرید نہیں ہے وہاں پہ نماز جائز ہے یا نہیں؟ مذکورہ بالا مسائل حوالہ کے ساتھ تحریر فرمائیں۔

الجواب

(۱) نماز عید کے لیے بنی ہوئی عمارت ضروری نہیں وہ میدان میں بھی ہو سکتی ہے اور اس قسم

سرکاری زمین پبلک کی ایسی ہی ضروریات کے لیے ہوتی ہیں تو مسئلہ میدان میں نماز عید جائز ہوگی۔

(۲) لائف انشورنس ایک قسم کا جوا ہے اور جو احرام ہے مسلمانوں کو یہ معاملہ نہیں کرنا چاہئے

اگر اس میں کسی وجہ سے چٹلا ہو جائے۔ تو زائد روپیہ اپنے صرف میں نہ لائے بلکہ کسی ضرورت مند

مسلمان کو دے دے۔ اپنے عزیز و اقرباء میں ایسے لوگ ہوں تو ان کو بھی دیا جاسکتا ہے مثلاً لڑکی جو سر

میں رہتی ہے اور سسرال کے لوگ محتاج ہوں تو اس کو دیا جاسکتا ہے۔

(۳) پنشن کی رقم جائز ہے۔ یہ کمپنی کی طرف سے ایک قسم کی امداد ہے۔

(۴) وہابیوں کے ساتھ دوستی کرنا، ان سے کھانا پینا، ان سے تعلق رکھنا، ان کے یہاں شاد

کرنا، ان کا نکاح پڑھنا، سب ناجائز و حرام ہے۔

حدیث شریف میں ہے "ایاکم وایاہم لا یصلونکم ولا یفتنونکم" ان کو اپنے۔

رکھو اور خود ان سے دور ہوو کہیں تجھ کو فتنہ میں نہ ڈال دیں کہیں گمراہ نہ کر دیں۔

(۶) جمعہ کی نماز کے لیے مسجد شرعاً ضروری نہیں میدان میں بھی جمعہ ہو سکتا ہے لیکن جمعہ کا معاملہ پانچوں وقت کی نماز کی طرح نہیں کہ وقتی طور پر کسی کو آگے بڑھا دیا اور اس نے امامت کر دی، قیام جمعہ کے لیے بادشاہ اسلام کی طرف سے اجازت یا بادشاہ کے نائب اور قاضی کی اجازت اور وہ نہ ہو جیسا کہ اب ہندوستان میں ہے تو علاقہ کے سب سے بڑے عالم اہل سنت کی اجازت سے ضروری ہے، اس کے بغیر جمعہ صحیح نہ ہوگا سوال میں یہی صاف نہیں کہ جامع مسجد سے چند لوگوں کی علیحدگی کی بنیاد کیا ہے۔ اس میں جامع مسجد والوں کی کوتاہی ہے یا الگ ہونے والوں کی شرارت، الغرض مذکورہ بالا امور کی صحیح تفصیلات معلوم ہوں تو کوئی شرعی حکم دیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی، ۱۹ صفر المظفر ۱۴۱۵ھ

(۱۲-۱۰) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

(۱) ایک ہی مسجد کے متصل پر تین امام باری باری تین بار جماعت سے عید الاضحیٰ کی نماز پڑھائیں اور آخر میں تینوں جماعت کے بعد ایک مرتبہ خطبہ پڑھا گیا۔ اور اس دن سخت بارش ہو رہی تھی جس کی وجہ سے امام نے ایسا کیا ایسی صورت میں تینوں جماعت کے لوگوں کی نماز درست ہوگی یا نہیں؟

(۲) ہمارے یہاں رمضان المبارک کے مہینہ میں شبینہ ہوتا ہے جس میں دس حافظہ یکے بعد دیگرے دو دو رکعت نفل نماز کی نیت سے تین چار پارے پڑھ کر پوری رات میں قرآن پاک ختم کرتے ہیں۔ اور کچھ لوگ الگ خارج نماز بیٹھ کر سنتے ہیں۔ کیا ایسے طریقہ سے شبینہ کرنا درست ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو از روئے شرع کیا طریقہ ہے تحریر کریں۔

(۳) مسجد کی تعمیر کے سلسلہ میں اندرون مسجد اور بیرون مسجد چندہ جمع کیا۔ جس کی کچھ رقم خرچ کے بعد بچ رہی ہوئی رقم کو تعمیر مسجد میں خرچ کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور کبھی شب قدر کے اخراجات کے لیے خسارہ ہوتا ہے تعمیر کی کمی مسجد کے فتنہ سے اسے پورا کرتی ہے۔ ایسا کرنا از روئے شرع جائز ہے یا نہیں؟ شرع میں اس کی صورت کیا ہے جو آیات قرآن وحدیث کی روشنی میں مدلل ومنفصل تحریر کریں۔ والسلام

استفتی، سبحان اللہ گورکھ پوری چار توڑی قبرستان احمد آباد گجرات

الجواب

(۱) نماز عید مثل نماز جمعہ ہے۔ نماز بجاگانہ کی طرح نہیں جن میں ہر شخص صالح امامت، امامت کر سکتا ہے، عیدین اور جمعہ کے لیے شرط ہے کہ امام خود سلطان اسلام ہو یا اس کا نائب یا ماؤن۔ اور وہ نہ

ہو تو ضرورت جسے عام مسلمانوں نے امامت جمعہ وعیدین کے لیے مقرر کیا ہو، ظاہر ہے کہ ایک مسجد میں ایک نماز کے لیے دو شخص امام مقرر نہیں ہوتے۔ تو جو امام مقرر نہیں اس کے پیچھے والوں کی نماز نہ ہوگی۔ (فتاویٰ رضویہ جلد سوم صفحہ ۸۲۷) عیدین میں خطبہ سنت ہے فرض و شرط نہیں۔ تو اس کا ترک موجب ناجوازی نہ ہوگا۔ (ایضاً صفحہ ۸۲۳)

(۲) شبینہ کہ ایک رات میں تراویح میں پورا قرآن پڑھا جاتا ہے جس طرح آج کل رواج ہے کہ کوئی بیٹھا باتیں کرتا ہے۔ کچھ لوگ چائے پینے میں مشغول ہیں۔ کچھ لوگ مسجد کے باہر حقہ نوشی کر رہے ہیں۔ اور جب جی میں آیا ایک آدھ رکعت میں شامل ہو گئے یہ ناجائز ہے۔ ہمارے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ رمضان شریف میں اکٹھ ختم کیا کرتے تھے۔ تیس دن میں اور تیس رات میں اور ایک تراویح میں۔ (بہار شریعت حصہ چہارم صفحہ ۳۷)

اس سے معلوم ہوا کہ اگر جماعت میں شریک ہونے والے اپنی طاقت بھر ساتھ دیں اور جنہیں اس کی قدرت نہ ہو وہ خاموشی سے ادب واحترام کے ساتھ بیٹھ کر سنیں۔ بات چیت چائے نوشی یا باہر آکر پاس سگریٹ وغیرہ شغل نہ ہو تو جائز و نہ ناجائز۔ اور افضل یہی ہے کہ ان آداب کے بعد بھی کم سے کم تین دن میں قرآن عظیم ختم کیا جائے۔

(۳) جو چندہ جس مقصد کے لیے جمع کیا جائے اسی میں خرچ کیا جائے اور جو خرچ کیا جائے اس کے لیے چندہ دینے والوں سے پوچھا جائے، وہ جس مقصد کے لیے اجازت دیں، اس میں خرچ کیا جائے، تعمیر مسجد میں خرچ کرنے کو کہیں اسی میں خرچ کیا کریں اور دوبارہ اجازت لینے کی کوئی سبیل نہ ہو تو وہ محتاجوں میں تقسیم کر دی جائے۔ تعمیر مسجد کی رقم اخراجات شب قدر میں خرچ کرنا جائز نہیں جس نے خرچ وہ مسجد کو اس رقم کا تاوان ادا کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی

(۱۳) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ عیدین کی نماز غیر مسلم کی زمین میں پڑھی جائے تو نماز ہوگی یا نہیں؟ اگر ہوگی تو اس کی کیا صورت ہے کل کارخانے اکثر غیر مسلموں کے ہوتے ہیں اس میں مسلم ملازم غیر مسلم کی زمین پر نماز پڑھتا ہے کی نماز ہوتی ہے یا نہیں؟ بیواؤ تو جروا۔ استفتی، رضوان اللہ گرام مجنونہ پوسٹ دیوان ضلع گورکھ پور

الجواب

صورت مسئلہ میں نماز صحیح ہو جانے میں تو کوئی شبہ نہیں حدیث شریف میں ہے: "جعلت الارض مسجداً وطهوراً" مگر مسلمان کی زمین ہوتے ہوئے حتی الامکان اس سے بچا جائے کہ یہ ع

پر استعانت ہے اور حدیث شریف میں ہے "انا لا نستعین بمشرك" ہم مشرک سے عبادت میں مدد نہیں لیتے۔ واللہ تعالیٰ اعلم عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ۲ ذی الحجہ ۱۴۱۳ھ

(۱۴) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

امام نے بقرعید کی نماز پڑھائی پہلی رکعت تو ٹھیک تھی مگر دوسری رکعت میں قرأت کی تکمیل کے بعد موصوف مکمل رکوع میں چلے گئے بغیر زائد تکبیر کہے ہوئے جب بکرنے لقمہ دیا تو رکوع سے سرائٹھا کر پھر سے تکبیریں کہیں اور رکوع کرنے کے بعد اپنی نماز پوری کی آیا یہ نماز قرآن وحدیث کی روشنی میں کیا درجہ رکھتی ہے نماز ہوئی یا نہیں۔

المستفتی: محمد منزل حسین کٹائی چور سلطان پور گھوسی منو

الجواب

امام جب بھول کر دوسری رکعت میں تکبیر زائد کہے بغیر رکوع میں چلا جائے تو اس کو لوٹنا نہیں چاہئے نہ حالت رکوع میں تکبیر کہنا چاہئے اگر تکبیر کہنے کے لئے کھڑا ہو گیا تو بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ نماز فاسد ہوگئی اور بعض میں لکھا ہے نماز فاسد نہیں ہوئی بہر تقدیر یہ اب سوال بلا ضرورت ہے کہ فساد کی صورت میں نہ اب اس کا وقت ہے کہ اعادہ کرے نہ نماز عیدین کی قضاء ہے کہ اب قضا کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی، ۸ صفر المظفر ۱۴۱۲ھ

(۱۵) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ ذیل میں کہ

ہمارے گاؤں میں چار حافظ ہیں اور چاروں دیوبندی ہیں اور سب لوگ عید کی نماز عید گاہ میں ان کے پیچھے پڑھتے ہیں اور دس پندرہ آدمی عید کی نماز الگ پڑھتے ہیں اور بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ گاؤں کے لوگوں کو متفق کرنا ہے تو ان لوگوں کے پیچھے نماز پڑھ کر ان لوگوں کو متفق کیجئے تو کیا ایسی صورت میں ہم لوگ ان لوگوں کے پیچھے نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں تو اب ایسی صورت میں ہم لوگ کیا کریں قرآن وحدیث کی روشنی میں وضاحت کریں۔

المستفتی: محمد نعیم الدین غازی پوری مقام وپوسٹ گہر غازی پور

الجواب

دیوبندیوں پر علماء حرمین شریفین کا کفر کا فتویٰ ہے ان کے پیچھے سنیوں کی نماز ہوتی ہی نہیں ہے۔ عالمگیری اور شامی میں ہے "وما یکون کفرا اتفاقا بطل عمل النکاح" وان کان صاحب ہوی یکفر بہ صاحبة یبطل الصلوۃ خلفہ والا لا "ان سے اتفاق کے لیے اگر ان کو امام بنانا جائز ہو تو آج کہ ہندوؤں سے اتفاق اور ضروری ہے ان کو اپنی نماز کا امام کیوں نہ بنایا جائے صورت مسئلہ میں وہ لوگ جو عید گاہ میں نماز پڑھتے ہیں اگر ان دیوبندی اماموں کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں تو ان کی نماز ہوتی

ہی نہیں انھیں دس پندرہ آدمیوں کی نماز ہوتی جو سنی صحیح العقیدہ امام کی اقتدا کرتے ہیں یہی مسئلہ شرعی حکم ہے جیسا کہ اوپر عالمگیری کی عبارت گزری۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی ۹ ربیع الاول شریف ۱۴۱۳ھ

(۱۶) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

جگہ کی تنگی کی بنا پر عید گاہ جس میں پہلے سے نماز عیدین ہوتی چلی آ رہی ہے اس کے علاوہ دوسری مسجد میں نماز عیدین درست ہوگی یا نہیں؟

المستفتی: ضحیر الدین مدھون اعظم گڑھ

الجواب

نماز عید کے لیے شہر سے باہر جانا سنت ہے۔

در مختار میں ہے: والخروج إليها ای الجبابة لصلوة العید سنة۔

اس لیے عید گاہ بشرطیکہ آبادی سے باہر ہو وہاں جانا مسنون ہوا۔

روغنی نماز عید وہ تو آبادی ویرانے ہر جگہ صحیح ہوگی۔

جیسا کہ شامی میں ہے: ویستخلف غیره لیصلی فی المصر بالضعفاء بناء علی ان صلا العیدین فی موضعین جائز بالاتفاق۔

امام کسی کو اپنا نائب بنائے جائے جو شہر میں کمزوروں کو نماز پڑھائے نماز عید دونوں جگہ جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ

(۱۷-۱۸) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ

(۱) ہمارے یہاں کی عید گاہ میں تقریباً آٹھ گاؤں کے لوگ نماز عیدین ادا کرتے ہیں۔ سال

گذشتہ زید جو کہ امام مسجد اور عالم ہے ایک گاؤں کے کچھ لوگوں کو اپنے ساتھ لے کر نماز عید الاضحیٰ ایک

کھیت میں پڑھایا، پھر اس سال کچھ لوگوں کو اپنے ساتھ لے کر گاؤں کی مسجد میں ہی نماز عید الفطر پڑھا

اور اس کے حمایتی کا یہ کہنا ہے کہ اب ہمیشہ نماز عیدین اس مسجد میں ہوگی جو ار کے ایک عالم زید کو سمجھا۔

بھی کہ دیہات بستی کی مسجد میں نماز عیدین نہ پڑھیں، سابقہ عید گاہ کی اجتماعیت کا لحاظ کرتے ہوئے

عیدین ادا کرے اور اگر الگ پڑھنا ہی ہے تو رائے سے الگ کہیں عید گاہ قائم کر لیں مگر اس کے باوجود

اور اس کے حمایتی نہیں مانتے، زید اور اس کی حمایتی کا یہ عمل کیسا ہے اور ان لوگوں کے اوپر شرعی کیا حکم

ہوگا؟ بیٹو تو جروا

ہوگا؟ بیٹو تو جروا

(۲) نیز جو شخص بعد نماز فورادعا سے قبل یا نماز سے قبل مسجد میں اپنی پوری انگلیاں یا چند انگلیاں

چٹا تا ہوا اس کا یہ عمل کیسا ہے؟ اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟ مفصل جواب تحریر فرمائیں، کرم ہوگا۔
المستفتی: محمد منظور خان کیلا والا پوسٹ مصطفیٰ آباد ضلع سیدان بہار

الجواب

(۱) نماز عیدین کا آبادی سے باہر میدان میں پڑھنا افضل اور مسنون و مستحب اور مندوب ہے۔ آبادی کے اندر سنت کے خلاف مگر ایسا نہیں کہ آبادی کے اندر پڑھنے والوں کے خلاف کوئی حکم لگے یہ حکم اس جگہ کا ہے جہاں نماز عید شرعاً جائز ہوتی ہے اور اگر وہ جگہ ایسی کو رہے ہو کہ اس پر شہر کی کوئی تعریف صادق نہ آتی ہو وہاں نماز عید منع ہے، چاہے آبادی کے اندر چاہے باہر، حدیث شریف میں ہے:

لا جمعة ولا تشریق الا فی مصر جامع

مسئلہ کی پوری تفصیل فتاویٰ رضویہ جلد سوم باب الجمعة و باب العیدین میں ملاحظہ فرمائیں۔

(۲) نماز میں یا نماز کے انتظار کی حالت میں انگلیاں چمکانا مکروہ تحریمی ہے۔ (ابن ماجہ در مختار بحوالہ بہار شریعت) واللہ تعالیٰ اعلم عبد المنان اعظمی مدرس العلوم گھوسی ضلع متو ۲۹ رشتوال ۷۱ھ

(۱۹-۲۲) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

(۱) ایک عید گاہ ہے جس میں تقریباً بارہ سال سے عید کی نماز ہوتی چلی آرہی ہے۔ مگر اس سال عید الاضحیٰ کے موقع پر مفتی معشوق حسین صاحب نے بر بنائے عداوت و دشمنی امام عید گاہ پر غلط الزام لگا کر امام کے خلاف لوگوں کو ورغلا دیا اور ایک کھلیان میں جمع تیس چالیس آدمیوں کو لے کر نماز الگ ادا کی۔ علاوہ ازیں جملہ مسلمانان نے عید گاہ ہذا میں نماز عید الاضحیٰ ادا کی یہ درست ہے یا نہیں؟

(۲) لوگوں کے مابین افتراق و انشقاقات و خلفشار اور جدائی کرنے کے لیے شخص مذکور نے کچھ ہی فاصلہ پر عید گاہ ہذا سے ایک دوسری عید گاہ قائم کرنے کا اعلان کیا ہے۔ اور مسلمانوں سے چندہ وغیرہ بھی وصول کرنے کی سعی و کوشش کر رہا ہے۔ تاکہ عید گاہ کو تعمیر کر سکے اس عید گاہ کے تعمیر کرنے کا مقصود حقیقی محض یہی ہے کہ لوگ باہم متحد نہ رہیں بلکہ پارٹی بندی ہو جائے۔ آیا اس نظریہ کے تحت عید گاہ کا قیام عمل میں لانا درست ہے یا نہیں اور جو شخص ایسا کرے اس کے لیے شرع کا کیا حکم ہے؟

(۳) جو شخص امام پر غلط بہتان لگائے اور باہم متحد و متفق شدہ لوگوں کو منتشر کرے آیا اس کے ساتھ کھانا پینا اٹھنا بیٹھنا اس کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

(۴) ایسی عید گاہ کی تعمیر میں چندہ وغیرہ دینا نیز کسی قسم کی استمداد کرنا کیسا ہے؟

الجواب

بر تقدیر صدق مستفتی اگر واقعاً دوسری عید گاہ سے افتراق بین المسلمین مقصود ہو تو مسلمان اس کی تعمیر میں چندہ نہ دیں کہ فتنہ و فساد بہت سخت تر ہے۔ قرآن عظیم میں ہے: ﴿وَالْفِتْنَةُ أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ﴾ ویلے ایک ہستی میں جس جگہ نماز ہو سکی اسے غلط تر بہتان تراشنے والا فاسق ہے اس کی امامت مکروہ ہے۔
شامی میں ہے: ”ومشی فی شرح العنبة ان کراهة تقدیمہ کراهة تحریم“ واللہ تعالیٰ اعلم
عبد المنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ

(۲۳-۲۰) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ

(۱) شرعی شہادت پر باقاعدہ اعلان ہونے کے بعد نماز عید ادا نہ کرنا اور دوسرے روز نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟

(۲) بروقت نماز عید گاہ میں موجود رہنا اور نماز عید الاضحیٰ نہ پڑھنا درست ہے یا نہیں؟

(۳) ایک سنی عالم حافظ کے لیے علمائے اہل سنت کے فتاویٰ کہ وہ سنی صحیح العقیدہ ہیں معلوم ہونے پر بھی ان کی اقتداء نہ کرنا درست ہے یا نہیں؟

(۴) دریافت کیا گیا تو جواب دیا کہ عید گاہ میں نماز کی نیت کی تھی ایسا شخص مسلمان رہا یا منافق ایسے شخص کے لیے شرعی کیا حکم ہے؟

(۵) جو شخص علمائے اہل سنت کی نظر میں مسلمان نہ ہو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو اس کو مسجد، عید گاہ کا متولی بنانا جائز ہے یا نہیں؟

(۶) جو اشخاص یہ علم رکھتے ہوئے کہ یہ شخص دائرہ اسلام سے خارج ہے اور اس کو مسجد، عید گاہ کا متولی منتخب کریں ایسے اشخاص کے لیے کیا حکم ہے؟

(۷) جو شخص علمائے کرام کے لیے نذرانہ طے کرتا ہو اور دکانات کی فروختگی میں دلالی کا کام کرتا ہو ایسے شخص کے لیے شرعی کیا حکم ہے؟

(۸) اس شہر میں چند معزز اشخاص نے ایک چاند کمپنی کی تشکیل ہر فرقہ کے عقائد کے مولویوں کی ۱۹۵۰ء میں محض اس لیے کی کہ عیدین کے موقع پر اختلاف نہ ہو۔ غیر لوگوں کو ہٹنے کا موقع نہ دیا جائے عید الاضحیٰ کے موقع پر دو اشخاص کان پور ۲۹ رشتوال ۷۱ رشتوال ۷۱ کی رویت کی تصدیق کے لیے بھیجے گئے۔ جس میں ایک شخص سنیوں کی طرف سے اور ایک شخص دیوبندی عقائد کے مولویوں کی طرف سے تھا۔ یہ دونوں سنی صحیح

العقیدہ مفتی اعظم کانپور حضرت مولانا رفاقت حسین صاحب کی تحریر لے کے واپس آئے۔ شہادت ادا کی اور

رجب شعبہ کو عید الاضحیٰ کی نماز کا اعلان کر دیا اس اعلان پر نماز عید الاضحیٰ پنجشنبہ کو ادا کی گئی آیا نماز درست ہوئی یا نہیں؟
اسمبستی: محمد ریاض الدین اشرفی غفرلہ مقبول احمد چوکی شمشیری اثابہ یونی

الجواب

(۱) اگر کوئی عذر شرعی نہ تھا تو دوسرے روز نماز نہ ہوگی۔ ”ثم العذر فی الفطر للجواز حتی لو اخروها الی الغد من غیر عذر لا یجوز“۔

(۲) مسجد میں رہتے ہوئے بلا عذر شرعی جماعت میں شریک نہ ہونا گناہ ہے۔ بالخصوص عیدین میں کہ یہاں فوت صلاۃ کا بھی خطرہ ہے۔ حدیث شریف میں ہے: ”والذی نفسی بیدی لقد سمعت ان امر بحطب یحطب ثم امر بالصلوة فیؤذن لہائم امر رجلا فیوم الناس ثم اخالف الی رجال وفی روایۃ لا یشہدون الصلاۃ فاحرق علیہم بیوتہم“۔

(۳) یہ فعل نفاق فی العمل تو ہو سکتا ہے۔ لیکن اس کا نفاق فی العقیدہ سے تعلق نہیں۔ ہاں اگر دوسرے فرقہ والے اپنی کسی کثرت کی وجہ سے دائرہ اسلام سے خارج ہوں اور یہ ان کے کفر پر مطلع ہو کر بھی انہیں مسلمان سمجھ کر ان کی اقتداء کرے تو یہ اور بات ہے ایسے شخص کی تولیت منح اور اس کو متولی بنانا گناہ ہے۔ بالخصوص عبادت گاہ مسلمین اور مساجد میں کہ قرآن عظیم میں ہے: ﴿وَلَنْ يَجْعَلَ اللَّهُ لِلْكَافِرِينَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ سَبِيلًا﴾ [النساء: ۱۴۱]

(۷) ان افعال میں شرعاً کوئی قیاحت نہیں اگر اس سلسلہ میں خلاف شرع امور کا ارتکاب نہ کیا جائے۔

(۸) اگر دونوں گواہ منی صحیح العقیدہ اور شرائط شہادت پر پورے اترے ہوں اور احکام شرعیہ کی رعایت کے ساتھ گواہی تسلیم کی گئی تو بلاشبہ عید ہو گئی اور نماز درست ہو گئی۔ اللہ ہم مسلمانوں کے حال پر رحم فرمائے استثناء اگر خیر خواہی اسلام، مسلمین اور اظہار کلمہ حق کے لیے ہو تو باعث اجر و ثواب۔ لیکن اگر کہیں آپ کا نفاق افترا کسی کی تذلیل اور کسی سے انتقام بد نظر ہو تو یہی چیز ناجوہ ہو جاتی ہے۔ حدیث شریف میں ہے: ”اتموا الاعمال بالنبات ولکل امری ما نوى“۔ اللہم ارزقنا صالح الاعمال خالصا لو جہک الکریم“۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المنان اعظمی خادم دارالافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ ۲۳ صفر ۱۴۳۲ھ
الجواب صحیح: عبد العزیز عثی عنہ الجواب صحیح: عبد الرؤف غفرلہ

(۳۱-۳۷) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسائل ذیل کے بارے میں کہ

(۱) عید الفطر کا میلہ جائز ہے یا ناجائز۔

(۲) عید الفطر کا میلہ اگر جائز ہے تو میلے کی آراخی یا ٹاؤن ایریا کی جہاں میلہ لگتا تھا اور راستہ بھی رفاہ عام تھا اس کو اپنے مکان میں شامل کر لیا ہے اس آراخی کو کم دینا یا راستہ رفاہ عام تک کر دینا کیا ہے جس نے ایسا کیا ہے اس کے پیچھے نماز پڑھنا کیا ہے از روئے شرع شریف کیا حکم ہے تحریر فرمائیں۔

(۳) مسجد کو نئے طریقہ سے تعمیر کیا گیا اور اس میں لگ بھگ ایک کونہ جو کہ لگ بھگ ۸ گروہ یا ۱۱ گروہ شامل مسجد تھا بوقت تعمیر اس کو نئے گوراستہ رفاہ عام بتایا گیا اس میں برابر راستہ چل رہا ہے۔ جن حضرات نے ایسا کیا ہے ان کے بارے میں کیا حکم ہے از روئے شرع شریف تحریر فرمائیں

(۴) قبرستان کو خریدنے والا کیا ہے اور فروخت کرنے والا کیا ہے۔ قبرستان کو خرید کر پھر منافع لے کر فروخت کر دینا اور اس میں دوکانیں تعمیر کرانا اس کا کرایہ اپنے مصارف میں لینا اور خرچ کرنا کیا ہے جس نے ایسا کیا ان کے بارے میں کیا حکم ہے از روئے شرع۔

(۵) اب اس کو ایک آدمی کے نام محلہ کے کچھ حضرات نے رشوت لے کر نام میں درج کرا کر قبضہ کرادیا ہے ایسی حالت میں رشوت لینے والوں کو اور آراخی قبضہ کرنے والوں کے بارے میں کیا حکم ہے از روئے شرع شریف تحریر فرمائیں۔

(۶) ایک شخص کو زمانہ چک بندی سے گورنمنٹ نے (۶) بیگہ چک ناپ کر دیا جب کہ وہ کاغذ کے حساب سے اور اس کی پرانی آراخی کے حساب سے (۶) بیگہ کا مالک حقیقی تھا اب اس میں بعد کو ایک نمبر عید گاہ کا لکھوا کر کاغذ میں اندراج کرا کے قرار دی گئی اب مالک آراخی کو معلوم ہوا کہ عید گاہ ہے لہذا مذکورہ بالا شخص نے اس آراخی کو چھوڑ دیا اب اس کے پاس صرف (۵) بیگہ آراخی باقی رہ گئی وہ (۶) بیگہ کا مالک تھا۔ ایسی حالت میں جو کہ درمیان میں (۱۸) سال تک حاصل کھایا گیا وہ کیا ہے از روئے شرع شریف کیا حکم ہے۔

(۷) قبرستان میں عام کسی کی قبر کے اوپر ایسا مکان بنوانا جو کہ عام مکان کی شکل میں ہو چکے بھی گھر جانے سے قبرستان کی آراخی کم ہوتی ہو کیا ہے از روئے شرع شریف کیا حکم ہے اس کے پیچھے نماز پڑھنا کیا ہے۔

نوٹ: یہ مذکورہ بالا سوالات مسلمانان حضرات کے ہیں اور یہ سب حضرات مسلمان ہیں۔ فقط
اسمبستی: خادم عطاء الرحمن اشرفی محلہ نوری مسجد شیش گڑھ بریلی والسلام

الجواب

(۱) اگر منہیات شرعیہ سے پاک ہو تو اس میں کوئی قباحت نہیں۔ عید کے دن اظہار مسرت کے لیے شریعت نے اس قسم کے اجتماع کی اجازت دی ہے۔

حدیث شریف میں ہے:

”عن عائشة ان ابابکر دخل علیہا وعندها جاريتان ایام منی تغان وتضربان والنبي ﷺ منعش بثوبه فانتهرهما ابوبکر فكشف النبي ﷺ عن وجهه فقال دعهما یا ابابکر فانها ایام عید وقالت عائشة رأیت النبي ﷺ لیسترني وانا انظر الى الحبشة وهم يلعبون فی المسجد فزجرهم عمر فقال رسول الله ﷺ دعهم آمننا بنی ارفد۔ (بخاری ج ۱ ص ۱۳۵)

حضرت امام عینی اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

”يستبطل منها التوسع على العیال يحصل لهم بسط النفس واطهار لسرور فی الاعیاد“ اور خطرہ ہو کہ لوگ ایسے اجتماع میں حدود شرع کا لحاظ نہ کریں گے تو ممنوع اور ناجائز ہوگا۔

(فتاویٰ رضویہ)

(۲) اوپر کے جواب سے ظاہر ہے کہ مسئلہ کا رفاہ عام میں شامل ہونا ضروری نہیں۔ پس اس مسئلہ کا اصل جواب یہ ہے کہ اس تعمیر سے اگر عوام کے حقوق میں دست اندازی ہو اور ضروریات کی تکمیل میں خلل ہو جیسے راستہ اتانگ ہو گیا کہ آنے جانے والوں کو دشواری ہوتی ہے۔ تو ضروریہ فعل ناجائز اور حرام ہوگا۔ اور اس پر قبضہ کرنے والا ظالم اور فاسق ہوگا اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہوگی۔

(۳) مسجد یا اس کے کسی حصہ کو راستہ میں شامل کر دینا حرام حرام جن لوگوں نے ایسا کیا ہے توبہ صادقہ مرے تو عذاب جہنم کے مستحق ہوں گے۔ ان پر لازم ہے کہ اس حصہ کو پھر اس طرح مسجد میں شامل کریں جیسا تھا۔ شامی میں ہے: ”التسارخانية عن فتاویٰ ابی الیث وان اراد اهل المحلة ان يجعلوا شیئا من المسجد طریقاً للمسلمین لا يجوز لهم ذلك وانه صحيح“

(۴) قلعی قبرستان کا بیچنا خریدنا اس کو کرایہ پر دینا۔ اور اس میں مکان یا دوکان بنانا سب ناجائز و حرام ہے اور ایسا کرنے والا گنہگار اور مستحق تعذیر ہے۔

عالمگیری میں ہے: ”ومثل هو ایضا عن المقبرة فی القرئ اذا اندرست ولم یبق فیها اثر العولی لا العظم ولا عیبره هل تجوز زرعها واسفلہ لها قال لاولها حکم المقبرة“

(۵) اس کا حکم نمبر ۲ سے ظاہر ہے اور کھلیان کا تعلق تو بے شک رفاہ عام سے ہے اس پر قبضہ

کرنے والا اور مددگار اور راشی اور مرتشی سب گنہگار کہ حکم شرع میں ہے:

”الراشی والمرتشی کلاهما فی النار“

(۶) اگر وہ ایسا دیہات ہے جہاں خفی مذہب پر عید کی نماز واجب نہیں جب تو اس کا وقف ہی صحیح نہیں تھا۔ (فتاویٰ رضویہ)

اور وہ زمین اسی کی ہے جس کو گورنمنٹ نے دی اور اگر شہر ہے تو بے شک عید گاہ پر اس کا قبضہ صحیح نہیں۔ اور گزشتہ سال میں جتنا غلہ حاصل کیا اس کا معاوضہ فقیروں کا ادا کرے۔

(۷) قلعی قبرستان میں مقبرہ بنانا بھی حرام ہے۔ چہ جائیکہ رہائشی مکان، مقابر مسلمین میں ناجائز تصرف کا حکم نمبر ۴ سے معلوم ہوا۔ واللہ تعالیٰ اعلم عبد المنان اعظمی ۲۳ محرم الحرام ۱۴۰۹ھ

(۳۸) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ

زید نے عید الاضحیٰ کی نماز پڑھاتے وقت پہلے ہی تین تکبیر پڑھنا بھول گئے ایک رکعت پوری کرنے کے بعد زید کو خیال آیا کہ میں نماز پڑھاتے وقت پہلے ہی تین زائد تکبیریں بھول گیا ہوں اس کے بعد زید دوسری رکعت میں تین تکبیر پڑھے اور نماز ختم کر دیا۔ تو پہلے کی تین تکبیر چھوٹ جانے پر اب نماز ہوئی کہ نہیں اور اس میں اکثر لوگوں نے یہ ہی کہا کہ نماز ہو گئی اس لیے حضور والا سے گزارش ہے کہ اس مسئلہ کا جواب قرآن و حدیث کے ذریعہ معلوم کرائیں مہربانی ہوگی۔ المستفتی: حقیر مشتاق احمد

الجواب

صورت مسئلہ میں امام کے اوپر سجدہ سہو واجب ہوتا ہے لیکن علماء عیدین اور جمعہ میں جب کہ جماعت بڑی ہوتی ہے اس لیے سجدہ سہو ادا کرنے سے روکتے ہیں پس صورت مسئلہ میں یہی کہا جائے گا کہ نماز ہو گئی۔ عالمگیری میں ہے: ”اذا ترک سجدہ السہو او نقص منها او زاد علیہا او اتی یہ مافی غیر موضعہا فانه یحب علیہ سجدۃ السہو۔ والسہو فی الجمعه والعیدین والمکتوبۃ والتطوع واحد الا ان مشائخنا قالوا لا یسجدہ السہو فی الجمعه والعیدین لعل یقع الناس فی الفتنة۔“ عالمگیری اول ص ۱۳۸

امام نے تکبیرات زوائد کو بالکل چھوڑ دیا یا اس میں کچھ کمی کی یا اضافہ کر دیا جس جگہ کہنا چاہئے تھا اس کے خلاف جگہ پر کہا ان سب صورتوں میں سجدہ سہو واجب ہوا لیکن ہمارے مشائخ کا حکم یہ ہے کہ عیدین یا جمعہ میں جب بڑی جماعت ہو اس میں کوئی سہو واقع ہو تو سجدہ سہو نہ کیا جائے تاکہ عام مسلمان فتنہ میں نہ پڑیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی مؤرخ ۱۸ ذوالحجہ ۱۴۱۹ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عیدین کی تکبیرات زوائد کا بیان

(۳۹) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ عیدین میں نو تکبیریں ہیں یا چھ تکبیریں؟ صحیح مسئلہ جو سنت ہے قرآن و حدیث کی روشنی میں بتائیں۔

ڈاکٹر اکرام الدین قصبہ کھیری ضلع علی گڑھ

(نوٹ) کچھلی عید الفطر پر ہمارے امام صاحب نے عید کی نماز کی نیت مع نو تکبیر کے بتائیں اور پڑھائیں، جب ہم نے ان سے تکبیروں کا مسئلہ معلوم کیا تو انہوں نے مجھے ترمذی شریف جلد اول ص ۱۰۳ اور تہذیب شریف ص ۲۹۱ دکھایا جو صحیح تھے۔ میں علمائے اہل سنت سے چھ تکبیروں کے بارے میں سنا اور پڑھا۔ لہذا آپ قرآن و حدیث کی روشنی میں مسئلہ حل کر کے روانہ کریں۔ ڈاکٹر اکرام الدین

الجواب

غیر مقلد حضرات اسلام کے فروعی مسائل میں جھگڑا کھڑا کرتے رہتے ہیں اور سنت کے نام پر امت میں اختلاف کا بیج بوتے رہتے ہیں، حالانکہ ائمہ مجتہدین نے ان مسائل پر خوب خوب داد تحقیق دی ہے اور اپنی اپنی تحقیق کے موافق جو پہلو جس کے نزدیک صحیح یا اولیٰ تھا متعین کر چکے ہیں۔ آج کل کے لوگوں کو طے کرنے کے لیے کچھ چھوڑا نہیں۔ آپ کے امام صاحب بھی کچھ غیر مقلد یا آزادانہ آپ کے معلوم ہوتے ہیں، انہوں نے جو حدیثیں آپ کو دکھائیں وہ اصل میں اسی مسئلہ کی تائید میں ہیں جو آپ نے علمائے اہل سنت سے سنا تھا۔ انہوں نے تو کے لفظ سے آپ کو مبالغہ دیا۔

ذیل میں ہم تکبیرات عیدین کے مسئلہ پر روشنی ڈالتے ہیں جس سے یہ غلط فہمی بھی ان شاء اللہ دور ہو جائے گی۔ نماز میں ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف منتقل ہوتے ہوئے جو تکبیریں کہی جاتی ہیں ان کو تکبیرات انتقالات اور تکبیرات اصلی کہا جاتا ہے۔ نماز عید اور بقر عید میں ان کے علاوہ کچھ اور تکبیریں کہنی بھی مسنون ہیں۔ ان تکبیروں کو زوائد کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ انہیں کے بارے میں ائمہ اعلام و مجتہدین کرام میں اختلاف ہے، کوئی کسی تعداد کو افضل بتاتا ہے اور کوئی کسی تعداد کو۔ چنانچہ اس سلسلہ میں علمائے اسلام سے ۱۲ اقوال مروی ہیں۔ لیکن ہم مشہور ائمہ اربعہ کے اقوال بیان کرتے ہیں۔

اقوال ائمہ:

(۱) امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ۱۲ زوائد تکبیروں کے قائل ہیں۔ ۷ پہلی رکعت میں اور پانچ

دوسری رکعت میں۔ (شرح مسلم امام نووی جلد اول ص ۳۹۰)

(۲) امام دارالحجۃ امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ۱۲ زوائد تکبیروں کے قائل ہیں۔ پہلی رکعت میں

چھ اور دوسری رکعت میں ۵ (بدایۃ المجتہد ۱۵۸) (منہاج العابدین جلد اول ص ۳۰۵)

(۳) حضرت امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ۱۲ زوائد تکبیروں والی روایت بیان

کر کے فرمایا انا اذهب الیہ میں اسی کی طرف گیا ہوں (مسند احمد ابن حنبل جلد ۲ ص ۱۸۰) اور امام نووی

نے گیارہ تکبیریں لکھی ہیں۔ (مسلم جلد اول ص ۲۹۰)

(۴) امام اعظم و امام اقدم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک دونوں رکعتوں میں کل ۱۲ زوائد تکبیریں

(بدایۃ اولین ص ۱۵۳)

چھ ہیں۔ تکبیر عیدین کے بارے میں مذاہب ائمہ کی یہی تفصیل عبدالرحمن جزیری کی (الفقہ علی مذاہب

الاربعة جلد اول ص ۳۰۷/۳۰۸) میں بھی ہے۔

امام شافعی کا مذہب اور حدیث:

امام شافعی کا مذہب: بارہ تکبیروں کی تائید میں ام المؤمنین حضرت عائشہ حضرت عبداللہ ابن

عمر، حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص اور حضرت ابو ہریرہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے مرفوع

روایتیں ہیں، مگر سبھی ضعیف اور ناقابل استدلال۔ صرف دو حدیثوں کے بارے میں کچھ بحثیں ہیں۔

الف: کثیر بن عبداللہ بن عمر ابن عوف مزنی عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم کبر فی العیدین فی الاولى سبع قبل القراءة فی الاخرة خمس قبل القراءة۔

(ترمذی اول ص ۱۱۹)

ب: عبداللہ بن عبدالرحمن الطائفی یحدث عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن

عبداللہ بن عمرو بن العاص قال: قال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: التکبیر فی

الفطر سبع فی الاولى وخمس فی الاخرة والقراءة بعد کلتھما۔ (ابوداؤد اول ص ۱۷۹)

دونوں حدیثوں کا مضمون ایک ہی ہے۔ کہ عیدین کی پہلی رکعت میں سات تکبیریں اور دوسری

رکعت میں پانچ تکبیریں قرأت سے پہلے کہی جائیں۔

پہلی حدیث پر کلام: پہلی حدیث کے راوی کثیر بن عبداللہ پر علمائے حدیث نے شدید جرحیں

کی ہیں۔ حافظ زیلعی فرماتے ہیں: ان کثیر بن عبداللہ عندهم متروک۔ کثیر ابن عبداللہ محدثین کے

زادیک متروک ہیں۔

حضرت امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں: ان کثیر بن عبد اللہ لا یساوی شیئا وضرب علی حدیثہ فی المسند ولم یحدث بہ۔ کثیر بن عبد اللہ کی لائق نہیں، آپ نے اپنی سند میں کثیر بن عبد اللہ کی حدیثوں پر خط غلط کھینچ دیا اور اس کی کسی سے روایت نہیں کی۔

حضرت یحییٰ بن معین فرماتے ہیں: نہیں حدیثہ بشی۔ ان کی حدیثیں کچھ نہیں ہیں۔ نسائی اور دارقطنی نے کہا: متروک الحدیث۔ کثیر بن عبد اللہ متروک الحدیث ہیں۔ امام محدث ابو زرعہ فرماتے ہیں: نواہ الحدیث۔ کثیر بن عبد اللہ کی حدیثیں بیکار ہیں۔ امام شافعی کا فرمان ہے: ہور کن من ارکان الکذب۔ یہ جھوٹوں کا ایک رکن ہیں۔

حضرت ابن حبان فرماتے ہیں: روی عن ابیہ عن جدہ نسخہ موضوعۃ لایحل ذکرہا الا علی سبیل التعجب۔ یہ اپنے دادا پھر والد سے ایک جعلی کتاب روایت کرتے ہیں جس کا ذکر بطور اظہار تعجب کیا جاسکتا ہے۔ (نصب الراية جلد ۲ ص ۲۱۷)

امام ترمذی کی تحسین اور اس پر تبصرہ:

البتہ امام ترمذی نے اس حدیث کی تحسین کی اور اپنی تائید میں اپنے استاذ امام بخاری علیہ الرحمہ کا قول نقل کیا جس کے راوی بھی خود امام ترمذی ہیں۔

لیس فی الباب أصح شیء منہ اس موضوع پر اس سے زیادہ صحیح حدیث نہیں (نصب الراية جلد ۲ ص ۲۱۸)

لیکن امام ترمذی کی اس تحسین کی علانے سخت تنقید کی ہے۔ چنانچہ امام زیلعی فرماتے ہیں:

قال ابن دحیة فی العلم المشہور کم حسن الترمذی فی کتابہ عن احادیث

موضوعۃ اسناد و احیة ومنها هذا الحدیث (نصب الراية جلد ۲ ص ۲۱۸)

ابن دحیہ نے ”العلم المشہور“ میں فرمایا کہ امام ترمذی نے کئی موضوع روایتوں اور بے بنیاد سندوں کی تحسین کی ہے، انہیں روایتوں میں یہ کثیر والی روایت بھی ہے۔

اور حافظ ابن حجر عسقلانی تلخیص الحبییر جلد ۲ ص ۸۵ میں فرماتے ہیں:

وانکر جماعة تحسینہ علی الترمذی۔ انہ کی ایک جماعت نے امام ترمذی کی اس تحسین

کا انکار کیا ہے۔

قول امام بخاری کا مطلب:

اور ابن (علی بن محمد الحمیری) قحطان نے امام بخاری کی صحیح کی تاویل کی۔ وہ فرماتے

ہیں: هذا ليس بصريح في التصحيح فقله أصح شيء في هذا الباب أنه أشبه شيء في هذا الباب وأقل ضعفا۔ (نصب الراية جلد ۲ ص ۲۱۷)

ایسے ضعیف اور ناقابل اعتبار راوی کی امام بخاری صحیح کیسے کر سکتے ہیں، اصح شیء فی هذا الباب کا مطلب صرف یہ ہے کہ اس موضوع پر جتنی حدیثیں مروی ہیں، ضعیف تو سبھی ہیں یہ کچھ غنیمت ہے۔

علامہ ترکانی فرماتے ہیں:

لا يلزم من هذا الكلام صحة هذا الحديث بل المراد أنه أصح شيء في هذا الباب

کثیرا ما يريدون بهذا الكلام هذا المعنى۔ (جوہر النقی علی البیہقی جلد ۳ ص ۲۸۶)

امام بخاری کے اس کلام کا مطلب حدیث کثیر کی صحیح نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ اس موضوع پر روایت کی جانے والی حدیثوں میں غنیمت ہے، اور ایسے کلام کا یہ مطلب بھی اکثر مراد ہوتا ہے۔ المختصر امام ترمذی اور امام بخاری کی مذکورہ صحیح و تحسین کے بعد بھی حقیقت یہی ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ و کثیر ضعیف اور کثیر ضعیف ہیں۔ (تلخیص الحبییر جلد ۲ ص ۸۵)

و کثیر بن عبد اللہ ضعیف جدا بل أنهم بعضهم بالكذب والعجب من البغوی أنه

ذکر حدیث کثیر بن عبد اللہ۔ (مرعات الفناج جلد ۲ ص ۴۷)

کثیر بن عبد اللہ کی لوگوں نے بڑی تصحیف کی ہے۔ بعضوں نے تو انہیں جھوٹا بھی کہا ہے۔ امام بغوی پر تعجب ہے کہ انہوں نے استدلال میں کثیر بن عبد اللہ کی حدیث کیوں پیش کی۔

دوسری حدیث پر کلام:

دوسری حدیث میں عبد اللہ بن عبد الرحمن طائفی عن عمرو بن شعيب کا حال بھی کچھ اس سے مختلف نہیں ہے۔

ابو حاتم نے فرمایا: عبد اللہ ليس بالقوى لين الحديث۔ عبد اللہ قوی الحدیث ہیں قوی نہیں۔

ہیں۔

امام نسائی فرماتے ہیں: ليس بقوى يكتب حديثه۔ عبد اللہ قوی تو نہیں مگر ان کی حدیثیں لکھ

جائیں۔

ابن ابی مریم نے ابن معین سے روایت کی: ليس به بأس قال البخاري فيه نظر۔

(تہذیب التہذیب جلد ۵ ص ۶۲۱)

عبداللہ سے روایت میں کوئی حرج نہیں، مگر امام بخاری کو اس سے اختلاف ہے۔

ابن عدی کہتے ہیں: اما سائر حدیثہ فعن عمرو بن شعيب عن ابيه عن جده فهو ممن

يكتب حديثه، قلت ثم خلط من بعده فوهم۔ (ميزان حاشیہ مطبوعی جلد ۲ ص ۲۱۷)

عبداللہ بن عبدالرحمن کی بقیہ حدیثیں عمرو بن شعيب سے مروی ہیں جو قابل تحریر ہیں۔ امام ذہبی

کہتے ہیں کہ ان حدیثوں کو بھی دوسروں کی روایتوں میں غلط ملط کر چکے ہیں اور انہیں وہم لاحق ہو گیا ہے۔

صاحب مرعاة نے بخاری کے حوالہ سے ان کو مقارب الحدیث (لائق قبول) لکھا ہے۔ لیکن

جیسا کہ ہم نے ذکر کیا کہ امام بخاری کو ان کے بارے میں ابن معین کے اس قول سے اتفاق نہیں "کہ ان

میں کچھ حرج نہیں" تو وہ انہیں مقارب الحدیث کیسے کہیں گے۔

عمرو بن شعيب کی جرح و تعدیل:

اس روایت کے دوسرے راوی عمرو بن شعيب کی بھی جرح و تعدیل دونوں مروی ہے اور ہمارے

نزدیک پہلے جرح کا ہی بخاری ہے۔

امام طحاوی فرماتے ہیں:

عمرو بن شعيب عن جده ذلك أيضا عندهم ليس بسماع۔

(طحاوی جلد دوم ص ۳۹۱)

عمرو بن شعيب عن جده ائمه جرح و تعدیل کے نزدیک ان کا یا ہم سماع صحیح نہیں۔

علامہ ابن قنطار فرماتے ہیں: وحديث الطائفي أيضا صحيح يحتمل أن يكون من

كلام الترمذي وقد عهد منه تصحيح حديث عمرو بن شعيب:

یہ قول کہ طاغی کی حدیث بھی صحیح ہے ممکن ہے کہ ترمذی کا کلام ہو کیونکہ انہیں سے حدیث عمرو کی

صحیح مروی ہے۔ (نصب الراية جلد ۲ ص ۲۱۷)

علامہ ترکمانی کہتے ہیں:

قلت في حديث عمرو بن شعيب هذا بعد الاضطراب في متنه كما بينه البيهقي ان

(تبيين جلد ۳ ص ۲۸۵)

عبد الله الطائفي متكلم فيه۔

عمرو بن شعيب کے متن میں اضطراب ہے اور اس سند میں عبداللہ طاغی پر بھی علما کو کلام ہے۔

علی ابن المدینی بھی ابن سعید قنطار سے روایت کرتے ہیں:

حدیثہ واہ۔ عمرو بن شعيب کی حدیث بے کار ہے۔

اور ابن عیینہ سے روایت کرتے ہیں:

حدثه عند الناس فيه شيء.. علمائے حدیث کے نزدیک ان کی حدیثوں میں عیب ہے۔

عمرو بن شعيب کہتے ہیں:

كان يعتاب علي قتادة عمرو بن شعيب أنهما كانا لا يسمعان شيئا إلا حدثا به.

عمرو بن شعيب اور قتادہ میں یہ عیب ہے کہ رطب و یا بس جو کچھ سنتے سب روایت کر دیتے۔

حضرت میمون بن امام احمد بن حنبل سے روایت کرتے ہیں:

له أشياء مناكير انما يكتب حديثه يعتبر به. أما ان يكون حجة فلا.

یہ منکر حدیثیں بیان کرتے ہیں جو غیرت کے لائق تو ہیں، استدلال کے لائق نہیں۔

وہی امام احمد سے ہی روایت کرتے ہیں:

ربما يحتج بهما وربما يجيء في القلب منه شيء.. کبھی تو ان کی حدیث پر اعتبار ہوتا اور

کبھی دل میں اس سے خلش پیدا ہوتی ہے۔

آجری کہتے ہیں:

قلت لأبي داود: عمرو بن شعيب عندكم حجة؟ قال: ولا تصف حجة. میں نے

ابوداؤد سے پوچھا عمرو بن شعيب آپ کے نزدیک حجتہ ہیں؟ فرمایا: نصف حجتہ بھی نہیں۔

اور متعدد علمائے حدیث نے عمرو بن شعيب کی تعدیل و توثیق بھی کی ہے۔ اور اسحاق ابن من

نے بھی ابن معین سے ان کے بارے میں ایک درمیانی راہ اختیار کرنے کی روایت کی ہے۔

إذا حدث عمرو بن شعيب عن ابيه عن جده فهو كتاب ومن ههنا جاء ضعفه

حدث عن سعيد بن مسيب أو سليمان بن يسار أو عروة فهو ثقة۔

عمرو بن شعيب عن ابيه عن جده بیان کریں تو ضعیف ہیں اور سعید و سلیمان و عروہ سے بیان کر

ثقة ہیں۔

یہی رائے علی بن المدینی کی بھی ہے۔ ابن عدی اور ابن حبان سے بھی ایسا ہی مروی ہے۔

خود ابن حجر نے بھی نتیجہ کلام کے طور پر اسی کو برقرار رکھا ہے۔

چنانچہ وہ فرماتے ہیں: قلت: عمرو بن شعيب ضعفه تاس مطلقا وثقه الج

وضعه بعضهم. روايته عن ابيه عن جده حسب. ومن ضعفه مطلقا محمول على

عن ابيه فربما دلّس ما في الصحيفة بلفظ عن. فاذا قال حدثني أبي فلا ريب في صحة

كما يقتضيه كلام ابی زرة المتقدم. (تهذيب التهذيب ثامن ص ۴۶-۴۷)

میں کہتا ہوں کہ عمرو بن شعيب کو کچھ لوگوں نے مطلقاً ضعیف قرار دیا۔ مگر زیادہ تعداد ثقہ کہنے والوں کی ہے۔ اور کچھ لوگوں نے صرف اس روایت کو ضعیف کہا جو انہوں نے عن ابیہ عن جدہ سے روایت کی۔ اور مطلقاً ضعیف قرار دینے والوں کا قول بھی اسی روایت پر محمول ہے۔ کیونکہ وہ اپنے باپ کی روایت میں بسا اوقات تدلیس کرتے ہیں اور لفظ عن کے بعد صحیفہ کی روایت ملادیتے ہیں۔ اور یہ جب حدثنی ابی کہیں تو اس کی محنت میں کوئی شبہ نہیں، جیسا کہ ابوزرعة کا قول گذرا۔

ملا علی قاری کی رائے: نو كذلك تصحيح البخاري لحدیث عمرو ابن شعيب الذي ذكرنا ابی داود مع أن الكلام في هذا الطريق مشهور له والحاصل أن الحديث ظاهره الضعف. ولا يصلح للاستدلال والله اعلم بحقيقة الحال (مرقات جلد ۶ ص ۲۵۴)

اسی طرح امام بخاری کا حدیث عمرو بن شعيب کو صحیح قرار دینا۔ جیسے ہم نے حضرت ابوداؤد کے حوالہ سے ذکر کیا حالانکہ اس روایت کی جرح مشہور ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ حدیث بظاہر ضعیف ہے اور اس سے استدلال صحیح نہیں۔ اور اللہ تعالیٰ حقیقت حال کو زیادہ بہتر جانتا ہے۔

یہ عجیب اتفاق ہے کہ حدیث زیر بحث ایسی ہی ہے جس کو عمرو ابن شعيب نے عن ابیہ عن جدہ روایت کیا ہے تو چاہتے تو یہ تھا کہ حافظ ابن حجر تہذیب میں دیے ہوئے اپنے فیصلہ کے مطابق اس کو ضعیف ہی قرار دیتے۔ لیکن اپنے ہی فیصلہ کے برخلاف اپنی کتاب تلخیص الجرح جلد ۲ ص ۸۵ میں اس موضوع پر روشنی ڈالتے ہوئے حدیث مذکور کے بارے میں فرماتے ہیں:

ورواه احمد وابوداؤد وابن ماجة والدارقطني في حديث عمرو بن شعيب عن ابیه عن جدہ وصححه احمد وعلی والبخاری فيما حكاہ الترمذی۔

حدیث عمرو ابن شعيب عن ابیہ عن جدہ کو امام احمد ابن حنبل، ابوداؤد، ابن ماجہ، اور دارقطنی نے روایت کیا۔ اور احمد وعلی اور حسب روایت ترمذی امام بخاری نے صحیح کہا۔

انامنہم: امام ابن حجر کی اسی تحریر سے شہ پاکر مبارکپور کے ایک غیر مقلد عالم نے اپنی کتاب ”مرعاة الفائق“ جلد ۲ ص ۷۲ پر تحریر کیا:

وقد تكلم على هذا الحديث ابن قطن، والطحاوی، وعلامہ، تركمانی في جوهر النقي ولم يكن حاجة الى ذكر كلامهم ثم الرد عليهم بعد ما صححه أئمة هذا الشأن الجهابذة النقاد احمد بن حنبل، علی بن المدینی، والبخاری واحتج به أئمة المجتهلون۔

اس حدیث پر ابن قطن، امام طحاوی، اور جوہر التمی میں علامہ ترکمانی نے کلام کیا۔ لیکن ان کا کلام ذکر کر کے اسے رد کرنے کی ضرورت نہ تھی، جب کہ امام احمد حنبل، علی اور بخاری جیسے ناقدین فن نے اس حدیث کی تصحیح کی اور ائمہ مجتہدین نے اس حدیث سے استدلال کیا۔

ہماری گزارش: یہ ہے کہ یہ بات خلاف واقع ہے کہ صرف مذکورہ بالا تین بزرگوں نے ہی اس حدیث پر کلام کیا ہے۔ اوپر اس حدیث پر کلام کرنے والوں کی لمبی فہرست گذری۔ خود امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حدیث کے راوی عمرو بن شعيب پر جرح فرمائی اور مجموعی طور پر تکبیرات عیدین پر بھی رائے ظاہر کی۔ راوی پر جرح اوپر مذکور ہوئی۔

حدیث پر کلام مندرجہ ذیل ہے:

قال احمد بن حنبل ليس في تكبيرات العیدین حدیث صحيح وانما أخذ مالا

بفعل ابی هريرة. (تخریج زیلعی جلد ۲ ص ۲۵۵)

وانما أخذ فيه بفعل ابی هريرة (فتح القدیر ج ۲ ص ۱۴)

حضرت امام احمد بن حنبل نے فرمایا تکبیرات عیدین میں نبی کریم ﷺ سے کوئی صحیح حدیث مرو نہیں۔ اسی لیے امام مالک نے اس مسئلہ میں فعل ابو ہریرہ پر عمل کیا۔ اور میں بھی حضرت ابو ہریرہ کے فعل عمل کرتا ہوں۔

ان صاف اور صریح بیانات کے بعد صرف اس وجہ سے کہ امام احمد نے اپنی مسند میں عمر ابن صاف اور صریح بیانات کے بعد صرف اس وجہ سے کہ امام احمد نے اپنی مسند میں عمر ابن شعيب کی حدیث درج فرمائی اور کہا کہ وانا اذهب الیہ میرا یہی مذہب ہے۔ یہ سوچنا کہ جب امام اس حدیث کو اپنا مذہب بتایا۔ تو لایحالیہ اس حدیث کو صحیح مانا اور اسی پر مستقر رہے، تو صحیح حدیث ان کا قول ہوا۔ اور اسی سوچ کو دلیل بنا کر کہنا کہ اس حدیث کی تصحیح امام کا آخری قول ہے۔ خواب و خیال زیادہ اہمیت نہیں رکھتا۔

عمل مجتہد اور صحیح حدیث:

کیونکہ کسی ایک امام یا چند مجتہدوں کا کسی حدیث کو اپنا معمول بنالینا۔ اس بات کی ہرگز کہ اصول جرح و تعدیل پر بھی یہ حدیث صحیح ہے۔ امام ترمذی نے اپنی سنن میں کتنی ہی حدیثیں لکھ کر کہ یہ حدیث صحیح نہیں۔ مگر قلاں قلاں امام کا اس پر عمل ہے۔ ہم نمونہ صرف تین مقامات سے اقوال نقل کرتے ہیں: (۱) هذا الحديث ليس لإسناده بذلك القائم والعمل على هذا

(ترمذی جلد اول ص ۶۷)

أهل العلم۔

اس حدیث کی سند درست نہیں ہے لیکن اکثر اہل علم کا عمل اسی پر ہے۔

(۲) هذا الحديث معلول لم يستند عنه ثور بن يزيد غير الوليد. هذا قول غير واحد من اصحاب النبي ﷺ والتابعين - وبه يقول مالك و الشافعي واسحق -

(ترمذی اول ص ۲۸۶)

یہ حدیث معلول ہے، ولید کے علاوہ ثور ابن یزید سے اس کو کوئی سند روایت نہیں کرتا مگر متعدد صحابہ و تابعین اور مالک و شافعی و اسحاق کا عمل اسی کے موافق ہے۔

(۳) امام ترمذی نے حدیث "من جمع بين الصلاتين من غير عذر الخ" نقل کرتے ہوئے فرمایا:

خفف هذا ابو علي الرجي وهو خفف بن قيس وهو ضعيف عند اهل الحديث ضعفه احمد وغيره والعلم على هذا عند اهل العلم.

اس حدیث کے راوی خفف ابن قیس رجبی ہیں جو اہل حدیث کے نزدیک ضعیف ہیں، امام احمد وغیرہ نے ان کی تصحیف کی ہے مگر اہل علم کا عمل اسی پر ہے۔

تو امام احمد یا امام مالک کا یہ کہنا کہ میرا عمل در آمد اس پر ہے۔ ان کی طرف سے حدیث کی تصحیح کیے قرار دی جاسکتی ہے۔ نہ علمائے حدیث نے عام طور سے اس کو امام احمد کی طرف سے حدیث عمرو بن شعیب کی تصحیح سمجھا۔ ابن قطان کا قول اور پر مذکور ہوا۔ مغربی عالم قاضی ابن رشد فرماتے ہیں:

ابن رشد کا بیان:

انما صار الجميع الى الاخذ بأقوال الصحابة في هذا المسئلة لأنه لم يثبت عن النبي عليه السلام فيها شيء. (بداية المجتهد ص ۱۵۸)

مسئلہ تکبیرات عیدین میں تمام ائمہ نے صحابہ کرام کے اقوال کو ہی سند بنایا، کیونکہ اس باب میں رسول اللہ ﷺ سے کوئی بات پایہ ثبوت کو نہیں پہنچی۔ پس حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے قول "انما اذهب اليه" کا مطلب ان کے اس قول کے خلاف نہیں ہے کہ "اس مسئلہ میں رسول اللہ ﷺ کی کوئی صحیح حدیث نہیں اس لیے عمل قول ابی ہریرہ پر ہے" اور چونکہ حدیث عمرو بن شعیب اور قول ابو ہریرہ یکساں ہی ہیں اس لیے یہ کہنا بھی صحیح ہے کہ حدیث عمرو بن شعیب پر عمل ہے۔

الخصر اولاً یہی تسلیم نہیں کہ امام احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تکبیرات عیدین کے بارے میں ایک بار کسی صحیح حدیث کے نہ ہونے کا قول کیا اور ایک بار عمرو بن شعیب کی حدیث کی تصحیح کی اور بالفرض ان کے

اقوال متعارض ہوں تو تقدیم و تاخیر کا فیصلہ قیاس اور انداز سے نہ ہوگا۔ تقدیم و تاخیر کے ثبوت کے لیے الگ سے روایت ہونا ضروری ہے۔ کہ یہ ایک عام اصول ہے: النسخ لا يثبت بالقياس۔

علی بن المدینی کی تصحیح:

امام احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تصحیح کا حال گذرا۔ علی بن المدینی کی تصحیح کا حال بھی یہی ہے۔ عبد اللہ بن عبد الرحمن طاکفی کے بارے میں ان سے ضروریہ روایت ہے کہ وہ ثقہ ہیں، لیکن عمرو بن شعیب کے بارے میں ان سے متضاد روایتیں ہیں۔ وہ یحییٰ ابن سعید اور ابن حمیہ کے حوالہ سے ان کو واہی الحدیث اور فی حدیثہ شی فرماتے ہیں۔ کبھی ان کو ثقہ کہتے ہیں۔ اور کبھی صرف عن ایبہ عن جدہ کو قابل ترک قرار دیتے ہیں۔ ان متضاد روایتوں کی موجودگی میں کیسے کہا جاسکتا ہے کہ انہوں نے تصحیح کی۔

امام بخاری کی تصحیح: اور امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تصحیح کا حال اور ردی ہے۔ اس اجتماع کی تفصیل یہ ہے۔ کہ ۱۲ تکبیروں والی سب روایتیں ایسی ہی ہیں جو قابل استدلال نہیں۔ ان میں ب روایتیں جن کی بحث اس وقت چل رہی ہے ان کو بھی نہ تو امام مسلم نے اپنی تصحیح میں درج فرمایا نہ امام بخاری نے، بلکہ امام بخاری نے تو کثیر بن عبد اللہ اور عمرو بن شعیب کسی کو اپنی تصحیح کے روایوں میں شمار ہی نہیں کیا۔ امام مسلم نے البتہ عمرو بن شعیب کی روایت سے ایک دوسری حدیث اپنی تصحیح میں درج کی۔

ہاں دوسرے درجہ کے ائمہ حدیث جیسے امام ترمذی اور امام ابن ماجہ نے جن کا معیار صحت اتنا نہیں ہے اپنی جامعات میں ان حدیثوں کی روایت کی۔ میں ان مؤخر الذکر محدثین کی بھی کوئی تنقیص کرتا۔ یہ حضرات نہایت دین دار صالح اور اپنے مذاہب میں نہایت پر جوش اور مخلص تھے۔ لیکن دوسرے علماء و ائمہ مذاہب کے اخلاص و دین داری میں بھی تو کوئی کمی نہ تھی۔ اس لیے کسی حدیث کی صحت و فیصلہ کسی محدث کے اخلاص کی بنیاد پر کرنا درست نہیں۔

کہنا یہ ہے کہ امام ترمذی نے اپنے تمام تر تقدس اور علم کے باوجود کثیر ابن عبد اللہ جیسے راوی کی حدیث اپنی سنن میں درج فرمائی۔ اور اپنی دوسری کتاب "الحلل" میں ان الفاظ میں اس کی تحسین کی:

سألت محمداً يعني البخاري عن هذا الحديث فقال ليس في هذا الباب شيء من هذا وبه أقول: وحديث عبد الله بن عبد الرحمن الطائفي أيضاً صحيح - والطائفي من الحديث - (نصب الراية جلد ۲/ ۲۱۷)

امام بخاری محمد بن اسماعیل سے میں نے حدیث کثیر کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا:

(۱) یہ حدیث اس موضوع کی حدیثوں میں سب سے صحیح ہے۔

(۲) اور اسی حدیث پر میرا عمل ہے۔

(۳) اور عبد اللہ طاہمی کی حدیث بھی صحیح ہے۔

(۴) اور عبد اللہ مذکور مقارب الحدیث ہیں۔

اس عبارت میں امام ترمذی نے ۴ جملے تحریر کئے، پہلا جملہ تو بلاشبہ امام بخاری کا ہے، یہ عبارت کے سیاق سے ظاہر ہے۔ بقیہ تین جملوں میں اختلاف ہے کہ یہ امام بخاری کے جملے ہیں یا نہیں؟ بلکہ یہ جملے امام ترمذی نے اپنی طرف سے کہے۔ چنانچہ

ابن قحطان کا تبصرہ: ہے کہ امام بخاری کا مذکورہ بالا جملہ "لیس فی الباب اصح شیء من هذا" حدیث کثیر بن عبد اللہ کی تصحیح نہیں بلکہ صرف یہ بتانا ہے، کہ اس موضوع پر حدیثیں جیسی جیسی ہوں یہ حدیث ان میں غنیمت ہے۔ اور یہ جملہ کہ "حدیث طاہمی بھی صحیح ہے" امام بخاری کا کلام ہی نہیں۔ امام ترمذی کا قول ہے۔ (کیونکہ ان کی عادت معلوم ہے کہ وہ ضعیف اور ساقط الاعتبار سندوں کی تحسین کرتے رہتے ہیں) طاہمی کی حدیث کی تعریف امام ترمذی سے ہی معروف ہے۔

ابن قحطان کے ابتدائی تبصرہ سے کسی کو اختلاف معلوم نہیں ہوتا۔ واقعہ حدیث کثیر بن عبد اللہ اسی ہی ہے کہ وہ کسی تصحیح کے لائق نہیں۔

علیم بخت کسے را کہ با تقدیہ
بہ آب کوثر و زمزم سپید نتواں کرد

تبصرہ کے دوسرے جز سے اختلاف:

لیکن دوسرے حصہ کلام سے کچھ لوگوں کو اختلاف ہے۔ صاحب مرعۃ کا کہنا ہے کہ یہ کلام بھی بخاری کا ہی ہے اور انہوں نے حدیث طاہمی کی تصحیح کی ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

بل الظاهر المتعين مافهمه الحافظ ابن حجر أن قوله به أقول من كلام البخاري والمعنى بهذا الحديث أقول: وإليه أذهب، والدليل عليه أن الترمذي ينقل من شيخه البخاري مثل هذا الكلام في الجرح والتعديل وبيان علل الحديث ولا يقول بعد قوله وبه أقول.

(مرعۃ جلد ۵ ص ۴۷)

ظاہر اور متعین وہی ہے جو ابن حجر نے سمجھا کہ بہ اقول امام بخاری کا کلام ہے۔ اور معنی یہ ہیں کہ اسی حدیث کے موافق میرا قول ہے اور میں اسی طرف گیا ہوں۔ دلیل اس کی یہ ہے کہ امام ترمذی اپنے

استاذ امام بخاری سے احادیث کی جرح اور تعدیل اور علتوں کے بیان میں ایسا نقل کرتے رہتے ہیں اور اپنی رائے بہ اقول کہہ کر ظاہر نہیں کرتے۔

اختلاف کا تجزیہ:

ہماری گزارش ہے کہ:

اولاً: ابن قحطان "مذکورہ بالا عبارت کے تیسرے جملہ جس میں حدیث طاہمی کی تصحیح ہے" اس کے قول بخاری ہونے سے انکار کرتے ہیں۔ اور صاحب مرعۃ کا زور بیان اس بات کو ظاہر کر رہا ہے کہ اس عبارت کا دوسرا جملہ بھی امام بخاری کا ہے۔ تو بالفرض صاحب مرعۃ کا دعویٰ ثابت بھی ہو جائے تو اس سے ابن قحطان کے اس تبصرہ پر کیا اثر پڑے گا۔ کہ حدیث طاہمی کی تصحیح بخاری کا نہیں امام ترمذی کا قول ہے۔ ثانیاً: امام ترمذی نے اپنے اس اصول کی تصریح اپنی کسی تحریر میں کی ہے کہ میں امام بخاری کی رائے کے ساتھ اپنی رائے ذکر نہ کروں گا؟ یا یہ صرف آپ کا قیاس ہے؟ اور بر تقدیر قیاس اس پر استدلال کی بنیاد رکھنا کہاں تک درست ہے؟

ابن قحطان کے مؤید قرائن:

ثالثاً: مندرجہ ذیل قرائن اس بات کے شاہد ہیں کہ تیسرے اور چوتھے دونوں ہی جملے امام بخاری کے نہیں اور انہوں نے تو نہ حدیث طاہمی کی تصحیح کی نہ ہی خود ان کی تعدیل فرمائی۔

(الف) دوسری حدیث پر کلام کے عنوان سے ہم ذکر کر آئے ہیں کہ یحییٰ ابن معین نے عبد اللہ طاہمی کی تعدیل کی، تو امام بخاری نے اختلاف کیا کہ یہ تعدیل قابل اعتراض ہے، اگر بقول ترمذی یہ مان لیا جائے کہ امام بخاری نے انہیں عبد اللہ طاہمی کی حدیث کی تصحیح کی، تو لازم آئے گا کہ انہوں نے اپنے گزشتہ کلام کی خود ہی تکذیب کی، تو ایسے متعارض اقوال کے قائل کا کیا اعتبار ہوگا۔

(ب) یہ معلوم ہو چکا کہ اسی عبارت کی ابتدا میں امام بخاری نے کثیر بن عبد اللہ کی حدیث کو اس موضوع کی تمام حدیثوں سے صحیح بتایا، جس کا مطلب یہی ہوا کہ کثیر بن عبد اللہ کی حدیث بقیہ حدیثوں سے افضل ہے۔ اور بقیہ حدیثوں میں حدیث طاہمی بھی ہے، اب اگر حدیث طاہمی کی تصحیح والا جملہ بھی امام بخاری کا ہی مان لیا جائے تو ان کے کلام میں یہ دوسرا متعارض ہوگا کہ ایک ہی عبارت میں وہ کثیر بن عبد اللہ کی حدیث کو بقیہ تمام حدیثوں سے افضل بتاتے اور اسی میں طاہمی کی حدیث کو صحیح یعنی حدیث کثیر سے بھی افضل بتاتے ہیں۔

اس لیے ہماری گزارش یہ ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو ان کائناتوں میں الجھانے سے بہتر یہی

ہے کہ ابن قتان کی یہ بات تسلیم کر لی جائے کہ حدیث طائفی کی صحیح والا جملہ امام بخاری کا نہیں بلکہ امام ترمذی کا ہے۔ اور یہ بھی مان لیا جائے کہ ۱۲ نگبیروں والی سبھی حدیثیں ضعیف ہی ہیں۔
جرح و تعدیل کا اصول:

اور بالفرض امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کسی حدیث کی صحیح یا کسی راوی کی تعدیل کر ہی دی ہو تو ان کی یہ بات ناقابل تردید نہیں۔ جیسا کہ صاحب مرعاۃ نے لکھا کہ امام بخاری وغیرہ کی صحیح کے بعد دوسروں کی جرح کا کوئی اعتبار نہیں۔ کیونکہ امام ابن حجر اپنی گراں قدر تصنیف مقدمہ فتح الباری ص ۳۸۱ میں فرماتے ہیں:

لكل منصف أن يعلم أن تخریج صاحب الصحيح لأي راو كان يقتضى بعدالته عنده. وحينئذ إذا وجدنا لغيره في أحد منهم طعنًا بذلك الطعن مقابل لتعديل هذا الامام فلا يقبل إلا مبين السبب مفسر بقادح يقدح في عدالته وضبطه.

ہر منصف کو یہ جانتا چاہئے کہ صاحب صحیح کا کسی راوی کی حدیث کو اپنی صحیح میں درج کرنا اس راوی کی عدالت کو مقتضی ہے۔ تو اگر کوئی دوسرا آدمی اس راوی پر طعن کرتا ہے تو یہ طعن اس امام کی تعدیل کے مقابلہ میں ہے، تو جب تک وہ جرح مبین اور مفسر نہ ہو مقبول نہ ہوگی۔

عمر بن شعیب پر جرح درست ہے:

ہم دیکھتے ہیں کہ عمر بن شعیب کے بارے میں امام طحاوی، محدث ابو زرہ، ابن قتان، اور ابن حجر مختلف الفاظ میں وضاحت اور تفصیل کے ساتھ ذکر کرتے ہیں کہ ان کی سماع ثابت نہیں۔ اپنے باپ کی روایت میں بے سنی حدیثیں صحیفہ سے ملا دیتے ہیں، اس لیے ان کے ایسے عن جدد کا بھروسہ نہیں۔ اور جب یہ ایسے عن جدد روایت کریں تو ہمیں سے ضعف پیدا ہوتا ہے۔ پھر حافظ ابن حجر کے متذکرہ اصول کے ماتحت کیوں نہ ان مفسر جرحوں کو قبول کیا جائے اور ان کی ایسی روایتوں کو جس میں ایسے عن جدد ہو اس کو ضعیف کہا جائے اگرچہ امام بخاری نے ہی اس کی تصحیح کی ہو۔

کمزور باتیں:

حدیث عمر بن شعیب کی تائید میں صاحب مرعاۃ نے کچھ اور باتیں بھی کہی ہیں جو طفل تسلی کا حکم رکھتی ہیں۔ مثلاً اس حدیث پر ائمہ مجتہدین نے عمل کیا ہے اور عمل مجتہد سے ضعیف حدیث بھی قوی ہو جاتی ہے۔ سوال یہ ہے کہ چھ زائد نگبیروں والی روایت پر بھی تو بہت سے صحابہ کرام، تابعین عظام و مجتہدین فہم نے عمل کیا تو آخر وہ روایت ان سب کے عمل سے تقویت پا کر کیوں قوی نہ ہوگی۔

وہ فرماتے ہیں: امام ابو داؤد نے عمرو بن شعیب کی حدیث کو بلا تبصرہ نقل کیا ہے اور ان کا کسی حدیث کو بلا تبصرہ اپنی صحیح میں داخل فرماتا ان کی طرف سے اس حدیث کی تحسین ہے۔ اس لیے یہ حدیث حسن ہوئی اور اس پر عمل اولیٰ ہوا۔ ہم کہتے ہیں: ٹھیک اسی طرح عمرو بن شعیب کی حدیث کے پہلو میں ہی امام ابو داؤد نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث بلا تبصرہ تخریج فرمائی تو آپ کے ہی الفاظ میں یہ حدیث بھی حسن ہوئی اور اس پر عمل بھی اولیٰ ہوا۔
الغرض بات کو جتنا کھنگالا جائے گا بے بنیاد دعوں کی قلعی کھلتی جائے گی اور حقیقت واضح ہوتی جائے گی۔

امام مالک و امام احمد کا مذہب

مالک و احمد رحمہما اللہ کا مذہب اوپر بیان ہوا کہ دونوں بزرگوں کے مذہب میں عیدین کی پہلی رکعت میں چھ زائد نگبیریں اور دوسری رکعت میں ۵ زائد نگبیریں کل گیارہ نگبیریں ہوئیں۔ ان کے مذہب پر ابن رشد اندلسی کا تبصرہ حسب ذیل ہے:

فذهب مالك رحمه الله تعالى إلى ما رواه ابن عمر أنه شهد الأضحى والفطر مع أبي هريرة فكبر في الأولى سبع تكبيرات قبل القراءة وفي الأخرى خمساً قبل القراءة ولأن العمل عنده بالمدينة كان على هذا وبهذا الأثر بعينه أخذ الشافعي إلا أنه تأول في السبع أنه ليس فيها تكبيرة الإحرام كما ليس في الخمس تكبيرة القيام ويشبهه أن يكون مالكا إنما أصراره أن يعد تكبيرة الإحرام في السبع ويعد تكبيرة القيام زائدة على الخمس المروية أن العمل ألقاه على ذلك فكان عنده وجه الجمع بين الأثرين العمل. (البدایہ اول ص ۱۵۸)

حضرت امام مالک کی دلیل حضرت عبداللہ بن عمر کا اثر ہے۔ کہ میں حضرت ابو ہریرہ کے ساتھ عید و بقرہ عید میں شریک ہوا تو ابو ہریرہ نے پہلی رکعت میں سات نگبیریں قبل قرأت اور دوسری رکعت میں پانچ نگبیریں قبل قرأت پڑھیں اور اس وقت اہل مدینہ کا عمل بھی اسی کے موافق تھا۔ (امام مالک عمل اہل مدینہ کو بڑی اہمیت دیتے ہیں)

امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی اسی اثر پر عمل کیا لیکن پہلی رکعت کی ساتوں نگبیروں کو زائد قرار دیا۔ وہ فرماتے ہیں: جس طرح دوسری رکعت میں سجدہ سے اٹھتے ہوئے کہی جانے والی نگبیر ۵ زائد نگبیروں میں شمار نہ ہوئی اسی طرح پہلی رکعت کی سات نگبیروں میں تحریمہ شامل نہ ہوگی (اس لیے دونوں رکعتوں میں زائد نگبیریں بارہ ہوئیں)

امام مالک نے اہل مدینہ کا یہ عمل دیکھا کہ پہلی رکعت میں تکبیر تحریمہ سمیت سات تکبیریں کہتے ہیں۔ اور دوسری رکعت میں قیام بعد سجدہ کی تکبیر کے علاوہ ۵ تکبیریں کہتے ہیں۔ اس لیے یہی قیمت جانا کہ میرے اس طرز عمل سے اہل مدینہ کی موافقت ہوتی ہی ہے۔ فی الجملہ حدیث میں آئے ہوئے عدد کی بھی مطابقت ہو جاتی ہے۔ گودونوں رکعتوں میں فرق کرنا پڑتا ہے۔

اور اسی حقیقت کا بیان حضرت امام احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اس بیان میں ہے جس کو ہم نے تخریج زیلعی، اور فتح القدیر، اور تہذیب النہج کے حوالہ سے نقل کیا۔ کہ میرا اور امام مالک کا عمل کسی حدیث صحیح مرفوع پر نہیں، ہم نے تو حضرت ابو ہریرہ اور ان کے ساتھ نماز پڑھنے والے اہل مدینہ کے عمل کو اپنا معمول بنایا۔ اس لیے ہمارے یہاں تکبیرات زوائد کی تعداد گیارہ ہی ہے۔

مگر صاحب مرعات نے صرف اس سہارے پر کہ حضرت امام احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حدیث طاہمی کو اپنی مسند میں ذکر کر کے فرمایا کہ ”اسی کے موافق میرا عمل ہے“ یہ عمارت تیار کر دی: کہ امام احمد نے اس حدیث کی تصحیح کر دی اور امام احمد کے عمل نے اس حدیث کو تقویت پہنچائی اور ان کی تصحیح و تقویت کے بعد امام طحاوی اور ابن قحطان جیسے لوگوں کی تنقید کی کوئی اہمیت نہیں۔ اگر کسی نے یہ کہا کہ امام احمد اس حدیث کی کیسے تصحیح کر سکتے ہیں وہ تو صاف کہہ چکے ہیں کہ اس موضوع پر کوئی صحیح و مرفوع حدیث ہی نہیں تو یہ جواب دیا کہ یہ پہلے کی بات ہے اور تصحیح حدیث بعد کی۔ یعنی بہت دنوں تک امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کو یہ پتہ ہی نہیں رہا کہ اس موضوع پر ذخیرہ احادیث میں ایک صحیح حدیث بھی ہے اور اخیر میں انہیں حدیث طاہمی مل گئی تو اسی کو اپنا مذہب بنالیا اور پہلے قول کہ ”اس موضوع پر کوئی صحیح و مرفوع حدیث ہی نہیں“ سے رجوع فرما لیا۔ حالانکہ سوال تو یہی ہے کہ حدیث طاہمی پر امام احمد کا عمل حقیقہً کہاں ہوا، حدیث میں تو پہلی رکعت میں سات تکبیروں کا ذکر ہے اور امام احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ چھ کے قائل ہیں، تو عدد کے چھ اور سات دونوں مراتب ایک کیسے ہو گئے؟ اور پھر امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھی اسی حدیث پر عامل کیسے ہوئے جب کہ وہ رکعت اولیٰ میں آٹھ تکبیریں کہتے ہیں۔

اسی لیے صحیح پوچھئے تو امام احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا عمل اہل مدینہ کے عمل کے موافق ہے اور کسی حدیث کے مطابق ہونے کی ممکنہ تاویل وہی ہے جو ہم نے ابن رشد کے حوالے سے بیان کی۔

الحاصل یہاں تک کی بحث کا خلاصہ یہ ہوا کہ جن حدیثوں کو ائمہ ثلاثہ کی تائید میں پیش کیا جاتا ہے اولاً: سبھی ضعیف اور ناقابل عمل ہیں۔ ثانیاً: حدیث طاہمی کے متن میں اضطراب ہے کہ دوسری رکعت میں کچھ راوی پانچ تکبیریں بتاتے ہیں کچھ چار۔ ثالثاً: حدیث کی صحت و سقم سے قطع نظر یہی طے نہیں کہ ائمہ

کے عمل کی بنیاد حدیث پر ہے۔ رابعاً: بہر تقدیر اس کے مفہوم و مدلول میں اختلاف ہے کہ زائد تکبیریں چھ ہیں یا سات۔

اس پر ستم ظریفی یہ ہے کہ کہا جاتا ہے کہ اسی پر مالک، اوزاعی، شافعی، احمد و اسحاق کا عمل ہے اور ہمارے نزدیک یہی رائج ہے کہ یہ حدیث مرفوع صحیح یا حسن ہے (مرعات جلد پنجم ص ۳۶۱-۵۳) امام اعظم کا مذہب

آپ کے مذہب کا بیان اوپر گزر چکا کہ آپ چھ زائد تکبیروں کے قائل ہیں۔ آپ کی مؤید مستدرج ذیل مرفوع حدیثیں ہیں:

(الف) عن عبد الرحمن بن ثوبان عن ابيه عن مكحول قال اخبرني ابو عائش جليس ابى هريره أن سعيد بن العاص سأل ابا موسى الأشعري وحذيفة بن اليمان كيف كان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يكبر في الأضحى والقطر؟ فقال ابو موسى: كان يكبر أربعاء تكبيرة على الجنائز فقال حذيفة صدق. فقال ابو موسى: كذلك كنت اكبر في البصرة حيث كنت عليهم. (ابوداؤد جلد اول ص ۱۷۰) سكت عنه ابوداؤد ثم العنذري في مختصره. رواه احمد في مسنده واستدل ابن الجوزي في التحقيق لا صحابنا۔

(نصب الراية جلد اول ص ۲۱۴، ۲۱۵) عبد الرحمن بن ثوبان نے اپنے باپ انہوں نے مکحول سے روایت کی انہوں نے کہا کہ حضرت ابو ہریرہ کے ہم مجلس ابو عائش نے مجھ سے بیان کیا کہ کوفہ کے گورنر سعید بن العاص نے حضرت ابو موسیٰ اشعری اور حذیفہ بن الیمان سے پوچھا حضور ﷺ عید و بقر عید میں کیسے تکبیر فرماتے تھے؟ انہوں نے کہا کہ چار تکبیریں جیسے جنازہ پر ایک ساتھ چار تکبیریں کہی جاتی ہیں۔ حضرت حذیفہ نے ابو موسیٰ اشعری کی تصدیق کی۔ تو ابو موسیٰ بولے کہ جب میں بصرہ میں امیر تھا تو وہاں میں ایسے ہی پڑھایا کرتا تھا۔

ابوداؤد نے اپنی مسند اور مندری نے اپنی مختصر میں یہ حدیث بلا تبصرہ روایت کی۔ امام احمد نے اپنی مسند میں یہ حدیث درج فرمائی اور ابن جوزی نے اپنی کتاب تحقیق میں یہ حدیث حنفیوں کی طرف سے سند میں پیش کی۔

(ب) حدثنا علي بن عبد الرحمن ويحيى بن عثمان قالا: حدثنا عبد الله بن يوسف عن يحيى بن حمزة قال حدثني الوضين بن عطاء أن القاسم أبا عبد الرحمن حدثه قال حدثني بعض أصحاب رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم صلى بنا رسول الله

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یوم عید فکبر أربعاً أربعاً. ثم أقبل علينا بوجهه حين انصرف فقال: لا تنسوا ككبيركم الجنابة وأشار بإصبعه وقبض إبهامه. وهذا حديث حسن الإسناد وعبد الله بن يوسف ويحيى بن حمزة والرضين والقاسم كلهم أهل رواية معروفون بصحة الرواية ليس كما روينا الآثار الأولى (طحاوی جلد ۲ باب الزيادات)

علی بن عبد الرحمن اور یحییٰ بن عثمان عبد اللہ بن یوسف سے روایت کرتے ہیں اور یحییٰ بن حمزہ سے کہ یحییٰ بن عطاء نے قاسم کے حوالہ سے روایت کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے ایک صحابی نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم لوگوں کو عید کے دن چار چار تکبیروں سے نماز پڑھائی، سلام پھیرا تو ہماری طرف رخ کر کے فرمایا: یاد رکھنا جنازہ کی طرح چار تکبیریں (ایک ساتھ) ہیں اور اٹھو ٹھادیا کر چار انگلیوں سے اشارہ فرمایا۔ امام طحاوی کہتے ہیں کہ اس حدیث کے تمام راوی مشہور و معروف اور اصحاب روایت ہیں، پہلے روایت کی گئی حدیثوں کے راویوں کی طرح نہیں۔

ان حدیثوں سے چھ تکبیروں پر استدلال اس طرح ہے کہ پہلی اور دوسری روایت میں دونوں رکعتوں میں چھ تکبیریں ایک ساتھ کہی جاتی تھیں اصلی ہوں کہ زائد انہیں کا ذکر کیا اور بقیہ کو چھوڑ دیا۔ چنانچہ حنفی عالم ملا علی قاری کی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مرقات میں فرماتے ہیں:

وكان يكبر في كل ركعة أربعاً متوالياً والمعنى مع تكبير الإحرام في الأولى ومع تكبير الركوع في الثانية تكبيره أي مثل تكبيره على الجنابة.

ہر رکعت میں چار تکبیریں مسلسل کہی جاتی ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ پہلی رکعت میں تکبیر احرام بھی چار میں شامل ہے اور دوسری رکعت میں تکبیر رکوع کے ساتھ۔

قال ابن حجر يؤخذ منها أن الأربعة منها تكبيرة الإحرام والزوائد هي ثلاثة في كل ركعة.

ابن حجر فرماتے ہیں کہ چار تکبیروں میں تکبیر تحریمہ شامل ہے۔ ورنہ زوائد تو ہر رکعت میں تین تکبیریں ہی ہیں۔

ابن حجر ایک جلیل القدر شافعی عالم ہیں، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تو فریقین کے نزدیک اربعاً مثل الجنابة کا مطلب یہی ہے کہ زائد تکبیریں تین ہی ہیں اور یہی بات ابن جوزی کے اس طرز عمل سے بھی ظاہر ہوتی ہے کہ انہوں نے یہ حدیث حنفیہ کے استدلال میں پیش کی۔

ہمارا مقصد چھ زائد تکبیروں کی موید تمام حدیثوں کو جمع کرنا نہیں ہے، لیکن یہاں ایک موقوف

حدیث کا ذکر ضروری ہے جس کا حوالہ دے کر سائل کے امام صاحب نے انہیں مغالطہ دیا۔

حدثنا هيثم انا مجالد عن الشعبي عن مسروق قال كان عبد الله بن مسعود يعلم التكبير في عیدین تسع تكبيرات خمس في الأولى وأربع في الآخرة يوالی بین القرائین في الأولى تكبيرة الافتتاح والتكبيرات الزوائد وتكبيرة الركوع والأربع في الركعة الأخيرة، التكبيرات الثلاث الزوائد وتكبيرة الركوع. (بنایہ عینی جلد ۲ ص ۸۶۴) مصنف ابن شبنہ

مجملاً ومفصلاً جلد ۲ ص ۱۷۲) مصنف عبد الرزاق جلد ۳ ص ۲۹۴

ہیثم نے مجالد سے انہوں نے امام شعی سے وہ مسروق سے حضرت ابن مسعود کا قول روایت کرتے ہیں کہ ابن مسعود ہمیں تعلیم دیتے تھے کہ عیدین میں کل نو تکبیریں ہیں۔ پانچ پہلی رکعت میں اور چار آخری رکعت میں، دونوں رکعتوں کی قرأت میں تکبیر زوائد کا فصل نہ ہوگا۔ پہلی میں تکبیر افتتاح تین تکبیر زوائد اور تکبیر رکوع اور دوسری رکعت کے چار میں تین زوائد اور تکبیر رکوع۔

رکوع۔

امام ترمذی نے اپنی سنن میں اسی روایت پر حسب ذیل تبصرہ فرمایا:

وقد روى عن غير واحد من أصحاب النبي صلى الله تعالى عليه وسلم نحو

هذا. وهو قول أهل الكوفة. وبه يقول سفیان الثوری. (ترمذی جلد اول ص ۱۲۰)

ایسا ہی رسول اللہ ﷺ کے متعدد صحابہ سے مروی ہے، یہی اہل کوفہ کا مذہب ہے اور اسی کے سفیان ثوری قائل ہیں۔

اس حدیث کو امام بیہقی نے اپنی سنن جلد ۳ ص ۲۹۱ میں ذکر کیا۔ یہیں سے آپ کے امام صاحب کی مغالطہ دہی ثابت ہوتی ہے کہ جس حدیث کو علمائے اسلام بالاتفاق چھ زائد تکبیروں کا ثبوت قرار دیں انہوں نے اسی کو نو زائد تکبیروں پر ڈھالا۔ شاید ایسے ہی لوگوں کے لیے اقبال نے کہا ہے:

خود بدلے نہیں قرآن کو بدل دیتے ہیں ہوئے کس درجہ فقیہان حرم بے توفیق

یہ ایک جملہ معترضہ تھا۔ اب ہم پھر امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کی تائید کرنے والی حدیثوں کی طرف رجوع ہوتے ہیں۔ پہلی حدیث پر امام زبلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا بیان ذکر ہو چکا۔ امام ابوداؤد و متذری نے اپنی اپنی کتابوں میں اس کی تخریج کی اور اس پر سکوت کیا۔ یہ ان دونوں اصحاب الحدیث کی طرف سے اس حدیث مرفوع ہونے کی تحسین ہے۔ دوسری حدیث کے بارے میں امام طحاوی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن الاسناد ہے، اس کے تمام راوی اہل روایت اور معروف بہ صحت ہیں، پہلے

آثار کے راویوں کی طرح ان راویوں میں ضعف نہیں ہے۔ یہ امام طحاوی کی طرف سے دوسری حدیث کی تحسین ہے۔

لیکن شوافع اور ان کے ہم نواؤں نے ان حدیثوں کے راویوں پر جرح بھی نقل کی ہے۔ پہلی روایت کے دو راویوں عبد الرحمن بن ثوبان اور ابو عائشہ پر۔ اور دوسری روایت کے بھی دو راویوں وضین ابن عطاء اور قاسم ابن عبد الرحمن پر۔ اور اب ہم بالترتیب ہر ایک راوی پر کی گئی جرح اور تعدیل نقل کرتے ہیں۔

عبد الرحمن بن ثوبان:

ابن معین نے فرمایا: عبد الرحمن بن ثوبان ضعیف۔ عبد الرحمن بن ثوبان ضعیف ہیں۔

(تہذیب سوم ص ۲۹۰)

ابوزرعہ نے فرمایا: عبد الرحمن بن ثوبان لین۔ عبد الرحمن نرم ہیں۔ (تہذیب سوم ص ۲۹۰)

امام احمد نے فرمایا: احادیث منکر۔ ان کی حدیثیں منکر ہیں۔ (تہذیب سوم ص ۲۹۰)

بعد کے لوگوں مثلاً نسائی، صالح ابن محمد، ابن خراش وغیرہ نے مذکورہ بالا آراء کو دہرایا ہے۔ لیکن انہیں حضرات اور دیگر ائمہ سے ان کی تعدیل مروی ہے۔ مثلاً

عن ابن معین أنه صالح۔ ابن معین ہی فرماتے ہیں کہ عبد الرحمن صالح ہیں۔

(تہذیب التہذیب جلد ۶ ص ۱۳۷)

ما ذکرہ ابن معین الا بخیر وفي رواية لا بأس به۔ صاحب کمال نے عباس سے روایت کی کہ ابن معین نے ابن ثوبان کا ذکر جب بھی کیا بھلائی کے ساتھ ذکر کیا۔ دوسری روایت میں ہے کہ ان میں کوئی حرج نہیں۔ (ترکمانی جلد ۳ ص ۲۹۰)

اس طرح ابوزرعہ سے بھی ابن ثوبان کی تعدیل مروی ہے۔ (حوالہ مذکورہ بالا)

قال ابو زرعة ليس به بأس۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے ان پر جرح فرمائی کے ان کی "حدیثیں منکر ہیں" تو علی ابن المدینی ان کی تعدیل کرتے ہیں۔

أما علي فكان حسن الرأى فيه قال ابن ثوبان رجل صدوق لا بأس به وقد حمل

عنه الناس۔ (تہذیب التہذیب جلد ۶ ص ۱۳۷ / ترکمانی جلد سوم ص ۹۰)

علی بن المدینی کی رائے ان کے بارے میں اچھی تھی۔ فرماتے ہیں کہ ابن ثوبان سچ آدمی

تھے اور لوگوں نے ان سے روایت کی ہے۔ اور ان میں کوئی حرج نہیں۔

حافظ زیلعی فرماتے ہیں:

عبد الرحمن ابن ثوبان وثقه غير واحد۔ (زیلعی جلد اول ص ۲۱۵)

عبد الرحمن ابن ثوبان کو بہت سے علمائے ثقہ بتایا ہے۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں:

قال عثمان الدارمي عن دحيم ثقة يرمى بالقدر وقال ابو حاتم ثقة يشوبه شيء من

القدر تغير عقله آخر حياته وهو مستقيم الحديث۔

وقال ابو داود وكان فيه سلامة ليس به بأس وكان مجاب الدعوة۔ وذكره ابن

حبان في الثقات۔ (تہذیب التہذیب ششم ص ۱۳۷)

عثمان دارمی دحیم سے روایت کرتے ہیں کہ وہ ثقہ تھے۔ لوگ ان پر قدر کا الزام رکھتے تھے۔ یہی

ابو حاتم کا کہنا ہے وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ آخری زندگی میں ان کی عقل میں تبدیلی آگئی تھی اور ان کی حدیثیں

درست ہیں۔

ابوداؤد نے فرمایا کہ ان میں سلامتی تھی، ان کی روایت میں کوئی حرج نہیں وہ مستجاب الدعوات

تھے، ابن حبان انہیں ثقات میں شمار کرتے تھے۔

مذکورہ بالا تفصیل کی روشنی ہر ذی علم فیصلہ کر سکتا ہے۔ کہ جرح کے مقابلہ میں تعدیل کے الفاظ کس

کثرت اور وسعت کے ساتھ وارد ہوئے ہیں۔ اور یوں بھی جرح کے مقابلہ میں تعدیل کا وزن زیادہ ہوتا ہے۔

ابوعائش:

ان کے بارے میں صرف ابن حزم اور یحییٰ ابن سعید قطان کا یہ قول مروی ہے کہ مجہول لا

أعرف یہ مجہول الحال ہیں مجھے ان کا حال معلوم نہیں۔ لیکن حافظ ابن حجر تقریب التہذیب ص ۳۰۳ میں

فرماتے ہیں:

ابو عائشة۔ الاموي مولا هم جليس ابى هريرة مقبول من الثانية۔

ابوعائشہ اموی بنو امیہ کے غلام تھے۔ حضرت ابو ہریرہ کے ہم نشین ہیں مقبول ہیں طبقہ ثانیہ سے

تعلق رکھتے ہیں۔

اس طرح ابوعائش کی جہالت کا قصہ بھی پاک ہوا اور مقبول بھی ہوئے۔ اور راویوں کے طبقہ ثانیہ

میں شمار ہوتے ہیں۔ اور اب ہم دوسری حدیث کے راویوں کا حال بیان کرتے ہیں۔

وضین: دوسری حدیث کے راوی وضین ابن عطا کو ترکمانی صاحب جوہر النقی نے "واہ" کہا

(مرعات جلد ۵ ص ۴۷)

ابن قانع اور ابن معین نے کہا: ضعیف فی الحدیث: وضین حدیث میں کمزور ہیں

(حوالہ مذکورہ بالا)

حافظ ابن حجر نے "صدوق" کہا لیکن حافظ کمزور بتایا۔

لیکن حافظ نے ہی مخرج جلد اول ۱۰۱ میں فرمایا کہ امام احمد بن حنبل نے ان کی توثیق کی ہے۔

ابن معین فرماتے ہیں:

فلا یاس به وثقه غیر واحد۔ ان میں کوئی حرج نہیں متعدد علمائے انہیں ثقہ کہا ہے۔

تہذیب التہذیب میں فرماتے ہیں:

احمد بن حنبل، ابن معین اور وحیم انکو ثقہ بتاتے ہیں۔ ابوداؤد نے انہیں صالح الحدیث کہا۔ اور ابن

عدی نے کہا ان کی حدیث میں کوئی نقصان نہیں ہے۔

اور ابن حبان نے انہیں ثقات میں ذکر کیا ہے۔ لیکن سنن کی بات یہ ہے کہ: امام طحاوی رحمۃ اللہ

تعالیٰ علیہ نے انہیں وضین کی روایت سے ایک حدیث اپنی کتاب شرح معانی الآثار میں نقل کی۔

عن الوضین بن العطاء قال اخبرنی سالم بن عبد اللہ عن ابن عمر انه کان

یفصل بین شفعتہ ووترہ بتسلیمۃ۔ (جلد اول ص ۱۶۴)

وضین نے سالم انہوں نے عبد اللہ بن عمر سے روایت کیا کہ آپ وتر کی دو رکعتوں اور ایک رکعت

کے درمیان سلام سے فصل کیا کرتے تھے۔

یہ اثر حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کے موافق ہے۔ تو امام ابن حجر رحمۃ اللہ تعالیٰ

علیہ اپنی کتاب فتح الباری جلد ۲ ص ۳۸۶ میں امام طحاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی مروی اسی حدیث کو قوی

بتاتے ہیں۔ الفاظ ان کے یہ ہیں:

وروی الطحاوی من طریق سالم بن عبد اللہ ابن عمر عن ایہ انه کان یفعل بین

شفعتہ ووترہ بتسلیمۃ ولا سنادہ قوی۔

امام طحاوی نے سالم بن عبد اللہ کے واسطے سے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ عمل روایت کیا کہ وہ

وتر میں دو رکعت کے بعد سلام پھیر کر وتر پڑھتے پھر ایک رکعت علیحدہ پڑھتے، اس حدیث کی سند قوی ہے۔

سبحان اللہ وہی وضین ابن عطاء جب مذہب شافعیہ کے موافق کوئی روایت کریں تو ثقہ ہیں اور

ان کی روایت قوی ہے۔ اور جب احتلاف کے موافق کوئی حدیث روایت کرتے ہیں تو ان کا حافظ کمزور

ہو جاتا ہے اور ان پر قدر کا التزام عائد ہوتا ہے اور وہ حدیث قابل استدلال نہیں رہتی۔

انصاف کا یہ دوہرا معیار علمائے شوافع اور ان سے پٹے ہوئے علمائے اہل حدیث کے یہاں اکثر

نظر آتا ہے۔ صاحب مرعاۃ نے تکبیر عیدین میں وضین کی روایت کا حوالہ دے کر بڑے جھٹکے سے فرمایا

تھا کہ امام طحاوی نے اس حدیث کی تحسین کی تو اس سے دھوکہ میں نہ پڑا جائے۔

فإنہ لیست عادۃ نقۃ الحدیث کتقد اہل العلم ولم یکن لہ معرفۃ بالاسناد

(مرعاۃ جلد ۵ ص ۴۷)

کمعرفة اهل العلم۔

حدیث پر کھنے کی امام طحاوی کو ایسی عادت نہیں جیسی اہل علم کو ہے اور انہیں اہل علم کی طرح سند کی

معرفت بھی نہیں۔

پس کیا خیال ہے حضرت حافظ ابن حجر علیہ الرحمہ کے بارے میں، کیا یہ بھی فتح الباری میں اہل علم

کی طرح سند پر کھنے میں علم سے بے خبر ہو گئے تھے؟

قاسم ابو عبد الرحمن:

ابن حبان کے حوالہ سے ان کو معطلات کا راوی بتایا گیا ہے۔ لیکن حافظ ابن حجر علیہ الرحمہ نے

تہذیب ص ۲۰۷ میں ان کے حال میں تحریر فرمایا:

قاسم بن عبد الرحمن دمشقی ابو عبد الرحمن صاحب ابی امامہ صلوق یرسل

کثیراً من الثالثۃ مات سنۃ اثنتی عشر (ص ۲۰۷)

قاسم بن عبد الرحمن دمشقی ابو عبد الرحمن حضرت ابو امامہ کے ساتھی بہت سچے ہیں۔ البتہ مرسل

حدیثیں زیادہ روایت کرتے ہیں۔ طبقہ ثالثہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ ۱۲ھ میں انتقال ہوا۔

اور یہاں مجھ حدیث تو مرفوع ہے کہ صحابی کے بیان کرنے کی روایت میں تصریح ہے۔ نام کی

تخصیص اس لیے ضروری نہیں کہ سارے صحابہ بحکم حدیث عادل ہیں۔ تو ان میں جس سے بھی روایت ہو

قابل قبول ہی ہے۔

احتلاف کی حدیثیں اور امام بیہقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ:

جیسا کہ امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مذہب کی مؤید حدیثوں کے بیان میں امام ابوداؤد رحمۃ

اللہ تعالیٰ علیہ کے حوالہ سے حضرت ابوموسیٰ اشعری اور حضرت حذیفہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی مرفوع

حدیث ہم نقل کر آئے ہیں۔ کہ حاکم کوفہ سعید بن العاص نے ان دونوں بزرگ صحابہ سے رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کے نماز عید کا طریقہ دریافت کیا۔ تو ان دونوں بزرگوں نے اطلاع دی کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چار تکبیریں ادا فرماتے تھے۔

تقریباً اس مضمون کی ایک دوسری حدیث حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے موقوف مروی ہے۔ کہ حضرت ابن مسعود کی محفل میں حضرت ابو موسیٰ اور حضرت حذیفہ حاضر تھے کہ سعید ابن العاص نے ان حضرات صحابہ سے نماز عید کا طریقہ پوچھا۔ موثر الذکر دونوں بزرگوں نے حضرت ابن مسعود پر تانا تو انہوں نے نماز عید کا طریقہ بتایا کہ پہلی رکعت میں چار تکبیر کہہ کر قرأت شروع کرو پھر ایک تکبیر کہہ کر رکوع میں جاؤ۔ دوسری رکعت میں پہلے قرأت کرو پھر چار تکبیر کہہ کر رکوع میں جاؤ۔

مذکورہ بالا دونوں حدیثوں میں کچھ باتیں مشترک ہیں اور کچھ کم و زائد۔ مثلاً پہلی روایت مرفوع ہے اور دوسری موقوف۔ پہلی روایت میں ابو موسیٰ اشعری اور حضرت حذیفہ کا ذکر ہے اور دوسری روایت میں حضرت ابن مسعود بھی موجود تھے۔ اسی طرح پہلی روایت میں دونوں رکعتوں میں چار، چار تکبیروں کا ذکر ہے اور دوسری روایت میں پہلی رکعت میں پہلے چار پھر رکوع کے لیے کل پانچ اور دوسری رکعت میں رکوع سمیت چار تکبیریں۔

ان دونوں حدیثوں کی جو دیکھے گا یہی فیصلہ کرے گا کہ یا تو یہ دو الگ الگ واقعات سے متعلق دو حدیثیں ہیں۔ یا ایسا ہوا کہ سعید بن العاص نے ان تینوں حضرات کو اسی ضرورت کے لیے بلایا۔ پہلے ابو موسیٰ و حذیفہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہما اجمعین پہونچے ان کے سامنے مسئلہ آیا تو حضرت ابو موسیٰ نے اس کے جواب میں وہ مرفوع حدیث سنا دی۔ بعد میں ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہونچے تو سعید نے پھر وہی سوال درمیان میں رکھا۔ تو ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوری نماز عید کا طریقہ زائد تکبیروں کے ساتھ بیان کر دیا۔ محدثین کرام عام طور سے ایسی حدیثوں کے سلسلہ میں جہاں اس قسم کا اختلاف ہو، ایسی ہی توجہ کرتے ہیں کہ یہ حدیثیں متعدد واقعات سے متعلق ہیں۔ چنانچہ علامہ ترکمانی اپنی تصنیف ”جوہر النبی علی تصحیح جلد تین ص ۲۸۹/۲۹۰ میں فرماتے ہیں:

ملہب التحقیق أن الحكم للرافع لأنه زاد۔ اما جواب أبي موسى فيحمل أنه نادب مع ابن مسعود مرة، وكان عنده حديث عن النبي صلى الله عليه وسلم فذكره مرة أخرى۔

اہل تحقیق کا مذہب یہی ہے کہ جب کوئی حدیث موقوف مروی ہو، اور کوئی اس کو مرفوع روایت کرے تو مرفوع روایت کرنے والے کی بات تسلیم کی جاتی ہے۔ اس لیے کہ اس نے ایک زائد بات بتائی

رہ گیا حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مختلف طرز عمل تو اس کی وجہ یہ ہوگی کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی موجودگی میں انہوں نے ان کے ساتھ ادب ملحوظ رکھا اور خود جواب نہ دیا۔ اور دوسرے موقع پر جب وہ موجود نہ تھے انہوں نے حدیث مرفوع خود ہی بیان فرمادی۔

الغرض یہ دونوں ہی باتیں درست ہیں۔ کہ اس باب میں حدیث مرفوع بھی ہے اور حضرت ابن مسعود کا فتویٰ بھی ہے۔ پھر ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ فتویٰ بھی حدیث مرفوع کے حکم میں ہی ہے۔ کہ یہ اصول سب کے نزدیک مسلم ہے کہ صحابی کا ایسا قول جو امور قیاسیہ سے تعلق نہ رکھتا ہو حدیث مرفوع کے حکم میں ہے۔

نور الانوار میں ہے: وقول الصحابي فيما يعقل ملحق بالقياس وفيما لا يعقل ملحق بالسنة۔
(نور الانوار ص ۹)

صحابی کا وہ قول جو عقل و قیاس سے تعلق رکھتا ہو قیاس کے حکم میں ہے اور جو غیر قیاسی ہو وہ سنت کے ساتھ ملحق ہے۔

اور مسئلہ تکبیر عیدین میں بھی متعدد ائمہ حدیث کا یہی کہنا ہے کہ یہ مسئلہ قیاس سے تعلق نہیں رکھتا۔ قلت هذا لا يثبت بالرأى قال ابو عمر في التمهيد مثل هذا لا يكون رأياً ولا يكون الاتوقيفاً لانه لا فرق بين سبع و اقل واكثر من جهة الرأى والقياس۔ وقال ابن رشد في القواعد معلوم أن فعل الصحابة في ذلك توقيف اذ لا يدخل القياس في ذلك۔
(جوہر النقی علی البیہقی جلد ۳ ص ۲۹۱)

میں کہتا ہوں کہ تکبیر عیدین کا مسئلہ رائے سے ثابت نہیں ہو سکتا۔ ابو عمر نے تمہید میں فرمایا: ایسی بات قیاس سے نہیں ہو سکتی بلکہ حضور سے سن کر ہی کہی جاسکتی ہے۔ کیونکہ رے یا کم اور زیادہ میں از روئے روئے قیاس کوئی فرق نہیں۔ ابن رشد نے کہا ایسے مسئلہ میں فعل صحابہ بھی تعلیم رسول کے ہی حکم میں ہے کہ اس میں قیاس کو دخل نہیں۔

امام ابن ہمام فرماتے ہیں:

ومثل هذا يحمل على الرفع لأنه مثل عدد الركعات۔

(فتح القدیر جلد ۲ ص ۴۴)

تکبیر میں اثر ابن مسعود رفع کے حکم میں ہے۔ کہ یہ نماز کی رکعتوں کے مثل ہے (کوئی فحش ص ۱) کی چار رکعت اور مغرب کی تین رکعت میں کیا عقلی فرق بتا سکتا ہے)

مگر امام بیہقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جن کو شوافع کا یہ ستر کہا جاتا ہے، ان سارے اصول و ضوابط سے قطع نظر فرما کر پہلے تو یہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث مرفوعہ نہیں۔ یہ تو دراصل ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے۔

خولف فی رویتہ فی موضعین فی رفعہ وفی جواب ابی موسیٰ۔ والمشہور انہم اسئلوه الی ابن مسعود فافتاہم بذلك ولم ینسبہ الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

(بیہقی جلد ۳ ص ۲۹۰)

اس حدیث کی روایت میں دو جگہ مشہور کے خلاف بیان کیا گیا۔ حدیث کو موقوف کے بجائے مرفوع بیان کیا گیا اور یہ کہا گیا کہ حضرت ابو موسیٰ نے سعید کا جواب دیا حالانکہ مشہور یہ ہے کہ ابو موسیٰ اور حذیفہ نے جواب کو ابن مسعود پر ٹالا اور انھوں نے اپنی طرف سے فتویٰ دیا، اس بات کو حضور کی طرف منسوب نہیں کیا۔

دوسرا مقدمہ یہ ظاہر فرمایا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تکبیر عیدین کا مسئلہ بتاتے ہوئے حدیث رسول کی ترجمانی نہیں کی بلکہ اپنی رائے ظاہر فرمائی اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ضعیف حدیث بھی ہو تو دوسرے کے قیاسی فتویٰ سے افضل ہے۔

هذا رأی من جهة عبد الله رضى الله تعالى عنه والحديث المسند مع ما عليه عمل المسلمين اولیٰ أن یتبع۔ (حوالہ مذکورہ بالا)

حالانکہ ادنیٰ تامل سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے۔ ان دونوں روایتوں میں کوئی تعارض نہیں کہ سعید کے سوال کے جواب میں ایک بار حضرت ابو موسیٰ اشعری نے حدیث رسول بیان کی۔ اور ایک بار ابن مسعود پر ٹالا اور انھوں نے نماز عید کا پورا طریقہ بتا دیا۔

اسی طرح جب واقعہ یہ ہے کہ تکبیرات عیدین کا مسئلہ قیاسی نہیں۔ جیسا کہ ابو عمر، ابن رشد اور ابن حام کی عبارتوں سے ظاہر ہوا۔ تو یہ کہنا کہ ابن مسعود نے یہ فتویٰ اپنی رائے سے دیا حکم بھی ہے اور بڑی زیادتی بھی۔

خلاصہ کلام:

اس طویل علمی و فقہی بحث پر غائرانہ نگاہ ڈالی جائے، تو مندرجہ ذیل حقائق سامنے آتے ہیں۔

(۱) عیدین کی نماز میں تکبیرات زوائد کے مسئلہ میں ابن رشد نے اجمالا، اور امام عینی نے تفصیلاً بارہ مذاہب کا ذکر کیا۔ جس میں نو زائد تکبیر کا کوئی مذہب ہی نہیں۔ اس لیے آپ کے امام صاحب کی یہ

جدت پسندی بہر حال مستحسن نہیں۔ اور اس کے ثبوت میں عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا معصوم اثر ترمذی یا بیہقی کے حوالہ سے پیش کرنا ان کی مغالطہ اندازی ہے۔

(۲) ائمہ اربعہ میں امام مالک اور امام احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما دونوں رکعتوں میں مجموعی طور پر گیارہ زائد تکبیروں کے قائل ہیں۔ اور امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بارہ زائد تکبیروں کے۔ اور امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے چھ زائد تکبیروں کا قول کیا۔

(۳) اول الذکر دونوں اماموں کے مذہب کی بنیاد کسی مرفوع حدیث پر نہیں، انھوں نے اپنے مذہب کی بنیاد قول و فعل صحابہ پر رکھی ہے۔ جب کہ موخر الذکر دونوں اماموں کے مذہب کی تائید میں علیحدہ علیحدہ مرفوع و موقوف حدیثیں بھی ہیں اور صحابہ دہا بعین کے افعال و اقوال بھی۔

(۴) بعض لوگوں کا دعویٰ ہے کہ اول الذکر اماموں کے مذہب کی بنیاد بھی اسی حدیث پر ہے جس پر امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مذہب کی بنیاد ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حدیث میں مذکورہ بارہ کی بارہ تکبیروں کو زائد ہی قرار دیا۔ اور امام مالک اور امام احمد نے ان میں سے ایک کو تکبیر تحریمہ گردانا۔ اس لیے ان کے یہاں صرف گیارہ تکبیریں زائد ہوئیں۔

(۵) متعدد علما کا کہنا ہے۔ کہ تکبیرات عیدین کی تعداد کے سلسلہ میں کوئی صحیح اور مرفوع حدیث ہے ہی نہیں۔ تمام ائمہ نے صحابہ کے ہی اقوال و افعال کو اپنا معمول بنایا۔ چنانچہ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جناب عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیروی کی، امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے قول ابن عباس کی۔ اور بقیہ دونوں اماموں نے فعل ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی۔

(۶) بارہ تکبیروں کی تائید میں متعدد مرفوع اور موقوف حدیثیں اقوال و اعمال صحابہ دہا بعین ہیں۔ اسی طرح چھ تکبیروں کی تائید میں بھی مرفوع اور موقوف حدیثیں، اقوال و اعمال صحابہ دہا بعین ہیں۔ اور واقعہ یہ ہے کہ طرفین کی حدیثوں پر جرح و تعدیل کی گئی ہیں۔ بارہ تکبیروں کی روایتیں تعدد و تکثر کے باوجود ضعیف اور ناقابل استدلال ہیں۔ صرف ایک حدیث کے لیے مؤیدین کا اصرار ہے کہ صحیح یا حسن ہے۔ چھ تکبیروں والی ۲۲ مرفوع حدیثیں بھی متعدد علمائے حدیث کے نزدیک صحیح ہیں۔

(۷) اس سلسلہ میں طرفین کی پوری بحثیں ملاحظہ کرنے کے بعد جنبہ داری کا احساس ہوتا ہے۔ جیسے راوی حدیث عمرو بن شعیب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بارے میں حضرت ابن حجر علیہ الرحمہ کا ایک اصول طے کرنا۔ اور اس کے خلاف ان کی روایت کی تائید و توثیق کرنا۔ یا حضرت وضین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر ضعف حافظہ کی جرح کر کے انہیں کی اس روایت کی توثیق اور تائید و تقویت کرنا جو مذہب شوافع کے

موافق ہے۔ یا امام بیہقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ایک طرفہ یہ حکم لگانا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود نے چھ زائد تکبیروں کا مسئلہ اپنی رائے سے بتایا۔

حالانکہ حقیقت حال یہ ہے کہ امام بخاری و مسلم کے اصول صحت پر پوری اترنے والی طرفین میں سے کسی کی حدیث نہیں۔ اور اس معیار سے اتر کر راویان حدیث کا باہمی مقابلہ کیا جائے تو حضرت امام طحاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی یہ رائے جتنی پر انصاف ہے کہ بارہ تکبیر کے راویوں کی حالت زیادہ سقیم ہے۔ اور ان کی یہ نسبت چھ تکبیر کے راویوں کی حالت اچھی ہے۔

(۸) رہ گئیں اس قسم کی تقویتیں کہ فلاں محدث نے اس روایت پر سکوت کیا۔ یا فلاں مجتہد نے اس حدیث پر عمل کیا۔ یا ضعیف روایتیں ایک دوسرے کی تقویت پا کر درجہ حسن تک پہنچ جاتی ہیں۔ یا اس پر عام مسلمانوں کا عمل درآمد ہے تو ایسی ترجیحات دونوں طرف ہیں۔

(۹) غالباً اسی لیے کسی امام مجتہد نے اپنی پسند کی صحت پر اصرار اور دوسرے طریقہ کا مطلقاً انکار نہیں کیا۔ بلکہ ہر امام نے اپنے طریقہ کو صرف افضل بتایا۔ اور دوسرے طریقہ پر عمل کی بھی بعض صورتوں میں ممانعت رکھی۔

پس صورت مسئلہ میں اگر کسی نے نو زائد تکبیروں کی ساتھ نماز پڑھا دی تو نماز تو ہو گئی۔ مگر امام صاحب کو ایسا چاہئے نہیں تھا۔ جب عام مسلمان چھ زائد تکبیروں کے ساتھ ہی نماز عید ادا کرتے ہیں تو اس کے خلاف ایک نیا طریقہ نکال کر مسلمانوں میں فتنہ و فساد کی بنیاد نہ ڈالنی چاہئے۔

بلکہ عام طور سے موجودہ عہد کے لیے ہماری رائے تو یہ ہے کہ اس قسم کے اختلافی مسائل میں ہر امام کے مقلد اپنے اپنے امام کے مذہب کے موافق عمل درآمد کریں اور کسی فرقہ کے لوگ دوسرے فرقہ کے لوگوں کو اپنے مذہب کے موافق عمل کرنے پر مجبور نہ کریں اور عوام کو بھی چاہئے کہ کسی کو امام رکھتے وقت خوب ٹھونک بجالیا کریں تاکہ بعد میں فساد نہ پیدا ہو۔

عبد المنان اعظمی شمس العلوم۔ گھوسی ضلع مئو ۷/ رمضان ۱۴۱۴ھ



شعبہ برادرز
نئیہ منشر، ۴، اردو بازار لاہور
فون: 042-37246006